

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

مؤلف: مولانا سید محمد رفیع الدین صاحب دہلی

مولانا سید محمد رفیع الدین صاحب دہلی

پیشہ فوری ۱۹۹۹ء

منظر اسلام آباد، پاکستان

سرگودھا، پاکستان

مکتبہ رحمتیہ

۰۳۱۲-۰۰۳۰۰۰۱

اولیٰ السنۃ والجماعۃ کی عبادات پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات بدشکل
پہلا مکمل انٹرایکلو پیڈیا

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

مؤلف

مناظر المل حقیت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

۳
۲
۱

صحیح و نظر ثانی:

خطیب المل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: مناظر اسلام غازی اسلام حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی حفظہ اللہ

شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ جنت نبویہ دہراوڑ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: دفاع الہی السنۃ والنبیہ (اولی)

مؤلف: مناع المرآۃ سنت حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ

تصحیح و نظر ثانی: حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاضی حفظہ

باہتمام: مفتی نعیم صاحب

مکتبہ: مولانا عبداللہ رحمانی اورنگ آباد (الہند)

ترجمین: ایم، ایس، اسلام گرافکس ممبئی

تعداد صفحات: ۹۹۳

شعبہ نشر و اشاعت: مکتبہ ختم نبوت قصبہ خٹک بازار پشاور

فہرست

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۵۳	کاشت اقبال علماء و بہود کے نقش قدم پر		تقاویٰ و نظ
۵۳	شعاع اذکار و بی کے حوالہ جات پر ایک نظر	۹	مولانا عبدالحق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی
۵۵	ہائے کی تشریح پر حضرت تھانویؒ کا حوالہ	۱۱	مولانا راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی
۵۸	کوثر نیازی کی حقیقت	۱۳	مولانا طاہر حسین جمیادی صاحب مدظلہ العالی
۵۹	سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی طرف منسوب حوالہ	۱۵	مولانا عبد اللہ قاسمی صاحب مدظلہ العالی
۶۰	شبلی نعمانی کی طرف منسوب حوالہ	۱۶	مولانا الیاس الحسن صاحب مدظلہ العالی
۶۲	حدیث کشمیری رحمہ اللہ کی طرف منسوب حوالہ	۱۷	مفتی نازکی اندر محمودی صاحب مدظلہ العالی
۶۳	مولانا امراؤ لٹی کی طرف منسوب حوالہ	۱۸	مولانا ابوالیوب قادیانی صاحب مدظلہ العالی
۶۴	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف منسوب حوالہ	۲۲	عرش دولت
۶۴	علامہ غزالیؒ کے والد کی طرف منسوب حوالہ	۲۹	(باب اول) (چند تاریخی مقامات)
	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ پر جھوٹے		"دیوبندیت کے مسلکوں کا انکشاف" پر
۶۶	حوالہ جات کا الزام اور اس کا جواب	۳۰	ایک نظر
	اہل السنۃ کا رد انسانیوں کے ساتھ اختلاف	۳۰	مترجمین کا جھوٹ
۶۸	اسولی ہے	۳۱	ترجمان رضا خانیت کے نام پر دیوبندی فتویٰ
۷۶	ترجمان رضا خانیت کا دلیل و حجتیں	۳۲	اہل السنۃ والجماعہ پر الزام تراشی کا سبب
۷۹	ہم سے دلائل کا حق بھی جھینے جا رہا ہے	۳۳	مسئلہ کا آراء میں
۷۹	سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی	۳۴	اکابر السنۃ کا مقام اہل بدعت کی نظر میں
۸۱	دھواں دار تحریریں	۳۵	حجت الاسلام مولانا فاضل قادیانی
۸۳	فیصلہ عوام پر یوں نہیں چھوڑتے	۳۶	امام رشید احمد ننگویؒ
۸۳	اسولی اختلاف صرف ایک مسئلہ	۳۸	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۸۵	فردی مسائل میں ملت و صاحبین سے جدا	۵۴	دارالعلوم دیوبند میں چاروں دیوبندی وجود

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۶۹۳	ترجمانِ رضا خانیت کا ایک اور الزام	۸۶	مولانا احمد رضا خان اکابر کا باغی
۶۹۵	شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا	۸۶	احمد رضا صاحب غفرلہ خرم و احمد مجتہدین کا باغی
۶۹۶	دیوبندی مذہب اسلام سے جدا (الزام)	۸۷	ماہل و نصیرت کون؟
۶۹۷	نواب احمد رضا بریلوی فتوے کی زد میں	۸۹	ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد کس نے ڈالی
۶۹۷	سعید قادری کا مسلک اور بریلوی کذب	۸۹	شاہ ولی اللہ وہابی تحاریر بریلوی ہرزہ سرانی
	دیوبندیّت خاص ولی الہی بھی نہیں انظر	۹۳	مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھا
۷۰۰	شاہ کشمیریؒ کے حوالے سے اعتراض	۹۵	مولانا احمد رضا کی سند حدیث منقطع
۷۰۲	مسک شیخ مہدیؒ محدث دہلویؒ	۹۶	مولوی غلام مہر علی کی حالت بریلوی کہانی
۷۸۱	اپنے گھر کی خبر لو	۹۹	غلام مہر علی کے الزامات کا تحقیقی جائزہ
۷۸۲	بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں	۱۰۳	دلی سنا کرے کی حقیقت
۷۸۳	رضا خان کا قول وہابی اپنے میں	۱۲۹	خانہ ان ولی الہی اور شاہ اسماعیل شریعہ
۷۸۳	وہابی مذہب صوفیا کا مذہب	۱۳۱	ولی منا عمر و نے رضا خانوں کی کامنڈ کال کیا
۷۸۳	علمائے حق پر وہابیت کی تہمت کس لے لگائی؟		میں مسائل کو اخلاقی بہت پایا عملاً اس پر بند کے
۷۸۵	وہابیت کا ایک خوفناک تصور	۱۳۳	علماء پہلے ہی اپنی رائے دے چکے ہیں
۷۸۶	بریلوی علماء کا اقرار دیوبند وہابیت کے مخالف	۱۳۱	تقریب الایمان سے شورش ہوگی
۷۸۷	علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام اور جواب	۱۳۷	سارے فساد کی جو دھانی تھی
۷۸۸	دیوبندیوں کے نزدیک چار مسئلے برے ہیں	۱۳۹	تقریب الایمان اور امداد الفتاوی
۸۰۲	احمد رضا کا حنفی کے پیچھے نہ مار ڈھنسنے سے انکار	۱۵۳	امداد الفتاوی کے جواب میں فیصلہ کن حوالہ
۸۰۳	علمائے حرم پر رضا خان فتوے	۱۵۵	تقریب الایمان کے رد کی سام کہانی
۸۰۳	پاکستانی فوج حکومت فتووں کی زد میں	۱۵۷	بالا لب سبے لایمان بے ادب بالایمان
۸۱۱	لاہور میں تھانویؒ کا تشہیر کر کے مٹی بننا	۱۵۹	اسمعیل دیوبند کا مزید فتوہ (اعتراض)
		۱۶۰	شاہ شریعہ آخری دم تک حنفی رہے

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۳۷۶	اعتراض ۳ [اللہ جہت سے پاک نہیں]	۲۱۵	نامِ تہاد و دعوتِ اسلامی کا منشاء
۳۸۰	اعتراض ۴ [اللہ مکار ہے]	۲۱۸	تقصید النعمان کے نام پر جھوٹ
۳۸۰	اعتراض ۵ [اللہ کو ہر شے علم غیب نہیں]	۲۱۹	علامہ الدین کا حوالہ امام ابوحنیفہ سے لڑا
۳۸۳	اعتراض ۶ [برے وقت میں پہنچنا اللہ کا کام]	۲۲۰	عالم
۳۸۶	اعتراض ۷ [اللہ کی قبر]	۲۲۱	اعتراض امام صاحب کا قول قرآن و
۳۹۳	اعتراض ۸ [الحیدر اقل ہے اعتراض]	۲۲۵	حدیث کے خلاف جو مکتا ہے
۳۹۹	اعتراض ۹ [اللہ تعالیٰ چوری و شراب خوردی]	۲۲۶	اعتراض: حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع
۴۰۵	اعتراض ۱۰ [اللہ کی خطرناک ہے لہذا]	۲۲۷	قادیانی میں محمد بن عبد الوہاب نجدی
۴۰۸	اعتراض ۱۱ [بندوں کے کاموں کی خبر نہیں]	۲۲۹	کے متعلق عبارت کی توجیہ
۴۱۰	اعتراض ۱۲ [طارق جمیل کے عظمت]	۲۳۰	علامہ ثانی رحمہ اللہ کی نظر میں
۴۱۳	اعتراض ۱۳ [جمیل کا اللہ پر پستان]	۲۳۵	آئینہ صداقت ہماری معتبر کتاب نہیں
۴۱۳	اعتراض ۱۴ [غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق]	۲۳۶	اعتراض: دیوبند نام کی کہانی
۴۱۵	اعتراض ۱۵ [کعبہ معلوم کے متعلق]	۲۳۷	بریلی نام کی کہانی
۴۱۶	اعتراض ۱۶ [سجدہ کرنے کے لیے کعبہ کی]	۲۳۸	مولوی ناصر عثمانی اور دیوبند بد اشعار
۴۲۰	اعتراض ۱۷ [قرآن مجید کو زبان و بکواس سے تعبیر]	۲۳۹	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے
۴۲۲	اعتراض ۱۸ [قرآن مجید کے متعلق تحریف]	۲۴۲	ساموں پر اعتراض کا منہ توڑ جواب
۴۲۸	اعتراض ۱۹ [عقیدہ و مہذب و مہذبہ کا بیان]	۲۴۳	[باب دوم]
		۲۴۴	اللہ تعالیٰ کی توہین کے متعلق علامہ
		۲۴۵	دیوبند پر اعتراضات اور ان کے جوابات
		۲۴۶	علامہ دیوبند اور توحیدِ خداوندی
		۲۴۷	دیوبندیوں کی توحیدِ شخصی
		۲۴۸	اعتراض ۱ [عقیدہ و مہذب و مہذبہ کا بیان]

صفحہ	عناوین	صفحہ	عناوین
۵۶۹	اعتراض ۲۴ [مخبرائے جنتیت	اعتراض ۱۹ [ایرانی کی سختی الہندی خود	
۵۷۲	اعتراض ۲۵ [سفاشی ماننے والا ابو جمل	ماتہ آیت	
۵۷۳	اعتراض ۲۶ [رسول کے چاہنے سے کچھ	اعتراض ۲۰ [سپاہ صحابہ کے کثرت	
۵۷۸	اعتراض ۲۷ [اللہ کے سوا کسی کو درماں	رضا فاضل کا نظریہ قریحہ	
۵۸۲	اعتراض ۲۸ [آخرت کا حال معلوم نہیں	اللہ تعالیٰ کو کئی نئی گالیاں (معاذ اللہ)	
۵۸۳	اعتراض ۲۹ [کرودوں محمد جیسے	اللہ تعالیٰ سے علم، جمل، کہینہ بن کا صدور	
۵۸۸	اعتراض ۳۰ [گادوں کے چودھری جیسے	شرکیہ عقاید کی جھلک	
۵۹۱	اعتراض ۳۱ [ماہ بشر کی ہی تعریف کرد	نبی کو اللہ کی مثل نہ سمجھنا پلید عقیدہ، معاذ اللہ	
۵۹۳	اعتراض ۳۲ [خضر گمی چیز کے مختار نہیں	لفظ اللہ حضور ﷺ کا نام ہے (معاذ اللہ)	
۶۰۹	اعتراض ۳۳ [زمین کے خوانے	بہت سی جگہ حضور سے مراد اللہ (معاذ اللہ)	
۶۰۹	اعتراض ۳۴ [حضور سجاد جیسے	اللہ کو حاضر و ناظر مانتا ہے لہٰذا بی (معاذ اللہ)	
۶۱۰	اعتراض ۳۵ [حق الایمان	اللہ نے جھوٹ بولا (معاذ اللہ)	
۶۳۰	اعتراض ۳۶ [براہین قاطعہ	نبی کا خیال اللہ کا دیدار (معاذ اللہ)	
۶۶۷	اعتراض ۳۷ [تجدید الناس	اللہ کے نام میں کہ جسے نبی حاضر معاذ اللہ	
۷۳۸	اعتراض ۳۸ [آخری معنی سمجھنا باطل	(باب سوم)	
۷۴۸	اعتراض ۳۹ [انبیاء سے آخری بڑھ جاتے	انبیاء علیہم السلام کی کتابی کا الزام	
۷۵۳	اعتراض ۴۰ [حیات و جاں سے تشبیہ	علمائے دیوبند پر کتابی کا الزام اور تصدیقی	
۷۵۵	اعتراض ۴۱ [انبیاء کرام معصوم نہیں	گناہوں کی کتاب کتابی	
۷۵۸	اعتراض ۴۲ [مکروہ و حرام کی کاسد و اعیانہ	اعتراض ۲۱ [نار میں نبی ﷺ کا خیال	
۷۵۹	اعتراض ۴۳ [واقعہ کی تحقیق کی غلطی	آجہا	
۷۶۰	اعتراض ۴۴ [رحمۃ للعالمین صفت خاصہ نہیں	اعتراض ۲۲ [چمارو ذرہ ناچیز سے کتر	
۷۶۸	اعتراض ۴۵ [بشریت میں ممانعت	اعتراض ۲۳ [بڑے بھائی کا الزام	

عناوین	صفحہ	عناوین
اعتراف ۳۶ [حجائی کہنا میں کے موافق]	۷۸	اعتراف ۶۷ [جنازے پر آیت
اعتراف ۳۷ [مرکز میں مل گئے]	۷۹	اعتراف ۶۸ [نذاب سے بچ جانا نصیحت
اعتراف ۳۸ [خود پر بہتان]	۷۹	اعتراف ۶۹ [ایمان سے محبت ضروری نہیں]
اعتراف ۳۹ [حضور نے ولادت نکاح]	۷۹	اعتراف ۷۰ [ایمان جانی
اعتراف ۴۰ [حضور پر کلمہ پڑھنے]	۷۹	اعتراف ۷۱ [عینی سے بڑھ کر
اعتراف ۴۱ [سیلا دینا کرشن جیسا]	۷۹	اعتراف ۷۲ [عینی کے نبی ہونے کا انکار
اعتراف ۴۲ [ادب بندہ مولیٰ بانی اسلام]	۷۹	اعتراف ۷۳ [احیاء کرام کی بے بسی
اعتراف ۴۳ [حضور پر کلمہ پڑھ کر حرام]	۷۹	اعتراف ۷۴ [سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا
اعتراف ۴۴ [حضور کو ملا موت کہنا]	۸۱	اعتراف ۷۵ [احکام کی حقیقت سے بے
اعتراف ۴۵ [حضور کے بارے]	۸۱	خیر
اعتراف ۴۶ [لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں]	۸۳	خواہوں پر اعتراضات کا جواب
اعتراف ۴۷ [گنہ غصہ اگر اناد اہب]	۸۵	خواہوں کے متعلق شریعت کے اصول
اعتراف ۴۸ [ادب ار کے پیچھے کا علم نہیں]	۸۶	خواہ پر کوئی فتویٰ نہیں
اعتراف ۴۹ [نفی و تحسین کے مالک نہیں]	۹۳	اعتراف ۷۶ [اللہ کی گود میں
اعتراف ۵۰ [تہذیب و اخلاق سے بے خبر]	۹۶	اعتراف ۷۷ [قرآن مجید پر بیعتاب
اعتراف ۵۱ [میدان میں شکست]	۹۶	اعتراف ۷۸ [اردو دیوبندی علماء سے
اعتراف ۵۲ [حضور پر غیر نبی کی برتری]	۹۷	سیکھی
اعتراف ۵۳ [جادو گرد یا دہ لاقوت رکھتے]	۹۹	اعتراف ۷۹ [تھا تو ہی کی شکل میں
اعتراف ۵۴ [تاویل سے توہین و الا کافر]	۱۰۱	اعتراف ۸۰ [پھر میں تھے کعب میں
اعتراف ۵۵ [خس احیاء ہونے کا دعویٰ]	۱۰۳	اعتراف ۸۱ [ادب بندہ علماء کے باور تجی
اعتراف ۵۶ [احیاء پر برتری کا دعویٰ]	۱۰۶	اعتراف ۸۲ [شیطان ابو بکر و عمر کی شکل

صفحہ	مناویں	صفحہ	مناویں
۹۷۰	اعتراض ۱۰۱ [اس پر علماء کے فتوے	۸۳۱	اعتراض ۸۳ [ام المؤمنین کی بیوی سے
۹۷۱	اعتراض ۱۰۲ [حضرت گنگوہیؒ نے مرثیہ کو	۸۳۲	تصیر
۹۷۳	یلا نے کا حکم دیا	۸۳۳	اعتراض ۸۴ [دیوبندی مگر دور دور
۹۷۵	بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان	۹۱۷	رفا غائبوں کے بیان کردہ چند خواب
۹۷۵	میں چند لرزہ خیز گستاخیاں	۹۱۷	قرآنی تراجم پر اعتراضات کا جائزہ
۹۷۵	احیاء کی نبوت کا انکار	۹۲۳	اعتراض ۸۵ [اللہ کی طرف نبی کی نسبت
۹۷۶	احیاء شیطانی گروہ میں داخل معاذ اللہ	۹۲۳	اعتراض ۸۶ [اللہ کو ابھی معلوم نہیں
۹۷۹	احیاء علیہم السلام کو ذلیل کہنا معاذ اللہ	۹۲۳	اعتراض ۸۷ [اللہ بھول جاتا ہے
۹۸۰	شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے	۹۲۳	اعتراض ۸۸ [اوہودک ضالا
۹۸۱	یہی علیہ السلام قبل ہو گئے معاذ اللہ	۹۳۳	اعتراض ۸۹ [وہدہ مست بہ
۹۸۱	نبی کریم ﷺ کے لیے رفا غائبوں کا	۹۳۶	اعتراض ۹۰ [حق الیقین الازل
۹۸۲	استہانی گنبد و کفریہ عقیدہ رافضیوں کا	۹۳۹	اعتراض ۹۱ [مغفرت و غیب
۹۸۳	رفا غائبی تاویل اور اس کا متورج جواب	۹۵۱	اعتراض ۹۲ [امکر و او مکر اللہ
۹۹۰	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی سخت توہین	۹۵۹	مرثیہ گنگوہیؒ پر اعتراضات کا جائزہ
۹۹۱	حضرت آدم علیہ السلام کی توہین معاذ اللہ	۹۶۱	اعتراض ۹۳ [عدا ان کا مربی
۹۹۶	حضور ﷺ جنوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے	۹۶۱	اعتراض ۹۴ [کعبہ میں پڑھتے گنگوہی کا رسد
۹۹۶	معاذ اللہ	۹۶۳	اعتراض ۹۵ [مردوں کو زندہ کیا
۹۹۶	ازواجِ مطہرات قبور میں بخش کی جاتی ہیں	۹۶۵	اعتراض ۹۶ [یست جانی
۹۹۳	اس پر رفا غائبی تاویل کا متورج جواب	۹۶۶	اعتراض ۹۷ [اصدائی تھے فاروق تھے
		۹۶۷	اعتراض ۹۸ [بابی اسلام کا غائبی
		۹۶۹	اعتراض ۹۹ [طور سے تعبیر
		۹۷۰	اعتراض ۱۰۰ [طلب استعانت

تقریظ

جامع المعقول والمنقول، نمونہ اسلاف، اتحاد العلماء، رئیس الاقویاء، مخدوم المصلحاء، استاذ الحدیث

حضرت مولانا عبدالحق سنبھلی صاحب مدظلہ العالی

نائب محترم دارالعلوم دیوبند

بسمہ تعالیٰ حامداً و مصلیاً و مسلماً! امانہ یحیٰ

بعدہ کے سائے کتاب ”رفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ کا مسودہ ہے جس کو عالم طویل جناب مولانا محمد ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے جو عمدہ و ناز سے احقاق حق اور ابطال باطل میں مصروف ہیں۔ یہ کتاب دراصل ایک رضا خانی ترجمان ”مولوی کاشف اقبال رضا خانی“ کی کتاب ”دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف“ کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں کاشف اقبال صاحب نے اپنے جگہ دریوں کے نقش قدم پر چل کر اسی طرح ریل و فریب سے کام لیا ہے بلکہ اس گھٹا کوئی حرکت میں ان سے ایک قدم آگے معلوم ہوتے ہیں کہ اہل حق کی کتابوں کی عبارات سے کتر و بیونت کرنے میں اچھی صفائی و کمالی ہے اور سیاق و سباق اور ماقبل و مابعد کی عبارت کو چھوڑ کر درمیان کے ایسے تراشے نقل کیے ہیں جن سے علماء دین و اہل حق کی تکفیر و تشلیل ظاہر ہو رہی ہے جس پر نام نہاد اہل سنت بغلیں بجا رہے ہیں لگتا ہے کہ کاشف اقبال صاحب کے ہاتھ اکابر کی صحیح عبارات کترنے کے لیے تیر تھپی آگئی ہے جس سے وہ مقصد برآوری (اپنی قوم کو گمراہ کرنے اور اہل حق کی تکفیری مہم) میں کامیاب معلوم ہوتے ہیں مگر ان کو مسلم شریف کی اس روایت کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے:

قال رسول اللہ ﷺ یکون بعدی أئمة لا یثبتون بھدای ولا یسنون بسنتی
وسیقوم فیہم رجال قلوبہم قلوب الشیاطین فی جثمان انس۔

(مشکوٰۃ شریف: ص ۶۲)

”حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد کچھ ایسے قائد ہوں گے جو راہ راست سے ہٹے ہوئے اور میری سنت سے دور ہوں گے پھر ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ جسم ان کا انسانی لیکن

دل ان کے شیاطین جیسے ہوا کرتے۔

دو حاضر میں اس طرح کے گمراہ کامکین کی ایک لمبی فہرست ہے، جو سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے میں لگے ہیں۔ بہر حال محترم مولانا محمد ساجد خان صاحب زید مجدہ نے اہل حق کی طرف سے انکار کا حق ادا کر دیا۔ (فخر اللہ خیر)

وہاں کہ اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا موقع عطا فرمائے اور زنج و ضلال سے محفوظ فرما کر راہ مستقیم پر چلے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

اللھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه
 آمین یا رب العالمین۔ بجا اسید المرسلین (ﷺ)

نور خداداد ۳۸/۵/۶

تقریظ

جامع العقول والمنقول، عمدۃ المفسرین، اتحاد العلماء۔

حضرت مولانا محمد راشد اعظمی صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث والفقہ دارالعلوم دیوبند و ناظم اعلیٰ شعبہ تحفہ سنت دارالعلوم دیوبند

لحمدا و نصلی علی رسولہ الکریم۔

ایک انسان کی یہ سب سے بڑی عمر وہی ہے کہ اسے بارگاہِ خداوندی سے جو خیر کی صلاحیت و ولایت کی گئی ہے اس سے اپنے آپ کو بھروم کر کے اپنی پوری زندگی شرفِ خدا کی راہوں پر لگا دے اور قائل اعتراض اور منافی چیزوں پر اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ صرف کر دے۔

تہمت چلا اپنے ذمہ دھر چلے
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت سے لیکر اب تک ایک پورا طبقہ انہی منافی کاموں میں لگا ہوا ہے کسی بھی بڑے خام کتاب و سنتِ عامل ربانی کی طویل تصنیف جو کتاب و سنت کے دلائل سے بھرپور ہوتی ہے اور دینِ حنیف کی انتہائی مخلصانہ خدمت کے جذبات کے تحت لکھی گئی ہوتی ہیں اور امت کے لیے صد فیصد مفید ہوتی ہیں، یہ حضرات ان میں مغز ماری کر کے جملوں میں قطع و برید کر کے یاق و سباق سے الگ کر کے "واقف بواصولہ" کی طرح ایک کفریہ جملہ بنا دیتے ہیں اور پھر بڑی جسارت کے ساتھ ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، حالانکہ کفر و بطلان ان کتابوں سے نہیں نکلا بلکہ نکالنے والے کے اندر سے نکلتا ہے اور نکالنے ہی پر اکتفاء نہ کر کے اپنی تحریر و تصنیف میں ان کا اعادہ کرنے کرتے اپنی زندگی ختم کر لیتے ہیں پھر دوسرا اور تیسرا آتا ہے اور اب تک مسلسل آتے ہی رہے ہیں، اور انہی باتوں کو دہراتے رہتے ہیں، ارے اللہ کے بندے اگر زندگی کا مقصد مغنیات ہی کو سمجھ رکھا ہے تو اب دوسری کتابوں اور عبادتوں سے کچھ اور نکالو پہلے ہی کی محنت کو اپنے نام کیوں کرتے چلے جا رہے ہو، اسی سلسلہ اور روش کی ایک اور کتاب معرضِ وجود میں آئی ہے یعنی: "دیوبندیات کے بطلان کا انکشاف" حالانکہ اس میں اعلیٰ حضرت وغیرہ کے

انکشافات سے مصنف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھے ہیں۔ شاید مصنف کے نزدیک جو چیز بہت پرانی ہوتی ہے وہ ٹکی ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ ع

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

گویا اس شخص نے اپنے بڑوں کے کارناموں کو اپنا بنا کر ان کی محنتوں پر پانی پھیر دیا ہے، خیر جو شخص کتاب وسنت کا نہیں ہو سکا وہ اپنے بڑوں کا کیا ہوگا۔ اس کتاب کا نہایت معتدل و محققانہ جواب حضرت مولانا محمد ساجد خان صاحب مدظلہ العالی نے دیا ہے، جو اب نہایت عادلانہ، قاضیات، نامحاند ہے۔۔۔۔۔ ع

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

اللہ تعالیٰ مصنف کی گراں قدر کتاب کو مقبول عام اور مفید نام بنائے، آمین۔

تقریظ

سلطان الزماخرین فاتح رضا خانیت خلیفہ اسلام شیر پیشہ اعلیٰ منت استاذ العلماء

حضرت مولانا سید محمد طاہر حسین گیاوی مدظلہ العالی

موسس و رئیس دارالعلوم حمینہ جھڑ کھنڈ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً و مبصلاً اما بعد!

قارئین کرام! زیر نظر کتاب ”دفاع اہل السنۃ و الجماعۃ“ کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کے مطالعہ کے بعد خود فیصلہ فرمائیں گے کہ کتاب کس پاسے کی ہے۔ میں نے بھی جت جت بعض مقامات سے پڑھا ہے اور مصنف کی جان کاری اور محنت کا اندازہ لگایا۔ یہ کتاب بریلویت کی تاریخ کا بڑی حد تک تعارف کرا دیتی ہے، اور خانصاحب بریلی کی تاریخی حیثیت سے تعارف کرا دیتی ہے، نیز خان صاحب نے جن مسائل پر محنت کی ہے اور امت میں جس افتراق و تکفیر کے لیے پوری زور مکی محنت کی ہے اور اپنے مخصوص حلقہ کی تربیت اور پرورش فرما کر اس کو پروان چڑھایا ہے یہ کتاب اس کے لیے ایک آئینہ کام دیتی ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا ساجد خان صاحب نے نہ صرف بریلوی جماعت کے نظریات و عقائد کا تعارف کرایا ہے بلکہ ان پر جگہ جگہ تفصیل اور اختصار کے ساتھ تبصرہ بھی کر دیا ہے تاکہ قارئین کتاب خود بریلویت کو بھی سمجھیں اور اس کے انکار و نظریات اور اس کے مسائل و دلائل سے بھی قدرے واقفیت حاصل کریں اور بڑی حد تک ان کی کمزوریوں اور قرآن و حدیث و سلف سے ان کی اور یوں کو بھی واضح طور پر محسوس کر سکیں نیز رضا خانی جماعت کے علماء کی کذب بیانیوں اور ان کے پردہ پیچیدگیوں سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل کر لیں۔

اس لیے مؤلف موصوف نے اہل علم اور اہل اللہ کے خلاف جو بریلوی خانصاحب نے ایک ماحول تیار کیا تھا اس کا مکمل تعارف کرانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے، یہ کام جس گہرے و وسیع اور نتیجہ مطالعہ کا طالب تھا مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی نے اس کو پورے طریقے سے کامیاب بنایا ہے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب ”دریا بکوزہ“ کا مصداق ہے، جگہ جگہ حوالوں اور

کیا اب بلکہ نایاب کتابوں کی اصل عمارتیں بھی نقل فرما کر تاریخین کرام کو مطمئن اور اپنی بات کو دلیل کر دیا ہے، تاکہ غندی اور ہٹ دھرم مزاج لوگوں کے لیے اٹھ کر کرنے اور فریب دینے کا کوئی موقع نہ رہ جائے۔ مزید یہ کہ مولانا محمد ساجد خان صاحب نے بیشتر اختلافی مسائل میں صرف قرآن و حدیث اور اقوال متفقہ علی سے رضا خانیوں کے خلاف حجت قائم نہیں کی ہے بلکہ خود گھر سے انبی کے آباء و علماء کی کتابوں سے واضح عمارتیں و حقائق کو دیکھ کر غندی کی تائید میں پیش فرما کر رضا خانیوں کی منہ زوری پر لگام کسنے کی نہایت کامیاب کوشش کی ہے۔

ان شاء اللہ ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ ایک بہترین اور کامیاب قابل مطالعہ کتاب ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو ہم سب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو نافع و مقبول بنائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

سید طاہر حسین گیلانی

۲۴ شوال الحکمہ ع ۱۳۳۳ھ مطابق ۳۰ جولائی ۲۰۱۶ء

تقریظ

مناظر اسلام، طابع فرقہ پلڈ، محقق، مصر

حضرت مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب مدظلہ العالی

خطیب مرکزی مسجد بھال گڑھ، جھانگڑ، جھانگڑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

محقق العصر، مناظر اسلام، علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کی اہم یا کسی تالیف لطیف ”دفاعِ اہل اللہ والجماعہ“ سے استفادہ کا موقع ملا۔ یہ کتاب کسی کاشفِ اقبال نامی رضا خانی کی سرمد شدہ کتاب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ رضا خانی مذکور نے اپنے آباء و اجداد کی پھیلائی ہوئی غلاحت جمع کر کے سمجھا کہ بہت بڑا حیر مار لیا لیکن علامہ ساجد خان حفظہ اللہ نے دفاعِ اللہ لکھ کر دیا۔ رضا خانیت کی ایسی نئی پلیدی کہ ان میں ذرہ برابر بھی شرم و حیاء ہوگی تو اپنے باطل مذہب کو فوراً طلاقِ حفظہ دے دیں گے۔ لیکن اگر شرم و حیاء ہوتی تو یہ لوگ بریلوی کیوں ہوتے؟

کاشفِ اقبال نے طلبے و یوبند کی جتنی بھی مہارت پر اعتراف کرنے کی کوشش کی علامہ صاحب نے اولاً ان کے تحقیقی جوابات دے دیے اس کے بعد ان کی طرف پر بریلویوں کے گھر سے بالکل اسی جیسی بلکہ اس سے بھی شدید قسم کی مہارت پیش کر کے بریلویت کا ایسا منہ کالا کیا کہ ماضی میں شاید اس کی مثال مل سکے۔

مہارات اکابر کے دفاع میں لکھی گئی بہت سی قدیم و جدید کتابوں کا ناچیز نے مطالعہ کیا ہے لیکن بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دفاعِ اہل اللہ جیسی پر مغز اور کثیر الملوک کتاب تا حال نظر سے نہیں گزری۔ بالخصوص ان کی حوالہ جات میں تو کتاب لائٹانی ہے۔

رعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ علامہ ساجد خان صاحب کو مزید در قلم عطا فرمائے اور ان کے علم سے امت کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

ابو حنیفہ عبد الاحد قاسمی رکنِ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ بعد از عصر

تقریظ

مکتلم اسلام ترجمان احناف مجدد و مصلح العلماء، مجتہد اہل الارس

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی

امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ اکرمہ اما بعد:

عزیزم مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ جید عالم دین ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے عقائد و نظریات کی اشاعت اور دفاع کے میدان میں کام کر رہے ہیں خصوصاً اہل بدعت کے حوالے سے موصوف کا کام قابل قدر ہے۔ اس میدان میں ایسے شیخوہ اور صاحب قلم و لسان افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو صحیح عقائد و نظریات کی ترجمانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اکابر و اسلاف پر لگائے جانے والے اعتراضات کے جوابات دینے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہوں۔ کچھ اللہ ایسے افراد موجود ہیں اور ان میں ایک مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ بھی ہیں۔

زیر نظر کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ مولانا کی قلمی تصنیف ہے جس میں موصوف نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات سوشل انداز میں دلائل کے ساتھ دیئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کا قیام عام فرمائے، مولانا موصوف کی محنت کو شرف قبولیت سے نواز دے اور اس تصنیف کو اہل بدعت کی طرف سے عوام الناس میں پھیلانے والے دسائوں کو ختم کرنے کا ذریعہ بنادے۔ آمین بجاوالہی اکرمیم

مناجی دعا

(حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی)

۲ مئی ۲۰۱۷ء

تقریظ

فاتح لامذہبیت، مناظر اسلام، غلیب شیریں دیاں، مستحکم اسلام، استاذ العلماء محبوب الاسلام

حضرت مولانا غازی مفتی محمد نعیم محمودی صاحب مدظلہ العالی

امیر نوجوانان احناف پشاور و افغانستان

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على عبادة الذين الصطفى اما بعد
مناظر اسلام، مفتی العصر، لفظ البیان، فاتح بیلیت، ہرادر کرم حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی
حفظہ اللہ ہمارے ان مخلص ساتھیوں میں سے ہیں جن کی زندگی باطن باطل خصوصاً افریقہ رضا خان کے
تغائب اور دین اسلام کی صحیح نظریاتی سرحدات کے دفاع میں گزر رہی ہے۔ میں خود بعض مسائل
میں مولانا موصوف ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس وقت اعلیٰ باطل علماء دیوبند کی بعض
عبارات کا غلط مطلب لیکر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہرادر کرم مولانا
موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ان تمام عبارات اور اعتراضات کو نیکر اہل حق کی
طرف سے فرض ادا کرتے ہوئے سب اعتراضات کے محققانہ اور مناظرانہ جواب لکھ کر مسلمانوں
پر عظیم احسان کیا۔ مجھے خود اس موضوع پر مولانا موصوف کی کتاب کو بار بار دیکھنے کا بہت زیادہ
اشتیاق ہے لیکن مسلسل مسلکی و تبلیغی مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اب تک پوری کتاب کا حقد
دیکھنے سے قاصر ہوں۔

ان شاء اللہ بغرض استفادہ مکمل کتاب کا مطالعہ اشاعت کے بعد کروں گا فی الحال مسودے سے
بعض مقامات کا مطالعہ کیا جتنا مطالعہ کیا بہت زیادہ مفید پایا، نیز مولانا موصوف کی تحقیق پر مجھے کلی
اعتماد ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف موصوف ان کے والدین اور اساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ دارین اور
قائمانہ اعلیٰ السنہ والجماعہ سے کٹنے والے بدقسمت دوستوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادے۔

کتبہ العبد الفقیر

محمد نعیم محمودی لکھنؤی رضا کپائے علماء دیوبند کے ازاد جوانان احناف

تقریظ

سلطان المناظرین دفاعِ رضا فائیت ترجمانِ مسلکِ دہلویہ، شیر الملت

حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدہ

مبہملاً، مصلیاً و مسلماً اے بعد!

برادرِ مکرم محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی زید مجدہم نے حکم فرمایا اپنی کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ پر تقریظ لکھنے کا۔ موصوفِ خود اس میدان کے شاہسوار ہیں اور بڑے عمدہ مناظر ہیں۔ یہ یقیناً ان کی نوازش ہے کہ ہمیں انہوں نے فرمایا کہ اس پر کچھ لکھو اللہ جل مجدہ ان کو اور ان کی کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسس کتاب کو مخالفین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاوالہی الامین علیٰ علیہ السلام دلی اردو اصحابِ داتا جمعیۃ اہل یوم الدین۔

جہاں تک دفاع کی بات ہے تو اس سلسلے میں ہم نے موجودہ دور میں اپنا طرزِ تھوڑا سا تہذیب کیا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے عبارات کے موضوع پر الٹا بریل دیوں کو یہ نسخہ دیا ہے کہ وہ آپ خود ہی ایک دوسرے کو کافر کا فر کہہ کر پورے فرقہ کو برباد کر چکے ہیں لہذا جب تک اس باہمی تکفیر کی جنگ میں ٹکے دیں گے اور جب تک اس سے جان نہیں چھڑاتے ہماری عبارتوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی۔ بہر حال یہ تو ایک مناظرانہ طرز ہے مگر عوام الناس کو ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہوتی جو کہ تقریباً تمام عبارات کا کوئی شافی جواب ہوتی تو اس ضرورت کو ہمارے ”خان اعظم“ نے پورا کر دیا۔ باقی رہی بات کہ دفاع کی ضرورت کیوں پیش آئی تو عرضِ خدمت یہ ہے کہ ہم اپنے اکابر کو بصارت سے نہیں بلکہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ اولیاءِ کاملین تھے جس کی شہادت مخالفین کے گھروں سے بھی دی جاسکتی ہے (چند نمونے اس کتاب میں موجود ہیں)۔ تو نیک لوگوں سے محبت رکھنا اور ان پر بے دینوں کے وارد کروا اعتراضات کے جوابات دینا یہ شروع اسلام ہی سے علماء اسلام کا طرزِ چلا آ رہا ہے جیسا کہ کسی عالمِ فاضل پر غلطی نہیں۔ جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں پر اعتراضات کا سلسلہ اسلام کے دورِ اول ہی سے شروع ہو گیا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے اکابر اس دین کے چوکیدار اور اس کی سرحدوں کے محافظ تھے وہ دین

جو کہ رحمت و دو عالم پہ پہنچے ہزارے تھے چوروں کو خزانہ لوٹنے کے لیے چوکیداروں و محافظوں کو راستے سے ہٹا دیتا ہے تو اس دور میں دین کے چور ”بدعتی“

(بدعتی کو دین کا چور نہ تھا چرچہ معصوم نقشبندیؒ نے اپنے مکتوبات میں کہا ہے) ان اکابر کے مخالف اس لیے ہوئے کہ یہ لوگ انہیں چوری کا راستی نہیں دیتے لہذا ان کا یہ طرح طرح کے اعتراضات شروع کر دیے لہذا ہم اپنے ان اکابر کا دفاع ضروری سمجھتے ہیں کہ دراصل ان کا دفاع خود اس دین کی چوکیداری کے مترادف ہے۔

حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان بدعتیوں کی ایک مثال اپنی کتاب اختلافات یومیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”کہیں ناک کھلے آدمی کو حرامی کہتے وہاں ایک ناک کھلا آگیا اس نے سوچا کہ یہ لوگ تو مجھے حرامی کہنا شروع کر دیں گے اس لیے خود ہی ابتداء کر دی کہ جو ناک والا ملتا اسے کہنے لگتا: ”اومیاں حرامی کیا حال ہے؟“ لوگ شرماتے ہوئے گزر جاتے کہ ”جواب جاہلاں! باشد خاموشی“۔ مگر ایک آدمی نے اسے روک کر پوچھ لیا کہ میاں صحیح سالم ناک والے آدمی کو حرامی نہیں کہتے بلکہ ناک کھلے ہوئے کو حرامی کہتے ہیں حرامی تو خود ہے کہنا ہمیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا کہ میاں سچ پوچھو تو بات یہ ہے کہ میں تو اس عرف کے مطابق حرامی تھا مگر میں نے بچنے کے لیے یہ ڈھونگ اور کمر اغیار کیا اس سے کئی جگہ جان بچ گئی۔“

تو بریلی کے خان صاحب نے بھی یہی طرز اختیار کیا اپنے آپ کو بدعتی و مشرک کے فتروں سے بچانے کے لیے دوسروں کو وہابی، گلابی ترائی اور کئی دوسرے القابات دیے شروع کر دیے حالانکہ ان سارے القابات کے مستحق وہ خود تھے۔

اتن شیر خدا ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ فاضل بریلی سے ملنے گئے اور اسے کہا کہ ہمارے بزرگوں کی کوشی بات پر تمہیں اعتراض ہے بل کہ میں جواب دیتا ہوں تو اس نے کہا کہ کچھ پر بھی نہیں تو فرمایا پھر یہ ڈھونگ کیوں چاہا تو بولا کہ یہ سب جیٹ کا مسئلہ ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مکتوبات فقہیہ الامت۔

بہر حال میں یہ عرض کرنا تھا کہ دفاع کیوں ضروری ہے؟ تو یہ دفاع اسلاف اور اکابر امت کا ہے

کیونکہ ہماری جن عبادتوں پر یہ اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں وہ تو قرآن مجید و دو سال کے اکابر علماء سے بھی منقول ہیں۔ مثلاً خاتم کے روحانی فضل اور آخری نبی مسیح پر صرف حضرت نانوتویؒ سے ہی ثابت نہیں بلکہ علامہ فتاحی سمیت کئی اکابر اس حوالے سے پیش کیے جاسکتے ہیں (جس کی تفصیل آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے) حفظہ ایمان سے ملتی جلتی عبارت شرح مواقف وغیرہ میں موجود ہے۔ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جس کو مولانا نے اس کتاب میں تفصیل سے پیش کر دیا ہے تو دراصل یہ دفاع صرف اکابر علماء و یو بند کا دفاع نہیں بلکہ صدیوں کے اکابر و اہل انساب کا دفاع ہے۔

آخر میں رضا خانی اعتراضات کی نوعیت و کیفیت بتا کر بات ختم کرتا ہوں۔ رضا خانی اعتراضات کا منشا دو طرح سے ہے: (۱) جہالت۔۔۔ (۲) دہلی۔۔۔

جہالت سے اعتراض وہ رضا خانی کرتے ہیں جو کہ اپنے پیروؤں کو سچا سمجھ کر یا از خود کسی کتاب سے ناواقفیت کی بنیاد پر کر جاتے ہیں۔ اور دہلی سے اعتراض کرنا رضا خانی اکابر و عام علماء و مناظرین کا طریقہ واردات ہے جو کہ جانتے بوجھتے ہیں کہ یہ اعتراض نہیں جتنا مگر پھر بھی اعتراض کرتے ہیں۔۔۔ دونوں کی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر میں ایک ایک مثال دیتا ہوں رمضان کا چاند نکلا تو عورتیں دیکھنے کے لیے چھت پر چڑھتیں ایک عورت اپنے بچے کا پاخانہ صاف کر رہی تھی کہ شور مچ گیا کہ چاند نظر آ گیا وہ بھی جلدی جلدی دوڑی کہ کہیں میں مندرہ جاؤں اور پوچھا کہ کدھر ہے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہے وہ اپنے گندے ہاتھوں سے آئی تھی تو اپنی حادث کے مطابق ناک پر انگلی رکھ کر دیکھنے لگی اور تھوڑی دیر بعد بولی کہ چاند تو نظر آ گیا مگر اس دفعہ بد بودار نکلا ہے تو یہ اعتراض چاند پر بوجہ جہالت کے ہے نہ کہ دہلی۔ اب دہلی کی بات ملاحظہ فرمائیں ایک جگہ ایک سنی عالم تشریف لائے لوگوں کو احادیث سنائی شروع کی تو چند رضا کے ٹیوٹروں نے پروگرام بتایا کہ اس کو علاقہ سے بھاگ آؤرتہ ملو و کچھ خیرات بند ہو جائے گی تو مشورے کے مطابق پہنچ گئے کہ حضرت امجدیٹ پاک سنا چاہتے ہیں ساتھ لوگوں کو بھی لیکر گئے تھے تو اس بزرگ نے کہا کہ تشریف رکھیں وضو کیا اور کتاب مشکوٰۃ شریف اٹھا کر پڑھ گئے اور پڑھنے لگے:

”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ“

تو اسی وقت رضا کے لٹڈوں نے شور مچا دیا: ”گستاخ..... دہائی ہے..... بے ادب ہے..... بے ایمان ہے..... وغیرہ ہم نہیں سنتے تم سے حدیث، پہلے ہم سنتے تھے کہ دہائی گستاخ ہوتے ہیں آج ملاحظہ کر لیا“۔ انہوں نے پوچھا بھائی کیا ہوا؟ تو جواب میں کہنے لگے تم نے ہمارے نبی سے کلمہ کو معاذ اللہ کالاکالہ کہہ دیا حالانکہ وہ تو سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔ اب ملاحظہ فرمائیں اس بزرگ کے منہ کا یہ معنی، نہ یہ مطلب نہ یہ سیاق و سباق نہ ہی ان کا ذہن اس طرف گیا نہ ہی ان کا یہ پروگرام تھا، نہ تو درکنار حاشیہ خیال میں بھی یہ خیال نہیں آیا ہو گا مگر یہ سب ان لوٹڈوں کی سازش تھی اسے ہی دلیل کہتے ہیں۔

رضانہانی علماء کے اعتراضات بھی اسی قسم کے دلیل و فریب کا نمونہ ہیں حقائق کی دنیا میں ایسا کچھ نہیں۔ بات نیا پاک مصلح کی تعریف و توصیف کی ہوگی مگر ان

عقل کے اندھوں کو اتنا نظر آتا ہے

مجھوں نظر آتی ہے کیلی نظر آتا ہے

و بهذا القدر نکتفی و بئہ الحمد اولاً و آخراً و صلی اللہ علیہ وسلم و باریک علی
سیدنا و حبیبنا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

محمد ایوب قادری

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بوقت صبح ۱۱:۰۰ بجے

عرض مولف

قارئین کرام! ۱۹۵۶ء میں چشتیاں کے مولوی غلام مہر علی گولڑوی کی طرف سے ایک شرانگیز کتاب ”دیوبندی مذہب“ شائع کی گئی۔ فقیر کے پاس اس کتاب کا پہلا ایڈیشن موجود ہے، کتاب پڑھ کر یقین نہیں آیا کہ خود کو عالم دین کہلانے والے ایک ہی کتاب کے ہر صفحہ پر مرکب فریب، جھوٹ، کٹر بیعت، دجل و تلبیس کے اتنے شرمناک مظاہرے کر سکتا ہے۔

قارئین کرام! ہم ہر ایک کو اختلاف رائے کا حق دیتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگوں کو ہم سے یا ہمارے اکابر کی رائے سے اتفاق نہ ہو مگر اختلاف رائے کا یہ اصول کہاں مرقوم ہے کہ اپنے مخالف کو بدنام کرنے کے لیے، اسے بے دین کافر معاذ اللہ ثابت کرنے کے لیے ان کی ہر عبارت میں تحریف کر دی جائے؟ ان کی عبارتوں کا، ان کے عقائد کا خود سادہ مفہوم لیکر اس پر الزام تراشی کی ایک عمارت کھڑی کر دی جائے؟ جن عقائد سے وہ خود بیزار ہیں ان کا اعلان کر رہے ہیں انہیں بار بار ان کے مرتفقوں کو پوچھنا؟ مخالفت کی تاریک راہوں میں بھٹک کر اسلام کے لیے ان کی روشن دلائل کارناموں سے بھی چمکاؤ کی طرح آنکھیں بند کر لی جائیں۔

ہنر چشم عداوت بزرگ تر عیب است

گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است

قصہ مختصر اس شرانگیز و مرتاپا کذب و فریب کتاب کا جواب اسی وقت چشتیاں ہی کے ایک عالم دین کی طرف سے دے دیا گیا تھا اور قصہ زمین بر سر زمین کے مصداق اس فتنے کا سد باب کر دیا گیا تھا۔ مگر افسوس کہ آج جب کہ ہر طرف لے مسلمانوں پر کفار کی یلغار ہے، افغانستان، چین، فلسطین، برما، شام، یوسنیا، کشمیر کے مظلوم مسلمان اپنی مدد کے لیے امت مسلمہ کو پکار رہے ہیں، مسیحی افواج ہر طرف سے الکفر ملۃ واحدا کے مصداق مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ہیں، بھائے یہ کہ ہم اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے، اپنے اختلافات کو ایک طرف رکھ کر امت مسلمہ کے اجتماعی کار (Cause) کے لیے ایک جہت تلے غور و فکر کرتے،

زعمی تو ہیں بھی غالی ہے چناب آدمی کو ایک ہونا چاہیے
کھد رہا ہے اہل کفر کا قسم امت کو اب ایک ہونا چاہیے

مگر عظیم اہلسنت کراچی نے ایک بار پھر دیوبندی مذہب نامی پر فریب کتاب کو شائع کر کے
پاکستان کے اندر مذہبی منافرت و فرقہ واریت کی سنگتی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر سلگانے کی
کوشش کی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جن اعتراضات و الزامات کے جوابات سالوں سے دیئے
جا رہے ہیں ان کو پھر دوبارہ و تاقوتاً موقع بموقع دہرایا جائے؟ ہر یلوی مسعود ملت پر و فیہ مسعود
احمد صاحب لکھتے ہیں:

”نکتہ چینیوں اور خردہ گیریوں کا سلسلہ ایک صدی سے زائد عرصہ سے جاری ہے علمائے حق کی
طرف سے اعتراضات اور الزامات کے برابر جوابات دیئے جا رہے ہیں مگر اعتراضات کرنے
والے اور الزامات لگانے والے اعتراضات و الزامات برابر دہرائے جا رہے ہیں دلائل و شواہد
پیش کیے جائیں تو قائل ہو جانا چاہیے ضد بحث سے ہماری توجہ دشمنان اسلام بنو دیوبند اور نصاری
سے برت کر دوسری طرف لگ جاتی ہے اور ان (دشمنان اسلام کے خلاف) تبلیغ دین متین کا کام
رک جاتا ہے اب وقت آگیا ہے کہ ہم علمائے حق کی باتوں کو تسلیم کر کے متحد ہو جائیں ماضی کی
غلطیوں کا اعادہ نہ کریں جن حضرات نے غلطیاں کی ہیں ان کا کونانہ کے حال پر چھوڑ کر دست کش
ہو جائیں اور یکسو ہو کر ایمان کی حفاظت کریں۔“ (سفید سیانہ ص ۵۵ رضیہ القرآن ج ۱ پہلی کھینچ)

قارئین کرام! ان الفاظ سے دھوکا نہ کھانا یا یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں جب بلی کی اپنی
دم پر پاؤں پڑا تو اب اسے اتحاد یاد آگیا بہر حال ”دیر آید و دست آید“ اگر بریلوی واقعی اپنی
اس بات میں سچے ہیں تو آدھار ماضی کی غلطیوں کو دہرانے کے بجائے مستقبل میں امت کے وسیع
مناد کی فکر کریں اور اتحاد امت کا مظاہرہ کریں لیکن ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا۔ ہمیں اس قسم کے
لوگوں سے کوئی گلہ شکوہ نہیں اس لیے کہ امتیاز و افتراق کی اس مہم کی قیادت کرتا ان جیسے لوگوں کی
پیشہ وارانہ مجبوری ہے اسی قسم کی مذموم حرکتوں سے ان کی موزی روٹی وابستہ ہے مگر الحمد للہ امت
مسلمہ کی اجتماعی سوچ یکسر اس ضد ذمہ قلیلہ سے مختلف ہے۔ آج پوری دنیا میں علمائے اہل

سنت دہیوند کے لاکھوں مدارس، مساجد، دینی مراکز و اجتماعات، نشر و اشاعت کا وسیع نیٹ ورک اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انگریز کے اشارے پر بریلی سے امت مسلمہ میں پھوٹ ڈالنے والی سازش مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ جس کا اعزاز اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ دور کے فیصل آباد کے مایہ ناز بریلی میٹاظر سعید اسد صاحب اتحاد کے لیے حضرت مولانا طارق جمیل صاحب، مولانا زاہد الراشدی صاحب، جامعہ اہل دیہ فیصل آباد کے چکر لگا رہے ہیں۔

ہم پچھلے کئی برس سے اپنے مخالفین کے سامنے یہ چبھتا ہوا سوال رکھ رہے ہیں کہ الحمد للہ علمائے دیوبند نے جن کو فتنہ نبوت کا منکر سمجھا ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء میں ان کے خلاف بھرپور اتحاد یک چلائی، دس ہزار نو جوانوں کا خون اس مقدس مشن کے لیے پیش کیا، بہاولپور (متحدہ ہندوستان) پھر پاکستان کی پارلیمنٹ، مساجد، افریقہ کی کورٹ پھر رابطہ عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے ان کو کافر قرار دلوایا۔ آج کسی قادیانی کی یہ جرأت نہیں کہ علمائے دیوبند کے ہوتے ہوئے ابنائے التریچہ آزادانہ طور پر شائع کر سکے، اپنے اجتماعات کر سکے، کسی قادیانی کو کسی مسلمانوں کے قبرستان میں دفنایا جاسکے، یہی حال روافض کا بھی ہے ان کے خلاف بھی بھرپور تحریک چلائی گئی۔ اب بقول رضا خانیوں کے اگر معاذ اللہ علمائے دیوبند قادیانیوں سے بھی بڑھ کر گستاخ ہیں تو آخر کیا وجہ ہے کہ آج تک آپ نے ہمارے خلاف ۱۹۳۵، ۱۹۵۳، ۱۹۷۳، ۱۹۸۳ یا انجمن سپاہ صحابہ کے طرز پر کوئی تحریک نہیں چلائی؟ کیا وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے تبلیغی اجتماعات پوری آب و تاب کے ساتھ منعقد ہو رہے ہیں، ہمارا التریچہ مکمل عام مارکیٹ میں فروخت ہو رہا ہے، ملک میں کوئی مذہبی قانون ہم سے مصلح مشورے کے بغیر نہیں لایا جاسکتا۔ آپ کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہیں کہ کسی دیوبندی کی قبر معاذ اللہ اس بنیاد پر اکھاڑی گئی ہو کہ یہ اکابر علمائے دیوبند سے عقیدت رکھتا تھا، کوئی ایک عوامی احتجاجی تحریک کی مثال دے سکتے ہیں جو علمائے دیوبند کے عقائد کے خلاف چلائی گئی ہو، کسی ایک عدالتی مقدمے کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہو کہ زوہدین میں سے کوئی ایک دیوبندی ہے اس لیے معاذ اللہ نکاح منع کیا جائے؟

کیا یہ سب اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ عوام کے سامنے آپ کے اسس دہائی ڈرامے کا ڈرامہ سین ہو چکا ہے، عوام نے آپ کی الزام تراشیوں کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔

اگر آج سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر بقول آپ کے ناموس رسالت ﷺ کے قانون کو معاذ اللہ کالا قانون کہہ دے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور آپ قاتل کو کٹھنوں پر بٹھا دیتے ہیں کہ دیکھو مارنے والا عاشق رسول ﷺ ہے مگر یہ دیوبندی جو آپ کے ہاں معاذ اللہ سب سے بڑے گستاخان رسول ﷺ ہیں آپ کے سامنے دہناتے پھرتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی غیرت کہاں چلی گئی؟ خدا کی قسم ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہمارے سامنے کوئی گستاخ رسول آجائے تو اس کے جسم کے پہلے ۲۹۵ ٹکڑے کریں گے اس کے بعد سوچیں گے کہ ۲۹۵ بھی ایک قانون ہے اس کے لیے، جو چاہے آؤ ما کر دیکھ لے،

جو جان چاہو تو جان دیں گے
جو مال چاہو تو مال دیں گے
لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ
نبی کا جہاد و جلال دے دیں

حیرت ہے کہ آج اگر یو یوب پر معاذ اللہ نبی ﷺ کی شان میں کوئی گستاخان غلم شائع ہوتی ہے تو اسے بند کروانے کے لیے ٹرین مارچ کا ڈرامہ شروع ہو جاتا ہے مگر علمائے دیوبند کے بارے میں یہ خاموشی درپردہ اس بات کا اقرار ہے کہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ علمائے دیوبند معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ نہیں۔ لیکن کیا کریں اگر اس باسی کڑے کو وقتاً فوقتاً ہال نہ دیں تو ہمیں مسجد میں خطیب کون رکھے گا، مدرسہ میں مدرس کون رکھے گا، آخر گیارہویں کی کھیر کس کے گھر جائے گی؟ مردے کا تیجہ، جوڑا، مصلیٰ کس کے حصے میں آئے گا؟

ہم اب بھی باتنگ دہل کہتے ہیں کہ آپ کو اصل اعتراض حفظ الایمان، تحذیر الناس، ہر امن قاطعہ، نامی کتابوں اور مولانا گنگوہیؒ کی خطبہ کی طرف منسوب ایک جعلی فتوے پر ہے تو سن لیجیے ہم

ان کتابوں کو اپنے لیے سرمایہ آخرت سمجھتے ہیں ہم چچا چچ کر کہتے ہیں کہ ہم ان کتابوں کے مندرجات سے متفق ہیں ان کتابوں میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی گئی ہے، ان کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی ناموس کا تحفظ کیا گیا ہے، آپ ﷺ کی شان بیان کی گئی ہے ہمارے مخالفین میں ہے ایسا کوئی مرد مجاہد جو اس بنیاد پر ہمارے خلاف کوئی قانونی کارروائی کرے؟

فہل من مبارز

جتنے ہو وفادار تو وفا کر کے دکھاؤ

کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

بہر حال عظیم اہلسنت کی طرف سے شائع کردہ اس کتاب کو مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زیدچھو نے میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اس کا جواب ایک نئے طرز سے لکھا جائے بندے نے حاشی بھری۔ جب اسس اور اوسے کا علم بھائی سفیان کو ہوا تو انہوں نے کہا کہ آج کل رضا خانی حضرات کسی کاشف اقبال کی "دیوبندی کے بظان کا انکشاف" کو لیے پھر رہے ہیں لہذا اس کا جواب دیا جائے فقیر نے یہ کتاب منگوائی تو معلوم ہوا کہ سارا کا سارا دیوبندی مذہب ہی کا چرچہ ہے بہر حال کتاب پڑھ کر اللہ کی طرف سے دل میں القا ہوا کہ کیوں نہ علما دیوبند پر آج تک اہل بدعت کی طرف سے لگائے جانے والے تمام ہی چھوٹے بڑے اعتراضات کے جوابات اس مجموعے میں دے دیئے جائیں لہذا کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب کو بھی سامنے رکھ لیا گیا:

"(۱) املوکیۃ الشہادۃ، (۲) سبحان السبوح، (۳) باطل اپنے آئینہ میں (۴) الحق الامین

(۵) شمشیر حسینی (۶) دیوبند سے بریلی (۷) دعوت فکر (۸) محاسبہ دیوبندی"

لیکن چونکہ کاشف اقبال صاحب نے تمام ہی اہم اعتراضات کو ایوب کی شکل میں اپنی کتاب میں جمع کر لیا تھا اس لیے اسی کتاب کو حوالہ جات کے لیے بنیادی ماخذ بنایا گیا ہے۔ البتہ کاشف صاحب نے جہاں جہاں سے اعتراض سرقہ کیا اس کا حوالہ مندرجہ بالا کتب سے دے

دیا گیا ہے۔ میں اس موقع پر مناظر اسلام سرمیا یا اجنت حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکر یہ ادا کرنا چاہوں گا جو وقتاً فوقتاً اس کام میں میری رہنمائی کرتے رہے۔ ساتھ ہی استاذ العلماء محبوب الصلحی مناظر اسلام قاطع شرک و بدعت حضرت غازی مفتی عظیم محمودی صاحب زید مجدہ کا خصوصی شکر یہ ادا کرنا چاہوں گا جن کی خصوصی شفقت و توجہ سے یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے ساتھ ساتھ مکتبہ نہوت پشاور کا بھی جن کی علم دوستی کے بدولت یہ کتاب ان کے عظیم مکتبے سے شائع ہو رہی ہے اللہ پاک اس کا صلہ انہیں دلوں جہاں میں اپنی شان کے مطابق عطا فرمائے۔ آمین۔ میں نے یہ کتاب صرف اسی نیت سے لکھی ہے کہ کل قیامت والے دن اس بندہ ناچیز کا نام بھی اللہ کے ان سچے اولیاء کا دفاع کرنے والوں میں شامل ہو۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ بندہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور عوام کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ اور بروز قیامت اکابر علماء دیوبند کے ساتھ اس پسندے کا حشر کرے۔ آمین۔

ساجد خان نقشبندی

ناظم شعبہ نشر و اشاعت جمعۃ اہل السنۃ والجماعۃ

یکے از خادمہ نو جوانان احناف پشاور

نگراں و نائب مدیر و ماسخ ترجمان احناف پشاور

خادمہ الطلحہ دارالعلوم مدنیہ (کراچی)

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ ۶ جون ۲۰۱۴ء شب جمعہ

باب اول

کاشف اقبال کی کتاب کے مقدمہ کا جواب اور چند تاریخی حقائق

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف پر ایک نظر:

ترجمان رضا خانیت نے اپنی کتاب کا نام ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ رکھا جو مؤلف کی تہذیب و شانگی کامنہ بولتا ثبوت ہے، ہمارے ہاں عرف میں ”انکشاف“ کسی ایسی بات کو ظاہر کرنے پر بولا جاتا ہے جو اس سے پہلے کسی کے علم میں نہ ہو اور وہ بات چونکا دینی والی ہو تو عرض ہے کہ پچھلے سو سال سے ترجمان رضا خانیت کے اکابر بھی ایسی الزامات اہل سنت و الجماعت پر لگاتے رہے تو آخر اس صورت میں مولوی مذکور نے آخر کس بات کا ”انکشاف“ کر دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی فروخت کے لیے کسی صحیح ۲۰ جرانہ ذہن کے آدمی نے کتاب کا نام تجویز کیا ہے تاکہ ہر کوئی چونک کر خرید لے کہ دیکھو تو سہی آخر کیا انکشافات کیے ہیں۔

مقررین کا جھوٹ:

کتاب پر تقریظ لکھنے والے مولوی ضیاء اللہ قادری نے لکھا ہے کہ:

”مولانا نے بڑی محنت سے اس کو تالیف فرمایا اور دیوبندی اکابر کی مستند کتب کے حوالہ جات سے ان کا بطلان پیش کر کے ان کو دعوت غور و فکر پیش کی ہے مولانا نے حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۱)

اسی طرح مولوی انوار رضا خان غازی لکھتا ہے:

”آپ کی کتاب دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس موضوع پر اگر چاہے تک بے شمار کتابیں لکھی جائیں لیکن یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عظیم علمی شاہکار بلکہ اپنے موضوع پر ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۲۳)

حالانکہ یہ کتاب ماسوائے چند حوالہ جات کے سب کی سب مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی

کتاب "دیوبندی مذہب" سے سرزد کر کے لکھی گئی ہے حتیٰ کہ جس طرح دیوبندی مذہب نامی کتاب میں حوالوں میں کترو بیونت ہے اسی طرح کاشف اقبال رضا خانی نے بھی اپنی کتاب میں بیونت نقل کر دیے۔ تو بھلا اس سرزد شدہ مواد کو "ایک عظیم شاہکار" کہنا اسے مستقل کتاب کے طور پر پیش کرنا کیا کھٹا ہوا جھوٹ و دھیل نہیں؟ حیرت ہے کہ اگر حکم اسلام مولانا الیاس حصین صاحب مدظلہ العالی مطالعہ بریلوی سے حوالہ جات نقل کر دیں تو یہ لوگ اس پر آسمان مسر پر اٹھائیں کہ سرزد کر کے کتاب لکھی ہے اور یہاں اس بین الاقوامی سداق کو اس حرکت پر حسنہ راجخصین پیش کیا جا رہا ہے:

ایک چہ بولہ لکھی است

پھر اسے عظیم شاہکار کہنا بھی جھوٹ ہے ہمیں تو اس میں سوائے الزام تراشی، بکرو ذریعہ، کترو بیونت، کے عظیم شاہکاروں و شاہ پاروں کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آیا۔ یہ کہنا کہ حوالہ جات درج کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے ایک اور مستقل جھوٹ ہے ان شاء اللہ آگے اپنے مقام پر آئے گا کہ علماء دیوبندی کی عبارت میں کس طرح ہاتھ کا کرب دکھا کر احتیاط کا منہ کالا کیا گیا ہے۔

ترجمان رضا خانیت کے نام پر بریلوی فتویٰ:

کتاب پر مؤلف کا نام "مناظر اسلام ترجمان مسلک رضا مبلغ اہل سنت حضرت علامہ ابو حذیفہ محمد کاشف اقبال بدنی رضوی" لکھا ہوا ہے جبکہ دوسری طرف بریلوی مولوی عبدالوہاب خان قادری خلیفہ چاؤ مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"تمام ملت اسلامیہ دینے والے کو حضور اکرم سید عالم ﷺ کی سمجھتی ہے لیکن دیوبندی عقیدت نے حسین احمد ندوی کو "بدنی" بنا کر دینے والے کا شریک ٹھہرایا۔"

(پانچ مسائل کا جواب، ص ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱

”جب عاشق رسول حضرت بلالؓ مدت دراز تک مدینہ میں رہنے کے باوجود بھی ”جیشی“ ہی رہے مدنی نہ کہلائے حضرت سلیمانؑ اور صیبؑ بھی کافی عرصہ مدینہ میں رہے لیکن یہ بھی علی الترتیب ”قاری“ اور ”روی“ کہلائے ”مدنی“ نہ کہلائے تو حسن احمد ٹانڈوی کو مدنی کیوں کہا جاتا ہے؟

(بطل اپنے آئینہ میں: ۷۲، ۷۳ مدینہ جیشک کراچی)

تو جناب کاشف اقبال فیہل آبادی صاحب آپ کی جماعت آپ کے نام کے ساتھ ”مدنی“ لگا کر آپ کو صحابہ کرام پر فوقیت دیتے ہوئے نبی ﷺ کا شریک بنا کر نبی مان رہی ہے معاذ اللہ آپ بھی اس خود ساختہ نبوت پر خوشی سے پھولے نہیں مارے ہیں تو اپنے ہی مسلک کے ان مولویوں کے فتوے کی رو سے جس بد بخت کا نام ہی حضور ﷺ کی توہین و بے ادبی پر مشتمل ہر اسے دوسروں کو گستاخ کہتے ہوئے حیا نہیں آتی؟

ابتداءً عشق ہے روتا ہے کیا
آکے آکے دیکھے ہوتا ہے کیا

اہل السنۃ والجمادات پر الزام تراشی کا سبب:

کتاب کی تقدیم میں ترجمان رضا خانیت نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ معاذ اللہ اہل السنۃ والجمادات گستاخ ہیں لہذا عوام کو ان کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے یہ کتاب لکھو رہے ہیں چنانچہ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

”ام علی علم پر یہ بات حق نہیں کہ یہ ہندویت کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ اور سرور کائنات امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سمیت دیگر انبیاء کرام، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، اولیاء کرام کی توہین و تحقیر کرنا ہے (لعلہ اللہ علی الکاذبین: از ناقل) اکابرین دینوں کی گستاخات اور کفریہ عبارات کی بربتاءہ اعلیٰ حضرت امام اعلیٰ سنت مجددین و ملت امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی..... سمیت عرب و عجم کے سینکڑوں علماء و مشائخ نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا..... الخ“۔

ایک صفحہ آگے لکھتے ہیں:

”خروجت اس امر کی ہے کہ اصل اشکاف کو عوام الناس کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ عبادت

انہیں حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔" (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۶، ۲۷)

مولوی غلام مہر علی صاحب چشتیاں بھی یہی لکھتے ہیں:

"چونکہ دیوبندیوں نے اپنے رسالوں میں حضرات اولیائے کرام و علمائے مقام پر نہایت فحش قسم کے حملے کر کے اہل سنت کے دلوں کو مجروح کیا ہے اس لیے مجبوراً بندہ کو حقیقت کا اصل رخ بے نقاب کرنے کے لیے کچھ لکھنا پڑا ہے۔"

(دیوبندی مذہب: ص ۲، مکتب خانہ میر چشتیاں طبع اولیٰ ص ۹۵، مطبوعہ عظیم اہل سنت کراچی ۲۰۱۲)

حالانکہ اصل اختلاف کا فیصلہ کرنے اور اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے خواہ مخواہ میں اتنی دماغ سوڑی، جھوٹ، بہتان، الزام تراشی کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ یہ مسئلہ بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے اور یہ حل بھی خود کاشف اقبال صاحب نے پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ کا آسان حل:

"جیسا تک سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی..... کے ایمان کی بات ہے تو وہ تمہیں ہم سے الگ نہیں چاہے بلکہ تمہیں اپنے اکابر مثلاً اختر علی تھانوی وغیرہ سے مناظرہ مجاہد کرنا چاہیے جو سیدی اعلیٰ حضرت بریلوی کو ایمان و اسلام اور عاشق رسولؐ سے پیچھے کی سند دیتے ہوئے ہیں..... تمہارا ٹکڑا فتویٰ جہاد سے اکابر دیوبند پر لگتا ہے اس لیے کہ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی مسلمان نہیں تھے تو ان کو مسلمان اور عاشق رسولؐ اور ان کو اپنے امام بنانے کی خواہش مند سب دیوبندی اکابر کافر ہو گئے اس لیے کہ "من شک فی کفر ہو عن ابہ لفقہ کفر" "کتاب فقہ میں مرقوم ہے۔"

(کل حق: ص ۸۶، ۸۵، شمارہ نمبر ۲)

تولیعہ جناب ترجمان رضا خانیت صاحب اب ہم آپ ہی کے مقرر کردہ اصول کے

تحت اپنے اکابر کا مسلمان عاشق رسولؐ اور اکابر اہل سنت میں سے ہونا ثابت کر دیتے ہیں اور آپ اب ہم سے اچھے اور ہمارے خلاف کتاب لکھنے کے بجائے اپنے ان اکابر کی قسب سبوں پر جا کر ماتم کریں اور اپنے ہی فتوؤں کے خون ہو جانے کا مرثیہ پڑھیں۔

اکابر اہل السنۃ والجماعۃ کا مقام اہل بدعت کے اکابر کی نظر میں

مولانا نانوتوی رحمہ اللہ نے احمد رضا خان صاحب کی نظر میں:

مولوی احمد رضا خان اپنی بدنام زمانہ کتاب "حسام الحرمین" میں دیگر اکابر اہلسنت کے ساتھ ساتھ مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں یہ فتویٰ صادر کرتے ہیں:

"غلامِ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کفار و مرتد ہیں اجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بڑا ذیہ اور دروغ پرور اور فتواؤں کی خیر یہ اور مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا معتد کت ابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔"

(حسام الحرمین: ص ۷۵، ۷۶)

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

"جب علماء الحرمین طہیجین زادہما اللہ شرفاً و تکریماً نانوتوی و گنگوہی و تھانوی کی نسبت نام بہت نام تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ سب کفار و مرتدین ہیں اور یہ کہ "من شک فی کفرنا و عذابہ فقد کفر" جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر نہ کہ انھیں فاشوا اور مرتاج اہلسنت جانتا بلاشبہ جہایا جانے ہرگز ہرگز صرف بدعتی و بد مذہب ہی نہیں قطعاً کافر و مرتد ہے۔"

(عمران شریعت: ص ۶۱، ۶۲)

اسی طرح ایک اور ظالمانہ فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"قاسم نانوتوی۔۔۔ رشید احمد گنگوہی و شرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین و تبعین و پیروان اور مدح خواں بافتاق ملائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے۔" (فتاویٰ رضویہ: ج ۱۳ ص ۵۸۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جیسے نمونہ از خردوارے ہم نے یہاں صرف تین فتوے ذکر کر دیے ہیں درندہ احمد رضا خان کی قریباً ہر کتاب میں مسلمانوں کے لیے یہی فتویٰ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ یہ مرتد ہیں، ان کا تہیجہ مردار ہیں، ان کا نکاح کسی جا نور سے بھی نہیں ہوتا، ان سے جسم چھو جائے تو وضو کا اعادہ مستحب ہے، ان

کو بیٹیاں دینا ایسا ہے جیسے کسی کتے تلے بیٹی بچھادی ہو۔ معاذ اللہ۔ اور ان سب مغالطات کا واحد سبب یہی ہے کہ ان سب اکابر دیوبند نے جن میں بالخصوص حضرت نانوتوی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں تو جن مصطفیٰ ﷺ کے مرکب ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان طرازی اور احمد رضا خان صاحب کی شقاوت قلبی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا قاسم نانوتوی اور اکابر دیوبند کابل درجے کے مسلمان بلکہ ولی اللہ تھے یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ خود بریلویوں کو بھی یہ بات مسلم ہے۔ چند مثال بات ملاحظہ ہوں۔

نخبۃ الاسلام مولانا نانوتوی بریلوی اکابرین کی نظر میں

حضرت نانوتوی ولایت محمدیہ پر فائز ہیں:

مولوی نور بخش توکلی کا شمار بریلویوں کے جید اکابر میں ہوتا ہے اور تذکرہ اکابر اہلسنت میں مولوی عبدالکیم شرف قادری نے ان کو اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے مشائخ نقشبندیہ کے حالات پر ایک کتاب لکھی ہے اسی کتاب میں اپنے شیخ سائیں توکل شاہ انبالوی کا ایک خواب نقل کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”حضرت محمد و منا توکل شاہ صاحب رحمہ اللہ نے برکبتل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور ﷺ کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو دہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم ﷺ کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا۔“

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۲، مستحق یک کار فرما ہور)

الحمد للہ قارئین کرام!!! اس مبارک خواب سے آپ اندازہ لگا لیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کس قدر نبی ﷺ کی سنتوں اور پیروی کے پابند تھے کہ آپ کا کوئی بھی قدم نبی ﷺ کے نقش قدم مبارک کے خلاف نہ پڑتا۔ ہم یہاں اس قسم کے واقعہ کی تشریح بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر مولوی فیض احمد ایسی کے الفاظ میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

”ہر دلی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں اور میرا قدم میرے جدِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہے حضور کا قدم اٹھتے ہی میں نے اپنا قدم آپ کے نشان پر رکھا۔ میرا یہ قدم اقدم نبوت پر ہوتا ہے اس مقام کو نبی کے بغیر کوئی نہیں پاسکتا اور یہ بات جنابِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تھی۔“

(تحفین الاکابر نبی قدم الشیخ عبدالقادر ص ۲۱ مکتبہ ادرسیہ بہاولپور)

ہم سمجھتے ہیں کہ سائیں تو کل شاہ صاحب کے اس خواب پر اس سے بہتر تبصرہ جنسیں کیا جاسکتا مولوی فیض اویسی نے حضرت پیران پورہ ٹھٹھہ کے حوالے سے اس بات کو نقل کیا ہے کہ ہر دلی کا قدم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوتا ہے اور آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت نانوتوی رضی اللہ عنہ کا قدم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہی تھا مگر یہاں بریلویوں کو ایک عقدہ حل کرنا ہوگا کہ جب اس مقام کو سوائے پیران پورہ ٹھٹھہ کے کوئی اور حاصل نہ کر سکا تو حضرت نانوتوی نے اس مقام کو کیسے پایا؟؟؟۔ بیجا تو جروا

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات میں ”ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”اس طرح کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحریر کے اولیاء کے اجسام طاہرہ کو بھی اس ولایت کے درجات کمالات سے حصہ ملا ہے۔“

اب وہ اولیاء اللہ کون ہیں جنہیں یہ مقام حاصل ہوتا ہے؟ آگے خود اس کی وضاحت کرنے ہیں کہ:

”اور وہ اولیاء جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت سے موصوف ہیں اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے چلتے ہیں انہیں بھی اسی مرتبہ مخصوصہ سے حصہ ملا ہے۔“

(مکتوبات اولیاء ص ۱۳۵ مترجم مولوی سعید احمد بریلوی)

اس حوالے کو تذکرہ مشائخ نقشبندیہ میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ملائیں تو حیرتِ خود ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت حمزہ الاسلام ”ولایت محمدیہ“ سے متصف تھے۔ غلطہ

الحمد للہ

حضرت نانوتوی بریلویؒ کا ایمان اللہ اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہے:

مولوی نور بخش توکل صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کے متعلق بریلوی حضرات کا یہ کہنا کہ یہ کتاب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوئی اور وہاں سے اسے شرف قبولیت بخشا گیا اس کتاب میں توکل صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ“

(سیرت رسول خراب: ص ۵۶۳ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

ہم بریلوی حضرات سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ کیا منکر ختم نبوت کو ”دھڑھ“ کہنا جائز ہے؟

خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب:

بریلویوں کے قمر الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”میں نے قندیراناس کو دیکھا میں مولانا محمد قاسم صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں مجھے فرہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے قائم النہجین کا معنی بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا رواج پہنچا وہاں تک سفر طہن کی کچھ نہیں گئی قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا۔“

(محول کی آواز: ص ۱۱۶ اشاعتی پریس سرگودھا)

غور فرمائیں! بقول قمر الدین صاحب کے: اعتراض کرنے والوں میں اتنی عقل اور سمجھ بوجھ ہی نہیں کہ وہ ”قندیراناس“ کو سمجھ سکیں۔ خیال رہے کہ قمر الدین سیالوی صاحب کے اس موقف کی تصدیق بریلویوں نے بھی کی چنانچہ حاجی محمد مرید احمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”حضور قمر الدین سیالوی نے ایک مریضہ کسی دیوبندی مولوی کے سامنے مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کتاب قندیراناس کے بارے میں چند الفاظ فرمائے، اسے خانوادہ دیوبند نے بڑے جھگڑے پر شائع کیا۔“ (نور انقال: ج ۳ ص ۱۰۵۲، تحفہ اسلام سلیمانہ)

خواجہ غلام فرید چاچڑاں:

”مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حاجی صاحب کے سرید اور خلیفہ اکبر ہیں۔ ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم۔۔۔ صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی سبانی مولانا محمد قاسم نانوتوی مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے حکم پر جاری ہوا۔ (مقامیں الہامس: ص ۲۵۲)

اس موقوفہ پر مستدرج ذیل حاشیہ لکھا گیا ہے:

”حضرت خواجہ صاحب کے اس موقوفہ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہل طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات غلط فہمی سے ان کو وہابی کہتے ہیں۔“

مولانا فقیر محمد جمہلی رحمہ اللہ:

مولانا فقیر محمد جمہلی (فقیر کوہ پیلوی مؤرخ ملت عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے اپنے اکابر میں تسلیم کیا ہے۔ اور اپنی کتاب ”تذکرہ اکابر اہلسنت“ کے صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ پر ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے ان کی ایک معروف کتاب ”حدائق الحنفیہ“ کے متعلق قادری صاحب لکھتے ہیں کہ

”حدائق الحنفیہ (حنفی علماء کا تذکرہ) وغیرہ وغیرہ اس کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔“

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۳۹۲ قادری کتب خانہ)

آئیے دیکھتے ہیں کہ اس ”حدائق الحنفیہ“ میں مولانا قاسم نانوتوی (رحمہ اللہ) کا تذکرہ کن الفاظ میں ملتا ہے:

”مولانا محمد قاسم بن شیخ اسد علی بن نظام بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد بن محمد بن محمد مفتی بن عبدالحسین بن مولوی ہاشم نانوتوی (۱۳۳۳ھ) میں پیدا ہوئے نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے۔ علامہ عصر، غلام، ہر فاضل قمر، مناظر، مباحث، حسن التقریر، ذہین، معقولات کے گویا مسئلے تھے۔ آپ لوگوں سے عی و ذہین، طبائع بلند، مت، حیز و سبب حوصلہ، جفاکش جری تھے۔ کتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اولیٰ رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لوگوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے

چھوٹے چھوٹے رسالے لکھ کر نقل کیے عربی آپ کو فتح نہال احمد نے شروع کر دئی، پھر آپ
سہارنپور میں اپنے غانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی گستاخیں
پڑھیں۔ ۱۲۶۰ میں مولوی مسکوک علی کے پاس دہلی میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو
شاہ عبدالغنی محدث سے پڑھا جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چند سے مدد سے عربی سرکاری واقعہ دہلی
میں مدرسہ ہے پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے اور تفسیر و تصحیح بخاری شریف کا کام انجام
دیا۔ آپ کا قول ہے کہ بالیام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر
کھڑا ہوں اور مجھ سے ہزاروں غمیری نکلیں کر جاری ہو رہی ہیں جناب والد صاحب سے ذکر کیا تو
فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بہ کثرت جاری ہوگا۔ اسی سال میں حج کیا اور دیوبند کے عربی
مدارس کے سرپرست مقرر ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پھرجی کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی
میں واپس آ کر مدرسہ و تحفہ علوم میں مشغول ہوئے۔ سب کتابیں پے تکلف پڑھاتے اور اس
طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سنے نہ کسی نے سمجھے، اور غائب و غرائب تحقیقات ہر فن
میں کرتے جس سے تعلیق اختلاف اور تحقیق ہر مسئلہ کی حق و بین تک ہو جاتی تھی۔ پوری تارا چند کو
آپ نے مباحثہ میں ماسکت کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں چاند پور ضلع شاہجہانپور میں جو تحقیق مذہبی کا ایک
میلہ قائم ہوا تھا اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع ہوئے تھے اس میں آپ نے ابطال تہذیب و شرک
اور اثبات توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف و موافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس
میلہ میں چڑت و پانڈہ مرسوئی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا بیان کیا کہ حاضرین کو
سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ کام نہ تھا پھر بیانیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور بیانی
ایسے بے سرو پا بھاگے کہ ٹھکانہ معلوم نہ ہو حتیٰ کہ اپنی بعض کتابیں بھی بھول گئے۔ ان مباحثوں کا
حال آپ نے ایک رسالے میں مرتب کیا اور اس کا نام جود الاسلام رکھا اسی سال آپ پھرجی کو
تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو چپ میں مبتلا ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی عرصہ
میں دیانند مرسوئی نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبال قبلہ پر اعتراض کرنا شروع کیا جس کے
جواب میں آپ نے ایک رسالہ قبلہ نما تصنیف کیا۔ یوم بخشنہ ظہر کے وقت ۴ ربیع الاول ۱۲۹۵ھ
۱۲۹۵ھ میں ذات الجنب اور چپ کے عارضہ سے وفات پائی اور قصبہ نانوتہ مسیحی دفن کیے

گئے۔ مباحث روشن نفس آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ سے مولوی محمد حسن دیوبندی اور مولوی نور الحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ وغیرہ نے پڑھا۔

(حدائق الحنفیہ: ص ۹۱ تا ۹۳ رقم القشور پر بیس لکھنؤ راہ اکتوبر ۱۹۰۵ء مطابق شعبان ۱۳۲۳ھ)

اس کتاب کے مقدمے میں حضرت دہلوی صاحب دجہ تالیف لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”میں مفتقر الی الصمد فقیر محمد بنوی بن حافظ محمد سفارش مرحوم مدت سے اس زمانہ کے اکابر غیر مقلدین کو جو اپنے آپ کو پھوونگرے نیست سمجھتے ہیں اپنی جہالت سے علمائے کرام خصوصاً فقہاء عظام حنفیہ صمیم اللہ کی تحقیر و توہین کرتے دیکھتا اور ان کے حق میں طرح طرح کے طعن علمی کرتے سنتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا کہ ایسی ان لوگوں کی عقل و سمجھ پر کیا پختہ پڑ چکے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی عمر تصانیف و تالیفات کے ذریعہ سے علم شریعت کو اطراف و اکناف عالم میں پھیلا یا اور محض جن کے طفیل سے علم رسالت پناہی ان تک پہنچا نہیں پھر یہ عقل کے مستطاب اپنی سوہ فریبی سے بے علمی و بے بضاعتی علوم قرآن و حدیث کا دھبہ لگاتے ہیں۔

اور چاہتا تھا کہ فقہاء عظام و علمائے کرام حنفیہ کے تراجم و حالات میں ایک مفصل کتاب لکھوں اور ان کے مدح و مدح احباب علوم حدیث و فقہ وغیرہ کو جو اس وقت کے علماء و فضلاء کو ان کا عشر عشیر بھی حاصل نہیں ہوا مع سلسلہ سند کلمہ و روایت و تاریخ ولادت و وفات وغیرہ حالات کے ایسی خوب و خوش اسلوبی سے معرض تحریر میں لائیں کہ جس کو دیکھ کر یہ بے ادب و گستاخ خود بخود منفضل و شرمسار ہو جائیں۔“

(حدائق الحنفیہ: ص ۲، ۳ رقم المادہ: ۱۴۵۹)

متدرجہ بالا عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) مولانا فوتوی دہلوی کا شمار اکابر علماء و فقہاء احناف میں ہوتا ہے۔

(۲) قرآن و حدیث میں علماء کی جتنی تفصیلات آئیں ہیں مولانا ان سب کے حقدار ہیں۔

(۳) ان علماء کی تصانیف و تالیفات (جن میں مولانا فوتوی دہلوی کی تحذیر الناس بھی شامل

ہے) و حیات کے کونے کونے تک علم رسالت کو پہنچانے کا ذریعہ بن رہی ہے۔

(۴) ان پر اعتراض کرنے والے غیر مقلدین نظریہ رکھنے والے ہیں۔

(۵) موجود زمانے کے علماء (جن میں مولوی احمد رضا خان بھی شامل ہے) ان علماء کے عصرِ عشر کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

(۶) ان کی تصانیف پر اعتراض کرنے والے ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانے والے جاہل ہیں اور ان کی عقل و سمجھ پر پتھر پڑ چکے ہیں۔

(۷) آج بریلوی جن علوم رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ بھی انہی اکابرین امت کے طفیل سے ان تک پہنچا۔

(۸) فقیر محمد جمیل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اسی لیے لکھی کہ شاید ان اکابرین امت کے حالات پڑھ کر ان پر اعتراض کرنے والے خدا کا خوف کریں اور یہ بے ادب و گستاخِ شرمسار ہوں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ بریلوی حضرات نے جمیل صاحب کی کتاب جن کو یہ اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پڑھ کر یقیناً اپنے کرتوتوں پر شرمسار ہو رہے ہوں گے۔ اور آئندہ حضرت کی شان میں گستاخیوں اور بے ادبیوں سے بچی تو بہ کریں گے۔

حضرت فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی مرحوم:

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں بلکہ احمد رضا خان صاحب کے دوستوں میں ان کا شمار کرتے ہیں ان کے خلیفہ شاہ فضل حسین صاحب بہاری اپنی کتاب 'کمالاتِ رحمانی' میں لکھتے ہیں کہ:

"آپ جو بیعت کا عزم ہوا کہ مجھ کو عقیدت اور غلامی مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھی۔ آپ (یعنی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب) کو کشف سے معلوم ہوا آپ نے حضرت مولانا (یعنی مولانا محمد قاسم صاحب) کی تعریف کی کہ اس کم سنی میں ان کو دلائل ہو گئی۔

(فیصلہ خصوصیات از تحفہ دارالقصائد: ص ۳۶ مکتبہ امداد افکار ہارسہار پور بار دوم۔ کمالاتِ رحمانی: ص ۶۳ و ۶۴ لا شاعتِ رحمانی خاتمہ نوگیر)

مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری بریلوی:

”مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دینی بند کے مدد و سرکاری تعمیر فرمائی اور اسلام کو عظیم دین کی راہ بتلائی۔“ (البوارق، الام: ص ۴۴ در مطبع پر سادت واقع بمبئی)

مولانا نذیر احمد صاحب کا تعلق اہل بدعت کے طبقے سے ہے انہوں نے برائین کا قطعہ کار و بوارق لامعہ کے نام سے لکھا انوار ساطعہ پر ان کی تقریظ بھی موجود ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ یہ صاحب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو مرحوم اور علوم دین کا ناشر مان رہے ہیں۔

مولوی دیدار علی شاہ:

مولوی ابوالحسنات قادری کے والد مولوی دیدار علی شاہ صاحب مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”اور مولانا داود شاہ تارکس، الحدیث مولانا محمد قاسم صاحب معذور حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و معذور محدث سہارنپوری کے قتل سے جو بہ سوالات فہم کی نقل زمان طالب علمی میں کی ہوئی احقر کے پاس موجود ہے۔“ (رسالہ تحقیق المسائل، ص ۳۱ مطبوعہ لاہور پر شتاب پر پریس رطیع ثانی)

پیر کرم شاہ بریلوی ازہری:

پیر کرم شاہ بریلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:

”حضرت قاسم العلوم کی تصنیف لطیف مسک بہ تجذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الف الف مسلاۃ و سلاما کتابیات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی چھٹا اسکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک منکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا تادس سرہ کی یہ تاویز تحقیق کئی شہرہ چشموں کے لیے سرمہ بصیرت کا کام دے سکتی ہے۔“ (خط پیر کرم شاہ)

مگر انہوں نے کہ اس ”سرمہ بصیرت“ سے احمد رضا خان صاحب کام نہ لے سکے۔ پیر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ قسم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارت النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شہدائت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی عقیدہ قسم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے تعین کرتے تھے۔“

(تخذیر الناس میری تقریریں، ص ۵۸ در ضیاء القرآن، جلیفٹرز)

اس حوالے سے صراحتاً ثابت ہوا کہ اگر کوئی تعصب کی عینک اتار کر تختہ زیر الناس کو پڑھے تو اسے اس میں قسم نبوت کا انکار نہیں بلکہ حقیقت محمدیہ کی معرفت اور ہر بار پڑھنے پر ایک نیا سرور حاصل ہوگا۔

مولانا نانوتوی اور علمائے فرنگی محل:

مولوی احمد رضا خان کے دیرینہ دوست مولانا عبد الباری فرنگی محلی جنہیں بریلوی اپنے اکابر میں سے شمار کرتے ہیں خاص کر ہندوستان میں خوشتر نورانی بریلوی کا رسالہ ”جام نور“ تو انہیں اپنے قائدین میں سے شمار کرتا ہے۔ یہ مولانا عبد الباری صاحب علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے اور اپنے اکابر اور علمائے فرنگی محل کا موقف ابن القضاہ میں پیش کرتے ہیں:

”ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط دکھائیں وہاں سے پاس موجود ہیں۔“ (الطاری الداری: حصہ دوم، ص ۴۹ رخصتی پریس بریلی)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مولانا عبد الباری اور ان کا خاندان علمائے دیوبند کو مسلمان سمجھتے تھے اور اس کی وجہ بھی لکھ دی کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات تھے اور خط و کتابت بھی ہوتی تھی انہیں خطوط کو پڑھ کر مولانا عبد الباری صاحب نے یہ اصولی موقف اپنایا۔

مولوی غلیل خان برکاتی بریلوی:

”فقیر کا موقف بفضلہ تعالیٰ بعد تحقیق صحیح کے اکابر علماء دیوبند یعنی مولوی اشرف علی صاحب مرحوم

مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم وغیرہ کے بارے میں یہ ہے کہ فقیران کو کافر و مرتد کہنے کے خلاف ہے کیونکہ امر حق میں ہے پھر یوم قیامت کے ہونا ک حالات کا اندیشہ اور اپنے دین و ایمان کا تحفظ اور حساب کے دل کی سکوت اسی میں ہے احادیث صحیحہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس نشان کی زد میں دو میں سے ضرور آنے لگا یا وہ جس کو کہا گیا یا جس نے کہا۔ (اکتشاف حق: ص ۷۳، ۷۴) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اور کابردیویند کی تکفیر کرنے والوں کو نہ تو یوم حساب کا کوئی اندیشہ ہے نہ اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی کوئی پروا۔

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی عبارت کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ:

”ان تصریحات کے بعد کون مسلمان بالانصاف یہ کہے گا کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ آخری نبی نہیں اس کو تو وہ خود صاف صاف تصریح فرما رہے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو جو آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے بلکہ اس میں تاویل کرے وہ بھی کافر ہے۔“

(اکتشاف حق: ص ۱۱۳، ۱۱۴)

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ:

قطب الاقطاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”جو شخص مجھ سے محبت و عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ (جو کہ حالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں) میری جگہ جگہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم ﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے۔“

(ضیاء القلوب، ج ۲، ص ۷۳، ۷۴)

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ کا مقام و مرتبہ خود بریلوی حضرات کے ہاں کیا ہے اس کے لیے بندہ صرف ایک حوالہ دینے پر اکتفاء کرے گا مشہور بدعتی عالم مولوی امجد المسیح رامپوری صاحب حاجی صاحب کو ان القابات سے نوازتے ہیں:

”انتظام کلمات الکلمات لطیبات مرشد ماں ہادی دوداں حضور مرشدی مولائی ثقی و رحیمائی المشہور بالاسم واللقب واللقب الحاج المہاجر مولانا شاہ امداد اللہ مع اللہ المسلمین باعداۃ دارشاہ و تقوا“۔

(الامار سادہ، ج ۵۵، ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

یاد رہے کہ ”ضیاء القلوب“ کو مولوی حذیف قریشی نے اپنی کتاب ”علماء الانبیاء“ میں حاجی صاحب کی کتاب تسلیم کیا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مولانا نانوتوی صاحب سمیت جسیدا کا بریلوی بندہ کے پیرو مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی عظمت۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب نے ان دو حضرات کے لیے دعا کی کہ ان کا فیض ناقیامت جاری رہے الحمد للہ یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ اعلیٰ حضرت سمیت ہر جموں نے بڑے اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان علماء کو بدنام کرنے اور عوام میں ان کا اثر و رسوخ کم کرنے کی ہر ممکن اور سر توڑ کوشش کی مگر الحمد للہ یہ اسی دعا کا اثر ہے کہ ان کا فیض ایسا جاری ہوا اور مسلک بریلوی کے اثر و رسوخ اور فیض رسائی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حال ہی میں ”تحفظ ناموس رسالت“ کے متعلق خود صاحبزادہ ابو الخیر یہ قسام کر چکے ہیں کہ اگر بریلوی پسند اور دیگر جماعتیں ساتھ نہ دیتی تو ہم بریلوی اکیلے کبھی ناموس رسالت کے قانون کا تحفظ نہیں کر سکتے تھے مگر کتنے افسوس کی بات ہے اور کس قدر دھنکی اور سینہ زوری کا مظاہرہ ہے کہ جن کے دم خم سے اس ملک میں پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا قانون موجود ہے آج انہیں کو گستاخان رسول کہا جاتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

خاصہ کلام: قارئین کرام غور فرمائیں! اگر احمد رضا خان صاحب نے حکمائے دیوبند

کے لیے باعہوم اور مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے لیے بالخصوص یہ فتویٰ دیا کہ:

”یہ گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کافر مرتد ہیں ان کو مسلمان سمجھنے والا بلکہ ان کے کفر میں تو قصہ

کرنے والا بھی انہی کی طرف کافر و مرتد ہے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ان کا نکاح کسی چانور سے بھی

نہیں ہوتا ان کی توہین فرض ہے ان سے سلام کلام دعا جلوس سب حرام ہے محالہ اللہ نہ

مگر دوسری طرف نور بخش تو کلی صاحب، خواجہ غلام فرید صاحب، فقیر محمد جمالی صاحب، مجدد کرم

شاہ ازہری، مولوی دیدار علی، مزید احمد دہلوی، غلامی فرنگی محل، مولانا فضل الرحمن علی مراد آبادی،

خواجہ قمر الدین سیالوی، خلیل الرحمن برکاتی جو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو کامل درجے کا مسلمان، مولیٰ

اللہ سمجھتے ہیں کیا یہ سب حضرات احمد رضا خان کے فتوؤں کی زد میں نہیں آتے؟ اور جو ریلوی ان

حضرات کو اپنے اکابر میں تسلیم کرتے ہیں کیا وہ بھی احمد رضا خان صاحب کے مستنوں سے کسی

طرح بچا سکتے ہیں؟

محدث العصر حضرت امام رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ سخت متبع شریعت تھے:

از خواجہ غلام فرید:

”تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ زیادہ سخت متبع تھے آپ رحمہ اللہ کا درجہ اس

قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء کے

ہندوستان میں سر پرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ مانے جاتے ہیں۔ آپ پر اگرچہ

شریعت کے معاملہ میں سخت اعتقاد کا پورا غالب تھا۔۔۔ الخ“۔ (حوالہ مقامیں الجلاس، ص ۱۷۳)

خود: خط کشیدہ جملہ کو بار بار پڑھیں اور صاحب حسام الحرمین کا نظریہ اور خواجہ صاحب

کے نظریہ کا موازنہ کر کے فیصلہ کریں۔

فقیر العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا قلم عرش کے پرے پلٹا ہے:

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص ۵۵۹، نوادر کتب خانہ لاہور)

بریلوی مسعود ملت پر وفیسر مسعود لکھتا ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے تبحر عالم۔ (قدائی مظہر: ص ۳۳۹)

مولانا گنگوہی۔ (قدائی مظہر: ص ۳۵۶)

پروفیسر صاحب نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو نہ صرف تبحر عالم مانا بلکہ ان کے لیے دیکھنے کی دہائی بھی کی۔

بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید قادری اپنے والد کے حوالے سے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی وفات پر ان کے تاثرات یوں نقل کیے:

”مرگ مولوی رشید احمد زخمی است کہ مرہم عمار و عالم صالح و پندار و ورین وقت حکم حقا دار و انا اللہ و اللہ الیہ راجعون مردن ایں جنس یک شخص از مردن یک ہزار مرد پندار سخت تر است۔“

(بزم خیر از زید: ص ۹۳، ۹۵، شاہ ابوالکیر اکاڈمی دہلی)

مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات ایسا زخم ہے جس کا مرہم نہیں ایسا عالم صالح و پندار اس وقت حقا کے حکم میں ہے اللہ و اللہ الیہ راجعون اس جیسے ایک آدمی ایک ہزار و پنداروں پر بھروسہ ہے۔

حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

منظر الاسلام بریلی کے طالب علم کا اعتراف حق: حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی کی کرامت:

کرامت تو یہ تھی کہ جب میں بریلی میں منظر الاسلام اعلیٰ حضرت کے مدرسہ میں طالب علم صحت حضرت تھانوی صاحب مرحوم بریلی میں ایک جلسہ میں تقریر کے لیے تشریف لائے رضا خانی پارٹی ان کی آمد پر بہت خوش ہوئی اور مولوی حشمت علی صاحب نے مولانا صاحب سے دعا کی کہ وہ اس خواہش کی تو آپ نے فرمایا تقریر کسی سے مناظرہ کرنے نہیں آیا۔ مولوی حشمت علی صاحب نے

حضرت مولانا امجد علی صاحب سے کہا اب کیا ہو؟ تو طلباء اور مولوی صاحب کی رائے یہ ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ میں لے جایا۔ منور حسین بہت بے خوف اور جی گوسہ وہاں کی تقریر میں موقع پا کر اعتراض کر دے گا میں حضرت مولانا صاحب کی بڑی تعریف سن چکا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے ہندو مت دوست مسلمانوں کو شرک و بدعت سے بچانے کی قابل قدر جدوجہد فرمائی ہے میں تو بڑا ہی خوش ہوا کہ آج ملاقات بھی ہوئی اور اگر موقع ملا تو کچھ نوک جھونک بھی، بہت سے طلباء میرے ساتھ ہو گئے۔ ہم دن ۳۰ تے چلے میں پہنچ گئے جلسہ کرنے والے بڑے غلط اور متواضع تھے انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ فضلاء مدرسہ کے ہیں۔ ہمیں فراخ دلی سے بخدا دیا مگر خدا نے تعالیٰ کی شان کے مولانا موصوف دیکھنے میں تو بڑے سادہ جیسے معلوم ہوتے تھے گریوں کا زائد تھا صوفی طبع کا کرتا شاید شرع یا پاسہ کپڑے کی دوپٹی ٹوپی سسر پر تھی گورے چنے بھاری بھر کم سفید وادھی، اللہ یعول بین العہد وقلیہ غالباً موضوع تھا۔ بجائی ہندو پرانا صوفی منش

کیا حقیقت دو جہان کی وسعت دل کے حضور

لا مکان اک مختصر گوشہ ہے اسس تعمیر کا

یہ میری نائی کا شعر تو ویسے ہی گنگا گانایا رہتا تھا میں تو دل کی دوپڑ پر تقریر سے بالکل بے خود ہو گیا۔ مولانا صاحب نہایت پر مغز اور مؤثر تقریر فرماتے رہے اور ہندو جھوٹا رہا جب میرے شوق اہل حق میں عزیزوں کے طبع کا ضلوع کے باوجود تقریر ختم ہوئی تو مجھ سے رہا نہ گیا اور دوز کرسب سے پہلے خدمت میں جا کر سلام عرض کیا اور ہاتھ چومنے کی خواہش کی تو آپ نے مصافحہ سے شرف بخشا مگر کام دھن کو ترسا چھوڑا۔ میں اتنا تو پھر بھی عرض کر دیا کہ جزاک اللہ خیر الجزاء۔ بہت مدت سے دل کے وہ دے حقیقت کا دل تمہنی تھا آپ نے خوش کر دیا۔ دل مر رہا میں جان ڈال رہی یہ سارا مہر مقرر الاسلام کے طلباء بڑی حیرت سے دیکھتے رہے۔ جب میں اپنے ساتھیوں سے جانتا ہوا ملا تو کہنے لگے میاں تم تو کچے دیو ہندی بلکہ اشرفی نکلے میں نے کہا کہ حضرت جبر علی حسین شاہ صاحب کچھو جیسے دالوں سے تعلق کی وجہ سے اشرفی تو پہلے ہی تھا مگر اب تم نے مجھ کو دیو ہندی اور ڈال اشرفی بنا دیا پہلے تو پندرہ روپیہ کا تھا اور اب ۳۰ کا ہو گیا۔ خیر مجھے لعن ملامت کرنے لگے۔ میں نے بھی آیت کریمہ لا یغافلون لومة لائمہ یعنی ادا لے اغت ملامت کی پر دائیں کرتے اب کچھ

ہم اعلیٰ حضرت کے پاس اور یہ وہاں لوگ بڑی شد و مد سے انتظار کر رہے تھے۔ پوچھا پالا ہمارے آئے۔ میں نے کہا میں مارا آیا تھوڑا دل کا موتی ہمارا آیا۔ مولوی شمس علی صاحب دانت جیسے کر بولے میاں یہ صوفی صاحب تو خود ان کی تقریر پر لکھو ہو گئے اور ہاتھ تک چومنے لگے۔ لوگوں نے کہا خاص کر حامد میاں صاحب جو ایسی باتیں پسند نہیں فرماتے تھے فرمانے لگے جہاں صوفی مسرت قلندر کو لے ہی کیوں گئے؟ یہ کسی فرقہ و فرقہ میں قید ہونے والا بشر نہیں نشان کو عزت و ذلت کا خیال ہے ان کو تو روحی چاٹ چاہیے۔ روحی چاٹ، میں نے کہا اگر آپ بھی ان کی تقریر دل سے سنتے ہیں ان کو کم از کم یہ دل ضرور پیش کر آتے ہیں کہ خاموش ہو گئے۔

(تقریب الامان از منور حسین صیف السلام دہلوی: ص ۷۲، ۷۳)

مولانا عبد الباری فرنگی کا عقیدہ کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف "حفظ

الایمان" گستاخانہ عبارات سے پاک ہے:

"مولوی اشرف علی تھانویؒ کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبد الباری فرنگی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آیا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے۔" (سیرت انوار مظہریہ: ص ۲۹۲)

بہشتی زیور (مصنف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ) کی توہین کرنے

والوں پر مفتی مظہر اللہ کا فتویٰ:

"الجواب: بہشتی زیور کے متعلق ایسے ناپاک لفظ استعمال کرنا نہایت درجہ اس کی توہین ہے قائل پر تو جہاں لازم ہے۔ گو بعض مسائل اس میں اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں لیکن اکثر مسائل اہل سنت کے موافق ہیں جس کی وجہ سے ایسی توہین جائز نہیں۔" (بحوالہ فتاویٰ مظہریہ ص ۲۰۹)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھتے:

بریلوی استاذ اعلماء فیض احمد گولڑوی لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جو ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عبادی تھے۔“
(حوالہ میرٹھ، ص ۲۶۸)

جو آدمی ہر مسئلہ کو شرعی نقطہ نظر سے دیکھے اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی توہین کرتا ہے کس قدر ظلم و افتراء عظیم ہے۔

آستانہ کرمانوالے کے تاثرات:

میاں شیر محمد شرقپوری نے ایک وفد دارالعلوم دیوبند بھیجا:

”حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ صاحب اور ایک ساتھی کے امراء حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضرت مولانا کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا وہ جہاں اللہ کا خیر رہتا ہے۔ تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں۔ چنانچہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرق پور تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہؒ سے بیٹھ پرغرض حصول منیہ میں برکات ہاتھ بھرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔“ (بحوالہ معدن کرم، شمس راحل و آثار کرمانوالے، ص ۱۳، مؤلف: محمد اکرام عبد العظیم قریشی، ریاض النشۃ، ۱۳۵۳ھ، ج ۱، ص ۱۹)

نوٹ: حضرت مولانا سید انور شاہ رحمہ اللہ کو دوسرے نسخے لکھنا اور وفد بھیجنا دارالعلوم دیوبند میں اور حضرت کی خواہش کی تکمیل آپ رحمہ اللہ کی بیٹھ پر ہاتھ بھیرنا اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا شرق پور جانا اور خوش خوش واپس شرق پور سے بھیجنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے علماء سے ان حضرات کو قلبی محبت تھی۔ علماء دیوبند کے خلاف بعض مکفرین کے فتادی جات کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے۔

پیر طریقت شیر ربانی جناب شیر محمد شرق پوری کے تاثرات:

در بارہ شرقی پور دیوبند میں چارٹوری وجود کا اعتراض:

”مولانا مولوی انور علی شاہ صاحب صدر مدرس دیوبند جمراہ مولوی احمد علی صاحب صاحبہا جہڑا بھری شرق پور شریف حاضر ہوئے اور حضرت میاں صاحب کو بڑی ارادت کے ساتھ ملے آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے اور شاہ صاحب خاموش رہے پھر آپ نے مولانا انور شاہ کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب خود سوار کرانے کے لیے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب سے کہا آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں آپ نے ایسی ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں آپ نے ہستہ دے فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر اور پھر میرے جیسے خاکسار سے فرمان ہے تجھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں اور حضرت میاں صاحب نے فرمایا:

”کہ دیوبند میں چارٹوری وجود نہیں ہوتا میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔“

(بحوالہ خزینہ معرفت: ص ۸۳، باب ۱۳ مرتب مولوی محمد ابراہیم صاحب۔ معدنِ کرم: ص ۱۳۷ شرق کرناوالہ یک شاہ)

نوٹ: اس کو منظرِ غائب بار بار پڑھیں۔ ہم اس کو ہلاتمروہی چھوڑتے ہیں متاثر نہیں ہونا صاف کریں۔

آمد برسرِ مطلب:

مسلمات کی نگلی کی اجڑ سے یہ چند حوالے نقل کر دیئے ہیں جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہتے ہیں دو استاذ العلماء سلطان المناظرین سیدی وسیدی و استاذی حضرت مولانا منیر احمد اختر صاحب مدظلہ العالی کی مایہ ناز و لا جواب کتاب ”اکابرین دیوبند کیسے تھے؟“ مطبوعہ دارالاحیاء لاہور کا مطالعہ کریں۔ اب ہم مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب اور ان تمام بریلوی مناظرین کے جن کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ نواب احمد رضا خان صاحب کے کمر اہبان پر بات کریں تو فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ آپ کے فلاں فلاں مولانا صاحب نے تو خان

صاحب کو مسلمان کہا پھر ان کے کفر و ایمان پر کیسے بات کی جاسکتی ہے اب ہانگ والی اہمستان کریں کہ اکابر علمائے اہل سنت و جمہور مسلمان ہیں کیونکہ ہمارے فلاں فلاں مولانا صاحب نے ان کو مسلمان تسلیم کیا ہے۔ اگر کاشف اقبال صاحب نے یہ اصول واقعی ہی انصاف و دیانت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا تھا تو اب اقرار کرے کہ میں علمائے جمہور کی تکفیر و تشلیل سے تو یہ کرتا ہوں کیونکہ میرے اکابر نے تو ان کو مسلمان کہا اور لکھا اور اکابر علمائے جمہور کے خلاف لکھی جانے والی اپنی کتابوں کو دہرایا برد کرتا ہوں مگر ترجمان رضا خانیت کاشف اقبال صاحب ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ اگر یہ اختلاف ختم ہو گیا تو اس اختلاف کے نام پر جو عوام سے روٹیاں مانگی جاتی ہیں وہ کون دے گا؟

کاشف اقبال رضا خانی علماء یہود کے نقش قدم پر:

قارئین کرام! کاشف اقبال فیصل آبادی کا یہی اصول راقم نے ”سیف حق“ نامی ایک رسالہ میں پیش کیا تھا جو اس کے ملکہ حق کے جواب میں تھا اب بجائے یہ کہ یہ مولوی اس اصول کو تسلیم کرتا اس نے جب اس مضمون (جس میں یہ اصول نقل کیا تھا) کو الگ سے ”سبز علمائے کا جواز“ کے نام سے شائع کیا تو اس پوری عبارت کو ہی غائب کر دیا۔ ملا حنفیہ سبزواری کے نام سے ۳۶ میلاد پبلیکیشنز لاہور جون ۲۰۱۱ء بریلوئوں کی اس قسم کی تحریفات کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کا قسط وار مضمون ”رضا خانی علماء یہود کے نقش قدم پر“ جلد نور سنت میں ملا حنفیہ فرمائیں۔ آخر میں مولوی عبدالوہاب قادری سے بھی ہماری گزارش ہے جو لکھتا ہے:

”یہ آسمان علم و عرفان کے روشن ستارے ان کے علم و فہم کے مقابلہ اکثر خالد محمودیہ سنہ پادری کی حیثیت کا انخاز و لگائے پھر معاذ اللہ خالد محمود کی تصدیق کیجیے تو علمائے اعلام اساطین اسلام کی تکذیب و انکار کیجیے لا جرم کہنا ہے گا کہ اکثر کذاب و مفتری علم و عقل سے عاری ہے۔“

(صاعقۃ الرضا ص ۳۱)

تو آسمان علم و عرفان کے ان چمکتے دیکھتے ستاروں کے سامنے موجود بریلوی خفاشوں کی کیا

حیثیت و اوقات بریلوی حضرات یا تو اپنے ان موجودہ نصیے سے ہم نہاد محققین و مناظرین کی تصدیق کریں یا اپنے اکابر کی محکمہ جو علمائے دیوبند کی تعریف و مدح سرائی میں رطب اللسان ہیں لا جرم ماننا پڑے گا کہ کاشف اقبال، غلام مہر علی، اوکاڑوی اور ان جیسے کفر اب و مضری علم عقل سے عاری ہیں۔

ابن ماسر شفیع اوکاڑوی علامہ کو کب نورانی اوکاڑوی کے حوالہ جات پر ایک

نظر:

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ پہلے کانٹن ٹرسٹ مکتبہ ہائی اسکول میں معلم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔۔۔۔۔ مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نوے روپے آپ نے فرمایا صرف نوے روپے؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہونی چاہیے مولانا یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ کبھی کراچی بھی گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضور کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ بر خور دار کراچی جانا چاہیے کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر اعزام کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ تک رکھا پڑا اور کئی تقریبات مسیحا شمولیت کی بالاخر یمن مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحب کے ارشاد عالیہ کے مطابق چار سو روپیہ مقرر ہوئی۔

(مصلحان کرم: ص ۷۲۳ طبع تقریب شدہ ایڈیشن کراؤنل بک شاپ)

اگر رضا خانی حضرات ماسٹر امین اوکاڑوی کہہ سکتے ہیں تو اس حوالے کی رو سے ہمارا ماسٹر شفیع اوکاڑوی کہنے پر بھی ان کو ناراض نہیں ہونا چاہیے ویسے غور فرمائیں جب تک ماسٹر شفیع صاحب معمولی نعمت خواہ تھے تو نوے روپے ماہوار اور جیسے ہی علمائے اہل سنت کے خلاف خطیب و مصنف بن کر محاذ کھولا تو چار سو روپے ماہوار اس صورت حال میں کسی پیسے پرست مولوی کا دماغ خراب ہے جو اس اختلاف کو ختم کرنے کا تصور بھی دل میں لائے۔ ان شفیع اوکاڑوی صاحب کو

آج کل ان کے فرزند مولانا کوکب نورانی صاحب پر جس وسیطہ یا کے زور پر "مہجد و مسلک اہل سنت" ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اپنے کی طرف سے باپ کو دیئے گئے اس لقب کا جو آپریشن بریلوی مفتی اعظم مفتی القدر خان نعیمی انہی مفتی احمد یار گجراتی نے "حرمت سیاہ خضاب صفحہ ۶۷" مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات "پر کیا ہے وہ دیکھنے سے قسطنطین رکھتا ہے۔ بہرحال مولانا کوکب نورانی نے عنان دریا:

اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں علمائے دیوبند کے تاثرات (فہرست):
اعلیٰ حضرت۔ کی دینی استقامت، عشق رسول (ﷺ) نقیبی مرجعہ اور علمی عظمت و کمال کے لیے ذرا علمائے دیوبندی کی رائے ملاحظہ کیجئے۔ (سفید سیاہ دس ۱۱۲ رضیہ، القرآن میں پہلی کوشش لاہور)
پھر اس عنوان کے بعد دوسرے نمبر پر حوالہ ابو اعلیٰ مودودی صاحب کا دیا اور انہیں علمائے دیوبند کے کھاتے میں ڈال دیا اگر یہی حرکت کوئی سنی مسلمان عالم دین کرتا تو رخصتانیوں کی طرف سے لعن طعن کی صرف صغیر صرف کبیر شروع ہو جاتی مگر یہاں چونکہ معاملہ اپنا ہے اس لیے لکھنؤ ہضم ہضم۔

خان صاحب کی توثیق پر حضرت تھانوی رضویہ کا حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب نے جناب ثواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا قول پیش کیا کہ:

"احمد رضا خان صاحب عاشق رسول ﷺ تھے اس نے اگر ہماری تکفیر کی وہ محض رسالت کی بناء پر کی کسی اور غرض سے نہیں کی"۔ (سفید سیاہ ملخصاً: ص ۱۱۲)

اس کے ثبوت کے لیے حوالہ مولوی اد کاڑوی نے مولانا کوثر نیازی مودودی آف چیپلز پارٹی اور چٹان لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۶۲ کا دیا چٹان کا یہ حوالہ عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۱۱۰ پر بھی نقل کیا۔

اس قسم کے بناوٹی حکایات پر علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی جبرہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں:

"اب آپ غور فرمائیں مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہو سکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تحسینِ الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارت لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے پتے حاصل کیے کیا یہ بددیانتی بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے عشقِ رسول کے جذبے میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا غلیل احمد محدث سہارنپوری نے جب المہجد میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرمادیئے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خان کے اس وجہ و فریب پر نظر نہ تھی۔ سوائسکا حکایات جو ان حضرات کے نام سے لوگوں نے ہمارے ہیں ہرگز لائقِ اعتبار نہیں جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے مولانا احمد رضا خان نے علائے دیوبند کے بارے میں جو حرکتِ شیعہ کی وہ بددیانتی پر مبنی تھی اور علائے دیوبند بھی اس میں کسی خوشنہی میں نہ تھے۔" (مطالعہ بریلویت: ج ۵ ص ۸۴)

احمد رضا خان صاحب کے عقائدِ باطل تھے مولانا تھانوی رحمہ اللہ:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"پچھلے دنوں ایک خط احمد رضا خان صاحب کے مرید کا آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ میں بکھیں سال سے مولوی احمد رضا خان صاحب سے مرید تھا اب ان عقائدِ باطلہ سے توبہ کرتا ہوں اور حضرت سے بیعت کی درخواست کرتا ہوں میں نے جواب لکھ دیا کہ تعجیلِ مناسب نہیں۔"

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۷ ص ۳۳)

اس ارشاد میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے تسلیم فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کے عقائدِ باطلہ تھے عقائدِ حق نہ تھے ورنہ آپ اس شخص کو لکھ بھیجتے کہ خدا کا خوف کرو احمد رضا خان مجھے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد کو باطل کہتے ہو آپ کا اس پر گھبرنا اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے کہ احمد رضا خان باطل عقائد کا حامل تھا۔ باقی یہ جو کہا کہ تعجیلِ مناسب نہیں یہ اس لیے تھا کہ کوئی یہ

سمجھے کہ حضرت کو مریدوں ہی کی طلب اور پیاس رفتی ہے گویا آپ اسی اشکِ ارمی میں بیٹھے ہیں۔ اس لیے کہا کہ پہلے استقامت دیکھا تو اس کے بعد بیعت کر لوں گا۔

بریلوی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ایک واقعہ فرمایا کہ:

”پہلے بدعت اکثر بدعت ہو جاتی ہیں بوجہ غفلت بدعت کے..... علوم و تحقیقات سے گورے ہوتے ہیں..... ویسے ہی لغویات ہا کتے رہتے ہیں جس کے سر نہ پیر..... مثلاً حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا ہے اور یہ کہ حضور کا مہا مل پیدا کرنے کی اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں..... اس قسم کے ان کے عقائد ہیں اور آپ تو اکثر بدعتی شریر بلکہ فاسق فاجر ہیں“۔ (مفردات: ج ۲ ص ۲۳)

اور یہ عقائد مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بھی ہیں تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو علم سے گورا لغویات ہا کتے والا، فاسق و فاجر شخص قرار دے رہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے خان صاحب کے اشعار پر فتویٰ:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے خان صاحب کے یہ اشعار پیش ہوئے:

میں تو مالک بنی کہوں گا کہ ہوا ملک کے صہیب	کیونکہ محبوب و محبوب میں نہیں میرا حیرا
--	---

(عداکن بخشش: ج ۱ ص ۱۵۵ بندہ پستک کراچی)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان اشعار پر یہ فتویٰ دیا:

”اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھے جانے کے وقت اہل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف الفکول میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب اچھی ہیں اور محبوب و محب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہذا حضرت شیخ بھی معاذ اللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی خدا ہی کہوں گا اس اصرار علی الشریک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا اس لیے کہ یہ الفاظ بالکل صاف ہیں۔“

(اعداد الفتاویٰ: ج ۶ ص ۶۷ کے درمیان دو بار معلوم کراچی)

کیا اس واضح فتوے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے احمد رضا خان کو عاشق رسول ﷺ تسلیم کیا؟ حیرت ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے تیس جلدوں پر مشتمل ملفوظات تیس جلدوں پر خطبات ہزار سے زائد تصنیفات میں تو کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں ملتی مگر ان کی وفات کے بعد نامعلوم مریدوں کے خطوط بریلویوں کو موصول ہونا شروع ہو جانے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ مولانا احمد رضا خان صاحب کو معاذ اللہ عاشق رسول ﷺ تسلیم مانتے ہیں۔

مولانا کوثر نیازی آف بٹیلو پارٹی کی حقیقت:

یہ جعلی حکایات بنانے والے مولانا کوثر نیازی بریلوی کے بارے میں برائے تمام الحروف سے حضرت مفتی نجیب اللہ صاحب عمر مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب مرحوم سے جب ایک نشست میں کوثر نیازی صاحب کا تذکرہ چل پڑا تو والدہ رحمہ اللہ بالذکر حکیم صاحب (جن کا تعلق خیر آبادی سلسلے سے ہے) نے مجھ سے بیان فرمایا کہ وزارت کے دوران کوثر نیازی نے کراچی میں ایک کمرے کا مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا جہاں شراب کیاب اور مچرے کا دور چلتا اور رہتا ہوتا۔ العیاذ باللہ۔

مولانا کوثر نیازی کٹر بریلوی رضا خانی تھے:

ابن قسم کے حوالوں کی بنیاد پر رضا خانی عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ مولوی کوثر نیازی دہلوی تھے حالانکہ اس اصول کے تحت نیازی کا کٹر رضا خانی اور بریلوی ہونا ثابت ہوتا ہے اور حقیقت بھی یہی تھی رضا خانی نیازی کو اپنے مجلسوں میں بطور مہمان خصوصی بلایا کرتے تھے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ایک اجلاس میں وہ یوں خطاب کرتے ہیں:

”مولانا کوثر نیازی نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کیا کہ عاشق رسول و فی شخص ہو سکتا ہے جو ناموس رسالت پر مرعہ نہ جانتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ امام احمد رضا ایک

سچے عاشق رسول تھے۔ ان کا سر ہا یہ حیات عشق رسول تھا اور وہ زندگی بھر لوگوں کو خب رسول کا معنی دیتے رہے۔ مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام خمینی کا فتویٰ شاتم رسول رشتہ کی بات ہے لیکن امام احمد رضا نے اب سے ۷۰، ۸۰ سال قبل گستاخان رسول پر جو فتویٰ دیا تھا وہ ہم سب کے لیے قابل مطالعہ ہے۔ مولانا کوثر نیازی نے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں کی تصانیف جوں جوں میرے مطالعہ میں آ رہی ہیں تو ان کی عظمت و بزرگی، جلالت علمی، جرد کاوت، داناتی، تقویٰ کا احسان بڑھتا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوقومی نظریہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا مقتدا ہیں اور علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح مقتدی ہیں۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے مشہور زمانہ سلام ”مصلحتی جان رحمت پر لاکھوں سلام“ کو اردو زبان کا قصیدہ بردہ شریف قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ سلام آفاقی ہے۔ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مولانا نے مزید کہا کہ امام احمد رضا پر جو شہادت کا بیعتان لگا یا جا رہا ہے اور جس کی دہائی دی جاتی ہے وہ ان کا عشق رسول ہے۔“

(تاریخ و کارکردگی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ص ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲،

کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں میں ہے۔

(ماہنامہ مدد و امداد: مئی ۱۹۱۳ء بحوالہ: طبع و سیرا، ص ۱۱۳، ۱۱۴)

یہی حوالہ معارفِ رضا میں بحوالہ طبعِ انجی صفحہ ۳۵ میں بھی دیا گیا اور وہاں حوالہ میں حسین الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (معارفِ رضا: ص ۵۳، شمارہ یار دہم ۱۹۹۱ء)۔

مگر اذکارِ لدوی نے اپنے ہاتھ کا کرتب دکھا کر ”علیہ الرحمۃ“ کو ایسے غائب کیا کہ اب دورِ بریلوی لگانے پر بھی آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ اس تحریف کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات ۱۹۳۳ء میں ہوئی ۱۹۱۳ء کے مدد و رسالہ میں ان کی وفات کے ۳۰ سال قبل ہی رسالے میں ان کے ساتھ ”علیہ الرحمۃ“ لکھا ہی اس کے جھوٹ کا پرل کھولنے کے لیے کافی ہے۔ پھر اس مدد و رسالے میں احمد رضا خان صاحب کو ”مرحوم“ لکھا گیا ہے حالانکہ خان صاحب انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا وفات سے ۸ سال قبل ہی ان کو مرحوم لکھ دینا اس حوالے کا مسیذہ بریلوی ہونے کی بھٹی کھارہا ہے۔ پھر اگر خان صاحب کی کتب اتنی ہی اعلیٰ پائے کی تھیں کہ لدوی مرحوم ان جلیل القدر علما نے دیوبند (علامہ تھانوی، شیخ الہند و علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) پر ترجیح دے رہے ہیں تو لدوی مرحوم کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دیں جس میں مدد و بریلوی نے خان صاحب کی ان تحقیقات کا حوالہ دیا ہو یا ان سے استفادے کا کہا ہے۔ جھوٹے بولنے کے لیے بھی سلیقہ چاہیے یہ حوالہ بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔

یہ جعلی حوالہ عبدالوہاب قادری کی مساعفۃ الرضا صفحہ ۱۵۸ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

کو کتب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”سیرۃ النبی نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت متصدد ہیں مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان

صاحب) کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس احقر نے بھی آپ (فاضل بریلوی) کی متعدد کتابیں جس میں احکام شریعت اور دیگر کتابیں بھی شامل ہیں اور نیز سب کے مولانا کے زیر سر پرستی ایک ماہوار رسالہ الرضا بریلوی سے نکلتا ہے جس کی چند قطیں بغور وحض دیکھی ہیں جس میں بلند پایا مضامین ہوتے ہیں۔ (رسالہ ندوۃ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں ۱۷، ابرہوار سنیہ و سیاہ میں ۱۳)۔

معارف رضا صفحہ ۲۵۳ پر ندوہ کا سن اشاعت ۱۹۶۳ کی جگہ ۱۹۶۳ ہے اور یہی صحیح ہے یہی حوالہ طمانچہ صفحہ ۳۳۲ اور رصاعظہ الرضا صفحہ ۱۵۹ پر بھی دیا گیا ہے۔

شبلی نعمانی صاحب کی طرف منسوب اس جعلی روایت کے من گھڑت ہونے کے لیے اتنا بھی کافی ہے کہ اس میں جس کتاب "احکام شریعت" کا تذکرہ ہے اس میں ع ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹ کے سوالات موجود ہیں بلکہ اس کتاب میں موجود ایک رسالہ کا تاریخی نام الرضا المرتضیٰ علی سوال مولانا السید آصف ۳۳۹ ع ہے (احکام شریعت: ص ۲۱۰) یعنی احمد رضا خان کی وفات ۱۹۲۰ء سے ایک سال قبل ۱۹۱۹ء کے سوالات بھی موجود ہیں تو جو کتاب ۱۹۱۹ء تک چھپی ہی نہیں اسے شبلی نعمانی نے ۱۹۱۳ء میں کیسے چھ لیا؟ خدا کے بندوں بھوت بولنے کا بھی کوئی سلیقہ ہوتا ہے۔ پھر اگر شبلی نعمانی واقعی اسی احمد رضا خان صاحب کو اتنا بڑا طرم خان سمجھتے تو اپنے شاگردوں سے ضرور ان کا تذکرہ کرتے مگر اقبل میں بریلویوں علی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ احمد رضا خان کو نہیں جانتے تھے۔ پھر شبلی صاحب کی طرف منسوب اس جملے: "مولانا صاحب کا علمی شجرہ اس قدر بلند و درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالم دین اس (مولانا احمد رضا خان صاحب) کے سامنے پرکاش کی بھی حیثیت نہیں رکھتے" اس کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کیونکہ احمد رضا خان نے جس نقی علی خان صاحب سے علم حاصل کیا اس کا ہندوستان کی علمی دنیا میں کوئی تعارف نہیں۔ مگر بریلوی حضرات کی ذہنیت کا اندازہ لگائیں کہ ان جھوٹے اقوال پر کس طرح رالی کا پیرا کھڑا کر دیا چنانچہ عبد الوہاب خان قادری غلیغہ جاز مصطفیٰ رضا خان لکھتا ہے:

ڈاکٹر صاحب! بار بار اس عبارت کو غور سے پڑھیں شاید "پرکاش" کا مطلب آپ نہ سمجھ سکیں

پر گاہ چکے کو کہتے ہیں یہ آپ کے مسلمہ سند یافتہ خمس اعلامیہ شیخی انصافی میں جو متعدد کتب کے مصنف ہیں (مگر کسی ایک کتاب میں احمد رضا جیسے نام نہاد محقق سے اس اعتراض کے بارے میں استفادہ نہیں کیا۔ از غفل) سیرۃ النبی (علیہ السلام) بھی ان کی لکھی ہوئی ہے یہ فرما رہے ہیں اس دور کے تمام عالم دین اس مولوی احمد رضا خان صاحب کے سامنے پر گاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اس دور کے عالم دین کھانے والوں میں آپ کے اکابر و اصا فرسب داخل ہیں۔

(صاعقۃ الارضا ص ۵۵۹-۵۶۰)

امداد و لگاؤ میں جو حضرات آج اس جدید میڈیا دور میں بھی ایسے تھوڑے بٹاؤٹی حوالے پر کر کے اس پر اتنی بڑی عمارت پر ویڈیو کی تعمیر کر سکتے ہیں وہ اگر حضرت گنگوہی رضوی کی طرف جعلی فتویٰ یا علمائے دیوبند پر جعلی الزامات منسوب کر دیں تو کیا بعید ہے؟

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

مولانا کوکب نورانی صاحب لکھتے ہیں:

”جناب محمد انور شاہ کشمیری (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں جب شدہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شرح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات سے لے کر ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہل حدیث و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہو گیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم مولانا احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں۔“

ماہنامہ ہادی دیوبند، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ ص ۲۱ بحوالہ سفید سیاح ص ۱۱۳۔ معارف رضا ص ۲۵۲۔

۲۵۳۔ طرائف ص ۳۹۔ صاعقۃ الارضا ص ۵۶۲، ۵۶۳

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر محدث کا حدیث کی جزئیات کے لیے

شیعہ وغیرہ مقلدین کی شروعات کی طرف مراجعت کرنا ہی اس روایت کے جھوٹے و جعلی ہونے کی دلیل ہے۔ اس روایت کو گھڑنے والا اتنا جاہل ہے کہ وہ شروعات لکھنے کی نسبت باز بار حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی طرف مکر رہا ہے حالانکہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے بھی کوئی حدیث کی شرح نہیں لکھی بلکہ ان کے شاگردوں نے ان کی تقاریر کو جمع کر کے شائع کیا یعنی حضرت کشمیری کی تصانیف نہیں بلکہ مالی ہیں۔ نیز ہم چوری رضا خانیہ کو پہنچا کر دے ہیں کہ احمد رضا خان نے جو شروعات احادیث لکھی ہیں جن کی طرف علامہ کشمیری صلیہ آدی مراجعت کرتا تھا وہ کہاں ہیں کسی نے طبع کی ہیں کہاں سے دستیاب ہوں گی؟ علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے ترمذی کی شرح لکھنے کی بات کی ہے کہ اس کے لیے احمد رضا خان کی طرف مراجعت کرنا پڑی حالانکہ احمد رضا خان کی ترمذی کی نام نہاد شرح تو ان کے بیٹوں سے لیکر آج تک کے رضا خانیوں نے حقیقت میں کسب خواب میں بھی نہیں دیکھی ہوگی تو علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے کہاں سے دیکھی کی؟ سچ کہاں۔

درد رخ گور حافظہ نہ باشد

وہیے ان جعلی حوالوں سے علامہ دیوبند کا صاحب کشف ہونا تو کم سے کم ثابت ہو رہا ہے کہ جن کتابوں کو دنیا پر و ہند ہی نہیں اور جوتہ کے چل کر کسی سال بعد طبع ہو کر معرض وجود میں آئی تھیں انہیں یہ اکابر پہلے ہی سے دیکھ لیتے تھے۔

مولانا اعجاز علی صاحب دہلوی کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ:

"دور اطلوم دیوبند کے شیخ الادب جناب اعجاز علی فرماتے ہیں کہ احقر یہ بات تسلیم کر کرنے پر مجبور ہے کہ اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالم دین ہے تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہے کیونکہ میں نے مولانا احمد رضا خان کو جسے ہم آج تک کافر بدعتی مشرک کہتے رہے ہیں بہت وسیع النظر اور باسند خیال علو است عالم دین صاحب فکر و نظر پایا آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآنی و سنت سے متضاد نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں لہذا میں آپ کو مشرک و دہلی کا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کی الجھن درپیش ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں۔"۔

رسالہ النور ص ۲۵۲۔ طمانچہ: ج ۳۰۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴۔
 یہ رسالہ النور ص ۲۵۲۔ طمانچہ: ج ۳۰۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳، ۱۶۴۔

یہ رسالہ النور کس کا ہے؟ کس نے لکھا؟ اس کی کیا حیثیت ہے؟ ان رضا خانیوں نے کبھی شور
 بھی یہ حوالہ دیکھا ہے؟ اس جعلی روایت کو گھڑنے والے کو اتنا بھی علم نہیں کہ ان کا امام احمد رضا
 ۱۳۳۰ میں وفات پا گیا تھا تو دو سال بعد ۱۳۳۲ میں کیا مولانا اعجاز علی احمد رضا خان صاحب کی
 قبر میں یوسیدہ ہڈیوں سے علمی استفادہ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں؟ شرم تم کو گھر نہیں آتی
 اس کے جھوٹا ہونے کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ مولانا اعجاز علی کی طرف منسوب یہ قول:
 ”آپ (فاضل بریلوی) کے دلائل قرآن و سنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں“ حالانکہ
 مولانا اعجاز علی نے قادیانی دارالعلوم دیوبند میں جگہ جگہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل اور بدعات پر
 احمد رضا خان کے دلائل کا رد کیا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی حوالہ:

”جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں مولانا احمد رضا خان کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے
 کیونکہ وہ بہت بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا
 بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔“

(ماہنامہ ہادی دیوبند: ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ۔ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۱۶۔ صاعقۃ الرضا: ص ۱۶۳)
 مولانا احمد رضا خان کی وفات ۱۳۳۲ھ میں ہوئی تو وفات کے ۲۹ سال بعد ۱۳۶۹ھ میں
 ان کے سانحہ ارتحال پر افسوس کرنا پکار پکار کہہ رہا ہے کہ میں کسی بریلوی کذاب کے دماغ کا
 شاخسانہ ہوں۔

علامہ بنوری رحمہ اللہ کے والد کی طرف منسوب حوالہ:

کو کب اوکاڑوی لکھتا ہے:

”جناب محمد یوسف بنوری کے والد جناب ذکر یا شاہ بنوری فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ہندوستان میں

(مولانا) احمد رضا بریلوی کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حقیقت ختم ہو جاتی۔“

(سفید سیاہ: ص ۱۱۶)

مولانا اوکاڑوی نے اس جھوٹ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ایسے موقع پر حسن علی رضوی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

”اس الزام بد انہجام کے ساتھ کوئی حوالہ نہیں نہ دارالعلوم مظہر الاسلام بریلی شریف کی روسید ادا کا حوالہ ہے نہ بریلی شریف کے کسی روزنامہ اخبار یا ماہنامہ رسالہ کا حوالہ نہ کسی عام اخبارات میں ہندو پاکستان کے کسی اخبار کا سن اور تاریخ یقین کے ساتھ حوالہ لہذا یہ حوالہ خراسی ہے کسی دیوبندی ملاں کے بیٹ سے پیدا ہوا ہے اور جنم لیا ہے پھر اس مضمون کی ترتیب بھی بتا رہی ہے کہ یہ حوالہ ولد الحرام ہے۔“ (محاسبہ دیوبندیت: ج ۲ ص ۳۲۲ نمبر انوار القادر یہ کراچی)

خلاصہ کلام کہ یہ تمام حوالہ جات منکھوت اور وضع کردہ ہیں یہ اصل حوالے خود ان لوگوں نے بھی کبھی نہ دیکھے ہوں گے ہم ان پر کوئی تبصرہ اپنی طرف سے کریں تو شاید اوکاڑوی صاحب کہیں کہ جنہیں تہذیب و شائستگی سے کوئی سروکار نہیں اس لیے ہم انھیں کے فرقے کے اجمل العلماء کی کوڑ و تشنیم سے رحلی ہوئی، تہذیب و شائستگی سے بھرپور، متانت و سنجیدگی سے مرقوم عبادت ان کی بارگاہ میں بطور تبصرہ پیش کرتے ہیں:

”انہوں نے ہی بہتان طرازی کا بازار گرم کیا کتب دینیہ میں تحریریں کرنا ان کی مخصوص عادت ہے عبادات میں کھرو بیجوت کرنا ان کی مشہور خصلت ہے یہ فرقہ جب اپنی مکاری پر اتر آئے اپنے خصم (خالف) کا قول اپنے دل سے بنا کر لے آئے یہ جماعت جب اپنی الزام پر دازی پر اتر آ جائے تو خصم (خالف) کے آباء و اجداد اور مشائخ کی طرف سے جو عبادات چاہے گھڑ لے آئے ان تصانیف کے نام تراش لے پھر ان کے مطبع تک بنا ڈالے..... مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا کیا ایسا جیٹا فخر اور بہتان کیا ایسی گندی اور گھٹوئی تحریر تم نے کوئی اور بھی دیکھی؟ کیا ایسا صریح کذب اور جھوٹ کیا ایسی بے حیائیوں اور دھتائیوں کی نظیر تم نے کوئی اور بھی سنی؟ کیا ایسی بے شرمی کا مظاہرہ تم نے کبھی اور بھی کیا؟ کیا ایسی بے ایمانی اور کھوکھلائی کا مجموعہ تم نے کبھی اور بھی دیکھا؟ قابل توجہ یہ

چیز ہے کہ یہ سارا افتراء و بہتان و جعل و فریب مکر و نیکد تحریف و کذب محض اس لیے محفل میں کہ...
اے دیوبندی! ازناقل (تم یہ کہتے ہو۔۔۔ اور تمہارے مشائخ کرام ملاں خلائ کتاب میں یوں
فرماتے ہیں۔) (رد شہاب ثاقب، ص ۱۲ تا ۱۳) اور وہ غرض یہ کہ یہ لاہور۔

انہی کی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری بات ان کی
انہی کی محفل سنوا رہا ہوں چہ اگر میرا ہے رات دن کی

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی بریلوی پر جھوٹے حوالہ جات کا الزام:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضا خانی کہے کہ آپ کے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے بھی تو
شہاب ثاقب میں مولانا تقی علی خاں کی طرف غلط حوالے منسوب کیے ہیں۔

سبحانک هذا بہتان عظیم

عرض ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے وہ حوالہ جات مولانا محمد تقی خان صاحب کی کتاب
”سیف النبی“ سے نقل کیے تھے اور مؤرخ بریلوی نے مولانا عبد الکریم شرف قادری صاحب لکھے
ہیں:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا
جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔“ (مقالات رضویہ، ص ۸۰) اور سناڑ بیکلی کیسٹرز لاہور۔
تو آپ بھی حضرت مدنی علیہ الرحمۃ سے صرف اتنا مطالبہ کر سکتے ہیں کہ یہ حوالے کہاں سے
نقل کیے ہیں آگے وہ درست ہیں یا نہیں حقیقت میں ان کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں حضرت مدنی
رحمہ اللہ اس بات کے ذمہ دار نہیں۔ سیف النبی راقم کے پاس موجود ہے۔

دوسری بات ان کتابوں و حوالہ جات کو جھوٹا کہنا بھی مولانا احمد رضا خان اور ان کے قریبیوں کا
بدترین و جاہل و سیاہ ترین جھوٹ ہے اس لیے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان کتابوں کے
معلق لکھا ہے:

”فرضی مطبع لاہور کی شیلی ہدایۃ البریہ“

(وہاٹ اخیرہ مندرجہ رسائل رضویہ: ج ۲ ص ۹۳، جامعہ ایڈکیشن لاہور)

اسی طرح صفحہ ۳۹۲ پر ”مطبع صحیح صادق میتہ پور“ کو تراشیدہ اور فرضی کہا۔ حالانکہ وہی ابدایۃ البریہ جس کے حوالے مولانا مدنی رحمہ اللہ نے دیے اور جس کو خان صاحب فاضل بریلوی فرضی کہہ رہے ہیں، اہل قلم کے سامنے ہے جس کے سرورق پر یہ تحریر ہے:

”اصلاح عقائد اعمال کے موضوع پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہدایۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ امام المکملین حضرت علامہ مفتی مفتی علی خان صاحب..... والد ماجد امام احمد رضا..... ادارہ و حارف نعمانیہ لاہور۔“

کتاب پر ”حرف اول“ محمد حنیف خان رضوی پرنسپل جامعہ نور یہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کا لکھا ہوا ہے۔ تقدیم لکھنے والے عبدالسلام رضوی مہذاکھنڈی خادم تدریس جامعہ نور یہ رضویہ بریلی شریف ہے۔ جس مطبع لاہور اور جس ہدایۃ البریہ کو خان صاحب اور ان کے سامنے والے فرضی اور خیالی کہہ رہے ہیں اسے خود اسی مطبع سے چھاپ کر اس پر تقدیم لکھ رہے ہیں بلکہ خود خان صاحب اپنے والد کی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے ایک تصنیف کا ذکر کریں کرتے ہیں:

”بدیۃ البریۃ الی الشریعۃ الاحمدیہ کہ دس فرقوں کا وہ ہے یہ کتاب مطبع صحیح صادق میتہ پور میں طبع ہوئی۔“ (تفصیل دعاء ص ۳۸) [مکتبۃ المدینہ کراچی]

اب بریلوی جواب دیں کہ معاذ اللہ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے جھوٹے ثابت ہوئے یا تمہارا ایسا امام جس نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی گرفت سے بچھڑا کر اپنے ہی والد کی کتب کا انکار کروایا۔ اور ہر کوئی کبھی پرکھی مارتے ہوئے ان کتب کا انکار کر رہا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ اگر ان کتب و مطابع کا کوئی وجود ہی نہ تھا تو آخر یہ کتب ان مطابع سے چھپ کیسے گئی ہیں؟ یہ ہے!!! کہ رضا خانیست جھوٹ بولنے پر آئے تو النور، المدود، ہادی و دیوبند کے فرضی حوالے دنا کر علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر دے اور ہٹ دھرمی پر آئے تو اپنی ہی جیھی ہوئی کتب کا انکار کر دے۔ اب وہ تمام گالیاں جو جمل سنبھلی نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کو دیں جن کا ذکر اقبل میں گزر چکا ہے ایک چادر پر

لکھ کر مولانا احمد رضا خان صاحب کی قبر پر چڑھا دیا جائے اس سے زائد ہم کچھ نہیں کہتے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی ہے

قارئین کرام! مسلمانوں کا رضا خانیوں کے ساتھ اختلاف اصولی اختلاف ہے بعض حضرات صرف اسے جاہلوں کا گروہ یا صلوٰۃ و سلام و میلاد کا اختلاف کہہ کر نظر انداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بریلوی حضرات نے جو علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل نور و بشر و غیرہ پر جو عقائد اپنائے ہیں پھر ان کی گستاخانہ عبارات وہ کفر یہ و شرکیہ ہیں انہیں کسی بھی طرح مسند اہل اختلاف نہیں کہا جاسکتا یہ ضرور ہے کہ فروغ میں بھی اس مذہب والوں کے ساتھ ہمارا اختلاف ہے لیکن اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بناء پر ہے۔

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ:

”سوال: حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں و طواف کثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں حاضر رہتا ہے حضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا بریلوی کے جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کا فریق ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت دوستی رکھنی کہی ہے؟“

جواب: جو شخص اللہ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بیک کافر ہے اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت و دوست سب حرام ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۷۳)

اس جگہ حضرت گنگوہی نے واضح فتویٰ دیا ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور ظاہر ہے اور احمد رضا کی کئی کتب سے علم غیب کا عقیدہ ثابت ہے تو مندرجہ بالا فتوے میں واضح طور پر ایسے آدمی کی تکفیر کی گئی ہے اور استفتاء میں خاص طور پر احمد رضا خان کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے کسی قسم کی رعایت نہیں کی اور حکم شرعی واضح کیا۔

دارالعلوم دیوبند کے فتاویٰ:

اسی فرماتے ہیں علامہ دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ہمارے یہاں تقریباً دو تین سال سے یہ اختلاف روز افزوں ہوتا جا رہا ہے اور ہمارے اکابر دیوبند کے متکسبین فریقین میں منقسم ہوتے جا رہے ہیں لہذا متعدد جدلی امور کا منحل و دلیل جواب یا صواب تحریر فرما کر ہماری رہنمائی فرمایا۔

بریلوی، دیوبندی اختلاف فروغی ہے یا اصولی اور اعتقادی؟

ایک جماعت کہتی ہے کہ فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروغی ہے اور ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی اختیار کی تھی عارضی اور وقتی تھی کیونکہ دونوں فریقین اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور مسلک حنفی پر قائم ہیں اشاعرہ ماترید یہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں بھی دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

اب چونکہ اسلام دشمن عناصر قوت سے ابھر رہے ہیں لہذا دیوبندیوں و بریلویوں کو متحد ہو کر ان کا مقابلہ کرنا چاہیے، سامعین کے تجربات کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ایسا اتحاد عملاً کامیاب ہوگا؟ کیا اس مقصد کے لیے دیوبندیوں کو اپنے اصولی موقف اور مسائل سے ہٹنا اور عرس وسیلا اور لاشی و غیرہ میں شریک ہونا چاہئے؟

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اکابر دیوبند کا اختلاف بریلویوں سے فروغی ہی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی تھا اور ہے مثلاً نور و بشر کا اختلاف علم فیہ کلی کا اختلاف بخلاف کل ہونے کا اختلاف۔ حاضرہ ناظر قبروں پر سمجھو کہ اختلاف وغیرہ وغیرہ اہم اور عظیم ہیں، نیز اکابر دیوبند کے بارے میں تحفیری فتاویٰ ان کی کتابوں میں ہیں لہذا ان سے اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنی کتابوں سے تکفیری فتاویٰ نکال دیں اور ان سے برکت ظاہر کریں اور اپنے عقائد درست کریں۔

اول الذکر حضرات سیلا و شریف، اور عرس وغیرہ کے جوہر اور استحباب پر اکابر دیوبند کے بعض اقوال سے استدلال کرتے ہیں مثلاً رسالہ ہفت مسئلہ معارف حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب رحمہ اللہ کے بعض اقوال سے:

اب دور یاقت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا بریلویوں کی مجالس میلاد و عرس وغیرہ میں مصطفیٰ شریک ہونا جائز ہے؟

کیا ان اعمال کو مصطفیٰ برداشت کر کے متحد ہونے کی دعوت دینا جائز ہے؟

کیا یہ اختلاف اصولی و اعتقادی ہے یا فروعی؟

کیا بریلویوں کی بدعات فی نفسہ ہمارے حضرات دیوبند کے یہاں بھی جائز ہیں اور مباح؟

نقلش نظمیں شریعین کی کیا حقیقت ہے؟ کیا اس سے استہراک، چومنا اور سر پر رکھنا وغیرہ جائز ہے؟

یہ مسائل پاکستان میں بہت عام ہوتے جا رہے ہیں، ابھی تک علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو یہ لوگ

اہمیت دیتے ہیں، امید ہے کہ یہ لوگ خلاف شرع امور سے باز آجائیں۔ منہ واکو جزوا۔

فقط..... والسلام..... المستسقی: اسماعیل ہدایت..... ازہدینہ منورہ..... ۱۸/۱۰/۱۳۹۱ھ

الجواب من اللہ التوفیق

حاضر و مصلیٰ و معلیٰ! اما بعد!

دوسری جماعت کا خیال صحیح ہے کہ:

”دیوبندیوں کا بریلویوں سے اختلاف فروعی نہیں بلکہ اصولی اور اعتقادی بھی ہے“

اور پہلی جماعت کا خیال صحیح نہیں ہے کہ:

فریقین کے درمیان یہ اختلاف فروعی ہے اور دونوں فریق اہل السنۃ والجماعت میں سے ہیں اور

مسلب حق پر قائم ہیں نیز اشاعرہ و ماترید یہ کے بیان کردہ عقائد پر قائم ہیں، بیعت و ارشاد میں

دونوں فریق صحیح طریقہ پر موجود ہیں۔

کیونکہ بریلویوں (رضا خانیوں) نے اہل السنۃ والجماعت کے عقائد میں بھی اضافہ کیا ہے اور

ایسے فروعی مسائل کو بھی دین کا جزو بنایا ہے جن کی فقہ حنفی میں واقعی کوئی اصل نہیں ہے مثلاً عقائد

میں چار اصولی اور بنیادی عقائد بڑھائے ہیں: ۱۔۔۔۔۔ نور و بشر کا مسئلہ۔ ۲۔۔۔۔۔ علم فیہ کلی کا مسئلہ۔

۳۔۔۔۔۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ۔ ۴۔۔۔۔۔ بخار کل ہونے کا مسئلہ۔ اور فروعی مسائل میں غیر اللہ کو پکارنا،

قبروں پر سجدہ کرنا، قبروں کا طواف کرنا، غیر اللہ کی مقیم بنانا، قبروں پر چڑھنا، چڑھانا، مسلمان

مرد و عورتوں پر وغیرہ سینکڑوں باتیں اللہ کی ایجاد ہیں، جو صریح بدعات ہیں۔ اور بیعت و ارشاد میں

بھی ان لوگوں نے بہت سی غیر شرعی چیزوں کی آمیزش کر لی ہے مثلاً: قوالی اور وجد و سماع وغیرہ۔
یہ فریق اول کا یہ موقف خلاف واقعہ ہے کہ:

”ہمارے علمائے دیوبند اور اکابر دیوبند نے جو سختی و اختیار کی تھی وہ عارضی اور وقتی تھی۔“

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دوح بندیت نام ہی ترکہ بالسنتہ اور صغیر عن البدعہ کا ہے اکابر دیوبند کا عمل ہمیشہ ”فاحصہ مع ما تقرر“ پر رہا ہے، انہوں نے کبھی دین کے معاملے میں مداخلت نہیں فرمائی، البتہ انہوں نے مقابلہ آرائی اور محاذ آرائی اور تکفیر بازی سے بھی گریز کیا ہے اور ہمیشہ نرمی اور حکمت سے اصلاح حال کی کوشش کی ہے، ایسے آج بھی ان کے اخلاق کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

رسالہ ”لیعلہ ہفت مسئلہ“ ”مسئلہ سیم“ سے پہلے کی تصنیف ہے، اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، اور حضرت شیخ سہارنپوری رحمہ اللہ کے ایسے اقوال ہمارے علم میں نہیں۔

اور ریلویوں کی مجالس میلاد اور عرس وغیرہ میں مصلحتاً شریک ہونا بھی جائز نہیں ہے، اور اس کی ممانعت دو والدین فیصد ہونے میں مذکور ہے اور لکھ دینکھ ولی دین میں اشارہ بھی اسی طرف ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۵ صفحہ ۳۰۲ میں تحریر فرمایا کہ: ”رسوم بدعات کے مفسد قابل تراجیح نہیں“ اور جلد ۳ صفحہ ۳۸۰ کے سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عرس وغیرہ بدعات میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں، ان کی بے ضرورت تعظیم و تکریم کرنے والے بھی ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی حدہ الاسلام“ کا مصداق ہیں۔

اور بعض اہل بدعات کے فی نفسہ جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امور فی نفسہ تو جائز ہوتے ہیں جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کا تذکرہ کرو مگر التزام اور شرائط و قیود کی پابندی کی وجہ سے وہ چیزیں بدعت کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہیں، اور وہ ناجائز ہو جاتی ہیں۔

اور نقشہ فعل مبارک کی کوئی اصل نہیں ہے، اور استبراک اور اس کا چھوٹا اور سر پر رکھنا بے اصل ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے امداد الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۷۸ میں اپنے رسالہ ”نیل النظار بتعلیل المصلحتی“ سے رجوع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ التکھ و احکھ۔

حررہ و سعید احمد پالن پوری عفا اللہ عنہ۔۔۔ اخبار دارالعلوم دیوبند: ۲۳ رذہ القعدہ ۱۳۱۷ھ

محمد تقی الدین۔۔۔ مفتی دارالعلوم دیوبند: ۲۵ رذہ القعدہ ۱۳۱۷ھ

الجواب الصحیح..... العبد نظام الدین..... مفتی دارالعلوم دیوبند: زوال القعدہ ۱۳۱ھ

(یہ فتویٰ آپ کے مسائل اور ان کا حل میں موجود ہے حوالہ آخر میں آ رہا ہے)

”سوال: سنیت میں دو ٹکڑے۔ دیوبندیت اور بریلویت کیسے جائز ہے؟

جواب: بریلوی فرقہ کا اہل السنۃ والجماعت سے اختلاف صرف فردی نہیں اصولی ہے، اس لیے یہ لوگ اہل السنۃ والجماعت ہی سے خارج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“..... دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

یہ مذکورہ فتویٰ دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ سے لیا گیا ہے:

فتویٰ نمبر ۱۲ / N = ۱۳۳۳ / ۰۵۹ - ۱۰۷۶ سوال نمبر ۷۰ / ۳۲۶

مظاہر العلوم سہارنپور کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (دیوبند) اس بارے میں کہ

حضرات اکابرین دیوبند کا جماعت بریلویہ سے جواب تک اختلاف رہا ہے، یہ اختلاف فردی ہے یا اصولی و عقائد کا اختلاف ہے؟

اور جو بدعات بریلویوں نے اختیار کر رکھی ہیں مثلاً حجیرہ، میسواں، چالیسواں، برسی، قبروں پر سلاخ عرس، سیلا کا قیام، اجتماعی سلام، وغیرہ ان امور کی اکابر دیوبند خصوصاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے جو شدت سے ان کی تردید کی تھی کیا موجودہ علمائے دیوبند اس پر قائم ہیں؟ یا اس میں کچھ فخت آگئی ہے؟

اور کیا جماعت بریلویہ کو کسی بھی اعتبار سے اہل السنۃ والجماعت میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

کیا ان لوگوں کا مذہب حضرات اشاعرہ اور حضرات ماتریدہ کے موافق ہے؟

بعض ایسے لوگ ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ سے اعتبار کے بدل ہیں، انہوں نے یوں کہنا شروع کیا کہ: اکابر دیوبند جو بدعات سے منع فرماتے تھے وہ مدعا للہاب تھا اور عارضی طور پر ان سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے، اور یہ کہ مصلحتوں کی بنا پر ان بدعات کو اختیار کر لینا چاہیے۔

در یافت طلب امر یہ ہے کہ:

کیا واقعی موجودہ حضرات علمائے دیوبند نے بریلویوں کی بدعات کی مخالفت میں کچھ پاکیزہ اختیار کر لیا ہے؟

اور کیا مصلحتاً ہلکا ہو جانا مناسب ہے؟

اور کیا حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے دیوبندی تھے؟

ان کے اکابر نے جو سوچ کچھ کر بدعات بریلویہ کا سختی سے مقابلہ کیا تھا، کیا یہ شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کو گوارا نہیں تھا؟

ان سے انتساب رکھنے والے جو بعض لوگ بریلویوں کی بدعات (جیسا کہ حال ہی میں ایک پاکستانی صاحب نے "اکابر کا مسلک و مشرب" کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے) والے اعمال کو مصلحت کے نام سے اختیار کرنا مناسب سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی رائے کا کیا وزن ہے؟ کیا ان لوگوں کے انتساب سے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کی شخصیت پر حرف نہیں آ رہا ہے؟

بیہ اثر جواب۔۔۔ اسامیل بدعات و مذہب مذکورہ

الجواب

حضرات علمائے دیوبند جن کے اسمائے گرامی سوال میں مذکور ہیں، اور ان کے حجازی و خلفاء سب بچے شیعہ سنت تھے، اور ہر ایسی چیز کے شدت سے مخالف ہے جو شرعی اصول کے مطابق بدعت کے دائرہ میں آتی ہو، چونکہ حسب فرمان نبی اکرم ﷺ ہر بدعت گمراہی ہے، اس لیے اس گمراہی سے امت کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، اس سلسلے میں ان کی چھوٹی جڑی سنا میں معروف و مشہور ہیں، اور ان کی تردید مضامین اور فتاویٰ "البراہین القاطعہ"، "المہجد علی المنہج"، اور "اشہاب الثاقب"، "انوار الفتاویٰ"، اور "اصلاح الرموم" میں موجود ہیں۔ انہوں نے سوچ کچھ کر اپنا عالمانہ و مداری کو سامنے رکھ کر خوب کھل کر نہ صرف بریلویوں کی بدعات بلکہ ہر اس بدعت کی (جو اعتقادی ہو یا عملی) جس کا کسی بھی بلا قد میں علم ہوا، سختی سے تردید فرمائی، ان کی یہ تردید عارضی نہیں تھی۔

بدعت کبھی سنت نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کی تردید بھی عارضی نہیں ہو سکتی، اور اس کی تردید میں بالکل بے اختیار کرنے کی شرعاً کوئی اجازت نہیں۔

حضرات اکابر دیوبند نے جو بدعات کی تردید کی اور اس بارے میں جو مضبوطی کے ساتھ اہل بدعت کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا، ان کی محنت اور کوشش سے کروڑوں افراد نے بدعتوں سے توبہ کی اور سنتوں کے گردیدہ ہوئے۔ آج اگر کوئی شخص یوں کہتا ہے کہ اب بدعتوں کی تردید میں سختی نہ کرنی چاہیے یا مصلحتاً ان کو کسی تاویل سے اپنا لینا چاہیے، ایسا شخص دیوبندی نہیں ہے، اگرچہ اکابر دیوبند سے متعلق ہونے کا مدعی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس سرہ بہت ہی کچے دیوبندی تھے۔ اپنے اکابر جلالہ شہم کے مسلک سے سر مو احراف کرنا نہیں گوارا نہ تھا، ان کی ساری زندگی اور ان کی کتابیں اسی پر گواہ ہیں، جو کوئی شخص ان کی طرف بدعت کے بارے میں تاویلاً پین منسوب کرتا ہے، وہ اپنی بات میں سچا نہیں ہے۔

لفظ اہل السنۃ والجماعۃ کا اطلاق حضرات اشاعرہ ماتریدیہ پر ہوتا ہے، احمد رضا خان بریلوی اور ان کی جماعت کا ان دو جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں، احمد رضا خان جو رسول اللہ ﷺ کے لیے علم قریب کلی مانتے ہیں، یا یوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو سارے اختیارات سپرد کر دیے گئے تھے، یہ دونوں باتیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں کہیں نہیں، نہ کتب عقائد میں کسی نے نقل کی ہیں۔ اور نہ ان کی کتابوں میں ان کا کوئی ذکر ہے اور یہ دونوں باتیں قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں، یہ سب بریلویوں کی اپنی ایجاد ہیں، اگر کوئی شخص بریلوی فرقہ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں شمار کرتا ہے تو یہ اس کی صریح گمراہی ہے۔

ہم سب دستخط کنندگان کی طرف سے تمام مسلمانوں پر واضح ہونا چاہیے کہ اب بھی ہم اسی دیوبندی مسلک پر شدت کے ساتھ قائم ہیں، جو ہمارے عہد اول کے اکابر سے ہم تک پہنچا ہے، ہمیں کسی قسم کی خفت گوارا نہیں ہے۔ واللہ التوفیق۔

محمد عاقل عفا اللہ عنہ..... صدر المدینین محمد سلمان..... قائم مقام ناظم
مفتی محمد علی..... مفتی محمد سر عبد الرحمن عفی عنہ..... مفتی محمد سر

(مہر دارالافتاء مظاہر العلوم سہارنپور)

(بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل از شہید اسلام مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ، ج ۱۰، ص ۲۰)

(۴۱۳۴)

امام اہل السنۃ مولانا سر فر از خان صفدر صاحب رحمہ اللہ:

امام اہل السنۃ کے تلمیذ حضرت مولانا محمد رشید صاحب مدظلہ العالی (استاذ الحدیث مدنیہ بہاولپور) فرماتے ہیں:

میں نے ایک بار حضرت امام اہل السنۃ سے پوچھا کہ بریلویوں کا کیا حکم ہے؟ ہمیں ان کے بارے میں کیا نظریہ رکھنا چاہیے؟ تو فرمایا: ان کے مولوی اور پیر قسم کے لوگ تو کفریہ عقائد کی وجہ سے کچے کافر اور مشرک ہیں، ان کے پیچھے نماز باطل بلا شک ہے البتہ عوام کی ہم تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ وہ محض جاہل ہیں، ان کو سمجھانا چاہیے اگر وہ سمجھانے کے باوجود جانتے بوجھتے ہوئے کفریہ و شرکیہ نظریات پڑھ لکھ رہے ہیں تو پھر ان کی بھی تکفیر کی جائے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت کے فرزند ارجمند مولانا عبدالقدوس قادری صاحب مدظلہ العالی نے اس بیان کی تصدیق فرمائی۔ (ماہنامہ صفدر، شمارہ نمبر ۳۰، اگست ۲۰۱۳ء، ص ۴)

مزید تفصیل کے لیے مولانا حمزہ احسانی صاحب کا مضمون "دیوبندی بریلوی اختلاف....." اور..... حضرت امام اہل السنۃ رحمہ اللہ "فتدرجہ" ماہنامہ صفدر، شمارہ نمبر ۳۰، اگست ۲۰۱۳ء کا مطالعہ فرمائیں۔

ان فتاویٰ کو نقل کرنے کا مقصد:

یہ ہے کہ اگر اکابر علماء دیوبند مثلاً حضرت تھانوی، مولانا اعجاز علی اور علامہ کشمیری جیہذا علیہم السلام احمد رضا خان یا بریلوی مسلک کے متعلق وہی موقف ہوتا جو کوکب اذکار ذوی یا مجید نظامی یا دیگر رضا خانوں نے جھوٹے حوالے گھڑ کر ثابت کرنے کی کوشش کی تو ان کے علوم و عقائد کے امین ان کے اصغر و تلامذہ خلفاء ہرگز یہ موقف نہ اپناتے جن کا ذکر باقیل کے فتاویٰ میں موجود ہے۔ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب کا مضمون "اکابر اہل

سنت دیوبند اور تکفیر احمد رضاؒ "مجلہ نور سنت کے کنز الایمان نمبر میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مہاجر اسلام مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے بھی قریباً اکابر دیوبند کے ۱۵۰ کے قریب فتاویٰ جات اور والدہ جات کو جمع کیا ہے جن میں عقائد بریلویہ پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے اور وہ انہیں شائع کرنا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔

ترجمان رضا خانیت کا دجل و تبلیس:

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

"اہل سنت و جماعت کے دیوبندیوں سے بنیادی اختلافات بھی یہی ہیں جن کو آج دیوبندی عمار الناس سے چھپاتے پھرتے ہیں حالانکہ ان سے اصولی اختلاف اہل سنت کا یہ ہے اور اس کا قرار خود دیوبندی علماء کو بھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ شاید بہت سے لوگ نادانگی سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد، قیام، عرس، قوالی، ہفت تہ، تحب وصال، چالیسواں دہری وغیرہ رسوم کا جائز و ناجائز اور بدعت و غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے مگر یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان ان مسائل میں اختلاف تو اس وقت سے ہے جب دیوبند کا مدرسہ قائم نہیں ہوا تھا اور مولوی احمد رضا خان صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا علاوہ ازیں ان مسائل کا حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے اور نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو اہل سنت سے خارج کیا جاسکے۔" (فیصلہ کن مسئلہ ۶۰۵۔ فتوحات لغویہ: ص ۳۰۰ طبع لاہور)

(دیوبندیت کے بطلان کا اختلاف: ص ۲۴، ۲۵)

یہی مہارت مولانا مفتاحا بخش قصوری نے یہ کہہ کر نقل کی:

"اس سلسلے میں علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں۔۔۔ الخ"

(دعوت نگر صفحہ ۱۲ مکتبہ اشرفیہ مرید کے ۱۹۸۳) کم و بیش یہی بات دیوبندی مذہب

قارئین! غور فرمائیں مولوی کا شرف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: ”دیوبندی علماء“ اور غشائش تصویر لکھتا ہے: ”علمائے دیوبند کے ایک ممتاز فرد“، یعنی اول الذکر کے نزدیک یہ عبارت بہت سے دیوبندی علماء کی ہے اور ثانی الذکر کے نزدیک فرد واحد یعنی مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ دونوں میں سے ہم کس کو سچا تسلیم کریں۔ پھر ان دونوں کا فراء و یکھیں کہ یہ عبارت ”عرض ناشر“ کی ہے اور اس پر جلی قلم سے لکھا ہوا بھی ہے مگر ایک اسے علمائے دیوبند کے تشیل کی طرف منسوب کرتا ہے اور دوسرا مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف۔ اس دھوکا دہی پر تو تصویر صاحب کو خود ”غور و فکر“ کرنی چاہیے۔ چہ جائیکہ وہ دوسروں کو ”ذموت فکر“ دیں۔ بہر حال ہمارا اصل اختلاف رضا خانیوں کے ساتھ ان کے کفر یہ شرکیہ عقائد کی بنیاد پر ہے جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے جس سے پہلو تھپی کرنے کے لیے ہی رضا خانیوں نے ہمارے اکابر کی چند عبارت کو آڑ بنایا ہوا ہے۔ جو عبارت کا شرف اقبال صاحب یا تصویر صاحب نے پیش کی ہے وہ کسی عرض یا شرکی ہے یہ صاحب کون ہیں عالم یا جاہل ان کا مسلک میں کیا مقام و مرتبہ ہے اس کا کچھ پتہ نہیں ابھدا ان کی تحقیق یا عبارت کے ہم ذمہ دار نہیں ان کے مقابلے میں ہم باقبل اکابر علمائے دیوبند اور ان کے دینی مراکز کا موقف پیش کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے ساتھ اصولی اختلاف ان کے عقائد کی بنیاد پر ہے۔ پھر خود کا شرف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”آج کل دیوبندی عوام الناس کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) مشرک اور بدعتی ہیں خود باللہ اور ہم حق پر ہیں۔“ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۴)

جب ماننے ہو کہ دیوبندیوں کا تم سے اصولی اختلاف ہے اور وہ تمہیں مشرک سمجھتے ہیں تو اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی کہ دیوبندیوں سے فروغی نہیں اصولی اختلاف ہے۔

پھر مولوی کا شرف اقبال صاحب رضا خانی لکھتے ہیں:

”علمائے دیوبند عوام کو مخالف دینے کے لیے خود بشر، استمداد، میلاد شریف، ختم و عرس وغیرہم مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اصلی اختلاف ان

مسائل میں ہے۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۶)

اصل میں کاشف اقبال صاحب قارئین کو یہ مغالطہ دے رہے ہیں کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ اپنے اکابر کی عبارات پر گفتگو سے پہلو توڑتی کرتے ہیں اور دوسرے مسائل میں مسیحی الجمعادیتے ہیں حالانکہ یہ مولوی صاحب کا سفید جھوٹ ہے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے ہر مقام پر ہر پلیٹ فارم پر اپنے اکابر کی عبارات اور ان پر الزام تراشیوں کا نہ صرف جواب دیا بلکہ ان کا بھرپور وقار کیا ہے۔ ہم مولوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی مثال پیش کرو جس میں علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کی عبارات کا وقار کرنے سے انکار کیا ہو وقار بریلویست حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”سیرایہ عام اعلان تھا کہ ان (بریلویوں) کا کوئی مولوی جہاں تک کہ گرفتہ پداڑی کرے مجھے اطلاع دی جائے میں ان شاء اللہ اپنے خرچ پر وہاں پہنچوں گا۔“

(بریلوی تفتے کا تیاروپ: ص ۷۳) اور افرغان کچھ لکھتے ہیں:
مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ نے مظہر الاسلام بریلوی میں تمہارے شیخ الحدیث مولانا سرور احمد گورداسپوری کو ان عبارات پر چاروں شانے چت کیا اور ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا ان کے بعد انہیں بریلی چھوڑ کر پاکستان آنا پڑا تفصیل کے لیے ”فتح بریلی کا دلکش نگارہ“ یا ”غلامانہ نعمانیہ“ ملاحظہ ہو۔ مولانا احمد رضا خان کے واسطے پر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے خود احمد رضا خان کا مقابلہ کرنے کے لیے حسام الحرمین میں دی گئی عبارات پر مناظرہ کرنا کا اعلان کیا مگر خان صاحب کو آنے کی جرأت نہ ہوئی مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ظہیر احمد سہارنپوری جیسے اکابر نے کہا کہ خان صاحب کو لے آؤ ہم مناظرے کے لیے تیار ہیں مگر ان کی جرأت نہ ہوئی مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ ساری زندگی مناظرے کے لیے احمد رضا خان صاحب کو لاکارہ رہے مگر خان صاحب اپنے بل میں دیکھ بیٹھے رہے۔ امیر عزیزت مولانا نواز تحفہ کوئی صاحب شہید رحمۃ اللہ نے جھنگ کی سرزمین پر مولانا اشرف سیالوی کو ان عبارات پر

ذات آئینہ نکلتی رہی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ”قاصد الظہر“، ”فتوحات لہجائیہ، رسائل چاند پوری“، ”تورسنت کا مناظرہ بھنگ نمبر“۔

جبکہ اس کے مقابلے میں ہم نے جب بھی تمہارے اکابر کی عبارت پر مناظرے کی دعوت دی تو فوراً اچھل پڑے کہ یہ کیسے گستاخ ہو سکتے ہیں؟ جب ہم نے تمہارے عقائد پر مناظرہ کرنے کے لیے کہا تو فوراً اچھل پڑے کہ ایسی یہ تو اصولی اختلاف ہی نہیں۔

ہم سے دفاع کا حق بھی چھیننا جا رہا ہے:

ایک طرف تو الزام دیا جا رہا ہے کہ تم اصل اختلاف کی طرف نہیں آ رہے ہو مگر جب دوسری طرف مضامینوں کے ان الزامات کا منہ توڑ جواب دیا جاتا ہے تو فوراً یہ لوگ مظلوم بن جاتے ہیں کہ تاویل میں کیوں کرتے ہو بس سیدھا سیدھا کافر کہہ دو معاذ اللہ۔ آخر یہ دنیا کا کون سا قانون ہے کہ تم کسی پر بے جا الزام بھی لگاؤ اور پھر اس سے دفاع کا حق بھی نہ دو؟ منشا تاہش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”سید گما اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر لیا جاتا یا ان سے رجوع کر لیا جاتا۔“ (دعوتِ فکر، ص ۱۵)

قصوری صاحب ایمان سے جواب دینا کیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی عبارت کو تبدیل نہ کر دیا؟ تو پھر کیا تم چپ ہو گئے؟ کیا کھٹیر کا مضطرک کر دیا گیا؟ جب کسی صورت ماننا ہی نہیں تو اس طرح کے لائینی مطالبات کا کیا فائدہ؟ نیز کیا آپ اس بات کی ذمہ داری لیتے ہیں کہ اگر ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا گیا تو آپ حسام الحرمین کو دریا برد کرنے کے لیے تیار ہیں؟

سات کے مقابلے میں ایک کی قربانی آسان ہے:

مولوی حسن علی رضوی میٹھی لکھتا ہے:

”آج بھی اگر یوہندی مکتبہ فکر کے علماء شجیدگی اور متانت اور حقیقت پسندی اور وسیع النظری سے

کام لیں اور اقتدار کے خاتمے اور امت کے اتحاد و قوتی یک جہتی کے لیے محنتی کے صرف پانچ راستے مولویوں کی قربانی دے دیں اور جن حضرات پر ان کی کفریہ گستاخانہ عبارات کے باعث مسامحہ الحرمین شریفین اور الصوامع البندیہ میں لٹوئی کفر و ارتداد لگا ہے اور عرب و عجم شرق و غرب پاک و ہند کے اکابر و مشاہیر علماء و فقہاء نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی ہے (لعنہ اللہ علی اکابرین اس جماعت کی حقیقت اپنے مقام پر ملت ازہام ہوگی ان شاء اللہ از ناقل) صرف ان محنتی کے چند مولویوں سے قطع تعلق کرتے ہوئے تو جن کو تو جن تسلیم کر لیں کفر کو کفر مان لیں اور سچے دل سے توبہ کر کے ان کی وکالت اور دلالی چھوڑ دیں جموٹی تاویلات کا سلسلہ بند کر دیں اور حسام الحرمین پر تصدیق کر دیں تو امید ہے کہ امت کا وسیع تر اتحاد یکجہتی قائم ہو سکتی ہے۔

(محاسبہ یوہودیت، ص ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

یہیں مطالبہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰)

لیکن اہم صن علی رضوی اور دیگر رضا خانیوں سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک سارے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی ہیں۔ آج ہمیں تو اتحاد یکجہتی امت کا وسیع مفاد کا لحاظ کرنے کی دعوت تو دی جا رہی ہے اور مولویوں کی قربانی مانگی جا رہی ہے، لیکن اگر رضا خانی واقعی اپنی اس مصالحت کی دعوت میں سچے ہیں تو کیا سات کے مقابلے میں صرف احمد رضا خان "ایک احمد رضا خان" کی قربانی نہیں دے سکتے؟ سات علماء کو قربان کرنے کا سودا سستا ہے یا ایک کو؟ آخر حسام الحرمین سے پہلے بھی تو یہ لوگ مسلمان تھے حسام الحرمین سے قبل ان مولویوں کی تکفیر کرنا اسلام لانے کے لیے لازمی جزو تھا حسام الحرمین کے بعد بھی کئی بریلوی اکابر نے ان کو مسلمان کہا اور حسام الحرمین کی تصدیق سے صاف انکار کیا تو اب بھی اگر بریلوی علماء و دانش مندی، وسیع ظرفی، وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک اور صرف ایک احمد رضا خان کی قربانی دے دیں تو کوئی آسمان نہیں گر پڑے گا۔ حیرت ہے کہ اگر ہماری طرف ہے احمد رضا خان پر اعتراضات ہوں تو فوراً: "سیاہ و سفید"، "محاسبہ یوہودیت"، "آئینہ اہلسنت"

”مقالات رضویہ“ ذخیرہ لکھ کر اکابر بریلویہ کی ”دلالت“ کرتے ہوئے صفحات کے صفحات سیاہ کر دئے جاتے ہیں مگر ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ دلالت نہ کرو مولویوں کی قربانی دے دو۔ آخر پس جنگل کا قانون ہے؟

پھر صرف ان سات مولویوں کی قربانی دینے کا مطالبہ بھی عجیب ہے اس لیے کہ معاذ اللہ الفرض علی سبیل انحرال ایسا کر بھی دیا جائے تو اب تک جو سینکڑوں علماء مشائخ فقہاء اولیاء اللہ اکابر امت جو ان مولویوں کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان کا کیا ہے؟ اگر ان کی قربانی بھی دینی ہے تو صرف سات کی قید کیوں لگائی اور اگر ان سینکڑوں کی قربانی دینے کی ضرورت نہیں تو صرف سات کی کیوں مانگی جارہی ہے؟

دحوال دار تقریریں :

جہاں تک کاشف اقبال صاحب نے یہ کہا کہ ان موضوعات پر دحوال دار تقریریں کرتے ہیں تو آخر آپ کو ان تقاریر سے کیا تکلیف ہے؟ ہم نے کب کہا ہے کہ ان موضوعات پر ہمارا آپ سے کوئی اختلاف نہیں؟ جو ہم ان پر لب کشائی نہ کریں۔ اگر کسی نے دحوال دار تقریر کی ہے تو یقیناً وہاں انہی موضوعات پر پہلے کسی رضا خانی نے شرارت کی ہوگی جس کے جواب میں یہ تقریر کرنی پڑی۔ آپ کے اشرف اصف جلالی آج کل دحوال دار ”توحید و سنت سیمینار“ منعقد کر رہے ہیں کبھی ان کو بھی مشورہ دیا کہ حضرت ان فردی اختلافات میں کیوں وقت برباد کر رہے ہو؟ آپ کے علامہ ارشد القادری نے ”زلزلہ“ انہی موضوعات پر لکھ کر شہرت کمائی، آپ کے مفتی احمد یار گجراتی نے انہی موضوعات پر ”جہاد الحق“ لکھ کر حکیم الامت کا تہذیب حاصل کیا آپ کے صدرالفاضل نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے سب سے پہلے جس موضوع پر قلم اٹھایا اور ”انگریز علیا“ لکھی وہ علم غیب کے مسئلہ پر ہے تو یہ مرثیہ ان کی قبور پر جا کر پڑھیں کہ حضرت جی اللہ ان دلو بندوں سے ان موضوعات پر اصل اختلاف نہیں پھر کیوں ان پر کتب لکھ کر اور

سیدنا رشتہ دار کے عوام کو مخاطبہ دیتے ہو۔ پھر کاشف صاحب آپ نے اپنی سب کت اس پر دیوں کے ساتھ رضا خانیوں کے اصولی اختلاف کو سامنے لانے کے لیے لکھی گئی کتاب میں یہ عنوانات بھی ہیں: "دیوبندی اکابر کی انگریز نوازی"، "دیوبندی علماء کی تحریک پاکستان سے دشمنی"، "دیوبندی اکابر کی تضاد بیانی کے ثبوت"، "دیوبندی اکابر کی تہذیب و تصوف"، "دیوبندی فقہ کے چند مسائل"، "دیوبندی علماء کی جبر پرستی"، "جواب دیں اصولی اختلاف علماء بے اصولیاں کیوں؟"

آپ کے علامہ کو کب نورانی اوکاڑوی لکھتے ہیں:

"دیوبندی دہائی تبلیغی گروہ سے ہزاروں اختلاف محض فردی اور خواہ مخواہ کا جنہیں بے جگہ اصولی اور بنیادی ہے یقیناً آپ جاننا چاہیں گے کہ اختلاف کن باتوں پر ہے ملاحظہ فرمائیے۔"

(دیوبند سے بریلی: ۳۲ رضی اللہ عنہما، القرآن وکلی کتبنا ہوا)

اور پھر آگے صفحہ ۳۳ پر "اصولی اختلافات" کا یوں ذکر کرتے ہیں:

"میلاد شریف، عرس شریف، ختم شریف، موم، چٹلم، فاتحہ خوانی، اور ایصال ثواب سب ناجائز و بدعت اور کافروں و ہندوؤں کا طریقہ ہے۔" (دیوبند سے بریلی: ۳۵)

"نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز۔" (دیوبند سے بریلی: ۳۷)

کاشف اقبال صاحب! آپ تو مندرجہ بالا میں سے کسی بھی مسئلہ کو اصولی اختلاف نہیں مانتے اور ان مسائل پر بحث کو مخاطبہ ہی سمجھتے ہیں مگر آپ کے علامہ صاحب ان کو اصولی اختلاف میں شمار کر رہے ہیں اب جواب دیں کہ ہم آپ کو سچا مانیں یا آپ کے علامہ کو؟

علامہ مہر علی چشتیاں جس کی کتاب سے آپ نے فرقہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

"عقیدہ حاضر و ناظر تمام امت محمدیہ کا عقیدہ اور اجتماعی مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا اور ایمان نہ کرنا ضروریات سے ہے اور جس طرح عقیدہ ختم نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدہ حاضر و ناظر کا منکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہے۔"

سے مطلق خدا و ادا علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے۔“

(دیوبندی مذہب: ص ۲۳۱ بحکم اہل سنت کراچیا)

جس مذہب کے مناظرین اور علماء میں اپنے مذہب کے اصول و بنیادی عقائد پر متفق نہ ہوں انہیں دوسروں کو اصولی اختلاف کا درس دیتے ہوئے کچھ تو شرم و حیا کے پانی سے وضو کرنا چاہیے۔

فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے:

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی بریلوی اختلافات کچھ ایسے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہو کر دیوبندیوں کی ان کفریہ و گستاخانہ عبارات کو پڑھے تو وہ دیوبندیوں کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔“

(دیوبندیات کے بطلان کا اعتراف: ص ۲۶۰-۲۵)

اور مفتاح شب قصوری صاحب لکھتے ہیں:

”انہار دعویٰ ہے کہ یہ عبارات اپنی اصل زبان میں ہوں یا دنیا کی کسی بھی زبان میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے دنیا کا کوئی بھی بااخلاق اور مہذب آدمی کسی صورت میں بھی ان کی تحسین و تصویب نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ایک مسلمان“۔ (دعوت فکر: ص ۲۹)

جواباً عرض ہے کہ اگر معاذ اللہ اہل حق اہل سنت و الجماعت کی یہ عبارات انہی ہی صریح طور پر گستاخانہ ہیں تو فیصلہ عوام پر کیوں نہیں چھوڑتے؟ کیا وجہ ہے کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر حواشی چڑھانے پڑتے ہیں، ان عبارات کو بلا تبصرہ بلا عنوان بلا حاشیہ عوام کے سامنے کیوں پیش نہیں کیا جاتا؟ کوئی ایک کتاب کوئی ایک تقریر ایسی دکھلاؤ جس میں ان عبارات کو بیان کرنے سے پہلے اس پر مکروہ عنوان یا اس کا مکروہ خلاصہ بیان کر کے عوام کی مخصوص ذہن سازی نہ کی گئی ہو۔ اگر تم لوگ واقعی اپنی اس بات میں سچے ہو تو پھر ہم بھی دعوت دیتے ہیں کہ پاکستان سے کوئی ایسے تین اشخاص منتخب کر لو جو صاحب زبان ہوں دیوبندی بریلوی اختلافات کا کچھ علم نہ رکھتے

ہوں اور نہ ہی ان کتب کا کبھی مطالعہ کیا ہو نہ کبھی ان کے بارے میں کچھ سنا ہو ایسے لوگوں کو یہ کتابیں پکڑادی جائیں اور ان سے کہا جائے کہ ان کا مکمل بالاستیعاب مطالعہ کرو اور جہاں کوئی بات قرآن و سنت کے خلاف دیکھو نشان زد کرو اگر انہوں نے ان عبارات پر ایسا اعلیٰ اعتراض کیا جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہو تو سر آنکھوں پر۔

پھر آپ کے جن اکابر نے ان عبارات کو ٹھیک سمجھا کیا وہ بد اخلاق، بد تہذیب، کافر لوگ تھے جو ان عبارات کی تائید و تحسین کر رہے ہیں؟ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا عبدالسمیع رامپوری نے براہین قاطعہ کی گیارہ عبارات نقل کی ہیں جن کے متعلق کہا:

”مؤلف براہین قاطعہ نے بہت مضامین ایسے لکھ دیے جس سے اکثر اہل اسلام متوحش و متحیر ہو گئے۔“ (انوار سائدہ، ص ۳۲ در ضیاء القرآن، پہلی کینز لاہور)

مگر ان ”متوحش عبارات“ میں براہین قاطعہ کی وہ عبارات پیش نہ کی جس پر خان صاحب بریل نے حسام الحرمین پر کفر کا فتویٰ دیا جس عبارت پر قصوری صاحب عوام کو دعوت فسکورے رہے ہیں نیز حسام الحرمین سے پہلے ہندوستان کے کسی مستبد عالم دین نے ان عبارات کا وہ معنی مفہوم مراد نہیں لیا جو احمد رضا خان صاحب کے ایمان و دماغ میں آیا جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ احمد رضا خان اور اس کی حسام الحرمین فساد کی اصل جڑ ہے ورنہ دیگر کو ان عبارات میں ایسی کوئی قباحت نظر نہ آئی۔

اصولی اختلاف صرف ایک مسئلہ پر:

ترجمان رضا خانیت کا شرف اقبال صاحب آج اپنی عوام کو سب سے زیادہ دے رہے ہیں کہ دیوبندیوں کے ساتھ ہمارا اختلاف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ و رسول، انبیاء و پیغمبر، صحابہ کرام اور اولیاء امت کی گستاخیاں کی ہیں معاذ اللہ۔ جبکہ بریلوی ارجل العلماء مولانا اجمل سنبلی صاحب لکھتے ہیں:

”معتف صاحب اگر تمہارے اکابر قائل امکان کذب اور قائل وقوع کذب الہی کو کافر و زندقی

جانتے تو تمہارا جدید مذہب ہی کیوں بننا اور ہم اہل سنت سے تمہارا اختلاف ہی کیا ہوتا۔

(رد شہاب ثاقب: ص ۲۹۶ اور نوٹ پر غور فرمائیے)

تو مولوی صاحب تمہارے اکابر کے نزدیک تو بابائے التزاع مسئلہ صرف ایک ہے اور وہ ہے "امکانِ کذب" تو خواہ تو اہل دوسری باتوں پر وقت کیوں صرف کرتے ہو یہ وہ کتاب ہے جس کے پڑھنے کی تلقین آپ اپنے قاری کو بھی کر رہے ہیں۔ تو پہلے خود تو اس کتاب کے مستدرجات سے متفق ہو جاؤ۔

فروغی مسائل میں سلف و صالحین سے جدا ہونے کا الزام:

مولوی کا شرف اقبالِ رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

"دیوبندی مذہب فروغی مسائل میں بھی سلف و صالحین سے جدا ہے اس کا اقرار بھی دیوبندی علماء نے خود کیا ہے کہ اس سلسلے میں حضراتِ علمائے فرنگی مملکت حضرت مولانا عین القضاہ صاحب علیہ الرحمۃ، مولانا معین الدین اجیمیری، مفتی، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علمائے کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جاسکتا ہے ان حضرات کا مسلک حضراتِ علمائے دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا۔"

(فیصل کن مناظرہ: ص ۶۔ فتوحاتِ نعیمیہ: ص ۳۰۰)

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف صفحہ ۲۵ پر یہی بات مولانا منظور نعیمی صاحب دیکھنے کے حوالے سے مولوی غلام مہر علی نے اپنی کتاب "دیوبندی مذہب صفحہ ۶۹ و صفحہ ۶ بار اول میں بھی لکھی۔

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اول تو یہ عبارت کسی ناشر کی ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں پھر خود تکفیر کے مسئلہ میں علمائے فرنگی محل بریلویوں کے ساتھ نہیں اسی طرح مولانا معین الدین اجیمیری نے بھی علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی بلکہ ایک پوری کتاب احمد رضا خان صاحب کے خلاف بنام "تجلیاتِ انوار السعین" لکھی جس میں مولانا احمد رضا کی وہ گت پائی ہے جو پڑھنے کے لائق

ہے۔ تو اس معاملے میں سلف و صالحین کے باغی تو تم بھی ہوئے۔ پھر کیا ان حبار مولویوں کا نام سلف و صالحین ہے؟ آؤ ہم تمہیں دکھاتے ہیں کہ سلف و صالحین کا باغی کون تھا؟

مولانا احمد رضا خان صاحب اکابر کا باغی:

مولوی محمد ارمیل بریلوی لکھتا ہے:

فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

”حقیقت یہ ہے کہ مولانا رفیع کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل وقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہوا اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی۔“

(حقائق شرح مسلم و دقائق تہیان القرآن: ص ۷۰، افریدی بک اسٹال لاہور)

بریلویو آنکھیں کھول کر اس حوالے کو پڑھو، ۱۳۰۰ سال میں سینکڑوں فقہ گزرے ہیں لیکن احمد رضا خان کی ایسی طبیعت تھی کہ کسی کی تحقیق پر اعتقاد نہیں کیونکہ مذہب جو جدید بنانا تھا اس لیے پوری امت سے اختلاف کر کے ایک نیا دین بنایا۔ چار مولویوں سے دیوبندی اختلاف کرے تو سلف کا باغی اور جو آدمی ساری دنیا کے علماء سے اختلاف کرے یہ اس کی عظمت کی دلیل بن جائے یا رکچھ تو خدا کا خوف کرو۔

مولانا احمد رضا خان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین کا باغی:

”مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جنہیں کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے۔“

(حقائق شرح مسلم و دقائق تہیان القرآن: ص ۷۳، افریدی بک اسٹال لاہور)

اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی فیض الرحمن، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جدید بریلوی اکابر کی تحریک ہیں۔

توحید ذاتی اور صفاتی حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت قرآن کریم قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔“ (تفسیر ضیاء القرآن: ج ۱ ص ۵)

غور فرمائیں! انہوں نے تو واضح طور پر دونوں گروہوں کو ضروریات دین میں کلی طور پر متفق مانا ہے۔

مولوی محمد امین خادم خاص شاہ احمد نورانی و ناظم انوار القرآن کراچی:

”تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ سے تعلیمات نبویہ کی پیروی کی اور اسی کو اپنا مشعل راہ بنایا اور باہمی اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ کیا مگر کچھ فتنہ پسند افراد نے مسلمانوں میں اختلافات کو ہوا دی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور جو ملت ایک فرد و احد کی طرح قائم تھی اس کو بھی فروغی اور کبھی اصولی اختلافات کے ذریعے تقسیم کر دیا مگر ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے آپس کے اختلافات کی مٹانے کی کوشش کرنے کی مشقت اٹھاتے رہے اختلافی مسائل کو درمیان سے ہٹا کر مختلف مسائل پر اشتراک کر کے ایک مشترکہ مقصد کے لیے جدوجہد کے لیے تیار کرتے رہے، چنانچہ برصغیر میں جب تحریک پاکستان شروع ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس تحریک کی حمایت کی اس کے لیے جدوجہد کرنے والوں میں اہل سنت و جماعت کے علماء تھے کچھ دیوبند کے علماء بھی تھے، شیعہ تھے تو اہلحدیث بھی تھے۔“

(عہد رواں کی ایک عبقری شخصیت، ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱

”قوم شیعہ، دیوبندی، سنی، حنفی، وہابی، بریلوی، غیر بریلوی، مقلد اور غیر مقلد کے بے معنی اور بجا جواز تفریق میں پھنسی ہوئی تھی“۔ (ماہنامہ الفیضان، ۱۶ مارچ ۲۰۱۳ء)

یہ جمعیت والے تو کہتے ہیں کہ یہ سب اختلاف ورامد بازی ہے لفظی اختلاف ہے مولوی کاشف صاحب آپ کی جماعت و مذہب کے ان علماء کے مقابلے میں آپ کی بھلا کیا حیثیت ہے؟ کچھ تو شرم کریں پہلے اپنی چار پائی کے نیچے جھاز دیکھیں۔

ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد اول کس نے ڈالی؟

ترجمان رضا خانیت نے دیوبند کے بطلان کے انکشاف صفحہ ۲۸ پر یہ عنوان قائم کیا ”ہندوستان میں وہابیت و دیوبندیت کے فتنہ کی بنیاد اول“ اور پھر یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ ”سب مسلمان متفق تھے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے آکر اختلاف برپا کیا اور اسی نے سب سے پہلے ہندوستان میں وہابیت کی بنیاد ڈالی“۔ یہی رام کہانی مولوی غلام مہر علی نے دیوبندی مذہب، ارشاد قادری نے سوانح امام احمد رضا کے مقدمہ میں دلدھپانوی نے انوار آفتاب صداقت میں، ابوالحسن زید قادری نے مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان میں غرض اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں اس الزام کو دہرایا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جید بریلوی اکابر نے ہندوستان میں ”وہابیت“ کا سہرا ”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ“ کے سر باندھا ہے اور اس کے لیے جو مکروہ تاریخ نویسی کا ثبوت اس پیٹ پرست مذہب کے مولویوں نے دیا ہے اس کو دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔

شاہ ولی اللہ وہابی تھا رضا خانی اکابر کی ہرز و سرائی:

مولوی محمد رمضان قادری بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”شاہ ولی اللہ کے سنی حنفی یا غیر مقلد وہابی ہونے کی تحقیق۔۔۔

واضح ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی زندگی کے پہلے دور میں کچھ حنفی اور عظام اہل سنت و جماعت کے نہ صرف حامل بلکہ مبلغ و داعی تھے مگر افسوس کہ زندگی کے دوسرے دور میں یعنی غلبہ و

حجاز میں ابن عبد الوہاب نجدی سے ملنے کے بعد وہابیت سے متاثر ہو گئے۔۔۔۔۔ شاہ ولی اللہ صاحب کا نام احمد ہے آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب مقلد حنفی اور مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کیے اور جیسے کہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں آپ بھی مقلد حنفی اور علوم شریعت و طریقت کے عالم باعمل تھے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین بنے آپ کو دس قدر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی کہ آپ کو شاہ ولی اللہ قطب الدین جیسے معزز القاب سے نوازا جانے لگا۔ واضح رہے کہ شاہ صاحب موصوف ابن عبد الوہاب نجدی کے معاصر ہیں جس زمانے میں آپ ہندوستان میں دینی خدمات سر انجام دے رہے تھے اسی زمانے میں شیخ نجدی نجد و حجاز میں وہابیت کے فروغ و ترقی اور لوٹ مار میں مصروف تھا جب شاہ ولی اللہ صاحب فریضہ حج ادا کرنے حجاز مقدس پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات ابن عبد الوہاب نجدی سے ہو گئی (یہ سفید جھوٹ ہے تاریخ میں ان دونوں حضرات کی ملاقات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ الزناقل) شیخ نجدی یہ جان کر کہ آپ عالم شہیر اور مسلمانان ہند کے ذی اثر علماء میں سے ہیں آپ سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ پیش آیا اور میل جول بڑھتے بڑھاتے ان دونوں میں بے تکلفی کی حد تک دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ شاہ صاحب تحریک وہابیت کی سیاسی سرگرمیوں کو دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے اور معاہدہ ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے تنزل اور انحطاط کا نقشہ تصور گویم کیا مسلمانوں کی اس ڈگمگاتی حکومت کے خلاف انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کی سازشوں اور جس میں فضل حق خیر آبادی جیسے لوگ ملازم تھے (الزناقل) اور ریشہ دانیوں کو یاد کر کے ہنس رہے ہوئے چنانچہ آپ نے پختہ فیصلہ کر لیا کہ آپ ہندوستان پہنچ کر ابن عبد الوہاب نجدی کے طریقے اور اصولوں پر مسلمانوں کی تنظیم اور تحریک اقامت دین چلا کر پورے ہندوستان میں ایک مضبوط اسلامی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد میں لگ جائیں گے۔ آپ نے شیخ نجدی کے طریقہ کار اور اصولوں کو اسلامیان ہند کی زیوں حالی کا مکمل علاج قرار دے کر ابن عبد الوہاب نجدی کی ہدایات اور مشورے سے ایک منصوبہ بنایا اور اس پر غور و غوض کرنے کے بعد لائحہ عمل مرتب کر کے مراجعت کی۔۔۔۔۔ مگر چونکہ شیخ نجدی کی تحریک وہابیت کی بنیاد اصول وہابیت پر قائم تھی اس لیے شاہ صاحب موصوف نے جب مسلمانان ہند کی تنظیم و اصلاح کے پیش نظر اس کے اصولوں کو اپنا

حکویہ اصول و ہدایت علی گواہ کیا اور اس طرح آپ پر بایں ہمہ علم و فضل و ہدایت کا رنگ چھڑھ گیا۔ اپنے والد ماجد کی تعلیم و تربیت سے آپ..... تو ابو الوہاب یہ ابن عبد الوہاب مجددی کی صحبت کے اثر سے غیر ارادی طور پر ان مقامات سے آپ کی نظر اٹھ گئی اور انہوں نے مسلمانان ہند کو سیاسی کامیابی حکومت اسلامیہ کے استحکام اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو شکست دینے کے جوش و جذبے میں مغلوں ب اور ابن عبد الوہاب مجددی کی کامیابیوں سے مرعوب ہو کر اصول و ہدایت کو قبول اور اختیار کر لے ہوئے اس امر پر غور نہ فرمایا کہ ہدایت کے اصول و عقائد جمہور اہل سنت و جماعت کے اصول و عقائد سے یکسر مختلف اور حقیقتاً اصل اسلام علی کے خلاف ہیں اور درحقیقت ایک عظیم فتنہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پر بھی تو جہنم کی کہ ہندوستان میں اصول و ہدایت کے تحت تحریک اقامت دین کو مسلمانان ہند قبول و برداشت نہیں کریں گے۔ اور ان کی شخصیت پر بھی برا اثر پڑے گا۔ پس ان پر جو دھن سوار ہوئی تھی اسی دھن میں ترویج و ہدایت کا پختہ فیصلہ کر بیٹھے۔

ہندوستان واپس پہنچنے پر آپ کی حالت ہی بدلی، اندوہ مال نہ رہ گیا تھا اور تہی طریقے کے اطوار باقی تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں خاڑ سے واپس آنے کے بعد والد ماجد کی نسبت بالخصوص اور علم و تقریر کی حالت کچھ اور ہی ہو گئی تھی..... پس جب آپ کے شاگردوں اور آپ کے والد محترم کے تربیت یافتہ اور سلجھے ہوئے عقیدت مندوں نے خلاف توقع آپ کے منہ سے نامدانوس باتیں اور عقائد اہل سنت کے خلاف آپ کی گفتگو سنی (لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِينَ: از ناقل) تو حیران و مستحضر ہو گئے اور رفتہ رفتہ آپ سے بے تعلق ہوتے چلے گئے۔ تاہم شاہ صاحب اپنے طے کردہ پروگرام کے مطابق اصول و عقائد و بابیت کی ترویج میں کوشاں رہے نیز اس سلسلے میں بھی چند کتابیں بلاغ النبیین (تاریخ نویسی کے ذریعے موصوف صفت میں مطابقت کا خیال نہ رہا) اور تحفۃ السعدین وغیرہ تصنیف کیں۔ (اخفی کتابوں کو وہ اپنی صاحبانِ کثرت شائع کرتے ہیں اور مفت تقسیم کرتے ہیں) مسلمانوں نے شاہ صاحب کو ان کے انوکھے و پامیانہ خیالات و عقائد کو قبول نہ کیا۔ مدعی اور اطراف وجواب میں شور مچا ہو گیا کہ ولی اللہ دہانی ہو گیا علامے اہل سنت شاہ صاحب کی اس غلط روی کے خلاف کمر بستہ ہو گئے اور انہوں نے وہاں پامیانہ عقائد کی نہایت فرض شناسی کے ساتھ بر محل تردید کی شاہ صاحب نے خود کو نبھا ئے اہل سنت کے ٹھکڑی کہلا کر شروع کیا اور دوسرے دہانی

بھی ان کی ضروری میں محمدی کہلانے لگے۔ اس طرح شاہ ولی اللہ صاحب کے ذریعہ اس ملک میں بھی وہابیت کی داغ بیل پڑ گئی اور مسلمان قوم میں وہابی کے جھگڑے میں پھنس کر باہم دست و پا کر رہا ہوا ہو گیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

(مکمل تاریخ وہابیہ: ص ۷۲ تا ۷۹، شرکت قادریہ پشاور سندھ ۱۹۸۲ء)

یہ کتاب شاہ تراب الحق قادری کے احترام سے شائع ہوئی، اس پر بریلوی مناظر مولوی صاحب الرحیم سکندری نے مقدمہ لکھا، مثلاً تالیف قصوری نے نشان منزل کے عنوان سے کتاب کی تحسین، تعریف کے قلابے ملائے جبکہ بریلوی معین الملت مولوی معین بریلوی نے کتاب پر تقریظ لکھی، تم ویش یہی مکر وہ تاریخ بریلوی غزالی جنید ورازی دوران مولوی امرا چھروٹی صاحب سے اپنی بدنام زمانہ کتاب "مقیاس حقیقت" صفحہ ۵۷۵ تا ۵۸۵ برادر الحقیاس امچھرہ ۱۹۶۶ء پر بیان کی ہے۔

تاریخ کرام! آپ نے بریلوی جید اکابر کی طرف سے تاریخ کے نام پر اس جھوٹ مسک فریب کے سیاہ پلندے کو بلا حقد کیا یہ جھوٹی تاریخ گھڑنے کی وجہ بھی خود اس مولوی کے قلم سے ملا حقد فرمائیں:

"اس امر کی تحقیق میں یہ رسالہ تالیف کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ موجودہ زمانے کے وہابی صاحبان بدلے ہوئے حالات کے تحت تاریخ کو سچ کرنے کی مستحکم جدوجہد میں مصروف ہیں۔" (مکمل تاریخ وہابیہ: ص ۱۵)

پچھلے کواپنے چھپو نظر نہیں آ رہے ہیں اور لوگ کو طعنہ دے رہا ہے کہ تجھ میں دو سوراخ ہیں مولوی غلام مہر علی چشتیاں جس کی دیوبندی مذہب سے مواد سرقہ کر کے کاشف صاحب نے کتاب تیار کی وہ لکھتا ہے:

"مبارے فساد کی جزا مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ مولوی اور دینی سامی بہانے والے ان کے بیٹے رفیع الدین و عبد القادر ہیں چہاں عامہ کے دور میں دینی میں سقہ بچہ کی طرح ان کی طرح

شاہی کا چڑے کا سکھ چلتا تھا۔ یہ مولوی احمد اللہ دان جھٹکان کا حیرت انگیز بیوی تھے اول سنی پھر مجددی۔۔۔۔۔ خود چاہے اللہ بخش تو نسوی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے ہنگام شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ہٹا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا۔“

(عصرۃ النبی المصطفیٰ ص ۷۷۷)

بریلوی رئیس القلم سید عبدالکریم علی ہاشمی لکھتا ہے:

”اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینہ کے ۱۲ استادوں سے لیا ہے شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحاب حدیث سے حدیث کی سند حاصل کی ہے چنانچہ سب سے پہلے آپ نے مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان میں لے آئے۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر: ص ۶۱)

بہر حال رضا خانوں کی بیان کردہ اس مسخ شدہ تاریخ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

❖ شاہ ولی اللہ اپنے پہلے دور میں اہل اللہ والجماعۃ مسلمان تھے۔

❖ شاہ صاحب جب حجاز مقدس پہنچے تو وہاں محمد بن عبدالوہاب مجددی مرحوم سے ملاقات ہوئی۔

❖ آپ اس کی نقل و غارت گری اور لوٹ مار سے بہت متاثر ہوئے۔ معاذ اللہ۔

❖ چنانچہ آپ نے اس سے دوستی کی اور مکمل جوں کے توڑ کے تعلقات جڑھ کر لے کر مکلف دوستی میں بدل گئی۔

❖ آپ نے مجددی اصولوں پر تحریک اقامت دین قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔

❖ اس سلسلے میں محمد بن عبدالوہاب مجددی سے صلاح مشورہ کیا۔

❖ جب اصول و ہدایت کو اپنایا تو وہابی رنگ چھ گیا۔

❖ شیخ مجددی کی صحبت کی وجہ سے بلند مقام و رفیع درجات سے یکسر محروم ہو گئے۔

❖ ایسا دھن سوار ہوئی کہ تمام تر مخالفت کے باوجود وہابی دین قائم کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔

ہندوستان واپس آ کر اپنے واپس آنے کے بعد کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی۔ معاذ اللہ۔ اسی سلسلے میں ابلاغِ بحین اور تحفۃ الموحدین نامی کتب تصنیف کی۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے اسے قبول کیا اور ایک شور برپا ہو گیا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی ہو گیا۔

وقت کے تمام بڑے علماء نے آپ کی ترویج شروع کر دی۔ آپ نے اہل سنت کے نام سے بیزاروں کا ظہر کرتے ہوئے خود کو فہمی کہلاتا مشہور کر دیا۔

سب سے پہلے مدینہ سے ہندوستان میں وہابیت کو شاہ ولی اللہ لائے انہوں نے اہل سنت و جماعت کی تاریخِ نقل و حال کو سنی قوم کو سنی دہلوی کے نام سے باہم دست و گریبان کر دیا۔ دیکھ سیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے محبت رکھنے والوں کو رضا خانیوں کی ذکر کر دہان کے دلوں سے زیادہ اس سیاہ تاریخ کو پڑھتے ہوئے جس کو فت اور فتنی اذیتا سامنا کرنا پڑا ہندو اس پر معذرت خواہ ہے لیکن کیا کریں جب تک ان امور کو سامنے نہ لایا جائے عوام اس زہر پلے اہل سنت و جماعت کے کو کس طرح پہچان پائیں گے۔ بہر حال وہ رضا خانیہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر یہ بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ وہابیت کی تاریخ بے سیل لائے والے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہیں وہ اپنے اکابر کی اس تحقیق کو پڑھیں اور اپنا قبلہ درست کریں۔

مولانا احمد رضا خان بھی وہابی تھے:

ترجمانِ رضا خانیت لکھتا ہے:

”گو یا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالمعز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام الملتی احمد رضا خان۔۔۔ بریلوی۔۔۔ نے فرمائی ہے۔“ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف ص ۳۵)

جب رضا خانی بریلویوں کے عقائد وہی ہیں جو شاہ ولی اللہ کے تھے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

تو چہارے نزدیک اپنا دینی تھا اس دہا بیت پر ان کی وفات ہوئی تو مانو کے تم سب بھی وہاں ہو اور مولانا احمد رضا خان بریلوی اسی دہا بیت کی ترجمانی کرتا تھا تو مورد الزام صرف شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کیوں؟ پھر یہ کہنا بھی کھلا جھوٹ ہے کہ ہم حضرت شاہ صاحب کے عقائد پر ہیں یہ حضرات علم غیب کو خاصہ خداوندی مانتے، اولیاء اللہ کو حاجت روا ماننے کو مشرک سمجھتے، مزارات ہر کے ہانے والے منکرات کو مشرکین مکہ کا مشرک کہتے، عید الفی نام رکھنے کو منع کرتے، اولیاء اللہ کے ہم پر بڑے جھگڑا مانتے وغیرہ ان میں سے ایک سے بھی بریلوی اور اس مذہب کا بانی مولانا احمد رضا خان صاحب متفق نہ تھے بلکہ کھلم کھلا انہیں دہا بیت کہتے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقطع ہے:

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذ اللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے احادیث نبوی منقطعہ کی سندیں ان سے لیتے مدقوں ان کی خدمت کا دی و کفیل برداری کی داد دیتے انہیں شیخ اللہ عادل بناتے ان کی ملاقات کو ہاتھ دست ہوس تعمیر فرماتے ہیں محدثی کا تہہ حدیث کی سندیں یوں برباد ہوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے کیا نسبت خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و تعظیم حاصل اور ان کی سب سندیں تمہارے طور پر مشرک اعظم و کافر اکبر شامل کہاں کی شای کسی محدثی اصل ایمان کی سلامتی مشکل“۔ (حیات السموات: ص ۱۶۳ رسالہ ایڈیشن)

مولانا احمد رضا خان صاحب نے جس قسم کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث و ہلوی کی طرف منسوب کر کے جس تہذیب و شانگی کا ثبوت دیا ہے وہ قارئین خود ملاحظہ فرمائیں۔ سردست ہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اگر سند حدیث میں کوئی کافر مشرک آ جائے تو سند حدیث برباد اور محدثی و شانی ضائع ہوئی تو مولانا احمد رضا خان صاحب کو اپنے پیسہ مار ہروئی سے جو اعزاز کی سند حدیث ملی ہے اس میں تیسرے نمبر پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا نام

ہے (رسائل رضویہ ج ۲ ص ۲۶۹-۳۰۵) تو گو یا مولانا احمد رضا خان صاحب کی سند حدیث منقول ہے کیونکہ اس میں شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں جن کو معاذ اللہ تم نے وہابی گستاخ ہے ایمان لکھا۔ یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب کی جتنی سند ات حدیث کی رضا خانیوں نے پیش کی ہیں وہ سب کی سب اعزازی ہیں جو مختلف علماء سے ملنے کا دعویٰ کیا ہے مولانا احمد رضا خان صاحب نے حدیث کی سند اول کتب کسی کتب میں بیحد کر کسی محدث سے نہیں پڑھیں۔

مولوی غلام مہر علی چشتیاں کی الٹ لیلوی کہانی:

”موصوف نے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کرنے کے لیے جو کچھ گھڑا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسرے سے ملے، میری مریدی ہوئی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مقتولہ وغیرہ مقتولہ جانیہ اور جو کالی اندام میں تھی اپنی الہیہ اور نواسوں کو بہ کی تو مولوی اسماعیل نے اس پر قبضہ کر لیا۔ پھر سوچا کہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں ان کا اسلام درست کرنا چاہیے اور ہندوستانی چونکہ بیروں کو مانتے ہیں اس لیے سید صاحب کے پاس پہنچ کر اس کے مرید ہو گئے اور لوگوں کو ان کی تعریف بٹانا شروع کر دی، ۱۸۲۳ء میں جب یہ دونوں سید صاحبان ملے اور پیری مریدی کا سلسلہ نکالا تو سید احمد شہید مختلف علاقوں میں سیر و سیاحت میں گھوم رہے تھے تو اسی دوران انگریز کے اشارہاں پر سکھوں کا طرف متوجہ ہو گئے شاہ اسماعیل نے نیا نیا علم پڑھا تھا، دہلی میں وعظ کرتا تھا اسی دوران ہندوستان میں ابن عبدالوہاب مجددی کی کتاب التوحید آئی کسی نے شاہ اسماعیل شہید کو بھی بھیجی تو شاہ صاحب کی طبیعت اس کی طرف مائل ہو گئی مولوی اسماعیل نے مولوی عبدالحی کی مدد سے اس کتاب سے مجددیہ خارجیانہ عقائد کا انتظام کر کے اردو زبان میں ”تقویۃ الایمان“ لکھی۔ اس پر لوگوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا یہ حرکتیں کر رہا ہے تو اس پر شاہ صاحب نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا مگر شاہ اسماعیل نہ مانا، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے

شاگردوں کو منہ نظر سے کی دعوت دے دی آخر تک آ کر تمام علماء و حضرات و ملی میں جمع ہو گئے شاہ عبد العزیز دہلوی اور مولوی اسماعیل اور شاہ عبدالغنی کو بلوایا گیا اور مسند و جداول مسائل ان کے سامنے دلائل قاہرہ سے ثابت کیے گئے:

☆ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا وجود مسعود صرف بشری نہیں جیسا کہ مولوی اسماعیل نے شور مچا رکھا ہے بلکہ وہ گوہر نورانی نور مصلیٰ خدا تعالیٰ کے ہیں اور آپ کا نور مخلوق اور خاص فیض ہے نور النبی کا۔

☆ آنحضرت ﷺ کا میلاد شریف منانا اور اس میں قیام کرنا اور صلوات و سلام پڑھنا مسعود ثواب و مہر احرام النبی ہے۔

☆ مطلق علم غیب عطائی انبیاء عظام کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس کا منکر کافر و کافر دین ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب کل عطا فرمایا ہے کہ آپ تمام دنیا و مافیہا کے ارے و رے سے باخبر ہیں اور آپ کو حاضر و ناظر بنانا کتاب و سنت و عقائد جمہور اہل اسلام سلف و خلف سے ثابت ہے۔

☆ اذان میں آپ کے نام پاک کو سن کر باخبر کو بوسہ دے کر آنکھوں پر لگانا امر یا عادت برکت ہے اور سنت اکابرین اسلام ہے آنکھوں کو ہر بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا وسیلہ پکڑنا اور ان سے عطا ہونے والے نکتہ ہائیں بطور کہ دو جہان النبی کے مظہر ہیں قبل از ممات و بعد از ممات ہر طرح جائز ہے۔

☆ مزارات اولیاء اللہ پر قرآن خرائی کرنا اور ان کے نام کی فاتحہ تلا کر ایصال ثواب کرنا طعام پر قرآن پڑھنا بزرگوں کے وفات کے بعد عرس کرنا قیروں پر روشنی کرنا خیر و برکت آرام دہی و اثرین کے یہ امور بے شک جائز ہیں۔

☆ وحید یا رسول اللہ یا صدیق یا عمر یا عثمان یا علی یا حسن یا حسین یا شیخ عبدالقادر جیلانی یا خواجہ معین اللہ بن چشتی یہ ورد و تحائف بے شک جائز ہیں۔

اس مناظرے میں شادا سلعیل شہید اسلحہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور مولوی عبداللہ کی تلواروں کے کچر کرنے پر اعلانِ توبہ کی اور اسے شائع کر دیا گیا۔ اس شکست کے بعد شاہِ اُسلعیل شہید نے ایک اور جماعت یعنی طبر مقلدین کی بنیاد رکھی اور شیخِ یدین وغیرہ شروع کر دیا۔

(دیوبندی مذہب، ص ۱۱۳ تا ۱۱۵، مطبوعہ حقیقہ دہلی سنہ ۱۳۲۵ھ تا ۱۳۲۷ھ مطبوعہ چشتیاں ۱۴۵۶ھ)

یہ وہ تاریخ ہے جسے مولوی غلام مہر علی صاحب نے آخرت کی جو ابدی سے بالکل بے نسیا ہو کر گھڑی، حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ مکرو فریب، تحریف و عیاری، بے جا الزام تراشی کے جتنے کڑے اس آدمی نے اپنے اساتذہ سے دیکھے تھے ان سب کا خوب خوب مظاہرہ یہاں اس شخص نے کیا۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ کل کو اگر کوئی غیر جانبداری سے بریلوی مولوی کے ان الزامات کا جائزہ لے لے گا تو آخر اس کے سامنے ان بریلوی مذہبی لیروں کی دیانت کا کیا تصور رہتا ہو گا؟ ان رضا خانیوں کو یہ حیا و شرم بھی نہیں آتی کہ تعصب کی پٹی باندھ کر اعدائوں کی طرح طالبِ السبیل کے موافق جو کچھ ہم یک رہے ہیں کل کو اگر کسی نے اس کا جواب دے دیا اور ہماری اس کردار خانہ ساز تاریخ کے بار پودہ بکھیر دیئے تو آخر ہم اپنا منہ کہاں چھپائے پھرتے رہیں گے؟

المیزان بہت ہی کامدیر لکھتا ہے:

”مماسبہ آخرت سے بہ نیاز ہو کر بے بنیاد الزامات کسی پر بھی لگائے جاسکتے ہیں چودہ سو سال کی تاریخ کے اوراقِ شاہد ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا محقق اور جہاد نہیں ہے جسے الزامات کی داریوں سے نہیں گزرتا پڑا لیکن عدول پسندوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ الزامات کو جھوٹ کی روشنی میں حساب نہتے ہیں ثابت ہونے پر ظلم کو مجرم سمجھا عدمِ ثبوت پر مظلوم گردانا“۔ (المیزان کا نام احمد رضا نمبر، ص ۳۰)

ہم رضا خانیوں سے سوال کرنا چاہتے ہیں کہ آخر اس انصاف پسندی کا ثبوت ہمارے اعدائے کے بارے میں کب دیا جائے گا؟ مولانا ابوالحسن زید قاروقی صاحب دہلوی جن کا تعلق رضا خانانہ مسلک ہی سے ہے وہ غلام مہر علی صاحب جیسوں کے متعلق کیا خوب تبصرہ کرتے ہیں:

”ایک عرصہ سے دیکھنے میں آ رہا ہے کہ تاریخی واقعات پر بحث کرنے والے بعض استعمار اپنے

خیالات فاسدہ، ادوہام باطلہ کو تاریخی کے نام پر ظاہر کر کے قسطاً اور اکابر پر بلا وچ الزامات عائد کرتے ہیں اور پھر ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(مولانا سخیل، اور تقویۃ الایمان: ص ۳۷ مطبوعہ صفحہ تبلی کیشنز لاہور)

غلام مہر علی کے ان الزامات کا تحقیقی و مستقیدی جائزہ:

پہلا الزام: ۱۸۲۳ء میں سید احمد شہید رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی اور پیری مریدی چل نکلی۔

جواب: یہ بات کرنا یا تو تاریخ سے جہالت ہے یا مولوی صاحب کے ضد و تعصب کا نتیجہ ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ اسلمیل شہید رحمہ اللہ اور مولانا عہد النبی بڑھانوی رحمہ اللہ دونوں نے حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے دست اقدس پر بیعت ۱۸۱۸ء تا ۱۸۳۳ء میں سید صاحب کے دوبارہ دہلی مراجعت کرنے کے بعد کی۔

(سیرت سید احمد: ج ۱ ص ۱۱۱ از مولانا غلام مہر علی مرحوم۔ سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی:

ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت شاہ اسلمیل شہید رحمہ اللہ کی بیعت کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔

دوسرا الزام: مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنی اخیر عمر میں جائیداد بہہ کر دی تھی شاہ

صاحب نے اس پر قبضہ کر لیا۔

جواب: یہ بھی مولوی غلام مہر علی چشتیاں کا سفید جھوٹ ہے اگر کسی بریلوی میں ہمت ہے تو

کسی مستند تاریخی شہادت سے اس کا ثبوت دے کہ ایسا واقعہ ہوا ہے یہ جھوٹ سب سے پہلے مولوی فضل رسول بدایونی نے سیف البیبار میں لکھا اور بریلوی بنا کسی تحقیق اسی کو نقل کر کے چلے آ رہے ہیں۔ یہ الزام لگانے والوں کو اتنی بھی حیا نہیں کہ شاہ اسلمیل شہید رحمہ اللہ تو وہ ہستی ہیں اور وہ سر درجہ تاج و گھر بار اس کا عیش و آرام سب کچھ چھوڑ چھوڑ کر میلوں دشوار گزار راستوں پر سڑکرتے ہوئے ہلاکوٹ کی پہاڑیوں، میں اس دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر گیا۔ ظالمو!!! اس کو جائیداد کی حرص ہوتی تو سرکٹانے کے بجائے حیر اور چاچا کی قبر پر

مزار بنا کر حیا شی کرنا پھرنا۔ حیرت ہے کہ ایک طرف تو خود لکھتے ہو کہ سارا دینی شاہ صاحب کا مخالف ہو گیا تھا تو اس مخالفت میں فرد واحد کو یہ جرأت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے چچا کی جائیداد پر قبضہ کر لے اور نو اسی سویت سارا دینی ایک آہ بھی نہ کرے۔

تیسرا الزام: شاہ صاحب نے سوچا کہ چونکہ سارے مسلمان مشرک ہو چکے ہیں اس لیے ان کے عقائد درست کرنے چاہئیں اور ہندوستانی چونکہ جیروں کو مانتے تھے اس لیے سید صاحب سے بیعت ہو گئے۔

جواب: یہ بھی محض الزام ہے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کے سارے لوگوں کو معاذ اللہ مشرک کہا یا سمجھا ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت شاہ صاحب ہندوستان میں ٹھہرنے والی رسوم جاہلیت و بدعات اور عقائد شرکیہ کے سخت مخالف تھے اور بلا لومۃ لائم اس کا خوب رد کیا اور یہی وہ چیز ہے جنہوں نے ان مشرک پیٹ پرست مولوہوں کو شاہ صاحب کا دشمن بنا دیا ہے۔ شاہ صاحب کا حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے بیعت کو کسی سازش کا پیش خیمہ قرار دینا بھی رضا خانی تعصب ہے بیعت کا واقعہ تفصیل کے ساتھ کتب تاریخ میں موجود ہے رضا خانیوں کو کبھی عروسوں سے فرصت ملے تو پڑھ لیں ہم مختصراً عرض کر دیتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے داماد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسرار صلوٰۃ اور حضور قلب پر گفتگو چل پڑی شاہ صاحب نے فرمایا کہ نماز میں اگر حضور قلب پاتے ہو تو سید صاحب سے رجوع کرو عبدالحق رحمہ اللہ وہاں سے اٹھ کر سید صاحب حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ نے پاس پہنچے سید صاحب نے نماز کی حقیقت اور اس کے اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میری زبانی تعلیم سے یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی، آئیے! ہم دو رکعات نماز پڑھیں نماز پڑھنے کے بعد جب مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے دل کی کیفیت خشوع حضور دیکھا تو اسی وقت سید صاحب سے بیعت ہو گئے اور زندگی بھر اسی نماز کا لطف اٹھاتے رہے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے جب اس واقعہ اور نماز میں اس دلی کیفیت کا ذکر حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ

سے کیا تو آپ بھی سید صاحب کی خدمات بابرکت میں حاضر ہوئے اور وہی دولت پائی اور نماز کے بعد بیعت سے مشرف ہوئے۔

چوتھا اعتراض: انہی دنوں ابن عبد الوہاب عجدی کی کتاب التوحید ہندوستان میں آئی جسے شاہ صاحب نے پڑھا اور مولوی عبدالحی کی مدد سے اس سے مسائل خارجہ کا انتخاب کر کے تقویۃ الایمان لکھی۔

جواب: یہاں بھی مولوی غلام مہر علی نے کئی جھوٹ بولے:

✽ کتاب التوحید کسی نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو بھیجی آپ نے اس کو ماننے رکھ کر تقویۃ الایمان لکھی۔

✽ تقویۃ الایمان مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی مدد سے لکھی۔

جہاں تک یہ الزام کہ تقویۃ الایمان التوحید سے سرحد کر کے لکھی گئی ہے تو اس کا تفصیلی جواب ہمارے علماء متعدد مقامات پر دے چکے ہیں تفصیل کے لیے حضرت مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب ”محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستانی علماء“ کا مطالعہ کریں البتہ یہاں ہم ایک اور گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ شرک و بدعت کے خلاف حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی سب سے پہلی کتاب ”رد الاشراک“ ہے جو کہ عربی تالیف ہے۔ رد الاشراک اگرچہ دیکھنے میں ایک مختصر سی کتاب ہے مگر اس میں ایک جہاں معنی آباد ہے۔ قرآن پاک کی آیات سے حق تعالیٰ شانہ کے بے مثال و بے مثال ہونے کو دلائل اور خوبصورتی سے واضح کیا اور مختلف حدیثوں سے اتباع سنت کے ضروری اور بدعات سے دوری اور حفاظت کے واجب ہونے کو بیان کیا۔ اس کا سن تالیف صحیح قول کے مطابق ۱۲۱۳ھ ہے بعد میں اسے عام عوام کے فائدے کے لیے اسی رد الاشراک کو مکمل تشریح و مختلف فوائد سے مزین کر کے ”تقویۃ الایمان“ کی صورت میں مرتب کیا گیا۔ یہ بات بریلوی شیخ الاسلام مولانا ابوالحسن زید قادری صاحب کو بھی تسلیم ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ”مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان صفحہ ۵۶ تا ۶۰“ دونوں کتابوں کا تقابلی جائزہ لیا ہے

۔ جس سے رضا خانیوں کے اس افتراء (کہ تقویۃ الایمان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ سے لے کر نکلی گئی ہے) کا جھوٹ ہونا خود ان کے گھر سے ثابت ہو گیا ہے۔

پانچواں اعتراض: لوگوں نے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے شکایت کی کہ شاہ صاحب سمجھا جائیے جس پر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو تنبیہ کی گئی۔

جواب: یہ بھی محض الزام و افتراء ہے جس کا بدلہ فضل رسول بدایونی اور صاحب انوار آذرب صداقت مع غلام مہر علی اپنی قیور میں خوب پار ہے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کو اپنے اس ہونہار بھتیجے پر مکمل اعتماد تھا۔ شاہ صاحب کی یہ تحریر ایک توجہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی زیر سرپرستی ہو رہی تھی تو وہ اس پر تنبیہ کیوں کرتے؟ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو اپنے اس بھتیجے سے کتنی محبت تھی اور وہ ان پر کتنا اعتماد کرتے تھے اس کے لیے بریلویوں کے گھر کی ایک شہادت ملاحظہ ہو۔

بریلوی عباسی قوم مفتی اعظم بریلوی مولوی ابوداؤد صاوق کے رسالے میں ہے:

”شیخ الاسلام ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی رحمہ اللہ“

(روضائے مصطفیٰ، جس ۳۱، ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ)

خلیل رانا جہانیاں منڈی مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”ان کی شخصیت میں جانبداری شہرہ برائے نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے، بالخصوص اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں جانبداری اور تحقیق و انصاف جیسے اصولوں کی جھڑکی جگہ جگہ ملے گی اس لیے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔“

(معارف رضا کراچی: سالنامہ ۱۹۷۰ء، ص ۱۱۵)

یہ شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں:

”میں نے خور و سالی میں کہیں سال افراد سے سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز مولانا آحق اور مولانا اسماعیل کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے تھے الحمد للہ الذی وہب لی علی الکبر اسماعیل و آحق

”شکر ہے اللہ کو [کا] جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحق۔“

(مولانا اسماعیل اور تقویہ ۱۱۱۱ھ بمطابق ۱۷۹۵ء)

کسی نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ شاہ محمد اسماعیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں تو جواب دیا:

”اور اور بیچ و کد ای علم خاص نمی کنم، کہے کہ علم عالم شباب من دیدہ باشد، البتہ دانکہ در ہر علم نمود
آں مولوی اسماعیل اند۔“ (منقولہ السعداء فی احوال الفقراء و الشہداء ج ۱ ص ۶۲ راز مولوی سید محمد
جعفر بشوی فی خطی مخروند دارالعلوم ندوۃ العلماء)

[ترجمہ] ان کو میں کسی ایک علم میں مہارت کے لیے خاص نہیں کرتا بلکہ جس شخص نے میری
جوانی اور عالم شباب کے علم کا مشاہدہ کیا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل میرے اس
وقت کے تمام علوم میں مہارت و کمال کا نمونہ ہیں۔

دہلی مناظرے کی حقیقت:

ترجمان رضا خانیت اس حوالے سے لکھتا ہے:

”پھر دہلی میں علمائے اہل سنت سے مناظرہ کی صورت بن گئی مگر مناظرے میں لا جواب ہو کر
مفرود ہو گئے یہ ہندوستان میں سنی اور دہالی کا پہلا مناظرہ تھا۔ مصداق قادری: ص ۹ طبع دہلی۔“

(دہلی ہدایت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۰)

مولوی غلام مہر علی نے اس حوالے سے جو جھوٹ لکھا وہ ناقابل میں گزر چکا ہے مزید لکھتا ہے:
”شاگردان حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت شاہ
عبد القادر صاحب کے اقسام و تفہیم پر بھی جب مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحی اپنی حرکات
سے باز نہ آئے تو بالآخر ۱۲۳۷ھ میں باتفاق جمیع علمائے احناف دہلی مولوی اسماعیل صاحب سے
مناظرہ کی صورت پیدا ہو گئی اور مولوی رشید الدین صاحب بالاتفاق مولوی مخصوص اللہ مولوی موسیٰ
خلف الرشید شاہ رفیع الدین صاحب مرحوم اور دیگر علمائے کرام کے ایک مجمع عام منعقد کیا جس میں
شہر دہلی کے تمام ایمان موجود تھے اور یہ تاریخی اجتماع شاہی جامع مسجد دہلی میں منعقد ہوا (نثر اور

آفتابِ صداقت: ص ۵۱۳) مولوی اسلمیل و مولوی عبدالحی اور مولوی عبدالحی اور ان کے چند رفقاء کو مجمع عام میں بلوایا گیا اور احناف کی طرف سے شاگردانِ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ و دوسرے جید علماء کرام احناف نے اسماعیل کے سامنے کتاب و سنت و اقوال امت سے بحث و مندرجہ ذیل مسائل و دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ثابت کئے۔ (دوبندی مذہب: ص ۹۷، ۹۸)

ان مسائل کا ذکر ماقبل میں اسی مولوی کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ بہر حال اس سے معلوم

ہوا کہ بقول جماعتِ رضائیہ:

- ☆ دہلی میں شاہ اسلمیل شہید کے ساتھ ایک عظیم مناظرہ ہوا۔
- ☆ شاہ صاحب مناظرے میں لا جواب ہو کر مغرور ہو گئے۔
- ☆ اس مناظرے میں ایک طرف شاہ اسلمیل شہید مولانا عبدالحی تھے تو دوسری طرف سارا خاندان ولی الہی و مجمعِ علماء دہلی موجود تھے۔
- ☆ شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کو باقاعدہ طوا ایا گیا۔
- ☆ شاہ صاحب کے مخالفین کی طرف سے باقاعدہ مناظرانہ رنگ میں اپنے موقف پر دلائل دے کر شاہ اسلمیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کو لا جواب کیا گیا۔

درحقیقت ان میں سے ایک بات بھی سچ نہیں ان کا حقیقت سے انتہائی دور کا تعلق ہے جسٹ رضا خانی مولویوں کا انصاف و ریاست و خدا خوفی سے۔ ان سارے جھوٹ کا کریڈٹ مولانا فضل رسول بدایونی ملازم سرکار انگریز کو جاتا ہے اسی نے سب سے پہلے اس نام نہاد دہلی مناظرے کے حقائق کو سچ کرنے کے لیے اپنی کتاب سیف الجبار میں بیان کیا۔ اور بعد کے رضا خاندان نے مزید مریج مصالح لگا کر اسے پڑھنے والوں کے لیے چٹکارے دار بنا دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اس موقع پر باقاعدہ کوئی مناظرہ ہوا تھا نہ اس میں فریقین نے باقاعدہ اپنے موقف پر دلائل دیئے تھے نہ ہی گفتگو حضرت شاہ اسلمیل شہید رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی تھی۔ بلکہ یہ سوالات تھے جو مولانا خصوص اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پیش کیے گئے تھے اور مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جوابات دیئے جس کے بعد یہ معاملہ خوش اسلوبی سے ختم

ہو گیا۔ ہم یہاں اس دن کی حقیقت حال خود حضرت مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمہ اللہ کی زبان پر پیش کر دیتے ہیں حضرت مولانا نسیم احمد قریدی صاحب، مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کو جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

”میرا مقصود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا اجمال دفاع کر کے مناظرہ جامع مسجد دہلی ۱۳۴۲ھ میں مابین مولانا رشید الدین خان دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحی صاحب بڑھانوی رحمہ اللہ ہوا اس کی صحیح رو کیا پیش کرنا ہے۔ مولانا زید نے اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو مولانا رشید الدین خان رحمہ اللہ کا مقابل ٹھہرایا ہے اور مناظرہ میں ان ہی کو ایک فرقہ کی طرف سے مناظرہ و شکم قرار دیا ہے۔ اور چودہ سوالات جو مولانا رشید الدین خان کی جانب سے پیش کیے گئے تھے ان چودہ سوالات کا جواب بھی جو کچھ دیا گیا اس کو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مولانا زید نے ان چودہ سوالات کے جوابات کو مولانا شہید کی مستقل تالیف بتایا ہے، چنانچہ اپنے دوسرے مکتوب میں احقر کو تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نے (یعنی حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ نے) صرف چودہ سوالات جو مولانا رشید الدین خان صاحب نے کیے تھے اور ان کے جوابات کو مولانا اسماعیل نے لکھے تھے چہارہ مسائل کے نام سے رسالہ کی شکل میں لکھے ہیں اور یہ نسخہ حضرت شاہ احمد سعید کے وقت کا قلمی میرے پاس ہے..... ۱۳۴۱ مئیبر ۱۹۸۴ء

حقیقت یہ ہے کہ ان چودہ سوالات کے جوابات مولانا عبدالحی بڑھانوی رحمہ اللہ کی طرف سے دیے گئے ہیں۔ معلوم نہیں کس وجہ سے یہ جوابات حضرت شاہ اسماعیل کی طرف منسوب ہو گئے۔ مجھے خافہ و قلندریہ لاہر پور کے کتب خانہ میں ایک قلمی نسخہ ملا جس میں خود مولانا عبدالحی بڑھانوی کی تحریر فرمائی ہوئی روداد موجود ہے۔ اس روداد میں مولانا بڑھانوی رحمہ اللہ نے مناظرہ کے واقعات کو صحیح طریق پر خود تحریر فرمایا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب میں جو رو کیا اور درج ہے (جو فاری میں ہے) اس کا اردو ترجمہ کر کے ناظرین الغرقان کے سامنے پیش کروں۔ اس میں جو رو کیا لکھی گئی ہے اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ مناظرہ دوسرے فرقہ سے

مولانا عبدالحی بذحانوی رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ مناظرہ میں اگرچہ جہاد ہا شہدگان دہلی موجود تھے لیکن جو حضرات نمایاں اور ممتاز تھے ان کے اسما و خاص طور پر اس روئیداد میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ حضرت شاد احمد سعید مجددی کا نام نامی باوجود یکہ ممتاز دینی شخصیت رکھتے تھے، اس روئیداد میں موجود نہیں ہے، لہذا ان کے نسخہ مکتوبہ میں جو جوابات مولانا اسماعیل شہید کی طرف منسوب کیے گئے ہیں غالباً وہ انہوں نے کسی سے سن کر منسوب کیے ہوں گے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عوام میں کسی وجہ سے یہی غلط شہرت ہو گئی تھی کہ یہ مناظرہ مولانا رشید الدین خان صاحب اور مولانا اسماعیل صاحب کے مابین ہوا (اس وقت کے جاہل مسلمانوں میں پھیلی ہوئی مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف اسلامی جدوجہد میں چونکہ اصل قاعدہ کی حیثیت شاد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی تھی اس لیے عوام میں اس طرح کی غلط شہرت ہو جانا کچھ مستبعد نہیں ہے)۔

خانقاہ قلندر یہ لاہر پور کے نسخہ خطیہ میں مولانا عبدالحی صاحب بذحانوی رحمہ اللہ کی نگہی ہوئی روئیداد کے علاوہ دروسا لے اور ہیں جن میں اسی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تفصیلی اور جسمانی روئیداد درج ہے۔ ان میں بھی چودہ سوالات کے جواب دہندہ مولانا عبدالحی صاحب بذحانوی رحمہ اللہ کو لکھا ہے اور دستخط کنندگان میں بھی حضرت شاد احمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا نام نہیں ہے۔ یہ واضح رہے کہ ان دونوں رسالوں کا مرتب کوئی ایسا شخص ہے جو بین بین ہے اور کم از کم اس کو مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے جذبات سے اختلاف نہیں ہے اس روئیداد میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ سوال و جواب کے وقت آگئے تھے۔ مولانا عبدالحی بذحانوی رحمہ اللہ نے ان کو گھڑ جانے کے لیے کہا۔ اس روئیداد کے الفاظ یہ ہیں: ”مولوی عبدالحی ہولوی اسماعیل صاحب؟ فرمودہ ”بر اور شہادگان خود بردید، ہرچہ شدنی است بر سرمن خواہد گذشت۔“ شامچہ تکلیف ی کشید۔“ (ترجمہ: مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا اسماعیل شہید رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ مکان تشریف لے جائیں جو کچھ گذرنا ہے میرے سرگزرے گا آپ کیوں تکلیف اٹھائیں) جب مولانا اسماعیل شہید اس مجمع سے واپس جانے لگے تو ایک مخالف نے ان سے کہا کہ تھوڑی دیر تشریف رکھیے۔ آپ کے بھی دستخط اس تحریر پر ضروری ہیں تو یہ کہہ کر وہ چلے گئے ”میں کسی کا پابند نہیں ہوں کہ یہاں بیٹھوں۔“

مولانا نور الحسن راء شہ کا مدلولی صاحب کے کتب خانہ میں بھی وہ مری قلمی روئیداد موجود ہے اس کا مرتب مولانا برہان الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا گیا ہے، اس میں بھی مولانا عبدالحی کو جواب دینے والا بتایا گیا ہے۔ غرضیکہ کسی مستحرم روئیداد سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ان چودہ سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔ جو مولانا زید کے رسالہ مسیحی مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے درج کیے گئے ہیں۔ (اس سلسلہ میں آخری اور قطعی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ مولانا فاضل رسول بدایونی نے جو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے شدید ترین دشمن ہیں اپنی کتاب "سیف الہیاد" میں تقریباً ۳۴۳ صفحوں میں جامع مسجد دہلی کے اس مناظرہ کا ذکر کیا ہے، انہوں نے بھی مولانا شہید الدین صاحب کے سوالات کا جواب دینے والا مولانا عبدالحی صاحب کو لکھا ہے، اور مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صراحتاً لکھا ہے کہ جب وہ جانے لگے تو ان کے کسی مخالف نے ان سے کہا کہ آپ بھی بیٹھے آپ کے بھی دستخط کراتے ہیں تو انہوں نے کہا: "میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں" اور چلے گئے، الغرض وہ مناظرہ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔ (سیف الہیاد، ص ۵۰ تا ۵۳) شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں یہ نامناسب الفاظ کہ: "میں کسی کے باپ کا نوکر نہیں ہوں" مولوی فاضل رسول بدایونی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں جو ان کے حراج اور شاہ صاحب کے خلاف ان کے جذبہ عناد کو ظاہر کرتے ہیں ہم گمان نہیں کرتے کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب کے تربیت یافتہ بھی ہیں اس موقع پر ان کی زبان سے بے تمیزی کا یہ جملہ نکلا ہو۔ واللہ اعلم)

اب حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد فرنا ظہرین کرام کی جاتی ہے

حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر فرمائی ہوئی روئیداد:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ عبدالحی محفی عنہ (ابن مہدی اللہ ابن شاہ نور اللہ و والدہ السلام) کہتا ہے کہ بروز شنبہ آخر ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ شہر شاہجہاں آباد (دہلی) کی جامع مسجد کے اندر اس بندہ ضعیف اور دہلی کے بعض بڑے علماء کے درمیان چند مسائل کا مذاکرہ ہوا، اس تاریخ سے اس وقت تک کہ آج سنہ ۱۳۳۷ھ

رجب ۱۲۴۰ھ ہے (یعنی ۱۳۰۳ھ ہو گئے ہیں) ان مسائل مذکورہ کا تقریر یا تقریر یا اہتمام کرنے کا خیال نہیں تھا۔ بروز پنجشنبہ ۱۹ رجب المرجب ۱۲۴۰ھ مذکور کو مولوی غلام مصطفیٰ صاحب مہر پبلت پرگنہ کھولی ملاقات میرٹھ میں مظفر نگر سے پہنچے۔ تین رات موضع مذکور (پبلت) میں انہوں نے قیام کیا۔ انہوں نے دوران ملاقات میں بیان کیا کہ "ایک شخص نے مناظرہ جامع مسجد علی کی روئید اور سالے کی شکل میں لکھی ہے اور دو رسالہ رائج ہو گیا، چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس بھی پہنچا۔"

مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق اس رسالہ سے جو کچھ بھی مضمون بیان کیا، اس سے گمان ہوا کہ صاحب رسالہ کے ہاتھ سے (صحیح طور سے) اظہار واقعہ کا دامن پھوٹ گیا۔ اگرچہ وہ واقعہ مفصل اور مرتب طور پر مرے دل میں بھی یقیناً محفوظ نہیں ہے، مگر ہر شخص اپنی سرگزشت کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر جانتا ہے بسا اوقات ایک لفظ کے فرق سے اصل مطلب میں فرق آ جاتا ہے۔ اور تا وقت آدمی اس پر آگاہ نہیں ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس تفاوت لفظی کی وجہ سے بعض مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، میرے ناقص حافضے میں جو کچھ بھی اس وقت موجود ہے اس کو تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہوئے اس مباحثہ کی زبردستاد کو چند تمہیدوں ایک مقصد اور ایک خاتمہ کے ساتھ میں نے مرتب کیا۔

تمہید اول۔ اس ملک ہند کے رہنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کی حالت پہلے کے مقابلہ میں نیکی و صلاح سے بدل گئی ہے۔ جو لوگ اپنے ذمہ باطل میں رسوم و انکساکا اہتمام شادی و تنی، عرسوں، مجلسوں کے اہم و بیروں اور غمیروں کے نام سے کرتے تھے اور ایام حرم میں گریہ و ماتم کا اظہار دین حقین کے ارکان کے برابر جانتے تھے اور انتہائی جدوجہد کے ساتھ اس سال و اوقاف کو صرف کر کے ان رسوم کو انجام دیتے تھے، اور حقیقی ارکان دین یعنی اپنے روزہ نماز و زکوٰۃ کو اس طرح معطل مانتے تھے گویا وہ تمام ارکان دین ان کے خیال باطل میں پرانی جتڑی کا طرح سے ہیں۔ کسی جگہ ایک دروازہ کسی جگہ سینکڑوں آدمی اپنی سابقہ غفلت سے باز آ گئے اور اپنے اندر ایمانی فرق محسوس کر کے احکام دین اسلام کی پیروی کی جانب راغب ہوئے ہیں، یہ نقاہت و شخص اور ہر شہر میں ہونا ہماری مراد نہیں ہے، بلکہ بھلائی مجموعی یہ نقاہت ہے۔ اس کی مثال یہ ہے

مثلاً ایک شخص کے اعضاء میں گھٹیا کا مرض لاحق ہو جائے اور پھر کسی ایک عضو میں درد کے اندر سکون محسوس کرے تو وہ شخص کہے گا مجھ کو پہلے کے مقابلہ میں افاقہ ہے، اس موقع پر تفاوت حال سابق سے ہماری جو مراد ہے وہ اس مثال سے واضح ہے۔

تمہید دوم: دنیا میں جو واقعات پیش آتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مربوط و متعلق ہوتے ہیں اللہ جل شانہ اپنے تصرفات میں کسی کا محتاج نہیں ہے، لیکن اس کی حکمت جو سلسلہ اسباب کے انتظام کا تقاضہ کرتی ہے، ہر کام کے لیے کچھ اسباب ظاہر کرتی ہے اس معاہدہ منہ شخص کا کیا کہنا کہ عزایت الہیہ اس کو صلاحت و خیر کا سبب بنادے۔ بنابر یہ تمہید اول میں جو یہ ان گذرا اس سلسلہ میں کچھ اشخاص کو لوگ ملت کے مسائل کا بیان کنندہ سمجھتے ہیں، اور وہ اشخاص اپنی وسعت و طاقت کے مطابق (حسب توفیق و حسب طاقت) مسائل کا اظہار کر دیتے ہیں چنانچہ بعض مسلمانوں نے احقر کو اپنے گمان میں اسی درجہ کا پایا، لہذا بہت سے استفسارات مجھ سے کرتے ہیں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں بیان کر دیتا ہوں۔

تمہید سوم: چونکہ لوگوں کے حال میں تغیر و فرق آ گیا ہے اور ان کے حالات و بہا و صلاح ہو گئے ہیں، اس لیے گویوں، شراب فروشوں، بنگامہ اور خانہ جنگی کرنے والوں کے کاموں میں عقل واقع ہو گیا ہے، کبھی رشوت خوردوں کو بھی (رشوت کا بازار سرد نہ جانے کی وجہ سے) تہی دستی پیش آ جاتی ہے، اور جرائم پیشہ لوگوں کو مختلف میلوں اور عرسوں کے محلکڑوں کے مواقع میسر نہیں آتے ہیں اور اپنی تہی دستی رفع کرنے کا اور کوئی ذریعہ نہیں پاتے۔ کبھی کبھی ان غلام کار گروہوں کو ایسا شبہ ہونے لگتا ہے کہ ہماری تہی دستی و مغلسی اور کساد بازاری کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کے اندر جرائم کی کمی واقع ہو گئی ہے اور چونکہ اللہ جل شانہ کے تصرفات سے ان کو ناواقفیت ہے اس لیے وہ جرائم میں کمی کا باعث ان اشخاص کو سمجھتے ہیں (جو مسلک اہل حق پر ہیں) اور وہ ان اہل حق سے مخالفت کرتے ہیں اور انہیں ایذا پہنچاتے ہیں۔

تمہید چہارم: اہل باطل کی کم سے کم درجہ کی مخالفت اور ایذا رسانی یہ ہے کہ اہل حق کا ذکر نہ سے القاب و الفاظ سے کرتے ہیں اور وہ عنوان جو اس علاقے میں بد سے بدتر ہوتا ہے، اس عنوان سے ان اہل حق کو منسوب کرتے ہیں، مثلاً میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ اہل شریعت

کے شارحین کو وہ "دہائی" کہتے ہیں اور غالباً رسالہ مذکور میں جو کچھ درج کیا گیا ہے وہ عوام کی زبان سے سن کر ہی درج کیا گیا ہے لیکن مشہور شکل ہے "مقالہ اقبال" کے لئے "نہیں است" "تحت النہیں اتنی بات کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں (کہ عوام سے نقل کر کے رسالہ تیار کیا جائے اور مخالفت کی بات پسلی جائے) میں نے خود اہل باطل کو استاذ چاہا یاں حضرت شاہ عبدالحق دہلوی پر نفس کی تہمت لگاتے ہوئے سنا ہے اور لکھنؤ میں جامع العلوم مولوی محمد حسن علی صاحب سے جو حال معلوم ہوا اس کو یہاں نقل کرتا ہوں مولوی صاحب موصوف کے شیخ لکھنؤ کے اہل علم اور وہاں کے معزز و محترم حضرات بخوبی جانتے اور پہچانتے ہیں ایک مکتوب شاہ عبدالحق دہلوی کا مولوی موصوف کے علم سے نقل کیا ہوا، احقر کے پاس اس وقت موجود ہے۔ اس تحریر کا عنوان یہ ہے:

نقل مکتوب جناب افادات باب حضرت شاہ عبدالحق صاحب مدظلہ بغدادی خاص محمد حسن عسلی الہاشمی (یہ مکتوب گرامی مولانا محمد حسن علی صاحب لکھنؤ دہلوی کے ایک عریضہ کے جواب میں ۱۲۳۲ھ میں صادر ہوا تھا انہوں نے اپنے عریضہ میں بنی النہیں کے شبہات کو حضرت شاہ عبدالحق دہلوی کی خدمت میں پیش کر کے ان شبہات کا رد الہ ورد چاہا تھا۔ ماہ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ میں اس کی نقل مولانا عبدالحق صاحب دہلوی دہلوی کو بھیجی گئی)

ترجمہ مکتوب عزیز ی۔۔۔

مولوی صاحب عالی مراتب مجمع الفضائل و مناقب سلا اللہ تعالیٰ و افاض علیہ برکات تنواری، بعد سلام دعا۔۔۔ و اشرح ہو کہ رقیہ کریمہ بہت خیمہ وصول ہوا، جس سے مسرت حاصل ہوئی اور خیریت معلوم کر کے دل خضر کو تسلی ملی لیکن اس فقیر کی نسبت تہمت و نفس کی اشاعت سے جو کہ معاملہ بین اور پگانہ پگانہ کی طرف سے ہوئی ہے پہلے چل بے احتیاطی ہوا، اس کے بعد اس بات پر نظر کر کے (میر آگیا) کہ زمانہ قدیم سے یہ ہوتا آیا ہے کہ تہمت ہانے باطلہ نصیب مشائخ کرام و اولیاء و مقام ہوتا تھا چنانچہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے۔

قیل ان تلہ ذو ولد و ان الرسول قد کہنا

ما لہی اللہ و الرسول معا من لسان الوری فکیف انا

[ترجمہ] کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے (جیسا کہ میرا کی حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا

بیاتے ہیں اور یہ بھی کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا بدن ہیں (جیسا کہ کفار مکہ نے کہا) جبکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ معاصرین و مخالفین کی زبان و اذنیوں سے نہ بچے تو میں کس شمار میں ہوں۔

پس اگر یہ فقیر بھی ان عظیم الشان ہستیوں کے اجتماع میں اس بلا میں مبتلا ہو جائے تو کیا تعجب ہے؟ مشکل تو یہ ہے کہ یہ فقیر آغاز واد شعہاں سے فخر ناک اسرائی میں مبتلا ہو گیا ہے رات دن مسیہیں اکثر بے حواسی دے قراری طاری ہو جاتی ہے، دوستوں اور محبوں کے مکتوبات گرامی کے سنے کا بھی موقع میسر نہیں آتا، چہ جائیکہ مفصل جوابات دیئے جائیں اور طویل رسالت کو حل کیا جائے۔ مختصر یہ کہ ۱۲ گھنٹہ کے فاصلہ سے بہت تھوڑی غذا استعمال کی جاتی ہے اس کے بعد بوجھ اور تنی متلاتا رہتا ہے، جب عظم اخیر کی نوبت آتی ہے تو تکلیف پہنچانے والے زیارح اس طرح اٹھتے ہیں کہ انتہائی بے قراری و بے ثباتی ہو جاتی ہے اور قوی بہت زیادہ کر جاتے ہیں اس ضعف کے باوجود دن رات میں دو آدمی تقریباً دو میل کشاں کشاں تھماتے ہیں۔ اس حالت میں طویل خطرہ کا مطالعہ کس طرح ممکن ہے؟ اور مفصل جوابات لکھنا تو مستحبات سے ہے۔

اسی بناء پر آپ کے سادہ مکتوب کا جواب لکھنے میں بھی تاخیر واقع ہوئی۔ میر یا ختم کے مکتوب کا جواب بھی شدے سکا۔ ان کو بھی بعد سلام میرا اپنی عذر پہنچا دینا چاہیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد غلصین کے طلحوں کا جواب اس جواب کے ساتھ جس کو مولوی رشید الدین دہلوی نے تحریر کیا ہے نقل کر کے بھیج دیا جائے گا۔ اس وقت مسلسل بارش اور معمر کا صد کے نہ ملنے کی وجہ سے احتیاطاً اس کا بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ علاوہ ازیں اس غیبت عقیدہ (رفض) کی نسبت اس فقیر کے ساتھ کرنا جو کہ خاندان محمد ثمن سے تعلق رکھتا ہے اور پشت پر نقشہ ہے۔ تاہم یہ کہ پاک درختوں کا غرض حسین ہے ہرگز کسی عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسی بات وہ کہہ سکتا ہے جس کی طرف عمت نے چشم ادراک کو تھمنا کر دیا ہو اور گوش حق نبش کو سیرا کر دیا ہو فقیر کا سنی ہو اس حد تک مشہور آفاق ہے کہ شیعیت کی تہمت مجھ فقیر پر دکھنا کھانا ہوا بطلان ہے۔

بود مکان تر فض بایں فقیر چہاں

کہ کس بدیدہ چہاں خود بود انگشت

[ترجمہ شعر] اس فقیر کی جانب رخص کا گمان کرنا ایسا ہے جیسا کسی بیٹا کی آنکھوں میں آگنی ڈالنا۔
 اس وقت اتنی ملاقات نہیں رہی کہ مزید اسکا کرایا جائے۔ والسلام علیکم وعلیٰ جمعہ المبین خصوصاً سید
 ابو عبید اللہ محمد رکابی سید محمد ہاشم کو سلام۔ تحریر بروز جمعہ ۱۳۶۱ھ کی قعدہ ۲۳/۱۲/۱۳۶۱ھ
 (مولانا عبدالحق بڑھانوی اس مکتوب گرامی کو اپنے رسالہ میں درج کر کے تحریر فرماتے ہیں)
 حضرت شاہ صاحب مرحوم کے اس مکتوب ہدایت آگہی کا اس قسم کے واقعات میں ملاحظہ رکھ کر
 ارباب عقل و انصاف کے لیے بہت ہی کارآمد ہوگا۔

نہم۔ جب موجودہ گذشتہ اکابر کے بارے میں تہمت تراشیاں اور دروہ بانیاں
 میرے ذہن میں نہیں بیٹھیں، تو میرے لیے کسی کی تحریر و تقریر سے بغیر تحقیق احوال کے نہ جھو
 دو جانا (دھوکا میں آنا ہے) براہ صواب سے بعید ہے۔ خصوصاً ایسے واقعہ میں جو بالکل قریب دراز
 میں ہوا اور جو لوگ اس واقعہ سے تعلق رکھتے تھے وہ زندہ اور موجود ہیں۔ ان تک جانے میں کوئی
 روک ٹوک بھی نہیں ہے کہ ان تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ اور اگر بالفرض واقعہ پر اس کے بعد اہل واقعہ
 اہل معاملہ کی طرف سے خلاف بیانی ظاہر ہو تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کبریٰ کا شکر ادا کرنا
 چاہیے کہ اس نے قرآن مجید کو نازل فرمادیا جو ان کے دین کا مدار ہے اور کسی انسان کا کلام اس سے
 مشابہ نہیں ہے اس کے بعد حدیث پیغمبر ﷺ کے درجات ہیں جو اہل علم کو تحصیل اور غیر اہل علم کو
 اجماع معلوم ہیں، حفاظہ کا تحقیر قرآن مجید و محدثین و مخالفین دین اور فقہاء ناقدرین کے حق میں نہیں
 دل و جان سے دعا ہے کہ خرداں کرنی چاہئیں۔

نہم۔ یہ ہندو ضعیف مسلمانوں کو اپنی تقلید و اتباع کی ہرگز دعوت نہیں دیتا ہے کہ
 میرے کہنے کو خواہ کچھ اذیت قبول ہی کر لیں۔ بلکہ فہم حق کے بارے میں فرض اس مقام میں دو طریقہ
 ہے اور اس بات کو ایک حقیقت سے بیان کرتا ہوں۔

- ۱۔ ایک شخص نے ۲۹ شعبان کو ہلال رمضان دیکھا اور وہ لوگوں کو روزہ کا حکم کرے۔
- ۲۔ دوسرا وہ شخص ہے کہ جس وقت چاند دیکھا جاتا ہے اولاً اس کی نگاہ چاند پر پڑتی ہے
- دوسروں کو چاند دکھائے اس کے بعد لوگ اس پہلے شخص کو دیکھتے ہوئے کو اپنے دیکھے ہوئے کے
 مطابق پاکر عمل میں لگتا۔ میرا ہر وہ بیان جو دوسرے طریقہ پر دو (اس کے سلسلہ میں) کسی

ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اس لیے کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہی حق ہے اگرچہ کسی کی نظر عدلی کرنا ان کے فہم کو سبب ہوا ہو، بطریق اولیٰ کسی کو ہم جنسوں کی طرف سے تکلیف نہیں دی جا سکتی اور یہ بندہ ضعیف بھی سوچتا تھا کہ اس حق کے ابتداء جنس میں سے ہے۔

نقصہ ہفتم: واقعہ مذکورہ میں مجمع اس قدر تھا کہ ہزاروں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے (خاتواہ تلمذ یہ لاہر پور کی مناظرہ جامع مسجد دہلی کی تیسری روئیداد میں سب سے آخر میں درج ہے کہ اس مناظرہ میں اکابر علماء اور طلباء پانچ ہزار کا مجمع تھا اور پانچ ہزار کے مجمع میں دستخط صرف مولانا عبدالحی نے کیے) میں نے خود (انگل سے) اس کا شمار نہیں کیا اور شاید اندازے پر اعتماد رکھتا ہوں لیکن یہ واقعہ میرے اور خان صاحب (مولانا رشید الدین) کے درمیان پیش آ یا مولانا موصوف جو کہ اعلیٰ علم و دانش ہیں، سامنے آئے اور صاحبزادگان گرامی قدر حضرت مولوی موصوف صاحب اور (مولوی محمد مولیٰ صاحب) نیز مولوی رشتہ اللہ خان صاحب و مولوی محمد شریف صاحب وغیرہ حضرات بھی تھے، میرے گمان میں اس وقت کے آپس کے کلام کو اس مجمع کثیر میں سے اکثر لوگوں نے نہیں سنا ہے اور بظاہر ہر شخص کی آواز اس جم غفیر میں نہیں پہنچتی تھی۔ (وجہ یہ ہے کہ) لوگ دوسری باتوں میں مشغول تھے۔ (ہر شخص اپنی باتیں کر رہا تھا کوئی نظم نہیں تھا) گلو بڑی وجہ سے جب سنے ہی میں اشتباہ واقع ہو جائے تو سمجھنا اور حقیقت تک پہنچنا کہاں بصر آ سکتا ہے۔

نقصہ ہشتم: بے تصحیح و تکلف اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ مولانا رشید الدین حسن صاحب ممدوح میری دانست میں اخوان فضیلت و دانشمندی اور تجرطمی میں اس بندہ سے بدرجہا افضل و اعلیٰ ہیں، اخوان مذکورہ تحصیل کتب، تحریر و مطالعہ و مناظرہ اور تصنیف کتب میں حسن صاحب موصوف کے ورچہ کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ جب میں اپنے حال پر غور کرتا ہوں اور راہ انصاف پر چلتا ہوں تو اپنے دل میں کہتا ہوں کہ میں ان مدارج تک پہنچنے سے جو خان صاحب ممدوح کو اس وقت حاصل ہیں قاصر و ماہوس ہوں۔ لیکن الفضل بید اللہ تعالیٰ (فضل و کمال اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے) اور انما امرہ اذا ارادوا شیئا ان یقولوا کن فیکون (اللہ تعالیٰ شانہ کا معاملہ یہ ہے کہ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ اس کے صرف حکم سے وجود میں آ جاتی ہے) پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔

تمہید نہم: ہم کو اپنے دین کی فکر کرنی چاہیے نہ کہ خود اپنی فکر، لہذا یہ بات کہ میں فلاں گنج میں گفتگو میں عاجز ہوں جواب ہو گیا کہ فرضی اور غیر واقعی طور پر ہی کیا جا رہا ہو میرے لیے ہرگز باعث گمراہی نہیں ہے۔ اور نہ مومنین عالمین حتیٰ کو اس کے پیچھے پڑنا چاہیے۔ لیکن گمراہی اور سستہ کرنے والے کام جو دروغ ہیں ان کی تحقیق ضروری ہے اور تحریر میں اپنے حافظہ کی بنیاد پر بیان واقعی مطلوب ہے۔ اور ہنس، لہجہ جس وقت میں نے اس رسالہ کو حافظہ غلام معطلی (مظفر نگری) سے سنا ہے، اگر اس کو کوئی شخص تغیر یا گھڑے ہوئے افسانوں کی طرح سے جو بیکاروں کی عادت ہے جو اس کو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن اگر کسی صحیح مقصد سے در یافت واقعہ منظور ہو تو ان حضرات سے جو اس واقعہ میں منظم یا محتاط کی حیثیت سے موجود تھے، استفادہ کیے بغیر رسالہ کے مضمون کو پایہ اعتبار سے گرا دیا جانے۔

تمہید دہم: اس واقعہ کے پیش آنے سے پہلے مجھے بالکل کوئی خبر نہیں تھی۔ اکثر ایک پاس روکھڑی، دوپہر میں تقریباً چار پانچ گھڑی باقی رہنے تک (جامع مسجد کے اندر) میری مجلس درس منع چلی تھی، اس روز جبکہ درس سے فراغت ہوئی ایک شخص نے ایک کاغذ پیش کیا کہ آپ کی اور مولوی محمد اسلم علی کی سیر اس کاغذ پر مطلوب ہے۔ اس کاغذ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ چند سوالات مع جوابات چند مہروں سے مشتمل ہیں، میں نے مہروں کو گنا نہیں اور نہ میں نے کسی کو پڑھا، تقریباً دو مہریں چند روزوں کی۔ ان سوالات و جوابات کا میں نے یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کر کے کہا: ”یہاں بعض امور مرقہ کی تحقیق و تفصیل کے بغیر مہر نہیں لگا سکتا رہے مولوی محمد اسلم علی صاحب وہ خود بخود ہیں۔“ پھر میں نے کہا: ”اس شہر میں سفر کار اور رکھتا ہوں اور اتنی فرصت بھی نہیں ہے کہ آپ حضرات سے اس حال میں اطمینان سے گفتگو کی جائے“ ایک شخص نے کہا کہ ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ کاغذ سفر میں آپ کے ساتھ رہے جب بھی فرصت حاصل ہو تو اس تفصیل کے بعد جو مہر ہو، مہر لگا دی جائے“ بعض لوگوں نے کہا کہ ”اس وقت اس کاغذ کو اپنے مکان پر لیے جائے، اور (سڑ سے پہلے پہلے) جب بھی فرصت ملے اس کام کو انجام دے دیں“ (اس بات چیت میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا ہوگا لوگوں کی نرم و گرم گفتگو کانوں میں آنے لگی اور طاقت کے بقدر مناسب جوابات دیا جا رہا تھا۔ آخر کار میں لوگوں کے زحوم کی وجہ سے وہاں سے اٹھ کر آہستہ آہستہ مسجد کے

کاغذ پر ہو جائے یا کسی دوسرے کاغذ پر۔

آخر کار چند جوابات دوسرے کاغذ پر میں نے لکھے اور باقی جوابات کا زبانی بیان پراکتھا کیا۔

[۲] میں نے دوستوں سے شکایت کی کہ اس طرح کے سوال و جواب سے جو اس وقت کے جا رہے ہیں کیا نفع ہے؟ مناسب یہ تھا کہ جس وقت مہر کنندگان جمع ہوئے تھے اسی وقت ہم کو بھی بلا لیا جاتا میں نے اول صاحبزادگان مولانا مخصوص اللہ وغیرہ سے کہا۔ ”آپ لوگ میرے صاحب زادے ہیں اور میں آپ سے براہوری اور رشتہ داری کی نسبت بھی رکھتا ہوں جس وقت بھی آپ پار فرماتے تو آپ کو اختیار تھا (میں حاضر ہو جاتا) اور اگر خود آپ غریب خانہ پر آدھی راستہ کو بھی تشریف لاتے تب بھی ٹھیک تھا۔ آپ سے یگانگت کی وجہ سے یہ شکایت کر رہا ہوں۔“

(یہ کہہ کر) میں نے پھر خان صاحب (مولانا رشید الدین خان صاحب) سے اسی بات کی شکایت کی اور عرض کیا ”کہ میں جناب سے دوستی و اخلاص اور شناسائی کا تعلق رکھتا ہوں آپ مہر کنندگان کے اجتماع کے وقت مجھے بھی طلب فرمائیے“ خان صاحب نے فرمایا ”اس موجودہ اجتماع سے غرض یہ ہے کہ عوام و خواص بھی آپ کا کلام سن سکیں۔“ میں نے کہا کہ یہی بھڑ تھا کہ میں خود اس وقت (اس سے پہلے کسی وقت) حاضر ہو جا تا اور میرے مہر زدہ نوشتہ کو اس وقت اس مجمع میں پیش کر دیا جاتا اور یہ کہا جاتا کہ جس کسی کو اس مہر زدہ نوشتہ میں شک و شبہ ہو، عبدالحی حاضر ہے اس سے تحقیق کر لی جاوے خان صاحب مولانا رشید الدین صاحب نے فرمایا: ”یہ بات منظور مطلوب ہے کہ عمومی طور سے سب لوگ شیخ“ جب اس سلسلہ میں بحث و تکرار بڑھی تو بعض اکابر و معززین شہر نے فرمایا کہ مولوی صاحب یعنی اس بندہ ضعیف کا خان صاحب سے شکایت کرنا درست نہیں ہے اور عذر بھی مقبول نہیں بات بڑھانے سے کیا فائدہ؟۔

[۳] اس تیسرے مضمون کی ترحیب یا دہشیں رہی کہ کس وقت مذکور ہوا البتہ اتنی بات یاد ہے کہ اس دوسرے مضمون کے بعد وہاں سوالات کے جوابات کے درمیان میں یا اس سے پہلے ہوا۔ یہ بگنا یا دہشیں (و دہشیں مضمون) یہ ہے کہ خان صاحب نے باوازن بلند فرمایا کہ لوگ تمہاری طرف بہت کا غلط باتوں کی نسبت کرتے ہیں اور ہمیں ان لوگوں کی باتیں ناگوار گزرتی ہیں لوگ آپ کا انوار بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالحق رحمہ اللہ (نعوذ باللہ) جہنم کی راہ تھی۔

میں نے کہا کہ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی (اور اگر کہی ہو) تو اس بات پر ایک گواہ ہونا چاہیے جس کسی نے یہ بات کہی ہو وہی اس کا مواخذہ دار ہوگا۔ خان صاحب نے فرمایا وہی لوگ کہتے ہیں جو آپ کے فدائی و مخلص بنے رہتے ہیں۔ خان صاحب کا لفظ ”فدائی“ فرمانا مجھے خوب یاد ہے۔ میں نے کہا کہ تعجب ہے کہ جو لوگ سالہا سال سے میرے ہم قوم، ہم وطن، ہم مسکن ہیں اور نزدیک سفر و حضر رہتے ہیں وہ تو میرے فدائی و مخلص نہیں ہیں اور بعض اشخاص جو چند دن سے جامع مسجد دہلی کی میری مجلس درس میں منجملہ اور شرکاء کے شریک ہو جاتے ہیں وہ میرے فدائی اور مخلص بن جائیں۔ خان صاحب نے ایک شخص کا نام لے کر پکارا کہ وہ کہاں ہے؟ اسے لاؤ وہی کہتا ہے، اور شاید خان صاحب نے سخت غصہ آمیز الفاظ بھی اس کے متعلق فرمائے ہیں خاموش رہا۔ اسی اثناء میں میں نے کہا کہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز کو امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ کے مشعل تو نہیں سمجھتا البتہ ٹھکانے و کرفٹی کے مشعل ضرور سمجھتا ہوں میری زبان اس قول کے شاید کا ذکر کر رہی تھی کہ خان صاحب نے فرمایا کہ میں آپ کے کلام کو سچ سمجھتا ہوں، گواہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے بارے میں جو بات کہی تھی کہ وہ مشعل طہارے و کرفٹی ہیں مجھے یاد نہیں پڑتا کہ از خود کہی تھی یا خان صاحب کے (کسی سوال کے) جواب میں کہی تھی۔

[۴] چند حاضرین کی درخواست پر علیحدہ کاغذ پر میں نے چند جوابات لکھے تھے مگر مجھے خبر نہیں کہ اس کاغذ کو کس نے لے لیا تھا اتنا تو ضرور یاد ہے کہ خان صاحب جس جگہ بیٹھے ہوئے تھے اسی جانب وہ کاغذ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

خان صاحب بلند آواز سے سوال کرتے تھے میں جواب لکھ کر دیتا تھا اس جواب کو بھی خان صاحب بلند آواز سے پڑھ کر سنا کرتے تھے۔ ایک سوال و جواب میں اسی طرح عمل ہوا۔ پھر میں اپنے لکھے ہوئے جواب کو خود ہی بلند آواز سے پڑھتا تھا خان صاحب پھر اسی جواب کو دوبارہ بلند آواز سے پڑھتے تھے، یہ عمل بھی ایک دو جواب میں ہوا ہوگا پھر مجھے یاد پڑتا ہے کہ میرے بلند آواز سے پڑھنے پر اکتفا کیا گیا۔

سوال ۱: قیر کو بوسہ دینے والا مشرک ہے یا نہیں؟

جواب: اس اشراک کا مشرک نہیں ہے جس سے خبط اعمال لازم آتا ہے۔

سوال ۲: قمر کو بوسہ دینا مکروہ ہے یا نہیں؟

جواب: مکروہ ہے جیسا کہ کتاب عین العلم میں لکھا ہوا ہے اور صاحب عین العلم کا

اجاز اس باب (بوسہ قمر کے سلسلہ) میں کرنا چاہیے۔

سوال اول کے جواب کے الفاظ تو مجھے خوب یاد ہیں اور باقی جوابات کے الفاظ مجھے پوری طرح یاد نہیں لیکن مضمون جواب میں کوئی شبہ نہیں ہے، وہی مضمون ہے جو میں نے پہلے لکھا ہے۔

سوال ۳: ترجمہ الفاظ قرآن وحدیث کے علاوہ قرآن وحدیث میں عقل کا دخل ہے یا

نہیں؟

جواب: تلفیظ کے مطالعہ سے جو فہم انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اس کا دخل قرآن

وحدیث میں ہرگز نہیں ہونا چاہیے اس کے علاوہ عقل کے دخل کی بہت سی صورتیں ہیں۔ پہلے

صورت یہ کہ عرب کے محاورہ کو سمجھنا چاہیے اور اس محاورہ کے مطابق قرآن وحدیث کو سمجھنا چاہیے

۔ عقل کا یہ دخل تو ہونا ہی چاہیے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِي يَخْضِبُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْخَيْطُ الْمَنِيُّ

أَيُّهُ (ایہ مومن جنہوں نے آپ کی اتباع کیا ہے ان کے ساتھ تواضع کے ساتھ جس شخص آئے)

محاورہ عرب کا فیصلہ نہ کر کہ اگر اس آیت کریمہ کے عقلی ترجمہ پر اکتفا کیا جائے تو اللہ کے اس حکم

کی بجا آوری حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اور اگر محاورہ عرب کو دخل دیں تو اس سے مراد

تواضع ہے تو حضرت خنظلہ رضی اللہ عنہ سے اس کی بجا آوری اس طرح ہوئی کہ کسی سے ممکن نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آیات متشابہات اور مقامات میں عقل کو دخل دیں (یہ صحیح نہیں ہے) جیسے

آیت الرحمن علی العرش استوی کے مضمون میں۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں عقل کو دخل نہیں دینا چاہیے اور یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ ہر

مذہب کا بھی یہی اعتقاد تھا الاستواء معلومہ والکیف معلومہ (استواء تو معلوم ہے اور اس کی

کیفیت معلوم ہے) اس باب میں استواء میں یہی ثابت ہے۔ شرح عقائد نسفی میں مجھے یاد پڑتا

ہے کہ متاخرین نے آیات متشابہات کی تاویل جالبین اور فرق ضالہ ہاتھ کے مطابق کو رد کرنے

کے لیے کی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ احکام فقہیہ تو فقہیہ مثلاً غزوہ کعبات نماز اور وضو میں عقل کو دخل دیں اور

جب تک اپنی عقل سے معلوم نہ کر لیں، قبول نہ کریں یہ عقل کا دخل نہایت قلیل اور کفر تک پہنچانے والا ہے۔

اس کے بعد قیاس کے بارے میں (چوتھا) سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ میں قیاس کو ماننا ہوں اور قیاس میں مسلک حنفی کا مقلد ہوں۔ یہ چار جواب میں نے لکھے ہیں، جو کوئی لان میں کمی بیشی یا جدید لی اور فرق کرے تو وہ میرے ہی کاغذ کو سامنے لائے۔ بعد ازاں چل دی کی وجہ سے لکھنے کا سلسلہ متوقف ہو گیا اور صرف زبانی بات چیت پر اکتفاء ہوا۔ اور چونکہ لکھے ہوئے جوابات محفوظ ہوتے ہیں لہذا ان کو بعد کو ملکہ لکھا گیا۔

سوال ۵: ایک سوال یہ ہوا کہ کل بدعتہ ضلالۃ (بر بدعت کمرانی ہے) عام ہے یا خاص؟

جواب دیا گیا کہ خاص ہے۔ پھر سوال ہوا کہ اس کا مختص (تخصیص کنندہ) کیا ہے؟ جواب دیا گیا۔ اس کا مختص حضرت عمرؓ [رضی اللہ عنہ] کا تراویح کے مسئلہ میں یہ قول گرامی ہے نعبۃ الصدیقہ خان صاحب نے فرمایا کہ اس کا مختص یہ حدیث بھی ہوگی من سن سنۃ حسنۃ قلہ اجرہا و اجر من عمل بہا (جس شخص نے اچھا طریقہ پایا وہ کیا اس کو اس اچھے طریقے کی ایجاد کا اجر اور عمل کرنے والے اشخاص کا اجر ملے گا) میں نے کہا یہ حدیث بھی مختص ہو سکتی ہے۔

پھر خان صاحب نے کہا کہ ایک حدیث ان الفاظ مستحکمہ ہے "من ابتدع بدعتہ ضلالۃ" (باضافت بدعت بسوء ضلالت) (ترجمہ: جس نے بدعت ضلالہ کی ایجاد کی ہو) خان صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ بدعت فرض، واجب، اور مستحب بھی ہوتی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن بدعت کی اصل بری ہے۔ میں اصل بدعت کو سیر کہتا ہوں تاکہ کل بدعت ضلالہ کا کلیہ باقی رہے۔ اس معنی کو حضرت امام نوویؒ نے بیان فرمایا ہے۔ اور بدعت سیر کی اصل یہ ہے کہ اس میں کوئی حسن اور فتنہ ظاہر نہ ہو۔ خان صاحب نے فرمایا بدعت مباحہ اور بدعت سیر میں کیا فرق ہے؟ کیا سوال حضرت مولوی مخصوص اللہ صاحب نے بھی کیا۔

میں نے کہا بدعت مباحہ کو میں نہیں جانتا ہوں خان صاحب نے ایک شخص کے ہاتھ سے ایک کتاب لی اس کتاب کا نام بھی صحیح یاد نہیں خان صاحب نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا یہ حضرت امام

نودی کے استاد محترم کا قول ہے اور امام نوویؒ کہ جن کے قول سے مولوی صاحب (مہاراج پڑھائی) نے بدعت کے معنی بیان کئے ہیں، امام نوویؒ کے استاد محترم کے حوالہ سے جوابات پیش کی گئی تھی اس میں مجھے اتنا یاد ہے کہ من البدع المباحۃ بدعت کی ایک قسم بدعت مبارک (ہے)

بدعت مبارک کے ضمن میں مولود شریف کے اندر کھانوں کا پکانا، قہراء و مساکین کو کھلانا، اہل بیت پر شانت کرنا اور مسلمانوں میں خوشی کا ہونا اور مولود شریف پڑھنا ان سب باتوں کا بھی تذکرہ ہوا۔ جس وقت خان صاحب اس عبارت کو پڑھ رہے تھے، اس وقت مولوی انصاری صاحب اہل بیت سے فرمایا کہ یہی بدعت مبارک عرسوں کی اصل ہے۔ میں نے مولوی صاحب موصوف کی یہ بات اچھی طرح سنی اور شاید دوسروں نے بھی سنی ہو۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے یہ سوال کیا کہ مولود شریف کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا بلا تعین تاریخ و یوم بدعت نہیں ہے بلکہ تعین کے ساتھ بدعت میرے ہے۔ اگر یہ سمجھ کر آگے پیچھے دوسرے دنوں میں بھی ثواب یا تو ہو گا نہیں اور اگر ہو گا تو کم ہو گا اگرچہ ان مقررہ دنوں میں کھانوں کی زیادتی کی وجہ سے مساکین و عیال سے مستثنیٰ ہوتے ہیں (اور کھانے کی ضرورت و رغبت نہیں ہوتی) اور دیگر ایام میں کھانے کے قیام رہتے ہیں، باوجود اس کے ان مقررہ دنوں میں یہی کھانے کا انتظام کرے وہ بدعت میرے ہے۔ اور اگر نص شرعی سے کوئی بدعت مزاحم و مقابل ہو جیسا کہ ماہ رمضان ثواب ستر گنا پڑھ جانا ہے اور مولود کرنے والا یہ سمجھے کہ مولود کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب زیادہ پہنچتا ہے اور رمضان کی خصوصیت یہ بھی جانتا ہو تو ایسے شخص کے متعلق شاید میں نے کہا کہ یہ باعث خوف کفر ہے۔ اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ اسی سوال پر روزہ کی گفتگو ہوئی اور بیان بدعت کے درمیان یہ حدیث بھی ذکر کی گئی منیٰ احداثی امرنا هذا ما لیس منہ فہو رد (جو ہمارے دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو اس میں نہیں تھیں تو وہ باتیں مردود ہیں)۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت اسوہ دین میں ہونا کرتی ہے۔ غالباً یہ سوال بھی ملے گا کہ یہ حدیث مبارکہ الیہ وسلم حسداً فہو عند اللہ حسن (جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے) اس کا کیا جواب ہے؟ (میں نے کہا کہ) اس کا اجمالی جواب یہ ہے کہ جو عادات مسلمان کے

بادوام کے ساتھ متعلق ہے اور انشاء بیان بدعت میں یہ بات بھی میں نے کہی ہے کہ حضرت مجددؑ کے نزدیک بدعت ضلالت عام ہے۔

خان صاحب نے ایک دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ حضرت مجددؑ بدعت حسنہ کو داخل سیرہ کرتے ہیں اور بدعت سیرہ کو بھی بدعت قرار دیتے ہیں اس لحاظ سے کمال میں کوئی فرق نہیں۔

سوال ہوا کہ مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان پڑھنا کیسا ہے؟

جواب دیا گیا کہ بدعت ہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ تلقین مردہ کی طرح یہ اذان بھی جائز ہے۔ میں نے کہا کہ حنفیہ کے نزدیک تلقین مردہ کا کوئی جواز نہیں ہے اگر اس کا جواز ہے تو مسک امام شافعیؒ میں ہے۔ خان صاحب نے فرمایا بعض کتب حنفیہ میں تلقین کا جواز موجود ہے اور اذان علی القبر کو اسی پر قیاس کر لیا ہے۔ میں نے کہا وہ کتاب جس میں (حنفیہ کے نزدیک) تلقین کی اجازت ہے اس کو میں نہیں جانتا۔ خان صاحب نے فرمایا اس کا نام وثائق ہستیاؤں گا لیکن خان صاحب نے کتاب کا نام نہیں بتلایا۔

پھر سوال ہوا کہ عبادت کا ثواب مردہ کو پہنچتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا عبادت مالہ کے ثواب کا پہنچنا سب احمد کے نزدیک ثابت ہے عبادت بدنیہ کا ثواب مردہ کو زندہ کی طرف سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو پہنچتا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں پہنچتا۔ خان صاحب نے فرمایا کہ کتاب ”شرح الصدور“ میں سب احمد کا اس بارہ میں اتفاق لکھا ہے۔ مجھے اپنا جواب دینا یاد نہیں کہ اس کا کیا جواب دیا۔

پھر سوال ہوا اجماع حجت ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا کہ حجت ہے۔ خان صاحب نے فرمایا کہ اگر مائل اجماع ثقہ ہے تب اجماع حجت ہے۔ خان صاحب نے اول تو یہ بات فرمائی پھر میرے استفسار کے بعد مثال میں شیخ جلال الدین سیوطیؒ جیسے علماء کے نام پیش کیے۔ اس کے جواب میں میں نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ اس سے زیادہ یاد نہیں۔

پھر سوال ہوا مردہ کو ادراک ہوتا ہے یا نہیں؟

میں نے جواب دیا ہاں مردہ کو عالم (برزخ) کا ادراک خوب ہوتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا اس دنیا کا بھی ادراک ہوتا ہے؟
میں نے جواباً کہا کبھی کبھی جو جاتا ہے۔

پھر سوال ہوا کہ کیا مردہ اس شخص کے کلام کو براہِ مستجاب ہے جو اس کی قبر پر پہنچ کر کہہ کرے؟
ہے؟ یا کبھی سنتا ہے؟ یا کبھی نہیں سنتا؟ میں نے جواب میں صرف ہاں واللہ اعلم کہا۔

اغراضِ مضمون چہارم میں جو امور مذکور ہوئے ان کی تحریر کے بعد بدعت اور اذانِ مسلّم
القبر کا مسئلہ مکرر پیش ہوا اور باقی گفتگو جلدی کی وجہ سے مختصر ہوئی تھی۔ پھر خان صاحب نے ایک
ایسی بات فرمائی جس سے تمام سوالات کے جوابات سے فراغت معلوم و مفہوم ہو گئی۔ پھر حسن ان
صاحب اور تمام حاضرین مجلس سے اٹھ گئے۔

سوال مجلس سے اٹھنے کے بعد ایک شخص نے شیخ کے بارے میں سوال کیا میں نے کہا مردہ
کو ایصالِ ثواب درست اور جائز ہے لیکن تیسرے درجہ کی قید بدعتِ سیئہ ہے۔ مضمون پنجم میں جو
کہ کلام مذکور ہوا اسی کے مطابق کہا گیا۔ اس کے بعد پھر اذانِ علی القبر کے بارے میں ایک شخص
نے سوال کیا۔ میں نے کہا یہ بدعتِ سیئہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرمایا ہے کہ زمانہ
میں نہیں تھی اور اب تک مکہ معظمہ میں نہیں ہے اور یہ سلسلہ (عدم اذانِ علی القبر) اس زمانہ سے
لے کر اس وقت تک تو اثر و ثواب کے ساتھ ہے۔ اور ہم اسی کو دیکھتے آئے ہیں میں اذانِ غسلی
القبر کو حسن نہیں کہوں گا۔ ایک شخص کی آواز پر اولاً شیخ کا جواب پڑا اور بلند پڑھا گیا اور اس سے
متصل جو اذانِ علی القبر کے سوال کا جواب تھا وہ بھی زور سے پڑھا گیا۔ اور تمہیدِ انشتم میں جن اکا
مولوی مخصوص اللہ وغیرہ علماء کا تذکرہ کیا گیا ان کا ان جوابات کو مستنایانہ سنتا معلوم نہیں۔

خاصہ میں تین مضامین ہیں:

اول یہ کہ لوگوں کے رنگ برنگ کے اغراض ہوں تو اسی کے مطابق مختلف باتیں اور مختلف حالات
ہوتے ہیں۔ گلستانِ سعدی دیکھو پڑھنے والے کو اپنے مطلب کے مطابق مختلف حکایات و ایات
پاؤرہ جاتی ہیں کسی کو تو بابِ پنجم کی حکایتِ عشق و جوانی اور کسی کو بابِ ششم کی ضعف و ناتوانی کا
حکایتیں یاد رہ جاتی ہیں۔ (توسید پرست کو یہ حکایت یاد رہتی ہے)
بیکے پر سید زان گم کردہ فرزند

کہ اسے روشن گہر کر دیند

(ترجمہ شعر: کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ اسے روشن خانہ لان والے اور اسے چمکندہ چراگ)

(معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق علیہ السلام نے یہ رد واداکتھے وقت علامت و اشارہ کے طور پر صرف یہ ایک شعر ہی لکھنا کافی سمجھا، آگے اس سلسلہ کے یہ اشعار اور ہیں:

چراغ اور چاہ کھانش نمیدی	زمعشر پونے پیرا بن شیدی
دے پیدا و دیگر دم نہاں است	بگفت احوال ما برق جہاں است
گجے بر پشت پائے خورن لایم	عجے بر طارم اعلیٰ نشستم

مطلب یہ کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ وہ دروازے کے ملک مصر سے آپ کے فرزند یوسف علیہ السلام کا کرتے کر جب قافلہ روانہ ہوا تو آپ نے اس کی خوشبو یہاں محسوس کر لی لیکن جب وہ یوسف آپ کی بستی کھان کے قریب ایک کنویں میں ڈال دئے گئے تو آپ ہن کو زیادہ کچھ سکے تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے حالات بخلی کی طرح ہیں کہ بجلی روشن ہوتی ہے تو سب کچھ دیکھ لیا جاتا ہے، اور جب بجلی غائب ہو جاتی ہے تو کچھ نظر نہیں آتا، کبھی ہم بلکہ ترین عمارت کے اوپر ہوتے ہیں اور بہت نیچے دیکھ لیتے ہیں اور کبھی ہمارا حال یہ ہوتا ہے کہ ایسے پاؤں کی پشت بھی نہیں دیکھ پاتے۔ حاصل یہ کہ ہمارے اپنے اختیار میں کچھ نہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ہزاروں میل دور کی چیز معلوم اور محسوس کر دیتا ہے۔ جب نہیں چاہتا تو ہمیں قریب ترین چیز کا بھی علم نہیں ہوتا اور نظر نہیں آتا۔)

اصحاب خوارق و کرامات کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مقبولان بارگاہ الہی ہیں وہ اپنی عاجزی اور بندگی کا اعتراف و اقرار کرتے ہیں کسی وقت تو ان مقبولان بارگاہ الہی سے اللہ کی مشیت و قدرت کے ذریعہ ایک امر عجیب صادر ہوتا ہے اور کبھی ان کی عاجزی و لاچارگی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پس ہمیشہ تو حید پرست مقبولان بارگاہ الہی کا مقتدر ہوتا ہے، اور کسی کو گلستاں کی یہ حکایت یاد رہتی ہے:

مردے لطیف در بغداد

دشترک دا بکفش روزے دا

(ترجمہ: ہندو میں ایک خوش مزاج بوڑھے نے اپنی لڑکی ایک بکفش روزہ (موہنی) کے نکاح میں دے دی (اس طرح کا مزاج رکھنے والے) ہمیشہ ادھام اور شہوت کے دوسروں میں بے خوف ہو جاتا رہتے ہیں۔)

یہ سب اختلافات احوال کی مثالیں تھیں۔ جامع مسجد کے واقعہ مذکورہ میں بھی یہ بات برقرار نہیں رہی وہاں کی باتوں کو سمجھنا اور یاد رکھنا اغراض و حالات کے اعتبار سے مختلف و متفاوت ہوا ہوگا۔ دوسرا مضمون یہ کہ حکم کے کلام کا لہجہ سامعین کی عقلوں کے تفاوت و فرق کی وجہ سے بدل سکتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مفہوم ایک شخص کی عقل کے مطابق ایک دو بات سمجھا جاتا ہو جاتا ہے اور دوسرے شخص کی فہم کے مطابق ایک طویل کلام کرنا پڑتا ہے، تا کہ وہ بات سمجھ جائے۔ یہ بات بلا شک و شبہ ہے کہ روزہ کو روزہ میں ہونے والا کلام اتنا مختصر تھا کہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا، مگر چند امور ظاہر ایسے تھے جو سمجھ میں آ سکتے تھے۔ چنانچہ چار جوابات جو تحریر کے تحت دیے گئے ہیں، امور ظاہرہ میں سے تھے اور ان مضمونوں پر مقصد بالکل ظاہر ہے۔ کلام کے کچھ حصہ کا ترجمہ اور کچھ کا نہ سمجھنا ایسی بلائے عظیمہ ہے کہ کلام کرنے والے عالم کے حال کو بدل دیتی ہے۔

تیسرا مضمون یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات پیش آنے کے وقت ایسا حال رونما ہوتا ہے کہ جس کو کو فکر آخرت ہوتی ہے تو وہ اہم مقصود کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس مقصود سے ہرگز غافل نہیں ہوتا۔ اپنے عقیدہ و عمل کو شرع شریف کے مطابق صحیح و درست رکھتا ہے، مگر ملاحظہ میں غالب و مغلوب کے پر وائش نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی شخص یہ جانے کہ عقیدہ و عمل غالب و مغلوب کی دانست پر موقوف ہے تا کہ غالب کا اتباع کیا جائے اور مغلوب کا اتباع نہ کیا جائے تو ایسے شخص کو جان لینا چاہیے کہ یہ متین کے ارکان مناظرہ پر موقوف نہیں رہتے۔ یہ بحث کہ تیجہ چالیسواں اور اس طرح کی دوسری بحثیں کرنی چاہئیں یا نہیں کرنی چاہئیں اور قیصر کو پختہ بنانا جائز ہے یا نہیں ہرگز ہرگز یہ باتیں اور کام دین میں داخل نہیں ہیں۔ اگر سینکڑوں عاقل و بالغ مسلمان مردہ کو دفن کر کے اپنے اپنے گھر لے آ جائیں اور پھر اس مردہ کا کوئی ذکر نہ کریں تو یہ ہرگز ہرگز ارکان دین سے کوئی رکن عزہ کی بنیاد نہ ہو، برخلاف نماز جیسے رکن کے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا اور

کو چھوڑنے والا فرعون و ہامان کے ساتھ مشہور ہونے کے قابل ہے۔

پڑاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ایسے اہم ارکان چھوڑتے ہیں اور آدمیوں کو بھی اس پر قہقہ نہیں ہوتا، جیسا کہ رسوم زائحدہ کے چھوڑنے پر ہوتا ہے (جنگ) بدعت کے چھوڑنے پر بہت کچھ سوچ سچا کر کرتے ہیں۔ سبحان اللہ ایہ تو ایک عظیم انقلاب ہے۔ واللہ غالب علی امرہ ولیکن اکثر الدامس لا یعلمون۔

علامہ محمد علی غفرلہ

(یہ صاحب حضرت مولانا عبدالحی دہلوی کی تحریر فرمائی ہوئی روداد کے نقل و کاتب ہیں)

(دفعہ کان کا حضرت مفتی نسیم احمد لریڈی نمبر ۱۹۶/۲۱۶۵)

حاصل مطالعہ:

اس ساری روئیدار سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ الحمد للہ اس وقت تک جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ عبدالحی بڑھانوی و شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا درس دو عطر برابر جاری تھتا اور وہ بھی چند ساعت کے لیے نہیں بلکہ ظہر سے عصر تک یہ درس جاری رہتا۔ اگر یہ حضرات محاذ اللہ اسنے بڑے گستاخ تھے یا پورا دہلی یا خاندان ولی اللہی ان کا مخالف تھا تو دہلی کی شاہ مسجد میں ہرگز ہرگز ان کو درس کی اجازت نہ دی جاتی۔

فانہذا اس دن کوئی مناظرہ نہیں ہوا تھا نہ کسی مناظرے کا انعقاد کیا گیا تھا بلکہ یہ حضرات جب درس سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے (ان کا نام مولانا عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بتایا ہے واللہ اعلم: سیف الجبار) ایک پرچہ پیش کیا جن میں چند سوالات تھے اور ساتھ ہی ان کے جوابات بھی مرقوم تھے جن پر چند علماء کی مہریں بھی ثبت تھیں۔ ان حضرات سے بھی ان سوالوں کے جوابات طلب کیے گئے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات تفصیل سے دینے کے لیے قہقہ جو بخوشی منظور بھی کر لی تھی۔ کیا مناظرے اس طرح ہوتے ہیں؟ درس کے اختتام تک پرچہ موقوف رکھنا اس بات کی یقین شہادت ہے کہ باوجود مخالفت کے ان حضرات کے دلوں میں شاہ صاحب دہلی

مولانا عبدالحی کا ادب و احترام تھا۔

اس روئیدار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کے اکابر اہل اللہ کی طرح مخالفین سے مولانا عبدالحی و شاہ صاحب کے خلاف کروہ پر دیگنڈا کیا ہوا تھا چنانچہ مولانا رشید الدین صاحب کو استفسار کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ معاذ اللہ شاہ عبدالحیؒ کے راستے کو جہنم کا راستہ کہتے ہیں مولانا عبدالحیؒ کے بقول یہ لوگ وہ تھے جن کی عرس کی شراب کی جوئے اور بدعات کی دکانیں ان کی وعظ و نصیحت سے بند ہو گئی تھیں۔ یعنی اس دور کے رضا منانی تھے بھراوی رضا خانی جنہوں نے شاہ ولی اللہؒ پر بھی اسی طرح دہابیت کا الزام لگایا۔

جب مولانا عبدالحی صاحبؒ نے اس کی پرزور تردید کی تو مولانا رشید الدین صاحب مرحوم نے ان کی بات پر کلی اعتماد کیا جو ان حضرات کی باہمی محبت و خلاص کا آئینہ دار ہے۔

غرض حضرت شاہ اسماعیل شہید و مولانا عبدالحیؒ و مولانا رشید الدین خان صاحب مرحوم کا ہر باتوں میں اختلاف تھا پھر مولانا رشید الدین خان دہلوی صاحب تک شاہ صاحبان کے کالجی ان کے بارے میں متقی خبریں لا رہے تھے مولانا رشید الدین خان صاحب نے خود ان حضرات سے ان کا موقف معلوم کرنے کے لیے ان کے پاس تشریف لے گئے ساتھ میں عوام کو بھی لے گئے تاکہ سب حضرات ان کا موقف سن لیں اور ان الزامات کی حقیقت واضح ہو جائے مولانا نے وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحیؒ کی طرف سے دیے گئے جوابات کو بآواز بلند پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ اس مجمع کثیر نے انتہائی قہر کے ساتھ ان جوابات کو سنائی کہ کوئی ہنگامہ شور شراب نہ ہوا اور خیر و عافیت کے ساتھ یہ مجلس ختم ہوئی۔ غور فرمائیں کیا یہی وہ مظلوم ہے جسے رضا خانیوں نے ڈرامائی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا پورا دہلی سنا صاحب و مولانا عبدالحیؒ کے قتل کے درپے ہے۔

اس مجلس نے قبر پرستوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا انہوں نے مولانا رشید الدین صاحب کے جو کان بھرے تھے وہ ساری مذموم کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں لہذا اب

بدلا اور یہ مشتہر کر دیا کہ اس عظیم الشان مناظرہ ہوا تھا اور مولانا عبدالحی کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اپنے دلایا نہ عقائد سے تو پہ کرنی پڑی۔ العیاذ باللہ۔

دہلی کے اس واقعہ کے بعد ان حضرات میں کسی قسم کی کوئی رجحش و اختلاف باقی نہ رہا تھا جتنی متنی باتیں ہیں سب مخالفین کی اثراتی ہوئی ہیں۔ یہاں ہم ایک عینی شاہد کی گواہی مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب دہلوی کے حوالے سے پیش کرنا چاہیں گے:

”بندہ کے سامنے تقریبہ الایمان کا وہ نسخہ ہے جو ۱۲۶ھ میں حافظ محمد بیہر خان کے اہتمام میں مجھ سے سوم گران شاہ جہاں آباد مطبع محمدی وحیدۃ الاخبار میں چھپا ہے اور اس کے (۷۴) صفحات ہیں۔ مولانا زید صاحب کے سامنے جو نسخہ ہے وہ ۱۲۷ھ میں مطبع صدیقی دہلی میں چھپا۔ یعنی پہلے نسخے کے تین سال بعد۔ پیش نظر نسخہ میں مولانا میر محبوب علی صاحب مٹھی کا ایک مقدمہ بھی شامل ہے۔ مولانا زید صاحب اگر اس مقدمہ پر غور کر لیتے تو جو سبیل کا سبیل اور بات کا تشکوک انہوں نے بنایا ہے وہ ظہور میں نہ آتا سید محبوب علی صاحب مولانا شہید دہلوی کے ہم سبق تھے، بخود عالم تھے اور اس صورت حال کے معنی مشاہد بھی تھے، وہ لکھتے ہیں:

”گور پرست مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کو کہتے ہیں کہ مولوی رشید الدین خان صاحب سے خوب بحثیں رہیں، شہید مرحوم کو دست آنے لگے، جواب میں تھکے سو یہ سراسر غلط اور بہت ان ہے شہید منظور اور خان صاحب مرحوم کی گاہے کسا بات میں ٹھکرا نہیں ہوئی اور جامع مسجد میں جب مولوی عیدالحی سے استفسار پر میر طلب کی تو مولوی صاحب مرحوم نے شکل بلوی سے حسنلاف برادہ عالمادہ کی شکایت کی خان صاحب مرحوم نے غدر کی صورت ظاہر کی، وہاں شہید مرحوم نے کسا سے بات بھی نہیں کی اور جب مولوی عبد اللہ دہلوی کو دفن کیا مولانا شاہ عبدالحزیز صاحب کے مقبرہ میں لوگ خان صاحب سے اور مولوی عیدالحی صاحب سے مسائل مروجہ پوچھتے وہاں بھی کچھ خلاف و ٹکراؤ علماء میں نہ ہوئی۔ احوال ان بزرگوں کے جو آپس میں ظاہر تھے چشم خود دیکھے ہوئے یاد لیا میر پرست خیل میں برباد ہیں اور جواز و مکروہ کا آپس میں کہیں لفظاً خلاف ہے وہ مفسدوں

کے فتنے کی بنیاد ہے۔“

(بحوالہ مولانا محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ ص ۲۲، ۲۳)

مولانا رشید الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے مولانا سدید الدین صاحب کا عظیم علمی کتب خانہ جب ۱۸۵۷ء کے حادثہ میں ضائع ہو گیا تو انہوں نے ایک خط میں کہا: ”ہم کو اپنے کتب خانے کے لٹ جانے کا اتنا افسوس نہیں جس قدر ان حقائق کے ضائع ہو جانے کا ہے جو مولانا شہید رحمہ اللہ نے علمی کتابوں پر لکھے تھے کیونکہ وہ کتابیں تو پھر بھی مل سکتی ہیں مسکریا حاشیوں کا اب ملنا محال ہے۔“ (اکمل البیان ص ۸۰۲)

یہ تھی ان بھائیوں کی آپس میں محبت جس میں فتنہ پرور رضا خانی آگ لگا کر کرشماتی مسیحا بدلنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

فتح کس کی ہوئی:

رضا خانی حضرات ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اس مناظرے میں شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا مگر دوسری طرف مولانا فضل رسول بدایونی نے ایک جھلکی دکھایا۔ مخصوص اللہ صاحب مرحوم کی طرف منسوب کیا ہے جس میں اس بات کا واضح اقرار کیا گیا ہے کہ دہلی مناظرہ سے پہلے سب ہمارے ساتھ تھے مگر اس مناظرے میں شاہ صاحب کی باقیوں کو لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ فضل رسول بدایونی سوال کرتے ہیں:

”ساتواں سوال: اس وقت آپ کے خاندان کے شاگرد اور مریدان کے طور پر تھے یا آپ کے موافق؟“

مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب جواب اس طرح بیان کیا گیا:

”ساتویں بات کا جواب یہ ہے کہ اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے پھر ان کا جھوٹ مسن کر کے کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے۔“

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۰۳ اور مولانا ابو الحسن زبیر قادری)

اس میڈان بریلی خط کے میڈان ہدایوںی جواب کی سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ مشاء صاحب کا جھوٹ سن کر میرے شاگرد اور سرید (کیونکہ سوال میں انہی کے متعلق پوچھا گیا ہے) میرے مسلک سے پھر کر ان کی طرف جانے لگ گئے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ اپنے طریقہ کا قائل اور اپنے مسلک کا جھوٹ اکثر آدمی کوچک کی طرف لے جاتا ہے جھوٹ کی وجہ سے کوئی بھی سمجھدار آدمی اپنے عقیدے سے نہیں بھرتا مگر یہاں گنگائی بہہ رہی ہے۔ اس جعلی مکتوب میں مولانا غلام احمد صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے تقویۃ الایمان کے رد میں ایک کتاب ”تقویۃ الایمان“ کا بھی ذکر ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اس نام کی کوئی تصنیف مولانا غلام احمد صاحب کی نہیں نہ کسی مفسر عام پر آئی آج کے رضا خانی تو دور خود مولانا فضل رسول ہدایوںی صاحب کو بھی اس کتاب کو دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی ہوگی۔ غرض اس نام سے دنیا میں اس کتاب کا کبھی کوئی وجود نہیں رہا۔

خاندان ولی اللہی پوری طرح شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ساتھ تھا:

رضا خانی حضرات نے نام نہاد ولی مناظرے کو بیان کرتے ہوئے سب تاثر بھی دیتے کی کوشش کی ہے کہ پورا خاندان ولی اللہی شاہ صاحب کا مخالف تھا اور گویا مولانا رشید الدین و مولانا غلام احمد و مولانا مونی صاحبان جیسے حضرات مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے جانشین تھے اور پورے خاندان کے ترجمان گویا یہی تین حضرات تھے۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ان کا ادب و احترام اپنی جگہ مگر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے علم، تقویٰ و مقام ارفع کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنا علمی جانشین اگر کسی کو تصور کرتے تو وہ شاہ محمد اسماعیل شہید یا شاہ محمد آفاق تھے جیسا کہ ماقبل میں حوالہ گزر چکا ہے۔ یہاں ہم مزید اتمام حجت کے لیے مولانا عظیم محمود احمد برکاتی مرحوم جن کا تعلق بریلویوں کے غیر آبادی سلسلہ تلمذ سے ہے اور موصوف شاہ صاحب کے جانشین میں سے بھی ہیں کا حوالہ پیش کرتے ہیں جو باوجود مخالفت اعتراف حق کر

گئے:

”اب رہ گئے وہ نو فخر افراد خاندان جو ولی میں متوطن اور براہِ راست شاہ عبد العزیز کے زیرِ نگران تھے یعنی شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد الغنی کے صاحبزادگان تو ان میں سے (۱) محمد عیسیٰ (۲) محمد حسین (۳) محمد حسن (۴) عبد الرحمن عرف مصطفیٰ کے متعلق ہمیں معلوم نہیں کہ ان میں سے کس کس کو حصولِ علم کی توفیق ملی تھی کس کس نے حصولِ علم کو منزلِ آخر تک پہنچایا تھا؟ کس دل و دماغ کے نتیجے کردار و عمل میں کیا مقام رکھتے تھے؟ مختصر یہ کہ معلوم نہیں یہ حضرات اس قابل تھے یا نہیں کہ محدث کی نگاہِ انتخابِ الہی پر پڑتی ۱۲ اس لیے اب صرف پانچ حضرات رہ جاتے ہیں:

(۱) شاہِ مخصوص اللہ (۲) شاہ محمد موسیٰ (۳) شاہ محمد اسعیل (۴) شاہ محمد اعلیٰ (۵) شاہ محمد یعقوب۔ ان میں شاہِ مخصوص اللہ و شاہ محمد موسیٰ شاہ محمد یعقوب کے متعلق اگرچہ یہ معلوم ہے کہ وہ علم نے حسنِ عمل میں بھی اپنے خاندان و گرامی کی روایات کے حامل تھے لیکن انہیں علوم میں کوئی بلند مقام اور مخصوص مرتبہ حاصل نہیں تھا دل و دماغ کی صلاحیتیں بھی غیر معمولی تھیں اور بہ حیثیتِ تلمیذ ان شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے جو ہم بیان کر چکے ہیں لامحالہ شاہ محدث کا رشتہ ان اس گروہ کے باقی دو حضرات کی طرف ہونا چاہیے تھا (۱) شاہ محمد اسعیل (۲) شاہ محمد اعلیٰ۔ روایات و آثار سے اس قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ شاہ صاحب نے قبیلِ آخر انتخاب انہیں دینے جو انہوں کا کیریئر اور فرمایا کرتے تھے: الحمد للہ اللہ و حسب لی علی الکبیر اسماعیل و اسعیل۔

(حیاتِ شاہ محمد اعلیٰ و شہیدہ میں ۷۳۷ھ تا ۷۴۷ھ تک کی زندگی)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ہی کی زندگی میں شاہ محمد اسعیل شہیدہ شہیدہ تھیں۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دہلوی دہلی میں رہے ان کا دھنکرا برابری رہا۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی رضا خانی جیسا متعصب بھی یہ کہنے پر مجبور ہے:

”ہاں مولوی اسماعیل عالم محدث تھے۔۔۔ مولوی اسعیل کی تازہ تحصیل اور طاقت زبانی اور دقتِ گوئی اور خوش بیانی میں واقعی ایک تسخیر کا عالم تھا۔“

(انوارِ آفتابِ صداقت: ص ۲۵۵، ص ۲۵۶ طبع جدید)

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جب جہاد پر روانہ ہوئے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند تدریس پوری طرح حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منجانب الی تو اس وقت بھی محدث دہلوی کے چاشمین شاہ اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری طرح حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے اور مجاہدین کے لیے دہلی میں جو چندہ جمع ہو اس کی نگرانی شاہ اسماعیل صاحب ہی کرتے اور انہی کی نگرانی میں وہ چندہ مجاہدین کے پاس پہنچایا جاتا۔ حتیٰ کہ جب بعض حضرات نے سید احمد شہید و شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک جہاد کی مخالفت شروع کر دی تو شاہ اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ان الزامات کی بھرپور تردید کی اور مجاہدین کے اس قافلے کی ہر طرح سے مدد و نصرت کی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایا:

(اعانت مجاہدین، مندرجہ کتاب حیات شاہ محمد اسماعیل صاحب، ص ۵۹، ۶۰)

قاضی فضل احمد رضا خانی کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ مولانا محمد اسماعیل، شاہ صاحب کے ساتھ مل گئے تھے:

”مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی آخر کو اس طرف جھک گئے تھے اگرچہ ان کی کتابوں میں مولوی اسماعیل صاحب کا ساز و درو شور نہیں ہے۔“ (انوار آفتاب صداقت، ص ۳۳، ۳۴ طبع جدید)

رضا خانیوں کی منافقت دیکھیں کہ خود شاہ ولی اللہ کو دہائی لکھا اور بیٹے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ان سے اختلاف کی وجہ سے حق گو کہا کسی نے ان پر الزام نہیں لگایا کہ باپ کا مخالف ہو گیا لیکن جب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رشید الدین خان صاحب سے اختلاف کیا تو آسمان سر پڑھا لیا۔

دہلی مناظرے نے رضا خانیوں ہی کا منہ کالا کیا:

ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے پورے تین صفحات ۲۲۳ تا ۲۲۶ اسی پر سیاہ کیے کہ دیوبندیوں سے ہمارا اصل اختلاف ان کی گستاخانہ عبارات پر ہے معاذ اللہ نور و بشر میلا و علم غیب وغیرہ پر اختلاف بتانا یا تقریریں کرنا عوام کو مغالطہ دینا ہے۔ اسی طرح

مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف صرف ان عبارات کی وجہ سے ہے جن میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم و مہدی بن حق سبحانہ و تعالیٰ کی شان میں صریح گستاخیاں کی ہیں باقی مسائل میں محض فروعی اختلاف ہے جس کی بناء پر جانچن میں سے کسی کی تکفیر و تفسیل نہیں کی جاسکتی۔" (الحق البصیر: ص ۲۳ راجعہ برہم سعید جاسعہ انوار العلوم لبنان)

مگر دوسری طرف دہلی کے اس مناظرے میں مولانا رشید الدین صاحب نے تقویۃ الایمان یا شاہ صاحب کے عقائد کو چھوڑا تک نہیں بلکہ یوسر قبر، اذان علی القبر، میلاد بدعت، بقول مولوی غلام مہر علی نورہ بشر حاضرہ ناظر جیسے فروعی مسائل پر گفتگو کی۔ گو یا بقول مولوی کاشف اقبال مہم کو۔ خالہ دیہ۔ اور ان مسائل کو چھیڑا جس پر بقول کاظمی کسی کی تکفیر تو دور تفسیل بھی نہیں کی جاسکتی۔

مولانا رشید الدین مرحوم صاحب کا یہ عمل اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ جن عبارات پر آج رضا خانی اعتراض کر رہے ہیں اور جس انداز سے اس اختلاف کو آج پیش کیا جا رہا ہے یہ سب مولانا احمد رضا خان بریلوی کی کارستانی ہے اس نے اپنا نیا مذہب ایجاد کرنے کے لیے انگریز شیعہ کے اشارہ پر یہ شیطانی حرکات کی تھیں۔ ورنہ خود شاہ صاحب کے زمانہ میں ان اعتراضات کا کوئی تصور نہ تھا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب نے بھی صرف شفاعت اور اعتنا علی العظمیٰ کے مسئلہ پر شاہ صاحب سے اختلاف کیا۔ قہج کا مقام ہے ایک طرف تو بریلوی کہہ رہے ہیں کہ ساری شورش سارا فساد تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہوا سارے علماء تقویۃ الایمان کی وجہ سے مخالف ہوئے مگر جب اس شورش کو ختم کرنے کا وقت آیا تو تقویۃ الایمان کا نام بھی نہ لیا اور محض فروعی اختلاف پر مجمع جمع کر کے قوم کا وقت برباد کیا گیا۔ جن مسائل کی بنیاد پر سارے دہلی کو شاہ صاحب کا مخالف بتایا جا رہا ہے آج کے اہل حق رضا خانی تو سرے سے ان کو اختلاف ہی تسلیم نہیں کرتے اس اختلاف کی بنیاد پر کسی کو اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج کرنا تو دور فاسق بھی نہیں

تسلیم کرتے۔

خود ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب اس بات کا اقرار کرتے ہیں:

”۱۲۴ھ میں مناظرہ دہلی میں اسماعیل دہلوی نے کفریہ عبارات سے توپ نہیں کی۔ جناب اس مناظرہ میں کفریہ عبارات کو زیر بحث ہی کب لایا گیا تھا، وہاں تو چند دیگر اختلافی مسائل کو زیر بحث لایا گیا تھا۔“ (روئیداد مناظرہ گستاخ کون: ص ۱۲۵، سلاک بک کارپوریشن راولپنڈی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا رشید الدین و مولانا مخصوص اللہ اور مولانا محمد موسیٰ وغیرہم مجاہد فی سبیل اللہ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی حقیقی داصولی اختلاف نہ تھا اور بقول بریلوی حضرات دونوں ہی اپنے موقف پر حق پر تھے۔ اس اختلاف کا جو منظر بریلوی حضرات نے پیش کیا اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ مولانا رشید الدین و دیگر علماء نے محض معمولی فردی اختلاف پر اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کر دیا جو کہ ہرگز اہل علم کی شان نہیں۔ بہر حال بات طویل ہوتی جا رہی ہے دہلی کی اس مجلس کے متعلق دیگر کئی اہل معلومات بھی راقم کے پاس موجود ہیں جو پھر کسی اور موقع پر ان شاء اللہ بیان کر دیئے جائیں گے اس وقت چونکہ ہم نے پوری رضا خانی کتاب کا جواب دینا ہے لہذا اس تاریخی بحث کو یہی ختم کیا جاتا ہے۔

جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا اس پر ہندوستان کے اکابر علماء اپنی رائے پہلے سے دے چکے تھے:

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ رضا خانیوں نے دہلی مناظرہ کے متعلق جن مسائل کو ذکر کیا شاہ صاحب سے پہلے ہندوستان کے اکابر علماء ان پر اپنی رائے دینی دے چکے تھے جس کو شاہ صاحب نے اپنا یا تو آخر مطعون صرف شاہ صاحب کو کیوں کیا جا رہا ہے؟ ہم یہاں اس بات کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان مسائل میں اکابر سے بغاوت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے نہیں کی بلکہ ان کے مخالفین نے کی ہے۔

مسئلہ علم غیب:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الوجدان الصریح یحکم بان العبد عید و ان ترقی و ان الرب رب و ان تزلزل و ان العبد قط لا یتصف بالوجوب و بالصفات اللازمة للوجوب ولا یعلم الغیب الا ان ینطبع شیء فی لوح صدره و لیس ذالک علما بالغیب انما ذالک الذی یکون من ذاته والا فالانبیاء والا ولیاء یعلمون لا محالة بعض ما یغیب عن العامة. (تخصیصات الہیہ: ج ۱ ص ۲۳۵)

[ترجمہ] وجدان صریح بخلا تا ہے کہ بندہ کتنی عی روحانی ترقی کیوں نہ کر لے بندہ وہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متعطف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی اور سے کے بتلانے سے نہ ہو) اور نہ انبیاء و اولیاء یقیناً کسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عوام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

اسی واسطے علم غیب کو خاصہ خداوندی کہا گیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ثم لیعلم انه یحب ان ینفی عنهم صفات الواجب جل مجدہ من العلم بالغیب والقدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک و لیس ذالک بنقص“۔

(تخصیصات الہیہ: ج ۱ ص ۲۳)

[ترجمہ] پھر جان لیجئے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کی نہیں کرتی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

بھی فرماتے ہیں:

”یا ربہ آنکہ اولیاء برابر جدا انبیاء و مرسلین گرد آمد و انبیاء و مرسلین را الوازم الوجودیت از علم غیب“

شہید فریاد ہر کس اور جاہل قدرت بر تہج مقدورات ثابت کنند۔" (تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۵۲)

[ترجمہ] شرک و کفر کی باتوں میں سے ہے کہ احمد و اولیاء کا رتبہ انبیاء میں ہے کے برابر جاننا اور انبیاء میں سے کے لیے نوازم الوہیت جیسے علم غیب کا مفیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

استمداد از اولیاء و مزارات و عرس کی خرافات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے بیماریوں اور دیگر پریشانیوں میں مسلمانوں کی طرف سے رسوم جاہلیت اور مخلوق کو حاجت روا بنانے کی سختی سے مذمت کی ہے اور اس کا تفصیلی رد کیا ہے۔
ماذہبہن: مکتوبات فارسی: مکتوب نمبر ۳۱ دفتر سوم ۱۳۶۳ تا ۱۳۶۵ھ ایچ ایم سعید کراچی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"کل من فصب الی بلدة احمیر او الی قبر سالار مسعود او ما ضاهاها لاجل حاجة یطلبها فانہ اثم اثم اکبر من القتل والزنا لیس مثله الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعو اللات والعزی۔"

(تہذبات الہیہ: ج ۲ ص ۴۵ ردیہ برنی پریس یو پی)

[ترجمہ] ہر وہ شخص جو خواجہ احمیر یا سالار مسعود کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کے لیے جاتا ہے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قتل و زنا سے بھی بڑا گناہ ہے صاحب مزار کو مشکل کشا بنی رکھ سکتے ہوئے مشکلات میں پکارنے والے کی مثال لات و عزیزی کو پکارنے والوں کی طرح ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جنہیں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کا نقلی وقت کہتے تھے لکھتے

ہیں:

"مسئلہ: اگر کسی گویہ کہ خدا اور رسول بریں محل گواہ اند کا فرض و اولیاء کا درجہ مستحقہ برائیا و معصومہ! اعدام موجود پس نسبت کردن ایہا و اعدام و عطیاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض و غیر آں بسوئے شان کفر است قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضررا الا ما شاء اللہ یعنی گواہی کے مستحق نہ ہوتے۔"

مالک ہیستم من برائے خوشنفعی راوند ضرور را نگر آنچه خدا خواهد و اگر نسبت بطریق بصیرت پر
مضاقتہ دارد

[ترجمہ] مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے، اولیاءِ کرام
معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لیے پیدا کرنے و زنی اپنے
پلا دور کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمانِ خداوندی
ہے قل الا املک لنفسی نفعاً ولا ضرراً الا ما شاء اللہ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے میں
اپنے آپ کے لیے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سب کے کھانا
سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (بستان السالکین ترجمہ ارشاد الہامین: ص ۷۸، ۷۹)

قاضی صاحب دلائل کے متعلق غلطی مشرکانہ بریلویانہ عقیدہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"بعضی در اولیاء اللہ عصمت خیال کی کنند و می دانند کہ اولیاء ہر چہ خواہند تا بان شود ہر چہ نخواستند معدوم
مگرد و از قہور اولیاء ہاں خیال مراد است خود طلب می کنند و چنان در اولیاء اللہ و مقربان در گاہ کہ خود
ایں صفت نمی یابند از ولایت آنہا منگری شوند و از فیوض آنہا محروم می مانند"

[ترجمہ] بعضی اولیاء کے معصوم ہونے کا اقتدار رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں
وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں
طلب کرتے ہیں اور جو وہ زعماء اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت سنا پاتے تو ان کی
دلائل کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الہامین: ص ۲۰۱)

"لا يجوز ما يفعلہ الجهال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف
حولہا واتخاذ السرج والمساجد علیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد و
یسوونہ عرساً عن عائشة و عن ابن عباس قال لما نزل برسول الله ﷺ
مرض طفق یطرح غمیصة له علی وجهه فاذا اغتمہ کشفها عن وجهه ویقول
هو کذا لک لعنة الله علی اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبیائهم مساجد

علم غیب اور حاضر ناظر:

”مگر کہے گویہ کہ خدا اور رسول پر یہ عمل گواہ اندہ کافر شود“

”مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔“

(ریستان السالکین ترجمہ ارشاد اعلیٰ عظیم: ص ۷۸، ۷۹)

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ اگر کہے بدون شہود نکاح کرے و گفت کہ خدا اور رسول خدا را گواہ کہ وہ یا فرشتہ را گواہ کہ وہ کافر شود“۔ (الایدوت: ص ۱۳۶ میر محمد کتب خانہ کراچی)

[ترجمہ: اگر کوئی شخص بغیر گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کو یا فرشتہ کو گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔]

کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ کو عالم الغیب سمجھنا کفر ہے کہ یہ صفت خاصہ و سبب ہادی تعالیٰ ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”بند جان خاص الہی را در صفات واجبی شریک داشتن یا آنہا را در عبادت شریک ساختن کفر است چنانچہ دیگر کفار یہ انکار اختیار کیا کہ فرشتہ نہ تھیں ان نصاریٰ عیسٰی را پس خدا و مشرکان عرب ملائکہ را و خزان خدا حضرت علم غیب ہا نہا مسلم داشتن کافر شدند“۔ (الایدوت: ص ۱۳۷، ۱۳۸ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو اس کی صفات واجبی میں شریک ٹھہرانا یا ان کو بندگی میں شریک بنانا کفر ہے جس طرح دوسرے کفار نبیوں کے انکار سے کافر ہوئے اسی طرح نصاریٰ عیسٰی نے خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹی کہہ کر اور فرشتوں کے لیے علم غیب کا عقیدہ مان کر کافر ہو گئے (یہی عقیدہ مشرکین پاک و ہند کا بھی ہے) نبیوں اور فرشتوں کو خدا تعالیٰ کا صفات میں شریک بنانا جائز نہیں۔

قبروں پر مزار بنانا:

یہی قاضی صاحب لکھتے ہیں:

”اس مسئلہ آخر برقرار اولیاء نماز تہائے رفیع بنا سکتے ہیں اور چنانچہ ان روٹن میکدہ و ازین قبیل ہرچہ میکدہ حرام است یا مکروہ“۔ (الابدعت ص ۸۳)

[ترجمہ] اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بنائے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرہ) سب حرام یا مکروہ (تحریکاً) ہیں۔

قبر پر اذان:

شاہ محمد اعلیٰ ابن شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”بیت کے دفن کرنے کے بعد قمر پر اذان دینا مکروہ ہے اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا“۔ (ماہ ساسک ص ۶۳)

بدعت حسد:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک کا وجود دوسرے کے نقص و نفی کو مستلزم ہے پس ایک کا زائد کرنا دوسرے کو مارتا ہے کو مستلزم ہے یعنی سنت کا زائد کرنا بدعت کے مارتا ہے اور بالعکس۔ پس بدعت خواہ اس کو حسد کہیں یا سید نفی سنت کو مستلزم ہے۔ شاید حسن یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا کیونکہ حسن مطلق وہاں کنجائش نہیں رکھتا کیونکہ تمام سنتیں حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں اور ان کے ضد اور یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ۔ مظلوم ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو روایح ویں گے اور سنت کو زائد فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی اور اس کو ”حسن“ (بدعت حسد) خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہے گا اس شخص نے ہمارے دین کو رو کر دیا ہے اور ہمارے غائب و ملت کو مار دیا ہے اور غائب کر دیا ہے حضرت مہدی علیہ السلام اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور حسد کو سید

نیال کریں گے۔ (مکتوبات: مکتوب نمبر ۳۵۵، دفتر اول: ج ۲ ص ۵۸۷ مترجم سید احمد رضا بریلوی)

قاضی شام اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ و امثال شان حکم کردہ اندہ اندک ہر عبادت کہ موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے از الدوزخ اکل نفس و تصفیہ عناصر و حصول قرب الہی لہذا از بدعت حسنہ شکل بدعت قبیحہ اجتناب کی کنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کل محدثہ بدعة و کل بدعة ضلالة پس نتیجہ این حدیث آنست کہ کل محدثہ ضلالة قبول کی است کہ لا شیعی من الضلالة ہدایة فلا شیعی من المحدثات ہدایة۔“

[ترجمہ] حضرت خواجہ عالی شان خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ اور آپ جیسے دیگر بزرگان نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ عبادت جو سنت کے موافق ہے وہ دوزخ اکل نفس تصفیہ عناصر اور قرب الہی کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے بدعت حسنہ سے بھی بدعت قبیحہ کی طرح بچنے میں کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کل محدثہ بدعة و کل بدعة ضلالة ہر نئی بات بدعت ہے اور تمام بدعتیں گمراہی ہیں پس اس حدیث کا نتیجہ یہ ہے کہ کل محدثہ بدعة ضلالة ظاہر ہے کہ لا شیعی من الضلالة ہدایة فلا شیعی من المحدثات ہدایة گمراہی کی کوئی چیز ہدایت نہیں ہے پس ہر نئی بات بھی ہدایت نہیں ہے۔ (بستان السالکین ترجمہ اول صفحہ ۶۹ تا ۷۰)

نتیجہ چالیسواں درسی:

قاضی صاحب رحمہ اللہ اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

”بعد مردن من رسوم و عبادت و احکام و ششماہی و برسی چھ نکند۔“ (الادب منہ ص ۱۶۱)
[ترجمہ] میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) کہ سمیں مثلاً رسواں اور عیسواں اور چالیسواں ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔

مناظرہ دہلی کرنے والے جواب دیں:

انہی باتوں کو جب شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دہرایا تو تم مناظرے کرتے ہو اگر مناظرہ کرنا ہے تو پہلے ہندوستان کے ان اکابر سے مناظرہ کرو۔

تقویہ الایمان سے شورش ہوگی:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

”ہندوستان میں سب سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویہ الایمان نامی کتاب لکھ کر اس فتنہ کی بنیاد رکھی جس کا ذکر دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے ان الفاظ میں کیا کہ: ”مولوی اسماعیل صاحب نے تقویہ الایمان... کو اردو میں لکھا، اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبدالحی صاحب شاہ محمد علی صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مراد آبادی مومن خاں عبد اللہ خان استاد امام بخش صاحب الی: مولک علی صاحب بھی تھے اور ان کے سامنے تقویہ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ راسخ لفظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ فتنہ بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک فنی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے کہ اس شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لا بھڑ کر خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔“ (مدارج خلاص: ج ۸، طبع لاہور)

”دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ برصغیر پاک و ہند میں اس فتنہ کی بنیاد مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور یوں ہندوستان میں وہابیت کے منسروغ کا کام اگر بڑے غمخواروں کے ہاتھوں پر شروع ہو گیا۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۹)

مندرجہ بالا حکایت میں سے مولوی کاشف اقبال رضا خانی نے مندرجہ ذیل عبارت نقل نہیں کی:

”خان صاحب نے فرمایا کہ مولوی اعلیٰ صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ غوری کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا۔“

(ارواح مطاہ: ص ۳۷ حکایت نمبر ۵۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تقویۃ الایمان رد المحتار کی شرح ہے نہ کہ کتاب التوحید نامہ صاحب الوہاب مجددی سے سرقہ کر کے لکھی گئی ہے۔ نیز رضا خانی مولوی نے اس حکایت کا آخری حصہ بھی نقل نہیں کیا جو کچھ یوں ہے:

”یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیے مگر فلاں فلاں مقام پر ترسیم ہونی چاہیے اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاد آخلاق صاحب اور عبد اللہ خان علوی اور سون حسن نے مخالفت کی اور کہا کہ ترسیم کی ضرورت نہیں اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بلا خلاف یہ طے پایا کہ ترسیم کی ضرورت نہیں اور اسی طرح شائع ہونی چاہیے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہو گئی اس کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے اور حج سے واپس کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا اس زمانہ میں مولانا اعلیٰ صاحب علی گلی کو چوں میں اعظا فرماتے تھے اور مولوی مسبد علی صاحب مساجد میں، چھ مہینے کے بعد جہاد کے لیے تشریف لے گئے یہ قصہ میں نے مولوی صاحب القیوم صاحب اور اپنے استاد میاں محمدی صاحب وغیرہ سے سنا ہے۔“ (ارواح مطاہ: ص ۷۲)

اس حکایت میں اس عبارت کو بار بار غور سے پڑھیں:

”اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے“ انصاف پسند قارئین اپنے ضمیر سے پوچھیں کہ اگر معاذ اللہ شاہ شہید جلیل نے یہ کتاب شورش برپا کرنے، فتنہ فساد کے لیے لکھی تھی اپنا فتنہ و جماعت بنانے اور عروج کو خوش کرنا مقصود تھا تو اپنے ساتھیوں کے سامنے شورش میں اس کتاب کو کیوں رکھ دے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ کی مرضی نہ ہو تو اسے جلا دیا جائے؟ غرض یہ حملہ حضرت شہید کے منہ لیس لیس، زہر

مقامات طبع، انہماق و تقسیم اور کسر نفسی پر دال ہے۔ چونکہ یہ عبارت صراحتاً بریلوی مدعی کی نفی کر رہی تھی اس لیے رضا خانیوں نے اسے پیش نہ کیا۔

ثانیاً: اردواح ثلاثہ کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تصنیف و تحریر کہنا بھی درست نہیں کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ ”اردواح ثلاثہ“ حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت الشاہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف ہے آج کل جو مارکیٹ میں اردواح ثلاثہ دستیاب ہے اس پر بھی مصنف کا نام مولانا اشرف علی تھانوی بطور مصنف و مرتب درج ہے۔ مگر یہ درست نہیں دراصل اردواح ثلاثہ تین مختلف رسائل کا مجموعہ ہے:

- (۱) امیر الروایات: از امیر باز خان مرحوم۔
 - (۲) روایات الطیب: از حکیم الاسلام قاری طیب صاحب مرحوم اس مجموعہ میں امیر باز خان صاحب کی بیان کردہ روایات کو جمع کیا گیا ہے۔
 - (۳) اشرف التہذیب: یہ رسالہ دراصل حضرت مولانا نبیہ صاحب مرحوم کا ہے جس میں انہوں نے طوحوحات حکیم الامت سے بزرگان ولی النبی کی حکایات کو جمع کیا ہے۔
- بعد میں ظہور الحسن صاحب رحمہ اللہ نے ان تینوں رسائل کو یکجا کر کے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی تجویز پر اس کا نام ”اردواح ثلاثہ“ رکھ کر شائع کر دیا۔ (اردواح ثلاثہ: ص ۱۳ اور الاشاعت کراچی)
- غالباً اسی سے ناشرین کو مغالطہ لگا اور انہوں نے اسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مستقل کتاب سمجھتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر دیا آج بھی انڈیا سے جو اردواح ثلاثہ شائع ہو رہی ہے اس پر مرتب کا نام مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ لکھا ہوا ہے:

(اردواح ثلاثہ مطبوعہ مکتبہ تھانوی یوپی)

مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ عبدالستار ہمدانی بھی جب اس کا حوالہ دیتا ہے تو یوں لکھتا ہے:

”اردواح ثلاثہ مرتب ظہور الحسن کسولوی ناشر کتب خانہ ابداء الغرباء سہارنپور (یوپی)“

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، ص ۳۸ مکتبہ اعلیٰ حضرت مزنگ لاہور)

بہر حال ارواح ثلاثہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں بلکہ تین الگ الگ رسائل کا مجموعہ ہے۔ رضا خانی کی پیش کردہ حکایت کے راوی بھی مولانا تھانوی رحمہ اللہ نہیں بلکہ امیر شاہ علی خورجی ہیں۔

خلاصہ: اس روایت میں یہ کہا گیا ہے "ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے" الفاظ شاہ شہید رحمہ اللہ کے تو یقیناً نہیں ہو سکتے اور اغلب گمان یہ ہے کہ خان صاحب کے قول ہوں گے کیونکہ پوری تقویۃ الایمان میں ایک جگہ بھی شرک خفی کو شرک جلی نہیں کہا گیا۔ تقویۃ الایمان کے متعلق امیر شاہ خان صاحب کی طرف منسوب اس جملہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"میں بہت صفائی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ مجھے تقویۃ الایمان میں بہت تلاش کے باوجود ایک جگہ بھی ایسی نہیں ملی جس میں شرک اصغر کو شرک اکبر یا شرک خفی کو شرک جلی قرار دیا کوئی اصول بات نہیں یہ بہت بڑی جہالت ہے اور اگر دانستہ طور پر ہو تو بہت سنگین غلطی ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے شاہ شہید کی تقویۃ الایمان میں تلاش کے باوجود کسی مقام پر بھی ایسی عبارت نہیں ملی جس میں شرک خفی کو شرک جلی لکھا گیا ہو"۔ (الفرقان: ص ۲۲۹، باب ۱۹)

دابعہ: حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی موجودگی میں یہ کہنا: "اگر میں یہاں رہتا تو ان مذاہب کو آٹھ دس برس میں بلند درجہ بیان کرتا، لیکن اس وقت تو میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپس کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا" شاہ محمد اسحاق و سید احمد شہید کی موجودگی میں شاہ صاحب نے مندرجہ بالا الفاظ کہے ہوں کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں کیونکہ اول تو ان الفاظ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ تحریک حج، جہاد و تربیت کے اصل اصول اور ذمہ دار شاہ شہید رحمہ اللہ تھے اور وہی اس کے تمام نظام اور تربیت کے بانی مبنی تھے حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سید احمد شہید رحمہ اللہ کی تحریک اصلاح و تبلیغ جہاد و جہد کے شاہ صاحب رکن رکن اور دست راست تھے اور کوئی معاملہ بھی ان کی شرکت اور مشورے کے بغیر

مرا حجام نہیں دیا جاتا مگر اس غیر معمولی حقیقت و اختیار کے باوجود یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے حضرت سید احمد شہید کے سامنے اپنی ذات کو اس درجہ فنا اور قربان کر دیا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ شاہ شہید نے اپنی رائے کو سید احمد کی رائے سے مستاز کرنے کی کوشش کی، یا کسی قرینہ سے بھی اس کا اظہار فرمایا ہو، تحریک اور عمل ہر دو وجہ کے متعلق جو کچھ ملے ہو تا سید صاحب طے فرماتے، جو فیصلہ ہو تا سید صاحب کی منظوری سے ہوتا اس فناءیت و بے نفسی کے چشم دید واقعات راویوں نے بیان کیے ہیں، مثال کے طور پر دو واقعہ درج ہیں: مولانا عبدالحی حسنی، مولانا محمد حسین (محتومل سید احمد شہید) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "مولانا محمد اسماعیل صاحب نے جب سنا تو وہ حاضر ہوئے اور شکار بند جو اس وقت سے تھا ہے تو مرتے مرتے نہیں چھوڑا اور راستہ میں حضرت فرماتے، مولانا خدا نے سواری دی ہے سوار ہو لو، میں جا کر سوار ہو جاتے، نہیں قدم چل کر پھر اتر چڑھتے اور شکار بند آ کر چکر لیتے، پھر کہتے حضرات اسماعیل کو اتنی بھی مفارقت گوارا نہیں میاں صاحب (محمد حسین بکھروی) کہنے لگے، ایک شخص نے کہا حضرت آپ کی عمر اور سید صاحب کی ایک ہے؟ فرمایا کہ عمر سید صاحب کی ہے، میری کہاں مرے میں ان کا غلام ہوں، اس لفظ کو کمر رکھتے رہے۔"

(آر مغان احباب: سفرنامہ مولانا عبدالحی حسنی، ص ۱۶۱ طبع اول دہلی ۱۹۵۸ء)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

"تکبیر (رائے بریلی) کے قیام میں یہ فاضل بے بدل (شاہ و شغیل شہید) سید صاحب کے فرمانے ہوئے مضمون کو تہی پر لکھتا، اور سید صاحب کو سنا تا، سید صاحب کبھی کبھی پانچ پانچ سرحیدہ لواتے اور کھواتے اور آپ کی پیشانی پر شگن نہ آتا، صراط مستقیم میں تین تین چار چار سطروں کے القاب میں سید صاحب کا نام لیتے ہیں۔" (کادان ایمان و عزیمت: ص ۳۵ طبع اول لاہور ۱۳۰۰ھ)

اس لیے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ شاہ و محمد اسماعیل سید صاحب کی موجودگی میں یا غیر موجودگی میں ایسا گفتگو کا کوئی ایسا فقرہ یا لفظ بھی منہ سے نکالتے جس سے حضرت سید صاحب کے مرتبہ و مقام کی معمولی سے معمولی بے احترامی کا تاثر ملتا۔ سید صاحب کے سامنے اس قسم کی ایسی گفتگو

بالکل اسی ناممکن اور قیاس سے بعید ہے کہ شاہ شہید یوں فرمائے کہ "اگر میں یہاں رہتا تو آٹھ لاکھ برس میں ہندوستان پر فتح پائی، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم چھا ہے"

خاصاً یہ انتساب اس وجہ سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ جب تک سید احمد شہید دہلی اور نواح دہلی میں قیام فرماتے تھے اس وقت تک صرف متوقع سفر جہاد کا تذکرہ تھا اسی کی دعوت دی جا رہی تھی اسی کی تیاری ہو رہی تھی اور جا بجا اسی محنت کے لیے شہداء اور مرکز قائم کیے گئے تھے حج کا دور دور تک کوئی تذکرہ ذکر نہیں تھا۔ تذکرہ نگاروں کی اطلاع کے مطابق سفر حج کے ارادے کا سب سے پہلا اظہار سید صاحب نے دہلی سے آخری واپسی کے بعد روانے پر ہی کے زمانہ قیام میں فرمایا تھا اس سے پہلے سفر حج کا دور دور تک کوئی ذکر و تذکرہ تھا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سید احمد شہید جلد اول صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰ اور غلام رسول مہر مرحوم۔

(ماخذ از رسالہ احوال و آثار کاوند علامہ از نور الحسن راشد کاوند حلوی۔ مزید تفصیل کے لیے رسالہ احوال و آثار شمارہ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴

ہو جائے گا۔ کیا رضا خانی تاریخ میں کسی ایک مصلح کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس نے باطل و شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھائی ہو اور اس کے خلاف شورش نہ ہوئی ہو؟

سارے فتنے و فساد کی جو رضا خانی ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں سارے فتنے فساد کی جڑ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے ماننے والے ہیں کبھی یہ کہتے ہیں کہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حالت سکر میں مکتوبات لکھ دیئے، کبھی کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ وہابی ہو گیا تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ آغلی اور شاہ اسماعیل شہید بھی اسی نظریہ پر تھا، پھر کہتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز میں بھی کچھ وہابیت کا رنگ تھا، فضل حق خیر آبادی کے نظریات کو بھی ان لوگوں نے کفر لکھا (تفصیل کے لیے ہدیہ بریلویت، از مفتی مجاہد ملاحظہ ہو) علمائے دیوبند کو بھی ان لوگوں نے کافر کہا، اپنے ہی ہم مسلک بدایونی اور فرنگی مصلی علماء سے ان کو خدا واسطے کا بیزار اور کئی کئی ہزار کفر کے فتوے ان پر لگائے، تحریک پاکستان والوں کے یہ دشمن، مسٹر محمد علی جناح کو یہ کافر بتائیں، علامہ اقبال کو یہ گستاخ ماٹیں، تحریک خلافت کے خلاف سب لکھیں، حتیٰ کہ ان کے نزدیک سارے ہندوستان میں سوائے جماعت بریلویہ کے سب کا منہ سرور مد گستاخ ہے ایمان ہیں معاذ اللہ۔

مولانا عبدالستار خان نیازی لکھتے ہیں:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے انکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام ممتاز عرفیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔“ (احمد رحیم المسلمین، ص ۱۱۳ اور انجمنی جلی کاشغرا لاہور)

مگر شاہ ولی اللہ کے بارے میں تم نے خود لکھا کہ وہ پکا وہابی ہے تو جس پر پورے پاکستان کے مکاتب فکر کا اتفاق ہوا ہے اسے اپنے اکابر میں سے ماننے والا فساد کی ہے یا اسے وہابی مان کر کافر بنانے والا؟ ”کار ملاں فسادتی سمیل اللہ“ ہے؟ دیوبندی مذہب کا مؤلف جس کی کتاب کا چرچہ سب کاشف اقبال صاحب نے سر قہ کر کے جمع کیا ہے اس کا حوالہ نقل کیا جا چکا ہے کہ سارے فساد کی

جز شاہ ولی اللہ اور اس کے بیٹے ہیں۔ بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی احمد ارخان تھیں لکھتے ہیں:

”الاعنی لغو اور کذب باتوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی کو معاشرہ علمی میں مشکوک بنا دیا کہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ سنی ہیں یا شیعہ یا وہابی ان لوگوں نے اپنی کتب میں کوئی بات شیعہ نوازی میں کہہ کر شیعہ فرقہ کو خوش کر دیا کوئی راست وہابیوں کی تائید میں کروئی اس کج روی کی بنیاد پر یہ مشکوک لوگ اہل سنت کے لیے قابلِ سند نہیں رہے۔“

(تحقیقات علمی مطبوعات، ص ۱۳۸)

ان حوالوں کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ فقہ و فساد کی جز شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ ہیں معاذ اللہ تو ایسے ڈھیٹ و بے شرم کا علاج صرف جوتی ہے۔ مولانا عبدالستار خان نیاز علی دہلوی ہندی بریلوی اتحاد کے لیے چوتھا بکرہ لکھتا ہے:

”بہر حال پلیٹ فارم پر بحث و مناظرہ کا بازار گرم نہ کیا جائے اور تکفیر و تفسیق اور طعن و تشنیع سے کلی احتراز کیا جائے۔“ (اتحاد بین المسلمین، ص ۱۱۶)

شاہ ولی اللہ کو تم نے کافر کہا، ان کے بیٹوں کو تم نے شیعہ و وہابی کہا شاہ اسماعیل پر فتوے تم نے لگائے علماء دیوبند کو گستاخ تم نے کہا اہل سنت و جماعت کے خلاف دیوبندیت کے بظان کا انکشاف، دیوبندی مذہب، دیوبند سے بریلی، حسام الحرمین وغیرہ جیسی شرانگیز کتابیں جو طعن و تشنیع ہے جا تکفیر و تفسیق سے پر ہیں تم نے لکھی اب بتاؤ ”جہادِ سلافِ اذنی سمیل الشیطان“ پر عمل پیرا تم ہوئے یا معاذ اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ جو ساری زندگی شرک و بدعت کے خلاف اور کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے اللہ کی راہ میں لوجہ اللہ شہید ہوئے۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ”تقویۃ الایمان“ لکھ کر معاذ اللہ فقہ و فساد کی بنیادیں ڈالی بلکہ شرک و بدعت اور رسومات جاہلیہ کی بنیاد اور اس فقہ و فساد کو ختم کیا اس کتاب میں انہوں نے

انہی باتوں کا ذکر کیا ہے جو ان سے پہلے ان کے اسلاف کر چکے تھے۔ تفصیل کے لیے مولا کا عزیز الدین رحمہ اللہ کی لاجواب کتاب ”اکمل الایمان فی تائید تقویۃ الایمان و رد الطیب الایمان“ کا مطالعہ کریں۔

تقویۃ الایمان اور امداد الغتادوی:

اس کے بعد ترجمان رضا خانیت اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقویۃ الایمان کے انداز دلچسپ گستاخانہ ہونے کا خود مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی اقرار ہے مولوی و جواب دونوں پیش خدمت ہیں۔“

سوال: وہابی کی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ کل جو من احوۃ یعنی آپس میں سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کے آگے پیغمبر ایسے ہیں جیسے چھار چوڑھے تو آپ اس میں کیا فرماتے ہیں کہ (اعیاء کو) بھائی کہنا درست ہے کہ نہیں؟ اور چھار چوڑھے کے بارے میں بھی لکھا ضرور بالضرور تاکید لکھا جاتا ہے کیونکہ یہاں سب مسلمان مومن بھائی ہیں اتفاق پڑا ہے۔ کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ کہنا درست ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بڑا بھائی کہتے ہیں اور سب جماعت کہتی ہیں کہ کہنا درست نہیں لہذا براہ مہربانی اس خط کا جواب بہت جلد لکھیے۔

الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا۔ لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی و گستاخی ہے۔ تقویۃ الایمان والوں کو بھی پرانہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔ (امداد الغتادوی: ج ۵ ص ۵۰۰ طبع کراچی)

قارئین غور کیجیے کہ تھانوی صاحب کی تقویۃ الایمان کے انداز کے گستاخانہ ہونے کا اقرار ہے مگر پھر اسے اس دور کی جہالت کا علاج قرار دے کر اپنے گرد و محیط کو بچانے کی فکر میں ہیں ذرا انصاف کیجیے کہ حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا مگر دینِ ہندی مذہب میں جہالت کا علاج گستاخی رسول (ﷺ) سے کیا جاتا ہے فیا

المعجب بحمد اللہ علمائے اہل سنت نے تقویۃ الایمان کے رد میں بقول سید محمد شاد رقی القناری
اڑھائی سو کتب تحریر فرمائیں بلکہ خود حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ہی صحیح
کتب اس کے رد میں لکھی گئیں جن میں مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین کی معید الایمان۔
(ایوب ندوی کے ہلال کا انکشاف: ص ۳۰، ۳۱)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے موروثی فن کتر و بیوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
اعداد القناری کی عبارت کاٹ پیٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو اس کے بعد ہم اس عبارت
سے رضا خانیوں کے استدلال کا جائزہ لیں گے۔

”الجواب: تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واضح ہو گئے تو اس زمانے کی جہالت کا عسار
تھا جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں قل فہن مملکت من
اللہ ضیعا ان اراد ان یهلك المسيح بن مریم الخ فرمایا ہے لیکن مطلب ان الفاظ کا برا
نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان
الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے اگر متنازعین میں
انصاف ہوگا تو ان سطروں سے یا ہم فیصلہ کر لیں گے جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والوں کو
برا بھی نہ کیا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔“

(اعداد القناری، ج ۵ ص ۸۹ کتاب احکام وادوار الکلام)

اول بات تو یہ ہے کہ اس فتوے میں کہیں بھی تقویۃ الایمان کی عبارات کو ”گستاخانہ“ نہیں کہا
گیا، ہاں بعض الفاظ کو سخت کہا اور سخت و گستاخی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور وہ سخت بھی انبیاء
علیہ السلام کے لیے نہیں فرمایا جیسا کہ رضا خانیوں نے دھوکا دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی توجیہ بھی فرمادی
کہ بعض اوقات مرض کے سخت ہونے کی وجہ سے علاج بھی سخت کرنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ
سد الباب بعض معاملات میں سختی کرنی پڑتی ہے مگر عام حالات میں اس کی اجازت نہیں دی
جاسکتی ہے۔ دیکھیں حدیث میں آتا ہے:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ ﷺ بین الرجل و بین الکفر ترک الصلوۃ رواہ احمد و مسلم و قال بین الرجل و بین الشرک و الکفر ترک الصلوۃ الحدیث

[ترجمہ] حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملادیتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان و شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

اب دیکھیں اس حدیث میں نماز چھوڑنے کو کفر و شرک کہا مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ صرف زبردستی کے طور پر کہا گیا ہے اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ نماز چھوڑنے سے آدمی کا مسرور شرک ہو جاتا ہے تو تھوڑے اتواں حدیث کو بیان کرنا درست ہے مگر کوئی اس کو بلا ضرورت حجاز بنا کر ہر تارک نماز پر کفر کے فتوے لگاتے پھرتے تو یقیناً یہ غیر مناسب رویہ ہے۔

غلام الصیر الدین سیالوی بریلوی ابن اشرف سیالوی بریلوی لکھتا ہے:

"شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جب ان سے کسی پادری نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے میدان کر بلا میں تمہارے نبی ﷺ نے ان کے لیے دعا کیوں نہ کی اور دعا کر کے ان کو بچا کیوں نہ لیا؟ اس کے جواب میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فرمایا کہ چیمبر ﷺ جب فریاد کے واسطے گئے تو پردہ غیب سے آواز آئی کہ ہمیں اپنے بیٹے کا سولی چڑھنا یاد آیا ہے ہم اس کے غم میں مصروف ہیں تمہارے نواسے کا کسب کریں۔" (کلمات غریب ص ۵)

(بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی و تحقیقی جائزہ ج ۱ ص ۳۶۳ مکتبہ نوشیہ کراچی)

لاحظہ فرمائیں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک خاص ماحول میں اور خاص حیرائے میں جواب دیا لیکن اب کوئی وریدہ دہن اس کو لے کر بلا ضرورت یہ کہنا شروع کر دے کہ دیکھو اللہ کا بیٹا تھا سولی چڑھ گیا اللہ اس کو نہ بچا سکا تو ہمیں کیا بچائے گا معاذ اللہ تو جواب دیں یہ انداز بیان گستاخی پر محمول ہوگا یا نہیں؟ اور جواب دیں کہ اس گستاخی کا سبب شاہ صاحب دہلوی ہیں یا اس وریدہ

دین کی اپنی اپنی سوچ؟

دیکھیں قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کی خطا و لغزش کا ذکر ہے اسے کوئی عقیدے سے بیان میں اور موقع کی مناسبت سے بیان کرے تو بالکل ٹھیک ہے مگر اسے بنیاد بنا کر یہ دوا کرے کہ جب انبیاء سے غلطیاں ہو سکتی ہیں تو ان کی اطاعت کیوں کی جائے؟ تو ظاہر ہے کہ یہ سب ادبی میں شمار ہوگا۔

یہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتا چاہ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں بعض باتیں عقائد کے باب میں موقع کی مناسبت سے بیان ہوئی ہیں بعض جگہ کچھ سخت باتیں سدالمباب کے طور پر بیان کر دی گئی ہیں مگر ان باتوں کو ان کے مقام و ضرورت تک محدود رکھا جائے اور عند الضرورت بلاشبہ ان کو بیان کیا جاوے لیکن ہر وقت ہر ایک کے سامنے موقع بموقع اس کو بیان کرنا مناسب نہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی عبارت:

”لیکن اب جو بعض کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے فائدہ ہے اور گستاخی ہے۔“

عبارت میں ”ان“ کا اشارہ تقویۃ الایمان نہیں بلکہ سوال میں پوچھی گئی باتیں ہیں کہ ان کے عقیدے کے بیان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخوت کا بیان (جس کی تفصیل اپنے معتمد پر آ رہی ہے) اور ایک ہے ہر جگہ یہ دھڑلگانہ کہ نبی تو ہمارے بڑے بھائی ہیں تو نبی کو اپنا بھائی ہی کہیں گے یقیناً غیر مناسب ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت کی قدرت و طاقت کو اپنے منہ پر بیان کرنا بالکل بجا ہے لیکن اب کوئی اس کا مطلب یہ لے کہ چونکہ اللہ کی قدرت کے بیان میں بعض جگہ علماء نے سخت حیرایا پتایا ہے لیکن ہم اللہ کی قدرت کو اس طرح بیان کریں گے کہ یہاں تک بول دیں گے کہ العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ تعالیٰ کے سامنے پیغمبر چوڑے چہانچہ یقیناً بے ادبی و گستاخی ہے۔ اللہ پاک جزائے خیر دے حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کتنی منصفانہ اور پیاری بات فرمائی ہے مگر الٹی عقل والے کو ہر چیز الٹی ہی نظر آتی ہے۔

امداد الفتاویٰ کے جواب میں دو فیصلہ کن بریلوی عبارتیں:

بریلوی حکیم الامت مولانا منظور اوجھڑیلوی المعروف مفتی احمد یار گجرانی صاحب پر اعتراض

یہاں:

”اعتراض (۶) ٹیبل ترجمہ میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ لڑائی میں کہ کان بشر اسن والبشر حضور ﷺ بشروں میں سے ایک بشر تھے اسی طرح جب حضور ﷺ نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا تو صدیقہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے دیکھو حضرت عائشہ نے حضور ﷺ کو بشر کہا اور صدیقہ نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

تو مفتی احمد یار گجرانی صاحب جواب دیتے ہیں:

”جواب:۔ بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی ﷺ کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام میں۔ حضرت صدیقہ یا صدیقہ رضی اللہ عنہا عام گفتگو میں حضور ﷺ کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورت اس نکتہ کو استحوال فرمایا۔“

(جاء الحق، ص ۱۶۱ رشک ایک ڈیو گجرات)

یہی مقصد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ہے ایک ہے عقیدہ اور احکام میں ضرورت کسی بات کو بیان کرنا اور ایک ہے محاورہ اور عام بول چال میں بیان کرنا دونوں میں بولن بعید ہے۔ یاد رہے کہ ہماری کتابوں میں جو نبی کریم ﷺ کو بھائی یا بشر کے الفاظ ہیں وہ بھی اسی عقیدے کے بیان میں ہیں نہ یہ کہ عام بول چال میں بھی ہم نبی کو بھائی یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں اگر کسی رضا خانی میں فحش ہے تو اس امر کا ثبوت دے کہ ہم عام بول چال میں بھی نبی کریم ﷺ کو صرف بشر کہتے ہیں یا بشر کہہ کر پکارتے ہیں۔ الحمد للہ اس حوالے سے ان تمام اعتراضات کا جواب بھی ہو گیا جو بشر یا بھائی کے الفاظ سے ہم پر کیے جاتے ہیں۔

دوسرا حال: نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

”ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو الفاظ شان احوال میں ارشاد کرتی ہیں دوسرا کہے تو گردن

ماردی جائے امدادوں نے صرف شانِ عہدیت دیکھی ہے شانِ عہدیت سے آنکھیں پھوٹنے لگی ہیں۔ (ملفوظات حصہ سوم، ص ۲۵۳) فرید کبک اسٹال لاہور

ایک طرف بریلوی کہتے ہیں کہ گستاخی کوئی بھنی کر سے امارے والدین اساتذہ علی کیوں نہ ہو ہم انہیں معاف نہیں کرتیں گے تو کیا اس عائشہ رضی اللہ عنہا کا معاف اللہ تعالیٰ میں آکر گستاخانہ الفاظ کہنا جو بقول احمد رضا قابلِ گردن زدنی ہیں تو ہمارا ہونا مگر کوئی اور کہے تو گردن مار دی سب سے کہیں؟ کس قاعدے کس اصول کے تحت یہ فرق کیا جا رہا ہے؟ جو اصول رضا خانی حضرت سے یہاں ذکر کریں وہی اصول امداد القادسی میں موجود "ایضا ضرورت" کے لفظ پر حاشیہ لگا کر مرسم کر دیں۔ یاد رہے کہ جو بھی اصول نقل کریں گے اس سے زیادہ سے زیادہ امداد الفت اولیٰ شہ کا دفاع ہو گا اس عبارت میں اس عائشہ کی طرف جو گستاخی منسوب کی گئی ہے معاف اللہ اس کا ہرگز دفاع نہ ہو سکے گا۔

دل تو کر رہا ہے کہ رضا خانی معترض کی مزید بھی خاطر تواضع کی جائے اور برق شدہ مسرتی رجی و تحقیق کا سارا برکس نکال دیا جائے الحمد للہ اس رضا خانی کے ہر اعتراض کے جواب میں قائم کے پاس بیسیوں دلائل موجود ہیں مگر صفحات کی تنگی اور اعتراضات کی کثرت کی وجہ سے سب کا احاطہ ممکن نہیں لہذا اب ہم آگے چلتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا کہنا:

مولوی کا شیف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

"مفسر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں تو راعنا کرنا بھی منع قرار دے دیا گیا ہے۔"

مگر ترجمانِ رضا خانیت کے گزرواب احمد رضا خاں صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا لکھ رہے ہیں (خبر فاما) لکھتے ہیں:

"اللہ کا محبوب امت بکارہی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انہیں صاف دیکھتی ہے۔" (عتم لہوہ، ص ۱۷) رکتہ یہودیہ، مجلس دارالعلوم

ترجمانِ رضا خانیت تو کہتے ہیں کہ "راعنا کرنا بھی منع ہے" (ویسے پیدا عتہ کرنا رو مصلیٰ کی کوئی قسم ہے؟) مگر تمہارا امام اس حکم کا انکار کرتے ہوئے نبی کو معاذ اللہ چرواہا اور امت کو بکریاں کہہ رہا ہے۔ کیا یہ گستاخی نہیں؟ اگر یہ دانت دکھانے کے نہیں تو تاویلات فاسدہ کرنے کے بہانے اپنے امام پر حکم شرعی لگاؤ۔ مولوی یوسف عطاری لکھتا ہے:

"حضور ﷺ کے لیے بہرا ہونے کی دعا کرنا یا تکبیر والا کہنا یا بکریاں چرانے والا کہنا اگرچہ کفر ہے لیکن یہ الفاظ ان گستاخوں کی گستاخانہ کلمات سے بہت جگہ ہیں۔"

(ایمان کی پہچان حاشیہ تمبیہ ایمان، ص ۱۰۱، مکتبہ المدینہ کراچی)

تقویہ الایمان کے رد کی رام کہانی:

ترجمانِ رضا خانیت نے لکھا کہ تقویہ الایمان کے رد میں ۲۵۰ کتب لکھی گئی ہیں حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو بتایا جائے کہ وہ اڑھائی سو کتب کہاں ہیں؟ کدھر سے ملیں گی؟ ان کے لکھنے والوں کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے؟

اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں کہ مولانا مخصوص اللہ مرحوم صاحب نے تقویہ الایمان کے رد میں "معید الایمان" نامی کوئی کتاب لکھی ہو اگر لکھی تھی تو کہاں ہے؟ کب چھپی؟ کس نے چھاپی؟ اگر نہیں چھپی تو اس کا قلمی نسخہ کہاں کس لائبریری میں ہے؟ کیا ترجمانِ رضا خانیت یا اس کے اساتذہ یا اس کی کتاب کے مقررین نے بھی کبھی معید الایمان دیکھی ہے؟ مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

"علمائے اسلام نے اس کتاب کے متعدد رد لکھے تحریر و تقریر سے اس کے مفاسد کا اظہار فرمایا اور بیان کا فرض تھا لیکن یہ معلوم کس وجہ سے وہ رد چھپ نہ سکے اور قلمی کتاب کی اشاعت ہی کیا ہو سکتی ہے نہ انہ گزرنے سے وہ نایاب ہو گئے بعض جگہ پر بہت مختصر تھے اور اب پھر بھی نہیں آتے۔"

(الطیب الایمان، ص ۶، اردینہ پبلشنگ کراچی)

لوئی قصہ ختم رد لکھے تھے مگر شیعوں کے بارہویں امام کی طرح رد لکھ کر غار میں چھپا دیے گئے

اور جس طرح اصحاب صاحب اب مقتوہ اور رد افض کو مفسر نہیں اسی طرح تقویۃ الایمان کا رد بھی اب مفسر نہیں۔ اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان کے مخالفین کی مسلمانوں میں مقبولیت بالکل مفرق ہے۔ دوسری طرف تقویۃ الایمان کو یہ تعالیٰ نے کیسی مقبولیت عطا فرمائی سخت ترین مخالف مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

"تقویۃ الایمان نسبت زیادہ مشہور ہے اور اس کی بکثرت اشاعت کی گئی ہے لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر ملک کے گوش گوش میں پہنچ چکی ہے۔" (لطیف البیان ص ۵)

الحمد للہ تقویۃ الایمان اب تک کروڑوں کی تعداد میں لکھی بار چھپ چکی ہے عربی، انگریزی، فارسی، سرائیکی، پشتو، سندھی، ہندی زبانوں میں چھپ کر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ تقویۃ الایمان کی تاریخ مختلف شعب، حواشی و شروحات کی تفصیل کے لئے "سہ ماہی محلہ احوال و آثار اترہ چاؤمبر" جنوری تا مارچ ۲۰۰۸، ۲۰۰۹ کا مطالعہ فرمائیں۔

اب تک صرف ایک جامع رد مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب کا لطیف البیان کی صورت میں مطلوب آیا ہے جس کا جواب الحمد للہ اسی وقت اکسل البیان کے نام سے ۸۸۵ صفحات پر دے دیا گیا تھا جواب تک لا جواب ہے اور ابھی حال ہی میں پوری اب و تاب کے ساتھ دوبارہ لاہور سے شائع ہو گیا ہے۔

پھر ہماری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا ہے کہ تقویۃ الایمان کے رد میں ان منہ بوم کتب کی فہرست دینے کا آخر مقصد کیا ہے؟ کیا کسی کتاب کا رد لکھ دینے سے حق باطل اور باطل حق بن جاتا ہے؟ اگر یہی اصول ہے تو آج تک خود احمد رضا خان بریلوی کے رد میں سینکڑوں کتب منظر عام پر آ چکی ہیں مفتی عابد صاحب نے اپنی لا جواب کتاب "ہدیہ بریلویت" کے آخر میں ان میں سے کئی مطبوعہ کتب کی فہرست دی ہے علمائے دیوبند میں سے صرف مولانا مسر تفسی حسن چاند پوری رحمہ اللہ نے احمد رضا خان صاحب کی زندگی ہی میں ان کے رد میں ۵ سہر سائل لکھ کر شائع کیے جو آج تک لا جواب ہیں تو جو کچھ بریلوی ان کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہ رہے

ہیں دینی سمجھا اگر ہم مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلاف ان کے رد میں لکھی گئی کتب کی فہرست دے کر ثابت کرنا چاہیں تو کیا رضا خانیوں کو تسلیم ہوگا؟ جواب کا منتظر۔

اعتراض۔۔۔ دیوبندی دھرم میں باادب بے ایمان اور بے ادب باایمان:
یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ دینی کا مطلب وہی ہے بے ادب باایمان اور بدعتی کا معنی باادب بے ایمان۔“ (اضافۃ الیومیہ: ج ۳ ص ۸۹۔ الکلام الحسن: ج ۱ ص ۵۷۔ اشرف اللطائف: ص ۳۸)

(بحوالہ دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۲)

یہ اعتراض کاشف اقبال صاحب نے دیوبندی مذہب صفحہ ۷۳ سے سرزد کیا ہے۔ غلام سر علی ”دیوبندی مذہب“ والہ اس پر عنوان قائم کرتا ہے: ”جو شخص آپ کا ادب کرے وہ پکا بے ایمان ہے جو شخص آپ کی بے ادبی دے عزتی کرے وہ پکا مومن مسلمان ہے۔“

(دیوبندی مذہب: ص ۷۳ و ۸۰ طبع اول)

رضا خانیوں نے اپنی عادت بد کے مطابق عبارت نامکمل سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کی۔ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کیا بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہاں کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے حیدرآباد وہاں پر ایک جہ شریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حاجی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ کیا کرتے تھے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میرے آئینہ گن ہو تو ہرگز دروغ نہ کریں بتلائیے ایہ باتیں وہایت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرحی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بدعتی ہیں وہ میراں کو بد دین بتلاتے ہیں، میں تو مولانا فیض الحسن کا قول نقل کیا کرتا ہوں کہ بدعتی کے معنی

ہیں باادب ہے ایمان اور دہائی کے معنی ہیں بے ادب، بالایمان مولانا پڑے طریقے تھے کیا لکھنے کی تفسیر کی۔

(۱۱) مذاکرات الیومیہ: ج ۳ ص ۳۳، ۳۴، ۳۵ مطبوعہ قدیم تالیفات اشرفیہ کراچی)

الکلام الحسن سے اگر پورا مفلوظ نقل کر دیجے تو ہمیں جواب کی بھی ضرورت نہ پڑتی:

فرمایا: مولانا فیض الحسن صاحب سے کسی نے دہائی، بدعتی کے معنی پوچھے انہوں نے عیب ذمہ فرمایا یعنی دہائی کا ترجمہ تو ہے ادب بالایمان اور بدعتی باادب ہے ایمان اور فرمایا ایک بار ایسے ہی سوال کے جواب میں کہا کہ کہاں کے دہائی کے معنی پوچھتے ہو کیونکہ حیدر آباد کے دہائی کے معنی ہیں اور ہندوستان کے دہائی کے معنی اور ہیں اور علی ہذا القیاس بدعتی۔ وجہ یہ کہ عوام کی اصطلاح میں دہائی کا اصل مفہوم ہے رسوم کا مخالف اور رسوم ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ ہر جگہ کی رسوم کا مخالف دہائی دہائی۔ (الکلام الحسن: ج ۳ ص ۸ مطبوعہ حیدرآباد تالیفات اشرفیہ مئتان)

ترجمہ ان رضا خانیت ہاتھ کا کرب و کھاتے ہوئے پوری عبارت نقل نہیں کرتا۔ بات بالکل واضح ہے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ، حضرت فیض الحسن صاحب جو مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے کا ایک طریقہ قول بطور لطیفہ نقل کر رہے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک رسومات و بدعات کا نام "ادب" ہے اور اس ادب کی مخالفت کا نام وہابیت رکھ دیا گیا ہے تو اگر اولیاء اللہ کی قبروں کو چومنا، ان کو سجدے کرنا، ان کی قبور کا طواف کرنا، ان کو مشکل کشا حاجت بردار ماننا، ان کے نام پر جانور ذبح کرنا، ان کی نذر دینا، ان کی قبروں پر سیلے لگا دینا، تو ایسا کرنا "ادب" ہے تو ہم ایسے ادب سے بے زار ہیں تمہارے نزدیک ہم بے ادب دہائی ہی صحیح لیکن الحمد للہ ایمان تو ہے۔ تم لاکھ ادب کا دعویٰ کرو مگر اسی نام نہاد ادب نے تمہیں بے ایمان بنا دیا۔ دیکھیں عیسائی و یہودی رافضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و عزیر علیہ السلام و علی کرم اللہ وجہہ کرم اللہ وجہہ کے ادب و تعظیم ہی کی وجہ سے تو انہیں "الوہیت" کے درجے پر فائز کرتے ہیں مگر اس ادب نے ان کو ایمان سے محروم کر دیا۔ اور جو ان کے اس ادب کو نہ ماننے اس کو ان مقدس ہستیوں کے

ادب منکر اور توہین کرنے والا بناتے ہیں۔ مگر اسی بے ادبی میں ایمان ہے۔ حضرت کا معاذ اللہ یہ مقدمہ ہرگز نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی بے ادبی و بے عزتی کرنے والے کو پکاموس بتا رہے ہیں جیسا کہ مولوی غلام مہر علی نے اپنی بے ایمانی و خباثت قلبی کی وجہ سے سب الزام حضرت قانونی پر لگا دیا۔ اس کا تصور تو ایک ادنیٰ مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ حکیم الامت !!!

حضرت خواجہ ابو طالب مٹی کریم ﷺ کا کتنا ادب کرتے حد درجہ محبت و تعظیم کا اظہار کرتے مگر اس کے باوجود ایمان سے محروم رہے تو ضروری نہیں کہ جس کے پاس ادب ہو اس کے پاس ایمان بھی ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب نے ایک رسالہ لکھا "بالادب کہتے ہیں ادب انسان" غور فرمائیں کہ جو ایمان کے مکلف نہیں ہیں وہ تو ادب والے اور انسان بے ادب !!! علم غیب کے مسئلہ پر بریلوی "علم الانسان" سے استدلال کرتے ہوئے انسان سے مراد حضور ﷺ کی ذات لیتے ہیں تو بتائیے! فیض احمد اویسی کی کتاب کو سامنے رکھ کر اگر بریلوی تفسیر کی جائے تو بات کہاں تک جاتی ہے؟

اعتراض۔۔۔ اسماعیل دہلوی کا مزید فتنہ و شورش برپا کرنا:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت نے الاضافات الیومیہ اور ادب و اخلاص سے ۳۳ عدد واقعات نقل کیے جن میں صرف اتنا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے آمین بانجھرہ رفقہ الہیہ میں شروع کر دیا تھا حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے اس سے ان کو منع کیا۔ کاشف اقبال صاحب کی الٹی عقل پر رضا خانیوں کو ماتم کرنا چاہیے کہ اس میں فتنہ اور شورش برپا کرنے والی کوئی بات ہے؟ ترجمان رضا خانیت نے جو یہ بلا واقعات نقل کیا وہ اس طرح ہے:

"مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شبیر رحمہ اللہ کو انہوں نے جبرہ بالامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بانجھرہ سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لیے اس کے ذمہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر

بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا۔

(الاضافات الیہ ص ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰)

خط کشیدہ عبارت کا بار بار مطالعہ فرمائیں اگر حضرت مولانا شہید رضی اللہ عنہ کا اس عمل سے مقصود فتنہ و فساد ہوتا تو اشکال کا جواب ملنے کے بعد بھی بجائے خاموشی کے جواب دینے کیلئے وقت تھا شور شرابا کرنے کا مگر شاہ شہید چونکہ جواب احمد رضا خان صاحب کی طرح فتنہ پر دور پھٹ اور منکیر نہ تھے ان کا یہ عمل ایک علمی اشکال اور محض المہریت کے لیے تھا جب اس کا جواب مل گیا اور اشکال دور ہو گیا تو خاموشی اختیار کر لی۔ بات صرف اتنی ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ بعض حضرات رفع الیدین کرنے کو یا آمین یا ہجر کو تحقیر کی نظر سے دیکھ رہے ہیں اور ایسا کرنے پر لڑنے بھڑانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو ان سے سنت مزہ کو کہہ دیتے تو وہین و تحقیر برداشت نہ ہوئی اور انہوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تاکہ جاملی عوام یہاں لیں کہ یہ بھی سنت ہے۔

شاہ محمد اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ آخر دم تک حنفی مقلد رہے:

سید احمد شہید اور شاہ محمد اسماعیل شہید رضی اللہ عنہما کے رفقاء جہاد کے بارے میں جب بعض لوگوں نے یہ افتراء کیا کہ:

”ایں جماعت مسافرین ہجرت کو سب دعاوند و حج مسلک عقیدہ نیست۔“

[ترجمہ] یہ مسافر کوئی فقہی مسلک نہیں رکھتے اور کسی طریق کے پابند نہیں۔

تو جواباً مولانا اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ کے شیخ سید احمد شہید رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے ایک سال پہلے ۱۳۴۱ھ میں ایک خط علماء پشاور کے نام لکھا آپ کی تصریح تمام زمرہ مجاہدین کو بھی شامل ہے کیونکہ اعتراض سب کے بارے میں تھا اس سے حضرت مولانا شہید کے مسلک کا پتہ واضع ہو جاتی ہے:

”اس فقیر و خاندان ایں فقیر و بلاد ہندوستان گناہ نیست الوف الوف انام از خواص و اہم ایں فقیر“

دارالافتاء ہندوستان میں فقیر راسے والہ کہ مذہب اس فقیر باطن جد حقیقی است و بالفعل ہم بھی اقبال و انفعال اس ضعیف برقرار نہیں اصول حنیفہ و آئین ایشان منطبق است۔"

(مکاتیب سید احمد شہید، ص ۱۱۶)

[ترجمہ] فقیر اور اس کا خاندان ہندوستان میں غیر معروف نہیں عام و خواص لاکھوں آدمی مجھے اور میرے اسلاف کو جانتے ہیں کہ اس فقیر کا مسلک باپ دادا سے حقیقی چلا آ رہا ہے اور مثلاً بھی اس عاجز کے تمام افعال و اقوال حقیقی قوانین اور ان کے طریقے کے مطابق ہیں۔"

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات جس کے مرتب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس

میں ہے:

"اعمال میں ان چاروں مذاہب کی متابعت جو اہل اسلام میں رائج ہیں، بہت عمدہ ہے۔"

(صراطِ مستقیم، ص ۹۷)

مزید تفصیل کے لیے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب "شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ" کے صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۲ مطبوعہ دارالمعارف لاہور کا مطالعہ کریں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"شاہ عبدالعزیز کا خاندان بادشاہ اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحب بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلے کے ایک شخص سے ملے ہیں ان سے پوچھا تھا کہ مولانا منسیر مقلد تھے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے راضی ہوتے ہیں باقی اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے؟"

(ملفوظات حکیم الامت، ج ۲۰، ص ۲۹۷)

حضرت مولانا کرامت علی جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ہوتا ہے ان کے مختلف رسائل و دو جلدوں میں "ذخیرہ کرامات" کے نام سے کاٹیور سے شائع ہوئے اس کی دوسری جلد میں ایک رسالہ بنام "مقام المستعین" ہے جس میں ایک بدعتی مولوی مخلص الرحمن

کے سوالوں کا جواب ہے اس میں حضرت جوہوری رحمہ اللہ واضح الفاظ میں لکھتے ہیں:

"اس مقام میں ہمارا اس قدر اقرار کرنا کفایت ہے کہ حضرت سید احمد قدس سرہ کے طریقے کا کام طریقہ محمدیہ ہے اور ان کا مذہب حنفی ہے لاکھوں علماء اس طریقے میں داخل ہو کر فائدہ پائے ہیں حضرت مولانا عبدالحق اور مولانا محمد اعلیٰ رحمہ اللہ بھی اس طریقہ کے خوش چینیوں میں سے ہیں جو محض کہتا ہے کہ یہ طریقہ نکالنے میں یہ دونوں بھی شریک تھے وہ شخص بڑا جھوٹا اور علم اندوز سے جا مل ہے اور یہ دونوں بزرگ حنفی مذہب (دیکھتے) تھے۔" (ذخیرہ کرامات، ج ۲ ص ۲۴۱)

مزید لکھتے ہیں:

"مکتبہ مصنف مولوی اعلیٰ و اشیاغ دینی از تقویۃ الایمان و تحویر العنین و صراط المستقیم و مسائل اربعین و مائے مسائل کہ در ابطال کلام و نقد تصوف اہل سنت و جماعت تصنیف شدہ است حق است یا باطل بر تقدیر اول لاریب است محمدی از ابتدائے بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا خروج ایس فرقہ کافر خواہند بود زیرا کہ کفر اہل سنت و جماعت اعتقاد علم طیب و تصرف نسبت محضرات انبیاء و اولیاء داشت اند و پس باب ہد مذہب ایشان مکتب جدیدہ تصنیف شدہ است و آن کتب در ایامی ایشان متداول و آن در مذہب جدیدہ شرک است و بر تقدیر ثانی پس استماع مسلمانان مرا این فرقہ را در عقائد و اعمال ایشان خروج از دائرہ اسلام خواہد بود یا نہ

[ترجمہ] پانچویں سوال کا: مولوی اعلیٰ اور ان کے گروہ کی تمام تصنیفی کتابیں مثلاً تقویۃ الایمان و تحویر العنین و صراط المستقیم و مائے مسائل اربعین و مائے مسائل جو کہ اہل سنت و جماعت کے علم کلام و نقد تصوف کے باطل کرنے کو تصنیف ہوئی ہیں وہ سب حق ہیں یا باطل در صورتیکہ وہ سب حق ہیں یا امت محمدی زمانہ

جواب: پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ تحویر العنین جو کتاب ہے سو اس میں مولانا محمد اعلیٰ مرحوم کے لکھے ہوئے چند ورق رفع یدین کی ترجیح میں ہیں اور بعد اس کے مولانا مرحوم نے اپنے مرشد حضرت سید احمد قدس سرہ کے سمجھانے سے اپنے قول سے رجوع کیا یعنی رفع یدین کرنے کو چھوڑ دیا اور لاندہ مذہب لوگوں نے تحویر العنین میں اپنی طرف سے بہت سی باتیں زیادہ کر کے لکھیں

اور حضرت سید احمد صاحب کے خلیفہ لوگوں کا عمل جو برا تصنیف پر نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس کا رد لکھا ہے۔ (ذخیرہ کرامت: ج ۲ ص ۲۲۳، ۲۲۴ مطبوعہ کالج دہلی)

ترجمان رضا خانیت کا ایک اور الزام:

اس کے بعد مولوی کاشف اقبال صاحب عنوان دے کر لکھتے ہیں:

”اسماعیل دہلوی اپنے اکابر کا سخت مخالف تھا“ خود دیوبندی اکابر نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی مذہبی طور پر اکابر اپنے جدا مہم سمیت سب کا مخالف تھا چنانچہ دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ مولوی اسماعیل..... چونکہ حقیقت تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا۔“ (ششم امدادیہ ص ۶۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ص ۹۷ طبع لاہور)

(بحوالہ دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۳۵، ۳۴)

یہ اعتراض بھی رضا خانی معترض کی جہالت کا شاخسانہ ہے اس میں تو صرف اتنا لکھا ہوا ہے کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دوسرے بعض حضرات سے چند مسائل میں اختلاف کیا چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ خود حاشیہ میں اس کی وضاحت کرتے ہیں:

”تو کہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہ رحمہ اللہ وغیرہ پر انکار فرمایا بقول یعنی بعض مسائل پر۔“

(امداد المصالح ص ۸۲ اسلامی کتب خانہ لاہور)

بعض مسائل میں تحقیق کی بنیاد پر اختلاف کرنے کو اس جاہل رضا خانی نے ”اکابر کا سخت مخالف“ کا عنوان دے دیا کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو بتائے کہ حوالہ بالا میں ”سخت مخالف“ تھا“ کے الفاظ کہاں ہیں؟ اس عبارت پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے اسام کی خبر لو۔ مولوی نصیر اللہ بریلوی شاکر دہلوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے اکثر اکابر فقہاء بلکہ احمد اور مجتہدین پر بھی رد کیا ہے فتاویٰ

رضویہ کی مجلسوں میں بہت تظلمات ہیں ملا علی قاری اپنی شرح مشکوٰۃ میں جب ابن حجر پروردگار کو لوگوں نے ان پر ایسے ہی اعتراض کیے ملا علی قاری لکھتے ہیں علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں مسیئہ ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے کہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میدان تحقیق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی بات کا رد کرتے ہیں تو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ ”تمہارے جیسا شیخ الاسلام مفتی الاسلام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اعلا م کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑے پہاڑ ہیں“ حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ ان کا رد سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔“ (مقامات، ج ۳ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

مفتی ڈاکٹر سید شجاعت علی قاری..... اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا..... نہایت روشن دماغ تھے وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلاف زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے محتاجات باقی رکھی ہے کہ اگر اختلاف زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جاسکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا..... نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گہرائی لگانا نہیں بلکہ ان کے گمراہیوں کو کھولنا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵ ص ۲۳، ۲۴ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ۱۳۹۲ھ)

(بحوالہ مقالات ابن عرب: ص ۵۲، ۵۳ ریزم مسجد گراہی)

اس کتاب پر مولانا اظہر نعیمی، مفتی جمیل نعیمی، مفتی ناصر علی، مفتی علی عمران کی تھار پلڈ ٹسٹ ہیں۔ تو ترجمان رضا خانیہ صاحب اگر اختلاف نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کریں اور وہ بھی ائمہ مجتہدین سے تو وہ محقق بن جاتے ہیں اور اگر شاہ اسماعیل شہید رضویہ بعض مسائل میں شاہ ولی اللہ صاحب جو مجتہد بھی نہیں اختلاف کر لیں تو آپ ان پر اسلاف کی مخالفت و بغاوت کا الزام لگا دو کچھ تو شرم کرو۔

مولوی اسٹیل قادی نورانی لکھتا ہے:

”مجدد حق امام احمد رضا قادی حنفی..... نے اکابر صحابہ کرام اور احمد مجتہدین (امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے۔“ (حقائق شرح مسلم و دقائق تجوید القرآن، ص ۲۷۱، ۲۷۲ و نیز یک اسٹال لاہور)۔

اب لگاؤ فتویٰ کاشف اقبال صاحب انوار احمد رضا خان صاحب تواتر بڑا بد بخت، اکابر و اصناف بلکہ صحابہ کرام کا کھلم کھلا باغی بقول تمہارے ایسے آدمی سے بڑا فساد ہی بھی کوئی اور ہو سکتا ہے؟

رضا خانیوں کا شاہ صاحبان کے نام پر دھوکا:

مولوی کاشف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وغیرہم (حنفیہ کی طرف واحد اور پھر جمع کی ضمیر کا لوجنا حضرت کے کتوق علی کا پتہ دے رہی ہے، از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو آج کے اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی امام..... احمد رضا حنفی ان بریلوی..... نے فرمائی۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۵)

حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے کاشف اقبال صاحب محض عوام کو دھوکا دے کر شاہ صاحبان کے نام پر چندہ بٹورنے کے لیے ان کا نام لے رہے ہیں۔ اس لیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و فضیلہ تو ان کے نزدیک پکا وہابی تھا اور ہندوستان میں وہابیت کا پورا اسی نے لگایا تھا ماقبل میں شاہ صاحبان کے عقائد اجمالا گزر چکے ہیں جن کو رضا خانی تسلیم نہیں کرتے۔ مزید یہ حوالہ جات بھی ملاحظہ ہو:

بریلوی حکیم الامت کا جانشین مفتی احمد ارخان نعیمی لکھتا ہے:

”اہل علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابل تحقیق ہیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں، رزا شاہ ولی اللہ صاحب نمبر ۲، شاہ عبدالعزیز صاحب نمبر ۳، خواجہ حسن نظامی نمبر ۴ تفسیر روح البیان یہ

کبھی وہابیوں کی جائید میں کبھی شیعوں کی جائید میں کبھی اہل سنت کے ساتھ۔

(تجدیداتِ علمی، مطبوعات: جس ۲۷، رنجی کتب خانہ گجرات)

تمہارا مفتی اعظم تو لکھتا ہے کہ شاہ صاحبان کا تو معاذ اللہ کوئی دین و ایمان ہی نہیں کبھی کس کے ساتھ کبھی کس کے ساتھ تو تم کس منہ سے ان کا نام لیتے ہو۔ بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ اس مسئلہ میں سخت غلطی فرمائے۔“

(جہاد الحق، جس ۱۹، سرشکست بک ڈپو گجرات)

ترجمانِ رضا خانیت کے نزدیک تو کسی سے اختلاف کرنا بھی اسلاف و اکابر کی بغاوت و شورش پر محمول ہوتا ہے یہاں تو اکابر کو سخت غلطی کرنے والا کہا جا رہا ہے تو تم لوگوں سے بڑا اثر صاحبان کا اپنی کون ہوگا؟

اعتراض۔۔۔ دیوبندی مذہب دین اسلام سے جدا ہے:

مولوی کاشف اقبال صاحب فیصل آبادی پے در پے الزام تراشی، دھج و فریب اور جہالت کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے مندرجہ بالا عنوان قائم کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”دیوبندی دھرم کے محدث تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولوی محمد ذکر یا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی نے جو دین قائم کیا تھا اس کو مضبوطی سے عتادہ اب قاسم ورشید پیدا ہونے سے پہلے اس کی اتباع میں لگے۔“ (صحیفۃ اولیاء، جس ۱۲۵، طبع کراچی) معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دیوبندی مذہب کے بانی مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں۔ ایک اور حوالہ دیکھیں (چنان کو) مولانا غفیل احمد نے تحریر فرمایا۔۔۔ واقعی اس قابل ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جاوے ان سب کو مذہب قرار دیا جاوے۔ (المہند علی المہند، جس ۹۶، طبع لاہور) اس عبارت میں اسلامی شریعت کو مذہب قرار دینے کا نہیں کہا گیا بلکہ واضح اقرار ہے کہ مولوی غفیل احمد بیخودی کی تحریر کو مذہب قرار دیا جاوے اور ہدایت و نجات دہندہ گنگوہی کی اتباع پر موقوف قرار دی گئی ہے۔۔۔ ان دلائل

قادری سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی اذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریزوں نے جو کس کا
مربون منت ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۶، ۳۷)

نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی فتوے کی زد میں:

کاشف اقبال صاحب کا مندرجہ بالا اعتراض ذہن میں رکھتے ہوئے اب ذرا ایک نظر ادھر
بھی متوجہ ہوں مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی بدنام زمانہ وصایا میں اپنے متعلقین کو
وصیت کرتے ہیں:

”سیرادین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض
ہے۔“ (وصایا، ص ۱۰۰ اسرار العالی پر پس آگرہ)

اب بریلوی کاشف اقبال صاحب رضا خانی کے اصول کے تحت احمد رضا خان صاحب
بریلوی نے قرآن و حدیث دین اسلام یا مذہب حقیقت پر مضبوطی سے قائم رہنے کے بجائے
اپنے دین و مذہب پر اور وہ بھی وہ جو قرآن و حدیث میں نہیں بلکہ نواب صاحب کی کتب میں
ہے پر قائم رہنے کو فرض سے بھی اہم فرض کے درجے میں وصیت کی، معلوم ہوا کہ مولانا احمد
رضا خان صاحب بریلوی کا دین، اسلام سے جدا ہے جس کا وجود انگریزوں و دانش کا مربون منت
ہے۔ کاشف اقبال صاحب نے یہ اعتراض دراصل مولوی غلام مہر چشتیاں کی کتاب ”دیوبندی
مذہب صفحہ ۸۳ طبع جدید کراچی“ سے سرقت کیا ہے۔ سابق بریلوی عالم مولانا سعید احمد قادری
چشتیاں مولوی غلام مہر علی چشتیاں کو اس اعتراض کا تفصیلی منقولہ جواب دیا ہے ملاحظہ ہو ”بریلوی
مذہب کا علمی محاسبہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵ تا ۱۹۲۔“

مولانا احمد سعید قادری سابق بریلوی کا مسلک اور بریلوی کذب بیانی:

بعض بریلوی آج بھی اور ماضی قریب میں خصوصاً رضائے مصطفیٰ نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ
سابق بریلوی عالم سعید احمد قادری نے دوبارہ رضا خانی بریلوی مذہب قبول کر لیا ہے۔ اور وہ کہتے

ہیں کہ جو میری کتب شائع کرے وہ معاذ اللہ حرامی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ مسلک اہل السنۃ والجماعت دیوبند کسی شخصیت کا نام نہیں اگر سعیدی قادری جیسے جرار بریلوی اس مسلک میں داخل ہو جائیں اور وہ ہزار اس مسلک سے نکل جائیں تو واللہ مسلک دیوبند کی حقانیت پر قطعاً کوئی فرق نہیں آئے گا۔ وہی بات سعیدی قادری کے بریلوی یا دیوبندی ہونے کی تو ان کے والد مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم جن کا کل ہی انتقال ہوا ہے سہارنپور کے فاضل تھے علسائے دیوبند کا بہت زیادہ ادب واحترام کرتے تھے اور بقول ان کے انہوں نے دورہ فتح العرب والعم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے کیا مگر ساری زندگی بریلوی مسلک کے ساتھ جڑے رہے۔ چشتیاں میں مولانا نور محمد مہاروی رحمہ اللہ کا مدرسہ جو اس وقت مسلک بریلویت کا ترجمان ہے "فخر المدارس" وہاں کے شیخ الحدیث رہے آج سے آٹھ نو سال قبل علما کے رضا حسانی جھمراٹی مولویوں کو جب پتہ لگا کہ مولانا علما نے دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تو ان کے گھر جمع ہوئے اور حسام الحرمین پر دستخط کرنے کا مطالبہ کیا جس پر انہوں نے انکار کر دیا کہ میرے اساتذہ ہیں میں ان کی تکفیر نہیں کرتا جس کے بعد انہیں فخر المدارس سے فارغ کر دیا گیا، موصوف نے پیرانی سالی میں پھر کسی دوسرے مدرسے میں تدریس نہیں کی۔ چشتیاں کی معروف شخصیت مولانا عباس صاحب مدظلہ العالی نے مجھ سے بیان کیا کہ ۲۰۱۳ میں جب میں دارالعلوم دیوبند کا دورہ کر کے آیا اور انہیں پتہ چلا تو انہوں نے مجھے فخر المدارس بلا یا اس وقت مرحوم مسلم شریف کا سستی پڑھا رہے تھے ملتے ہی مجھ سے پوچھا کہ دارالعلوم دیوبند شریف سے آیا ہے؟ میں نے کہا ہاں دارالعلوم دیوبند سے آیا ہوں تو بے ساختہ کہا دارالعلوم دیوبند مت کہو دارالعلوم دیوبند شریف کہو میری آنکھوں اور ماتھے کو بوسہ دیا اور کلاس ہی میں سب بریلوی طلباء کے سامنے دیوبند اور اکابر دیوبند کے واقعات سناتے لگے اور رونے لگے۔ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ سعیدی قادری کو بھی دیوبندیوں کے مدرسے میں پڑھایا اور پوتے مولانا غلام مرتضیٰ کو دارالعلوم کراچی میں پڑھایا موصوف آج کل بریلوی مسلک سے منسلک ہیں۔

اب آئیے علامہ سعیدی قادری صاحب کی طرف ان کی وجہ شہرت یعنی ان کی دو کتب
 رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ چونکہ چشتیاں ہی کے بریلوی مابہ ناز عالم دین
 غلام مہر علی نے ایک مرتبہ پا کذب کتاب لکھی اس کتاب ہی کی نحوست تھی کہ بعد میں غلام مہر علی کا
 جھگڑا اپنے ہی ہم مسلک علماء احمد سعید کاظمی کے گروپ سے ہو گیا دونوں طرف سے ایک
 دوسرے کی کھل کر تھخیر کی گئی چغلیاں اچھالی گئیں صرف ایک مثال دیتا ہوں احمد سعیدی کاظمی کے
 گروپ نے غلام مہر علی کے بیٹوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام ”نقطہ حرام ابن حرام ابن
 حرام“ ہے یہ سارا ریکارڈ ان شاء اللہ دست و گریبان کی آنے والی جلدوں میں آ جائے گا۔ چونکہ
 اس کی مرتبہ پا کذب کتاب کا بروقت سد باب رضا خانی مذہب اور بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ نے
 کیا اور انہوں نے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت یہ صورت حال تھی کہ بریلویت پر میدان تقریباً
 خالی تھا تو علامہ سعید قادری کو بھرپور پذیرائی ملی چند امور پر راقم نے کسی زمانے میں علامہ سعیدی
 قادری سے تبادلہ خیال کیا تھا مگر انہوں نے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی عملی سطح وہی تھی جو کسی
 سابقہ بریلوی عالم دین کی ہونی چاہیے۔ پچھلے سال راقم ہماختی کام سے حضرت مفتی زردلی
 صاحب مدظلہ العالی کے در سے احسن العلوم گیا ہوا تھا وہاں میزبان نے کہا کہ علامہ سعید قادری
 آئے ہوئے ہیں اگر ملنا چاہیں، میں نے کہا ضرور وہ مجھے ملوانے لے گئے موصوف نے اس
 وقت ڈاڑھی اور سر کے بالوں پر سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا عجیب سی ہیئت میں تھے جو حلیہ راقم کے
 ذہن میں تھا اس سے یکسر مختلف دیکھ کر اور کچھ دیر بیٹھ کر دل بہت ہی زیادہ متعجب ہو گیا اس لیے
 مختصر نشست کر کے پل دیا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ موصوف اس وقت دیوبند مسلک سے مسلک
 ہیں حیات ہیں کوئی بھی شخص چشتیاں جا کر ان سے ان کا مسلک پوچھ سکتا ہے۔ جہاں تک ان کی
 کتاب چھاپنے والوں پر حرامی ہونے کا فتویٰ لگاتا ہے تو پرسوں ہی میری بات ان سے ایک
 ساتھی نے کانفرنس کال پر کر دی تھی جس میں ان کو بتایا گیا کہ آپ کی رضا خانی مذہب کتاب پر
 پھر پابندی لگ گئی ہے جس پر انہوں نے انہوں نے اظہار کیا کہ ہمارے لوگوں کو غلام مہر علی کی

کتاب پر بھی پابندی لگانی چاہیے اور بتایا کہ بریلوی مذہب کا علمی محاسبہ کی باقی دو سہولتوں کا مسودہ چھاپنے کے لیے مفتی زرولی صاحب کو دینے آیا ہوں تو اگر رضا خانیوں کی یہ بات درست ہے تو وہ خود اپنی کتابوں کا مسودہ دیوبندیوں کو چھاپنے کے لیے کیوں دے رہے ہیں؟

کل ان کے والد مولانا بشیر صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا عباس صاحب نے ان کو فون کیا کہ تم جلدی پہنچو کیونکہ آپ کے والد صاحب نے وصیت کی تھی کہ میں مسلک دیوبند ہی ہوں اور میری دعا ہے کہ میرا انجام علمائے دیوبند کے ساتھ ہو تمہارا سارا خاندان بریلوی ہے کہیں ان کا جنازہ بریلوی نہ پڑھا دیں اس لیے آپ جلد سے جلد چشتیاں پہنچو۔ موصوف اپنے والد صاحب کے جنازے میں پہنچ سکے یا نہیں اس کا تو مجھے علم نہیں البتہ ان کے مسلک کے متعلق جو معلوم ہے وہ انتہائی سے بتا دیا مزید اگر کسی کو تسلی کرنی ہو تو چشتیاں جا کر خود ان سے مل سکتا ہے۔ اللہ اعلم بالصواب۔

دیوبندیت خاص ولی الہی فکر بھی نہیں مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی عبارت کی

توجیہ:

اس کے بعد کاشف اقبال صاحب مابنامہ ”البلاغ“ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ: ”انظر شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ دیوبندیت خالص ولی الہی فکر بھی نہیں“ اور آگے شاہ صاحب ہی کے حوالے سے لکھا: ”حضرت شاہ عبدالحق کا فکر کلیہً دیوبندیت سے جوڑ بھی نہیں کھاتا“۔ (ملاحظہ اور پھر آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”دیوبندی مسلک چودہویں صدی کی پیداوار ہے ناں تو قوی گنگوہی سے قبل کسی مسلک شخصیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں لان دلائل قاہرہ سے ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مذہب اسلام سے جدا مذہب ہے جس کا وجود انگریزوں کا مروجہ منہ ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص ۳۷)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مولانا انظر شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اسی مضمون کے شروع میں یہ لکھا تھا:

”اور وہ ابلاغ کا مضمون کے برابر جز سے مکمل اتفاق ضروری نہیں“ (ابلاغ: ص ۳۷)

(الجزء ۱: ص ۳۷)

لہذا ہمارا بھی یہ تو اسی مضمون سے اتفاق ضروری ہے اور نہ بالمثل ہے۔ علیٰ سبیل التسلیم شاہ صاحب کی بات کا مقصد صرف اتنا ہے کہ فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت جو دیوبند کا خاصہ ہے وہ جس وقت کے ساتھ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ہاں پایا جاتا ہے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ہاں وہ قوت میں نظر نہیں آتی اس اعتبار سے ظاہر ولی اللہ کی فکر نہیں کہا جاسکتا ان کا یہ مطلب و مقصد نہیں کہ دیوبند کے نظریات و سوچ عقائد و افکار سرے سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ مگر انظر شاہ صاحب دیوبند کو چودہویں صدی کی پیداوار سمجھتے تو اسی مضمون میں یہ کیوں لکھتے:

”دیوبند کی اصابت اور مکمل حدیث و قرآن یا سنت و دین سے موافقت پر شرح صدر کی دولت مجھے میسر ہے ہر تعصب سے بالاتر ہو کر جس قدر غور میں نے کیا یا فکر و فکر کی جتنی راہیں مجھ پر مکمل کیں دیوبندیت کو اسی دین کی ایک مکمل تصویر میں بنے پائی جو کہ اور مدینہ زاد ہاں اللہ شرف و تہنیت سے اپنی ابتداء کی اور انتہائی یکساں تھائی شکل میں چلا تھا“۔ (ابلاغ: ص ۳۸)

مزید لکھتے ہیں:

”میرا خیال یہ ہے کہ ما انا علیہ واصحابی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان الطہر سے اسی سوال کے جواب میں تراویح ہوا تھا کہ نبیات پھر کس فرقہ کی ہوگی یہی دیوبندیت کی مختصر اور مفصل جو چیز اور مہم و تعریف و تعارف ہے“۔ (ابلاغ: ص ۳۸)

شاہ صاحب تو دیوبند کو مکہ و مدینہ سے جوڑ رہے ہیں اور یہ جھوٹ بولتا ہے کہ چودہویں صدی سے جوڑ رہا ہے اسی مضمون میں وہ لکھتے ہیں:

”اس میں شک نہیں کہ ہماری حدیث کا سلسلہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ پر ہی ختم ہوتا ہے اور آج ہمارے ہاں حدیث و قرآن کے جوڑ مزے سے جاتے ہیں ان میں حسن انوار ولی اللہ کا براہ راست دخل ہے اس لیے ان کی خدمات جلیلہ کا انکار نہیں ہو سکتا“۔ (ابلاغ: ص ۳۸، ۳۹)

یعنی بات شیخ عبداللہ محدث دیوبند کی تو بریلوی ذرا اپنا گھر دیکھیں۔

مسک شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

از: منظر اسلام مولانا ابوالجواب قادری زید مجدد

نوٹ: بریلوی حضرات کی اکثر جامع مساجد کے باہر لکھا ہوتا کہ یہ مسجد شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مسک پر ہے، حالانکہ بریلوی مسک اور محدث دہلوی دھڑلے کے مسک میں زمین آسمان کا فرق ہے مثلاً:

☆ بریلوی حضرات آیت "لیغفرلک اللہ" کا ترجمہ کرنے میں گناہ کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنے کو حرام کہتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی دھڑلے نے اس کے ترجمہ میں گناہ کی نسبت نبی پاک ﷺ کی طرف کی ہے۔ (ایضاً المصنوعات: ج ۱ ص ۱۳)

☆ بریلوی حضرات بدعت پر حسنہ کا لہجہ لگا کر قبول کر لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "ہر بدعت ضلالت ہے یا غلات کا سبب"۔ (ایضاً المصنوعات: ج ۱ ص ۱۵۰)

مزید لکھتے ہیں: "سنت کو منہ پر لٹ سے تھا منا اگر چہ وہ چھوٹی ہو، بہتر ہے بدعت کو پیدا کرنے سے اگر چہ وہ حسد ہی کیوں نہ ہو کیونکہ سنت کا اتباع سے نور آتا ہے اور بدعت میں گرفتار ہونے سے ظلمت۔"

(ایضاً المصنوعات: ج ۱ ص ۱۵۱)

☆ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ سواوا عظیم کی پیروی کرو۔ بریلوی حضرات سواوا عظیم سے مراد عوام کی اکثریت سمجھتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی دھڑلے فرماتے ہیں "لوگوں کو اس بات کا غیب دی گئی ہے کہ اس کی اتباع کرو جس طرف اکثر علماء ہوں"۔ بریلوی زہر کا یہالہ پانی سمجھتے ہیں اپنے علماء کی کثرت نہیں دکھا سکتے نہ ان کے مدارس زیادہ ہیں نہ علماء"۔ (ایضاً المصنوعات: ج ۱ ص ۱۵۲)

☆ بریلوی حضرات نماز کے بعد مصافحہ کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہیں جب کہ شیخ دہلوی دھڑلے فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ نماز کے بعد یا جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں ہے۔ بدعت ہے وقت کو خاس کرنے کی وجہ ہے بہر حال مطلقاً مصافحہ کا سنت ہونا وہ باقی ہے کس پر ایک

وجہ سے سخت ہے اور دوسری وجہ سے بدعت۔" (اشعۃ اللمعات: ج ۳ ص ۲۲)
"اصول یہ ہے کہ جب معاملہ سخت و بدعت میں متروک ہو جائے تو اس کا ترک بہتر ہے۔"

(شانی: ج ۱ ص ۶۰۰)

☆ بریلوی غراب الفخ سے شہری کو امراد لیتے ہیں اور معتمد سے جنگلی کو امراد لیتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی نے غراب الفخ کو جنگلی کو کہا ہے۔ (اشعۃ اللمعات: ج ۲ ص ۳۹۹)
(یعنی شیخ دہلوی کے نزدیک جو حرام ہے وہ بریلوی کے ہاں حلال ہے)

☆ بریلوی حضرات بڑی شدت سے قبروں پر حقوں کے جواز کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں۔ "قبر کے اوپر عمارت اور قبے نہ بنانا کیونکہ یہ ساری بدعات ہیں اور مکروہ و مخالف طریقہ رسول اللہ ہیں۔" (شرح سفر السعاده: ص ۳۲۹)

☆ بریلوی حضرات تیسرے دن کی قل خوانی کے بڑی شدت سے قائل و فاعل اور اس پر عمل کرنے والے ہیں لیکن شیخ دہلوی دیکھتے ہیں یہ تیسرے دن کا مخصوص اجتماع اور دوسرے ٹکھٹا کرنا (جیسے آج کل رنگیں پکائی جاتی ہیں یا بقول اعلیٰ حضرت چنے تقسیم کیے جاتے ہیں) اور قیموں کا مال بغیر وصت استعمال کرنا بدعت و حرام ہے۔ (شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲)

☆ بریلوی حضرات تعزیت کے لیے دروازوں اور گلیوں میں دریاں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی دیکھتے فرماتے ہیں "تعزیت کے لیے دروازے پر بارہا سکتے پر بیٹھنا بہت سخت مکروہ ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا کام ہے۔" (شرح سفر السعاده: ص ۳۵۴)

☆ آج کل بریلوی میت کے ایصال ثواب کے لیے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور بیچ کر ختم کرتے ہیں لیکن شیخ دہلوی فرماتے ہیں پہلے لوگوں کی عادت نہ تھی کہ وہ میت کے لیے نماز کے وقت کے علاوہ جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور نہ وہ قبر پر بالاس کے علاوہ ختم کرتے تھے یہ تمام بدعت ہے۔

(شرح سفر السعاده: ص ۳۵۲، ۳۵۱)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اختیارات دیے گئے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے ایک اعرابی کا کفارہ معاف فرما کر اسے فرمایا کہ یہ کھجوریں خود ہی کھا لو کفارہ دینے کی

ضرورت نہیں۔ جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تم کفار اور
میں کفار اور اگر دینا“۔ (مدارج السنۃ: ج ۲ ص ۲۳۳)

☆ ہمارے بریلوی دوست قبر کو بوسہ بھی دیتے ہیں مسجد کے بھی کرتے ہیں۔ جب کہ شیخ
دہلوی فرماتے ہیں: ”بوسہ اور مسجد وغیرہ قبر کو حرام و منوع ہے۔“ (مدارج السنۃ: ج ۲ ص ۲۳۳)

☆ بریلوی حضرات نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے قائل ہیں جب کہ شیخ دہلوی
فرماتے ہیں: ”باجماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے۔“ (ماہیت بالنسب شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات عام طور پر کہہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام سے کسی چیز کا ثابت نہ ہونا یہ دلیل
نہیں ہوتا کہ وہ کام غلط ہے نا جائز ہے۔ اس اصول سے اہل بدعت ساری بدعات کو سہارا دیتے
ہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: ”جب نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفل باجماعت
ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی فضیلت و برتری نہیں (معلوم ہو گیا
کہ شیخ محض اس وجہ سے نفل باجماعت کا رد کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
کے نفل سے اس کا ثبوت نہیں)۔“ (ماہیت بالنسب شہر رمضان)

☆ بریلوی حضرات لفظ ”نکر“ کا اللہ کے لیے استعمال کرنا خدا و بے ادبی سے تعبیر کرتے ہیں
جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں خدا کے مکر کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کو مصیبت میں رکھے اور اس پر ناز
نعمت کے دروازے کھول دے تاکہ وہ مغرور و غافل ہو جائے ”مقصد یہ تھا کہ شیخ نے مکر کی نسبت
عربی سے وٹ کر فارسی میں اللہ تعالیٰ کے لیے کی ہے۔“ (محکم الایمان: ص ۱۸۸)

☆ بریلوی حضرات زور شور سے اس کے قائل ہیں کہ میت کے وجود یا اس کے کفن پر کچھ لکھا
چاہیے جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں: ”میری نظر سے آج تک کوئی روایت اور حدیث ایسی نہیں
گزری جس سے اس کا جواز ثابت ہوتا۔“ (مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۴)

☆ بریلوی حضرات درد و ابراہیمی پڑھنے کو (نماز سے باہر) ناقص مکروہ و ناجائز و مکروہ جانتے
ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں: ”اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر افضل درد و شریف
بیچے گا اگر وہ شہد والا درد (درد و ابراہیمی) پڑھے تو وہ اس قسم سے بری ہوگا۔“

(جاریہ مدینہ قرآن مجید ج ۱ ص ۱۸۸)

مزید لکھتے ہیں: "جس نے پیغمبر ﷺ پر درود ان مسخروں سے بھیجا جو تشہد میں پڑھا جاتا ہے بے شک اس نے اس طرح درود بھیجا جس طرح وہ مسور کیا گیا ہے۔"

(سنن ترمذی: ج ۲، ص ۲۸۴)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اس کے خلاف کرنے پر خدا کو قدرت ہی نہیں جب کہ شیخ دہلوی فرماتے ہیں "اس نے خبر دی ہے کہ مطہیوں کو ثواب دیا جائے اور عاصیوں کو عتاب کرنا ہوں اس طرح ہوگا جو اس نے فرما دیا ہے لیکن اس کے اوپر واجب نہیں ہے اگر بالفرض اس کے خلاف کرے تو کسی کو جہال نہیں کہ کہے کہ ایسا کس واسطے کیا۔"

(تکبیر الامان: ص ۱۰)

☆ بریلوی حضرات مجروحہ کو نبی و رسول ﷺ کا فعل سمجھتے ہیں جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں: "مجروحہ خدا کا فعل ہے نہ کہ فعل رسول"۔ (تکبیر الامان: ص ۱۱۶)

☆ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ نبی کو قیامت کا مقررہ وقت بتا دیا گیا۔ جب کہ شیخ دہلوی لکھتے ہیں: "قیامت کا مقررہ وقت اللہ علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔"

(امعة المسائل: ج ۲، ص ۳۲۲)

☆ حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں آئے اور رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی سرکارِ دو عالم ﷺ نے جواب دیا: "جس سے سوال کیا گیا وہ مسائل سے زیادہ نہیں جانتے والا یعنی جیسے سوال کرنے والا اعظم ویسے جواب دینے والا اعظم ہے مسگر ہمارے بریلوی حضرات کو شاید جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ جواب پسند نہ آیا وہ لکھتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل قیامت سے تو بھی بے خبر نہیں اور میں بھی بے خبر نہیں تو بھی جانتا ہے میں بھی جانتا ہوں (مقیاس) جب کہ شیخ دہلوی علیہ السلام ہمارے آقا ﷺ کے جواب کے بارے میں لکھتے ہیں: "میں (محمد ﷺ) اور تو (جبریل) دونوں اس کو (قیامت) نہ جانتے میں برابر ہوں۔"

(امعة المسائل: ج ۱، ص ۳۵)

علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند پر وہابیت کا الزام اور اس کا جواب:

کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے ”دیوبندی حقیقتا وہابی ہیں“ کا عنوان قائم کر کے وہی مکتبہ اپنا اعتراض کیا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں ان کے بڑے خود کو وہابی کہتے رہے یہی اعتراض آج کل دیگر بریلوی رضا خانی مولویوں کی طرف سے بڑے شد و مد کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس لیے ہم اس اعتراض پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

در اصل ہندوستان کے اہل بدعت کی طرف سے وہابی کا لفظ اپنے مخالفین جن کو یہ لوگ بد مذہب اور بے دین سمجھتے ہیں کے لیے وضع کیا گیا ان کے نزدیک ہر متبع سنت اللہ کی توحید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا اور بدعات و خرافات و رسوم جاہلیت سے منع کرنے والا ”وہابی“ کہلاتا ہے۔ یہاں میں خود اہل بدعت کے گھر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں جس سے کافی حد تک وضاحت ہو جائے گی کہ ان کے نزدیک وہابی کسے کہا جاتا ہے:

اہل بدعت کے مرخیل مولوی احمد رضا خان بریلوی سے سوال کیا گیا:

”بھروسہ جناب مجدد ہند مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پر ذلیہ سے فتویٰ لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرف کا بیرو ہے اور یہاں پر حصار سو مکان سنت و جماعت کے ہیں اور مولوی اشرف علی کے سپرد کرتا چاہتا ہے یعنی ہمارے یہاں دستور ہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بچایا کرتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے بیرو ہو کر تاشہ بچانا منع کرتا ہے اور جس شے میں گناہ نہ ہو اس کو بھی منع کرتا ہے اس واسطے آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تاکہ ہم ان شیطانوں کے پھندوں سے بچیں اگرچہ یہاں پر تاشہ بچنا ہند ہو جائے تو ہم کو مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے۔“

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ایک جز کافی دلچسپ ہے جو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

”ناجائز بات کو اگر کوئی بد مذہب یا کافر منع کرے تو اسے جائز نہیں کہا جاسکتا کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اسے بھی جائز کر دیا ہوگا؟“

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱۰، حصہ دوم، ص ۲۵، رد المحتوم، ج ۱، ص ۱۰۰)

اس سے اہل بدعت کی سوچ سامنے آ جاتی ہے کہ چونکہ تاشہ (تقاری یا تاشہ کی شکل کا کھال) نے ہوا ہوا چھوٹا ہوا جو گلے میں ڈال کر دھتلی لکڑیوں سے بھاپا جاتا ہے اس کی آواز دھول سے زیادہ جبرنگ کریم گوچھدار ہوتی ہے۔ (اردو لغت) باج گانے سے منع کرنے والا ایک وہابی ہے اس لیے آپ سے بچانے کی اجازت ہمیں دیں ورنہ ہمارا سارا مظلہ وہابی ہو جائے گا حجاز اللہ۔

اب ہمارے اکابر نے جہاں اپنے لیے وہابی کا لفظ استعمال کیا تو اسے اہل بدعت کے مقابلے میں اچھی محنتوں میں اپنے لیے استعمال کیا کہ چونکہ رسوم و رواج سے منع کرنے والے کو پرانے وہابی سمجھتے ہیں اس لیے ہم وہابی ہی صحیح۔ چنانچہ خیر احمد شین سولانا غفیل احمد ہارنڈوی دہلوی اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو عمرہ و حج کی تہذیب چھوڑ بیٹھے پھر ایسی بدعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سے دور رہیں۔ چنانچہ پھر وہابی یہاں تک ہوا کہ بعض اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سو کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو"۔ (المہر، ص ۳۱، ۳۲)

فقیر احمد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

"اس وقت دوران اطراف میں وہابی قبیح سنت اور بدعت کو کہتے ہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ، ج ۱، ص ۲۸۲)

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب دہلوی اہل ایمان کے نزدیک اسی لفظ "وہابی" کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدر آباد گن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دھکے دیے گئے کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اور ان کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں ہیں۔"

میں نے ان کو نکال دیا۔ ان کے مگرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ تو اسی میں دیکھا فلاں قبر کو حیدر کو سزا دیکھا تب پھر اے چھوڑے گئے اور جان بچا۔ (ملفوظات: ج ۳ ص ۱۰۱، ملفوظ نمبر ۱۶۸)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہ بابت کہتے ہیں۔“

(ملفوظات: ج ۳ ص ۱۳۳، ملفوظ نمبر ۱۷۸)

ظاہر ہے کہ اگر وہ بابت اس کا نام ہے تو ہمیں اس وہ بابت پر فخر ہے البتہ اگر وہ بابت سے محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار مراد لیے جائیں یا غیر مقلدین جیسا کہ ہمارے اہل علم و جماعت اسلامی اور غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے بلکہ ہمارے پیشاور و انوائس کے علاقوں میں تو ان کو ان کے ان ناموں سے کوئی نہیں جانتا ہے انہیں ان دیار میں وہابی کہا جاتا ہے تو اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنی وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا اور اب بھی کرتے ہیں۔ آج کل ہمارے دیار میں وہابی ان کو کہا جاتا ہے جز:

- (۱) اقصیٰ اور بیعت طریقت اور اس کے اشغال ذکر مراقبہ توحید کے سخت مخالف و منکر ہیں۔
- کہ اللہ علماے دیوبند ان پر کار بند ہیں۔
- (۲) تھلید فتنی کے مخالف ہیں مگر ہمارے اکابر اسے واجب کہتے ہیں اور خود مراجع الامامہ امام اعظم رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔

(۳) توسل کے منکر ہیں مگر ہم قائل ہیں۔

(۴) بزرگان دین و محترم شخصیات سے حرکات کے منکر ہیں مگر ہم قائل۔

(۵) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں جب کہ ہم زور و شور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں۔

(۶) درود مہدک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں جب کہ ہم اسے افضل السنن جانتے ہیں۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مہدک کے سامنے سلام و تحفہ کے منکر ہیں ہم اس کے قائل ہیں۔

غرض اس معنی میں ہمیں ”وہابی“ کہنا یا سمجھنا تہمت صریح و کذب بیانی ہے اور ہمارے اکابر نے بھی اس معنی میں خود پروہابیت کی تہمت کی سختی سے تردید کی ہے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ایک سلسلہ مفصلوں میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے سبلال آباد وہاں پر ایک جد شریف ہے جو حضور ﷺ کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حضرت صاحب صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی دلت میں زیارت میرا نام ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بد دین ہیں دوسروں کو بد دین بتلاتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۳ ص ۳۲ ملفوظ ۵۵)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

”ایک جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہمیں کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبد الوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں ابن عبد الوہاب کے حالات کتابوں میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کر لی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابن عبد الوہاب سے ملتے ہیں ہم لوگ مفتی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں کتاب اللہ حدیث رسول اجماع است اور قیاس مجتہد سوا ان چار کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماع است سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ چار نام یعنی امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر اور مانا جائز نہیں نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب رائج ہو اس کا اتباع کرنا

چاہیے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابو حنیفہؒ کا سب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کر رہے ہیں ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہوگی۔ (اشرف الجواب)

خود رضا خانیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہابی اصل اور آج کل کے عرف کے اعتبار سے غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

”اہل حدیث جماعت پر نظر رہائی کا معنی اطلاق ہوتا ہے۔“ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۶۵)

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اویچھا نوئی المعروف احمد یار گجراتی صاحب اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہابی غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

”مستطیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو شبہ سر مقلد و رہائی کہلاتے ہیں۔“ (جاہ الحق، ص ۱۳)

خود کاشف اقبال رضا خانی نے جب اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ”دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف“ رکھا اور جب غیر مقلدین کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ”وہابیت کے بطلان کا انکشاف“ لکھا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں ایک ہی ہیں تو دو الگ الگ ناموں سے دو مختلف کتابیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

مفتی حنیف قریشی ایک اور مقام پر کہتا ہے:

”آپ کے سرخیل مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کتاب فتاویٰ ثانیہ جلد اول صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں: یہ بات وہابیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا معنی اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے۔“ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۶۳)

اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کو فتاویٰ رشیدیہ میں عمدہ کہا گیا ہے اس وجہ سے ہم آپ کو وہابی کہتے ہیں۔ عرض ہے کہ ان کے کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کی وضاحت وہاں نہیں، وہاں جملہ ان کے عقائد کو اچھا کہا گیا ہے مگر کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اس

ذات کی طرف نسبت کیسے ہو سکتی ہے؟ کیا رضا خانیوں کے نزدیک امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجماع کے عقائد عمدہ نہ تھے، مگر بایں بعد ان میں سے کوئی بھی رضا خانی اپنی نسبت میں حنبلی، شافعی، مالکی نہیں لگاتا۔

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جامع المعتول والمعتول غلام محمد چٹا لوی لکھتے ہیں:

"وہابی دوسم کے پائے جاتے ہیں ایک مسلمان وہابی دوم متافق وہابی"۔

(مجموع القرآن، ص ۳۶، نوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی شمس الاسلام مولانا معین الدین اجمیری مرحوم لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بد نصیب کون ہے جس پر آپ کا خیر و ہدایت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کا لالچہ ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پیچھا کر رہے وہ عہد میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا بیت برسائیں جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علماء رباعین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی حیلہ کیس کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت و نبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہو گا اور جن کے تہذیب و فساد کے سامنے حسن بن صباح کے خدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہو کر آ جاوے تو اس کو اعلیٰ حضرت کے کلمات کے بالمقابل سوائے زانوں نے ادب نہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور وہیڑے اور لہڑے کے دوسرے الفاظ سے آشنا و عطا میں آفتاب نہیں ہوتیں اگر در پردہ وہابی ثابت ہو جاوے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کتنی ہے وہ اعلیٰ حضرت جو اپنے آپ کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ وہابی کش کے در حقیقت خود کش ہیں خلقت اپنے اس جزئی دعوے کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے"۔ (تجلیات انوار المعین، ص ۴۲)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات تو یہ کہ احمد رضا خاں نے کئی سنی علماء کو وہابی ہنس ڈالا

دوسرا احمد رضا خان بریلوی خود بہت بڑا دہائی تھا اور یہ بات پوری خلقت میں مشہور تھی۔

بریلوی دہائی کس کو کہتے ہیں:

مولانا معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں:

”خلقت کہتی ہے کہ اٹھ حضرت صرف دہائی ہی نہیں بلکہ ان کے سر تاج ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں اصل یہ ہے کہ ہدایت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ دہائی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخی اور ان کے دائرہ اتباع سے خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت سے صرف اس کو دہائی کہتے ہیں جو ان کے مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کے نزدیک دہالی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ دہالی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلیٰ درجہ کا سنی ہے۔“ (تجلیات انوار المعین: ص ۳۴)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ہندوستان میں عام خلقت کا تاثر یہی تھا کہ احمد رضا خان نہ صرف خود دہالی ہیں بلکہ دہالیوں کے سر تاج ہیں۔

(۲) یہ تاثر اس لیے تھا کہ احمد رضا خان اکابر کی شان میں گستاخی کا اور منکاب کرنے والا اور ان کے دائرہ اتباع سے خارج ہونے والا تھا۔

(۳) حضرت مولانا معین الدین صاحب کا تجزیہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والوں کے نزدیک جو احمد رضا خان کو مجدد نہ مانے ان کی بزرگی کا قائل نہ ہو تو وہ خواہ کتنا ہی پکا سنی ہو ان کے مذہب میں وہ دہالی ہے۔ اور ایک شخص کتنا ہی بڑا دہالی کیوں نہ ہو مگر احمد رضا خان کو مجدد نہ ماننا تو ان کے نزدیک سنی ہے۔

ہم پر رضا خانوں کی طرف سے وہابیت کا الزام بھی صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کی بزرگی کے قائل نہیں اور ہمارے بزرگوں نے بھی جو بعض مقامات پر اہل بدعت کے مقابلے میں خود کو دہالی کہا تو وہ اس بناء پر کہ وہ خود کو احمد رضا خان کا نہ تو متبع مانتے ہیں اور نہ اس کے دعویٰ مجددیت کی حمایت کرتے ہیں۔

تو کاشف اقبال رضا خانی صاحب آپ بھی تو کہیں ان سکھوں کی روحانی اولاد نہیں ہیں؟ اہل السنۃ والجماعۃ علیہ السلام کی معنوی کی پیروی میں علمائے حق پر وہابیت کی نہایت گہرے ہیں؟ اہل السنۃ والجماعۃ علیہ السلام کی وجہ بند پر وہابیت کا التزام سب سے پہلے احمد رضا خان بریلوی نے لگایا چنانچہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

”اسی وجہ سے اہل عرب خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی نفی تھا اور ہے اور اس لئے ہے کہ اس کا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود کے غرض کہ وہ جو ہست مذکورۃ الصدقہ کی وجہ سے ان کو اس کے خائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ان کی شکایہ دہی میں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر درخ و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں چونکہ مجدد المصلحین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں سب سے خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بھائی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن دین کا مخالف سمجھا کرنا مقصود ہونا ہے اس لیے اس لقب سے بڑھ کر ان کو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا چنانچہ ان کی متبعی شریعت و تابع سنت پایا جھٹ و بابی کہہ دیا تاکہ لوگ متفرق ہو جائیں اور ان لوگوں کے عقائد اور فرقوں میں جو طرح طرح کے مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے۔ صاحب ابواب پیلا اڑھی منڈواؤ گور پرتی کرو نذر الخیر اللہ مانو زنا کاری اقسام بازی ترک جماعت و صوم و حلاوت پنجم کرو یہ سب علامات اہل السنۃ والجماعت ہونے کی تھو اور اتباع شریعت صورت و عمارت جس کا حاصل ہو وہ وہابی ہو جائے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہم نشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو انہوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈا ہوں میں کیسے وہابی ہو سکتا ہوں میں تو خاص سنی ہوں دیکھیے علامت سنی کی ڈاڑھی منڈا نا ہو گیا و حال الجحد وینا نے اس درجہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا تاکہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ و غضب میں آکر کھس جائیں اور بلا پوچھے سمجھے بغیر باطل تحفیر کا فتویٰ دے دیں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں میں مختلف عنوانوں سے الفاظ خوبیت سے یاد کیا حالانکہ حقا کہ وہابیا اور ان اکابر کے معتقدات اہل سنۃ میں دشمن و آسمان بلکہ اس سے زیادہ کافری ہے۔“ (اشہاب القاب، ص ۱۸۳، ۱۸۵)

وہابیت کا ایک خوفناک تصور:

بریلوی بھائیوں نے پشاور و اہل سنت اور علماء سوء کو چونکہ علم ہے کہ ان کی عوام جب تک حائل رہے گی ان کے نذرانے چلنے رہیں گے اسی لیے جہاں انہوں نے عمام کو یہ باور کرایا ہوا ہے کہ ہر شیئ سنت اور بدعات و شرک سے منع کرنے والا وہابی ہے۔ ان کے ذہنوں میں وہابیت کا ایسا خوفناک تصور بٹھایا ہوا ہے کہ کوئی شخص وہابیت کے اس تصور کے بعد ان کے قریب بھی نہیں پہنچے گا۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے کی تربیت کا نتیجہ بناتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھر اور مریدین کے درمیان وہابیت کا کیا تصور قائم کیا ہوا تھا:

”ہمیں اس وقت یقین تھا کہ بالی ان لوگوں کو کہتے ہیں جہاں تو نبی ﷺ کی فضیلت کے قائل ہی نہیں اگر قائل ہیں تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لیے بڑا بھائی و معزیت کے بھی منکر ہیں، ختم نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت ﷺ سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی فضیلت و منقبت کی آئی تو انہیں مر جیں گیں گلیں سیلاو کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ مت کہو کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی چہ اس کوئی بات رسول کی فضیلت اولیاء اللہ کی منقبت بزرگان دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ انہیں ان سب سے بغض و کینہ ہے اور ان کی توہین و تذلیل ان کو خوش آتی ہے بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے کا فرہونے کا فروں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی رد و کد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی وہابیت کے متعلق یہ غلط فہمی جس میں میں نے پرورش پائی۔“ (آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ص ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲)

ظاہر ہے کہ وہابیت کے اس منکر و تصور کو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اپنے لیے قابل قبول تصور نہیں بنا سکتا۔ اہل بدعت کی اسی سوچ اور تصور کے مقابلے میں علمائے اہل سنت و الجماعہ

نے خود پر وہ باییت کے الزام جس سے مقصود و پرہیز اس قسم کے مکروہ و عقائد کی نسبت تھی ہمیشہ سے سخت تردید کی اور ہم اب بھی کرتے ہیں۔

الحمد للہ یہاں تک تو ہم نے کھل کر وضاحت کر دی کہ ہماری طرف وہ باییت کی نسبت محض افتراء اور غلط ہے ہم اہل السنۃ والجماعت اور فروغ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں ہمارے اکابر نے اگر بعض مقامات پر غور کو وہابی کہا ہے تو وہ بھی بطور طنز و تعریض ایسا کہا اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے نہ ہیں کہ معروف معنی میں بھی وہ وہابی ہیں، معاذ اللہ۔ دیکھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک معروف شعر ہے:

ان کائنات رافضیہ حب آل محمد	فلیشہد الشقلاان انی رافضی
-----------------------------	---------------------------

[ترجمہ] اگر آل محمد کی محبت رافضیت ہے تو اسے جن و انس گواہ رہو میں رافضی ہوں۔

اب کوئی اس شعر کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رافضی تھے حالانکہ وہ اپنی رافضیت پر گواہ بھی قائم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ امام صاحب تو تعریضاً ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے اہل بیت سے محبت کو رافضیت کا نام دے دیا ہے تو ٹھیک ہے مجھے رافضی سمجھ گھر میں اہل بیت کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی ہمارے اکابر کا مقصود تھا کہ اگر تم نے سنت کی دعوت بدعات و رسومات و اخراجات سے منع کرنے کو ”وہابیت“ سمجھ لیا ہے تو ہم وہابی ہی سہی مسٹر دعوت تو حید و سنت نہیں چھوڑ سکتے۔

بریلوی علماء کا اقرار اس کے دیوبندی وہابیت کے مخالف ہیں:

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”اگر وہابیوں کو برا کہنا ہی چاہیے پرستی ہے اور دنیا پرستی کی دلیل ہے تو پھر فیروز الدین صاحب کے سب اکابر دیوبندی مولوی بھی حرام غور ثابت ہوں گے۔“ (دیوبندی مذہب، ص ۱۳)

ظاہر ہے کہ یہ حرام غوری اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب اکابر دیوبندی نے وہابیوں کو برا بھلا کہا ہو۔

پاس روپیہ کیاں گھر اس پر بھی ان کو شب و روز ان تعلقوا نعمة الله لا تفصوها کا مشاہدہ ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج ۲ ص ۲۰۲، قانون نمبر ۲۵۹)

حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ کی بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ چونکہ اہل بدعت اہل باطل پر یوریت رضا خانیت کے پاس ان کے انگریز آقا کی طرف سے روپیہ پیسہ وافر مقدار میں آتا ہے اس لیے جاہل لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں کہ دشواری منتفعت ہوگی اور اہل حق کو وہائی کر بدنام کرتے ہیں چونکہ نہ وہایت کا مسئلہ ہے نہ عنایت و یونہدیت کا مسئلہ، اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس لیے اگر ابھی ان نام نہاد اہلسنت کی تحقیر باندھ دوں تو خود بخود سارے وہابی مان جائیں گے وہایت پر سارے توتے بھول جائیں گے اس وقت سب سے بھلی چیز ان کو وہایت کی نظر آئے گی۔

دوسرا سوال: مجددی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں۔ افاضات الیوم: ج ۲ ص ۳۳

تھانوی صاحب مجددی عقائد کو پختہ بتلاتے ہیں کہ جتنے ہیں کہ خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جس کی بناء پر یہ کہا گیا ایسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں۔ افاضات الیوم: ج ۲ ص ۵۲۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۸)

جواب: ملفوظات کی پوری عبارت اس طرح ہے:

”ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوگا تو فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور پھر مجددیوں کو اتہام سنت کا دعویٰ ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا وہ عرفات میں عجب دنا روتے تو بہت ہیں فرمایا رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا خطبہ کا طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میاں بے غسل روتے تھے، ایک میاں بے متوسط الحال شخص کے ہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اٹھائی خط بھیجا میاں بے کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میاں بے کو خط پڑھنے کے لیے دیا خط پڑھا کر میاں بے نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو

پر چٹائی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بھی اردو، وہ بھی رونے لگے غل غل پھر
 محلہ والے سنا کر آگئے رونے کی وجہ پوچھی، میاں جی نے کہا تم بھی اردو، محلہ والے بھی رونے لگے پھر
 لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو میاں جی نے کہا خط میں لکھا ہے میاں پاچے سو روپیہ کے ملازم
 ہو گئے تو لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، کہنے لگے نہیں
 رونے ہی کی بات ہے چنانچہ منوا میں تو بیویوں رو یا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے
 ، بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کر رہا ہوں، میرا روزگار گیارہ اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے
 کہ بچائے ان کے اب وہ کسی میم صاحب کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈ سے پڑے
 گی، اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کے لیے اور گھوڑوں کے لیے مکان اور
 مضبوطی کی ضرورت ہوگی تو اہل محلہ ہی سے یہ مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا
 چاہیے، میاں جی تھے بڑے دور اندیش کیا جوڑ لگایا ہے تو بعض رونا بھی بے جواز ہوتا ہے ہندو خدا
 نکلے کیوں ترک کر دیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جن کی دنیا پر یہ
 کیا گیا ہو، جیسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں، اہاں ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہتا ہوں کہ
 عہد نبی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی۔ خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے۔"

(مخاطبات: ج ۲ ص ۸، مرقاۃ المفردات: ۵۰)

ترجمان رضا خانیت نے کس قدر دھوکا دیا، فرائض اور دجل سے کام لیا ہے۔ حضرت تھانوی
 رحمہ اللہ ان عہدیدوں کا رد کر رہے ہیں اس آدمی نے انہی حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر الزام لگادیا کہ
 عہدیدوں کی حمایت کر رہے ہیں انہیں اچھا کہہ رہے ہیں۔ اگر حضرت بھٹ تھانوی رحمہ اللہ نے ان کو
 عقیدہ میں پختہ کہہ دیا تو یہ کہاں لکھا ہوا کہ ایسا کہنے والا حقیقت سے نکل کر عہدیت میں داخل
 ہو جاتا ہے؟ کیا مرزاंनी اپنے عقائد پر پختہ نہیں تو کیا رضا خانی اب مرزاंनी بن گئے؟

دوسرا اور تیسرا: اس کے بعد کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے
 دیے کہ دہائی قریب سنت کو کہتے ہیں اور محمد بن عبد الوہاب کے معتقدیوں کے عقائد کا جائزہ تھے۔ یہ حوالہ
 جلت مآثر میں نقل کیے جا چکے ہیں اور ان کی وضاحت بھی ہو چکی ہے لہذا گھر یہاں ان پر نمبرہ

کرنے کی ضرورت نہیں۔

جوتھا حوالہ: ”پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا اور دہلی کا عقائد میں متحد ہونا چاہا ہے لکھتے ہیں کہ: عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں (تشریحات رشیدیہ: ص ۶۲) ایک جگہ اور لکھا ہے: عقائد سب (مقلد غیر مقلد) کے متحد ہیں اعمال میں فرق ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص ۲۶۶)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۸)

جواب: ہم آپ کے سامنے اولاً مکمل سوال و جواب نقل کرتے ہیں اس کے بعد بعض معروضات عرض کریں گے:

”سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لاد مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں یا جو صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت و الجماعت ہیں یا نہیں اور حضرات سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متعلق ہیں کو بعض جزئیات میں یا اکثر میں مخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کا ایسا گمان کیا جائے جناب بطور بدلہ کے اراقہ فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن علیہ کرتا ہے اور ترغابین سے جانتا ہے۔ نقطہ۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت ہے بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رشیدیہ: ۶۲-۶۳ ایضاً رشیدیہ: ص ۲۶۶)

جواب کا اول جملہ ”بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں“ خود بتا رہا ہے کہ حضرت گنگوہی رضی اللہ عنہ کے سامنے غیر مقلدین حضرات کے عقائد پوری طرح نہیں آئے تھے مولانا نذیر حسین صاحب کے متعلق اگرچہ منفی خبریں ان تک پہنچی مگر ان کے بالتقابل دیگر حضرات سے ان کی تعریف کی گئی لہذا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے پوری صورت حال واضح نہ تھی اور چونکہ اس وقت

زور قرأت خلف الامام، بیس رکعات تراویح، اور تھکید پر تھا جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے ان پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے تو حسن ظن یہی رکھا کہ چونکہ یہ حضرات خود کو مسلمان اور عام مسل بالحدیث کہتے ہیں اس لیے ان کے عقائد بھی اہل سنت کی طرح ہوں گے اور شوافع کی طرح صرف فردع میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے اسی لیے عقائد میں دونوں کو متحد کہہ دیا مگر جیسے جیسے ان کی حقیقت کھلتی گئی حضرت کا موقف بھی سخت ہوتا گیا۔ چنانچہ بعد میں ان کا فتویٰ یہ تھا:

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید آئین پکار کر تو جہنمیں پڑھتا مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے یہاں تک کہ جو اشتہار و بارہ گرفتاری ان کی مکہ معظمہ میں مشہور ہوا تھا اس نے اس کو بچاؤ والا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کو برا کہنے والے کو برا جانتا ہے پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔“

الجواب: جو مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے بے شک غیر مقلد ہے اور اس کی امامت درست نہیں اول تو ان لوگوں کے عقائد و اعمال وہ ہیں جو جامع شواہد میں لکھے ہیں جس سے ان کا ناسق اور مبتدع ہو؟ معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ فرق تعصب کر کے نوا و نواہ اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز ناسد ہوتی ہے عندا حصہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(ایضات فداویٰ رشیدیہ: ص ۱۲۳)

حضرت کی سوانح تذکرۃ الرشید میں بھی غیر مقلدین حضرات کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ ہے جس سے صورتحال مزید واضح ہو جاتی ہے:

”زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمدورفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدین پر جہت کی ہے زید مذکور اکثر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدین کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفی کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مداح کرنے والے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہو سکتا ہے میں تو حنفی کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا

ثبوت دے دیں ایسے شخص کی امامت اور اعتقاد مستحاج نہ ہے یا تا جائزہ شرح قول فیصل تحریر فرمادیجئے کہ نزع یا بائسی رفع ہو۔

جواب: غیب کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد فقہیہ کے کہ اگر اپنے آپ کو خفی کہہ دیتے ہیں اور وہ واقع میں خفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تجری اور حلف کیا اور خفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے کیوں ہوں گے اور مولوی نذیر حسین کا خفیوں کو بدتر از ہندو کہنا محترم لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود مسلسل شاگردان کے تھکید شخصی کو شرک بناتے ہیں تو یہ شخص مدارع ان کا کس طرح خفی ہو سکتا ہے یہ دینی اس کا قائل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواہد سے لاریب دوسرے غیر مقلدین بھی تہمیتی کہتے ہیں مگر جس رسالے سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اس میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے ہندو نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض محرموں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں پس یہ قولی اس کا قائل طہائیت اور حال مذید کا جو اس سوال میں دروغ ہے بظاہر اس کے غیر مقلد ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔ اور یہ کہنا اس کا کہ خفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی وجہ ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اس کے غیر مقلد ہونے کی ہے۔ جو رافضی خارجی کفر کے درجے میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں نکلی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو نہیں پہنچا اس کی امامت کراہت تحریر ہو جاتی ہے اور اس کے امام بنانے والا برضا گناہ گار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے۔ پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحب شواہد نے نقل کیا لا اقل کے قاصد ہوں گے اور جو غیر مقلد خفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تھکید شخصی کو شرک بناتے ہیں بے شک قاصد ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریر ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز مقلد ہوں کی بکراہت تحریر ہوا ہو جاوے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مقصد نماز نہ ہو ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی پاک نہیں ہے۔ فہ ہونے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور ان کو ناقض وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہوں گے تو خفیہ کی نماز کب ان کے پیچھے درست ہو سکتی ہے۔ گنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کو جھکے کے ان

تہا قبل جمعہ کے پڑھا پھر بے خبری میں جو مولوی جان کر ان کو لوگوں نے امام جمعہ بنادیا تو جمعہ لوگوں کو پڑھا دیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔ اب دیکھو تقیہ اور دھوکا دہی ان کا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذر حسین کا قضا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اس کا جمعہ جمعہ ٹھہر کے برباد کیا۔ یہ حال ہے ان لوگوں کا ایسے بشرطیکہ کوئی مقصد صلوٰۃ کا بھی امام غیر مقلد نہ کرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشرک بتلا دیں امام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ ان پر اعتماد بھی نہ ہو۔ اور وہ غیر مقلد عامل بالحدیث جو جوہائے انسانی سے خالی اور شخص لوجہ اللہ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو برائے نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں تب ہر میں نظر جمیں آئے کوئی غلطی ہوگا۔ اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھے اور جاہل سب زبان سے تو اپنے آپ کو حنفی بتلاتے ہیں مگر تقلید شخص مشرک ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں سب دعوے ان کے دروغ اور عند تحقیق فریب معلوم ہوئے۔ ایسے شخص کی امامت ہرگز ادا نہ کریں اور ایسے شخص کا وعدہ سنا بھی عوام کو نہیں چاہیے کہ کمال اس کا اچھا نہیں اور کمال عدم تقلید بہت بد ہوتا ہے۔ فقط دافعہ مسلم۔ (مذکورہ ارشید: ج ۱ ص ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶

میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے در یافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں اس کا واسطہ کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدین سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہو تو حنیفہ و شافعیہ کی کبھی نہ جتنی لڑائی و جھگڑا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زائد کو جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمرؓ کو در پارہ تراویح کے پڑھنے بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحّد رکھتے ہیں اور تقلید ائمہ کو ہم مثل جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے و جلدنا علیہ آیاتنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ظہراتے ہیں اور ہمیشہ جو بایک فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بہت سے عقائد باطل رکھتے ہیں کہ تفصیل و تخریج اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں بہت ہندوگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرمادیں پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت تھیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے گمراہ جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس جو جو مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں بہتر معلوم ہوتی ہے۔ (امداد الفتاوی: ج ۳ ص ۵۶۲)

نوٹ: اس آیت سے پر مدد جذبہ میل حاشیہ ہے:

”البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کا ہے۔“

بریلوی اکابر کی طرف سے غیر مقلدین (الاجحدیث) علماء کی تعریف:

بریلوی محقق عصر اور بقول عبدالحکیم شرف قادری ”محسن الہدایہ“ حکیم محمد مہدی امرتسری

معروف الاجحدیث علماء مولانا عبد اللہ غزنوی اور مولانا عبد الجبار غزنوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا غلام علی صاحب امرتسری فیضا کو ایک حد تک سازگار بنا چکے تھے کہ مولانا سید عبد اللہ غزنوی مرحوم امرتسری تشریف لے آئے ایک روایت کے مطابق امرتسری میں ان کا درود مولانا قصودی علی

کی تحریک پر ہوا تھا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی (متوفی ۹۸۱ھ) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبدالجبار غزنوی نے اپنی نیک صالحیت اور خدا پرستی کالوگوں کے دلوں میں خوب سکھ بٹھایا ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے اعلیٰ علم حضرات اور عوام سب اس بات پر متفق رہے کہ یہ لوگ نہایت نیک اور مختص ہیں اسی طرح مولانا قسوری سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کے خطا میں و تقویٰ کے قائل تھے مولانا قسوری اور مولانا غزنوی میں باہمی یگانگت و محبت کے باوجود دو ایک مسائل میں اختلاف بھی تھا اور وہ صرف علمی اختلاف تھا نہ کہ خلاف“۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۰)

ذرا اس حوالے پر بھی نظر کرم ہو:

”امرتسر کے علماء کرام سے احمدیٹ مسلک کے مبلغ اول مولانا ابو عبداللہ غلام اعلیٰ قسوری تھے ان کی تحریک پر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے جدا مجد مولانا سید عبداللہ غزنوی کا امرتسر میں درود ہوا مولانا قسوری نہایت متقی اور زہد و عابد انسان تھے ارشاد خداوندی لھ ققو لون، مالا ققو علون کے پابند رہتے ہوئے دو دھنڈا نصیحت کافرینہ سرانجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے مقصد میں بہت زیادہ کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم مولانا قسوری کے شاگرد ارشد مولانا میر احمد اللہ کے تلمیذ رشید تھے انہوں نے اپنی تصنیف شمع توحید مطبوعہ ۱۹۳۵ء کے آخر میں امرتسر کی بالا جہاں تاریخ نو کر کی“۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۲۳)

غور فرمائیں! کہ آپ کے مسلک کے مایہ ناز عالم دین احمدیٹ وہابیوں کے (ایک احمدیٹ عالم اس وقت کی اصطلاح کے مطابق وہابی۔) (علماء امرتسر: ص ۳۸) کو کس طرح خراج تحسین پیش کر رہے ہیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو ”مرحوم“ لکھ رہے ہیں اب تسلیم کر دو کہ ہمارے علماء بھی ”وہابی“ اور ”وہابی نواز“ تھے اور تقیہ کر کے سنی بنے ہوئے تھے۔ انہی مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا تھا مگر خوش قسمتی سے بچ گئے اس حملے کی یادگار کے طور پر رسالہ شمع توحید تصنیف فرمائی“۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۳)

مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ مرحوم۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۳)

جو مولانا شاہ اللہ مرحوم کے استاد۔ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۳۹)

مولوی کا شرف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”وہابیہ کے شیخ الاسلام شاہ اللہ امرتسری“۔ (دبابت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۵)

اسی شیخ الاسلام کو آپ کے علماء ”مرحوم“ لکھ رہے ہیں۔ مولانا غلام اللہ قصوری کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”مولانا کے زمانہ قیام امرتسر میں منی و ہالی کا جھگڑا بہت زوروں پر تھا مولانا خود بڑے قسطندری تھے مگر آپ نے ہمیشہ اس قسم کے مناظروں اور مباحثوں سے احتراز کیا وہ اس قسم کی بحثوں کو جمیعت اسلامی کے لیے سخت مہلک سمجھتے تھے۔“ (تذکرہ علماء امرتسر: ص ۷۵)

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی مرحوم کے مرید و خلیفہ مولانا انوار احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

”مولانا علیہ الرحمۃ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے فرقہ بندی اور پارٹی بازی وغیرہ قسم کے گھٹیا خیالات سے آپ کو دور کا تعلق بھی نہیں تھا ان کے اساتذہ و کرام اور مشائخ عظام حضرت مولانا غلام الرحمن صاحب مراد آبادی مولانا غلام احمد حسن کانیوری حضرت رحمت اللہ کیرانوی ثم مکی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا جیسا معتدل مسلک تھا وہی ہی ان کا تھا بریلوی دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔“

(تذکرہ علماء امرتسر: ص ۱۰۶)

لہجہ: اس آدمی نے تو کمال ہی کر دیا اور رضا خانیت کا جنازہ نکال دیا کہ یہ سارے مشائخ دیوبندی بریلوی وہابی اختلافات کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود صاحب اپنے والد بریلوی مفتی اعظم مفتی مظہر اللہ دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت کے اساتذہ گرامی نواب قطب الدین اور مولوی نذیر حسین صاحب اپنے عہد کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔“ (تذکرہ مظہر مسعود: ص ۱۷)

پروفیسر مسعود احمد صاحب نذیر حسین دہلوی صاحب جن کے متعلق حنیف قریشی لکھتا ہے:

”بانی جماعت احمدیہ امام غیر مقلدین نذیر حسین دہلوی“۔ (کستار کون: ص ۶۷)

اور کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

"روایہ کے محدث نذیر حسین دہلوی"۔ (دہلیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۱۹)

مولوی نذیر حسین دہلوی کو "رحمۃ اللہ علیہ" اور "جید علماء" میں شمار کر رہے ہیں۔ اور خواجہ غلام

فرید چاچڑاں جن مولوی نذیر حسین دہلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

"قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور دہائی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے اگرچہ لوگ ان کو منہ پر برا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو"۔ (مقائیس الجہاں: ص ۹۶)

پانچواں حوالہ: المومنین کا دیباچہ کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

چھٹا حوالہ: دہائی ہونا تو اہل دیوبند کے لیے عظیم لغت ہے کھلے کہ چاہے فاسق یا بے غیرت

کہے کہیں یا دہائی یا بے ملت کہیں اپنے حق میں مشکل زرنگار ہے۔ (تفسیر القرآن: تذکرۃ

الانحوائین: ص ۳۵۲)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: کتاب کا نام تذکرۃ الانحوائین نہیں تذکرۃ الانحوائین ہے جو بعض ناشرین نے تقو سیت

الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد سلطانی شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ

انجیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ ان کا مقصد بھی تعریفیابیہ بات کرنا ہے کہ اگر رسومات سے منع کرنے

کی وجہ سے ختم ہوسکتا ہے تو وہ تو ہمیں یہ منظور ہے۔

ساتواں حوالہ: پھر تھانوی کے نزدیک ان کے ہاں نہ جانے کتنی قوت ہے کہتے ہیں کہ

دیوبندیوں دہائیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں..... یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھڑکے کو اپنی

قوت معلوم نہیں۔" افاضات الیومیہ: ج ۷ ص ۸۲۔ (دیوبندیوں کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: پورا ملحوظ ملاحظہ ہو:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں کو باہیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے آپ کو سچا در سچا کارہ سمجھتے ہیں مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھڑیے کو اپنی قوت معلوم نہیں۔" (ملفوظات: ج ۷ ص ۹۷ ملفوظ نمبر ۱۱۲)

اب کوئی اس عقل و خرد سے عاری شخص سے پوچھے کہ آخر اس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے کب اپنے آپ کو وہابیوں کا مقلد یا اپنی حقیقت کا انکار کیا ہے؟ اس میں تو صرف یہ کہا ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی طاقت کا علم نہیں اور واقعی بات درست ہے کہ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعہ دیوبند صرف تھوک دیں تو یہ رضا خانی اسی میں بہہ جائیں۔ ان رضا خانیوں نے کبھی مرد میدان بن کر اہل حق کا مقابلہ و سامنا نہ کیا کبھی ردائش، تو کبھی سیکولر و جمہوری لادین حکومتوں تو کبھی انگریزوں کی پشت پناہی اور ان کے ڈاروں کے بل بوتے پر آستین کا سانپ بن کر اہل حق کو ڈسا اور مٹانے کی ناکام کوشش کی۔

دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں:

آئندہ حوالہ: مندرجہ بالا عنوان لگا کر رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اہل سنت کے چار مصلے برے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ البتہ چار مصلے کو مکہ معظمہ میں مکر کے ہیں یہ امرزیوں ہے۔ (کمل الرشاد: ص ۲۱۔ افاضات رشیدیہ: ص ۵۱)۔

(دیوبندیوں کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹۔ انوار شریعت: ج ۲ ص ۳۱۹)

جواب: پہلے آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد ہم آپ کے سامنے رضا خانیوں کا وہل ظاہر کریں گے:

"البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مکر کے ہیں لا ریب یہ امرزیوں ہے کہ مکر اور جماعت و افتراق اس

سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرکب حرمت ہوتے ہیں۔" (تالیفات رشیدیہ، ص ۷۵)

رضا خانیوں نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ مکہ معظمہ میں جو چار مصلے حنفی، شافعی، حنبلی، شافعی کے ہیں جن پر ہر مسلک والا اپنے ہم مسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا یہ سب اہل سنت معاذ اللہ برے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ وہ اپنی اسی کتاب "سبیل الرشاد" میں زور و شور سے ائمہ مجتہدین اور حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی مذاہب کا دفاع کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو ذرا غیر مقلدین کے ایک اعتراف کا جواب حضرت رحمہ اللہ کے قلم سے:

"پس صحابہ کا طریقہ اور ان کی اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہے لہذا جملہ مجتہدین اور ان کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ ہو گئے بحکم حدیث صحیح۔ البتہ جو جہال کے محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش و تعصب میں طعن و تشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحکم حدیث یا ہم خود ہو کر فقہاء، مجتہدین و ائمہین پر سب و شتم کرتے ہیں اور فرقہ کے مسائل مستنبط عن النصوص کو بتفسیر و حمارت و کچھ کر زشت و زبائل جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنت اور متبع ہوائے نفسانی اور داخل گردہ اہل ہوا کے ہیں فقط..... اور حنفی اور شافعی وغیرہ القاب میں کوئی گناہ یا کراہت نہیں کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں کہ متبع سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں سو جو حنفی ہے مثلاً وہ موجد بھی ہے اور محمدی بھی ہے اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو وہ افضل جانتے ہیں اور دیگر ائمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتے ہیں اور علی ہذا شافعی وغیرہ اور یہ لقب برابر علمائے اہل حق میں قدیم سے شائع ہو رہا ہے بلا تکثیر کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور خیر القرون میں بھی بایں معنی طلب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا عثمانی اس کو کہتے تھے جن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے۔ پس جب تک اس کی موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اس کو بدعت جانا کام اہل علم کا نہیں البتہ امام اور نابالغان اپنے جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے تھے۔ آخر لقب محمدی کرنا بھی تو خود اسی فرقہ

کا ایجاد ہے کسی حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں؟ اور اگر وہ اس لفظ کو بوجہ اتباعِ عالمِ صحیحہ کے جانتے ہیں تو چونکہ صحابہ کرام علیہم السلام کے احوال مختلفہ سے ابو حنیفہ و شافعی وغیرہما مجتہدین و مقلدین نے اپنا مذہب خود مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اسی پر قیاس کر لیجئے کہ بوجہ اتباعِ ابو حنیفہ و شافعی و مالکی کے فقہر ہے اور اتباعِ ائمہ نہیں مگر اتباعِ صحابہ و فخرِ عالمِ صحیحہ کا پھر اس حلقہ میں کیا عجب ہو سکتا ہے۔" (کنز العمال، ج ۱، صفحہ ۵۵۵ تا ۵۵۷)

اللہ اکبر! جو شخص اسے زور و شور سے برا الین حقانی و نقلی سے خفیت کو ثابت کر رہا ہو ان کی طرف نسبت کو بیان کر رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو برا کہہ رہے ہیں غوام کو نہ بگاڑ رہا نہیں تو اور کیا ہے۔ رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں حضرت گسنگوی و شافعی کا مقصود صرف اتنا ہے کہ یہ جو طریقہ چل پڑا کہ چاروں فقہ ایک جماعت ہوتی ہے حنفی حنفی کے پیچھے، مالکی مالکی کے پیچھے، شافعی شافعی کے پیچھے، ظہلی ظہلی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ایک تو اس سے امت مسلمہ کی جو عظیم اجتماعیت کا مظاہرہ عالم اسلام کے اس مرکز میں ہوتا ہے اسے گزیمہ پہنچتی ہے دنیا کے سامنے یہ تاثر جاتا ہے کہ یہ مسلمان تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک پڑھنے کے لیے تیار نہیں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں معاذ اللہ۔ پھر جب دوسرے مسلک والا نماز پڑھ رہا ہو تو پہلے مسلک والے کو باوجود جماعت ہونے کے انتظار میں بیٹھے رہنا پڑتا ہے حالانکہ ایک ہی مسجد میں گمراہ جماعت ہو رہی ہوتی ہے۔ اب جواب دیا کہ حضرت گسنگوی و شافعی نے کون سی قرآن و حدیث کے خلاف بات کہہ دی ہے؟

علماء احناف رضا خانی فتوے کی زد میں:

علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ذكر العلامة الشيخ رحمه الله السندی تلميذ المحقق ابن الهيثم في رسالته ان ما يفتعله اهل الحرم من الصلوة بأئمة متعددة و جماعات مترتبة مكرهه اتفاقا و انه نقل عن بعض مشايخنا انكاره صريحاً من حضر

الموسم بمكة سنة احدى وخمسين وخمس مائة منهم الشريف الغزنوي و
انه افتى الامام ابو القاسم الحبان المالكي سنة خمسين وخمس مائة بمنع
الصلوة بائمة متعددة وجماعات مترتبة وعدم جوازها على المذهب العلماء
الاربعة ورد على من قال بخلافه ونقل انكار ذلك عن جماعة من الحنفية
والشافعية والمالكية حضرو الموسم سنة احدى وخمسين وخمس مائة.

(فتاویٰ شامی: ج ۲ ص ۲۸۹ مؤلفہ المکتب حاشیۃ البحر الرائق: ج ۱ ص ۳۶۶ رددار الکتاب الاسلامی)
[ترجمہ] محقق ابن الہمام کے شاگرد علامہ سندھی نے اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھا کہ یہ جو
اہل حرمین کرتے ہیں متعدد ائمہ اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو بالاتفاق مکروہ کہا
اور ہمارے بعض مشائخ (حنفیہ) میں سے جن میں سے ایک شریف غزنوی ہے اس عمل کا صریح
انکار کیا جبکہ وہ ۵۵۰ھ میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور بلاشبہ ابو القاسم الحبان المالکی نے
۵۵۰ھ میں اس طرح متعدد (مسالک کے) امام اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز کے ناجائز
اور ممنوع ہونے کا مذاہب اربعہ کی رو سے فتویٰ دیا اور ان لوگوں کی تردید کی جو اس کے خلاف کہتے
ہیں۔

رضا خانی ملاحظہ فرمائیں کہ کن کن ائمہ اربعہ نے اس فعل کی مذمت بیان کی اور کتنے علماء
اسلام مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کے قول کے پیچھے کھڑے ہیں تمہارا فتویٰ کن کن مقدس ائمہ پر لگ رہا
ہے۔

آج پوری دنیا کا عمل محدث گنگوہی رحمہ اللہ کے فتویٰ پر ہے:

الحمد للہ اللہ نے اپنے اس دلی کامل کی خواہش کو پورا کیا اور آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا عمل
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فتوے پر ہے اور ہر مسلک والا (سوائے رضا خانی مذہب کے)
مسلمان خانہ کعبہ میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر جمعیت اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ
کرتے ہیں اور احمد رضا خان کے ہندوستانی دین و مذہب کے ماننے والے ان سے الگ ہو کر
”من شذ بشذ فی النار“ کے مصداق ہیں۔

احمد رضا خان نے چار مصلے ہونے کے باوجود حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے

سے انکار کر دیا تھا:

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

”نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعیہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تین مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد باقی چار نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے اس کے بعد نماز حنفی ہوتی ہے اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوشش کر کے حظیرے سے یہ کر لیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر صرح و احوط و اقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالے اجلی اعلام بان الفتوی مطلقاً علی قول الامام میں ہے

اذ قال الامام فصدقہ فان القول ما قال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی و شیبانی میں اس بار جماعت میں جنیت نفل شریک ہو جاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسماعیل و دیگر بعض مجتہدین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے۔“ (ملفوظات: حصہ دوم، ص ۱۳۴)

لیجیے!!! آپ کے اعلیٰ حضرت تو وہاں حنفی مصلے پر بھی فرض نماز پڑھتے کو تیار نہیں! وہاں بھی اپنی تجد و پسندی اور اختلافی و افتراقی مزاج کی وجہ سے ”من شد شذی فی النار“ کے مصداق اپنی الگ جماعت کروا رہے ہیں۔

علماء و ائمہ حرمین پر رضا خانیوں کے کفر کے فتوے:

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”امام حرم (مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے مسلک ہے اسی لیے برے عقیدہ والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی ہمارے اسلاف..... نے کبھی گندے عقیدے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی۔“ (امام حرم اور ہم: پیش لفظ)

مولوی ضیاء الدین رضا خانی لکھتا ہے:

”اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کے لیے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے۔“ (امام حرم اور ہم: ص ۱۵)

”مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے“ معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان ائمہ حرمین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے ہندی مشرکین کو برا سمجھتے ہیں۔

مفتی غلام محمد شرقی پوری رضا خانی لکھتا ہے:

”امام کعبہ اور امام مسجد نبوی عبدالوہاب نجدی اور دیگر عبارات کفریہ کے قائلین کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور ان کو کافر نہیں مانتے لہذا امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کافر ٹھہرے مرتد ٹھہرے اور جوان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ناجائز ہے اور ان کا ذبیحہ مردار ہے۔“

(کیا ہر فرقہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ص ۲۲)

مزید تفصیل کے لیے ترجمان مسلک دیوبند حضرت مولانا ابوالیوب قادری صاحب زید مجدد کی کتاب ”دست و گریبان جلد دوم کا مسئلہ اول“ پڑھیں۔ مولانا سعید قادری چشتیاں نے اپنی کتاب ”تقدیس حرمین“ میں پاکستان کے ۳۹ رضا خانی بریلوی مفتیوں کے فتاویٰ کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ حرمین وہابی گستاخ ہیں لہذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جماعت کے ائمہ بجائے جماعت میں شریک ہونے کے بیت الخلاء آباد کیا کرو۔ مفتی مختار رضا خانی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں ائمہ کے پیچھے صرف ہم الگ بیٹھے ہوئے

ہوتے ہیں لاکھوں کے ہجوم میں کسی ایک آدمی کا بیٹھے رہنا اور نماز میں شامل نہ ہونا کئی فتنوں کا باعث ہوگا نظر یہ ضرورت کے ماتحت حل یہ ہے کہ جماعت میں عام مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائے۔

(تقدیس حرمین: ص ۱۶۰، ۱۶۱)

مفتی فیض احمد ایسی لکھتا ہے:

”سوال: حرمین طہین میں لاکھوں نماز کا ثواب ملتا ہے، جماعت سے نہ پڑھی گئی تو؟“

جواب: خود امام کی نماز نہ ہو تو تمہاری نماز کہاں جائے گی لاکھوں کے لالچ میں ایک نماز بھی جائے گی جس کا قیامت میں مواخذہ ہوگا۔“ (امام حرم اور ہم: ص ۳۴)

پاکستانی حکومت، فوج و عوام بریلوی فتوے کی زد میں:

رضا خانیوں کے نزدیک سعودی معاذ اللہ وہابی گستاخ ہیں اب ان وہابیوں کے سربراہ شاہ عبداللہ صاحب مرحوم کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہوا تو ان کے جنازے میں وزیراعظم پاکستان جناب نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور دیگر اعلیٰ سرکاری حکام نے سعودی عرب جا کر شرکت کی ان کا نماز جنازہ پڑھا۔ (روزنامہ ایکسپریس۔ نوائے وقت۔ دنیا۔ جنگ کا مین جیج ۲۴ جنوری ۲۰۱۵ء) غضب خدا کا خارجیوں کے جنازے میں شرکت دہشت گرد سربراہ کے جنازے میں شرکت!!! رضا خانیو! جوش خطابت کا اظہار کریں۔۔۔!!!

آگے ملاحظہ ہو:

آری چیف نے سعودی سفارت خانہ جا کر شاہ عبداللہ کی وفات پر انٹرنیٹ کی اور اپنے تاثرات لکھے شاہ عبداللہ کی وفات عالمی سانحہ ہے آری چیف۔

(۲۹ جنوری ۲۰۱۵ء، ایکسپریس، جنگ، نوائے وقت)

رضا خانیو! وقت امتحان ہے ڈریئے مت، موت تو آنی ہے پھر حق کلمہ کہنے کی پاداش سب موت آجائے تو اس سے بہتر موت کیا ہوگی؟ اس لیے ہمت کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ رضا خانی جلد سے جلد خارجیوں کے ان حمایتیوں کے خلاف بھی ایک بیان ریکارڈ کروائیں گے

اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو عوام سمجھ جائے کہ امریکی ڈالروں پر پلنے والے ان جمعراتی مولویوں کو پاک فوج اور پاکستان کی عوام کی نظروں میں علماء دیوبند کی عظمت ہضم نہیں ہو رہی ہے اور وطن کی محبت نہیں بلکہ دل کا بغض ایسے بیانات کرنے پر ان کو ابھارتا ہے۔

اسی طرح سعودی یمن کی جنگ میں جب امام حرم حضرت شیخ خالد الغامدی حفظہ اللہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تو عوام و حکومت سے انہیں بھرپور پذیرائی ملی، پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب کیا اور یکم مئی ۲۰۱۵ بروز جمعہ فیصل مسجد میں نماز پڑھائی جس میں وزیر مذہبی امور، صدر ممنون حسین سمیت حیر کر م شاہ کے بیٹے امین الحسنات نے بھی شرکت کی۔

نہال اور مسواں حوالہ: دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد یوسف واضح دولوک کہتے ہیں کہ ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت دہابی ہیں (سوانح مولانا محمد یوسف، ص ۲۰۲ طبع کراچی) دیوبندی محدث اور تبلیغی جماعت کے شیخ مولوی محمد زکریا اسی واضح طور پر کہتے ہیں مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا دہابی ہوں۔ (سوانح مولانا محمد یوسف، ص ۲۰۴)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹)

جواب: پورا واقعہ اس طرح ہے:

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں سب سے بڑا مسئلہ جس نے حضرت کے متعلقین اور اکابر وقت کو فکر و تشویش میں مبتلا کر دیا تھا وہ یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کون کرے گا؟ اور دعوت کا وہ کام جو بڑے قیمتی، درود، سوز اور ذوق و شوق، انہماک کو چاہتا ہے جو اس وقت بظاہر کسی میں نہیں ہے کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے، حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب جالپائی، مافتخر الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قابل ذکر ہیں سالانہ سب کو اس معاملے میں تشویش و فکر تھی، اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ تفصیل سے مولانا محمد

منظور نعمانی نے منضبط کیا ہے درج ذیل ہے۔ انہی کے الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق پڑھیے۔۔۔

”حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت، وصال سے دو تین مہینے پہلے اگرچہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی، لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدام کو ان کی زندگی اور صحت کے بارے میں اچھی امیدیں تھیں۔ مگر دو ہفتے پہلے سے حالت اتنی نازک اور پیچیدہ ہوئی کہ بظاہر اسباب صحت کے لیے امید کی گنجائش نہ رہی۔ یہ عاجز اور رفیق محترم مولانا علی میاں بھی حضرت کے دوسرے پیسوں خدام اور محبین کی طرح وہیں مقیم تھے ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاصا تعلق ہو گیا تھا، اس لیے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مسئلہ کے ساتھ ہم ان کے بعد ان کی دعوت کے انجام کے بارے میں بھی فکر مند تھے۔ ہمارا احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جڑے ہوئے ہیں ان کا تعلق اور ان کی محبت دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے۔ دعوت سے ان کا تعلق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ حضرت کے بعد یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔“

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیق محترم مولانا علی میاں نے اس بارے میں دیر تک غور و فکر اور باہم مشورہ کیا اور ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ حضرت کے بعد اگر یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نفل ام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقے کو محبت و عقیدت ہو تو پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا اور اس وقت ایسی شخصیت ہماری نظر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تھی اور مدوح کی بے انتہاء محبت و شفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت و عقیدت کے باوجود کسی قدر بے تکلف بھی کر دیا تھا اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ اس بارے میں حضرت موصوف سے صاف صاف بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فیصلہ فرمائیں اور ہمیں

اولیٰ الہدیٰ والجماعۃ۔ اول
البادی میں مطمئن کر دیں کہ حضرت کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام
الدینی میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ ہم نے طے کیا کہ آج صبح ہی حضرت ممدوح سے وقت لے کر
مستقل ہو کر رہیں گے۔

چہائی میں اس مسئلہ پر
جمع صادق ہوئی، فجر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نماز
کے بعد ایک خاص معاملہ میں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اس کے لیے وقت مقرر فرما دیجیے۔ فرمایا
کہ نماز کے بعد محصلہ قاری سید رضاء حسن (مرحوم) کی درسگاہ میں بیٹھ جائیں چنانچہ نماز سے
فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہو گیا اور اس ناچیز
نے مختصر تنہید کے بعد اپنی اور حضرت مولانا علی میاں کی طرف سے وہ بات عرض کی جو رات کے
مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کے مرض اور ضعف کی
رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکر ابھر رہی ہے کہ
حضرت کے بعد اس دینی کام کا کیا ہوگا ہم لوگوں کو اندازہ ہے اور جناب والا کو بھی اس سے غالباً
اطلاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں ان سب کا اصل تعلق حضرت والا کی
رات سے ہے اور اس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں۔ اس کا کافی اندیشہ
ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ
ہوگا۔ ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کے بعد جناب والا یہاں
قیام کا فیصلہ فرمائیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ ہمارا یہ اندازہ ہے اور
ہم اپنے اس اندازے پر پورا اعتماد ہے اگر ایسا ہوا تو یہ سب عناصر اسی طرح جڑے رہیں گے
کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمد للہ عقیدت و محبت کا خاص تعلق ہے۔ اسی کے ساتھ ہم
نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہو جائے گا۔ اور ہم خود
اپنے بارے میں صفائی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ہم خود بڑے سخت ”وہابی“ ہیں ہمارے لیے
الہیات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے، یہ مسجد ہے جس میں
حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے۔ اور اگر جناب نے
یہاں قیام فرمایا تو ان شاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اور اس جگہ سے ایسا ہی رہے گا جیسا آج

ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے میری پوری بات بڑی غور سے سنی اور جب میں اپنی پوری بات عرض کر چکا تو فرمایا۔ مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جو فکر آپ کو ہو رہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہو رہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں۔ لیکن یہ بات اس کی نہیں کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کر لیں اور وہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لیے مرتے ملتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو ضائع نہیں فرماتا۔ ان کے بعد بھی ان کا کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد ان شاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا، مشائخ کے ہاں خلافت و اجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے۔ خلافت و اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہو گئی ہے۔ اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جا رہا ہے وہ ان شاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہو نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جاسکے کہ اس کے ذریعہ اس بندے کا جلا یا ہوا چراغ روشن رہے گا، لیکن ان بندگان کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معظم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعۃً اس کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معمولی اور خارق عادت قسم کا ہوتا ہے۔ حضرت چچا جان کے لوگوں میں: میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا۔ اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ اس کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔ اس لیے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے، اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی بیدار ملت جائے گی اور پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ اور پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی سے لیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہو تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں، پھر میں خود یہاں رہوں گا بلکہ اگر تم سب مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی میں جانا

داہوں گا۔ اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا پس انتظار کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔ اور اگر دیکھو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی تو مولوی صاحب! میں تم سے خود بڑا ”دہابی“ ہوں تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے درو دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

(سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۰ تا ۲۰۴)

خاصہ کلام: دیکھا قارئین کرام! کتنی بڑی بے ایمانی کی اور تمام اقتباس کو سیاق و بیان سے کاٹ کر صرف چند لفظ لکھ دیئے۔ اس طویل گفتگو کو پڑھنے کے بعد آپ آسانی سے اندازہ لگالیں کہ ان بزرگان نے یہ بات بطور ”طنز و مزاح“ میں کی کہ کوئی جانشین مقرر کیجیے ورنہ اہل بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اس کی قبر و مزار پر دھند اکر نایہ ہم سے نہ ہوگا اور معاملے میں ہمیں دہابی سمجھ لو۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ ہم خفی نہیں؟۔

گیا ہواں حوالہ: پھر مولوی اشرف علی تھانوی نے خود اپنے دہابی ہونے کا بھی اقرار کیا اشرف السوانح میں ہے کہ عزیز الحسن لکھتے ہیں کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلانے سب کھائی..... تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں..... پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں دہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اشرف السوانح: ص ۲۸۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۲۰)

یہی اعتراض حسن علی رضوی نے رضائے مصطفیٰ: سوال ۹۸۱ھ کے صفحہ ۱۱ پر بھی کیا ہے۔
جواب: پورا واقعہ ملاحظہ ہو:

”اے سلسلے میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ لگائے رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلانے سب

کھائی۔ کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ”نماز“ تھا نیاز کیا دیتے اس پر بڑی براہی پھیلی تمام عمر تم اپنے مردوں کو بلالائیں ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی فوراً حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلیے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرمایا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا جائز کہاں؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تمین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اس سے انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلہ والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جاگزیں ہو گئی۔“ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۸۴)

رضا خانی مولوی صاحب نے مکمل واقعہ پیش نہیں کیا الحمد للہ حضرت حکیم الامت دہلوی کے تقویٰ و اتباع شریعت کا اندازہ لگالیں کہ طالب علم کو نہ صرف سزا دی بلکہ حق دار کو اس کا حق بھی واپس کر دیا۔ جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہوا اتنی رعایت کرتا ہو وہ ہستی نبی کریم ﷺ کے حقوق میں کو تا ہی یا حق تلفی کیسے کر سکتی ہے؟

باقی یہاں پر بھی وہابی بطور ”تعریض“ کے کہا گیا ہے کہ یہ ساری مصیبت و نكاف اذکی نوبت تمہاری اس رگی نیاز کی وجہ سے ہوئی لہذا یوں سمجھو کہ یہاں وہابی رہتے ہیں اور دوبارہ نیاز مت بھیجتا تا کہ دوبارہ اس قسم کی نوبت نہ آئے۔ الحمد للہ حضرت کی سنیت و حقیقت اس قدر واضح تھی کہ اس اقرار کے باوجود بھی اہل علاقہ کو اس پر یقین نہ تھا اور آپ کو خفی سنی ہی سمجھ رہے تھے۔

بارہواں حوالہ: دیوبندی شیخ احمد علی لاہوری کی سنیہ کہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے (اہل حدیث) نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔ ملفوظات طیبات: ص ۱۲۶۔

(دو بھرت کے بھٹان کا انگٹاف ہاں)

جواب: ملفوظات طیبات اس وقت راقم کے پاس موجود نہیں تا اس کا علم ہے کہ کس کے جمع کردہ ہیں۔ لہذا سروسا استعارض ہے کہ آپ کے مذہب میں بزرگوں کے ملفوظات معتبر نہیں ہوتے چنانچہ نصیر الدین سیالوی ابن اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔"

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص ۳۹۱)

مفتی حنیف قریشی ایڈر کمپنی لکھتے ہیں:

"ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظات پر ملے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی و نفسی حیثیت نہیں۔" (مستخرج کون، ص ۵۳)

اعتراف۔۔۔ کانپور میں اشرف تھانوی کا تہقیر کر کے سنی بن کر رہنا لمحہ فکر ہے:

یہ عنوان قائم کر کے صفحہ ۳۰، ۳۱ پر تذکرۃ الرشید سے دو اقتباسات سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیے اور نتیجہ یہ نکالا کہ کانپور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ معاذ اللہ تحقیر سنی بن کر رہ رہے تھے۔

جواب: بریلوی نے یہاں بدترین و فحش و فحش کا مظاہرہ کیا اور دجل و دراصل حضرت

تھانوی رحمہ اللہ ابتداء میں محفل میلاد جو منکرات ہے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے اس میں بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ میلاد کو نہ تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ نہ کار خیر کو اس پر موقوف سمجھتے ہیں نہ اسے عشق رسالت کی کوئی نشانی البتہ چونکہ بعض علماء کے اقوال اس کے جواز پر ملتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا درجہ زیادہ سے زیادہ مباح کا ہے اور چونکہ میں جس علاقے میں رہنے والا ہوں ان کی زیادہ تر تعداد میلاد منانے والوں کی ہیں اس لیے ان محافل میں شریک ہو جاتا ہوں اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اتنا

مسجدوں میں نہیں آتے جتنا ان محافل میں آتے ہیں اس لیے یہاں اصلاح عقائد و اعمال کا موقع مل جاتا ہے لہذا جب یہ عمل مباح ہے تو اس شدت سے اس پر انکار نہیں کرنا چاہیے خاص کر میں جس جگہ پر رہ رہا ہوں وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدد سے پہنچنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے غرض حضرت تھانوی یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے اسی خط میں حضرت تھانوی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں جس سے ان کا اصل موقف بالکل صاف ہو جائے گا:

”اسراول شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قریت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے۔ اور مثلاً اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اس کو جنت شریعہ نہیں سمجھتا بعد ارشاد اعلیٰ حضرت کہ خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل جو محل کلام نہیں“۔ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۶)

آگے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”نہ کسی دن ان اعمال کی (یعنی میلاد کی) وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی اور نہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اول یہی ہے کہ خلافِ راست سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کا غلو بھی تھا چنانچہ ابتدائی حالت اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پروا نہ کی تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد مناسب نہیں جہاں ہوتا ہوا انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہوا بجا نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہندوستان کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا“۔ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۷)

آجے حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”الہدیٰ نوے موقع پر غور کرو یا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظریہ سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی مخالفت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے بہر حال وہاں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ وعظ وغیرہ کے بعد تولینے کی مطلقاً میری عادت نہیں۔“ (تذکرۃ الرشید: ص ۱۱۸)

معلوم ہوا کہ ان مجالس میں شرکت کی وجہ حضرت کے وعظ سے کئی سود خوروں و مناسقوں کا صالح نمازی بن جانا تھا۔ اگر تقیہ ہی کرنا ہوتا تو ابتداء میں اس کی مخالفت کیوں کی جس کی وجہ سے لوگوں کی مخالفت بھی مول لینا پڑی مگر حضرت نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔ الحمد للہ حضرت جس بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اس کا ظہار کرتے۔ مگر جب دیکھا کہ یہاں کے لوگ نماز کے لیے اتنے باغریب نہیں ہوتے جتنے ان محافل میں لہذا ایسی محافل میں شرکت کے لیے چلے جاتے جہاں شرکت نہ ہوتی اور وہاں نماز روزے اور اصلاح نفس کی تلقین کرتے۔

حضرت نے صاف طور پر فرمایا کہ وعظ پر کچھ لینے دینے کی میری عادت نہیں جس کو بریلوی مائزہ ہم کر گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت تھانوی میلاد پر تنخواہ لیتے تھے۔ مگر اہل علم و فکر سے طویل خط و کتابت کے بعد جب ان پر یہ صورت واضح ہوئی کہ ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی شرکت نہیں کرے گا۔ اگر تقیہ کرنا تھا تو اعلان کیوں کیا؟ حضرت کو وہاں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اہل کائید آپ سے حدودہ عقیدت رکھتے تھے آخر وقت تک ان حضرات کا آپ سے عقیدت کا کیا حالہ؟ اس کے لیے صرف ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں کہ جب حاجی امداد اللہ مہاجر صاحب نے ان کے حکم پر آپ نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے نکل کر تھانہ بھون میں سکونت اختیار کر کے اس کو اپنے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا تو جب اس بات کی اطلاع اہل کانپور کو

ملی کہ اب آپ اس شہر کو چھوڑ چکے ہیں تو:

”جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہنچا تو ان کے قلق و اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بعض اہل حق پر درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ کر بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایما سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے۔“ (اشرف السوانح: ج ۱ ص ۳۲۸)

بھلا ایسی عبت کرنے والوں کے درمیان کسی کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت غرض مسیلا کی ان بعض مجالس میں شرکت معاذ اللہ کسی تقیہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ حضرت اس کے جواز کی طرف مائل تھے جس سے بعد میں رجوع فرمایا۔

تبلیغی جماعت پر اعتراض اور اس کا منہ توڑ جواب:

کاشف اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا تھانوی (اشرف علی)..... نے بہت بڑا کام کیا پس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے گی۔ (ملفوظات شاہ محمد الیاس ص ۵۰ طبع کراچی) مولوی محمد زکریا لکھتے ہیں کہ حضرت (الیاس) دہلوی کا مشہور ارشاد ہے جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ (تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات: ص ۱۳۶ طبع کراچی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۱، ۳۲۔ دیوبند سے بریلی: ص ۳۸ راز کوکب نورانی)

جواب: معلوم نہیں کہ رضا خانیوں کو ان عبارات پر کیا اعتراض ہے؟ حالانکہ ان عبارات کا

مطلب صاف اور واضح ہے کہ اصلاح عقائد و اعمال اور دین اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے میں جو انداز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا اسی طریقہ کار پر عمل

کیا جائے کہ ان کا انداز و عظمت و تبلیغ اصلاح کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا تھا۔ اب ذرا اپنے گھر کا بھی گندہ دیکھ لو رضا خانی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم تو سنی حنفی ہیں سنت کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ انہیں نہ سنت سے کوئی واسطہ نہ حنفیت سے کوئی تعلق، بلکہ ان کا کام اپنے مذہب کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بتائے ہوئے ”رضا خانی دین“ کی اشاعت ہے چنانچہ خلیفہ بریلوی محدث اعظم مولوی ابوداؤد و صادق گو جرانوالہ بریلوی نباض قوم لکھتے ہیں:

”ہمارے لیے مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتباع کافی ہے۔“ (براہین صادق، ص ۲۷۰)

خود احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے:

”حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑ دو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“ (وصایا، ص ۱۶)

قارئین کرام! غور فرمائیں یہ ان کا مذہب ہے کہ شریعت مصطفیٰ پر تو صرف امکان کے درجے تک عمل کر لیتا مگر شریعت احمد رضا خان پر عمل کرنا ہر فرض (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) سے بھی اہم فرض ہے، معاذ اللہ۔

نام نہاد دعوت اسلامی کا منشور دین رضویت کا پرچار ہے:

آج دعوت اسلامی حقیقت میں ”عداوت اسلامی“ لوگوں کے سامنے بڑے معصوم بنے پھرتے ہیں کہ اچھی ہمیں ان اختلافات سے کیا تعلق ہم تو سب کو عاشق رسول ﷺ اور سنت کا پابند بنانا چاہتے ہیں ہر گھر میں مدنی ماحول لانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ان کا اولین مقصد لوگوں کو احمد رضا خان قارونی کے مذہب پر لانا ہے اور اسی کا وہ پرچار کرتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”الیاں قاروی..... نے بے شمار مہلکیوں و یوں بند یوں..... کو بے عتہ تعالیٰ سنی (یعنی رضا خانی) بنایا جس نے گھر گھر میں کفر الایمان داخل کر دیا جس کا کوئی بیان اعلیٰ حضرت کے ذکر خیر سے خالی نہیں

ہوتا۔" (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۵۸)

یونس ظہور قادری بریلوی اقرار کرتا ہے کہ نام نہاد دعوت اسلامی سنیت کی عالمگیر تحریک نہیں بلکہ ایک رضا خانی تحریک ہے جس کا واحد مقصد تبلیغی جماعت کی محنتوں پر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کرنا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"ہمارا مقصد تبلیغیوں کا توڑ ہے میلاد عرس کرنے سے اور وہابیوں کا رد کرنے سے غیر جانبدار طبقہ بھڑک جاتا ہے اور پھر وہ ہمارے قریب نہیں آتا اور ہم چاہتے ہیں کہ غیر جانبدار طبقہ ہی نہیں بلکہ جو یوہندیوں سے متاثر ہیں وہ لوگ بھی ہمارے قریب آئیں ہماری باتیں سنیں ہم سے ملیں جلسیں اور ہم سے مانوس ہوں جیسا کہ تبلیغی کرتے ہیں وہ اہل سنت کا رد نہیں کرتے بلکہ عوام کو شریعت کی پابندی وغیرہ کی ترغیب دے کر اپنے قریب کرتے ہیں۔"

(دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۳۸)

دیکھا ان منافقوں کی منافقت کہ صبح و شام وہابیوں کو گالیاں دینے، عرس کے نام پر غریبوں کی جیبیں ٹٹولنے والے، تبلیغی جماعت اور سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کے لیے تفسیر کا برقع پہن کر یہ سب کچھ جھوٹا چھاؤں کر "میٹھے میٹھے مدنی بھائی" بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگو! بچو ان سے یہ تمہیں نبی کریم ﷺ کی سنت، عشق اور مدینے کے نام پر احمد رضا خان کا عاشق بنا کر ہمیشہ کی گمراہی اور نبی کریم ﷺ کا گستاخ بنانا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس گمراہ جماعت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"ہم بھی اپنے عمل و کردار سے اپنے اخلاق اور بہترین تعلیم و تلقین سے سنی بزرگوں خصوصاً اہل حضرت کا معتقد بنائیں جس سے وہ ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان اگر پہلے سے نہیں تھے تو ہو جائے۔" (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ: ص ۱۳۸، ۱۳۹)

دیکھا ان کے نزدیک "سنیت" نبی کریم ﷺ کی سنت پر چلنے کا نام نہیں بلکہ احمد رضا خان سے اعتقاد رکھنے کا نام ہے۔ ایک آدمی کتنا بڑا ہی عاشق رسول، حنفی، سنی کیوں نہ ہو لیکن احمد

رضا خان کا معتقد نہیں تو ان لوگوں کے نزدیک نہ وہ سنی ہے نہ مسلمان۔ معاذ اللہ۔
اسی الیاس عطاری کے بارے میں لکھا:

”اپنے لوگوں کو اپنے مخصوص انداز میں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قائم رکھنے کی سعی کرتے ہیں۔“ (دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈا کا جائزہ، ص ۱۵۵)

مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کا ملفوظ کہ طریقہ تعلیم حضرت مہت نوئی رحمہ اللہ کا ہو پر فوراً رضا خانیوں کے پیٹ میں مروڑ شروع ہو گیا اب یہاں بھی اپنے قلم کی سیاہی سے صفحات کو اپنے دل کی طرح کالا کرنے کی زحمت کریں گے یا منافقت کی چادر اوڑھے خاموشی میں اپنی عافیت جانیں گے؟ دعوت اسلامی والوں سے آج جن رضا خانیوں نے اختلاف کیا اور اس پر کفر کے فتوے لگائے وہ بھی اس بنیاد پر اختلاف نہیں کیا کہ اس نے کوئی خلاف سنت کام کر دیا ہے بلکہ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ دعوت اسلامی کا منشور مسلک اعلیٰ حضرت کو پھیلا نا مہت اور اب وہ مسلک اعلیٰ حضرت سے پھر گئی ہے۔ چنانچہ مولوی سبحان رضا خان لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس صاحب مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کھل کر میدان میں آگئے ہیں اب کسی رعایت و رواداری کے مستحق نہیں۔“ (مظلوم مبلغ، ص ۷۴)

مزید لکھتے ہیں:

”مولوی الیاس کا فتنا مولوی غلام رسول سعیدی سے زیادہ خطرناک ہے کئی مسائل میں مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت..... کی تغلیط اور عملاً تردید کر رہے ہیں۔“ (مظلوم مبلغ، ص ۸۰)

مولوی ابوداؤد صادق نے ۲۴ صفحات کا ایک پورا رسالہ دعوت اسلامی کے خلاف بنام ”مکتوب ابوداؤد بنام ابوالبلال“ لکھا اس میں وہ دعوت اسلامی سے ناراضگی اور ان کو کوسنے کی واحد وجہ یہی بتاتے ہیں کہ آپ فلاں فلاں مسئلہ میں مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کاشف اقبال رضا خانی کو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظ پر اعتراض کرنے سے پہلے درج ذیل عبارت بھی پڑھ لینی چاہیے:

”میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی اعلیٰ حضرت کے سچے عاشق تھے اکثر فرمایا کرتے تھے علماء محققین و فقہاء و محدثین کا علم و اجتہاد اور ان کی عظمت و فضیلت سر آنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۷۳)

گویا ان بد بختوں کے ہاں احمد رضا کا سچا عاشق وہ ہے جو ان تمام محققین علماء و فقہاء، محدثین پر احمد رضا کو ترجیح دے ورنہ احمد رضا کا جھوٹا عاشق ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔ اکیلے حضرت تھانوی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات و طرز انداز اختیار کرنے والوں پر اعتراض کرنے والو! اپنا گھر چیک کر دو کہ فقہاء و محدثین کی حدیث و فقہ میں تفوق اپنی جگہ لیکن ان سب کے مقابلے میں ہمارے لیے حجت اور لائق اتباع احمد رضا خان کا دین و مذہب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی مولوی نے یہاں بھی تقیہ کیا ہے ورنہ محدثین و فقہاء تو دور یہ بد بخت لوگ تو احمد رضا خان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔ حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے۔ اب آئیے کاشف اقبال رضا خانی کے اگلے جھوٹ کی طرف۔

قصیدۃ النعمان کے نام سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف جھوٹ کا

انتساب:

اور ایک ہی سانس میں امام صاحب پر کئی جھوٹ:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

”دیوبندی آج کل حقیقت کے بڑے تمسکدار بنے پھرتے ہیں حالانکہ ان کے اکابر تو حقیقت سے بے زار رہے ہیں اس پر بھی چند دلائل پیش خدمت ہیں۔ ۱۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد وہی ہیں جن کی ترجمانی سیدنا امام احمد رضا بریلوی..... اور دیگر اکابرین اسلام نے فرمائی ہے مثلاً حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت و حاکمیت تو تسلیم و استمداد وغیرہ کے وہ مسائل تھے جو ان کے قصیدۃ النعمان سے ظاہر ہے۔“ (دیوبندی کے بطلان کا

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے امام نواب احمد رضا خان صاحب کی اتباع کرتے ہوئے جھوٹ بولا ہے کہ اکابر کوئی حوالہ بتایا جائے جس میں معاذ اللہ صراحتاً یا اشارۃً حقیقت سے بے زاری کا اعلان کیا گیا ہو۔

ثانیاً: اس آدمی نے جھوٹ بولا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قصیدۃ العمان کتاب ہے اور اس میں یہ لکھا ہے اور یہی عقائد امام صاحب کے تھے۔ معاذ اللہ۔ امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان تاج الدین رضویہ حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کاشف اقبال رضا خانی کے پیدا ہونے سے پہلے ملت بریلو یہ کو بدیں الفاظ اس جعلی قصیدہ کے متعلق چیلنج دیا تھا کہ:

”حضرت امام ابو حنیفہ کی شخصیت کوئی ایسی گناہ شخصیت نہیں کہ ان کی طرف ہرانا پ شتاب کی نسبت کر دی جائے اور وہ ہضم ہو جائے ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک جملہ رواۃ قبول امت محمدیہ میں مشہور ہے قصیدۃ العمان خالص جعلی اور سن گھڑت ہے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہرگز تصنیف نہیں ہے ان کا جتنا علم اور فہم ہے وہ ان کے قابل قدر ملامتہ کے ذریعہ سے امت محمدیہ (علی صاحبہا الف تحیۃ) تک پہنچا ہے جعلی اور بے اصل تھا کہ سے حضرت امام صاحب کا عقیدہ ثابت کرنے والو اول میں کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرتے ہوئے شرم کرو آخر ایک دن مرنا ہے..... مسلم حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ و حضرات فقہاء عظام رحمۃ اللہ علیہ اور ارباب تاریخ کے کم از کم دو شہادتیں ایسی پیش کرو جنہوں نے یہ کہا ہو اور لکھا ہو کہ یہ قصیدہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصنیف فرمایا ہے محض زبان سے دعویٰ کرنے کا نام ہرگز ثبوت نہیں ہوتا یہ نازک مقام ہے قدم سنبھال کر رکھنا پڑے گا۔

ابھری ہوئی چوٹ دل و دردمند کی رکھنا قدم تصور جاناں سنبھال کے

(آنکھوں کی ٹھنڈک: ص ۱۹۰، ۱۹۱)

یہی چیلنج ہمارا بھی کاشف اقبال رضا خان صاحب اور اس کے مقررین اور احمد بدر رضوی (جن کی

لائبریری سے انہوں نے کتاب تیار کرنے کے لیے استفادہ کیا ہے) کو ہے۔ دیکھنا چاہیے

خداام الدین کا حوالہ امام ابو حنیفہ سے بڑے عالم:

اس کے بعد موصوف حوالہ دیتے ہیں:

”میں نے شام سے لے کر ہند تک اس (انور شاہ کشمیری) کی شان کا کوئی محدث و عالم نہیں پایا..... اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ (انور شاہ کشمیری) امام اعظم ابو حنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس

دعویٰ میں کاذب نہ ہوں گا۔“ (ہفت روزہ خداام الدین لاہور: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳)

جواب: رضا خانی نے جدی پشتی دھوکا اور فراڈ سے کام لیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ بات کسی ذمہ دار دیوبندی عالم نے کہی ہے۔ آپ سیاق و سباق کے ساتھ اصل قصہ ملاحظہ فرمائیں دراصل خداام الدین میں مولانا ارشد رشیدی مرحوم کا مضمون ہے جس میں وہ نقل کرنے ہیں:

”علامہ علی مصری ضلی حافظ حدیث تھے ہندوستان آئے اور دہلی میں مولانا عبد الوہاب کے پاس پہنچے اور بعض مسائل پر مناظرہ ہو گیا مولانا عبد الوہاب نے غضب ناک ہو کر علامہ کو مسجد سے نکلوا دیا کسی نے کہا دیوبند جاؤ حنفی ہیں تو فرمانے لگے جب الحمد للہ میرے ساتھ یہ معاملہ کیا تو حنفی کیا نہ کریں گے بالآخر دیوبند حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے درس بخاری میں شریک ہوئے حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے علامہ کی رعایت سے عربی میں درس دیا علامہ عملی سوالات کرتے رہے اور شاہ صاحب جو ابیات دیتے رہے درس کے ختم ہونے پر علامہ علی نے مجمع میں فرمایا میں نے عرب ممالک میں سفر کیا اور علماء و اکابر سے ملاقات کی خود مصر میں سالہا سال درس دے آیا ہوں میں نے شام سے لے کر ہند تک اس شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا میں نے ان کو مساکت کرنے کی ہر طرح کی کوشش کی لیکن ان کے استحضار، تحفظ، حفظ، اتقان، ذکاوت، اور ذہانت اور وسعت نظر سے میں حیران رہ گیا اور آخر میں کہا اگر میں قسم کھاؤں کہ یہ علامہ حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اس دعوے میں کاذب نہ ہوں گا۔“

(ہفت روزہ خداام الدین لاہور: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳)

تاریخ کرام الملاحظہ فرمائیں موصوف نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ دیوبندی حقیقت سے بیزار ہیں مگر اس واقعہ میں کہیں بھی ایسی کوئی بات موجود ہے؟ نیز یہ بات کسی دیوبندی ترجمان کی نہیں ایک مصری جنابی عالم کی ہے۔ جس نے محدث کشمیری رحمہ اللہ کی ذہانت، ذکاوت، حفظ، حقیقت و احتیاط کو دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا اور اسے مولانا ارشد رشیدی صاحب رحمہ اللہ نے نقل کر دیا۔ علامہ مصری کی بات کی ذمہ داری ہم پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے؟ ہم کسی کے منہ پر تالا تو نہیں لگا سکتے۔ عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے؟“۔ (مقالات رضویہ: ص ۸۰)

اور سندھ کا رضا خانی مناظر مولوی عبدالرحیم سکندری لکھتا ہے:

”یاد رکھنا چاہیے کہ نقل جب کوئی واقعہ نقل کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ وہ نقل بظاہر اصل کر دے اور بس اس کے بعد ذمہ داری اصل ماخذ کی ہے نقل کی نہیں۔“

(سیف سکندری: ص ۹۵)

تو ارشد رشیدی صاحب نے یہ بات کہاں سے لی وہ ہم نے نقل کر دی ہے اس سے آگے کے ہم ذمہ دار نہیں۔

رضا خانی ذرا ایک جھاڑو اپنی چار پائی کے نیچے بھی پھیریں۔ بریلوی نے اپنے امام احمد رضا خان کے متعلق لکھا:

”علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔“

(المیزان: ص ۱۸۶)

مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

”آپ میں طبقہ اولیٰ یعنی احمد اربعہ کی جھلک پائی جاتی ہے۔“۔ (المیزان: ص ۲۰۷)

مجاہد دیں کہ کیا احمد رضا خان صاحب کو امام اعظم ثانی بنا دینا، اس میں امام شافعی، امام

سے بھاری یا حقیقت کی گستاخی نظر نہیں آتی؟

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"ابن حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کو امیر المحدثین کہا جاتا ہے لیکن آج امام بخاری رحمہ اللہ ہمارے
یہود کی حدیث دانی کی مہارت و خداقت کو ملاحظہ فرماتے تو فرحت و سرور کے انداز میں فرماتے
احمد رضا انت امام المحدثین"۔ (احادیث موضوعہ اور امام احمد رضا: ص ۲)

مولوی وارث جمال بستوی رضا خانی لکھتا ہے:

"امام احمد رضا نے اس حقیقت صادقہ کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اسی لیے اس میدان میں آپ کا کوئی
ریف نہیں تھا کہ حسان العرب حضرت امام بوسیری صاحب قصیدہ بردہ شریف بھی سبقت نہ لے
چکے"۔ (انوار رضا: ص ۶۶۳)

مفتی حسن قادری مفتی حزب الاحناف لکھتا ہے:

"نمبر میں وہ مسائل لکھے جا رہے ہیں جن سے امام اعظم رحمہ اللہ نے رجوع فرمایا" اور پھر آگے
۵۸ مسائل ذکر کیے جس سے امام اعظم رحمہ اللہ نے رجوع کیا ملاحظہ ہو (دو عقیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا:
ص ۱۳۴ تا ۱۵۶)

مگر جب احمد رضا خان کے کلمات ذکر کرنے کا موقع آیا تو لکھتا ہے:

"کالمیں نے درجنوں فتاویٰ دے کر پھر رجوع کیا مگر قربان جائیے اعلیٰ حضرت کی استقامت پر جو
بات کی ہو ہے پکیر ہے ہزاروں فتوے دیئے ایک سے بھی رجوع ثابت نہیں کیونکہ وہ جوش میں
ہوش سے کام لیتے ہیں اس لیے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے تو ہلتا رہے گا مگر احمد رضا کی بات کیوں
ہستے"۔ (دو عقیم رہنما ابو حنیفہ اور رضا: ص ۱۶۱)

ان کا اس کے سوا اور کیا مطلب لیا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ امام اعظم رحمہ اللہ نے ان انجانوں
مسائل میں جوش کے دور ان ہوش سے کام نہیں لیا اس لیے غلط فتوے دے کر پھر اس سے رجوع
کر لیا مگر احمد رضا خان کی تحقیق پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہوش سے فتوے دیتے جس کی وجہ
سے رضا کی اہمیت نہ آتی۔ حالانکہ خود احمد رضا خان لکھتے ہیں:

”ہمارے علماء سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جیسا علم حدیث تھا جیسا وہ صحیح و ضعیف و منسوخ و افسانہ بیان سے
چھ بعد کے لوگ ان کی برابری نہیں کر سکتے کہ انہیں وینا علم شمس قدر زمانہ رسالت سے
قریب“۔

(الفضل الموبی ج ۱)

یہ عبارت جائے شرم ہے ان رضا خانوں کے لیے جن کو احمد رضا خان کی مدح اس وقت تک
مہتمم نہیں ہوتی جب تک احمد رضا کو امام بخاری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام یوسفی، امام غزالی
اور چودہ سو سال کے ائمہ فقہاء پر ترجیح نہ دے دیں۔ پھر آخر اللہ کر کتاب کا نام ماحکم ہو گا
عظیم رہنما ابو حنیفہ اور رضاؒ یہ لوگ احمد رضا خان کا تھلیل امام اعظمؒ سے کر رہے ہیں ان
وقت ان کو گستاخی نظر نہیں آتی۔ بہر حال تم احمد رضا خان بریلوی کو امام اعظم خالی کہو تو کوئی گستاخی
نہیں مگر کوئی دوسرا امام اعظم اول ہو جائے تو گستاخی تم احمد رضا خان کو امام غزالی کے پائے کا لکھو
تو امام غزالی کی شان میں کوئی گستاخی نہ ہو مگر کوئی کسی کو امام ابو حنیفہ سے بڑا عالم کہہ دے
حقیقت چیز اری و گستاخی و تو این تمہارے لوگوں نے نکلیا کہ احمد رضا خان امام شافعی، امام یوسفی
امام محمد سے بڑے عالم تھے یہ تو ان کی شاگردی کے لائق تھے تو علامہ شافعی اور ان فقہاء سے بڑے
زاری نہیں تو خدا مالدین کا حوالہ حقیقت چیز اری کیسے؟ تم نے احمد رضا خان کو امام ابو حنیفہ
امام محمد کے پائے کا عالم لکھا تو اگر آج کے دور میں بھی ان کے پائے کا عالم ہو سکتا ہے امام
الحمد شین امیر المؤمنین فی الحدیث پیدا ہو سکتا ہے یہ ان کی گستاخی نہیں تو خدا مالدین کا حوالہ
کیوں گستاخی؟

آخری سوال کیا شوافع امام شافعی کو، حنبلیہ امام احمد بن حنبل، مالکیہ امام مالک و حنفیہ امام
ابو حنیفہ سے بڑے عالم نہیں مانتے؟ تو کیا یہ اہل السنۃ والجماعہ کا اتنا بڑا طبقہ حقیقت سے جڑا
معاذ اللہ امام ابو حنیفہ کا گستاخ ہے؟

اعتراض۔۔۔ امام ابو حنیفہ کا قول قرآن وحدیث کے مخالف ہو سکتا ہے:

اگلا حوالہ دیتے ہوئے مولوی کا شنف اقبال صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندی مناظر مولوی یوسف رحمانی نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام اعظم رحمہ اللہ کا فرمان بھی قرآن وحدیث کے معارض ہوگا ہم اس کو بھی ٹھکرا دیں گے۔ (سیف رحمانی: ص ۷۱) یہ ہے دیوبندیوں کی حقیقت اور یہ کہ دیوبندیوں کے نزدیک حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث سے متضاد بھی ہیں، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۳)

جواب: عجیب جہالت ہے پر سے پرندہ بنانا کوئی ان رضا خانیوں سے سیکھے۔ کاشف اقبال رضا خانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر علماء دیوبند معاذ اللہ حقیقت سے بیزار ہیں اور پیش کیے گئے حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں۔ پھر الزام لگایا کہ دیوبندیوں کے نزدیک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بعض اقوال قرآن وحدیث کے خلاف ہیں حالانکہ حوالے میں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ عبارت میں لفظ ”اگر“ برائے شرط موجود ہے یعنی بالفرض اگر ایسا ہوتا اس ”اگر“ کا مطلب جو اس جاہل رضا خانی کو سمجھ نہیں آیا ام مولانا احمد رضا خان صاحب علی کی کتاب سے پیش کر دیتے ہیں:

”خدا کرنا ہوتا جو حجت مشیت خدا ہو کے آتا یہ بندہ خدا کا

میں نے کہا ٹھیک ہے یہ شرطیہ ہے جس کے لیے مقدم اور تاہی کا امکان ضروری نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان للرحمن ولد فی انا اول العابدین۔ اے محبوب تم فرمادو کہ اگر رحمن کے لیے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔

(الموعظۃ الخلی حضرت: حصہ دوم ص ۱۶۱)

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں ”اگر“ کا لفظ موجود ہے جو غلط ترجمہ کا طبع رضا خانیت حضرت مولانا یوسف رحمانی صاحب رحمہ اللہ کی عبارت میں بھی موجود

ہے اب اس رضا خانی الٹی سوچ کے مطابق اس ترجمہ کا مطلب یہ نکلتے گا کہ معاذ اللہ رحمتی کا بھی کوئی بیٹا تھا جس کو سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر چتے تھے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔
 بزیلوی شیخ الحدیث علامہ رسول سعیدی لکھتا ہے:

”حضرت امام شافعی قرنِ حدیث کے ایک عظیم القدر امام ہیں اور روایت پر جرح و تعدیل کے سلسلہ میں ان کی رائے یقیناً وقعت اور اہمیت کی حامل ہے لیکن حدیث رسول کے مقابلے میں جب دو کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔“

(ذکر البیہر: ص ۱۲۵، ۱۲۴ قریب یک مثال لاہور)

اب لگاؤ فتویٰ اپنے شیخ الحدیث پر جو کہتا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنی رائے سے بات کرتے تھے۔ نیز سائنس میں جو حوالہ گزرا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ۵۸ مسائل سے رجوع فرمایا تو سوال ہے کہ کیا وہ مسائل قرآن و حدیث کے خلاف تھے تھی تو رجوع فرمایا؟ اگر نہیں تو رجوع کیوں کیا؟

اعتراض۔۔۔ حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع قرار دینا:

”ذیوبندی اکابر تو حنفیت کے دفاع کو عمر کا ضیاع قرار دیتے ہیں دیوبند کے مفتی محمد شفیع آف کراچی لکھتے ہیں کہ: قادیان کے جلسہ کے موقع پر نماز فجر کے وقت حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت (الوزیر شاہ) کشمیری سر پکڑے مضمون پیشے ہیں میں نے پوچھا کہ حضرت کیا مزاج ہے کہا ہاں ٹھیک ہی ہے میاں مزاج کیا پوچھتے ہو عمر ضائع کر دی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی ساری عمر مسلم کی خدمت میں دین کی اشاعت میں گزری ہے ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں مثلاً میر ہیں جن آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو کس کی عمر کام میں لگی؟ فرمایا میں جنہیں صحیح کہتا ہوں عمر ضائع کر دی میں نے عرض کیا حضرت بات کیا ہے فرمایا ہماری عمر کا ہماری تقریروں کا ہماری ساری کدو کاش کا یہ غلام رہا کہ دوسرے مسئلوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کریں امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کے مسائل کے دلائل تلاش کریں اور دوسرے ائمہ کے مسائل پر آپ کے مسلک کی ترجیح ثابت کر دیں یہ رہا ہے جو ہمارے گوشوں کا تقریروں کا اور اہل

زعمی کا اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر بربادی..... اس (وحدتِ امت) ص ۸۸ طبع کراچی) کا دشمن کرام! غور کیجئے کہ جن کے اکابر کے ہاں خفیہ جو کہ قرآن و سنت کا ہی دوسرا نام ہے کا دفاع کرنا عمر کی بربادی ہے ان کا خفیہ کا تمکیدیاد بننا کتاب و افراد اور حوک وشی ہے۔

(دلی ہندیت کے اعلان کا انکشاف: ص ۴۲)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے ایک بار پھر اپنی عادت بد کے مطابق پورا مضمون اور عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش نہیں کی۔ پورا مضمون جہاں تک کاشف اقبال نے عبارت نقل کی اس سے متصل اگلی عبارت ملاحظہ ہو:

”ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا وہ مقام لوگوں سے خود اپنا لیا ہوا منوانے گا وہ تو ہمارے محتاج نہیں۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ اور احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دوسرے مسالک کے فقہاء جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ اپنے مسلک کو ”صواب“ محتمل الخطا (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) کہیں۔ اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں ان تمام بحثوں، تحقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔ بھر فرمایا: ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کون سا مسلک صواب تھا اور کون سا خطا، اجتہاد کی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہو سکا دنیا میں بھی تمام تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح ہے یا یہ کہ یہ بھی ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو۔ دنیا میں تو یہ ہے قبر میں بھی مگر کفر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا؟ آمین! البھر حق تھا یا البھر حق تھا؟ ہر ذرخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے الفاظ یہ تھے:

اللہ تعالیٰ شافعی کو رسوا کرے گا نہ ابو حنیفہ کو نہ مالک کو نہ احمد بن حنبل کو، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین

کے علم کا انعام دیا ہے جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو نگا دیا ہے۔ جنہوں نے نور ہدایت چار سو پھیلا دیا ہے جن کی زندگیوں میں اللہ تعالیٰ نے نور پھیلائے۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسالہ کرے گا کہ وہاں سید بن محشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابو حنیفہ نے صحیح کہا تھا یا شافعی نے غلط کہا تھا؟ یا اس کے برعکس یہ نہیں ہوگا! تو جس چیز کو دنیا میں کہیں ٹھہرنا ہے نہ رزخ میں اور نہ محشر میں اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عرضائے کر دی اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسکتے مختلف تھے اور دین کی جو ضروریات تھیں ان کے نزدیک وہم تھیں جن کی دعوت انبیاء کرام میں جہود لے کر آئے تھے جن کی دعوت عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی تھی آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی یہ ضروریات دین تو لوگوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واعیاء ان کے چہرے کو سنج کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا وہ پھیل رہے ہیں مگر اسی پھیل رہی ہے اللہ آ رہا ہے شرک و بدعت پرستی چلی آ رہی ہے حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فری و فری بھٹوں میں! حضرت شاہ صاحب نے فرمایا یوں انگلیں بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عرضائے کر دی۔ (وعدت امت جس سے اللہ رکھتے خدا م القرآن لا ہو)

قارئین کرام! کاشف اقبال رضا خانی کا دعویٰ تو یہ تھا کہ اکابر ابو بندہ حنفیت سے موازنہ کیا جائے مگر جو حوالہ دیا اس میں دور دور تک اس کا ذکر نہیں بلکہ آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت ابو شاہ کشمیری جیٹھو کسی زور و شور سے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم کی حقانیت ان کی رفعت و عظمت اور عوام میں ان کی مقبولیت عنہ اللہ ان کا مقام بیان فرما رہے ہیں۔ بلکہ یہاں تک اپنی عقیدت کا اظہار کیا کہ کیا امام ابو حنیفہ ہماری ترجیح کے لئے کہا جاتا ہے جو ہم ان پر احسان کر رہے ہیں؟ کہ ہم اگر حنفیت کی ترجیح دیتے ہیں تو امام ابو حنیفہ رحمہم کا علم بتقدیر اور عاقبت کی اور قوت استدلال خود اپنا لہجہ سنوا رہا ہے۔ خدا ارا قبر کو سامنے رکھ کر جواب دیں کیا ایسے لوگوں کو حنفیت سے بیزار کہنا کھلا تعصب اور دلی عداوت و بغض کا شرمناک مظاہرہ نہیں؟

حضرت کشمیری رحمہ اللہ تو ایک عمومی انداز میں ایک بات فرما رہے ہیں کہ ضروریات دین حرام و حلال و منکرات کی تبلیغ کو چھوڑ کر ساری زندگی صرف اسی میں عمر کھا دینا کہ حقی مسلک کو سنا لیں مسلک پر ترجیح کس طرح دی جائے یہ یقیناً عمر کو ضائع کرنا ہے۔ حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ معاذ اللہ مسٹر ضیمن کے مقابلے میں حقیقت کا دفاع کرنا یا اعتدال ضرورت احتیاط کا دفاع کرنا معاذ اللہ عمر کو ضائع کرنا ہے۔ نیز رضا خانی ہمیں یہ جواب دیں کہ اگر حقیقت قرآن و حدیث کا پھوڑ ہے تو کیا شوافع و حنابلہ و مالکیہ معاذ اللہ اس قرآن و سنت کے پھوڑ کے مخالف ہیں جو اس پھوڑ کو نہیں مانتے؟

فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب مجددی کے متعلق عبارت کی توجیہ:

”اعتراف (علامہ شامی پر دیوبندیوں کی برہمنی لکھی ہے“

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

”امام ابن عابدین شامی نے محمد بن عبد الوہاب مجددی کا شدید رد کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ چارے زمانے میں محمد بن عبد الوہاب مجددی کے پیروکار مجدد سے ٹکے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا ان لوگوں کے گمان میں صرف وہی مسلمان ہیں جو بھی ان کے عقیدے کا مخالف ہے مشرک ہے اور انہوں نے اہل سنت و عوام و علماء کے نقل کو جائز قرار دیا ہے۔ (رد المحتار: ج ۳ ص ۳۳۹ طبع کوئٹہ) مگر دوسری طرف دیوبندی قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی اس کی تعریف میں مطلب المسلمان ہیں لکھتے ہیں کہ محمد بن عبد الوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے کہ مذہب ضعیف رکھتا تھا اور عامل بالمجہدیت تھا بدعت و مشرک سے روکتا تھا مگر تصدیق اس کے حرام میں تھی۔“

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۶۶)

دیوبندی مولوی تو علامہ شامی کے مجددی کے رد کرنے پر سخت براہم ہوئے چنانچہ دیوبندی ہستی مولوی فیروز الدین رونی لکھتے ہیں کہ۔۔۔

”لیکن عابدین شامی نے حکومت کے اثر سے ان غریبوں و پانچوں کو بدنام کیا اور ان کے خلاف ایک مقدمہ کا قیام کر کے اپنی دنیا سنبھالی براہم و دنیا پرستی اور منبرے سکوں کا جس کے عوض شامی نے

مجددوں کو دل کھول کر بدنام کیا ہے شامی نے یہ سب کچھ محمد علی پاشا کے حکم سے اور اس کی دولت کے اثر سے لکھا ہے۔" (آئینہ صداقت، ص ۳۵ طبع لاہور)

قارئین کرام اس عبارت میں دیوبندی محرم نے جس قدر علامہ شامی کو ظلم و ختم کائنات نہ بتایا ہے وہ قابل مذمت ہے اور علامہ شامی جو علمائے احناف کے امام و مقتدر فقیہ ہیں۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۳۳ و ۳۵)

جواب:

علامہ شامی بریلویہ رضا خانیوں کی نظر میں:

رضا خانی بریلوی نے اپنی بھولی بھالی عوام کو محض دھوکا دیا ہے کہ علامہ شامی دہلویہ علمائے احناف کے امام ہیں اور علمائے احناف سے اس کی مراد بریلوی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ علامہ شامی دہلویہ کے باغی ہیں اس کو امام تو کیا نہیں اسے احمد رضا خان بریلوی کا شاگرد بناتے پھرتے ہیں ملاحظہ ہو حوالہ جات:

بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی صاحب فرماتے ہیں:

"ہماری نگاہ میں سیدنا اعلیٰ حضرت ۔۔۔ کی تحقیقات عالیہ علامہ ابن عابدین شامی کی تحقیقات سے عال و بلند تر ہیں۔" (معارف رضا: سطور جلدی سالنامہ نمبر ۷۰۰، ص ۲۶)

ایک اور حوالہ پڑھیں:

"علامہ شامی اور صاحب فتح القدر مولانا کے شاگرد ہیں یہ تو امام اعظم ثانی مطہرین ہوتا ہے۔"

(المیزان کا نام احمد رضا نمبر ۱۸۶)

اس پر مزید حوالے ماقبل میں گزر چکے ہیں دوبارہ مراجعت فرمالیں۔ المختصر اگر کاشف اقبال رضا خانی کے پاس احمد رضا خان کی الجھڑا ہوا تو آنکھیں کھول کر اسے پڑھیں جس میں جگہ جگہ احمد رضا خان نے علامہ شامی دہلویہ پر اعتراض کرتے ہوئے ان سے اختلاف کیا۔

مجددوں کے متعلق علامہ شامی کی عبارت ہمارے خلاف نہیں:

کاشف اقبال رضا خانی نے محض جھوٹ بولا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے محمد بن عبد الوہاب
مجدی کا شدید رد کیا ہے اور پھر احمد رضا خان کی کتابوں سے لکھے ہوئے تحریف و تحوّل کا وہ فرادہ کے فن
کا مظاہرہ کرتے ہوئے شامی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے "محمد بن عبد الوہاب مجہدی" کا نام
بھی ڈال دیا حالانکہ یہ نام وہاں رکھانے والے کو منہ مانتا انعام۔ علامہ شامی کی عبارت کا جو
زہر کاشف اقبال رضا خانی صاحب نے نقل کیا ہے وہ ان کی جہالت کا منہ بول ثابت ہے جس
سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو شامی دیکھنے ہی کی توفیق نہیں ہوئی بس کسی رسالے میں غلط ترجمہ
دیکھا اور بغیر تحقیق کتاب میں نقل کر دیا ہم آپ کے سامنے شامی کی اصل عبارت اور اس کا سلیس
ترجمہ کرتے ہیں:

کہا: وقع فی زماننا فی اجماع عین الوہاب الذی خرجوا من نجد و تغلوا علی
المومنین و کانوا یفتعلون مذہب الحنابلہ لکھم اعتقدوا اھم المسلمون
و ان من خالف اعتقادھم مشرکون استباحوا قتل اھل السنۃ و قتل
علماھم۔ (فتاویٰ شامی: ج ۵ ص ۳۶۲)

[ترجمہ] ایسا کہ ہمارے زمانے میں واقع ہوا ہے کہ عبد الوہاب (یہ علامہ شامی رحمہ اللہ کا تبار ہے
عبد الوہاب رحمہ اللہ ان کے والد تھے ان کا نام "محمد" ہے: ناقل) کے پیرو نجد سے نکلے اور حرمین پر
غلبہ کیا اور وہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی مذہب کہتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور
جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں وہ مشرک ہیں اس لیے انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل
کو برا سمجھا۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے کہیں بھی اس فتوے میں محمد بن عبد الوہاب مجہدی کو برا نہیں کہا نہ ان کا
رد کیا اور وہ بھی رد شدیدیہ۔ بلکہ ان کے اجماع یعنی پیروکاروں کی مذمت کی اور فتاویٰ رشیدیہ میں
بھی یہی کہہ کر لکھا گیا ہے کاشف اقبال رضا خانی نے فتاویٰ رشیدیہ کی اردو عبارت بھی صحیح طرح
سے نقل نہ کی ہم آپ کے سامنے پوری عبارت نقل کرتے ہیں:

”محمد بن عبد الوہاب کے مقلد ہیں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد کو محمدیہ کہتے ہیں اور مذہب ان کا حنبلی ہے البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں مگر ہاں جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد کیا اور عقائد سب کے محمد ہیں اعمال میں فرق حنبلی شافعی مالکی حنبلی کا ہے۔“

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۳۷۷)

(۱) شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ان کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں۔

(۲) شامی میں محمد بن عبد الوہاب کے پیروکاروں کو حنبلی المذہب کہا گیا۔ لیکن بات فتاویٰ رشیدیہ میں دہرائی گئی۔

(۳) فتاویٰ شامی میں محمد بن عبد الوہاب کی نہیں بلکہ ان کے (بعض) پیروکاروں کی مذمت کی گئی کہ وہ حد سے بڑھ گئے اور فتاویٰ رشیدیہ میں بھی یہی کہا گیا کہ ان کے پیروکار جوحد سے بڑھ گئے ان میں فساد کیا۔

تو علامہ شامی دیکھنے کی عبارت فتاویٰ رشیدیہ یا ہمارے موقف کے خلاف نہیں بلکہ یہ عبارت تو اس کے حق میں ہے۔ بریلویوں نے اس عبارت کو فتاویٰ رشیدیہ کے خلاف ہر جگہ بڑے زور و شور سے پیش کیا حتیٰ کہ ہمارے بعض علماء کو بھی اس سلسلے میں مضائقہ لگ گیا لیکن الحمد للہ راقم نے جب ان دونوں عبارتوں پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ محض اہل بدعت کا پروپیگنڈا ہے شامی کی عبارت تو فتاویٰ رشیدیہ کے لیے ماخذ کار و چر و کھتی ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت بریلوی دروغاںوں کے خلاف ہے:

علامہ شامی نے وہابی مجددوں کی نشانی یہ بتائی کہ وہ اپنے سوا سب کو مشرک کہتے ہیں اور مولوی غلام مہر علی بریلوی کے بقول وہابیہت خارجیت ہی کی شاخ ہے (مخلص: دیوبندی مذہب ص ۱۳۲) اب ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے سوا سب کو کافر سمجھنے کا یہی خارجیوں والا عقیدہ بریلویوں کا بھی ہے چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی سے سوال ہوا:

سچائی اور دہائیہ دینے والے جو یہ شورش اٹھائی ہے کہ اعلیٰ حضرت حکیم الامت مجدد مائت حاضرہ
موبدلت طاہرہ شیخ الاسلام و المسلمین سیدنا مولانا شاہ مفتی محمد احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی
... کثرت سے علمائے امت کو کافر کہتے ہیں اس لیے اعلیٰ حضرت کو تکفیر المسلمین کے لقب سے
پکارنے میں تواپ کو مان کا حق ہے یا باطل ہدایت ہے یا ضلالت؟

اس کا جواب ایسے لیں:

جری یہ بات کہ جو اعلیٰ حضرت کا ہم عقیدہ نہ ہو اس کو وہ کافر جانتے ہیں یہ درست ہے۔

(التحقیقات، ص ۵، طبع جدید، ص ۱۳۸)

وجاہت رسولی قادری لکھتا ہے:

"اس سے محبت اعلیٰ ایمان کی پہچان اور اس سے عداوت گستاخانِ خدا اور رسول اور اعلیٰ بدعت کی
تکلیفی ٹھہری"۔ (معارفِ رسالہ، ص ۹، ۱۰، ۱۱)

بدیع الدین احمد قادری بریلوی لکھتا ہے:

"علمائے حق کے خدا یک آپ سے محبت رکھنا سنیت کی علامت ہے اور آپ سے جلتا اور بغض رکھنا
بدعت ہونے کی پہچان ہے"۔ (سوانحِ امام احمد رضا، ص ۱۲۶)

امیر اہل بدعت النیاس عطاری صاحب لکھتے ہیں:

"ابنِ حجر... کی کسی بھی تحریر پر تنقید یا تنقید کرنے والے کی محبت اختیار کی بلکہ اس سے محبت
بھی کی تو خیر دار کھیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں"۔ (تمہید ایمان مع حسام الحرمین)

حیرت ہے کہ احمد رضا خان خود ساری ملت سے اختلاف کرے اس کے ایمان پر کوئی فرق
لکھا نہ گیا اس کے مجتہد ہونے کی دلیل بن جائے شجاعت قادری صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا... کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ محدثین و متاخرین فقہاء و اصولیین پر نہایت فراخ دلی
سے تنقید فرماتے ہیں"۔ (مقدمہ فتاویٰ رضویہ، قسط ۵، ص ۲۳)

نور احمد رضا خان کہتا ہے:

"مفتی محمد اسلم بھی نیکو شخصیت کے وصال کے (۲۵۰) برس بعد تصنیف ہوئیں مسلمانوں کے بہت

سے فرتے انہیں مانتے ہی نہیں اور اس کے سبب وہ اسلام سے خارج نہ ہوئے۔

(معارف رضا سالنامہ ۱۳۰۳ء: ص ۵۸)

ظاہر ہے کہ جو بخاری و مسلم کو نہیں مانے گا وہ کسی اعتراض کی وجہ سے نہیں مانے گا حیرت ہے
اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کا کوئی انکار کر دے اس پر تنقید کرے خود احمد رضا خان چودہ دوس سال
کے علماء فقہاء پر کھل کر تنقید کریں اس کے ایمان پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا یہ پھر بھی بنا کہ مسلمان
نہیں اس بے ایمان بدوین بدعتی کی کتابوں پر کوئی تنقید کر دے یا تنقید کرنے والوں کی محبت میں
بیٹھ جائے یا ان سے محبت ہی کرنے کا جرم کرے تو وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یہ خارجیت
نہیں تو اور کیا ہے رضا خانیوں کا پس نہیں چلتا ورنہ وہ مسلمان ہونے کے لیے شیعوں کی طرح نگر
میں احمد رضا خان کا نام بھی ڈال دیں۔ یہ بدعت تو امام مہدی و حضرت یحییٰ عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے
صامی الحرمین پر دستخط لیں گے اس کے بعد ان کے ساتھ دینے کا سوچیں گے۔ معاذ اللہ۔ نیز
ہمیں یہ بھی جواب دیں کہ وہ کون سے اسلامی فرقے ہیں جو صحیح مسلم و بخاری کو نہیں مانتا مگر پھر بھی
احمد رضا خان کے نزدیک وہ مسلمان ہیں؟

مولوی ابوالکلیب دانا پوری لکھتا ہے:

”ہندوستان میں جس قدر مسلمان کہلانے والے ہیں۔۔۔ سنی (ظاہر ہے کہ یہاں سنی سے مسند
بریلوی ہے: ناقل) مسلمانوں کے علاوہ یہ تمام ہندو میان اسلام بگھم شریعت مظہرہ کفار و مرتدین کلام
نہیں۔“ (تجانب اہل سنت: ص ۱۱۲)

تجانب اہل سنت پر مظہر علی حضرت مولوی حسرت علی رضوی و ضیاء الدین رضا خانی، علماء
پہلی بعیت، شاد آل مطلق رضا خانی، محمد میاں آل رسول رضا خانی جیسے جید اکابر بریلویہ کی نظارہ
ثبت ہیں اس لیے اسے غیر معتبر کہہ کر جھٹلایا نہیں جاسکتا اگر یہ غیر معتبر تھی تو اپنے کسی ایک انکار کا
خوالہ و جس نے اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس سے براہت کا اظہار کیا ہو اور ابوالکلیب کو
توہ اور تنقید دیا ایمان کا کہا ہو چونکہ اس کتاب میں علامہ اقبال سرسید اور محمد علی جناح پر بھی کفر کے

نہیں تھے اس لیے پاکستان آزاد ہونے کے بعد اس کتاب کا اب انکار کرتے ہیں۔ یہ بدنام زمانہ کتاب کفر کے فتوؤں کا دائرۃ المعارف ہے اسلام کی چودہ صدیوں میں مخالفین پر کفر و شتم کی ایسی گندھی دستاویز آپ کو نہیں ملے گی۔

آئینہ صداقت ہمارے معتبر کتاب نہیں:

دہلی بات پر فیروز الدین راجی صاحب کی کتاب "آئینہ صداقت" تو وہ ہماری معتبر کتاب نہیں کاشف اقبال نے کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے "مسند کتب دیوبندیہ کے حوالہ جات سے مزین" تو ثابت کرے کہ کسی کاغذ کے یہ پر فیروز موصوف ہمارے اکابر میں سے ہیں اور ان کی یہ کتاب ہمارے لیے استناد کا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ مجھے تو یہ موصوف کوئی غیر مقلد معلوم ہوتے ہیں ان کی کتاب بھی الحمد للہ کے مکتبہ "اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور" نے شائع کی اور کتاب کے بیک ٹائٹل پر معروف غیر مقلد عالم وحید الزماں کا مترجم ابوداؤد کا اشتہار بھی لگا ہوا ہے۔ بہر حال جہاں تک علامہ شامی رحمہ اللہ کے متعلق ان کی رائے ہے تو ہم اس کی پرزور مذمت کرتے ہیں علامہ شامی سے اختلاف کا حق اپنی جگہ مگر ان کے غلوں پر شبہ کرنا یا اس پر حملہ کرنا وہ بھی اس انداز میں بغیر ثبوت اور اکابر علماء کے بارے میں اس قسم کی بدگمانی کرنا قابل افسوس اور لائق مذمت ہے۔ اگر پر فیروز صاحب حیات ہوتے تو ضرور ہم انہیں اس پر تنبیہ کرتے۔

یاد رہے کہ کاشف اقبال رضا خانی نے سابقہ روایات کے بموجب یہ حوالہ جات بھی دیوبندی مذہب میں ۱۳۷۷ھ سے سرحد کیسے حتی کہ اس نے جو محاورہ نقل کیا الا فناء یتوشع عما فیہ وہ بھی اس نے سرحد کیا۔

دیوبندی رضا خانیوں کی منافقت:

کاشف اقبال رضا خانی آگے لکھتا ہے:

"۔۔۔ اس کے بعد ان سب نے اس سے رجوع کا اعلان بھی کر دیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی منظور نعمانی مشہور دیوبندی مناظر نے مجددی مذکور کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی ہے اور مجددی مذکور پر لگائے گئے الزامات کی صفائی دینے کی سعی مذموم کی ہے اور ساتھ ہی اپنے دیوبندی

اکابر کا مجددی مذکور کے رد کرنے سے رجوع بھی بیان کر دیا ہے یہ کتاب قدیمی کتب خاصہ کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۶)

جب ماننے ہو کہ محمد بن عبد الوہاب مجددی کے رد میں علماء اہل السنۃ والجماعت دیوبند نے جو کچھ لکھا اس سے بعد میں رجوع بھی کیا تو اب ان مرجوع اقوال کو ہر جگہ پیش کرنا خصوصاً الشہاب الثاقب کو کیا کھلی منافقت اور دھوکا دہی نہیں؟ آل قادیان مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

”قول مرجوع پر افتادہ تضاد جمل و خرق اجتماع ہے نہ کہ مرجوع حد کے سرے سے قول عیناً نہ رہا
لا جرم ایسے فیصلے منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا۔“ (قادیانی رضویہ قدیم: ج ۷ ص ۵۵۵)

تو جن اقوال سے رجوع کر لیا وہ تو سرے سے ان کا قول ہی نہ رہا اب انہیں ان کا مسلک موقف مسلک و عقیدہ بنا کر پیش کرنا کیا کھلی جہالت اور خرق اجتماع اور احمد رضا خان کی کھلی بغاوت جو مستحکم کفر ہے؟ نہیں؟

اعتراف۔۔۔ دیوبند نام کی کہانی:

اس کے بعد رضا خانی معترض صاحب لکھتے ہیں:

قادیانی کرام اور دیوبند تاریخی اعتبار سے شیطانوں اور دیوانوں کا ٹھکانہ تھا جس کا قدیم دیوبندی تھا جو بعد میں دیوبند ہو گیا جس کو دیوبندی علماء نے ہر چشم قبول کر لیا۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۴۲)

جواب: اب کوئی اس جاہل سے پوچھئے کہ اس میں کون سے کفر و شرک کی بات ہے؟
رضا خانیوں کا مرکز بریلی آج جس ملک میں ہے اس کا نام ”ہندوستان“ ہے وہاں رہنے والے ہر
برٹوی اپنی نسبت ”ہندوستانی“ کرتا ہے یعنی ہندوؤں، گائے کے پجاریوں، بتوں کے پوجنے
والوں کے رہنے کی جگہ دیوبندی دیوتاؤں کے ماننے والوں کی سرزمین اس نام کو تبدیل کرنے کا
انہیں کبھی خیال نہیں آیا اسے تو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیا ہوا ہے اور دیوبند کے نام پر

اعتراض کرتے ہوئے انہیں ذرا شرم نہیں آتی۔ ہر عقل مند جانتا ہے کہ شہر یا ملک کا نام محض اپنی قومی شناخت کے لیے ہوتا ہے بس۔ اگر اس رضا خانی نے کبھی تو شیخ تلوچ پڑھی ہوتی تو اس میں پڑھتا کہ اسامہ صرف مسکنی پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں اس سے ان کا لغوی معنی مراد نہیں ہوتا۔ مگر رضا خانیوں کی عقل ہی اٹھی ہے۔ ان کے اصول ہی نرالے ہیں۔

بریلی نام کی کہانی:

ڈاکٹر محمد حسن قادری لکھتے ہیں:

”ہندوستان کی قدیم تاریخ میں بریلی کا علاقہ پانچال کے نام سے موسوم تھا جس کا مہا بھارت میں ذکر ہے جس کی وسعت ہمالیہ پہاڑ سے دریائے جہنم تک تھی۔ پانچال کا آجپنہ دار السلطنت تھا جس کو آج کل مراد آباد کی حد سے چند میل کے فاصلہ پر مگر نہ سروئی ضلع بریلی میں رام نگر کہتے ہیں۔ ۱۶۳۸ میں ہوان سانگ چین سیاح نے اس علاقہ کا سفر کیا اس وقت اس ملک میں ششیادیتھ کی حکومت تھی جو بد مذہب کا بیرو تھا۔ صد ہا سال کی مدت کے بعد راج پوت کی نو اور آوری کے زمانے میں اس کو کٹھیر کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ۱۱۹۳ء تک کٹھیر میں ہندوؤں کی بلا شرکت غیرت حکومت رہی۔ سب سے پہلے کٹھیر یا ٹٹھا کر جگت سنگھ نے موجودہ بریلی سے پورب کی سمت ۵۰۰ میل میں موضع جگت پور آباد کیا جو آج بھی بریلی کا معروف محلہ ہے پھر اس کے ستائیس (۲۷) سال بعد ٹٹھا کر جگت سنگھ کے دو بیٹوں بانس دیو، ہرل دیو نے ۱۵۲۱ء میں موجودہ بریلی کی بنیاد ڈالی ان دونوں بھائیوں کی نسبت سے اس شہر کا نام بانس بریلی مشہور ہوا۔“

(ایضاً علی حضرت بریلی شریف، تاریخ ۱۵۰۱ء: ص ۵۲)

رضا خانیو! اپنے مرکز کا نام تم نے سکھوں کے نام پر رکھا ہوا ہے اور اسے ”شریف“ بھی کر دیا اس نام پر راضی ہوا اسے بدلنے کا تمہیں کبھی خیال نہیں آیا، سکھوں کے نام پر اس کے کئی مشہور محلے آج بھی ہیں اس پر تمہیں کبھی اعتراض نہ ہوا تو دیوبند کے لفظ پر فضول اعتراضات کرتے ہوئے تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟۔

مولوی عامر عثمانی اور دیوبند پر اشعار:

مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی عامر عثمانی نے بھی اس کی بالخصوص وضاحت اشعار میں کی ہے:

خروف دیوبند

(۱۔ کی۔ و۔ پ۔ ل۔ د۔)

دغا کی دال ہے یا جروج کی ہے ی اس میں	وطن فروغی کی واآیدی کی ب اس میں
جو اس کے نور میں نارجم غلٹاں ہے	تو اس کے دال سے دھماکت نہاں ہے
لے یہ خروف تو بچارو دیوبند بچا	برے خیر سے یہ شہر گاپند بچا

ماہنامہ تجلی دیوبند فروری ۱۹۵۷ء۔ (دیوبندیت کے بظان کا انکشاف: ص ۸، ۷)

جواب: کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے قارئین کو کتب خریدنے کے لیے دھوکا تو دیا کہ مستند کتب دیوبند سے حوالہ جات مگر جگہ جگہ اس آدمی نے رطب و یابس کو قتل کیا ہے۔ مولوی عامر عثمانی دیوبندی نہیں ”مودودیہ“ کا آل کار تھا۔ اس کا یہ رسالہ ”تجلی“ ملائے دیوبند پر سب دشتم کے لیے وقف تھا۔ قصہ یہ تھا کہ مولوی عامر عثمانی نے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے لیے درخواست دی لیکن دارالعلوم دیوبند کو اس شخص کی قابلیت کا بخوبی اندازہ تھا اس لیے بار بار مراجعت کے باوجود ان کی درخواست رد کر دی جاتی اس پر ان کو کافی صدمہ ہوا اور رد عمل میں دیوبند شہر سے ایک رسالہ ”تجلی“ کا اجراء کر دیا اس دور میں حضرت مدنی رحمتی اپنے عروج پر تھے اور انہوں نے اور مولانا اعجاز علی دیوبندی رحمہ اللہ نے ابو الاعلی مودودی کی بعض صریح دینی غلط فہمیوں کی وجہ سے انہیں ضال مضل کہا تھا تو جماعت اسلامی نے ور پر وہ اس رسالے کا سہارا لیا اور تجلی کے ذریعہ اکابر علماء دیوبند پر خصوصاً مولانا احمد مدنی لاہوری رحمہ اللہ (جو مودودی کی تکفیر کر چکے تھے) کے خلاف خوب خوب زہرا لگایا۔ اس لیے اس مودودی تجلی کا کوئی حوالہ نہ ہم پر حجت ہے نہ ہم اس کے قلم دار۔

اب رہے وہ اشعار جو اس رضا خانی نے تجلی سے تجلی کیے تو اس میں بھی اس نے اپنی جدی پختی بے ایمانی کا ثبوت دیا ہے۔ دراصل ماہنامہ تجلی بابت فردری و مارچ ۱۹۵۱ء کے خاص نمبر میں ۱۳۴، ۱۳۳ تک ملائین العرب مکی دیوبندی اور صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور مولوی اگر گل دیوبندی کے فرضی ناموں سے مولوی عامر عثمانی نے ”مسجد سے بیٹھنے تک“ کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ اور طویل مناظرہ درج کیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے اس میں صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی نے نثر میں جو کچھ کہا وہ الگ ہے اور قابل مطالعہ ہے۔ رضا خانی نے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی کے ہیں جو رسالہ مذکورہ کے ص ۱۳۴ میں مذکور ہیں۔ ۱۳۵ پر ملائین العرب کے جوابی اشعار مذکور ہیں کاشف اقبال میں اگر انصاف و دیانت کا مادہ ہوتا تو وہ جوابی اشعار بھی نقل کر دیتا کہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آ جاتے مگر جن کے آباء و اجداد مکہ و مدینہ میں جموٹ، مکر و فریب کرنے پر نہ شرمائیں تو ان کی اولاد اگر پاکستان میں بیٹھ کر کٹر و بیہوش کر کے لوگوں کو دھوکا دے دے تو کوئی اچھے کی بات نہیں۔ ملاحظہ ہوا مین العرب مکی دیوبندی کے اشعار ان رضا خانی اشعار کے جواب میں:

دعا کی دہل کو کہتے ہو تم دنیا کی دال	طالع چشم کراہ بڑی خطا کی ہے
یہ دال دولت و دنیا و دین سے ہے معمور	دارخ و دیدہ دل اس سے ہو گئے پر نور
منصب ہے سے تمہیں یا جوج کی نظر آئی	ضرور ڈوب گئی ہے تمہاری رہائی
نظر جوا کہ یا خدا کی ہے یہ ہے یہ	تھیں و شرپ و یمن و صنعا کی ہے یہ
کہا جو داؤ کو تم نے دین فروشی کا	ثبوت دے دیا اپنی منہاہ کوئی کا
اوپ کر دکھ دھوکا دینا کا داؤ ہے یہ	وقار و عظمت وصال خدا کا داؤ ہے یہ
بدی کی ہے جسے کہتے ہو تم شرارت سے	وہ ہے کاشت بریں برکت و بہار کی ہے
جو تم نے نون میں مار تجسیم ہی دیکھی	تو کیا قصور تمہاری تو عاقبت ہے یہی
سنو کہ لون ہے یہ عزت و خلافت کا	نماز و نعت کا نیکی کا نور و نعمت کا

جو تم نے دل میں دہقانیت کی یوسو گئی	تو سمجھو اپنی غلاظت اتنی ہو بہو سو گئی
ہرے سے دال ریانت کی دوستی کی ہے	دروہ کی ہے دوا کی ہے دکھی کی ہے
بڑے ہی پاک عناصر سے دلی بند بنا	حدو کی جان جلی شہر دل پسند بنا

ان اشعار کے بعد ملا ابن العرب دیوبندی نے مناظر ان انداز میں گفتگو جاری رکھی پھر لفظ بریلی کے متعلق فرمایا:

لفظ بریلی کے حروف کی حقیقت

بتاؤں تم کو بریلی کے سب حروف کا حال کہ حرف حرف میں یہاں ہے فطرت و حال

جو ہے ہے اس میں تو بنیاد بدعتوں کی ہے

آگے شور بلند ہوا اور مزید کچھ نہ پڑھا جاسکا۔۔۔۔۔ (اس کے بعد بریلی کے حروف کی مکمل مولانا کرگل دیوبندی نے صوفی ثناء شاہ کے ملتے جلتے کافیہ اور ردیف میں کی ہے)

بدعتی و بدعت و بدکاری کی یا اس میں

دیا و رجم درہ درگاہ کی علی را اس میں

سیدیت و یا بوکی یا بھی ہے اس کے سوا اس میں

لوم و لعنت و لالچ کی لام بھی ہے ان کے ہمنوا اس میں

یادہ کوئی دیار فردشی کی یا بھی ہے اسے بے لواء اس میں

یہ یار لوگ دین فردشی میں مبتلا ہیں اور دیتے ہیں دغا اس

میں

یہ سب حروف ملے تو لفظ بریلی بنا

شرک و بدعت و ختموں کا خوب دھندا چلا

اس کے بعد ملا ابن العرب مکی دیوبندی کے یہ اشعار بھی تجلی ص ۱۳۶ پر مذکور ہیں ان پر

ایک نگاہ ڈالئے جس میں صوفی ثناء شاہ اور ان کے ہمنواؤں پر چوٹ ہے۔

چھائیں گھٹائیں مٹکی فضا میں عرسوں کا آیا رنگین زمانہ

اب دن گئیں گے قوالیوں میں راتوں کو ہوگا جشن شینہ
ہم صوفیوں نے ہندوستان میں صدا بنائے دیں مدینے
دیوبندیوں کے حصہ میں آیا لے دے کہ تنہا عربی مدینہ
جو مانگتا ہے قبروں سے مانگو، نذرین چڑھاؤ سجدے گزارو
خالق کی مسند ہیں عرش و کرسی قبریں ہیں عرش و کرسی کا تزیینہ
اللہ قادر ہے خشک ہے لیکن مسدا نہیں وہ ہے واسطہ کے
خواجہ جیسا کہ آواز دینا جب ہو بہنور میں تیرا سفینہ
دو چار ساغر پیئے دو واسطہ روکو نہ ان کو قوال ہیں یہ
ہم اہل دل کے سردار ہیں یہ ان کے ادب کا سیکھو قرینہ
راز تصوف، رمز طریقت، کیا خاک سمجھیں اہل شریعت
ہم صوفیوں کی ہر صوفیت پر جنت ہے علم سینہ بہ سینہ
اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العرب کی کی برعم خویش باحوال مناظرانہ گفتگو
کے بعد پھر ملا ابن العرب کی کے اشعار جلی کے ص ۱۳ پر درج ہیں:

بخشش نہ ہوگی بندگی اولیا بغیر	قبلہ نظر نہ آئے قبلہ نہ بغیر
فیض قبور کلیر و اجیر کی قسم	اپنی تو کٹ رہی ہے مڑے سے خدا بغیر
خواجہ سے لوگی ہے تو قرآن سے عشق ہے	پیتے نہیں شراب بھی ہم فاجر بغیر
جب عرس ہی نہیں تو صلوٰۃ و زکوٰۃ کیا	ہوتی نہیں صفائی باطن غنا گانے بغیر
میں فاجر پڑھوں گا پلاؤ کی قاب لا	مٹا نہیں ثواب عبادت غذا بغیر
ملا ہمیں بھی جیہ و دستار لا کے دے	چلتا نہیں ہے کام نمود و ریا بغیر

اس کے بعد صوفی ٹاٹ شاہ بریلوی اور ابن العرب کی کی مناظرانہ نوک جھونک ہے پھر حبلی
ص ۱۳۸ پر ملا ابن العرب کی کے یہ اشعار ہیں جن میں صوفی ٹاٹ شاہ پر چوٹ ہے:
کہا ہے وجد و حال تو خواجہ کے در پہ آ
نغمے کہاں اھرے ہیں شریعت کے ساز میں

ہم نے تو اپنے خواجہ سے ملت بھی مانگ لی	تو کہو کیا فقہ کے نقیب و فرار میں
تو ایوں کی تان پر ہے عرش کا سفر	گویا کہ از رہا ہوں ہوائی جہاز میں
کس کا گناہ کہیں شریعت کہاں کا دین	میں ہوں امیر خواجہ دلف و دار میں

اس کے بعد یہ لکھ کر مجمع دست ہو گیا اور نعرے بلند ہوئے صوفی کوئی بھاگ گئے سلاطین زندہ باد اس کے بعد ۱۳۹۰/۱۳۸ میں گلزی ملت پیش کی ہے:

کو پہلے پ لکھی اس نے دو بارہ پھر الف لکھا	تیارا لون لکھ کر پھر تھایا جیم کا نقش
---	---------------------------------------

جو خط دیکھا تو سیدھا کر تھاکر نکلا جناب اللہ

بظاہر مئے کشی ہے فی الحقیقت خوش خیالی ہے	تصور کر کے خواجہ میری آنکھوں کا چڑھائی ہے
--	---

مڑے بھی لڑتے ہیں اور لیتے ہیں ثواب اللہ

دل اسق اگر آئو بھاٹا ہے بھانے دو	حسینوں کی گلی میں سرکھپاتا ہے کپانے دو
----------------------------------	--

بھٹکا آئے تم دیکھنا خانہ خراب اللہ

بھری برسات میں پنے سے ہم کو رگوست دھاک	ارے بارش میں خود موجود ہے لفظ شراب اللہ
--	---

اعتراض۔۔۔ دیوبندیوں کا حقائق و معارف کی تبلیغ کا طریقہ:

یہ عنوان قائم کر کے کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸ پر حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے ماموں کے ایک واقعہ پر اعتراض کیا ہے یہی اعتراض دیوبندی مذہب کے صفحہ ۱۱۹، ۱۱۸ پر کیا گیا ہے جس سے کاشف اقبال نے سرزد کیا ہے۔ راقم نے اس اعتراض کا جواب مجلہ نور سنت کے شمارہ نمبر ۱۳ میں دیا ہے ملاحظہ ہو۔

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت کے ماموں پر اعتراض

کا مدلل جواب:

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے ملفوظات علوم و معارف کا تحفہ شیخ الاسلام استاذ محترم حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی دوا

عدیث کے قاریغ تحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین کرتے ہیں ان میں سر
فہرست ملفوظات حکیم الامت ہے اس سے آپ ان ملفوظات کی وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، پر
عقل و شعور سے پیدل تعصب سے مغلوب اہل السنۃ والجماعۃ کے دیرینہ دشمن فرقہ و رضاویہ کے
غدار ان ملفوظات پر مختلف قسم کے اعتراضات اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے رہتے ہیں انہی
اعتراضات میں سے ایک اعتراض ملفوظات میں حکیم الامت رحمہ اللہ کے ماموں پر بھی ہے جسے
بعض رضا خانی نام نہاد مناظرین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس مضمون میں ہم ان شاء اللہ
اسی اعتراض کا مدلل و منہ توڑ جواب دیں گے

اعتراض: ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آ یا حیدر آباد سے اول بار کا پور
تشریف لائے تو چونکہ جٹے بنے بہت تھے ان کی باتوں سے لوگ بہت متاثر ہوئے عہد الرحمن
صاحب مالک مطیع نگاہی بھی ان سے ملے آئے اور ان کے حقائق و معارف سن کر بہت معتقد
ہوئے عرض کیا حضرت دعا فرمائیے تاکہ مسلمان منتفع ہوں ماموں صاحب نے اس کا جواب
غیب آزا دانہ دندانہ دیا کہا کہ خان صاحب میں ادھر دعا صلاح کار کجا سن خراب کیا۔ پھر جب
زیادہ اصرار کیا تو کہا ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کرو دیجیے عبدالرحمن خان صاحب
بے چارے شین بزرگ تھے کبھی ایسا طریقہ ہوگا جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق
ہوا پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ننگا ہو کر بازار میں
ہولکوں اس طرح کہ ایک شخص تو آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی
کرے اور ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچائے جائیں بھڑواریے بھڑواریے
اسے بھڑوا اس وقت میں حقائق و معارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہوگا
سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرہ ہے محمل باتیں کر رہا ہے۔ (ملفوظات)

جواب: ملفوظات کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر حضرت تھانوی رحمہ اللہ یا علمائے اہل السنۃ و
الجماعۃ پر بے ہودہ اعتراض کرنا نہ صرف جہالت بلکہ ضد و تعصب ہے۔

اولاً: اس لیے کہ جس عبارت پر ان رضا خانیوں کو اعتراض ہوا وہ ”ملفوظات“ کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضا خانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔ چنانچہ مناقبہ جہنگ کا فکست خور و مولوی اشرف سرگودھوی کا لڑکا مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے:

”اس حدیث کو باوجود ادویوں کے تقد ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی تقد ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو۔۔۔۔۔ بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۹۱، ۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوید کراچی)

لیں جب خود رضا خانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لیے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود تقد ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کی اس عبارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے طوائف و بدبختی پر اتنی گھٹیا الزام تراشی کرنا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

ثانیاً: اشرف السوانح کے اندر حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمہ اللہ کے اس ماموں کا تفصیلی ذکر و سوانح موجود ہے اور ان کا شمار صوفیہ کے ”ملا متی فرقے“ میں کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”ان سب مجموعہ حالات نے انہیں دکھایا کہ وہ یا تھا جیسے کہ وہ بیٹوں میں ایک ”فرقہ ملا متی“ مشہور ہے۔“ (اشرف السوانح، ج ۱، ص ۲۲۹، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

فرقہ ملا متی کیا ہے؟

تاریخیں کرام! ”فرقہ ملا متی“ صوفیہ میں ایک گروہ ہے جو عوام کے درمیان ایسے افسانے کا

اور کتاب کرتے ہیں جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقصود ان افعال سے لوگوں کے درمیان اپنے نفس کے تکبر کو ختم کرنا ہوتا ہے تاکہ جب لوگ ان کا سون کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہیں گے تو ان کے نفس کا تکبر اٹا اور بڑا پین ختم ہوگا جو اصلاح باطن کی روح ہے۔

دلی کامل حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب اس گردو کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

سبلکت طائفة من المشايخ الطريقة طریقی الملامة و الملامة خلوص
 المحبة تالیف عظیمہ و مشرب عامہ۔ (کشف المحجوب: ص ۱۵۹)
 [ترجمہ] مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں
 خلوص و محبت کی بڑی تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔

پھر آگے حضرت "لامت" کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کا تعارف ان الفاظ
 میں کرتے ہیں:

"و ملامة التارك هي ان يكون الكفر والضللال الطبيعي متمكنا من شخص
 حق يقول بترك الشريعة والتباعد عنها. ويقول ان ما يفعل ملامة ويكون هذا
 طريقة فيها، امر من يكون طريقه الاستقامة وعنده من اوله الاتفاق والكف
 عن الرياء فلنكا خوف عليه من ملامة الخلق و يكون في كل الاحوال على
 مسلكه ويستوى لديه اي اسم يسو له به۔" (کشف المحجوب: ص ۲۶۱)

[ترجمہ] (لامت) کی ایک تیسری قسم ہے (گردل میں تو کفر و ضلالت سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو
 بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ ملامتی طریقے پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا
 طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رہے لیکن ظاہر طور پر
 بغرض ملامت اتفاق دے یا کے طور طریقے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے
 خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام نہ رکھے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکارتیں۔

پس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں بھی ملامت کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس

طرح کی باتیں کر کے ان کا مقصود یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے۔ کئی افسوس کی بات ہے کہ آج کے رضا خانی حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف ۱۲۱۰ صاحب کے نام پر عوام کے گلے کھارے ہیں مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرقے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں اس پر آج کے یہ رضا خانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کر رہے ہیں۔ اسی ملائی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ملا متیوں کی طبیعت کسی امر سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت و منزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے:

اعلم ان هذا الطبع لا يكون اشدا نفورا من حضرة الله تعالى بشي من الاشياء
الذي يكون كافيا لجهاد الخلق: (كشف المحجوب: ص ۳۶۳)

پس حضرت کے ان ملامتوں کا مقصد بھی اس قسم کی باتوں سے یہی تھا کہ لوگ انہیں ملامت کریں اور اس طرح یہ اپنے مقصود کو حاصل کریں۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اسی باب میں نقل کرتے ہیں:

ويروى عن السيد ابراهيم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ انه سئل ارأيت نفسك عن قد
بلغت المراد اهدا قال نعم رأيت ذالك مرتين مرة كنت قد رايت سفيهة
لهم يعرفني بها احد وكنت اليك خلقتا وقد طال شعري وكنت على حال كان
اهل السفينة معه يسفرون مني ويهاونونني، وكان مع القوم مهرج ياتي الى
كل لحظة ويشد شعري وينزع مني ويستخف في سبيل السخرية و
كنت اجد نفسي على مرادى افراح بذل نفسي الى ان بلغ السرور يوما شائبة
بان قاهر المهرج وتبول على: (كشف المحجوب: ص ۲۶۵)

[ترجمہ] حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نے بھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انھوں نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پہنے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت

میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا چری تھا کہ وہ میرے پاس آکر میرے بال نوچنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس غراب لباس اور فکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت بائیں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرہ انھار اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ماسوں کی بات اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کے اس واقعہ میں مال کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شخص انھانچا ہوا پنا آ لہ حاصل مجھ پر پکڑ کر پیشاب کر دیا اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماسوں صاحب نے بھی فرق یہ ہے کہ انھوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ اس بات کو بالفعل ذکر کر رہے ہیں۔

غرض اس گروہ کا مقصود اسی قسم کی باتیں یا حرکات کر کے اپنے مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے مگر یہ باتیں ان رضا خانی جالوں کو کون سمجھائے جنھیں تعصب نے اندھا بہرا کر دیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ مجدد مشائخ نے اس طریقہ اصلاح نفس کو پسند نہیں کیا۔

النہاء اشرف السوانح جلد اول صفحہ ۵۷، ۵۸ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہ ماسوں ”مہذب“ بھی تھے۔ اور مہاذیب کے معلق رضا خانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں ان سے طعیمات ظاہر ہوتی ہیں بلکہ نعتی حقیفہ قریشی بریلوی صاحب نے تو ”گستاخ کون“ میں اپنا پورا ایک رسالہ طعیمات اولیاء کے بارے میں شامل کیا ہے۔ پس حضرت کے یہ ماسوں بھی چونکہ مہذب تھے لہذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہمیں اس کو ان کی شیط پر محمول کرنا چاہیے رضا خانیوں کو شرم کرنی چاہیے کہ مہاذیب کے معلق تو بقول بریلویوں کے فرشتے بھی اپنے قلم روک لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مہذب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

”سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسیٰ سہاگ مشہور مجذوب میں سے تھے احمد آباد میں حزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شد بد پڑا بادشاہ قاضی جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے انکا فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آواز ارمی حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی طرف جانب منہ اٹھا کر فرمایا جیو جیو یا اپنا سہاگ لیجیو یہ کہنا تھا کہ کھائیں پیاز کی طرح اٹھائیں اور جل قحل بھرو گئے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چھپے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا مسجد کو ہو لیے خطبہ بنا جب جماعت دم اٹھائی ہوئی اور امام نے تکبیر تحریر۔ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا حسن اور جنتی لا موت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے پیوہ کیے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک۔ اسی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔“ (المخطوطات: حصہ دوم، ص ۲۰۸، مرقہ یک اسٹال لاہور)

آل قارون ثواب احمد رضا خان بڑی بیچ کی ذکر کردہ اس حکایت سے مستدرج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

- (۱) یہ موصوف جیسے خان صاحب اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں زنانہ لباس پہنتے تھے جو مردوں پر حرام ہے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔
- (۲) لباس بھی سرخ یہ بھی مردوں کے لیے جائز نہیں۔
- (۳) زیورات جو ظاہر ہے طلائی ہوں گے یہ بھی مردوں کے لیے حرام۔
- (۴) موصوف نماز جمعہ تک نہیں پڑھتے تھے اور اس مبارک وقت میں بازاروں میں گھومتے تھے جو انھیں البلا والی اللہ ہیں۔
- (۵) موصوف کا دعویٰ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود، معاذ اللہ کسی کی بیوی ہیں۔

(۶) ان صاحب کا دعویٰ تھا کہ ان کے خاوند جی لامبوت جس کی شان اللہ اکبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے خاوند ہیں۔ استغفر اللہ۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔

اب ان تمام کفریات و بکواسات کے باوجود بقول نواب بریلی کے یہ موصوف اللہ کے اہل بڑے ولی اور مستجاب الدعوات تھے کہ لوگ ان سے دعاؤں کی درخواست کرتے آتے تھے ان کی دعاؤں سے بارشیں برکتی تھیں قحط سالی دور ہوتی تھی، پس ان تمام کفریات و غیر شرعی امور کے ارتکاب کے باوجود جو تاویل ان صاحب کو ولی ثابت کرنے کے لیے رضا خانی صاحبان کریں وہی تاویل ملفوظات کے مندرجہ بالا حوالے کے حاشیہ پر بھی رقم فرمادیں۔

اسی طرح ان کی سوانح حیات میں ایک مجذوب کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

”(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا بریلوی میں ایک مجذوب بشیر الدین انور زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا تھا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔“

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱ ص ۱۰۰۔ تجلیات امام احمد رضا ص ۷۳ برکاتی جلیشر ذکر اپنی)

کیسے یہاں تو ایک مجذوب محروٹوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بیوی معاذ اللہ باور کر رہے ہیں اور دوسرے مجذوب صاحب ہمیشہ ٹنگے رتے اور خوب موٹی موٹی چالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب نہ صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعائیں لے لیتے جاتے ہیں۔ پس جو جواب رضا خانی ان دو واقعات کا دیں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس ماموں کے متعلق تصور کر لیں۔

ماکان جو ابکھ فہو جو ابدا

والبعاد: مترجمین ”ملفوظات“ کی عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مترجمین اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۱۲ کا حوالہ دیتے وقت اگر ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۲۳ یعنی اس سے اگلے صفحے کی عبارت بھی نقل کر دیتے تو ہمیں اس کا جواب دینے کی بھی ضرورت

پیش نہ آتی۔ اس ملفوظ کے اگلے صفحے پر ہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول موجود ہے کہ ان کی انی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ان ماموں سے ترکِ تعلق کر دیا تھا اور ان کے لیے دعا کی تھی کہ خدا آپ کو شریعت کی اتباع کی توفیق دے اور حضرت حاجی صاحب کے خواب کا ذکر بھی کیا کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے سے منع کیا۔ ملاحظہ ہو:

”گو میرے ماموں تھے مگر پھر بھی میں نے اوروں کی مصلحت کی خاطر ان سے بالکل کسارہ کر لیا تھا۔ اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روحانی دستگیری فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ماموں کے پاس مت بیٹھا کرو غارش ہو جائے گی۔ اہل تعبیر نے بتایا کہ غارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے میں نے دیکھا کہ عوام پر ان سے میرے تعلق کا برا اثر پڑتا ہے جب یہاں تک بدعت پہنچ گئی اور احمد دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے رجوع کیا تھا وہ فرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور ان کی پریشانی بڑھ گئی اور ادب سے عذر کرو یا اور ادب سے تبلیغ بھی کر دی یعنی میں نے ان کو خط میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا حال اور حال شریعت کے موافق ہو جائے۔“

(الافاضات الیومیۃ: ج ۶ ص ۲۱۳، مطبوعہ دارالافتاء اہل سنت)

پس جب خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجذوب کے ان افعال کو غیر شرعی قرار دیا کہ ان سے لاعلمی کا کھیار کر دیا بلکہ ان کے لیے دعا بھی کی ان کو تنبیہ بھی کی تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تھوپنا اور اس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کیا کھیار دہل و فریب نہیں؟

باقی جو بعض معترضین اس ملفوظات کی بنیاد پر دشنام طرازی کرتے ہوئے حضرت محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے دلی بغض کا اظہار کرنے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم تھانوی صاحب کے ماموں کو..... یا تھانوی کو ان کے ماموں کی نسبت سے..... ماموں کا بھانجا کہہ دیں تو دلوں پر کیا کو برا نہیں منانا چاہیے تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کے مندرجہ ذیل شعر کو بنیاد بنا کر

احمد رضا خان کو "آوارہ کتا" کہنے لگ جائیں تو یقیناً آپ کو برا نہیں لگنا چاہیے:

کوئی کیوں پچھے جیری بات رضا	تجھ سے کتنے ہزار بھرتے ہیں
-----------------------------	----------------------------

(عدالتی مکتبہ: حصہ اول، ص ۳۴ ردینہ پبلشنگ کراچی)

باز آ اپنی خونے بد سے یار	دوٹ ہم بھی سنائیں گے دوچار
---------------------------	----------------------------

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں:

میاں شیر محمد شرقپوری کے بارے میں ان کے سوانح نگار نے لکھا:

"شرقپور شریف کا واقعہ ہے میاں صاحب ایک مع اپنے مکان میں بیٹھے تھے ان کا مکان رفت رفت ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا چانک ایک بڑا حیا اندر چلی آئی اور بڑے دور سے بولی بابا! باتم بہت سے لوگوں سے سلوک کرتے ہو میری بھی ایک آرزو پوری کر دو۔ سسین نبی کریم ﷺ کا روضہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ میاں صاحب نے نرمی سے کہا مائی درود شریف پڑھا کر اور پڑھتے وقت خیال کر لیا کر کہ تم وہیں ہو۔ بڑھیا نے اسی وقت یہ تصور کر کے درود شریف پڑھا اور بے اختیار پکار اُٹھی "خدا کی قسم میں روئے کے سامنے ہوں۔ میں روئے کے سامنے ہوں"۔ میاں صاحب نے بھی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر کہے:

"لوگ کسی بھڑوے کا پردہ بھی نہیں رہنے دیے"

بھڑوے کا لفظ انہوں نے اپنے لیے کہا تھا مکتبہ میں تبدیلی تاروا ہے اس لیے یہاں ہند۔ سب لفظ دہرایا ہے وہ اس طرح اپنا قصہ مارتے تھے۔ یہ شیوہ میاں صاحب کی کا نہیں صحت ناموروں میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔" (منبع انوار: ص ۹۹، مکتبہ عوامی بک اسٹال گوبرنوالہ)

اس کتاب کو مرتب کرنے والے بریلوی صحیح طریقہ تہجیل احمد شرقپوری کے صاحبزادے جلیل احمد شرقپوری ہیں۔ بقول بریلویوں کے خود کو "بھڑوا" کہنا افس کو مارنے کا ایک طریقہ ہے اور اس کی نامور لوگوں یعنی بزرگان دین میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں اب اگر ہم اس واقعہ پر شرم احیا کا جامہ تار کر اسی طرح لب کشائی کریں جس طرح رضا خانی ملفوظات کی عبارت پر کرتے ہیں تو یقیناً انہیں برا نہیں لگنا چاہیے کہ

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو

الحمد للہ قائم کا یہ دعویٰ آج پھر صحیح ثابت ہوا کہ میرے اکابر کی یہ کرامت ہے کہ وضاحت اپنی
معرض ان کی جس عبارت پر اعتراض کریں گے اسی مفہوم کی عبارت ان کے گھر سے بھی نکل
آئے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اہل الیوم والجماعہ پر تین سو (۳۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
عبارات الکلام پر پہلا مکمل انشائیہ نگار پیدیا

دفاع اہل الہنۃ والجماعۃ

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

مؤلف

مناظر العدل مست

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

تصحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

باہتمام: ظفر احمد نعمانی

شعبہ نشر و اشاعت

لاہور، نمبر ۱۴۱۴ (۱۴۱۴) (۱۴۱۴) (۱۴۱۴)

باب دوم

علمائے دیوبند پر اللہ تعالیٰ کی توہین کا الزام اور اس کا جواب

”علمائے دیوبند اور تو حید خدائے ہندی“

یہ عنوان قائم کر کے مولوی کا شہب اقبال رضا خانی صاحب لکھتے ہیں:

”علمائے دیوبند کی تو حید کو غور یہ

آج دیوبندی بڑے موجد اور تو حید کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں ہم ان کے تو حید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مستند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔ ان کے موجد ہونے کا اندازہ لگا لیں۔“

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۴۹)

جواب: الحمد للہ ساری دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ عقیدہ تو حید پر کار بند

ہیں اسی عقیدے کے مبلغ ہیں اور رضا خانی مشرک، شرک کی سمجھتی کے کسان ہیں۔ رضا خانیوں کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف ہی تو حید و شرک کا ہے۔ رضا خانیوں کو تو ”تو حید“ کے لفظ سے ہی خدا واسطے کا جبر ہے تو ہمارا رضا خانیت کیوں عوام کو دھوکا دیتا ہے تمہارے نزدیک تو تو حید ہے ہی وہابیوں کی ایجاد ہے۔ ملاحظہ ہو تو حید سے ان کی دشمنی۔

بریلویوں کی تو حید دشمنی

از قلم: قاری رضا خانیت حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ تو حید کی تصدیق کے بغیر ایمان جس طرح معدوم ہے ایسے ہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دعویٰ اسلام کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ دعویٰ عشق و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تھا کہ علمائے دیوبند نے دین کے ہر میدان میں اول و ستے کے طور پر کام کیا (یہ ایک الگ موضوع ہے)۔

دونوں چیزیں (۱) تو حید خداوندی (۲) اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی بنیادیں ہیں، بلکہ

اصل ایمان ہیں۔ ان ہر دو میں سے کسی کا بھی انکار کفر اور ذندق ہے۔ دعویٰ توحید مشق رسالت
 علیہ السلام کے بغیر سراسر کفر ہے، اور دعویٰ مشق محمدی علیہ السلام توحید کے بغیر شرک محض ہے۔ بالفاظ
 دیگر مشق رسالت سے صرف نظر کرنے والا مسودہ اگر وہین خوارج کا پیروکار ہے تو توحید کے اقرار
 اور تصدیق کے علاوہ مشق رسالت میں علیہ السلام کا دعویٰ سرتاپا کفر، الحاد، شرک اور وہین ابوطالبی کا
 اتباع ہے۔ ہماری سزا اس سے وہ لوگ ہیں جو خود کو ”رضا خانی بریلوی“ کہلاتے ہیں اور توحید
 سے ان کو ایسی چڑ اور الرجی ہوتی ہے کہ اس سے بغض و عداوت کا اظہار ان کے چہروں کے
 خدوخال سے بھی ہونے لگتا ہے۔ یہ لوگ توحید کا انکار کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے اور
 لفظ توحید کا مذاق اڑا کر اپنا شمار شرکین کی نہرست میں کروانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے،

خدا محفوظ رکھے ہر جلا سے	خصوصاً شرکوں کی بداد سے
--------------------------	-------------------------

لفظ توحید کا ثبوت قرآن سے:

تاریخ الحسنت وجماعت اقرآن مجید کے آخری پارے کی سورۃ سورۃ غلام (قل هو اللہ
 احد) کو ان سے مسلمان کی نظروں سے اوجھل ہے، مفسرین کرام نے اس سورت کے جہاں
 بہت سے مختلف ناموں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک ”سورۃ التوحید“ بھی ہے گویا لفظ ”احد“ اور
 ”فاحد“ سے صرف نظر نہ لفظ ”توحید“ بھی قرآن کی ایک سورۃ مبارک کا نام ہے۔

مشہور مفسر المسند امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”واعلم ان كثرة الالفاظ تدل على مزيد الغضيلة والعرف يشهد لما ذكرنا
 فاحدها سورة التفرید وثانيها سورة التجريد وثالثها سورة التوحيد“
 (تفسیر تیسرے ج ۱ ص ۷۰-۳)

اس جگہ علامہ رازی رحمہ اللہ نے سورۃ غلام کے ایک نام سورۃ توحید کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وسميت بهذا لانه من التوحيد ولذا سميت ايضا بالاساس فان التوحيد

اصل لسانی اصول الدین“ (روح المعانی: ج ۱ ص ۶۹۳)

اس مقام پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے سورہ اخلاص کو سورہ توحید کے نام سے یاد فرمایا اور اس طرح تفسیر میں صفحہ ۳۶۱ میں بھی اس کو سورہ توحید کہا گیا۔

لفظ توحید کا ثبوت احادیث سے:

(۱) ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا ضعی اشتغری کبشینا۔ قال فیلح احدہما عن امۃ من اقر بالتوحید۔ الخ۔

(مسند امام احمد: ص ۹۱۲ رقم الحدیث: ۲۵۲۷)

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی قربانی کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے دو بے دریا فرمائے اور فرمایا ان میں سے ایک توحید کا اقرار کرنے والوں کی طرف سے ہے۔

(۲) ان عمروا سال النبی ﷺ عن ذالک فقال اما ابولک فلو کان اقر بالتوحید فصمت و تصدقت عنہ نفع ذالک۔

(مجمع الزوائد: ج ۳ ص ۱۹۵، مسند احمد: ج ۱ ص ۱۷۱)

حاصل بن داؤد (جو کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے والد تھے اور زمانہ جاہلیت میں فوت ہو چکے تھے) اور ہشام بن عروہ (جو کہ عاص بن داؤد کے بیٹے اور صحابی تھے) اپنے والد کی طرف سے اپنے حصہ کے پچاس بدن کا غمر کر دیا، عمرو بن العاص نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا کہ (میں ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہوں یا نہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر توحید کا اقرار کرتے تھے تو اس کی طرف سے صدقہ کر لو اس کو قائم و پختہ گا۔

لفظ توحید کا استعمال اہلسنت کے ہاں:

(۱) امام ترمذی رحمہ اللہ: حضرت سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی اور تابعین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے آیت یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ: قالوا اذا خرج اهل التوحید من النار و ادخلوا الجنة یود الذین کفروا لو

کاٹوا مسلمانین۔ (ترمذی: ج ۲ ص ۹۳)

[ترجمہ] جب اہل توحید (یعنی مسلمان مسیحی) کو جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو کافر لوگ پارہ پڑنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے (بیان القرآن) (۲) امام ترمذی رحمہ اللہ کے فرماتے ہیں کہ:

”ووجه هذا الحديث عن بعض اهل العلم ان اهل التوحيد سيدخلون الجنة... الخ“

[ترجمہ] یعنی اہل علم نے اس حدیث کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ اہل توحید (یعنی مسلمان مسیحی) کو غریب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۳) ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے جھوٹی قسم کھائی لا الہ الا اللہ کے ساتھ اللہ نے اس کی مقرر کردی اس حدیث میں امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”من قبل التوحيد“۔ (مسند احمد: ص ۱۱۴۴ من ابن زبیر)

(۴) علامہ بیضاوی رحمہ اللہ وھد بن کر الرحمن ھم کافروں کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”ای ہالتوحيد“

(۵) ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”انما جاء الانبياء لبيان التوحيد“۔ (شرح فقہ کبیر: ص ۱۱)

(۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”اعلم ان للتوحيد اربع مراتب“۔ (حجۃ الہالکۃ: ج ۱ ص ۱۱۹)

تفسیر احادیث اور علماء اہلسنت کے ان اقوال سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ لفظ ”توحید“ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال شدہ لفظ ہے اور قرآن کی ایک مکمل سورۃ کا نام سورۃ توحید ہے اور توحید والے ہی جنت میں جائیں گے۔ ہم نے یہاں لفظ توحید اور عقیدہ توحید کی اہمیت کی وجہ سے چھٹی اقوال نقل کرنے پر اکتفاء کیا ہے ورنہ توحید کا تعلق اعتقاد سے ہے کتب اسلام اسس کے استعمال کے اثبات سے بھری پڑی ہیں۔

موجودہ ہیں جو غیر اللہ کے آسمان پر نہیں جھکتے وہ پیشانی پر داغ شرب گلوایا نہیں کرتے ان تمام حوالوں کے بعد شاید کوئی کوڑھ مغز عقل و خرد اور جاہل مشرک ہی اس لفظ کا انکار کر سکتا ہے ورنہ عقل مند کے لیے احسن دلائل کی بھی ضرورت نہ تھی۔ کسی گاؤں و یہاں کے ہاں عالم مسلمان سے بھی اس توحید کے اعتقاد کے بارے میں دریافت کیا جائے تو وہ بھی یقیناً اس کی اہمیت بیان کر دے گا۔

لیکن افسوس! صد افسوس! کہ ہمارا جن لوگوں سے پالا پڑا ہے وہ اگرچہ خود کو اہلسنت کہلاتے ہیں مسلمان اور عاشق رسول ہونے کے دعویدار ہیں لیکن توحید کا یکسر انکار کر دیتے ہیں اور اس کے خلاف ایسی موذی کجیاں اللہ کی کتب میں پائی جاتی ہیں کہ الامان والحقفظ بریلویوں کی توحید دشمنی:

بریلوی جماعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجرانی صاحب کے صاحبزادے مفتی اقتدار احمد خان بھی لکھتا ہے کہ:

”وہابیوں نے سات لفظ اپنی مرضی سے اپنے دین میں ایجاد کر لیے ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ آج تک کوئی ثبوت دے سکا (۱) لفظ توحید (۲) لفظ موجد۔ کتب تصوف میں وہابیوں نے ہی ان لفظوں کی ملاوٹ کی ہے۔ اولیاء اللہ مذاہب قرآن و حدیث ایسے لفظ استعمال کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔“ (شرعی استفادہ ص ۱۳ بریلی کتب خانہ لاہور)

قارئین اہلسنت! ہمارے مذکورہ حوالہ جات دیکھ کر خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ ان الفاظ کو ہم نے ایجاد کیا ہے یا خود مفسرین بلکہ مسند احمد کی روایت میں تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا ثبوت ہے۔

علم و عمل کی یہ کوتاہی قلب و نظر کی سیہ گراہی آج کا انسان تو پتہ کتنا ہے انجام سے غافل! یہی صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”مقالات ثبوت اعظم میں لفظ توحید اور لفظ موجد کا استعمال کرنا بعد کی ملاوٹ ہے بھلا غوث اعظم

ایک لفظ کیوں استعمال فرماتے جو اللہ و رسول کو پسند نہیں؟

(شرعی استفادہ: ص ۲۴ بریلی کتب خانہ لاہور)

اس کا تو ہم اثبات کر چکے ہیں کہ لفظ توحید کس کی ایجاد ہے لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک لفظ کا استعمال فرما چکے ہیں لیکن آپ کو وہ پسند نہیں؟ سچ کہوں۔۔ تو تمہیں رسول اللہ ﷺ سے عداوت ہے، دشمنی ہے، دعویٰ عشق صرف ظاہری نمود و نمائش کے لیے ہے تاکہ ہوائ اور دین سے نا آشنا مسلمانوں کا ایمان اور مال لوٹ کر ابلیسی مشن کی تکمیل کر سکو اور آپ ﷺ کی آگ بھاسکو۔ اللہ عقیدے کی بدعتی سے بچائے۔ آمین۔

حضرت کی ہرزہ بانی کچھ مستند نہیں کہنے کی ایک حد ہے بجے کی حد نہیں۔ ان پر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پکے سنی تھے۔ اور رسول کریم ﷺ کے بے مائن تھے انہوں نے اس لفظ کا استعمال اس لیے کیا ہے کہ میرے اور ان کے آقا کریم ﷺ نے اس کا استعمال کیا۔ حضرت جیلانی رضی اللہ عنہ کوئی بدعتی بریلوی تو تھے نہیں کہ ان کو یہ لفظ پسند نہ آتا اور بعد کی ایجاد معلوم ہوتا۔

صاحبزادہ اللہ احمد گجراتی صاحب آگے لکھتے ہیں کہ:

"اللہ و رسول کو لفظ ایمان اور لفظ مومن۔۔۔ وغیرہ۔۔۔ پسند نہ آئے کہ توحید اور موجد۔"

(ایضاً: ص ۲۴)

نصیر الدین گلاوی صاحب لکھتے ہیں کہ "جب آدمی کے دل سے نور توحید کی نعت سلب کر لی جاتی ہے۔۔۔" صاحبزادہ صاحب اس پر تبصرہ و تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اقول۔۔۔ یہ تو توحید کیا چیز ہے؟ اس کا ثبوت دو جب لفظ توحید ہی ثابت نہیں تو نور توحید کہاں سے آگیا؟"

آدمی کرام انور فرمائیں توحید سے بغض و عداوت کس وافر مقدار میں موجود ہے اور شر کے نام پر کیا کیا اثر ہے توحید کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ کیا ان حضرات کے

تعارف کے لیے مزید دلایل و رکاوٹیں؟ جو اس قدر اسلام دشمنی پر کمر بستہ ہیں۔
 بریلوی حضرات کے کوئی القاب والے مولوی فیض احمد ایسی بریلوی لکھتا ہے کہ:
 "توحیدی عقیدہ و رسالت و ولایت سے دور کرنے کی ایک یہودیانہ سازش ہے۔"

(فضل الوہید ص ۱)

استغفر اللہ والعیاذ باللہ "توحیدی عقیدہ" کو یہودیانہ سازش کہنا اور رسول اللہ ﷺ کے
 پسندیدہ جیسے کی اس طرح توہین کرنا کیا یہ حرکت اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت نہیں؟ کیا ایسے توحید
 دشمنوں کا اسلام میں کوئی حصہ ہے؟

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہو میں ہوگی نہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے
 مولوی فیض احمد ایسی بریلوی "استعمال توحید کی بدعت" کا عنوان بنا کر لکھتا ہے کہ:
 "جو لوگ توحید پر زور لگاتے ہیں وہ خود کو بدعت کا دشمن بتاتے ہیں لیکن یہ (توحید کے استعمال
 کی) بدعت سے اتنی محبت کیوں کر اسلام کی اصلی اصطلاح کے بجائے نوپید (بدعت) کو اپنا ہونٹ
 لگھونا بنا رکھا ہے۔" (فضل الوہید ص ۲)

اگر قرآن وحدیث سے کوئی تعلق بھی ہوتا تو اس لفظ کو بدعت کہنے کی جرأت بھی نہ کرنے
 لیکن صدافسوس کا مقام ہے بریلوی مذہب کے لیے کہ ان کو آج تک کوئی اہل فہم و فہم میر تقی میر
 ہو سکتا جو ان کی صحیح رہنمائی کرتا۔

باطل جو صداقت سے الجھتا ہے تو الجھے ذروں سے یہ خود رشید چھپا ہے سب چھپا
 مولوی نعیم الرحمن بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"لفظ توحید کی ایجاد توہین نبوت کے لیے ہوئی ہے۔" (شرعی اختلاف ص ۳)

ہم نے ثابت کر دیا کہ اس لفظ کو نہ صرف قرآن نے استعمال کیا بلکہ نبی ﷺ کی زبان
 صحابہ کرام اور علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں اس لفظ کا ذکر کیا مولوی نعیم الرحمن صاحب مکمل
 کران کے ہارے میں کچھ تبصرہ کرنا پسند فرمائیں گے؟

جب ہر مشرک وہ پوچھیں گے بلا کے سامنے کیا جواب دو گے تم خدا کے سامنے
چار نین بالست و جماعت ایہ بات سمجھانے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ توحید کا کیا مطلب
ہے اور اس کی کس قدر اہمیت ہے؟ کیونکہ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے کہ جس کو سنتے ہی مسلمان
کے دل و دماغ میں اس کا پورا تعارف ابھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ لیکن ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے
ہو رہا ہے جو خدا، ہٹ دھرمی اور جہالت میں مشرکین مکہ سے بھی گئے گزرے ہیں اسس لیے ان
شران توحید کے سامنے توحید کا کچھ تعارف بھی کر دیتے ہیں۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات
سید میر شریف جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”توحید کا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو معبودیت میں ہر ایک چیز سے مقدم و مجرد ماننا ہے جو ہم و
کون میں آسکتی ہو (یعنی تصورات و خیالات میں آنے والے کسی شے، کسی فرد، کسی ہستی کو بھی لائق
ہرارت نہ جانے صرف اللہ کو معبود برحق مانے) توحید تین چیزوں کا نام ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت
اس کے رب ہونے کے اعتبار سے ثانیاً اس کی وحدانیت کا اقرار اظہار اس سے ہر شریک کی نفی
کرنا۔“ (اترغاف، ص ۳۷ اور المکتب العظمیٰ بیروت)

علامہ طلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”فالتوحيد اليات الهية المحيود وتقديسه وتلغى الهية ما سواه“۔

(الانكشاف في علوم القرآن: ج ۲ ص ۳۱۵ اور المکتب العظمیٰ بیروت)

اگرچہ اگرچہ توحید یہ ہے کہ معبود کی الوہیت اور ہر عیب سے اس کا پاک ہونا ثابت کیا جائے اور
اس کے ماسوا سے الوہیت کی نفی کی جائے۔

تاریخ کرام انور فرمائی کہ بریلوی جس توحید کا انکار کر رہے ہیں وہ کس قدر اہم اور لازمی چیز
ہے۔ بلکہ علامہ سیوطی امین حریر رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ قرآن عین چیزوں پر مشتمل
ہے ان میں سے ایک ”توحید“ ہے اسی لیے سورہ اخلاص کو مکمل قرآن کہا جاتا ہے کہ وہ پوری قرآن
پورا توحید پر مشتمل ہے۔

”قال ابن جریر: القرآن یشتمل علی ثلاثة اشياء التوحید والایمان والایثار“
 الدیانات ولہذا کانت سورۃ الاخلاص ثلثہ لایحیٰ لتشمل التوحید کلامہ“

(الاعتقان: ج ۲ ص ۲۳۹ طبع بیروت)

آج بریلوی اس توحید کا انکار کر کے گویا ٹکٹ قرآن کا انکار کر رہے ہیں اب اگر سے قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ جو قرآن ہی کے منکر ہوں کیا وہ لوگ کبھی مسلمان ہو سکتے ہیں؟

توحید کا مطلب بریلوی کتب سے بھی ملاحظہ فرمائیں:

مفتی احمد یار بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”کلمہ طیب کے پہلے جز میں توحید کا ذکر ہے دوسرے میں توحید کی نوعیت کا ذکر“۔

(رسالہ نعیمیہ: ص ۲۸۰)

مولوی احمد سعید کاظمی لکھتا ہے کہ:

”اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیب لالہ اللہ دعوئی ہے اور محمد رسول اللہ اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کو دعوئے سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان داد و عطف تک کی گنجائش نہیں“۔

(ضرورت توحید: ص ۱۸)

جب یہ بات معلوم ہو چکی کہ پورا کلمہ ہی توحید ہے تو پھر اس کا انکار اس کا مذاق اڑانا کس قدر نادرہ اور غیر مناسب حرکت ہے اور اسلام دشمنی کی کیسی کھلی نشانی ہے توحید سے عداوت کی کیسا واضح دلیل ہے۔

احباب کی یہ شانِ حریتِ سلامت دشمن کو بھی یوں زہرا لگتے نہیں دیکھا
 اے مسلمانو! خدا را انصاف فرمائیے اپنے ہوش و حواس کے دائرے میں رہتے ہوئے دل و دماغ کو حاضر کر کے خوفِ خدا اور حبِ مصطفیٰ ﷺ اور روزِ جزا کے حساب و کتاب اور جہنم کا ہولناکیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بتائیے کہ کیا توحید جو کہ قرآن کی ایک سورۃ کا نام ہے توحید کہ ٹکٹ قرآن کا مضمون ہے توحید جو کہ جناب رسالت ﷺ کا پسند فرمودہ جملہ ہے توحید

جس کے ذکر سے اہلسنت کی کتابیں بھری پڑی ہیں اس عقیدے کو ”یہود یا ن سازش“، ”توہین نبوت“، ”بدعت“، ”وہابیوں کی ایجاد“، ”اللہ و رسول کا ناپسندیدہ لفظ“ جیسے القابات سے نوازا تا گیا کسی ادنیٰ مسلمان سے بھی اس کی توقع کی جا سکتی ہے؟ نہیں مسلمان تو بہت دور کسی مشرک بلکہ شیطان سے بھی تو حید کی توہین ان الفاظ سے آپ کو نہیں ملے گی۔

لیکن افسوس کہ نام نہاد مسلمان عشق رسالت کا دعویٰ کرنے والے دین کے یہ لیرے کس دید و لیری سے اس عقیدے کی تردید کر رہے ہیں کیا اس سے بڑھ کر عظم، زندقہ، الحاد کی مثال دنیا کے کسی بھی کافر، مشرک و شیطان سے مل سکتی ہے؟

انجیا، بیچہ، ساری زندگی جس عقیدے کی ترویج کے لیے کالیف و مصائب جھیلے رہے اور خود قائم الصالحین (قداء امی و ابی) جس عقیدے کی ترویج و اشاعت کے لیے دن رات، سردی و گرمی میں کوشاں رہے اور جس عقیدے کے بغیر کوئی شخص مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں اس عقیدے کی یوں توہین کرنا بریلویت کو کس سمت دھکیلتا ہے؟

اے سنی مسلمانو! کیا تو حید سے دشمنی آپ کے مذہب میں قابل قبول ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس سے عداوت و دشمنی کی بناء پر بریلوی رضا خانی اسلام کے دعوے میں سچے کیسے تسلیم کیے جاسکتے ہیں؟۔

آخر میں امت بریلویہ کے وام فریب کے امیر حضرات سے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے حق کو سمجھے اور ہر بات میں اپنے بڑوں کی بات کو حرف آخر سمجھنے کے بجائے طلب حق اور اسلام پسندی کا مادہ پیدا کیجیے اور ان تو حید دشمنوں کا اتباع اور پیروی اختیار کر کے خود کو جہنم کا ایستادن مت بنائیے۔ اللہ مجھے اور آپ کو حق کا والدادہ اور راہ تو حید پر ”نور سنت“ کے ذریعہ کامیاب فرمائے۔ آمین۔

نے قائم کیا تھا اس کو ثابت نہ کر سکا تو جواب کی بھی چنداں حاجت نہ رہی۔ مسگر چونکہ تو مسید خداوندی کے پیہ دشمن مشرکین پاک و ہند علم سے کورے و رضا خانی اپنی مختلف کتب و تقاریر میں ان حوالہ جات کو قافو قافوش کر کے لایا یعنی اعتراضات کرتے پھرتے ہیں اس لیے ہم ذرا تفصیل سے اس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

تہمت بر حضرت گنگوہی اور مسئلہ امکان کذب

اکابر دارالعلوم دیوبند پر کذب الہی کے بہتان کا پس منظر اور اس کی حقیقت:

بریلوی مذہب کے علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”مولوی محمد اسماعیل (شہید رحمہ اللہ) نے تفریق الایمان میں لکھ دیا کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و فرشتے جبرئیل اور محمد مصطفیٰ کے برابر پیدا کر ڈالے، اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دارالعلوم دیوبند کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔“

امام محمد رضا بریلوی اس پس منظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپ کو یاد ہو گا اصل بات کا ہے پر پھڑی تھی؟ ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین و خاتم النبیین، اکرام الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل و ہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکان مثل مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقلی“۔ (ماخوذ: نقد میں الوہیت: ص ۱۱)

جناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر کا خلاصہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ:

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال ہے۔“ (احمد رضا خاں)۔۔۔ [یعنی تمام

صفات میں آپ جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں قدرت میں نہیں؟ ساجد]

”اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت۔“ (احمد رضا خاں)

۔۔۔ ختم نبوت ناقابلِ شرکت یعنی ختم نبوت کی وعدہ خلافی تو حجب لازم آئے گی کہ جب اللہ تعالیٰ

آپ جیسا یا اور کوئی نیا پیدا فرما دے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہو رہی ہے پیدا کر سنے کی تو نہیں ہو رہی: مساجد]

”امکانِ مثلِ مستلزمِ الٰہی“۔ (احمد رضا خاں)۔۔۔ [یعنی اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ پیدا فرما دے یا دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت تسلیم کر لی جائے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کر دے گی: مساجد]

قارئین! بات صرف قدرت کی تھی مگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذبِ الٰہی کی بحث کیوں چھیڑ دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کذبِ الٰہی کا کوئی نقطہ ہے اور نہ کوئی شوشہ، اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہیں آتا تھا، خواہم کو گمراہ کرنے کے لیے کذبِ الٰہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا یعنی انہوں نے قدرت کو کذبِ الٰہی کے رنگ میں بدل دیا تاکہ جب فریقِ مخالف اپنے دعوے میں جو دلائل دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ شور مچایا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذبِ الٰہی کے قائل ہیں، مگر ایسا ہی ہوا، جس کی کچھ تفصیل زیرِ نظر باب میں ہے۔

خیال رہے کہ شاہ صاحب شہید کی شہادت کے ساتھ، ستر برس بعد جناب احمد رضا صاحب بریلوی کے ایک خاص ساتھی جناب مولوی عبدالسمیع رامپوری نے بدعات کی تائید میں ایک کتاب ”انوارِ ساطعہ“ تحریر فرمائی اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کوئی جناب باری تعالیٰ کو امکانِ کذب کا دھبہ لگا تا ہے۔ اتنی۔“

اس کتاب ”انوارِ ساطعہ“ کے رد یعنی جواب میں جناب مولانا ظلیل احمد صاحب بہار نے مولانا نے ”براہین قاطعہ“ تحریر فرمائی، اس میں وہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب میں لکھتے ہیں:

”مسئلہ خلف و عیدِ قدام میں مختلف فیہ ہے امکانِ کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں لگایا۔“

تہ ماہ میں انکشاف ہوا کہ خلفِ دہید (یعنی جہنم کی سزا کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے) آیا جائے ہے کہ نہیں۔۔۔ اس پر طعن کرنا پہلے مشارحہ پر ضمن کرتا ہے۔۔۔ امکانِ کذب کہ خلفِ دہید کی طرح ہے۔ تہ ماہ (یعنی پہلے مشارحہ) میں مختلف فیہ ہو چکا ہے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)

پس جناب احمد رضا خان بریلوی کو اس مذکورہ بالا عبارت پر ایسا طعن آیا کہ وہ حرمین شریفین جا چھپے اور وہاں سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے خلاف کذبِ الہی کے قائل ہونے کے الزام پر کفر کا فتویٰ اس لیے حاصل کیا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تصدیق فرمائی جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے اور فتویٰ کی عبارت خود گھڑی کیونکہ مذکورہ بالا عبارت پر کفر کا فتویٰ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

مقدمہ [۱] حضرت گنگوہی رحمہ اللہ پر الزام اور اس الزام کی حقیقت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز پر کذبِ رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بہتان:

جناب احمد رضا خان بریلوی حسام الحرمین کے صفحہ ۱۲ پر حضرت گنگوہی کے متعلق لکھتے ہیں:

"ومنہم الوہابیۃ الکذبیۃ اتباع رشید احمد الدکھلی نقول اولاً علی المحضرة
 القبریۃ تبعاً لشیخ اسماعیل الدھلوی علیہ ما علیہ بامکان الکذب وقد
 رددت علیہ غذا ہانہ فی کتاب مستقل سمیتہ بہمن السیوح عن عیب کذب
 مطبوع (الی قولہ) ثم عمادی بہ الحال فی الظلم والضلال حتی صرح فی فتویٰ لہ
 (قد رایتما بخطہ وخاتمہ بعیسی وقد طبعت مراراً فی ہندوستان وغیرہا مع رقعہا) ان
 من یکذب للہ تعالیٰ بالفعول ویصرح انہ سجدہ و تعالیٰ قد کذب و صدقت
 منہ ہذا العظیمة فلا تنسبوا الی فسی فضلاً عن ضلال فضلاً عن کفر فان
 کثیر من الائمة قد قالوا بقیلہ وانما قصاری امرہ انہ مخفی فی تأویلہ... اولئک
 الذین اصعہم للہ تعالیٰ و اعین ابصارہم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی
 العظیم" (ماخوذ: حسام الحرمین)

[ترجمہ] تیسرا فرقہ وہابیہ کذابہ رشید احمد گنگوہی کے جڑ پیلے تو اس نے اپنے جبرطائفہ تلخیص بریلوی کے اقتباس سے اللہ عزوجل پر یہ افتراء اہامدھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ کہنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا، جس کا نام ”تکفیر السیاح عن صیب کذب مقبہ“ رکھا۔ پھر تو عظیم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہر و تختگی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بار بار مع رو کے چھپا) صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو باطل جعل فرماتا ہے اور تصریح کرے کہ محاذ اللہ، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا صیب اس سے صادر ہو چکا تو کھریالائے طلاق، گمراہی و درکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں، اس نے کہا، بس نہایت کا دیہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی۔ یہی وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر اکبر کیا اور ان کی آنکھیں اند میں کر دیں، لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔

(ماخوذ حاشیہ طبرہ)

قارئین! اجتناب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ بالا تحریر میں ہے یعنی ”ایک فتوے میں جو اس کا مہر و تختگی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بار بار مع رو کے چھپا۔“ یہ فتویٰ جو کئی بار چھپا اس کا ثبوت نہ احمد رضا خاں کی کتابوں میں ہے اور نہ دنیا کے کسی کو نے میں ہے اور نہ آج تک کوئی بریلوی مولوی مذکورہ فتویٰ کو ثابت کر سکتا ہے، آخر وہ فتویٰ ہے کہاں؟ جب مذکورہ فتویٰ کئی بار چھپا تو پھر جناب احمد رضا خاں نے اسی چھپے ہوئے فتویٰ پر کفر کا مستثنیٰ حاصل کیوں نہ کیا اور اپنی طرف سے عبارت کیوں گھڑی؟ آخر وہ کون سی محسوس دہی تھی؟ اگر بریلوی مولوی یا کسی بریلوی مذہب کے کسی اور آدمی کی جرأت ہے تو مذکورہ فتویٰ ثابت کرے۔ حضرت گنگوہی کی طرف ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور بہتان ہے، بلکہ اللہ اعلم بہ، ثبوت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں یہ الفاظ موجود نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے، بلکہ درحقیقت یہ صرف خاں صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیش رو کا افتراء اور بہتان ہے، بفضلہ تعالیٰ ہم اور ہمارے اکابر اس شخص کو کافر و ملعون سمجھتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرے، بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شکیک کرے، ہم اس کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں حضرت گنگوہی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ اور عقیدہ:

سوال: ذاتِ باری تعالیٰ عز اسے موصوف کذب ہے یا نہیں اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

جواب: "ذاتِ پاک حق تعالیٰ علِ ظلال کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفات کذب کیا جاوے، محاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں، جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور محض الف قرآن اور حدیث کا اور اجماع است کا ہے وہ ہرگز مومن نہیں۔"

حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں:

"البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابلیس کو قرآن میں جہنمی بنانے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا مگر وہ قادر ہے الایات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز بے بس نہیں ہو گیا قادر ہے، اگر چہ اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔"

قال الله تعالى، ولو شئنا لا تینا کل نفس ہذا ولکن حق القول منی لا ملئین جہنم من الجنة و الناس اجمعین۔ (السجدة: ۱۷)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیدیں لیکن میری طرف سے قول ثابت ہو گیا کہ میں جہنم کو تمام جن و انس سے بھر دوں گا۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا، مگر جو نرا چاہے اس کے خلاف نہ کرے گا، اور یہ سب اختیار سے ہے (مجبوری) سے نہیں وہ قائل مختار "فعال لہا ید" جو چاہے کرنے والا ہے، یہ عقیدہ تمام است کا ہے، حضرت گنگوہی رضی اللہ عنہ اس کے بطور ثبوت فرماتے ہیں:

چنانچہ تفسیر بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ (البائدہ: ۱۸۸) فلا عجز ولا استعجاب فانک القوی علی الثواب والعقاب الذی لا یتب ولا یعقاب الا عن حکمہ و صواب فان المغفرة مستحسنة لكل مجرم فان عذبت لعلل وان غفرت لفضل و عدم غفران الشرک لمقتضى الوعد فلا امتناع فیہ لذالہ لیسع الصلح۔ (تفسیر بیضاوی: ۱۸۸)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو تو بے شک تو ہی سب پر غالب اور بڑا ہر شے ہے۔]

[تفسیر] وہ (اللہ) نہ تو عاجز ہے اور نہ بے بس، تو بہت مضبوط اور قادر ہے، تو اب اور عذاب دینے میں اللہ وہ ہے جو ثواب اور عذاب نہیں دیتا ہے مگر اپنی رحمت سے، اور ثواب دے دے ہے فک مغفرت احسان ہے ہر ایک مجرم کے لیے اور اگر سزا دے تو یہ انصاف ہے، اور اگر معاف کر دے تو یہ فضل ہے اور شرک کی مغفرت نہ ہونا وحید (سزا کی خبر) کی وجہ سے ہے ورنہ اپنی ذات ہے۔ (دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ: کتاب احکام)

آپ یہ پڑھیں کہ کذب کیا ہے؟

کذب کہتے ہیں واقع کے خلاف خبر دینے کو۔ یعنی جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے۔ بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”کذب باری تعالیٰ کہ کلم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں۔“ (سبحان السورج: ص ۹۷)

فتاویٰ امام احمد رضا خاں بریلوی فرما رہے ہیں کہ: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں۔“ تو کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو خبر دی ہے وہ اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے یا نہیں؟ غلط:

ایک ضروری وضاحت:

قرآن مجید میں ہے: **لَا يَخْشَوْنَ اللَّهَ لَّا يَخْشَوْا نَ بَشَرًا لَّهٗ** (انعام: ۳۸)
 (ترجمہ) یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا، یہ ایک سزا کی خبر ہے جس کو وہ عید بھی کہتے ہیں، لیکن کیا اللہ تعالیٰ اپنی خبر کے خلاف کرتے ہوئے کسی مشرک کو بخش سکتا ہے؟ اگر بخش دے تو یہ خلاف واقع بات ہوگی جس کا دوسرا نام کذب ہے جیسا کہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں: ”بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اقسام کذب ہے کہ کذب نہیں۔“

اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا، مگر وہ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے، عاجز ہے بس نہیں ہو گیا قادر ہے اگر چاہے اعتقاد سے ست کرے گا۔“

خاتمین! یہی وہ کذب ہے جس کی وجہ سے علماء دیوبند کو بدنام کیا جا رہا ہے، اور اس کو خلاف وعید کہتے ہیں جس کو آپ آگے تعویلاً پڑھنے والے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی عبارت کی تصدیق بریلوی مذہب سے:

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”نیز اہل سنت (مردوں) کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سلطنت ہے وہ جو چاہے کرے، اگر تمام اطاعت (انگلی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر انکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا اور اگر وہ کافروں پر انکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے خبر

دی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کی خبر صادق ہے اور اس خبر کا کاذب ہونا محال ہے، اس کے برعکس معتزلہ کہتے ہیں کہ احکام تکفیر عقل سے ثابت ہیں اور نیک اعمال کا اجر ثواب دینا (اللہ پر) واجب ہے البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی موید (مددگار) ہیں۔"

(تبیان القرآن: ج ۳ ص ۳۱۰ از علامہ سید)

قارئین! علامہ سعیدی فرماتے ہیں "اگر وہ (اللہ) کافروں پر اکرام کرنے اور (اپنے عذاب کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے) ان کو جنت میں داخل کر دے، تو وہ اس کا بھی مالک ہے۔ اور احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں: "بات کرنے والا ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی اس کے خلاف عمل میں لائے بلاشبہ اس کا کذب ہے کہ کذب جسمی"۔ فیصلہ فرمائیں کہ احمد رضا خاں بریلوی اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریروں میں کیا فرق ہے؟
حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی عبارت کی تصدیق امام رازی کی عبارت سے:
تفسیر کبیر میں ہے:

ثم قال تعالى ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم. (المائدة: ۱۸)

[ترجمہ] اگر تو عذاب دے انہیں تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو بخش دے ان کو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب اور بڑا مانتا ہے۔

المسألة الأولى: معنى الآية ظاهر وفيه سؤال وهو انه كيف جاز لعيسى عليه السلام ان يقول (وان تغفر لهم) والله لا يغفر الشرك. والجواب عنه من وجوه الدلائل انه يجوز على مذهبنا من الله تعالى ان يدخل الكفار الجنة وان يدخل الزهاد العباد النار لأن الملك ملكه ولا اعتراض لاحد عليه.

(علامہ) (حضرت) محسنی رحمہ اللہ کے لیے ان تغفر لهم (اور اگر بخش دے تو ان کو) کہنا کیسے جائز تھا حالانکہ وہ لوگ مشرک تھے اور مشرک کی بخشش اللہ تعالیٰ نہیں فرمائیں گے۔ جواب نمبر ۱ (امام رازی فرماتے ہیں) ہمارے نزدیک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرما کر

عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دے، کیوں کہ تمام لوگ اس کی ملک ہیں، اس پر کسی کو اعتراض
 کا حق نہیں۔ (یہی اکابر دیرینہ کا مسلک ہے) (تفسیر کبیر: الما کد: ۱۱۸۱ از امام فخر الدین رازی)

باب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

ان قيل لعل هذا يكون ذلك (ای اصابه المطيع وتعذيب الكافر) واجبا
 كما نقول المعتزله وهو باطل۔ الخ

(المستند المند: ص ۸۲) (فضل رسول۔۔۔ از احمد رضا خاں)

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ اس صورت یعنی نیکیوں کو ثواب اور کافروں کو عذاب دینے کی صورت
 میں اللہ تعالیٰ کو ایسا کرنا واجب ہوگا جیسا کہ معتزلہ کا کہنا ہے حالانکہ وہ باطل ہے۔
 نہیں ہے کہ جب کوئی چیز کسی پر واجب نہ ہو تو وہ چیز اختیاری ہو جاتی ہے۔ یعنی اس پر اس کا
 اختیار ہے، چاہے کرے یا نہ کرے، یہی مضمون حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا ہے۔

{ بریلوی علماء و جماعت سے چند سوالات }

- (۱) مسئلہ امکان کذب کب سے چھڑا، کس نے چھیڑا اور کیوں چھیڑا؟
 - (۲) ثناء (پہلے لوگوں) میں امکان کذب کے کون لوگ قائل ہیں اور کیوں ہیں؟
 - (۳) مسئلہ امکان کذب کن گروہوں میں مختلف فیہ ہے؟
 - (۴) مسئلہ امکان کذب کی اصل نوعیت کیا ہے؟
- بریلوی علماء کی جماعت مذکورہ سوالوں کا جواب دے دے تو جھگڑا ختم ہو سکتا ہے۔

فَالَّذِينَ آمَنُوا

وَالَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ (النساء: ۴۳)

[ترجمہ: ایسے ایمان والوں! نہ قریب جاؤ نماز کے جب تم نشہ میں مت ہو۔

اگر آیت میں دو جملے اہم ہیں مثلاً (۱) نہ قریب جاؤ نماز کے (۲) جب تم نشہ میں مت ہو۔
 اگر کسی کو شک نہیں کہ اس آیت میں نماز سے منع فرمایا گیا ہے لیکن ایک شرط کے ساتھ،

اب کوئی بد بخت نہاد دلوچ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے قرآن مجید سے یہ جھوٹ کر سکا
قرآن تو نماز سے روکتا ہے تو کیا کسی حد تک اس کی بات صحیح نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی۔ (الحمد للہ)
پس یوں سمجھو کہ جو شخص کسی اپنے مخالف کو بدنام کرنا چاہے گا تو وہ اصل بات کو چھپائے گا اور اصل
ان جملوں یا اس بات کو ظاہر کرے گا جن سے مخالف پر الزام و حرمان مقصود ہو گا۔ یہی حال ہر علمی
علماء و جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے تو اس لیے بحث مذکورہ میں بریلوی کو ردوار
جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اکابر و یوں پر کذب الہی کا بہتان لگانے کے لیے اصل حقائق
اور اصل حقیقت کو چھپایا ہے، ہم آپ کو اصل حقیقت سے واقف کراتے ہیں۔

مقدمہ [۲] اہلسنت (گروہوں) اور معتزلہ کا اختلاف اور اس اختلاف کی

توصیف:

ومعظمہ خلائیانہ مع الفرقی الاسلامیہ خصوصاً المعتزلة لانہم اول فرقة
اسسوا قوا عن الخلاف لماورد به ظاہر السنة وجرئی علیہ جماعة الصعابة
رضوان اللہ علیہم اجمعین فی باب العقائد، وذلك لان رئيسهم واصل بن
عطاء اعتزل عن مجالس الحسن البصري رحمة اللہ یقننہ ان من ارتكب
الكبيرة ليس بمومن ولا كافر، ویشیت المنزلة بین المنزلتين فقال الحسن
قد اعتزل عتاً، فاستوا المعتزلة، وهم سخطوا انفسهم اصحاب العدل و
التوحيد لقولهم بوجوب ثواب الطيع وعقاب المعاصي علی الله تعالى
ونفى الصفات القدیمة عنه.

[ترجمہ] اور حقد میں کا زیادہ تر اختلاف اسلامی فرقوں خاص طور سے معتزلہ کے ساتھ تھا، اس لیے
کہ وہ پہلا گروہ ہیں جنہوں نے عقائد کے باب میں اس چیز کے مخالف قواعد کی بنیاد رکھی جس کو
ظاہر سنت نے بیان کیا اور جس پر صحابہ و تابعین و مجتہدین کی جماعت عمل پیرا رہی اور وہ ہیں جو کہ ان کا
سرور و اصل بن عطاء حسن البصري کی مجلس سے الگ ہو گیا، اور اس حال تک وہ یہ ثابت کرنا تھا کہ

کلمہ کبریا کا رنگ نہ سوچا ہے نہ کافر، اور (اس طرح) وہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت ہے۔
 کہ چنانچہ حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تو ہماری جماعت کے الگ ہو گیا، چنانچہ ان کا معتزلہ
 ہم کہنا کیا اور انہوں نے خود اپنا نام اصحاب اہل بیت و ائمتہ حیدر کھانا اللہ تعالیٰ پر اطاعت گزار کو ثواب
 اور عطا کر دیا۔ دینے کے واجب ہونے کا قائل ہونے اور اللہ تعالیٰ سے صفات قدیمہ کی نفی
 کرنے کا وجہ ہے۔

(شرح العقائد) (تفسیر) (میں ۲۳ مارچ ایم سعید کمپنی اوب منزل پاکستان چوک کراچی)
 قیال ہے کہ اصل بن عطاء معتزلہ کے سردار جن کی پیدائش ۸۰ھ اور وفات ۱۳۰ھ میں
 ہوئی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور حسن بصری رحمہ اللہ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں، جن
 کی پیدائش ۱۲۰ھ میں ہوئی ہے، اور ان کی ماں جن کا نام حیرہ تھا، حضور مسیح علیہ السلام کی زوجہ ام
 المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ کنیز تھیں، بعض کتب میں لکھا ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے
 ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ بھی پیا تھا، اور آپ کا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تجویز فرمایا
 تھا۔

علم الکلام:

ان تمام بحث کا تعلق علم الکلام سے ہے، اور علم الکلام کیا ہے؟ محققین حضرات صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم میں سے عقائد و مفہومات کی برکت سے اور (ان کے بعد) تابعین کے
 عقائد و مفہومات کی برکت سے قریب زمانہ ہونے کی وجہ سے شکوک و شبہات سے پاک تھے،
 بعد میں جب نئے نئے فتنے سامنے آئے اور نئے نئے مسائل سامنے آئے، جن حضرات کو ان
 فقہان نے صلاحیت دی اور انہوں نے اجتہاد کر کے ان کو جواب دیے اور جس علم سے تفصیلی
 دلائل کے ساتھ احکام علمیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام "فقہ" رکھا گیا، اور جس علم سے
 تفصیلی دلائل کے ساتھ اسلامی عقائد کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس کا نام "علم الکلام" رکھا گیا۔
 آپ یہ سوچیں چکے ہیں کہ معتزلہ کا ظہور حسن بصری رحمہ اللہ کے زمانہ میں ہو چکا تھا، حسن بصری

۱۱ھ میں وفات ہوئی، اس کے بعد جب ۱۳ھ میں ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا اور لغویوں میں اس کا قائم کردہ ادارہ بیت الحکمت میں فلاسفہ یونان کی کتابوں کے تراجم شروع ہوئے تو مسلمانوں کا پہلی بار فلسفہ سے تعارف ہوا، دینی فلسفیوں کے گروہ کی قیادت معتزلہ کر رہے تھے، جب ۱۹۵ھ میں مامون نے محمد ثنیں کو جو معتزلہ کے مخالف تھے خلق قرآن کے مسئلہ میں بڑی طاقت معتزلہ کا ہٹوا بنانے کی ٹھان لی، اور بعض محدثین کو خلق قرآن کا قائل نہ ہونے کی بناء پر قتل کروایا، مامون کے انتقال کے بعد معتصم اور داعی نے بھی مامون کی وصیت کے مطابق اس کا مسلک اختیار کیا اور محمد ثنیں بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو قرآن کو مخلوق نہ ماننے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بے مثال عزیمت کے نتیجے میں خلق قرآن کا مسئلہ دم توڑ چکا تھا، مگر دوسرے مسائل زمرہ تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ میں انتقال فرما چکے تھے، ان کے بعد کوئی طاقتور علمی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جو اس صورت حال کا معتزلہ کرتی، اس لیے اسلام کو ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جو کتاب و سنت پر کامل صلاحیت رکھنے کے ساتھ عقلیت یعنی عقلی مہارت کے گلی کو چوں سے بھی اچھی طرح واقف ہو، اللہ تعالیٰ نے شیخ ابوالحسن اشعری کی شکل میں وہ جامع شخصیت عطا فرمائی، جن کا نام ابوالحسن علی اور باپ کا نام اسماعیل ہے، ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے، مشہور صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہونے کی وجہ سے اشعری کہلاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں دنیا نے اسلام کے ایک دوسرے عطا فرما دیا، انہیں میں ایک دوسرے عالم شیخ ابو منصور ماتریدی نے علم کلام کی طرف توجہ دی، علم کلام میں شافعی علماء و متکلمین اشعری ہیں جو اشاعرہ کے نام سے مشہور ہیں اور حنفی علماء و متکلمین علم کلام میں ماتریدی ہیں۔۔۔ بلکہ کچھ معمولی اختلاف کے ساتھ ماتریدی اور اشعری ایک بھی ہو جاتے ہیں، جب یونانی فلسفہ کا عربی میں ترجمہ ہوا تو مسلمان علماء و متکلمین اس کو حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، اور انہوں نے مخالف شریعت اصول کو رو کرنے اور ان ہی کی زبان میں بحث کر کے اسلامی عقائد کے عقل و نقل دونوں کے مطابق ہونے کو ثابت کرنے کا ارادہ کیا، اس مقصد سے

انہوں نے کلام میں کافی فلسفہ ملا دیا (فلسفہ کا لفظی معنی علم و حکمت یعنی سمجھ بوجھ اور فلسفہ کا تنقیدی معنی رائے کا رعب (الٹا)

علم کلام پر تنقید:

نام ابو یوسف رحمہ اللہ نے علمائے کلام کو زندہ ہی کہا، اور امام شافعی نے فرمایا کہ میرا فیصلہ علمائے کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان سب کی پٹائی ہو، اور انہیں اوتھ پر سوار کر کے شہروں میں گھمایا جائے اور ستا دی کر آئی جائے کہ یہ کتاب وحشت کو چھوڑنے والوں کی سزا ہے۔ (آخر یہ کیوں کہا کیا؟)

وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے بزرگوں سے جو علم کلام کی مذمت منقول ہے وہ صرف چار اشخاص کے لیے ہے۔

(۱) اس شخص کے لیے جو دین میں متعصب ہو کہ حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہو۔

(۲) کم فہم کھڑکان کے لیے جو مسئلہ کی تہ تک پہنچنے سے قاصر ہو کر فقہین کے بھائے شکوک و شبہات میں مبتلا ہو جاتا ہو۔

(۳) اس شخص کے لیے جو فلاسفہ کی بے فائدہ اور غیر ضروری باتوں میں دلچسپی رکھتا ہو۔

(۴) اس شخص کے لیے جس کا مقصد ضعفاء و کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شبہات پیدا کر کے ان کے عقائد کو بگاڑنا ہو۔ (شرح اصطلاح ص ۳۱)

ملاحظہ فرمائیں ایک نئی بحث:

مقرر کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کرنے والا نہ مومن ہے نہ کافر یعنی واجباً اس کی ادائے کی اور کلموں کا چھوڑنا حقیقت ایمان کا جز ہیں۔ اس کے بغیر نفس ایمان باقی نہیں رہتا اور کفر یعنی ایمان کے نہ ہانے جانے کے سبب کفر میں داخل بھی نہیں ہوگا، نتیجہ مومن اور نہ کافر، اور خواہ کفر کتنا کتنا کبیرہ کرنے والا کافر ہے، لیکن اہل السنۃ کے نزدیک گناہ کبیرہ کرنے والا کافر لیکن اجتماع امت بھی اس پر ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا کافر نہیں ہے، زمانہ نبوت سے لے کر

آج تک امت کا اتفاق گناہ کبیرہ کرنے والوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کے واسطے دعا
استغفار کرنے پر رہا ہے۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

”ادان کبیرۃ الہی ہی غیر الکفر، لا تخرج العبد المؤمن من الایمان لبقا
التصدیق الذی ہو حقیقۃ الایمان خلافاً للمعتزلة حیث زعموا ان مرتکب
الکبیرۃ لیس بمؤمن ولا کافر، وهذا هو المنزلۃ بین المنزلتین بناءً علی ان
الاحتمال عندہم جزء من حقیقۃ الایمان ولا تدخلہ ائی العبد المؤمن فی
الکفر خلافاً للخوارج فانہم فہموا الی ان مرتکب الکبیرۃ بل الصغیرۃ
ایضاً کافر، وانه لا واسطہ بین الایمان والکفر“۔ (شرح عقائد)

گناہ کبیرہ کرنے والوں کی بخشش میں اختلاف:

لیکن معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کفر کے برابر ہے یعنی کافر اور گناہ کبیرہ کرنے والا جو بھی
توبہ کے مرتکب ہو، دونوں ہمیشہ درخ میں رہیں گے، اور اہل السنۃ والجماعۃ والے کہتے ہیں کہ
شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ معاف کر دیں گے، خواہ وہ گناہ چھوٹے ہوں یا
بڑے، توبہ کے ساتھ ہوں یا بلا توبہ، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر مانتا اور من
قتل مؤمناً متعمداً فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا۔ (النساء: ۷۴) [اور جو کوئی قتل کرے
مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے گا اس میں ہمیشہ] (ماہدیل القولی الدینی،
ق: ۲۰۷) [بدلتی نہیں بات میرے پاس] غلط ثابت ہوتا ہے، پہلی آیت میں عذاب کی خبر ہو
ہے اور دوسری آیت میں بات نہ بدلنے کی خبر، پس اللہ تعالیٰ معاف فرماوے اور عذاب نہ دے
تو ان آیات کا اپنی خبر میں محاذ اللہ خلاف ہونا لازم آئے گا، جو باطل ہے، لیکن اہل السنۃ کہتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عید غفاری یعنی عذاب کی دھمکی کے خلاف کرنا جائز ہے، کیونکہ وعدہ حسناتی تو
بدیہوم وبرا اور ناپسند ہے، مگر اپنی دھمکی کے خلاف کرنا برائی نہیں۔ چنانچہ شرح عقائد نسفی میں

”ويعظم ماديون ذلك لمن يشاء من الصغائر والكبائر مع التوبة او بدونها خلافا للمعتزلة“۔ [ترجمہ] اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں گے شرک کے علاوہ گناہ و معاف کر دیں گے خواہ معاصیوں یا کبائر توبہ کے ساتھ ہوں یا بلا توبہ، برخلاف معتزلہ کے۔

والمعتزلة يخصصونها بالصغائر و بالكبائر المقرؤنة بالتوبة، و تمسكوا بالوجهين الاول، الايات و الاحاديث الواردة في وعيد العصاة۔ [ترجمہ] اور معتزلہ معاصی کو معاصی کے ساتھ اور ان کبائر کے ساتھ خاص کرتے ہیں جو توبہ کے ساتھ ہوں اور انہوں نے دو طریقوں سے استدلال کیا ہے اول وہ آیات اور احادیث ہیں جو گناہ گاروں کی عید کے لحاظ میں وارد ہیں۔

”وزعم بعضهم ان الخلف في الوعيد كرم فيجوز من الله تعالى، والمحققون على خلافة كيف وهو تبديل للمقول وقد قال الله تعالى (ما يبدل القول لدي)“۔ [ترجمہ] اور بعض لوگوں نے کہا کہ وعید ظانی کرم ہے (یعنی اپنی دھمکی کے خلاف) تو غلطی کی طرف سے جائز ہے، اور محققین اس کے خلاف ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے، وراں حالیکہ یہ بات کہہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ فرما چکے ہیں کہ (میرے یہاں بات بدل نہیں کرتی)۔

(شرح مختصر)

مذکورہ عبارت کی تصدیق جناب احمد رضا خاں بریلوی سے:

”کہتے ہیں: ”اھل سنت بالا جماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ عاصیان کبائر کروگان و بے توبہ مردگان کے امکان ظہور پر متفق ہیں یعنی عقل محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے مواخذہ نہ فرمائے، مگر امکان شرکی میں اختلاف ہوا، اھل سنت بالا جماع شرعاً بھی جائز بلکہ واقع (مانتے ہیں) اور یہ فرقہ وعید یہ سمجھتا جائز اور عذاب واجب مانتے ہیں، اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا (کہ اللہ تعالیٰ عذاب کی آخر کے خلاف کر کے معاف کر سکتے ہیں یا نہیں) اے معتزلہ تمہارا استدلال تو جب ناممکن ہو کہ ہم فرقہ وعید (عذاب کی خبر کو) شرعاً واجب مانیں وہ ہمارے نزدیک حسب انہی خلف (اسلامی سے بدل سکتی) ہے تو عقل (معاف کرنا) جائز کا جائز ہی رہا اور شرعاً وجوب عذاب کہ تمہارا

روایتی قیاس ثابت نہ ہوا۔ (سبحان السبح ج ۱ ص ۹۸)

جب معتزل اس بحث میں ناکام رہے تو انہوں نے اپنے اس دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایک بڑا شوشہ بھینچا، اس لیے کہ اہلسنت اس سے ڈر کر ہمارے مسلک کی تائید کریں گے، انہوں نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کے وعدہ کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو بڑا کبیرہ گناہ کرانے کے بعد پنا تو بہ مر گئے ہوں معاف فرماوے دیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہوگا جس میں فرمایا ہے (بات بدلتی نہیں میرے یہاں) (ق: ۲۹) اور بات بدلنا جھوٹ کو ثابت کرتا ہے تو معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہوگا، اور جھوٹ بولنا برا فعل ہے، (اور برائی سے اللہ تعالیٰ پاک، کیونکہ یہ نقص ہے اور نقص تحت قدرت نہیں)

اعلیٰ الشیخ والجماعۃ کی معتبر کتاب شرح موافق میں مرقوم ہے:

”أوجب جميع معتزلة و الخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا صارت بلا توبة و لم يجوز ان يعفو الله عنه بوجهين الاول انه تعالى اوعده بالعقاب على الكبائر و اخبر به ابي العقاب عليها فلو لم يعاقب على الكبيرة و عفا لزم الخلف في وعيده و الكذب في خبره انه محال و الجواب ثمانية وقوع العقاب فالحین و جوب العقاب الذي يكلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلافا و لا كذباً لا يقال انه يستلزم جوازها وهو ايضا محال لاننا نقول استخاله ممنوعة كيف وها من الممكنات التي تشملها قدرة تعالى“

یعنی: تمام معتزل اور خوارج عقاب صاحب الکبیرہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے، جبکہ فقیر توبہ کے مرے ماور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے، وجہ سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کہا کہ عذاب کی خبر دی ہے، دوسرے اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعدہ خلافی لازم آئے گی، اور جھوٹ بولنا لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) ہے۔

فرمایا عمرو نے کہا کہ آپ کی محبت ساقط ہو گئی (یعنی دعویٰ ٹھٹھا ہوا) اس پر اسام (اہل سنت) نے جواب دیا کہ آپ ہو گئے۔ (سکین السیوج: ص ۹۳ سارا ز احمد رضا خاں)

خارین! آپ کے سامنے وہ حقیقت کھل گئی جو بحث مذکورہ کی بنیاد تھی۔ یعنی کتب الہی کی اصل بنیاد کیا ہے؟ اور یہ مسئلہ کذب کیوں چھیڑا؟ اور کب چھیڑا؟ اور یہ مسئلہ کن لوگوں کے درمیان مختلف فیہ ہے؟ مزید تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

مقدمہ [۳] خلف وعید اور امکان کذب

خارین: جو کچھ اوپر گذرنا وہ سب کچھ اصل کو سمجھنے کے لیے تھا، اب ملاحظہ فرمائیں اصل حقیقت:

جناب مولوی عبد السمیع صاحب پوری گزرے ہیں، انہوں نے بدعات کے جواہر ایک کتاب ”انوار ساطعہ“ تحریر فرمائی، اس میں انہوں نے نام لیے بغیر شاہ محمد اسماعیل شہبازؒ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کوئی جناب ہاری تعالیٰ کو امکان کذب کا حصہ لگا ہے، انہی۔

اس مذکورہ کتاب کے جواب میں جناب مولانا غلام احمد سہارنپوریؒ نے ”بائیان ساطعہ“ تحریر فرمائی اور اس میں وہ شاعر صاحب کی طرف سے جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”مسئلہ خلف وعید قدام میں مختلف فیہ ہے امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید (نئے سرے سے) انہی نے نہیں نکالا بلکہ قدام میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں، چنانچہ درختار مستحکم ہے: ”هل يجوز الخلف في الوعد لفظاً و معنیاً في المواقف و المقاصد ان لا شاعراً قالوا يجوز لان لا بعد نقصاً بل جواد و كرمياً... الخ“ خلف وعید جائز ہے کہ نہیں ظاہر تو یہ ہے کہ اشاعرہ (جماعت کے لوگ) اس کے چاکن ہیں۔۔۔ اس وجہ سے کہ وہ اس کو نقص نہیں شمار کرتے بلکہ بخشش و کرم تصور کرتے ہیں، ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے، پس اس پر ظن کرنا پہلے مشاعر پر ظن کرنا ہے۔۔۔ امکان کذب کہ خلف وعید کی فرار ہے جو قدام میں مختلف فیہ ہے چنانچہ

ہے۔ (براہین قاطعہ: ص ۶)

چند الفاظ کے معنی:

(۱) خلاف کے معنی، خلاف کرنا۔ (۲) وہید یعنی سزا کی دھمکی۔ (۳) قدماہ یعنی پہلے والے لوگ۔ (۴) خلف فیہ یعنی جس مسئلہ میں اختلاف ہو۔

خاصہ کلام یہ کہ: اللہ تعالیٰ اپنی سزا کی دھمکی کے خلاف کرتے ہوئے ان لوگوں کو جو کبیرہ گناہ کرنے کے بعد مر گئے ہوں بخشے گا یا نہیں اس مسئلہ میں پہلے والے بزرگوں میں اختلاف ہوا، اہل السنۃ والجماعۃ اشاعرہ کے نزدیک مذکورہ گناہ گاروں کو بخش دینا جائز ہے، کیونکہ وہ اس بخشش کو کرم و مہربانی تصور کرتے ہیں جب کہ معتزلہ حضرات کے نزدیک جائز نہیں، وہ اس لیے کہ اس بخشش سے اللہ تعالیٰ کا اپنی دھمکی کے خلاف کرنا لازم آتا ہے، اور کسی خبر کے خلاف کرنا کذب کہلاتا ہے۔

یہی مذکورہ کذب گناہ گاروں کو بخشے یا نہ بخشے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس کا اور انام ہے ”خلف و عید کی فرع“ اس لیے جناب حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تم لوگ خواجہ خواجہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ پر تہمت لگاتے ہو، امکان کذب کا مسئلہ نیا تو نہیں بلکہ شروع سے چلا آ رہا ہے، جب یہ تحریر ”براہین قاطعہ“ میں جناب احمد رضا خاں بریلوی نے چھپی، تب ان کو جوش آیا اور انہوں نے حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اور شاہ صاحب رحمہ اللہ پر الزامات عائد کرنے اور ان کی تحریرات کو غلط رنگ دیکر ان کو (معاذ اللہ) جھوٹا ثابت کرنے کے لیے چھ رسائل پر مشتمل ”سکین السیوح عن عیب کذب متجوج“ نامی کتاب لکھی، اس میں پہلے انہوں نے ایک سوال قائم کیا، پھر جواب میں تمام کتاب پوری کی، ملاحظہ فرمائیں سوال اور جواب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان تہمیں دربارہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ جس کا اعلان تحریر کی و تقریری علماء مشکوہ و دیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور و شور سے کر رہے

ہیں تحریر کتاب "براہین قاطعہ" کہ مولانا غلیل احمد کے نام سے شائع کی گئی جس کی توثیق پھر
ہے ہمارے حضرت رشید احمد گنگوہی۔۔۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب ہی رشید احمد گنگوہی کی کتاب
صفحہ تین پر یوں لکھا ہے۔

امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے، کہ خلف امکان
جائز ہے یا نہیں در مختار میں ہے: نحل یجوز الخلف فی الوعدین فقط اھر مافی الموافق
والمقاصد ان الاشاعرة قائلون بجوازہ۔ اس پر طعن کرنا پیٹے مشارک پر طعن کرنا ہے
اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب و وعید کی فرغ ہے، انہی ملخصاً تقریر مسنونہ اور
مسن ریوعدہ میں اول عدد سر میر محمد نے مسجد بالائے کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمانوں میں کہا
کہ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ ہو لے گا مگر بول سکا ہے کہ یوشنیدل کہہ دیا
میں اور روز عیوں کو کاشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں (یہی مضمون تفسیر کبیر میں امام اہل
کے حوالہ سے شروع میں گذر چکا ہے۔) اور یہی امکان کذب ہے انہی، ایسا اعتقاد رکھ کر کیا ہے
اور اس کے پیچھے نہادرست ہے یا نہیں؟

جواب: امکان کذب الہی کو خلف و وعید کی فرغ جانتا اور اس میں اختلاف احمد کی وجہ سے امکان
کذب کو مختلف ہے ایک تو اکثر اور دوسرے کتاب ہے مزہ بے شک مسئلہ خلف و وعید میں بعض علماء
جانب جواز گئے اور متحققین نے منع والا فرمایا، مگر اس سے امکان کذب ثابت نہ یہ علماء مجاز
سک۔۔۔ پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ و ظلم۔ (مسن مسودہ ص ۱۱۲)
چند اہم وضاحتیں:

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

(۱) "امکان کذب الہی کو خلف و وعید کی فرغ جانتا"

(۲) "اور اس (خلف و وعید) میں اختلاف احمد کی وجہ سے امکان کذب کو مختلف ہے جانتا"

(۳) "پھر ان (احمد) کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت جھوٹ و ظلم" (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)
فہرست: جناب احمد رضا خاں بریلوی ایک تو "امکان کذب" کو خلف و وعید کی فرغ نہیں

مانتے اور دوسرے انہوں نے جناب میں ہیرا پھیری کرتے ہوئے یہ لکھ دیا کہ
”اور اس (خلف و عید) میں اختلاف کی وجہ سے امکانِ کذب کو مختلف فرمایا۔“

حالانکہ جو عبارت سوال میں حضرت سہارنپوری کی طرف منسوب لکھی ہے، اس میں ہے:
”بلکہ قدام (پہلے بزرگوں) میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید آیا جائز ہے یا نہیں۔ اور امکانِ
کذب و عید کی فرع ہے۔“

خلاصہ: یہ کہ حضرت سہارنپوری ان کے اختلافِ خلف و عید میں ثابت کرتے ہیں جبکہ
جناب احمد رضا خاں نے امکانِ کذب کو مختلف فرمایا، جبکہ اصل یوں ہے یعنی ”امکانِ کذب
خلف و عید کی فرع ہے۔“

ملاحظہ فرمائیں ”فرع“ کا معنی:

(۱) یعنی، شاخ و اہل (۲) وہ جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔ (غیر ذلکات اردو)

جب درخت ہی نہیں ہوگا تو اس کی ٹہنیاں اور شاخیں کہاں آئیں گی، اور جب کوئی بحث ہی
نہیں ہوگی تو امکانِ کذب کا مسئلہ کیسے کھڑا ہوگا، امکانِ کذب کی کچھ حقیقت تو ہم اوپر بیان
کر چکے ہیں باقی مزید جناب احمد رضا خاں بریلوی ہی کی عبارت سے ثابت کرتے ہیں۔

حضرت سہارنپوری کی عبارت کا فیصلہ جناب احمد رضا خاں کی عبارت سے:

(۱) حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں: ”بلکہ قدام میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف و عید
آیا جائز ہے یا نہیں۔“

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”اہل سنت بالا جماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عامیہاں کبار کردگان و سب تو یہ مردگان کے
امکانِ عقل پر متفق ہیں۔۔۔ مگر امکانِ شرعی میں اختلاف چار اہل سنت بالا جماع شرعاً بھی جائز
بلکہ واقع اور یہ فرقہ و عید یہ سمجھا جائز اور عذاب واجب مانتے ہیں۔۔۔ اس کے جواب میں جو ان
خلف کا مسئلہ پیش ہو۔۔۔“ (سکین السوچ، ص ۹۸)

خلاصہ: جو لوگ گناہ کبیرہ کرنے کے بعد بغیر توبہ کے مر گئے ہوں، ان کے بخشے جانے کا مسئلہ اہل سنت، مجدد عقلا اور شرعاً جائز مانتے ہیں اور معتزلہ اس شخصے جانے کے خلاف ہیں اور مطالبہ دیتے جاتے کہ وہ واجب کہتے ہیں۔

اختلاف کس چیز میں ہے؟ وہ آپ کے سامنے آ گیا۔ (یعنی گناہ کاروں کی بخشش میں)

(۲) حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”امکان کذب خلف وعید کی فرما ہے۔“

فرع کہتے ہیں، شاخ اور ٹہنی کو یا جس کی اصل کوئی اور چیز ہو۔

کذب کی اصل اور اس کا درخت کیا ہے؟

اس بارے میں جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

(۱) (اہل سنت کے) ”امام ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ نے“ عمرو بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اہل

کبائر کے بارے میں حیرا کیا عقیدہ ہے؟ (اس نے) کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنی وعید (سزا کی

خبر) ضروری پوری کرے گا، جیسا کہ اپنا وعدہ ہے خشک پودا فرمائے گا، امام (اہل سنت) نے فرمایا:

۔۔۔ عرب وعدہ سے رجوع (و پھرنے) کو نالائق جانتے ہیں اور وعید (سزا کی خبر) سے دو گداز

کرم (و معافی) معتزلہ حکایت کرتے ہیں اس پر عمرو (رضی اللہ عنہ) معتزلہ نے جواب دیا کیا تھا کہ

اپنی ذات کا بھٹانے والا ٹھہرائے گا؟ امام (اہل سنت) نے فرمایا، عمرو نے کہا تو آپ کی بحث

ساقط ہوئی (یعنی دعویٰ ثابت نہ ہوا) اس پر امام بے ہوش ہو گئے۔ (سبلین السیرج، ص ۱۳)

فالتین! جیسا کہ اوپر مذکور ہے یعنی خدا کو اپنی ذات کا بھٹلانے والا ٹھہرائے گا یہ ہلکا

بحث میں ہے اور کیوں کہا گیا؟ کیا پیچروں کی لڑائی ہے یا کرکٹ کے کھیل کی بحث ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی توبہ فرماتے ہیں کہ ”امکان کذب الہی کو خلف وعید کی مستحکم

(یعنی بخشش یا نہ بخشش کی بحث سے منقطع ہوئی ایک بات) جانتا۔۔۔ ایک توافستراء (بہت بڑا

دوسرے کتابے طرہ“۔ دوسروں کو سبزی سبزی ستانے والے مجدد و صاحب خود اپنی ہی مبادیوں سے

بے مزہ اور غلط ثابت ہو رہے ہیں، جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(۲) مسلم اشیات اور اس کی شرح فوائض الرحمن میں ہے۔ (صرف ترجمہ)

یعنی وعید میں مختلف (سزا کی خبر میں خلاف کرنا) جائز کہ سلیم عقل میں اسے غور فی غمت کی جیسا کہ عیب اور بعد میں (خلاف کرنا) عیب ہے اور عیب اللہ عز و جل پر محال، اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وعید (سزا کی خبر) بھی ایک خبر ہے، تو یقیناً چکی کہ باری جل و علا کا کذب محال اور حذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انتہائے تحریف۔۔۔ اس یعنی ذرا دھرم کا نا۔

(سنگین استخوان، بعضی ۹۰ تا ۱۰۰ میلی‌متر دراز و ۱۰ تا ۱۵ میلی‌متر عرض)

تاریخ

سزا کی خبر کے خلاف کرنا جائز، لیکن وعدہ (کی خبر) میں خلاف کرنا ناجائز، سزا کی خبر سب سے بھی ایک خبر ہے کہ جس کی تکلیف اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا محال و غدر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے۔
کیوں؟

خدا شنیں! فیصلہ فرمائیں کہ ایک فریق کہتا ہے کہ سزا کی خبر کے خلاف کرنا جھوٹ بولنا ہے (مواظف اللہ) دوسرا فریق کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بولنا نہیں بلکہ ڈرانا اور حاکم کا ہے یہ کیا جھگڑا ہے؟ اس جھگڑے کو کیا آپ نہیں کہیں گے کہ وہ دوسو کہیں یعنی ایک خداوند کی رو سے یہاں آپس میں لڑ رہی ہیں یا پتھان چائے کی پیالی پر لڑ رہے ہیں۔

جیل پر جسے لہڑی لگا دیں چھ

۱۔ تحقیق ہے کہ اور سب باتیں منہ

کہ یہ لکڑی ہے اس پر یاد دلاؤ

۱۔ اہل حق کو نہیں ہے غم

ثابت ہو گیا کہ کذب کی اصل کیا ہے:

یعنی گناہگاروں کو بخشنے یا نہ بخشنے کی بحث سے نکلی ہوئی ایک بات ہے جس سے جناب احمد رضا صاحب مدظلہ العالی انکار فرمائی ہیں اور انکار فرمائی بھی اس طرح کہ جس چیز کا انکار کرتے ہیں تو پھر اس چیز کو خود ثابت کرتے ہیں۔ اپنا منہ اپنا طمانچہ۔

الکلیات والخاصات

ایک حقیقت ہے اور ایک ہے اس حقیقت کی مثل مثلاً:

وعدہ ایک خبر اور حقیقت ہے اور وعدہ کے خلاف کرنا کذب کہلاتا ہے اور اسی طرح سزا کی خبر بھی ایک خبر ہے جو وعدہ کی خبر کی مثل ہے، جب مثل یعنی سزا کی خبر کے خلاف خدا تعالیٰ کی قدرت ثابت ہے تو حقیقت یعنی وعدہ کی خبر کے خلاف پر خدا تعالیٰ کو قدرت کیوں نہیں ہے؟ خیال رہے کہ ہم یہاں محض کذب پر قدرت ثابت کرنا نہیں چاہتے بلکہ جھوٹے کی اصل ذمیت اور الزامات کو بے بنیاد ثابت کرنا چاہتے ہیں، مثلاً قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَفْعَلْ مُؤْمِنًا مَّتَعِدًا فَمَنْ أَؤَاهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا (النساء: ۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مؤمن کو قہراً قتل کرے اس کی سزا اور سزا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

ف: سزا اور سزا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (النساء: ۹۳) یہ ایک خبر ہے، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معتزلہ کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری وہ واجب ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ سزا نہ دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر جھوٹی ہو جائے گی (محاذ اللہ) اور جھوٹ پر خدا کو قدرت نہیں کیونکہ جھوٹ ایک نقص ہے اور نقص سے اللہ تعالیٰ پاک و بلند و سزا ضروری ہوگی۔

لیکن اہل سنت گروہ کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہیں گے گناہ و مافرا دیں گے، وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے توبہ کے ساتھ ہوں یا بغیر توبہ کے۔

نتیجہ: معتزلہ بخشش کے قائل نہ ہوتے بالفاظ دیگر کذب کے قائل نہ ہوئے اور اہل سنت بخشش کے قائل ہوئے بالفاظ دیگر کذب کے قائل ہوئے۔ (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)

نیز معتزلہ جماعت اہل سنت گروہوں کو یہ الزام دیتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات سے جھٹلانے والا ٹھہراتے ہو، لیکن اسی طرح جناب احمد رضا خاں بریلوی علامہ و یوبند پر الزام لگاتے کہ تم نے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بیڑا ہے۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ)

خلاصہ بحث:

جو مذہب معتزل کا دعویٰ مذہب جناب احمد رضا خاں بریلوی کا کھنڈ الزام دھرنے کے لیے جناب احمد رضا خاں بریلوی نے معتزل کا راستہ اختیار کیا۔
جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"انہر حقدین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الہی کے جواز دعوئی بلکہ وقوع بالفعل کے متعلق ہونے دو تراشیہ علماء ساقط قطعاً اجماعاً کافر مرتد تھے، مرتدوں کو کافر نہ جاننا بلکہ مشائخ دین ماننا تو خود ان پر کفر لازم آنے پر کیا کلام رہا جو کسی منکر ضروریات دین کو کافر نہ کہے آپ کافر۔"

(سکین السیاح: ص ۱۲۷)

تختہ جھوٹ:

جن اکابر و مشائخ کو جناب احمد رضا خاں نے کافر و بے دین کہا ہے ان کے نام کیوں نہیں لکھے، ہاں اگر ہم لکھتے تو یہ معلوم مسلمان ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے۔

نارنگین!

جب سچائی کو جھوٹ کے ساتھ کر دینے کا رواج چل پڑے اور انسانی ضمیر بازاری اشیاء کی طرح فروخت ہو رہا ہو تو ایسے میں صحیح راستہ تلاش کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، نظام فطرت میں جھوٹ اور سچائی کے مابین کشمکش کی تاریخ انسان کی پیدائش سے شروع ہے، کبھی جھوٹ کی چٹک سچائی کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور کبھی سچائی ابھر کر جھوٹ کی روشنی کو مار دیتی ہے، جیسے ہی انسانی بت حقیقت کے سامنے سجدہ و ریز ہوتے ہیں وقت اپنا فیصلہ سناتا ہے اور جھوٹ کی ساری شہادت ضمیر پر کر دہ جاتی ہے یہی بریلوی جماعت اور جناب احمد رضا خاں بریلوی کا مذہب ہے۔

۔۔۔ تو جو نہیں کچھ بھی نہیں مانا کہ یہ محفل جواں ہے حسین ہے

مقدمہ [۱۳] اکابر علماء کی عبارتیں:

اب آپ کے سامنے ان اکابر اسلام کی عبارت پیش کی جاتی ہیں جو جناب احمد رضا خاں

بریلوی کے نزدیک کافر و مرتد ہیں لیکن دنیا نے اسلام ان کو اپنا پیشوا اور امام تصور کرتی ہے۔

عبارت۔۔۔ (۱)

حق تعالیٰ کا کثیر منہم ای من اکابر الاشاعرة فی الحکم باستحالة الکذب علیہ تعالیٰ لانہ نقص لما الزم المعتزلة (ص ۲۰۳) ثم قال ای صاحب العبدۃ لا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والفساد الکذب لان المعال لا یدخل تحت القدرة ای لا یصلح متعلقہا وعند المعتزلة یقدر تعالیٰ علی کل ما ذکر ولا یفعل انتہی کلام صاحب العبدۃ وکانہ انقلب علیہ ما نقلہ عن المعتزلة اذ لا شک فی ان سلب القدرة عما ذکر من الظلم والفساد الکذب ہو مذهب المعتزلة واما البوعبائی القدرة علی ما ذکر ثم الامتناع عن متعلقہا اختیاراً فہذا مذهب ای فیہ مذهب الاشاعرة البقی منہ مذهب المعتزلة فہذا القول بالداخل القولون فی التنازیہ وهو القول الالباقی مذهب الاشاعرة۔

[ترجمہ] حتی کہ بہت سے اکابر اشاعرہ اللہ تعالیٰ پر کذب کے محال ہونے کا حکم لگانے سے متنعیر ہو گئے اس لیے کہ یہ شخص ہے اس مذہب (معتزلہ) کی وجہ سے جو لازم کیا معتزلہ نے (ص ۲۰۳) پھر صاحب عمدہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم، بیوقوف اور محوٹ پر قدرت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاتا، اس لیے محال قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا یعنی محال قدرت سے متعلق ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ مذکورہ تمام چیزوں کی قدرت رکھتا ہے اور کرتا ہے، یہ صاحب عمدہ کا کلام ہے (عمدہ و ایک کتاب ہے) اور انہوں نے معتزلہ سے جوابات نقل کی ہے گویا اس میں انہیں بھول ہوئی ہے اس میں شک نہیں کہ سلب قدرت (یعنی قدرت نہ رکھنا) جو مذکورہ چیزوں کے متعلق ہے وہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ہر حال مذکورہ چیز الہی قدرت پھر ان کے متعلق امتناع اختیار کی طور پر یہ مذہب اشاعرہ کا ہے یعنی اشاعرہ کا مذہب زیادہ لائق ہے معتزلہ کے مذہب کے مقابلہ میں اختیار رکھنا واجب ہے اس قول کو جو دونوں قولوں سے

عزیز (ا پاک) میں زیادہ داخل ہوا۔ قول مذہب اشاعرہ کے ساتھ زیادہ لائق ہے۔ (دیکھیے مرہا
 سن کتاب السامرو شرح المسایرہ: ص ۲۰۹، ۲۱۰ از علامہ ابن الہمام ۷۸۸ھ میں پیدا ہوئے، بلند
 پایہ محدث و فقیہ ہیں تھے، لوگ حدیث کے لیے حافظ ابن حجر کی طرف اور فقہ و اصول کے لیے ابن
 ابراہیم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ شرح بابن ابی شریف: المقدسی)

عبارت۔۔۔ (۲)

اوجب جميع معتزلة والخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا توبة ولم
 يجوز ان يعفو الله عنه بوجهين الاول انه تعالى اوعد بالعقاب على الكبائر
 والغيرية اى العقاب عليها فلولهم يعاقب على الكبيرة وعفا لزم الخلف في
 وعيده والكذب في خبره انه محال، والجواب غاية وقوع العقاب فان
 وجوب العقاب الذي كلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم الوجوب مع الوقوع
 لا يستلزم خلفا ولا كذبا لا يقال انه يستلزم جوازهما وهو ايضا محال لانا
 نقول استحالة ممنوعة كيف وهما من الممككات التي تشملها قدرة تعالى.
 (شرح مواقف)

[ترجمہ] اتمام معتزلہ اور خوارج نے کبیرہ گناہ کرنے والے کے لیے عذاب کو واجب قرار دیا ہے،
 جبکہ بغیر توبہ کے مرے اور اس بات کو جائز قرار نہیں دیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے، دو وجہ
 سے ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا عر پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے اور کسب اثر پر عذاب کی خبر
 دی ہے، بلکہ اگر کبیرہ گناہ پر عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعدہ منطانی لازم آئے گی اور
 جھوٹ بولنا لازم آئے گا، اور جھوٹ بولنا اللہ تعالیٰ کا محال (تحت قدرت نہیں) تو اس کا جواب یہ
 ہے کہ اللہ پاک نے عذاب کے ہونے کی وجہ بتلائی ہے (کہ گناہ کبیرہ کرنا عذاب کی وجہ ہے) یہ
 نہیں بتایا کہ گناہ کبیرہ کرنے کی صورت میں عذاب لازم ہے (آگے ایک اشکال اور اس کا جواب
 ہے کہ نہ کہا جائے کہ وقوع کے ساتھ واجب نہ ہوتا وعدہ ظانی اور جھوٹ کو لازم کرنا ہے اور سب
 جھوٹ کو لازم ہونا محال ہے، اس لیے ہم کہتے ہیں یہ محال ہونا ممنوع ہے اس لیے کہ جھوٹ اور

وعدہ خلائی ان ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت میں ہیں۔ (دیکھیے مرقی تمیز شرح سورہ قمر: ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵) جس میں تصدیق صریح ہے کہ ۸۰ سالہ انسان کا خاص مفید والدین عبد الرحمن بن احمد شہداء السید الشریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۹ھ مطبوعہ مصر میرید شریف شہن کی تھو میر تمام مدد کی عربی میں (جہاں جاتی ہے)

عبارت (۲)

المتكبرون لشمول قدرة تعالى طوائف منهم العظماء واتباعه القائلون به
لا يقدر على الجهل والكذب والظلم وسائر القبايح اذ لو كان خلقها مقدورا
له تجاوز صيرورة عنه واللازم باطل لا قضائه الى السفة ان كان عالماً بيقين
ذلك وباستغنائة عنه والى الجهل ان لم يكن عالماً والجواب لا نسلم قبح
الشيء بالنسبة اليه كيف وهو تصرف في ملكه ولو سلم ما لقدرة لا تنافي
امتناع صيرورة نظر الى الوجود الصارف وعدم الداعي وان كان ممكناً في
نفسه. ٥٩.

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ کی قدرت برائیوں کو بھی شامل ہے اس عقیدہ کے منکر کی گردہ ہیں ان میں سے نظام (معتزلی) اور اس کے ماننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہالت اور حماقت اور ظلم اور غم برائیوں پر قادر نہیں، اس لیے اگر یہ بری باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہوں تو اللہ سے صادر بھی (ہو) سکتی ہیں، اور ان چیزوں کا اللہ سے صادر ہونا ناممکن ہے، کیونکہ وہی صورتیں ہیں، یا ان چیزوں کا ہونا اللہ کو معلوم ہوگا یا معلوم نہیں ہوگا، اگر معلوم ہوگا تو ان چیزوں کا اللہ سے صادر ہونے کی صورت میں (معلوم ہونا اللہ) لازم آئے گا کہ اللہ بے وقوف ہے اور اگر ان چیزوں کا ہونا اللہ کو معلوم نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا لازم آئے گا۔

والجواب: ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر اللہ سے یہ اشیاء صادر ہوں تو یہ بڑی شہادتیں ہوں گی کیونکہ اللہ نے اپنی ملکوت میں تصرف کیا ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اللہ سے صادر ہونے کی صورت میں بھی یہ چیزیں بڑی شہادتیں ہوں گی تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ کو ان پر قدرت ہونے سے لازم نہیں آتا کہ

علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی نے جو عبارت نقل کی ہیں وہ دو کتابوں کی علیحدہ علیحدہ عبارت نہیں بلکہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے دو ٹکڑے ہیں۔ حاجی صاحب کی مذکورہ عبارت فتاویٰ رشیدیہ اور اسی طرح براہین قاطعہ دونوں میں چھپی ہے۔ حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اسی عبارت کو نہ صرف ترجمان رضا خانیت مولوی کاشف اقبال صاحب نے بلکہ تمام رضا خانی معترضین نے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا، کیا یہ انصاف و یاست کا خون نہیں؟

علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اسی عبارت سے ایک ٹکڑا فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے اور ایک ٹکڑا براہین قاطعہ کے نام سے درج کیا، تاکہ ان پڑھ آسانی سے شکار ہوں۔
کامل مہارت یوں ہے: "واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ سمجھتے ہیں وہ بالافتقار مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے وہ ذات پاک مقدس ہے درشتابہ نقص و کذب وغیرہ سے۔"

رہا خلاف علماء کا بتور بارہ وقوع و عدم وقوع خلاف و معید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے غور کیا ہے واصل کذب نہیں صورت کذب ہے، الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ و معید فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو، امکان کو وقوع لازم نہیں (اور جو چیز ہونے کے قائل ہو ضروری نہیں ہے کہ وہ واقع ہوگا) چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں، یہی مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیاء و کرام و علماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے، وقوع کا کوئی قائل نہیں ہو مسئلہ دینی ہے، عوام کے سامنے جان کرنے کا نہیں۔

پس علامہ کاظمی صاحب نے لکیریں والی عبارت نکال کر دو کتابوں کے نام سے شائع کر دی۔

ملاحظہ فرمائیں مذکورہ عبارت اور اس کی حقیقت:

رہا خلاف علماء کا جو در بارہ وقوع و عدم وقوع خلاف و معید ہے، لا آخر دخول کذب تحت قدرت

باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے بارہ میں عذاب کی جو خبر دی ہے، اس کے خلاف کرے گا نہیں۔

اس بارے میں علمائے کرام میں اختلاف ہے دو کون ہیں جو اختلاف کرتے ہیں؟ اور وہ کذاب کیا ہے؟ اس بارے میں بریلوی بی جماعت کے علامہ نظام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”یزا اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کی سلطنت ہے اور جو چاہے کرے، اگر تمام طاعت (دینی) کرنے والوں اور صالحین کو دوزخ میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا، اور جب وہ ان پر اکرام اور احسان کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا، تو یہ اس کا فضل ہوگا، اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے گا اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا تو وہ اس کا بھی مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خبر صادق (دینی) ہے اور اس خبر کا کذاب ہونا محال ہے۔“

اس کے برعکس مستحکم کہتے ہیں کہ احکام تکلیف محض سے ثابت ہیں، اور نیک اعمال کا اجر ثواب دینا واجب ہے، البتہ بعض آیتیں بظاہر معتزلہ کی مزید ہیں۔“ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۲۱۰)

خیال رہے کہ علامہ سعیدی کی جن عبارات پر لکیریں ہیں یہی وہ کذاب ہے جو داخل قدرت باری خدائی ہے، اور جس کو ہم شروع میں جناب امیر رضا خاں بریلوی کی مبارکوں سے ثابت کر چکے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہ ہوتی تو علامہ سعیدی یہ کیوں لکھتے کہ ”اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کر دے گا تو وہ اس کا بھی مالک ہے“ اور یہی کچھ امام رازی نے بھی لکھا ہے جو زیر نظر باب کے شروع میں گذر چکا ہے، نہں جو فتویٰ علامہ دارالعلوم دیوبند پر لگایا جائے وہ امام رازی اور علامہ سعیدی پر بھی۔

ایک اور الزام اور اس الزام کی حقیقت:

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”مولانا فخر احمد لکھتے ہیں: ”رسالہ میانہ الناس مطبع حدیث العلوم میرٹھ ۱۳۷۷ھ کے آخری ورق

میں یہ فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی کا مطبوع ہو چکا ہے، اور ان کے ہاتھ کا اصل فتویٰ گھسٹا ہوا ہے۔ ان کی مہر کی ہوئی بھی ہمارے پاس موجود ہے اس کی عبارت تھوڑی سی یہ ہے:

”بعض علماء وقوع خلاف وعید کے قائل ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ خلاف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے، کیونکہ کذب ہوتے ہیں خلاف واقع کو، سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وہ نہ ہو، گاہ خبر اور سب کذب کے انواع ہیں اور وہ جو وقوع کا جنس کو مغلوب ہے، اگر انسان ہوگا تو حیوان یا الطیر ہوگا۔ کذب وقوع کے متعلق درست ہو گئے، اگرچہ بعض کسی فرد کے ہو، پس یہاں علیہ اس کا ثبوت اگر کمال سختی سے کیا جائے۔“

اللہ تعالیٰ کی شان کریں دیکھیے کہ ایسے لوگوں پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑا۔

(تقدیس الوہیت: ص ۱۳ از عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ)

قارئین! اللہ تعالیٰ کا سوال اور جواب، تھوڑی سی عبارت کا مقصد و مہرول پر لازم رہا

ہے۔

لطیفہ: ایک بد بخت شخص کسی ایسی جگہ پر جائے جہاں مختصر اور سادہ لوح لوگ رہتے ہوں، اور ان سے کہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز سے منع فرمایا ہے اور وہ تھوڑی سی عبارت یہ ہے ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ إِذَا كُنْتُمْ سَاهٍ“ یعنی اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے ”قرآن مجید کی عبارت بھی یہی ہے اور اس بد بخت کی بات بھی یہی لیکن وہ اس سازش کے تحت جہنم رسید ضرور ہوگا، تھوڑی سی عبارت کہنے والوں کے بارہ میں فیصلہ پڑھنے والے خود فرمائیں۔

۴۹۵: حقیقت عبارت میں کچھ بھی نہیں ہے، یہ وہی بات ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے اور جس کو ہم نے علامہ سعیدی کی عبارت سے ثابت کیا ہے، لیکن چونکہ بریلوی جماعت کے علماء اور مصنفین حضرات کا میدان اور مخاطب ان کی اپنی سادہ لوح اور جاہل عوام ہے، اس لیے انہیں الفاظ کی عبارت کا ایک ٹکڑا لکھ کر اس کے ساتھ اپنے مخصوص الفاظ شامل کر کے اسے ایسے اعداد

سے بیان کرتے ہیں کہ پس خدا کی پناہ۔

اصل حقیقت ملاحظہ فرمائیں: مثلاً دودھ ایک جنس ہے نمبر (۱) دہی۔ نمبر (۲) مکھن۔ نمبر (۳) گھی۔ یہ تینوں چیزیں اس جنس یعنی دودھ کے انواع یا قسمیں ہیں پس دہی، مکھن اور گھی کا وجود اپنی جنس یعنی دودھ کے بغیر ناممکن، اسی طرح انسان کو سنے لیجیے، انسان حیوان کی قسم ہے پس انسان ہوگا تو حیح ان ضرور ہوگا۔

اب جھوٹ یا کذب کیا ہے؟ کذب بولتے ہیں خلاف واقع کو۔

لطیفہ: جھوٹ یا کذب چونکہ عموماً انسانی طبائع کے مخالف ہوتا ہے اس لیے اس کو عام طور پر برا کہا جاتا ہے، حالانکہ بعض خاص موقعوں پر جھوٹ کہنا اعلیٰ درجہ کی مصلحت اندیشی سمجھا جاتا ہے، اس کا یہی سبب ہے کہ بعض اوقات جھوٹ کے ساتھ جو مصطفیٰ اور محاسن وابستہ ہوتی ہیں ان سے انسان غافل ہوتا ہے، اور اگر کوئی موقع ایسا پیش بھی آ جائے تو جھوٹ کو مستحسن کہنے میں وہ جھجکتا ہے، کیونکہ یحییٰ ہی سے ماں باپ اور اساتذہ کی تلقین سے اس کے دل میں صداقت کی تعریف اور جھوٹ کی مذمت بیٹھ جاتی ہے، اور اس کو اعلیٰ درجہ کی بری چیز سمجھتا ہے، مثال کے طور پر آپ ایک آدمی کو یہ کہیں کہ آپ نے خلاف واقع بات کی ہے تو اس کو خسر نہیں آئے گا اور اگر آپ نے اسے کہا کہ آپ نے جھوٹ بولا ہے تو فوراً وہ خسر سے لال پیللا ہو جائے گا۔

پس جھوٹ بولتے ہیں خلاف واقع کو:

اور جھوٹ ایک جنس ہے: نمبر (۱) کبھی وہ وعدہ کی صورت میں۔ نمبر (۲) کبھی وہ خبر کی صورت میں۔ اور نمبر (۳) کبھی وہ خلاف وعید کی صورت میں۔ یعنی یہ مذکورہ تینوں چیزیں جھوٹ کی قسمیں ہیں، لیکن ان تینوں مذکورہ چیزوں کا وجود اپنی جنس کے بغیر ناممکن ہے، اور وہ ہے جھوٹ یعنی خلاف واقع "تو جب ہوگی تو اس کی جنس لازمی ہوگی"

فکر پروردگاروں کا کام ہوتا ہے انتشار پھیلانا، علمی اصطلاحات یا علمی حقیقتوں سے ان کو کسب

غرض؟ عید الحکیم شرف قادری صاحب یہ بھی لکھتے ہیں:

"خلف وعید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں پر سزا سنائی انہیں معاف فرما دے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بے شمار بحر مہل کو معاف فرما دے گا، اب اگر خلف وعید کا معنی جھوٹ ہے تو مولانا رحمہ اللہ معاذ اللہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بالفضل جھوٹا ہو جائے گا۔"

قارئین! یہ احمد رضا خاں والی بڑھ ہے جس کا جواب ہم شروع میں احمد رضا خاں کی تحریروں سے دے چکے ہیں ملاحظہ فرمائیں خلف وعید کا معنی اور اس کی حقیقت۔

نمبر ۱: خلف: (ج) وعدہ خلافی، خلاف وعدہ کرنا۔ (حسن اللغات فارسی، اردو، ص ۳۵۲)
نمبر ۲: وعید: (ج) برا وعدہ، سزا دینے کا وعدہ، دھمکی ڈراوا۔ (حسن اللغات، ص ۹۳۹)
جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

"خلف یا پس معنی کہ منظم (بات کرنے والا) ایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے جاوے یا تمام کذب ہے کہ کذب نہیں"۔ (سخن السورج، ص ۹۶، ۹۷)

قارئین! اب آپ غور فرمائیں کہ وعدہ خلافی کرنا یا جو خبر دی تھی اس کے خلاف عمل میں آنا جھوٹ کی قسموں سے ہے یا نہیں اور احمد رضا خاں بریلوی کیا فرما رہے ہیں؟ جھوٹ بولنے والا واقع کے خلاف کرنے کو، کیا کہوں فقط۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدِلًا فَلْيَظْمَرْهُ اللَّهُ
جہنم خالداً فیہا۔ (النساء: ۹۳)
عایدل القول، (قی: ۲۰)
اور جو کوئی کس مومن کو قتل کر ڈالے
کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔
میری بات بدلتی نہیں۔

(آیت: النساء: ۹۳) جس سے "سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا" یہ وعید ہے یعنی سزا دینے کی خبر، اب اللہ تعالیٰ اپنے سزا کی خبر کے خلاف کرتے ہوئے مجرم یا گناہگار کو بخش دے گا۔

اس کو کہتے ہیں "خلف وعید" یعنی سزا کی خبر کے خلاف کرنا، مگر مسلمان اس بخشش کو جھوٹ سے تعبیر نہیں کرتا لیکن (سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا) کی خبر کے خلاف تو ہے۔ جب ایسے لوگوں کے پاس صحیح جواب نہیں بنتا تو وہ اصل اور حقیقت کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے انکار کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایسی مثالیں لاتے ہیں جن کو علمائے حق اپنی زبانوں پر لانا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ جناب مولوی عبدالستار صاحب رامپوری نے حضور مہدی علیہ السلام کو ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت کرنے کے لیے شیطان کی مثال لے آئے تو جب جناب مولانا غفیل احمد صاحب بہار پوری رضی اللہ عنہ نے ان کو انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا تھا، بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے کفر کا فتویٰ صادر ہو گیا۔

اس طرح جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی نے خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہوئے جب یہ کہا کہ "یہ نقص ہے اور نقص محال (تحت قدرت ہی نہیں) تو جناب شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ نے ان کو جب انہی کی زبان میں جواب دیا تو پھر کیا ہوا؟ بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں نے شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ اور اکابر دارالعلوم کے خلاف اپنی زندقہ کی وقف کردی اور کفر کے فتوے سے اپنی کتابیں بھر دیں، انہیں الزامات گالی گلوچ اور قرآنی الفاظ کے تراجم و مفہوم میں رد و بدل کے تحت وہ خود ساختہ جھڑوا، اعلیٰ حضرت و امام قرار پائے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا النِّسْيَانُ

تحت بر حضرت شاہ اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ اور مسئلہ امکان کذب و امکان نظیر

اختلاف کا پس منظر اور پیش منظر:

مولوی محمد اسماعیل و بریلوی نے تقویت الایمان میں لکھ دیا کہ "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک علم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

برابر پیدا کر ڈالے۔"

اس پر علامہ فضل حق غیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے۔ (تقدیس الوصیت، ص ۱۱)

خلاصہ و تبصرہ:

خیال رہے کہ مثل اور نظیر اور محال سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔

چنانچہ احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر (مثل) محال بالذات ہے (یعنی) تحت قدرت ہی نہیں ہو سکتا۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم)

خیال رہے کہ ایک ہے محال بالغیر اور ایک ہے محال بالذات۔

(۱) محال بالغیر یعنی اللہ تعالیٰ کو آپ جیسا پیدا کرنے کی قدرت تو ہے مگر پیدا فرمانا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاتم النبیین فرما چکا ہے اور اگر آپ جیسا دوبارہ پیدا فرمادے تو انہی النبیین کا فرمان غلط ثابت ہوگا اور اسی کو کذب کہتے ہیں۔

(۲) محال بالذات یعنی وہ چیز جو خدا تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہو اور جس کو پیدا کرنا اللہ تعالیٰ سرے سے قادر ہی نہ ہو۔ یہی عقیدہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کا ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے)۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی کے مذکورہ نظریہ پر تبصرہ:

جناب احمد رضا خاں کا مذکورہ نظریہ بالکل بے بنیاد ہے، کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ پہلے پیدا فرماتا ہے وہ چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ وہ دوبارہ بھی اس کو پاسبانی پیدا فرما سکتا ہے۔

الطیفہ: اللہ تعالیٰ نے جب پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو کیا اس وقت پیدا کرنے کی قدرت کہیں سے مانگتی پڑی تھی اور پھر جب پیدا فرما چکا تو وہ قدرت واپس یا سلب اور ختم

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو اپنا بندہ بنایا اور ہر روز محشر میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا نہیں فرمائے گا؟ اس مسئلہ کا جواب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

مذکورہ موت ایسی چیز ہے کہ سوائے ذات باری عزوجل کے کوئی اس سے نہ بچے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَيَسْأَلُنِي وَجْهَكَ رَبِّكَ كَيْفَ أَجْلَلِي وَالْإِنْسَانُ أَعْرَضٌ" جتنے بندے ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وہ کریم رب العزت جل جلالہ کا فرستے ہوئے پیغمبر کریم زمین پر نہیں پھر آیت نازل ہوئی: "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" ہر جاندار موت کا چھینے والا ہے۔ فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے، جب زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے۔ (ما قبل) اس وقت سارے عزت کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا: "لَيْسَ الْمُلْكُ لِلْبَشَرِ" زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے، کوئی نہ ہوگا جو اب دے خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا" اللہ واحد قہار کے لیے، جب تک چاہے گا کسی حالت میں رہے گی، پھر جب ہم کو سراپاں کی صورت میں کو زندہ فرمائے گا (کیسے؟ کون سی قدرت کے ساتھ؟) وہ وہ صورت میں کیا قدرت قائم ہوگی، حساب ہوگا۔ (ملفوظات امین حضرت: حصہ چہارم)

تقریباً:

بہر زمین و آسمان فنا ہو جائیں گے تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقیں بھی فنا ہو جائیں گی، پھر اللہ کے پاس وہ قدرت کہاں سے آئے گی جس سے وہ تمام مخلوقیں اپنی اپنی شکلوں و صفتوں میں بحال کے ساتھ دوبارہ زندہ ہوں گی؟ العیاذ باللہ۔

یہ صرف ایک فرشتے کے ایک صورت پھونکنے ہی سے سارا ایک دو بارہ وقت ختم ہو جائے گا، اور تمام مخلوقیں فنا ہو جائیں گی؟ جب ایک صورت پھونکنے سے تمام جہان اور تمام مخلوقیں وجود میں آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی نہیں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تمام مخلوقیں کو الگ الگ پیدا فرمائے؟ ہاں صرف قدرت کی ہے پیدا کرنے کی نہیں ہے، کچھ تو خدا کی قدرت کے تحت ہی کو خدا تعالیٰ کی قدرت ہی ہوتی چاہیے، وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ۔

الشاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ:

شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ: شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے فرزند اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے چچے اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے پوتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: ”آپ کے داماد مولانا عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ (تفسیر، حدیث، فقہ، اصول و منطق و غیرہ میں اس فقیر سے کم نہیں) اللہ تعالیٰ کی جرح و عاتقہ ان دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے۔ اس کا شکر یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا، ان دونوں کو کھٹے روٹی کی ٹار کر داور جو مشکلات حل نہ ہوں ان کے سامنے پیش کرو۔“

(تاریخِ اہل بیت و عزت اہل بیت ص ۷۷ مولانا سید ابوالحسن دہلوی رحمہ اللہ)

شیخ ابوبکر حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”غیر زمانہ میں مشاہدہ ہوا ہے کہ جن کو علم و دینیہ کی لیاقت نہ تھی ان کی پاکیزہ اعمال سالہا کی طرف توجہ اور توجہ۔۔۔ جن کا لباس ظاہری نہ صورت بھی شریعت کے خلاف ایسے حضرات مسلمان یا ملحق تھے ایک دہائیہ گھر والی دودھ کے دین دار پیشوا سمجھے جاتے اور جو علماء شریعت اور مشہدان سنت اور باطل اہل سنت وہ اسلام علی سے خارج کہلاتے۔“

الطرح مولوی محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے کہ جن کے علماء و عملا و افعال ہونے کے ہر منفعہ خیر تسلیم کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ مخالفین کہ جن کی طبع میں انساب ہے وہ بھی ان کے غم و غم و عمل و تقویٰ دین و دلی کو مانتے ہیں، حضرت اہل اگر کرتے ہیں تو یہ کرتے ہیں کہ مولوی اسماعیل صاحب لکھائے ذوالکمال کو قیدیہ غیر ملکی حکومت کے انتقام پر قتل و جلاوت تلاتے ہیں (یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے۔) اور نظیر (مخل) حضرت رسالت مآب تو حق قدر سے اچھڑی۔۔۔

واقل کرتے ہیں۔۔۔ جب اپنے زمانہ میں شرک و بدعت کا راج زیادہ دیکھا تو مولانا احمد رانے بدعت و تائید دین جہاں تک ہو سکا زبان سے فصاحت فرمائی اور تحریروں کی بھی نو بہت آئی، چنانچہ رسالہ ”تقویت الایمان“ بھی جب لکھا۔۔۔ جہاں اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو بدعت و بدعت و بدعت سے نصیب ہوئی اس کے ساتھ ان حضرات نے کی جن کے قلوب میں مرضِ بدعت چھلکا

جسے اس تحریر میں سے ہدایت حاصل کرتے آئے حضرت مولانا موصوف کی تفصیل و تفسیر پر مگر

اہتمام کرنے والے دو فریق تھے ایک وہ جو شرک و بدعات کو افضل عبادت سمجھتے تھے، (مثلاً) اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احمد رضا خاں بریلوی ہوئے، دوسرے وہ کہ جن کو دین کے علم میں مہارت نہیں، مگر مطلقاً ان کے تمام عمر کی کمائی تھی، سو یہ دونوں فریق مخالفت پر آمادہ ہوئے، اصل سچ (افضل و خفیع) نے مسئلہ ارکانِ نظیر میں اپنے جوہر دیکھائے اور فریقِ اول (بدیہیوں) نے اپنی حیات کے مباحثہ۔۔۔ زبانِ درازی کی۔۔۔ اور چونکہ مولوی فضل حق صاحب (منطقی و لسانی) نے اپنی تحریر میں۔۔۔ ایک موقع پر کذبِ باری (تعالیٰ) کی بحث بھی احتساراً کسی قدر بیان فرمائی تھی، لہذا ”وہو محال“ لائنہ نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال۔“ (ماخوذ: جامع المغنی ص ۳۰۲) یعنی ”ان کا کہنا کہ یہ محال ہے اس لیے اس میں نقص ہے اور نقص اللہ کے لیے محال۔“

ایک ضروری توضاحت:

جواب احمد رضا خاں بریلوی مذکورہ جھگڑے کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

”آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کا ہے پر چھڑی تھی ذکر یہ تھا کہ حضور پر نور سید المرسلین صائم الصائمین تمام انبیاء و آخرین صلی علیہم و آلہم و سلم کا مثل وہ سرِ حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک برابر محال ہے کہ تعالیٰ حضور کو قائم الصمیمین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت تو امکانِ مثل مستلزم کذبِ گواہ کتب الہی محال محض۔“ (نہج السورج: ص ۱۱۱ ما زاد احمد رضا خاں)

جواب احمد رضا خاں بریلوی کی مذکورہ تحریر پر مصنف کا تبصرہ:

”حضور ﷺ کا مثل تمام صفات میں شریک برابر محال۔“ (از احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی تمام صفات میں حضور جویا و پارہ پیدا کرنا اللہ کی قدرت میں نہیں، کیوں

کہ تعالیٰ حضور ﷺ کو قائم الصمیمین فرماتا ہے اور ختم نبوت ناقابلِ شرکت۔“ (از احمد رضا خاں)۔

تبصرہ: ختم نبوت کا قابل شکر معنی ختم نبوت کا وعدہ خلافی تو کذب لازم کہ جب اللہ تعالیٰ آپ جیسا یا اور کوئی نیا پیدا فرمادے، یہاں تو بات صرف قدرت کی ہو رہی ہے، پسیدا کرنے کی نہیں ہو رہی۔

امریکان جیٹ مسکوم کذب الہی اور کذب الہی محالی عقلی "۔ (اد احمد رضا خاں)

تبصرہ: یعنی اللہ تعالیٰ حضور میں پہنچے جیسا اگر دوبارہ پیدا فرمادے تو یہ بات اللہ کے کذب کو لازم کرے گی۔

فانہیں: بات صرف قدرت کی تھی، اگر ان لوگوں نے قدرت کی بحث کو غلط رنگ دے کر کذب الہی کی بحث کیوں پھیر دی؟ حالانکہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی عبارت میں صرف قدرت کا ذکر ہے کذب الہی کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ صرف قدرت پر بحث کرنے سے ان لوگوں کو کچھ ہاتھ نہ آتا تھا، انعام کو ہمراہ کرنے کے لیے کذب الہی کا مسئلہ کھڑا کر دیا، یعنی انہوں نے قدرت کو کذب الہی کے رنگ میں بدل دیا، تاکہ جب فریق مخالف اپنے دعویٰ میں جو دلائل دے تو ان کا توڑ کرنے کے لیے یہ خود تیار کیا جائے کہ دیکھو یہ لوگ کذب الہی کے قائل ہیں، پھر ایسا ہی ہوا۔

ملاحظہ فرمائیں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی عبارت:

مذکورہ بحث کے جواب میں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے کیا فرمایا، اس بارہ میں بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

"اگر مقصود اس بات کا قیام ہے کہ مذکورہ باطل مستلزم کذب است پس آں مسلمت دے دے دعویٰ درنا مذکور باطل نہ کرے۔" (مکمل السورج، ص ۱۵۲ اور احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر مقصود یہ ہے کہ مذکورہ باطل کا قیام بصورت کذب مستلزم ہے تو یہ مسلم ہے اور کسی نے بھی مذکورہ باطل کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

یعنی ایسا جو جائے جیسا کہ تم لوگوں نے کہا ہے یعنی حضور میں پہنچے جیسا تمام صفات میں پیدا

یہ بات اور ایسا ہونا جھوٹ کو لازم کرے گا تو ایسا ہونے کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ مطلب یہ کہ کسی کام کا ہونا اور بات ہے اور اس کام پر قدرت رکھنا اور بات ہے۔

۱۔ اگر مرد اور از اعمال مشتق لذات است کہ تحت قدرت الہیہ داخل نیست پس انصاف کہ کذب نہ کور اعمال
بعض مسطور باشد چہ عقد تضییع غیر مطابق للواقع و القائے آں۔۔۔ بر ملا نگہ انبیاء و خارج از قدرت
الہیہ نیست والا کلام آید کہ قدرت الہیاتی از بد قدرت ربانی باشد چہ عقد تضییع غیر مطابقی للواقع
والقائے آں برخلاف طبعین و در قدرت اکثر افراد الہی است کذب نہ کور آں سے مخالفی حکمت اوست پس
مستثنی الخیر است۔۔ (محکم داسودج: ص ۳۲ ماہنامہ احمد رضا خاں)

[ترجمہ] اگر محال سے مراد مستلزم الخفاء ہے یعنی وہ اپنی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے تو یہ بات لائسلم (تسلیم) نہیں اس لیے عقد قضیہ غیر مطابق قواعد وقوع یعنی ایسی خبر جتنا جو واقع کے مطابق نہ ہو اس کو اپنے مخاطب یعنی فرشتوں اور انبیاء کرام کے سامنے پیش کرنا اللہ کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ انسان کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ذاکم ہو اس لیے کہ انہی ایسا کرنے یعنی اپنے مخاطب کے سامنے غلط بات پیش کرنے پر قادر ہے ہاں کذب مذکور (جو اوپر مذکور ہوا) حکمت کی وجہ سے مستلزم ہے یعنی ایسا نہ ہونا کسی حکمت کے تحت ہے یہ نہیں ذکا الیٰ

یضا کو قدرت ہی نہیں۔

تبصرہ: یہاں تک تو حباب مذکورہ، مختصر اجنب مولوی فضل حق خیر آبادی اور شاہ محمد اسماعیل شہید علیہ السلام، لیکن جناب احمد رضا خاں، بریلوی جو شاہ اسماعیل شہید کی شہادت ۱۸۳۱ء کے تقریباً ۲۵ سال بعد یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور انہوں نے جب ہوش سنبھالا اور دوسروں کی کتابوں کا مطالعہ فرمایا تو کہیں یہ پڑھ لیا کہ شاہ اسماعیل شہید رضویہ نے لکھا ہے کہ ایک کام ایسا ہے جو انسان کر سکتا ہے، اور اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہ ہو تو انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ پس اللہ نے کہ حضرت مجدد احمد رضا خاں شاہ اسماعیل شہید مرحوم کے پیچھے پڑ گئے پھر کہاں پہنچے سنے وہ دیکھتے ہیں:

جب یہ نظیرا کہ انسان جو کچھ کر سکتا ہے وہ اپنے کا خدا بھی اپنے واسطے کر سکتا ہے، تو جاننا کہ انسان

(کاغذیں تمام) کا خدا زنا کرے شراب پیے، چوری کرے، دھوکا دے، پیشاب کرے، پانچ کرے، اپنے آپ کو آگ میں جلائے، دریا میں دبا ئے، ہر بازار پر دھماکوں کے ساتھ حمل چکر لڑے جو تیاں کھائے۔" (ماخوذ: سخنِ اسیرِ حبس ۱۵۳/۱ از احمد رضا خاں)

مسئلہ امکانِ نظیر اور امتناعِ نظیر:

یعنی جب شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مولوی فضل حق خیر آبادی کا اختلاف "شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا مثل ممکن بالذات اور متنع بالغیر ہے۔ مولوی فضل حق صاحب فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کا مثل متنع بالذات ہے۔"

شاہ صاحب کا عقیدہ ممکن بالذات یعنی وہ شے جو خدا کی قدرت میں ہو، متنع بالغیر اور کسی ہوتے اس کو پیدا نہ فرمائے۔

مولوی فضل حق صاحب کا عقیدہ، متنع بالذات یعنی وہ شے جس پر خدا کو قدرت نہ ہو۔

خلاصہ:

پہلا فرق: شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی قدرت مانتے ہیں اور مولوی فضل حق صاحب اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں مانتے۔

دوسرا فرق: مولوی فضل واقع کے خلاف کرنے پر قدرت نہیں مانتے جبکہ شاہ صاحب واقع کے خلاف کرنے پر قدرت مانتے ہیں، ایک ہوتا ہے کسی کا کام کرنا، اور ایک ہوتا ہے کسی کا کام پر قدرت رکھنا، مگر کام کرنے کی قدرت پر ہے؛ کام کرنے پر نہیں رتہ کرنا وہ دونوں مانتے ہیں۔

اب ہم پہلے دو مسئلوں پر روشنی ڈالیں گے:

[۱] کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت ہے کہ جو مخلوق اس نے پیدا فرمائی ہے اس جیسی مخلوق، دوبارہ پیدا فرمائے۔

[۲] شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ انسان اپنے مخاطب یعنی سائے

دالے سے واقع کے خلاف بات یا بیان کرنے کی قدرت رکھ نکلا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت
کیوں حاصل نہیں ہے؟

[۱] ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کی قدرت :

الذي خلقكم اذ انتم اعداء: اوليس الذي خلق السموات والارض بقدرته على ان يخلق مثلهم. بل هو الخالق العظيم.

ترجمہ کیا وہ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو قدرت نہیں رکھتا کہ پیدا کر سکے ان جیسی مخلوق، بے شک وہی پیدا فرمانے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور طاقت کا اظہار فرما رہے ہیں اور یہ ذہن نشین کرادے ہیں کہ جو مخلوق میں نے پیدا کی ہے اس جیسی (انسانی مخلوق) اور بھی پیدا کر سکتا ہوں، اس لیے لفظ ”مصلحہ“ فرمایا۔

ایک اور جگہ فرمایا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنَّ يٰسٰى يٰنٰهِيْكُمْ
وَيَاٰتِ تَخْلُقُ جَدِيْدًا وَمَا كُنْتَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (زمرہ: ۲۱، ۲۲)

(ترجمہ) کیا تدویر کاغذ تو نے تحقیق اللہ نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو خلق کے ساتھ، دیگر وہ چاہیے تو ہم سب کو ہلاک کر دے اور لے آئے کوئی نئی مخلوق اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

امام برازی اس بات کے تحت لکھتے ہیں :

والبعثي: أن من كان قادر على خلق السموات والأرض بالحق فيان يقدر على
المنافقون وأما بتهم وعلى إيجاد آخرين وأحيائهم كأول الأن القادر على
الاصحاب إلا عظم بأن يكون قادر على الأسهل الأضعف أولى قال ابن عباس
هذا الخطاب مع كفار مكة يريد أميتكم يا معشر الكفار وأخلق قوماً غيراً
منكم وأطوع منكم ثم قال (وما ذلك على الله بعزيز) (ابراهيم: ٢٠) أمتع
لما ذكرنا أن القادر على إغناء كل العالم وإيجاده بأن يكون قادر على إغناء
أشخاص مخصوصين وإيجاد أمثالهم أول وأخرى والله اعلم.

(تفسیر کبیر: ۳۳ سورۃ ابراہیم: ۱۰۱)

[ترجمہ] اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو ذات آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے پر قادر ہے اور وہی قوم کو مارنے اور دوسری قوم کو زندہ کرنے پر زیادہ قادر ہے، اس لیے کہ مشکل کام پر قادر ذات اس کام پر زیادہ قادر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کہ یہ مکہ کے کافروں سے خطاب ہے یعنی اسے کافروں میں تمہیں مار دینا گا اور ایک ایسی قوم کو پیدا کر دیں گا جو تم سے بہتر ہوگی، اور مسند میں ردوار ہوگی، پھر (امام رازی نے) فرمایا: (کہ یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل کام نہیں)۔ (ابراہیم: ۱۰۱) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ ایک پورے جہان کو ختم کر کے دوسرے جہان کو پیدا کرنے پر قادر ذات اس پر بھی قادر ہے کہ چند مخصوص افراد کو ختم کرے اور ان جیسے افراد کو پیدا کرے (بدرو جہاں بھی ہے) اور زیادہ لائق ہے مذہبن میں رہے کہ امام فخر الدین رازی کی تحقیق کے مطابق چند مخصوص افراد یا تمام مخلوق کو ختم کر کے اس جیسی مخلوق یا ان جیسے افراد پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے پہلے سے زیادہ آسان اور لائق ہے۔ واللہ اعلم

مختصر و تبصرہ:

یہ بات اہل حق میں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے طے کردہ یعنی کیے ہوئے کاموں کے خلاف پر قادر ضرور ہے اس نے خبر دی کہ فلاں بات ہوگی یا نہ ہوگی، اس کا خلاف بحال یا لذات یعنی قدرت سے خارج نہیں ممتنع بالظہر (نہ ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے) ہے یعنی اس نے ایسا جانا نہیں مگر نہ چاہی چیزوں پر قادر ضرور ہے۔

دیکھیے: اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ہر شخص ہدایت پر اور اللہ رب العزت کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ اچھے برے دونوں طرح کے لوگ ہوں گے، لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر شخص کو ہدایت پر لے سکتا تھا اس سے عاجز و مجبور نہ تھا ہر شخص ہدایت پر ہو یہ خلاف واقع ہے لیکن وہ ہر شخص کو ہدایت دینے پر قادر ضرور ہے، اور شاہ و باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى (اسجد: ۱۳)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو سجادیت ہر نبی کو اس کی راہ

بریلوی، جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم ہر شخص کو جبر اہدایت دینا چاہتے تو ہم پر ہر شخص کو نیک اور صالح بنادیتے اور دنیا میں کوئی شخص کافر اور فاسق نہ ہو جاتا، لیکن ایسا کرنا ہماری حکمت کے خلاف تھا۔ (تبارک القرآن: ج ۹ ص ۳۲۹)

ممكن بالذات یعنی تمام انسانوں کو ہدایت پر رکھنا اللہ کے اختیار اور قدرت میں تو تھا، لیکن متبع بالغیر یعنی ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اس لیے ہر شخص کو ہدایت پر نہ رکھا، اور یہ بات کہ ہر ہستی میں پیغمبر مبعوث ہو خلاف اصول ہے، لیکن کیا خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ ہر ہستی میں پیغمبر بھیجتا؟ ارشاد فرمائیے:

وَلَوْ شِئْنَا لَبعثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا. (اعراف: ۸۱)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہستی میں ایک ڈرمانے والا (یعنی نبی) بھیجتے۔ (لیکن ایسا نہ کیا، مگر اللہ یار نور اعتراف کرتا)

امام فخر الدین رازی کی تفسیر میں ہے:

كانه تعالى بين له انه مع القدرة على بعثه رسول ونذير في كل قرية خصه بالرسالة وفضله بها على الكل... ان الآية تقتضي مزج اللطف بالعنف لانها تدل على القدرة على ان يبعث في كل قرية نذيراً مثل محمد، وانه لا حاجة بالعصاة الإلهية إلى محمد التبعه (ولو) يدل على انه سبحانه لا يفعل ذلك لبا لنظر إلى الأول يحصل التعاديب وبالنظر إلى الثاني يحصل الإعزاز. (کبیر)

[ترجمہ] گویا کہ اللہ نے ان کے لیے یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس قدرت کے باوجود کہ ہر ہستی میں ڈرمانے والا اور نبی بھیجتا ہے، مگر ہمیں حضور مبعوث کرنا اس کے ساتھ خاص کیا اور آپ کو تمام انبیاء پر رسالت کے ذریعہ تعالیٰ بخشا۔۔۔ آیت ظاہر کرتی ہے سختی اور نرمی کے باہم ملنے کا اس لیے آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت پر کہ ہر ہستی میں ڈرمانے والا بھیجتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور رسالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت بالکل نہ تھی، ایسا اگر یہ رسالت

کرے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے، ایسی پہلی بات کی طرف دیکھتے ہوئے پتہ چلے گا
حاصل ہوتی ہے اور دوسری بات کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شرف حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ:

(۱) آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر کہ ہر بستی میں ڈرانے والا بھیجے گا (نبی)
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح۔ اور دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں (جیسا کہ
اوپر مذکور ہے)

(۲) اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے
۔۔۔ اور آپ سے تبلیغ دین کی مشقت کا بوجھ کم کر دیتے۔

(تبیان القرآن ج ۸ ص ۵۵۲ علامہ سعیدی رحمہ اللہ)
مخبر کتابوں کو نوک زبان کرنے سے وہ سرتپہ نہیں ملتا جو لفظ ایک جملے کو غور و فکر کی آنکھوں
میں جگہ دینے سے آتا ہے۔

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں
صاحب معنی کو صرف ایک لفظ کافی ہو گیا

تبصرہ:

جو ذات اس پر قادر ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہر بستی اور ہر
شہر میں نبی مبعوث فرما دے، کیا وہ ذات اس پر قادر نہیں ہے کہ آپ جیسا کوئی اور پیدا کر دے؟
ہاں جیسے آپ کی موجودگی میں ہر بستی اور شہر میں نبی بھیجتا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے
لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور وعدہ ختم نبوت کے تحت ایسا نہیں کیا، ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
جیسا کوئی اور پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے، لیکن وہ اپنے قوانین کے تحت ایسا کیا
نہیں کرے گا۔ واللہ اعلم

ایک حکایت پیش خدمت ہے:

ایک کپے بنانے والا اتفاق سے عطر فروشوں کے بازار سے گزرا، کچے چمڑے کی جو کاعادی
 تھا، عطر کی خوشبو برداشت نہ کر سکا اور غش کھا کر گر پڑا، لوگوں نے سوچا شاید گرمی ہو گئی ہوگی، کھنڈ
 (چمڑے) بلی قوت کے لیے استعمال ہوتا ہے) سٹکھانا شروع کیا مگر وہاں بجائے صحت کے اس
 کہات کے تخت کے مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی غش پر غش آنے لگے۔ اس کے چھائی کو
 اس واقعہ کی خبر ہوئی، اس (نے) علاج مخالف کو سن کر تعجب پایا اور تھوڑا سا بلی کا گوہر ہاتھ میں رہا کر
 دوڑا اور پاس آ کر یہ کہا کہ سب دور ہو جائیں، وہ لوگ ابھرنا دھڑکے، اس نے دو بلی کا گوہر
 اس کی ناک پر رکھا، گوہر کی بواحد رہو نیچے ہی مریض کو ہوش اور بھائی کی جان میں جان آ گئی۔

فرض اس رمان غ کو عطر سے دور سے اور بلی کے گوہر سے ہوش آیا، عطر سے تکلیف اور گوہر
 سے راحت ہوئی ایسے ہی کج میزجے عقلموں کو قرآن شریف اور اس کے مضامین سے نفرت اور
 کدورت ہوتی ہے، اور ان مضامین پر اٹھ جیسے فلسفہ، منطق وغیرہ سے رغبت اور فرحت ہوتی ہے،
 قرآن شریف میں بھی شاید اسی کی طرف اشارہ ہے، جو یہ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ نَحْلٍ مِثْلٍ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الزمر: ۲۱)
 بخل بہ کثیرا و یجہدی بہ کثیرا۔ (البقرہ: ۲۲)

[زجر] اور البتہ تحقیق ہم نے جان کی ہے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر مثال تاکہ نصیحت
 لکھیں۔

[زجر] گمراہ کرتا ہے اللہ اس مثال سے باتوں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے باتوں کو۔

یعنی مقصد یہ کہ اہل حق اور اہل باطل، اہل ہدایت اور اہل ضلالت میں فرق ہو جائے، قرآن
 اور اس کی تشریحات سب حق اور یمن ہدایت ہیں، صحیح المزاج اور سلیم الطبع اشخاص (یعنی اہل
 ایمان) کا جب ان تشریحات کو سنتے ہیں اور ان میں تفکر اور تامل کرتے ہیں تو ان کی ہدایت میں اور
 عقائد ہوتے ہیں، اور ان تشریحات (اور مضامین) سے ان کو صراطِ مستقیم اور حق کا راستہ خوب واضح
 ہو جاتا ہے، اور جن کی روح کا مزاج بالکل ناسد اور خراب ہو چکا ہے ان کو ان تشریحات (اور

مضامین) میں سے کوئی نفع نہیں ہوتا، بلکہ ان کی گمراہی میں اور زیادتی ہو جاتی ہے، فاسد الحوائج کو جس قدر بہتر غذا دی جائے گی اسی قدر اس کے فساد اور مرض میں اضافہ ہوگا۔

شب پر ال را با نقاب چہ کار شیر کو آ نقاب سے کیا کام
چہ عید عطر کر یک گہر غور گوہ کھاتے والا ذلیل کیڑا عطر کیا سو گئے
کرم بول دہرا ہار دانی نادانی کے موت گوہ سے پیدا ہوتا والا کیڑا
سے کے رسد تا جلف قرآنی قرآن کی باریکوں تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

بات دور چلی گئی، اس بحث میں یعنی قدرت خداوندی کے ایک انکاری جناب مولوی فضل حق خیر آبادی علوم منطوق میں ماہر جانے جاتے تھے، کیوں کہ منطق میں ان کے والد ماجد جناب مولوی فضل امام صاحب ماہر اور وقت کے گویا امام تھے، جناب مولوی فضل حق کے بارے میں مولانا رحمان علی لکھتے ہیں:

”میں نے ۱۳۱۵ھ میں (کہ اس وقت علامہ فضل حق خیر آبادی کی عمر باون سال کی تھی) بمقام کھنڑ مولوی فضل حق کو دیکھا کہ مدقہ نوشی کی حالت میں شہر خج بھی کھینچتے جاتے تھے اور ایک طالب علم کو ”افق الجبین“ (منطق کی مشہور و معروف کتاب) کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین میں کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔“

(تذکرہ ائمہ اہل باغی وحدود سن: ۱۳۰۸ھ مولوی فضل حق خیر آبادی رستہ حرم: عبدالشکور خان نومبر ۱۹۹۷ء)

منطق اور شہر خج دونوں کی حقیقت ہمیشہ خدمت ہے:

(۱) منطق: امام فخر الدین رازنی (متوفی ۶۰۵ھ) کی وصیت: (آپ فرماتے ہیں) میں نے طریق کلامیہ اور طرق فلسفہ کو دیکھا اور طریق قرآن کو بھی سمجھا مگر میں نے جو کچھ مدوہ و مدسرتی قرآن میں دیکھا تو وہ مجھے کسی طریقہ میں نہ ملا، کیونکہ قرآن کا خطاب قلوب یعنی دلوں سے ہے اور سمجھنا چاہتا ہے اور محکمین (منطق و فلسفہ کے ماہر یعنی) فلاسفہ کا خطاب معلوم سے ہوتا ہے اور ہر ماہر چاہتے ہیں (فلسفہ کا قطعی معنی علم وحکمت اور تحقیقی معنی دانائی کا عرب ذوالنا) جس سے طالب (یعنی مدعا میں) چپ کو ہو جائے مگر محکمین جیسے ہوتا۔ (کذا فی المطبوعات المجلدات المجلدات المجلدات)

ملفوظات شریف مرقعات: حصے ۱، ۲ مولوی فضل امام رشاد علی گنجی، صاحب شریعت علیہ السلام (ملتان)

مولوی عبدالشاہد خاں لکھتے ہیں:

”ایک روز علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی صدر الدین خاں طالب علمی کے زمانہ میں سب باتیں کرتے چلے آ رہے تھے، کہ شاہ ولی اللہ خاندان کے لوگ علوم دینیہ، حدیث، فقہ، تفسیر، وغیرہ صاف خوب جانتے ہیں مگر مقولات (عقلی علوم منطوق) نہیں جانتے یہ دونوں ابھی شاہ عبدالعزیز صاحب تک نہیں پہنچے تھے، کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ ایک پور یا مسجد سے باہر صحن میں ڈال دو اور ایک مسجد کے اندر بچھا دو، جب فضل حق اور صدر الدین آئیں تو ان کو وہیں صحن میں بٹھا دیا، ان کے آنے پر شاہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں سنی پڑ جانے کو جی نہیں چاہتا، اہلیت یہ بتائی جاتا ہے کہ کچھ معقولیوں (یعنی منطقیوں) کی خرافات میں گنگو ہو یہ دونوں فضل حق خیر آبادی اور صدر الدین اس میدان کے مرد تھے، فوراً بولے جیسے حضرت کی خوشی، شاہ صاحب نے فرمایا، کوئی مسئلہ، طاقت و رجحان اختیار کرو اور کمزور مجھے دو، گفتگو شروع ہوئی (سب دونوں حضرات) شکست تو کھا گئے لیکن یہ شکست روحانیت سے کھائی، شاہ صاحب نے فرمایا تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول (یعنی منطوق) نہیں آتی، ہم اس کو ناقص اور ادھیڑات سمجھ کر چھوڑے رکھا ہے مگر اس نے ہمیں اب تک نہ چھوڑا، اب تک ہماری قدم بوی کیے جاتی ہے۔ (س ۷۶، ۷۷)

نیز لکھتے ہیں:

جیسا کہ آپ نے ابھی اوپر یہ پڑھا ہے کہ جناب مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی تھوڑی سی حالت میں خطرناک بھی ٹھیکتے جاتے تھے، اور ایک طالب علم کو "افق السین" کا درس اس خرابی سے دیتے تھے۔۔۔ الخ۔

حضرت شیخ جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر کچھ لوگ شطرنج یا زرد کھیل رہے ہوں یا جوئے میں مصروف ہوں یا شراب پی رہے ہوں تو ان کو اسلام علیکم نہ کہے"۔ (غنیۃ الطالبین)

فطیل بن مسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قصر کے دروازے سے نکلے تو شطرنج کھیلنے والوں کو دیکھا ان کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کو صبح سے رات تک قید کر دیا افسوس کہ حوالہ۔ یاد نہ رہا۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں بریلوی کامذہب:

"وہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں نے استعانت (مدد و طلب) کی یا ٹوٹ ہی گیا ایک دروازہ (مکان) ایک دروازہ مضبوط کی"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم)

بریلوی مذہب کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوئے تھے، آپ نے فرمایا اے بیٹے! جب تم سوال کرو تو صرف اللہ سے کرو اور جب تم طلب کرو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو"۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے، مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہو کہ اس نے شرک نہ کیا ہو، جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگر چہ زنا چوری کرتا ہو، کہا اگر چہ زنا چوری کرتا ہو۔

(شرح مسلم، ج ۱، ص ۱۰۰)

نیز علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

”صرف اللہ کی طرف توجہ کرنا واجب ہے، اور جو شخص اپنی عبادات میں اور دعاؤں میں غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو اس نے ستر کوں سا کام کیا۔“ (تفسیر تیان القرآن: ج ۵ ص ۸۱)

قارئین! آپ نے مولوی فضل حق خیر آبادی کا حقہ اور شطرنج اور پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی اور اس کا مذہب پڑھا، فیصلہ فرمائیں کہ یہ مذکورہ دونوں حضرات کیسے ہیں؟ کیا علماء ربانی کی یہی صفات اور یہی عادتیں ہوتی ہیں؟ کیا ایسے لوگ رہبری کے مستحق ہوتے ہیں؟ جو لوگ خدا تعالیٰ اور اپنے پیدا کرنے والے اور پالنے والے کو چھوڑ کر اس کی مخلوق کو اپنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھیں، ایسے لوگ خدا تعالیٰ سے خوف کھائیں گے اور اس سے ڈریں گے؟

معلوم ہے حسینو! اس حسن کی حقیقت

ظاہر میں رنگ و بو ہے ہاتھ سڑے ہوئے ہیں

ماہانہ معارف رضا کراچی کے سرپرست پروفیسر مسعود احمد لکھتے ہیں:

”فاضل (احمد رضا خاں) بریلوی اپنے مہذب کے جلیل القدر عالم تھے مگر ملی حلقوں میں (ان کا) آپ ایک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا، بعد یہ تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نااہل (بہر اوقاف) ہے، چنانچہ ایک مجلس میں یہ راقم (مسعود) سوچا تو تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ ”مولانا احمد رضا خاں کے پیرو (ماننے والے) تو زیادہ تر جاہل ہیں، گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔“

(ترک مولات: ص ۵۷ پروفیسر مسعود صاحب)

الطیغہ:

دہلی میں ایک شاعر حضرت بیدل گزرے ہیں، وہ اپنی زندگی کے واقعات میں لکھتے ہیں:

”ایک دفعہ میں بریلی کا پاگل خانہ دیکھنے گیا کہ ایک صاحب وہاں صاف سحر الہاس پہنے ایک چوڑے پر بیٹھے تھے، دیکھنے میں مہذب اور معزز معلوم ہوتے تھے، میں نے اس خیال سے کہ یہ مجھے کوئی افسر ہوں گے، بڑے ادب سے سلام کیا، مگر انہوں نے جواب دینے کے بجائے اپنا رستا پھیر لیا، میں سمجھا لیکن ہے آداب سے کوتاہی ہوئی ہو، میں نے دوسری طرف ہو کر پھر آداب

بجایا، لیکن انہوں نے پھر رخ پھیر لیا، تیسرے رخ کو کر میں اپنا عمل و کردار تھا، کہ انہوں نے بڑے غصہ میں میری طرف دیکھ کر کہا: کیا آداب آداب لگا رکھی ہے، جانتے نہیں ہو سستی کوں ہوں؟ اس کا یہ کہنا تھا کہ سامنے کے جنگل سے آواز آئی، یونہی غلط کہتا ہے، میں نے اسے گھر بیجا، ہیدل صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ شخص بلور زاروں کا کھڑا خدا بنا بیٹھا تھا۔

(کاروان احمد)

طراح اس کا بھی کچھ غم جانتا ہے کہ نہیں

مریض اور مرض کے مابین بھی ایک رشتہ ہے، دور جب تک جسم کے ساتھ رشتہ ہے، یہ بڑا قائم رہتا ہے، اس دوران مرض کبھی جسم پر غلبہ پالیتا ہے، اور کبھی جسم مرض کو مات دے دیتا ہے، لیکن جن امراض کا دل و دماغ پر قبضہ ہو جاتا ہے، وہ قبر کی لحد تک جسم کا تعاقب کرتے لیا واپس میں سرائے، مایلوپیا، ہسپان اور وہم ہیں، یہ دو مافی الامراض ہیں جو آدمی کو عقل و خرد سے دور لے جا کر جنون کے دیوانوں میں پھینک دیتے ہیں، انہیں سے انہیں انہیں دبوچتا ہے، اور اچھے بارغ دکھاتا ہے کہ آدمی آدمیت سے ماورئی ایسی حرکات کرنے لگتا ہے کہ پھر انہیں بھی جھوٹا بنا دیتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے: شاہ محمد اسماعیل خمیہ پر کیا کیا ظلم و ستم کیے۔

ملاحظہ فرمائیں جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”امامِ خانقاہ نے امتناع بالکفر محض بتقریب مانا، حقیقتاً اس کا مذہب جوازِ قوی ہے۔ (نظم اسرار)

ص ۸۰ از جناب احمد رضا خاں (لغت اللہ علی الکلفہ ہیں۔

مطلب یہ کہ شاہ صاحب صرف دُر کی وجہ سے ظاہری طورِ جھوٹ پر خدا کی قدرت مانتا ہے، اختلاف

اس کا مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (معاد اللہ) جھوٹ بولتا ہے۔

جناب احمد رضا خاں دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”اور اب تم نے کذاب الہی کو زیرِ قدرت مانا تو حقیقتاً ہر خبر میں احتمالِ کذب ہو اسی اور یہ کہ خبرِ الہی

یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر نہ کبھی بولا نہ بولے، اس یقین کی طرف

کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ کلام الہی سے خود ایک کلام ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ یہی وجہ کذب صادر ہوئی، پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا، جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہوا۔۔۔
ارجح۔ (ملک السیاح: ص ۲۲)

خلاصہ و تشریح:

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں صاحب فرماتے ہیں:

”جب تم نے جھوٹ پر خدا کی قدرت مانی تو عقلاً خدا کی ہر بات میں جھوٹ کا شک پیدا ہوا، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کی بات یہ یقین دلائے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر پورا نہیں اور نہ بولے گا، اس یقین دلانے کا بھی کوئی بھروسہ نہیں کیونکہ یہ یقین دلا کہ بھی اللہ کی بات سے ایک بات ہوگی، ہو سکتا ہے کہ جھوٹ کی وجہ سے کہی گئی ہو، پھر کس طرح ہم یقین کر سکیں کہ جو جھوٹ بولنے پر قادر ہے وہ جھوٹ نہ بولے۔“

اس عبارت میں خاں صاحب بالکل صاف طور پر ظاہر ہو گئے ہیں، و ہتقول شخصے ”ان میں یہ مرض بھی تھا کہ اپنے مخالفین کی عبارات کا اپنی طرف سے معنی اور مطلب بنا کر ان پر سوچتے تھے، کہ دیکھو فلاں نے یہ لکھا ہے، اور فلاں نے یہ کہا ہے۔“

جواب:

اگر قدرت کی تشریح یہی ہے جو جناب احمد رضا خاں نے بیان کی ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کی تشریح کیا ہوگی جس میں حضور ﷺ اور صحابہ کو خطاب ہے اور شائد فرمایا:
قُلْ لَا يَكْفِيكُمْ مِنْ اللَّهِ حَافِظٌ وَمَا آتَاكُمْ اللَّهُ فَخَالِكُمْ عَظِيمٌ (الافال: ۶۸)
[ترجمہ] اگر پہلے سے تمہارا کھانا ہوا، تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کی وجہ سے عذاب ہوتا۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح مسلم بروایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل ان کفار کو گھست دی اور مشرکوں کے ستر آدمی مارے گئے، اور ستر آدمی قید ہوئے تو حضور اکرم

مسئلہ پہلے نے ان قیدیوں کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان سے قیدیہ سئلے لیا جائے۔۔۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے مشورہ فرمایا۔۔۔ میں نے عرض کیا۔۔۔ میری رائے یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا سبھا۔۔۔ آپ نے ان سے قیدیہ سئلے لیا۔۔۔ پھر دوسرے دن جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے قریب ہیں، اور دونوں رورہے ہیں۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رورہے ہیں کہ تمہارے یا اذن پر نہ یہ اپنے کے سلسلے میں بلاشبہ میرے آگے اس درخت سے قریب عذاب ظاہر کیا گیا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر ہم پر عذاب اترتا تو پھر عمر کے کیا نجات نہ پاتا۔ (معارف النبی ۳: ج ۱ ص ۱۷۶-۱۷۷)

قادر مکن:

اللہ تعالیٰ نے جو عذاب حضور ﷺ پر ظاہر فرمایا: کیا اس عذاب کو نازل کرنے کا قدرت اللہ تعالیٰ کو تھی یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو نازل کرنے کی بھی قدرت تھی اور نہ نازل کرنے کی بھی قدرت تھی، دونوں قدرتیں تھیں۔

پس جناب احمد رضا خاں کے قانون اور قاعدے کے تحت جواب بیان ہوا ہے، ہو سکتا ہے (معاذ اللہ) کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ عذاب کس وقت نازل فرمادیں، کیونکہ جناب احمد رضا خاں کے نزدیک قدرت وہی ہے، جس سے عمل کا ظہور لازمی ہو، اور جس کا صدور یقینی ہو، وہ قدرت کیا ہے جس کا صدور نہ ہو، جیسا کہ اس نے کہا ”پھر کونسا ذریعہ اور ذوق رہا جس کے سبب عقل فہم کر سکے یہ جو قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہو۔“

دوسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِذْ لَكَ قُلُوبُكَ ضَعُفٌ الْخَيُوفَةُ وَضَعُفٌ الْبَسَابِ (سردیکل: ۷۵)

[ترجمہ] اگر آپ ایسا کرتے تو اس وقت ہم آپ کو بچھڑاتے دو گنا عذاب دنیا میں دو گنا عذاب موت کے بعد۔

”ہم سے حضور ﷺ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جتنا کوئی زیادہ عزیز ہوتا ہے، اتنا ہی اس کی معمولی سی معمولی لغزش ناقابل برداشت ہوتی ہے۔“ (غیام القرآن: ج ۳ ص ۶۷۶/۶۷۷ از جرح و کرم شاہ)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب دینے کی دھمکی اور قدرت بیباک کی گنجی ہے، اگر اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے کی قدرت نہ تھی تو پھر اس عذاب کی دھمکی قرآن مجید میں کیوں بیان فرمائی؟ یس چنانچہ احمد رضا خاں بریلوی کے عقیدہ کے مطابق جیسا کہ اس نے اوپر کہا ہے یعنی ”اور اب تم نے کذب الہی (یعنی عذاب الہی) کو زیر قدرت مانا تو عقلاً ہر خبر مسیحی احتمال کذب (یعنی ہر خبر میں عذاب کا شک) ہوا ہے، ”پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کر سکے کہ یہ جو (عذاب) قدرت الہی میں تھا واقع نہ ہوا۔“

تیسری مثال:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وكان الانسان عجولا (اسرائیل: ۱۱)۔

[ترجمہ] اور انسان بہت جلد باز ہے۔

”ابام مسلم“ (دہلوی) نے حضرت ابو ہریرہؓ [رضی اللہ عنہ] سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! محمد صرف بشر ہے بشر کی طرح غضب ناک ہوتا ہے، اور میں تجھ سے یہ جہد کرتا ہوں اور تو اس عہد کے خلاف نہ کرتا، کہ میں جس سوگن کو بھی اذیت دوں یا ہر اکوین۔۔۔ تو اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ کر دے۔۔۔ الخ۔“ (تبیان القرآن: ج ۶ ص ۶۵۵/۶۵۶ از سعیدی)

شارحین: اتمام انبیاء و کرام علیہم السلام اور حضور ﷺ خصوصاً غلام بات کہنے پر قدرت رکھتے ہیں یا نہیں، اگر کہو کہ نہیں دیکھتے تو پھر وہ انسان نہ ہوئے، اور جب انسان نہ ہوئے تو نبی بھی نہ ہوئے کیونکہ بریلوی جماعت کے مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

عقیدہ: نبی وہ انسان مرد ہیں، جن کو اللہ نے احکام شریعہ کی تبلیغ کے لیے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیں انسان اور اور نہ عورت۔ (جاوا لکھی: ص ۱۷۱)

جب سب نبی انسان ہوئے اور ان میں غلط بات کہنے کی قدرت نہیں ہے تو پھر دوسری قسم انسانی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (معاذ اللہ) زیادتی ہوئی مطلب یہ کہ اگر دوسرا انسان کو غلط بات کہنے یعنی ان کو جھوٹ پر قدرت نہ ہوئی تو وہ بے چارے عذاب سے بچ جاسکتے۔ قدرت ہوئی نہ جھوٹ بولتے، اور نہ عذاب کے مستحق ہوتے، اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر غلط بات کہنے کی اللہ نے قدرت رکھی ہے تو پھر جناب احمد رضا خاں بریلوی کے قانون اور عقیدہ کے مطابق کیا بھروسہ اور یقین ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جھوٹ نہ بولیں، جب ان کا جھوٹ بولنا جناب احمد رضا خاں کے قانون اور عقل اور عقیدہ نے ثابت کر دیا تو پھر کیسے یقین کیا جائے کہ (معاذ اللہ) دین اسلام چاند ہے، یا جھوٹا مذہب ہے، اور خدا خاں کے قانون اور عقیدہ نے جب کذب انبیاء کو زیر قدرت مانتا تو عقلاً (ان کی) ہر خبر سبیل جھوٹ کا شک ہو اسی، پھر کونسا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرے کہ جو (جھوٹ) قدرت انبیاء میں تھا، واقع نہ ہوا؟ یوں کہوں کہ بجا اور درست سب سچ ہے اور کیا کہوں۔۔۔ عقلاً

وہ حضرت دیکھ لی کند ذہنی آپ کی

خوب ہوگی بہتروں میں قدر دانی آپ کی

سبحان اللہ! کیا خدا کی قدر دانی ہے، قربان جائے ایسے حضرات کے جس کو اس کی بھی خبر نہیں کہ ہم کیا کہتے ہیں اور اس کا انجام کیا نکلتے گا۔

جناب احمد رضا خاں خدا کی قدرت کی کیسی کیسی تشریح فرماتے ہیں:

وہ لکھتے ہیں:

”جو کام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہرگز اس پر جزم (پختہ یقین) نہیں کر سکتا کہ وہ بھی اسے کرے گا۔۔۔ زید قسم کھائے کہ میں اس سال ہرگز سفر نہ کروں گا، تاہم دوسرا اگر صدق زید کا کیا

یہ اعتقاد رکھنے والا جو قسم نہیں کھا سکتا کہ یہ اس سال یقیناً سفر نہ کرے گا، اگر (قسم) کھائے تو سخت جرمی و بے پاک اور عقلمندوں کی نگاہ میں ہلکا ٹھہرے گا، وجہ کیا ہے وہی کہ غیب کا حال معلوم نہیں کہ بات سچی ہی ہو۔۔۔ اور اب تم نے جھوٹ بولنے پر اللہ کی قدرت مانی تو عقلاً ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی، رہی یہ بات کہ اللہ کی خبر یقین دلائے کہ اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ بھی بولانے بولے، اس یقین پر بھی کوئی راد نہیں کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بات ہوگی، تو عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوئی ہو۔ (سفر المسوح: حصہ ۲)

تشریح:

جناب احمد رضا خاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح احمد رضا جھوٹ بولنے پر قدرت رکھتا ہے تو دوسرا آدمی ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ جناب احمد رضا خاں نے کبھی سچ بولا ہو، مثلاً احمد رضا خاں نے حرمین شریفین سے علماء دارالعلوم دیوبند کے حشلاف من گھڑت کفر کا فتویٰ لپایا، اب اگر اس فتویٰ پر احمد رضا خاں کی جماعت قسم کھائے کہ واقعی یہ ہمارے امام نے ایسا ہی کیا ہے تو عقلمندوں کے نزدیک احمد رضا خاں کی جماعت لکھی بے وقعت ٹھہرے گی، وجہ کیا وہی کہ غیب کا حال جماعت کو معلوم نہیں کہ جناب احمد رضا خاں کا فتویٰ سچا ہی ہو۔

اب بریلوی جماعت نے جھوٹ بولنے پر احمد رضا خاں کی قدرت مانی تو عقلاً (اس کی) ہر بات میں جھوٹ کا شک ہو اسی، رہی یہ بات کہ احمد رضا خاں کی بات یقین دلائے کہ احمد رضا خاں جھوٹ بولنے پر قادر ہے مگر نہ کبھی بولانے بولے، (احمد رضا خاں) کے اس یقین پر بھی کوئی راد نہیں کہ (انہوں نے علماء دارالعلوم کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کیا واقعی سچا ہو؟ کیونکہ عقلاً ممکن کہ جھوٹ کی وجہ سے صادر ہوا ہو، اللہ مجھے معاف فرمائے۔

معصیت کی تہارت ہوتی ہے تہ خاتون میں
تاسوں کے سوارے چلتے ہیں تقدیر کے بارہ خاتون میں
جب غیرت ہی اللہ تعالیٰ غالب کیا کسی کا گلہ کرے کوئی

کیا حرے کی بات ہے کہ برا کہیں اور وہیں کو اور برائی فلے آپ کی
 خاک ڈالنے والے کی لیاقت کاہر ہوگی
 چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا تو کیا نقصان
 یوں عہدہ برائی کی اُمید نہ تھی
 ناچار یہ طریقہ اختیار کیا اور یوں اپنے جوہر اگلے

[۲] کیا واقعی انسان کی طرح اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف کر سکتا

ہے؟

جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”ہذا میں اول امام دہلوی (شاہ اسماعیلی شہید) کی اول ہے جو دیکھ کر کہ اگر کذب الہی محال
 ہو، اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر
 قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا
 ممکن ہو۔“

جناب احمد رضا خاں مذکورہ عبارت کے جواب میں لکھتے ہیں:

”یہاں بھی وہ چیزیں ہیں: ایک: کذب انسانی وہ قدرت انسانی میں بھارت ہے، اور قدرت ربانی میں
 حقیقتہً وہم: کذب ربانی اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی تو انسان کی قدرت کس بات میں
 سزا اللہ موبی بھارت کی قدرت سے بڑھ گئی۔“ (ملک السورج: ص ۳۳، ۳۴) احمد رضا خاں دہلوی
 اشاعت ۱۳۵۷ھ مطبعہ اہل سنت و جماعت واقعی بریلی میں چھپ کر شائع ہوا۔

تاریخیں: اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جناب احمد رضا خاں نے خود مسئلے کو حل کر دیا
 وہ اس طرح کہ جب اس نے یہ تسلیم کر لیا کہ ”کذب انسانی قدرت ربانی میں حقیقتہً“ اب باقی
 صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کذب انسانی پر اللہ تعالیٰ کس طرح قادر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ انسان سے کس
 طرح جھوٹ بھارتا ہے، اور اللہ کو اس پر کس قدر قدرت ہے؟

اگر ریاضی جماعت کے علماء حضرات میرے اٹھائے ہوئے اس سوال کو حل کروں تو ہو سکا ہے کہ اختلاف ختم ہو جائے۔

کیا ہر الفاظ انسان اپنے من یا زبان سے نکالتا ہے یا اور کرتا ہے، اس طرح کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہیں یعنی بعینہ وہی الفاظ اللہ تعالیٰ اور کرنے سے (بمعاد اللہ) عاجز ہے۔
جناب احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال و اقوال جناب باری تعالیٰ کے مخلوق ہیں: **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى ذُو الْجَلَلِ الْإِكْبَرِ وَمَا تَعْبَهُونَ**۔
[ترجمہ] اتم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انہیں کا صدق کذب کھرا یا مان جو کچھ ہے سب اسی کا پیدا کیا اور اسی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے۔
(سکینہ المصنوعہ: ۱۳۳ از احمد رضا خاں)

مختصر تبصرہ:

احمد رضا خاں کی مذکورہ بالا تحریر کے مطابق جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے جھوٹ بلوانے کا ارادہ فرماتا ہے تو جب تک وہ جھوٹ اللہ کی قدرت اور اس کے ارادہ اور علم میں نہ ہو تو وہ کیسے انسان سے جھوٹ بلواتا ہے؟ جب انسان کے جھوٹ بلوانے پر اللہ کی قدرت ثابت تو باقی کون سے جھگڑے کی بات رہ گئی، قرآن مجید میں ہے:

إِنْ هَذَا إِلَّا مِصْرُ يَئِيسَرُ - إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْيَاسِرِ (المائدہ: ۲۴)

[ترجمہ] یہ تو وہی جاوہ ہے اگلوں سے سیکھا۔ یہ نہیں مکر آدی کا کام۔

مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

”تمہیل اسے کہ ولید (بن مغیرہ) خود بھی اپنے کو اس کیوں میں جھوٹا سمجھتا تھا، کیونکہ حضور انور ﷺ کے مغلک میں ہی رہے اور مکر معظمہ میں نہ جاوہ گر تھے، نہ وہاں جاوہ کا زور تھا، پھر حضور انور ﷺ نے کہا سے جاوہ سیکھا اور کہاں سے سیکھا، کب سیکھا، ان باتوں پر خود اس کا ضمیر اذیت کرتا تھا۔“

(غور بصر کان میں ۵۹)

قارئین! غور فرمائیں جو کچھ جھوٹ اور الزام ولید بن مغیرہ نے بکا وہی جھوٹ اور الزام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دہرایا ہے، یعنی جو کچھ ولید نے کہا وہی کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیز جناب احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فرمان یعنی ”انسان کا صدق کذب سب اسی کا بیجا کہنا ہوا ہے“ سے ثابت ہوا کہ جو کچھ ولید بن مغیرہ نے کہا اس کے دماغ میں وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے ڈالا، تو اللہ تعالیٰ کا اس جھوٹ یا بکواس پر ولید بن مغیرہ سے پہلے قادر ہونا ثابت ہوا۔ (الحسب باللہ) واللہ اعلم مزید تفصیلات آگے ملاحظہ فرمائیں۔

صفات باری تعالیٰ کی مختصر حقیقت:

اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے ملتی جلتی ہیں اور کچھ صفات ایسی ہیں جو انسانی صفات سے نہیں ملتی۔ مثلاً:

انسان موتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں موتا، انسان کھاتا پیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کھانے پینے سے پاک ہے، انسان کے ساتھ ضرورتیں لگی ہوئی ہیں مگر اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے بے نیاز ہے، انسان شادی، بیاہ، نکاح سب کچھ کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک ہے، مگر یہ صفات ایک جیسی ہیں مثلاً:

انسان دیکھتا ہے اللہ کے دکھانے سے اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے دیکھتا ہے، جو اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان سنتا ہے اللہ تعالیٰ کے سنانے سے مگر اللہ تعالیٰ سنتا ہے اپنی قدرت سے، جیسا سنتا اس کی شان کے لائق ہے۔ انسان جانتا ہے اللہ تعالیٰ کے بتانے اور سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ اپنی ذاتی علم سے جانتا ہے۔ انسان بولتا ہے اور بات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ادائیگی ہوئی قدرت اور طاقت سے اور اس کے سکھانے سے مگر اللہ تعالیٰ کام کرتا ہے اپنی قدرت سے جو اس کی شان کے لائق ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام:

مقرر اور اہل سنت کا اللہ تعالیٰ کی باقی صفات کے علاوہ صفت کلام میں بھی شدید اختلاف ہوا جس سے ”قرآن“ مخلوق ہے کا مسئلہ کھڑا ہوا اور امام احمد بن حنبلؒ کو جیل میں جانا پڑا اور کوڑے کھانے پڑے۔

چنانچہ شرح عقائد میں مذکور ہے:

والمعترلة لما لم يمكنهم انكار كونه تعالى متكلماً فذهبوا الى انه متكلم بمعنى ايجاد الاصوات والحروف في محالها، او ايجاد اشكال الكتابة في اللوح المحفوظ وان لم يقرء على اختلاف بينهم والى خبير بان المتحرك من قامت به الحركة لا من... اوجدها والا ليصح اتصاف الباري بالاعراض المخلوقة لله تعالى والله تعالى عن ذلك علواً كبيراً.

(شرح ملاحظہ فرمائی: ۲۳۸۸ ناشر سعید سمیعی کراچی)

[ترجمہ] اور معترزلہ کے لیے جب اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا انکار ممکن نہ ہو سکا تو وہ اس بات کی طرف گئے کہ اللہ تعالیٰ حروف و اصوات کو ان کے اپنے اپنے محل میں موجود کرنے یا اشکالی کتابت کو لوح محفوظ میں موجود کرنے کے معنی میں حکم ہے اگرچہ اسے بڑھائیں کیا یہ مسئلہ ان کے درمیان اختلاف نہ ہے اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ متحرک وہ ہے جس کے ساتھ حرکت قائم ہو نہ کہ وہ شخص جو حرکت کا موجب ہو، ورنہ باری تعالیٰ کا ان اعراض کے ساتھ بھی متصف ہونا لازم آئے گا جو اس کی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند بالاتر ہے۔

مختصر خلاصہ تشریح:

حکیم یعنی بات کرنے والا، مقرر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حروف اور آواز کو ان کے اپنے اپنے شکلوں میں مثلاً طور یا شجرہ موسیٰ میں موجود کر دیتا ہے:

وَمِنَ الشَّجَرِ قَانٍ يُتَوَسَّلُ بِهِ إِلَى آكَافِ النَّعْرَةِ الْعَالِيَةِ. (القصص: ۳۰)

[ترجمہ] درخت میں سے (آواز دے گئے) کہ اے موسیٰ یقیناً میں ہی اللہ ہوں سارے جہانوں کا۔

یا کلام کے حروف ان کے کل مثلاً لسان جبرئیل یا لسان نبی میں موجود کر دیئے۔

معقولہ کی یہ تاویل یا تشریح قاعدہ لغت کے خلاف ہے، اسی طرح حکلم بھی ہوگا، جو معرفت کلام سے متعصّف ہو نہ کہ وہ جو دوسروں میں ایجاد کرے، اس کو حکلم نہیں کہتے، پس مذکورہ عیو سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی حکلم یعنی بات کرنے والا مگر اپنی شان کے لائق اور انزال بھی حکلم۔

مثال۔۔۔ [۱]

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ. (المعین: ۱)

[ترجمہ] پڑھا اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

یہ سب سے پہلی آیت ہے، فرشتے نے آکر کہا، پڑھا آپ ﷺ نے فرمایا، میں قریح عاجز نہیں ہوں، فرشتے نے آپ ﷺ کو پکار کر زور سے بھینچا، اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ جبرئیل امین نے بھی پڑھا اور حضور ﷺ نے بھی پڑھا، کیا اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا، جس طرح معقولہ کہتے ہیں، کہ جبرئیل میں آواز یا حروف کہ موجود یعنی کہا یا پیدا کر دیئے، اگر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے لائق پڑھا تو پھر اللہ تعالیٰ سے کلام کا صادر ہونا یعنی اپنی شان کے لائق بات کرنا ثابت ہوا، اگر ایسا نہیں تو پھر وہی معقولہ والی بات صحیح ہوئی۔

مثال۔۔۔ [۲]

فَقَالَ آكَافُ تُكْمِلُ الْأَعْمَلُ. (الفرغ: ۲۳)

[ترجمہ] (یعنی فرعون نے کہا) تم سب کا رب تم ہی ہوں۔

فَقَالَ رَبِّ إِنِّي أَخْلَعُ. (حمود: ۳۵)

[ترجمہ] کہا (نوح نے) میرا رب میرا بیٹا تو میرے گھروالوں میں سے ہے۔

قَالَ يٰ نُوْحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ. (حمود: ۳۶)

[ترجمہ] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نوح یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں۔

فَاتَّخِذْ! پہلی آیت (النزعۃ: ۲۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کے الفاظ دہرائے ہیں یعنی

جو بات فرعون نے کی وہی بات اللہ تعالیٰ نے کی، اور دوسری آیت (حمود: ۳۵) میں اللہ تعالیٰ

نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو دہرایا یعنی جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے بات کی بعینہ اسی

طرح اللہ تعالیٰ نے بات کی، ان مثالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جس طرح انسان بات کرتا ہے، اللہ

تعالیٰ بھی اسی طرح بات کرتا ہے، تیسری آیت (حمود: ۳۶) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام

کے بیٹے کا انکار فرمایا کہ ”یقیناً وہ تیرے گھر سے نہیں ہے۔“

حالانکہ وہ ان کا بیٹا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تیرے گھر سے نہیں ہے، تو ظاہر اللہ تعالیٰ

کی بات خلاف واقع ہوئی، یعنی واقعہ کے مطابق یہ ہے کہ ”إِنِّي أَخْلَعُ“ میرا بیٹا میرے

گھروالوں میں سے ہے اور واقعہ کے خلاف یہ ہے کہ ”إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ“ یقیناً وہ تیرے

گھر سے نہیں ہے۔

گو اللہ تعالیٰ نے بد اعمال یا کفر کی وجہ سے یہ فرمایا کہ وہ تیرے گھر سے نہیں ہے لیکن بات تو

واقعہ کے خلاف ہے، یہی مثال شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے فرمائی، کہ ایک انسان اپنے

طالب یعنی سامنے والے سے واقعہ کے خلاف بات کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت کیوں

حاصل نہیں کہ وہ فرشتہ یا نبی کے سامنے ایسی بات کر سکے۔

قدرت کی تشریح:

ولا يخرج عن علمه قدرته شئ لان الجهل بالبعض والعجز عن البعض نقص

والافتقار الى مخصص مع ان النصوص القطعية ناطقة بعموم العلم وشمول

القدرة فلهو بكل شيء عليم وعلى كل شيء قدير لا كما يزعم فلاسفة من النظم يعلم الجزئيات ولا يقدر على اكثر من واحد. والدعوى انه لا يعلم ذاته والنظام انه لا يقدر على خلق الجمل والقبح. والبلغي انه لا يقدر على مثل مقدور العبد وعامة المعتزلة انه لا يقدر على نفس مقدور العبد.

(شرح العقائد النسفی: تحت العنوان "ولا يخرج عن علمه وقدرته شيء")
اور کوئی بھی شے اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ بعض چیزیں اس سے باہل ہوتی ہیں جیسا کہ بعض چیزوں سے عاجز ہونا یعنی قدرت نہ رکھنا نقص ہے، اور دوسرے کی طرف متجاوز لازم ہے، علاوہ اس کے آیات قرآنیہ اس کے علم و قدرت کے عام ہونے کا اعلان کر رہی ہیں، لیکن وہ ہر شے کا علم رکھتے والا اور ہر شے پر قدرت والا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ جزئیات یعنی چھوٹی چھوٹی چیزیں کو نہیں جانتا اور نہ وہ ایک سے زائد پر قدرت رکھتا ہے، اور جیسا کہ دوسرے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ذات کو نہیں جانتا، اور جیسا کہ نظام کہتا ہے کہ وہ جمل اور جمل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں اور جیسا کہ اٹنی نے کہا کہ وہ بندے کے مقدور کے مثل پر قادر نہیں ہے اور جیسا کہ عام معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ بھٹ اس چیز پر قادر نہیں جو بندہ کا مقدور ہے۔

مذکورہ عبارت میں پانچ گروہوں کا رد ہے:

(۱) فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں، مثلاً انسان ہے اس کا تو علم ہے اگر اس کے اندر یا اس سے ہونے والی روزانہ کی چھوٹی چھوٹی چیزیں اور کاموں کا علم خدا تعالیٰ کو نہیں، وہ اس لیے کہ ان میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، اگر خدا کے علم میں بھی تبدیلی ہوتی رہے تو یہ نقص ہے، کیونکہ جس طرح اس کی ذات میں تبدیلی نہیں اسی طرح اس کی صفات میں بھی تبدیلی نہیں۔

(۲) دوسرے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو نہیں جانتا۔

(۳) جیسا کہ نظام ہے، اس کا نام ابراہیم بن سيار مختاری ہے، یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمل اور جمل یعنی برائی کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔

(۴) ولا کہا یزعمہ البلیغی، ان کی کثیت ایسا القاسم ہے اور یہ قسمی کے نام سے مشہور ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جس چیز پر بندہ قادر ہے اس کی شکل پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں۔

(۵) ولا کہا یزعمہ معتزلہ۔ مثلاً ابو علی جبائی وغیرہ کا قول ہے، جس چیز پر بسندہ کو قدرت ہے، اس چیز پر اللہ تعالیٰ کو قدرت نہیں۔ (شرح اٹھارہ نسخی)

پند ضروری وضاحتیں:

(۱) قرآن مجید میں ہے:

وَاَعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرہ: ۲۵۵)

[ترجمہ] اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنا اور جانتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنَّا لَنَعْلَمُ اَنْتُمْ بَصِیْرٌ۔ (البقرہ: ۱۱۰)

[ترجمہ] اے قلم اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

وَلَا تُفۡسِدُوْا مَا تَعۡمَلُوْنَ۔ (المائدہ: ۸۷)

[ترجمہ] اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

خیال رہے کہ انسان گالی دیتا اور گالی سننا بھی ہے اور گانا گاتا اور سننا بھی ہے، یہ تمام کے تمام کام یا سنا جیسے اور برائی کے کام ہیں، کیا اللہ تعالیٰ انسان کی طرح نہیں سننا؟ سننا ہے بلکہ انسان کی نسبت بہت بہتر سننا ہے، لیکن باوجود بہتر سننے کے یہ سننا اللہ تعالیٰ کے لیے برائی نہیں ہے اور انسان کے لیے برائی ہی برائی ہے۔

انسان دیکھتا ہے، انسان برائی کو بھی دیکھتا ہے، اور انسان کے لیے برائی دیکھنا گناہ کے کام ہیں، ایک انسان کو دوسرے انسان کی شرم گاہ دیکھنا منع اور گناہ ہے، اسی طرح عورتیں اونٹنی تو کیا لکڑی برائی کا چیزیں اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں، یہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی برائی نہیں ہے۔

تمیز:

انسان کی طرح برائی کی چیزیں دیکھنے کی بھی اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل بلکہ بہتر حاصل ہونے کی بھی قدرت حاصل، انسان کے لیے برائی مگر اللہ تعالیٰ برائی سے پاک و صاف و اور انسان سے بہتر اور مکمل قدرت حاصل۔

(۲) قرآن مجید میں ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ بَشَاتًا شَيْئًا (النساء: ۴۰)

[ترجمہ] بے شک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔

بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

"اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی قائم ہوا کہ باری تعالیٰ سے ظلم ممکن نہیں، شرعاً فقہاً کبرئیں ہے۔"

"لَا يَظْلِمُ اللَّهُ تَعَالَى بِالْقُدْرَةِ عَلَى الظُّلْمِ لِأَنَّ الْمَحَالَّ لَا يَدْخُلُ تَحْتَ الْقُدْرَةِ"

[ترجمہ] باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کیا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا۔

(محکم دلائل: ص ۱۱۳)

بھان اللہ کیسا پیارا فتویٰ ہے؟

جس چیز پر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں وہ کام انسان سے کیسے کرائے گا، مثلاً ایک انسان دوسرے انسان کا گلوہا کر اُسے مار دیتا ہے، اور اس کا یہ فعل ظلم کہلاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ ایسا ظلم کرنے تو ظلم نہیں، جب اللہ تعالیٰ کے تمام کام پر سے نہیں جو کچھ وہ کرے، مالک حقیقی ہے، اسے سب اختیار ہے تو پھر یہ کیوں کر کہا جائے گا کہ (معاذ اللہ) وہ ظالم ہے، ہاں قدرت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ ظلم کیا ہے؟

اولاً: ظلم کے معنی ہیں کسی دوسرے کی ملک میں دخل دینا، اور تصرف یعنی اختیار استعمال کرنا، اپنے حاکم کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ پر ظلم کا لفظ صواب آسکتا ہے، جب بندوں یا اس کی دوسری مخلوق میں سے کوئی چیز اس کی ملک سے خارج اور باہر ہو یعنی کسی چیز کا مالک نہ ہو یا اس پر کوئی زبردست طاقت حکمران ہو، ہر ایک شخص جانتا ہے کہ انسان اپنی اپنی

جہاں میں جس طرح چاہے تصرف کرے یعنی اختیارات استعمال کرے، مثلاً کچرا اچھاڑ دے، آگ میں جلا دے یا کسی کو دیدے، اب ظلم پر خدا تعالیٰ کو قدرت حاصل ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنی؟

ثانیاً: پوری کائنات اس پر متفق ہے، اگر آپ نے بلا وجہ کسی کو چلتے چلتے پھرا مار دیا تو جرح بھی دیکھے یا سنے گا وہ یہی کہے گا کہ آپ نے یہ ظلم کیا، اگر یہی فعل اللہ تعالیٰ کریں تو اس کا نام ظلم نہیں، کیونکہ بلا جرم سابق وہ بچوں کو کن کن بناریوں اور بلاؤں میں مبتلا کر رہا ہے، بالآخر حسرہ مہر جاتے ہیں، مگر بارہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ حیوانوں اور بچوں اور پھولوں کو خدا تعالیٰ طسرح طرح کی مصائب اور تکالیف میں مبتلا کرتا ہے، حالانکہ یہ بالکل بے گناہ اور بے قصور ہوتے ہیں، تمام جانوروں کے لیے حکم دیا کہ تم ان کو بلا جرم سابق ذبح کرو، پکاؤ، کھاؤ، اور خانگ بسر نصیروں کو کھلاؤ اور انعام پاؤ، ان جانوروں نے کیا گناہ کیا ہے، یہی جو فعل خدا تعالیٰ کرے وہ ظلم اور جرم کریں وہ ظلم ہے۔

ثالثاً: وہ جو میں پاکستان میں زلزلہ آیا اور ہزاروں انسان زمین میں دب کر مر گئے، اور کشمیر کے شہر مظفر آباد میں اسکول کی ایک عمارت تباہ ہونے کی وجہ سے سینکڑوں بچے اور بچیاں اس عمارت کے نیچے دب کر مر گئیں، لیکن کوئی شخص بھی یہ نہیں کہتا کہ یہ ظلم ہے؟ اور اس کے برعکس اگر کوئی پاکستان پر حملہ کے بہانے سے اسی اسکول کی عمارت پر بم گراتا تو پوری دنیا میں کہرام مچ جاتا، کہ یہ انتہائی ظلم ہے۔

نتیجہ:

ایک ہے اصل اور وہ ہے ظلم، اور ایک ہے اس ظلم کی شکل، جیسے اسکول کی عمارت کی مثال سے ظاہر ہے، لیکن اصل ظلم ہے وہ ہے انسانوں کے لیے، اور اس کی شکل اللہ تعالیٰ کے لیے یعنی جس بچہ پر انسان کاوڑ ہے اس کی شکل پر اللہ تعالیٰ انسانوں سے بہتر اور زیادہ قادر ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲) قرآن مجید میں ہے:

وَمِنْ أَصْدِقِ مَن لِّلّٰهِ حَدِيثًا (النساء: ۸۷)

[ترجمہ] اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچا ہو۔

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا کذب متفق بالذات ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔ امام فخر الدین محمد بن عمر دہلوی لکھتے ہیں: اور اس کے حکام میں کذب اور خلاف (خلاف کرنا) محال ہے، (یعنی قدرت ہی نہیں)۔"

(تفسیر تبیان القرآن، ج ۲، ص ۲۷)

"حقیقت کیا ہے؟

اولاً: اللہ تعالیٰ کذب کیوں اختیار کرے؟ کیا (معاذ اللہ) اس پر کوئی زبردست طاقت و حکمرانی ہے یا (معاذ اللہ) کسی مضبوطی یا فلاسٹر کا اسے کوئی خوف ہے، وہ جو کچھ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے، حال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے فرمان کے خلاف ہو جائے، جب اس کے علم کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تو پھر اسے کیا بڑی ہے کہ (معاذ اللہ) وہ جھوٹ اختیار کرے، اور اللہ تعالیٰ کو جھوٹ پر قدرت ہونے یا نہ ہونے کے کیا معنی؟ قرآن مجید میں ہے: فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ أَمْرًا (الفرعون: ۱۶) فرعون نے معصیت کی، ازل میں فرعون تھا، اس نے معصیت کی تھی۔"

(تبیان القرآن، ج ۲، ص ۲۷، علامہ سعیدی)

ازل میں فرعون تھا ہی نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرعون نے معصیت کی، پھر ازل کے بعد فرعون کیسے معصیت نہ کرتا۔

وَوَعَصَىٰ آدَمُ أَنْ يَنْزِلَ مَعَهُ (طہ: ۱۲۱)

[ترجمہ] آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ بے راہ ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت آدم اور حضرت موسیٰؑ میں ان کے رب کے سامنے مباہلہ ہوا، پس حضرت آدم حضرت موسیٰؑ پر غالب آ گئے، حضرت آدمؑ نے کہا: آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ میری پیدائش سے کیا

عرصہ پہلے تو رات کو لکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا آپ نے یہ آیت پڑھی ہے، 'وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ' (طہ: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے رب کی سمیت کی پس وہ بے راہ ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں! حضرت آدم نے کہا کیا آپ مجھے اس عمل پر ملامت کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔۔۔ اس آیت۔ (تفسیر تیسرا القرآن: ج ۹ ص ۹۶۷، ۹۶۸)

خلاصہ بحث یہ کہ:

جو کچھ رب تعالیٰ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا جب وہ اپنے حکم کے خلاف کرنا ہی نہیں تو یہ کیسے ہے؟ چلے گا کہ اس کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے۔
تایید: خیال رہے کہ ہماری بحث یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر قدرت ہے یا نہیں ہے اور کذب نقص ہے یا نہیں؟ ہماری بات صرف اتنی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے یا نہیں؟

مثال۔۔۔ [۱]

قرآن مجید میں ہے:

إِنَّا لَآهْلِيهِ مِنْ أَهْبَتٍ وَلَكِنْ لِّلَّهِ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. (قصص: ۵۶)

[ترجمہ] آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًى وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ

الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ. (اسجد: ۱۳)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے

کہ میں ضرور جہنم کو انسانوں اور جنات سے بھروں گا۔

ثبوت ہوا کہ جو نہیں کیا اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے اور جو کیا ہے اس کے خلاف پر بھی قدرت ہے۔

ان الله لا يغفر ان يشرك به. (النار: ۴۸)

[ترجمہ] یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیے جانے کو نہیں بخشتا۔

ما يبدل القول. (ق: ۲۹)

[ترجمہ] میری بات بدلتی نہیں۔

لیکن جہاں یہ ہے اور وہاں یہ بھی ہے یعنی:

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم.

(المائدہ: ۱۸)

[ترجمہ] اگر تو ان کو سزا دے تو بے حیرتے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو زیروست

ہے حکمت والا ہے۔

خلاصہ:

یعنی مطلب یہ کہ یا اللہ ان کا معاملہ تیری مشیت کے سپرد ہے، اس لیے کہ تو "فَعَالٍ لِّمَا يُرِيدُ"۔ (البروج: ۱۶) جو چاہے کر سکتا ہے، اور تجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا بھی نہیں ہے۔ "لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ"۔ (الانعام: ۲۳) وہ اپنے کاموں کے لیے (گناہ کے آگے) جواب دہ نہیں، اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں (۲۳) گویا آیت شما اللہ کے سامنے بندوں کی عاجزی دے گی، اور اللہ کی عظمت و جلالت اور اس کے ہر مطلق اور مختار کل ہونے کا بیان بھی اور پھر ان دونوں باتوں کے حوالے سے غفور و مفرط کی اچانک بکرا۔

امام رازی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وهو انه كيف جاز لعيسى عليه السلام ان يقول (وان تغفر لهم) والله لا يغفر الشرك. والجواب انه يجوز على ملهنا الآخر ولا اعتراض لأحد عليه. (تفسير كبير)

[ترجمہ] عیسیٰ علیہ السلام کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ لوگ

مشرک تھے، جناب ہمارے غور و یک جائز ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جنت میں اور فرماں بردار عبادت گزار کو جہنم میں داخل کر دیں، کیونکہ تمام لوگ اس کی ملک میں، اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اور جناب غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

مستقر یہ کہ جسے جسے کہ نیک مسلمانوں کو اجر و ثواب دینا اور ان کو عذاب سے محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، تمام جہاں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔۔۔ وہ جو چاہے کرے، اگر وہ تمام اطاعت کرنے والوں اور صالحین کو درخت میں ڈال دے تو یہ اس کا عدل ہوگا۔۔۔ اور اگر وہ کافروں پر اکرام کرے اور ان کو جنت میں داخل کرے تو وہ اس کا بھی مالک ہے (یہی علماء و اراۃ علماء و یوہند کا عقیدہ ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے خیر ہی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، اور اس کی خیر صادق ہے اور اس کی خیر کا کاذب ہونا محال ہے۔

(تفسیر تہیان القرآن، ج ۳ ص ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰)

غلام نبی: جو کچھ امام رازی اور علامہ سعیدی نے لکھا ہے یہی وہ عقیدہ ہے جس پر اکابر و ائمہ خدا کی قدرت مانتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کو قدرت نہیں ہے تو پھر امام رازی اور علامہ سعیدی یہ یوں نے یہ کیوں لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو جنت میں اور عبادت گزار فرماں بردار کو جہنم میں داخل کر دے، اور کذاب بولتے ہیں واقعہ کے خلاف کرنے کو، واقعہ کے مطابق فرماں بردار جنت میں اور کفار و کافروں میں، اور واقعہ کے خلاف کفار جنت میں اور فرماں بردار و دوزخ میں نیز اہل ایمان بات امام رازی کی یہ ہے یعنی ”یعنی عیسائی“ کے لیے (اور اگر تو ان کو معاف کر دے) کہنا کیسے جائز تھا، حالانکہ وہ مشرک تھے اور مشرکوں کو بخشتا خلاف واقعہ بات ہے لیکن اللہ نے جو فرشتوں کے عذاب کی دی ہے اس خیر کے خلاف ہے۔

مزید مطالعہ:

فَالْأَنفُسُ مِنَ النَّفْسِ أَوْ تُنْفِسُهَا نَافِثٌ مِنْهَا أَوْ يُفْلِحُهَا اللَّهُ تَعْلَاهُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

مَشِيءٌ قَدِيرٌ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور نئے آئے ہیں، آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

خلاصہ آیت:

جو آیت ہم بدل ڈالتے ہیں یا اسے باقی رکھ کر اس کا حکم ختم کر دیتے یا چھوڑ دیتے ہیں، بالکل لیتے ہیں، یا آپ کو بھلا دیتے ہیں یا قرآن میں باقی نہیں رہنے دیتے یا حکم کو بدل ڈالتے ہیں، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں، اور نسخ کسی اعتبار سے محال یعنی قدرت سے باہر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال اپنے کام میں مختار کل ہے، جو جب چاہے پیدا کر دے اور جس وقت تک چاہے زندہ رکھے، نسخ کے اقویٰ معنی تو نقل کرنے کے ہیں، لیکن شرعی اصطلاح میں ایک حکم کو بدل کر دوسرا حکم نازل کرنے کے ہیں، یہ نسخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے۔

جیسا آدم علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، لیکن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز تھا، بعد میں اسے حرام کر دیا گیا، جب طوفان نوح ختم ہو گیا تو اس وقت نوح علیہ السلام کے لیے تمام جانور حلال کر دیے گئے، پھر بعض جانور حرام قرار دیے گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں بیک وقت دو بہنوں سے نکاح جائز تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور بعد والی شریعتوں میں یہ حکم واپس لیا گیا۔ اسی طرح قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض احکام منسوخ فرمائے اور ان کی جگہ ناسخ نازل فرمایا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ پہلے شراب نوشی سے منع نہیں کیا گیا تھا جوئے کو حرام کیا گیا، پھر ان کے پورے دور اور مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں شراب اور جوا جائز رہے، بعد میں جب مسلمانوں کے دل و دماغ میں اسلام پوری طرح رچ بس گیا تو شراب اور جوئے کو مکمل طور پر حرام کر دیا گیا۔

سُخ تین قسم کا ہے:

ایک تو مطلقاً سُخ حکم یعنی ایک کو بدل کر دوسرا حکم نازل کر دیا گیا، دوسرا ہے سُخ مع اخلاء و یعنی پہلے حکم کے الفاظ قرآن مجید میں موجود رکھے گئے ہیں، ان کی تلاوت ہوتی ہے، لیکن دوسرا حکم بھی جو بعد میں نازل کیا گیا قرآن میں موجود ہے یعنی نسخ اور منسوخ دونوں آیات موجود ہیں۔ سُخ کی ایک تیسری قسم بھی ہے کہ ان کی تلاوت منسوخ کر دی گئی، یعنی قرآن مجید میں نئی سُخیں نہ لگنے والی ہیں بلکہ انہیں فرمایا، (نُلِیْہَا) ہم بھلا دیتے ہیں، کا مطلب ہے کہ اس کا حکم اور تلاوت دونوں اٹھا لیتے ہیں، گویا کہ ہم نے اسے بھلا دیا اور نیا حکم نازل کر دیا یا نئی سُخیں لگنے کے قلب سے ہی ہم نے اسے مٹا دیا اور اسے نیا سنایا کر دیا گیا، یہودی تورات کو ناقابلِ سُخ قرار دیتے تھے، اور قرآن پر بھی انہوں نے بعض احکام کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور کہا زمین و آسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے، اور جسے چاہے منسوخ کر دے، یہ اس کی قدرت ہی کا ایک مظاہرہ ہے، اور پر مثالوں کو ذہن میں رکھ کر اصل حقیقت کو سمجھیں۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کی نبوت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُنَالِيَنَّكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَكَذَلِكَ (انقص: ۸۶)
[ترجمہ] اور آپ یہ امید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ ہاں تمہارے رب نے رحمت فرمائی۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ اَلْوَثَاقَ بِالْأَيْمِیْنِ اَوْ عَلَّمْنَا اِلَیْكَ سُبْحَانَكَ بِهٖ عَلَّمْنَا اَوْ كَلَّمْنَا (بنی اسرائیل: ۸۲)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو جو بھی آپ کی طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں اور پھر آپ کو

ہمارے مقابلے میں کوئی حاسد جی نہیں آئے۔

إِلَّا زُجْجَتْ قُورَيْشٌ زَرْبًا (نبی اسرائیل: ۸۷)

[ترجمہ] سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔

پھر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

”پہلے اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکا ہوں، حتیٰ کہ آپ کے فوت ہونے

بھی سب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکتا، بیان قدرت کے بعد اپنی رحمت بے پایاں کا ذکر فرمایا،

جس سے اپنے حبیبِ کرم ﷺ کو مرفوز فرمایا۔“ (عیاد القرآن: ج ۶)

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی کے حوالے

سے لکھتے ہیں:

”حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آیا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو صرف محمد بن

عبد اللہ ہوں، انہوں نے کہا کہ ام آپ کو آپ کے نام سے نہیں پکاریں گے، آپ نے فرمایا لیکن

میرا نام اللہ نے رکھا ہے، اور میں ابوالقاسم ہوں، انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! ام نے آپ کو

آزمائے کے لیے ایک عبارت چھپائی ہے، بتائیے وہ عبارت کیا ہے؟ حب رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: یہ کام تو کاہن لوگ کرتے ہیں اور وہ دو درخ میں ہوں گے، انہوں نے کہا: پھر ہم کو کیسے ظم

ہوگا کہ آپ رسول اللہ ہیں؟ حب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ٹھکی میں کنکریاں اٹھائیں اور فرمایا کہ

یہ کنکریاں گواہی دیں گی کہ میں اللہ کا رسول ہوں! تب آپ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح چلی،

تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حق

اے کر بھیجا ہے اور مجھ پر انکی کتاب نازل کی ہے، جس کے سامنے سے باطل آسکتا ہے۔ یہ بھیجے

سے، اور وہ میزان میں بہت بڑے پہاڑ سے بھی بھاری ہے، اور احمد حیرتی رات میں ستاروں کے

نور کی مانند ہے، انہوں نے کہا آپ ہمیں اس کتاب سے کچھ سنائیے، حب رسول اللہ ﷺ نے

قَالَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَكْفُرْ بِمَنْ قَرَأَ بِهَا (الشفاعت: ۵۲۱) پھر رسول اللہ

پہلے چہرے کی عبادت کرنی چاہیے اور آپ کی دائرہ سہارا پر آسو بہہ رہے تھے، انہوں نے کہا ہم آپ کو دعا اور کچھ دے ہیں، کیا آپ اس ذات سے خوف زدہ ہیں جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اسی سے خوف زدہ ہوں، اس نے مجھے اس صراطِ مستقیم پر بھیجا ہے جو کوہِ اراک کی دعا کی طرح ہے، اگر میں اس سے سزا (پال کے برابر) بھٹک جاؤں تو بلاک ہو جاؤں گا، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی:

وَلَمَنْ يَشْفَعْ لَدُنَّا فَتَقَبَّلْ بِالْإِذْنِ أَوْ حَسِبْنَا أَنَّكَ تَقْدِرُ لَا تَحْمِلُ لَكَ بِهِ عَلَيْهِ قَوْلًا

(نبی اسرائیل: ۸۶)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو ہم ضرور اس تمام وحی کو سلب کر لیں جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے پھر ہمارے مقابلے میں آپ کو کوئی حجت نہ ملے۔

إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَرِثَافَةً مِنَّا فَضْلُهُ كَانَ عَلَيْهِ كَيْفُ يُرَى (نبی اسرائیل: ۸۷، ۸۸)

[ترجمہ] اسوائے آپ کے رب کی رحمت کے یقیناً آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔

(تیسرا القرآن: حج ۹ ص ۸۵۴، سزا عظام رسول معینی، الطبع اول ۲۰۰۳ء، ناشر لبریک، اسٹیل لاہور)

نتیجہ:

مذکورہ بالا تحریرات سے یہ ثابت ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جو کام کیے یا جو کچھ فرمایا ہے اس کے خلاف کرنے پر بھی وہ قادر ہے، قدرت کے منکرین مذکورہ تحریرات سے عبرت لیں۔

ایک ضروری وضاحت:

﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْمُؤْمِنِينَ مُتَعَدِّيًا فَنَجْزِ الْكَافِرَ كَيْفَ نَحْنُ بِالْكَافِرِينَ﴾ (النساء: ۹۳)

[ترجمہ] اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کر دے اس کی سزا وارث ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

سزا وارث ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ کی اس خبر کے پیش نظر معذور کہتے ہیں کہ قتل کرنے والا بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کے لیے جہنم کی سزا ضروری ہے اور اگر اللہ تعالیٰ سزا دے تو اللہ تعالیٰ کی سزا کی خبر (معاذ اللہ) جھوٹی ہو جائے گی، اور جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت

نہیں، لہذا سزا ضروری ہوگی۔ (واللہ اعلم)

(۴) وَلَیْکِنْ رَّسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ فَخَافَتْهُ التَّیْمٰتُ ۚ (احزاب: ۴۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی لفظ خاتم النبیین کے پیش نظر فرماتے ہیں کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ حضور سیدنا محمد ﷺ جیسا پیدا کر سکے تو اللہ تعالیٰ کی خبر کا وہب ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کے لیے کذب بحال لہذا حضور سیدنا محمد ﷺ جیسا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی قدرت میں نہیں۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا تَنْفَعُ صُلْحٌ بَيْنَ اٰیَةٍ... الْاٰخِرَ ۚ اِنَّ لِّلّٰهِ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر، یا اس جیسی اور لاتے ہیں، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

الغرض: ایک ہے اصل، اور ایک ہے اس اصل کی مثل، پس جب اللہ تعالیٰ مشکل پر یعنی دوسری آیات کو منسوخ یا تبدیل کر سکتا ہے تو ان آیات کو تبدیل یا منسوخ کیوں نہیں کر سکتا جس کے بارے میں معتزلیہ اور جناب احمد رضا خاں اعتراف کرتے ہیں۔

بات صرف قدرت کی اچھی عقل کرنے یا خبر بدلنے کی نہ تھی، مگر اس کو کیوں پھیرا وہ اس لیے کہ اگر ہم قدرت تسلیم کر لیں، تو پھر ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کذب پر یا خبر بدلنے پر قدرت ہے تو پھر ہم مخالفین پر جھوٹے الزام کس طرح لگائیں گے۔

نہ مانیں گے نہ جھوٹے پڑیں گے

اپنی کہی جائیں گے دوسرے کی نہیں سنیں گے

• مذکورہ تحریر کو ایک غیر مسلم بھی پڑھ لے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے احکام اور فرمان بدل سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کے مگرین کی لڑائی

مسلمانوں سے ہے کفار سے نہیں اگر یہی جھگڑا کفار یا کسی پنڈت جی سے شروع ہو جائے تو یہی منکر بن قدرت خود اپنے مخالف کو اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے پر مجبور کریں گے۔

شیخ الہند رحمہ اللہ کے دل پذیر ملفوظات کے اقتباسات:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:

یعنی جو مسائل اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور سب سے زیادہ دشوار اور مشکل ہیں یہی وجہ ہے کہ علماء غلامہ جن کو اپنی عقل پر بڑا ناز تھا ان مسائل سے سیدھی راہ سے چسل گئے، علماء اہل سنت اور شریعت کی اتباع کرنے والوں نے بھی محض عقل کو ہرگز کافی و معتبر نہیں سمجھا، بلکہ ان مسائل میں آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ اور اکابرین کی اتباع فرمائی، اور جن لوگوں نے اپنی عقل کی اتباع کو اصلی ٹھہرایا اور اپنے فہم کو دلائل شرعیہ کا تابع نہ بنایا ایسے لوگ صراطِ مستقیم سے دور جا چکے، بوجہ اختلاف رائے اٹھتے نرتے ہو گئے کہ خدا کی پناہ، حالات و واقعات اس پر گواہی دیتے ہیں کہ خالق جملہ کائنات و ممکنات (یعنی تمام مخلوق اور پھول پری سب چیزیں پیدا کرنے والا) خواہ خیر ہوں، خواہ شر ہوں اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں، تمام اہل عالم اور ان کے اچھے برے کام سب کا پیدا کرنے اور موجود کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لیکن معتزلہ کا کہنا ہے کہ اگر نیکی اور برائی کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوتا تو بندہ جنت اور جہنم کا مستحق نہ ہوتا، کیونکہ تکلیف کاہ اور اختیار و قدرت پر ہے، جب اب تمام کاموں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو کہا جائے تو جو چیز پیدا ہوگی محض خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوگی، معتزلہ نے عقل کے زور پر یہ عقیدہ تراشا کہ بندہ خود اپنے افعال اختیار یہ کا خالق و موجد (یعنی بندہ خود اپنے اچھے یا برے کاموں کا پیدا کرنے والا) ہے، جو کام بندہ نے اختیار کرنے میں ان کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں، اور اسی خیال پر ایسے اڑے کہ ارشادات قرآنی جیسے (واللہ خلقکم و ما تعملون) اور اللہ نے پیدا کیا تم کو اور جو کچھ تم کرتے ہو (پ ۲۳) اور للہ خالق کل شیء (اور اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا) اور صاف کھلی ہوئی احادیث اور صحابہ کا اتفاق اور تمام ہزرگوں کا اس بات پر اسیس ہے کہ بندوں کے کام اچھے ہوں یا برے سب کے سب اللہ کی مخلوق ہیں کیوں کہ جب معتزلہ ہر

ایک کو اپنے تمام کام جو بندہ اپنے اختیار سے کرتا ہے، کا پیدا کرنے والا کہتے ہیں تو اس کا کیا قصور
 گھر گھر تہ گئی، اور ہر بندہ خالق ہو گیا، اور اصل خالق (پیدا کرنے کی قدرت میں) اللہ تعالیٰ کا
 شریک بنے گا، پھر تمام جہان میں بعض چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ اور بعض چیزوں کا پیدا
 کرنے والا بندہ تمام اہل سنت کا مذہب ہے کہ کسی کا کوئی حق نیک لوگ ہوں یا بد بخت خداوند کریم
 کے ذمہ اصل سے واجب نہیں (اس موقع پر مولوی احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں) حدیث میں
 اور شاذ ہوا کہ کوئی شخص باغیر اللہ کی رحمت کے جنت میں نہیں جاسکتا صحابہ نے عرض کیا آپ بھی نہیں یا
 رسول اللہ ﷺ فرمایا اور میں بھی جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے گا مگر نہ سہی استحقاق
 (حق دار) کس بات کا ہے، دنیا ہی کا قصور ہے اگر ضرور ہے ضروری کرے گا، اُجرت پائے گا،
 اور اگر عیب ہے مٹوگ ہے کتنی ہی خدمت کرے کچھ نہ پائے گا، ہم سب تو اسی کی مخلوق ہیں، اس کی
 رحمت ہی رحمت ہے آپ ہی بندوں کو توفیق دی، آپ ہی اس کو اسباب دینے آپ ہی آسمان
 فرمایا، "ملفوظات" حصہ سوم کراچی، اور انصاف کرنے اور اپنے بندوں کو نیکی کے بدلہ میں ثواب
 یا اجر عطا فرمانے میں ہرگز مجبور نہیں سب اس کے بندے ہیں وہ قادر مطلق ہے جس کے ماتحت ہر
 معاملہ چاہے کر سکتا ہے، نیکیوں کو عذاب اور بروں کو ثواب دیتے ہیں اس کو اختیار و قدرت حاصل
 ہے، جیسا کہ نیک بندوں کو نعمت اور مجرموں کو سزا دیتے ہیں اس کو قدرت حاصل ہے اس کو منع کرنے
 والا اس پر جائز کوئی نہیں، اور یہ دوسری بات ہے کہ وہ ذات پاک اپنے کرم و حکمت و سچائی و انصاف
 کی وجہ سے کبھی خلاف وعدہ کوئی حکم یا بات ظاہر نہ فرمائے، اور کسی کا ظاہری دھچکا یا حق بھی باطل نہ
 کرے، اور چھوٹی سی جھوٹی نیکی بھی رائے گا، نہ ہونے دے، بلکہ ہر نیک کام کے بدلہ میں زیادہ
 سے زیادہ اجر اپنے کرم و فضل سے حسب وعدہ عطا فرمائے ہرگز ہرگز خلاف وہ کوئی کام دینے سے
 ہونے دے، اور بعض معتزلاؤں کے بھائی شیعہ برادری کو اس میں یہ خطبائے (فکر و تدبیر) پیدا
 ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذمہ انصاف (یعنی نیکی کا بدلہ اجر اور بروئی کا بدلہ سزا) ہے، جب نہ ہونے تو
 اس کے خلاف (کرنے) پر بھی قدرت ہوگی، اور اس کا صدور بھی ممکن ہوگا، اور طاقت گزار نہ
 خلاف وعدہ سزا دینا بھی جائز ہوگا حالانکہ نیکی کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہو چکا
 ہے۔ انصاف اور حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اب ان تمام باتوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ماننے میں

حق تعالیٰ کے کلام پاک میں خلاف اور کذب (یعنی اپنے وعدوں کا خلاف اور جھوٹا ہونا) جہدِ لازم آئے گا، اور یہ تمام کام حق تعالیٰ کی پاکیزگی اور عصمت کے خلاف ہیں، اس لیے بعض عقلاء نے انصاف کو (یعنی نیکی کے بدلہ ثواب اور برائی کے بدلہ سزا کو) حق تعالیٰ کے ذمہ واجب اور ضروری ایمان لیا کہ اس کے خلاف (کرنے کی قدرت) سے انکار کر دیا، اور اس میں یہ قائلہ سمجھا کہ اب عیب و کذب و خلاف کرنے سے اس کا کلام بھی پاک رہے گا، اور حق تعالیٰ کی جناب میں کسی کو خلاف حکمت و انصاف کا شبہ کرنے کا موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ اس بناء پر بعض متفکرانہ (اور آج کے بریلویوں نے) اصناف کہہ دیا کہ امور قیصر کا مصاد (یعنی برے کاموں کا پیدا) کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بالکل خارج ہے، انفس و درافسوس حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب تو جب ہو جب کسی کو خدا پر حاکم سانا جائے اور اسکی لغو ہے ہو وہ بات حائل تو کیا کم عقل بھی نہیں مان سکتا، عہدِ بادشاہِ غرق نے حق تعالیٰ شرانہ پر یہ غریب مہربانی کی کہ ایک بیادونی پاکیزگی چاہت کر کے اس سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ذات کے مجز (بے قدرت ہونے) کو تسلیم کر لیا، کہ جس کی قدرت ہے اجابا اور تمام حقوق چھوٹی بڑی سب چیزوں پر ثابت، اس موقع پر بھی اعلیٰ سنت نے جواب دیا کہ کسی کام کی کسی کے قدرت و اختیار میں داخل ہونا اور بات ہے اور اس کام کا کرنا اور واقع ہونا اور نہی بات ہے، کسی کام کا نقطہ قدرت میں داخل ہونے سے یہ کب ضروری ہے کہ اس کے خلاف کرنے کی صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی اور چیز رکاوٹ کا سبب نہ ہو۔ (یعنی انسان کو جموت ہونے پر قدرت ہے تو قدرت کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ سچائی اختیار نہ کرے اور جموت بولتا رہے) اس غرض کو تمام انسانی حقوق کو خواہ صلحا و افتحا (یعنی نیک و پے ہیز گار) کی کیوں نہ ہوں تمام چیزوں پر صرف قدرت رکھنے کی وجہ سے پیوری کرنے والا، حقوق غصب کرنے والا، خیانت کرنے والا، غم کرنے والا وغیرہ کہنا درست ہو جائے، چاہے ان کو ان تمام برائیوں کرنے کی نوبت بھی نہ آئے وہو باطل ایسا عقیدہ غلط ہے اب معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے قانون یا قاعدے جب علیٰ درست ہوں گے جب ایسا کام کرنے کی نوبت آچکی ہو، دیا میں اگر کوئی اعلیٰ درجہ کا انصاف کر لے والا ہو۔ ہر انصاف کے خلاف سے ہمیشہ پرہیز اور نفرت کرتا ہو تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ انصاف کے خلاف کرنا اس کی قدرت میں نہیں اور انصاف کے خلاف کرنے سے وہ عاجز و مجبور ہے، جس کو

کچھ عقل ہو گا چھینا وہ سمجھے گا کہ جیسے بادشاہ ظالم کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنی عوام پر انصاف کے خلاف معاملہ کرنے کی قدرت ہے ایسے ہی بغیر کسی رکاوٹ اور فرق کے انصاف پسند بادشاہ کو حکومت کی طاقت کی وجہ سے اپنے ملازمین و دوسرے افراد پر خلاف انصاف کرنے کا اختیار حاصل ہے، کون نہیں جانتا کہ نوشیروان عادل انصاف پسند بادشاہ کو تیمور اور چنگیز خاص (ظالموں) سے اور حضرت عمرؓ کو حجاج بن یوسف سے اپنی رعایا پر ظلم کرنے کی قدرت و طاقت کہہ کر کم نہ تھی، مگر نوشیروان انصاف پسند کی اور ایک باقی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو انصاف اور شریعت کی اتباع کی وجہ سے ایسے کاموں سے نفرت اور مکمل پرہیز کرتے تھے، اور صرف ظلم پر قدرت رکھنے کی وجہ سے کوئی صاحب عقل (اور ایمان دار) نوشیروان اور حضرت مسیحؑ کو ظالم اور انصاف نہ کرنے والا نہیں کہہ سکتا، جس قدر کسی کو کسی پر حکومت و اختیار حاصل ہوگا وہ اسی تعداد کو اپنے اختیار کے مطابق ہر طرح سے کام کرنے کی طاقت و قدرت سمجھو ہوگی، مگر تماشہ ہے کہ بادشاہان دنیا تو صرف نام کی حکومت جو اصلی بھی نہ ہو، ملک (اور عوام) پر جو چاہیں مسیاء کریں یا سقیہ کریں اور دوا حکم الکا کین اور سب بادشاہوں کا بادشاہ اور مالک حقیقی محور بالذاریہ محسوب ہو جائے کہ نیکی کی جزا اور برائی کی سزا دینی اس پر واجب ضروری ظہور ہے، کچھ اور اپنے اختیار سے کر بھی نہ سکے جیسے فرمایا (وما قدر الله حتی قدوتہ) اور نہ قدر پہنچانی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جس طرح پہنچانے کا حق تھا۔ (پ ۲۳)

فیصلہ:

اب عقل کا تقاضا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور اس کے اختیار کو اور تمام ہونے والی چیزوں کو اس کی قدرت میں شامل کیا جائے، اور تمام انسانوں کو چاہے نفع مند ہوں یا نقصان دہ اور برے ہوں یا اچھے، انصاف کے ساتھ ہوں یا بغیر انصاف کے سب کو اس کی قدرت میں مانا جائے، اور بغیر عقیدہ رکھا جائے کہ جیسے اس قدر مطلق کی قدرت تمام اور کامل اور تمام مخلوقات اس کی قدرت میں شامل کوئی بھی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، ایسے ہی اس کی حکمت اور رحمت و فضل و اعانت کامل اور مکمل ہے، سو جیسا اپنی قدرت و اختیار کی وجہ سے جو چاہے ہو کر سکتا ہے، یہی حق اپنی رحمت

ہدایت و نیر کی وجہ سے کسی کی ذرہ برابر بھلائی بھی حسب وعدہ رائے گاہ اور ضائع نہ فرمائے گا۔ جس کا خلاصہ یہ نکلا کہ حق تعالیٰ کی قدرت بھی نام ہے انتہاء حد اور اس کا انصاف و رحمت اور اچھے صفات مکمل و مثالی ہیں، معتزل کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر انصاف کو اللہ تعالیٰ پر واجب ضروری نہ مانو مگر جن بات و احادیث میں ثواب و عذاب کی ضروری گئی ہے، ان میں خلف اور کذب (یعنی ان میں خلاف کرنا اور جھوٹا ہونا) لازم آئے گا، اس کے بعد اہل سنت کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدہ فرمائے اور ضرورینے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ثواب اور عذاب اللہ کے وعدہ کے مطابق ضرور واقع ہوگا مگر یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس ثواب و عذاب کا واقع کرنا (یعنی دینا) اللہ تعالیٰ پر واجب اور لازم ہے اور بندہ اس کا مستحق ہے۔

یہ مختصر سا فرق ضرور سامنے رکھنا چاہیے کہ کسی کام کا واقع ہونا اور بات ہے اس کا قدرت میں داخل ہونا اور بات ہے جو شے قدرت میں داخل ہو اس کا واقع ہونا ضروری نہیں، اگر انصاف کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ کا ضروری مانا جائے تو بے شک برادر محال ہے، اگر ایسے کاموں کو قدرت میں داخل مان کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی کی وجہ سے ان کا واقع نہ ہونا اور مشکل کہا جائے تو کچھ گروہی لازم نہیں آتی، کیونکہ اس صورت میں اللہ کی قدرت میں بھی کسی قسم کا نقصان ماننا نہیں چاہئے، اور ایمانوں کا واقع ہونا جو انصاف کے خلاف ہے، اس کی گروہ (محول) بھی اللہ پاک تک نہیں پہنچ سکتی۔ چنانچہ بعض اہل سنت اس اشیر زمانہ میں تمام اصول کو چھوڑ کر معتزل کا عقیدہ اپنا لیا اختیار کر بیٹھے، مول ان لوگوں کو یہ خدشہ ہوا کہ اگر نظیر حضرت خاتم النبیین پیدا کرنے کو حق تعالیٰ کی قدرت میں مانا جائے گا تو نظیر حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود جیسا ہو سکتا ہوگا۔

اور جب یہ ہوا تو وعدہ خاصیت جو نفس تعلقی میں آچکا ہے اس کی تکذیب ہوگی اس خرابی سے بچنے کی تدبیر عقل کے ذریعہ (معتزل جماعت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے) یہ نکال کر نظیر حضرت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نکال دیا اور بہت خوش ہوئے، اس عقیدہ پر ایسے شے کہ بلائے شے، ان حضرات نے اتنا نہ سوچا کہ اس صورت میں اول تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ: ۲۰۱)

[ترجمہ] اے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا. (الأنعام: ٣٥)

[ترجمہ] اور اللہ ہر چیز پر اپنی قدرت رکھتا ہے۔

وَأَنْ يَسْأَلُوا اللَّهَ تَعَالَى وَاللَّهُ يَسْأَلُ عَنْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحج ٢٨)

[ترجمہ] اور جتنی بھی چیزیں ہیں ان سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو اس کے

مقررہ انداز سے امارتے ٹیلا۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِنْهُمْ ذُرِّيًّا مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ

المحكمة العليا (القسم 81)

[ترجمہ] اور کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے لوگوں کو

(دوبارہ) پیدا کر دے! کیوں نہیں! وہ عظیم الشان پیدا کرنے والا، سب سے زیادہ جانتے والا

ہے۔ (مترجم سعیدی)

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ. (طيسن: Ar)

[ترجمہ] چپ وہ گھسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے اس فیئر کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جاؤ گی وہ ہو جاتی ہے۔

اور عاقلانہ و عظیم جہت و قدرت الہی پر شاہد ہیں کہ وہ سب کا ایک وقت میں انکار کرنا بیڑے کا گناہ تھی۔

(الحمد لله على ما لا يحيط به القلوب والافهام)

۱۴

قارئین! آپ مذکورہ بالا قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ

درج اول عبارت کو چھٹیں اور پھر فیصلہ فرمائیں کہ شاہ صاحب رفیق کی عبارت میں کیا خرابی ہے؟

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم“ ”مگر“ سے چاہے تو کروڑوں نبی ولی و جنتی

فرشتے جبرئیل اور محمد مصطفیٰ کے برابر پیدا کر دئے۔ (تقویٰ الایمان)

اب اس مذکورہ عبارت سے پراعتراض کیا ہے، اور اعتراف کرنے کی گنجائش کہاں تک صحیح ہے۔

اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”ہر حضور پر نور سید المرسلین، خاتم المرسلین، اکرام الاولین والآخرین، صلی اللہ علیہ وسلم کا شکل و ہنر، حضور کی بدستورات کرایہ میں شریک برابر بحال ہے، کہ اللہ تعالیٰ حضور کو خاتم المرسلین فرماتا ہے، اور ختم نبوت ناقابلِ شریعت تو امکانِ محال، مستلزم کذب الہی اور کذب الہی محال عقل“۔ (سبحان المسبح)

بات صرف قدرت کی تھی، اس کا جواب دیا جاتا لیکن بات کو غلط رنگ دے کر اسے بڑھایا گیا۔ مثلاً ایک تو خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا گیا دوسرے ختم نبوت ناقابلِ شریعت جیسی چیز کو بھڑکاپٹ کر بتایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ جیسا دوبارہ بھیجے گا تو (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا وعدہ عاقبت غلط ثابت ہوگا جس کا دوسرا نام جھوٹ ہے اور جھوٹ بری چیز ہے اور برائی سے خدا تعالیٰ پاک ہے لہذا جھوٹ پر خدا تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے کی سرے سے قدرت ہی نہیں۔

جب شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ان کو انہی کی زبان میں (جس کو انہوں نے خود جھپٹا دیا) جواب دیا تو پھر کیا جواب اس کو آپ آگے چڑھنے والے ہیں، لیکن پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مثلاً اور ذیل قرآنی آیات اور تقریرات سے سمجھیں۔۔۔

﴿قَدْ نَسَخَ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ۚ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾۔ (البقرہ: ۱۰۶)

[ترجمہ] جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لے آتے ہیں کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ولكن رسول الله وخاتم المرسلين۔ (ترجمہ: ۳۰)

[ترجمہ] لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم المرسلین ہیں۔

ولو شئنا لبعثنا في كل قرية نذيراً۔ (ترجمہ: ۵۸)

[ترجمہ] اگر ہم چاہتے تو ہر جہت میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔

(لیکن یہ نہ کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم یا خاتم المرسلین)

بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سمیعی لکھتے ہیں:

”اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی اور ہر شہر میں ایک رسول بھیج دیتے۔“
 آپ سے تعلق دین کی شفقت کا یہ جو کم کر دیتے۔“ (تفسیر قیام القرآن: ج ۸ ص ۲۵۲)
 یہاں پر سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضور مقرر فرماتا تو خاتم النبیین فرما دیتا تو پھر یہ کیوں فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا (بلی) بھیج دیتے، پوری بریلوی جماعت پہلے اس کا جواب دے۔ حجابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی قدرت کو سمجھنا انسانیت سے باہر ہے۔

(۱۲) ... وَ مَا كُنْتُمْ تَرْجُوْا اَنْ يُبٰلِغِيَ اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ (المعص: ۸۲)
 [ترجمہ] اور آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گذرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے آفرما۔

یعنی نبوت سے قبل آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آپ کو رسالت کے لیے چنا جائے گا، اور آپ پر کتاب الہی کا نزول ہوگا، یہ نبوت و کتاب سے سر فرازی، اللہ کی خاص رحمت و تہنیت ہے۔

حق احمہ یارِ حق فرماتے ہیں:

”یعنی ظاہری اسباب کے لحاظ سے آپ کو نبوت کی امید نہ تھی۔“ (نور العرفان ص ۶۳۲)
 وَلٰكِنْ مِّنْذَرْنٰكَ حَقًّا وَّلٰكِنِّیْ اَوْحٰیۤنَا اِلَيْكَ لَوْلَا عَلٰیۤنَا وَاٰیٰتُنَا

(ہر ائیکل: ۸۱، ۸۲)

[ترجمہ] اور اگر ہم چاہیں تو خود ہی آپ کی طرف ہم نے اشاری ہے سب سلب کر لیں پھر آپ کو اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کوئی حاجتی میسر نہ آئے سوائے آپ کے رب کی رحمت کے۔
 پہلے اپنی قدرت کا مدعہ ملکہ کا ذکر فرمایا کہ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، حتیٰ کہ آپ سے وحی بھی سلب کر لوں تو کوئی دم نہیں مار سکتا، یہاں قدرت کے مقابلہ اپنی رحمت ہے چاہیں یا نہ چاہیں اس سے اپنے محبوب مکرمل علیؑ کو سر فرما فرمایا۔ (ضیاء القرآن: ج ۲ ص ۲۷۲ کرم شاد)

تجربہ دار

یہ تو ٹھیک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا پیدا کرنے کی قدرت بصورت کو لازم کرے گی، لیکن وہی یا قرآن مجید یا رسالت سلب کرنے کی قدرت کس چیز کو لازم کرے گی، اس کا کیا جواب ہے؟
اسے بریلو یا تونے کو وہ آیات قرآن مجید سے نکال دو (العیاذ باللہ) یا پھر اقرار کر لو کہ واقعی اللہ بڑا چاہے کر سکتا ہے پس یہی اکابر دیوبند کا عقیدہ ہے۔

بریلوی جماعت کے علامہ محمد عبدالکیم کی شرف قادری لکھتے ہیں:

”ہندوستان میں فرنگی اقتدار کے دور میں جہاں دیگر قوتوں نے سر اٹھایا وہاں یہ قوت بھی اٹھا کر معاذ اللہ تعالیٰ بصورت بول سکتا ہے، اگرچہ بولنا نہیں، ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ فقہ نسس الوہیت کے سرسرمخانی تھا، امام احمد رضا بریلوی اسے کس طرح برداشت کر لیتے؟

چنانچہ اس عقیدہ و باطل کے خلاف انہوں نے زبردست علمی اور فقہی جہاد کیا، امام احمد رضا خاں نے طعنات کی فطرت و جلالت اور نعت خاں نزول اور قدوسیت کے بیان کے لیے چودہ سالے تحریر کئے۔ (قدوس الوہیت: ص ۷۷) اور احمد رضا اکلہی لاہور

فانین: اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ کی شان القدس کیسے بظہر مانے ہیں، چنانچہ وہ اپنی تصنیف ”طعن السیورج“ کے مختلف صفحات پر لکھتے ہیں:

”امام ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر کذاب الہی بحال اور محال پر خدا کو قدرت نہیں تو اللہ تعالیٰ بصورت بولنے پر قادر نہ ہوگا، حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی۔ یہ کمال تو واجب کہ اس کو بصورت بولنا ممکن ہو۔“ (ص ۴۲)

اس کے لکھتے ہیں:

”خالق نے بول بحال کیا کہ انسان کو اسے کذاب پر قدرت ہے، اور بعینہی طرح یہی لفظ جناب حق تعالیٰ میں بحال کر رکھا کہ اسے بھی ان کے کذاب پر قدرت ہوئی، چاہے وہ خود جو چیز انسان کی قدرت میں تھی، اور وہ جس کی قدرت میں نہ ہوئی۔“ (ص ۴۳)

آگے لکھتے ہیں:

"جب یہ قرار (اصول) پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات پاک کے لیے کر سکتا ہے اور معلوم ہوا کہ نکاح کرنا عورت سے ہم بستری اور وہ اس کے رحم نطفہ پہنچانا انسان کی قدرت میں ہے تو واجب کہ ملائی کا سوہم (جو سب کا) خدا ہے یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت جو اس سے بڑھ جائے گی تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام استحکام دلد (اللہ کا دینا ہونے) کو ہمال جانے نام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں (کہاں لکھا ہے) آگے غلط فہم کرنے اور بچے ہونے میں کیا اثر رکھ گیا۔۔۔ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں اس کی قدرت سے ہوتے ہیں تو کیا اپنی روج کے بارے میں جھک جائے گا۔" (ص ۷۷)

نیز لکھتے ہیں:

"بھلا چوری شراب خوری تو سب کچھ اور بھی تمہارا وہی (جنسین حقیقی) معبود نہ بھی کر سکتا ہے دیا نہیں، اگر نہیں تو وہ تو کچھ تمہارے نام کے کلمے میں تمہارا خدا انسان سے قدرت میں گھٹ رہا ہو اور اگر ہاں اپنے نام سے تعریف نہ کرنا چاہیے (یہ تعریف آپ ہی کے لیے مخصوص ہے آگے فرمائیں) دینا حقیقی کے مقدر انسان ہے اگر تامل پر موقوف اور اس کے بغیر نہ شرعی عرف کسی معنی کا تقاضا عین محال کہ ایذا ج ذکر اس کا کرنا ہے اور ماریت ہے کہ کن محال قطعاً ناممکن (مطلب یہ کہ "حقیقی" نہ انسان کی قدرت میں ہے کہ نہ اس کے لیے آ کر تامل ضروری ہے اور بغیر آ کر تامل نہ انسان کر سکتا کیونکہ نہ اس کے لیے ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا ضروری ہے، اور داخل ہونے والی چیز آ کر تامل نہ کرنا کارکن ہے اور نہ آ کر تامل قطعاً ناممکن تو تمہارے (سب کے) معبود کو آ کر تامل سے مفرد چاہو فراہم نہیں۔" (ص ۷۷) "آدمی تو عورت بھی ہے تمہارا مانتہ (نہیں حقیقی) خدا عورت کی قدرت سے گھٹ رہا تو اور بھی کیا گزرا۔ عورت تو قادر ہے کہ نہ نہ کرے تو تمہارے اور تمہارے پدر تعلیم کے قانون سے قطعاً واجب کہ تمہارا (تمام عالم کا) خدا بھی نہ کر سکے اور نہ دیوبند میں چلنے والی قاضیات اس پر قیہ اڑائیں گی کہ تمہارا تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کاسے پر خدائی کا دم ہارتا ہے اب خدا میں فرج (عورت کی آگے والی خاص چیز) بھی ضروری ہے اور نہ

زبان کا ہے میں کرائے گا۔" (مس ۱۷۳)

(طابت ہوتا ہے کہ خلی حضرت کی اس فن میں خاص تربیت ہوئی ہے، کیونکہ علماء اور بزرگان دین ایسی گندی اور پیچیدہ باتوں سے اپنی زبانوں اور کانوں کو پلید نہیں کیا کرتے نہ اسلام ایسی گندی باتوں کو کرنے اور سننے کی اجازت دیتا ہے، احمد رضا خاں آگے فرماتے ہیں)

"ایک بڑی کہناہوں کی عقل میں نقص (وناچ) کرتی ہے لفظ لفظ کس قدر اپنی جہتیں (اور ماہرین) بدلتی ہے، اگر ان (تمام عالم) کا معبود یوں ہیں نہ محوم سکا تو رنڈی سے بھی گپ گزرا۔ وہ بیکلی ہے کہ انسان جو کچھ اپنے لیے کر سکے ان (تمام عالم) کا معبود کر سکا ہے تو مشعل جس (دشمنی اٹھانے والے) کی طرح رنڈی کے ساتھ گھومے گا بھی خود بھی تاپے گا اور رنڈی بھا کر بندہ بچا کر (بھدا دینی حضرت کیسے اس فن میں بھی ماہر ہیں کہ) اسے اپنے آس پاس گمائے گا بھی نہ (وصول بجا کر) کسی پر چڑھ کر، شہدہ بازوں کی طرح باتیں پر چڑھ کر کا کھیلے گا، مگر حق یہ ہے کہ اگر ایک مجلس میں چار رنڈیاں تاقی ہوں اور ان واحد میں وہ چاروں جہات ٹھکڑو کو اپنی سمت بدلیں ان (تمام عالم) کا خدا اگر اس وقت ایک ہی سمت بدل سکا تو رنڈیوں کے فضل پر قادر ہوگا۔۔۔" (مس ۱۷۶)

(سلفین السون: از چہب احمد رضا خاں دین اشاعت عہد مطبع بریلی)
عبدالکیم خاں اختر شاہ جہان پوری لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا خاں کو تقریباً پچاس علوم و فنون میں مہارت حاصل تھی بعض علوم آپ شی کی احباب اور (بچہ کردہ) (جیسے رنڈیوں کے ناچنے کے طریقے اور رنڈیوں اور رنڈیوں کی کثیف و غیرہ) آپ کے اعدائے کے جاننے والا کوئی بھی نہیں رہا (اچھا ہوا)۔"

(الامین السلفی: حرف آقا: ص ۱۶ امام احمد رضا خاں دین اشاعت عہد مطبع بریلی)

مرحبا آفرین ہزار آفریں

ہاں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ
ہ آپ میں ہے ایک ستم اور بھی زیادہ

غرض فہم میں کم وز یاد تو ہمیشہ ہوتے آئے ہیں مگر یہ ستم و ظلم کسی نے نہیں کیا کہ خدا تعالیٰ کے لیے زنا، شراب، دھڑیلوں، آگ، تھامل اور عورت کی شرم گاہ جیسی چیزوں کو جسکے لے لے کر چلیاں اور چاہت کیا جائے۔

وہ دو باتیں اگر سن لیں تو ہم سو گالیاں سہہ لیں گے
ہمیں مطلب سے ہے مطلب وہ جو چاہیں ہمیں کہہ لیں

بقول شخص: مردانِ دلاور معرکہ جنگ میں دشنام و گالی گلوچ زبان پر نہیں لاتے اور دانشور ان علم پرور اپنے مناظرے میں خلافِ تہذیب کسی کو نہیں سنا تے، البتہ زمانے، نامردے، ضربِ پاپوش کے بدلے گالیاں دیا کرتے ہیں اور جاہل نادان بے ہمت خواب کے بدلے دشنام و زبانِ درازی سے کام لیا کرتے ہیں، اب بجز اس کے اور کیا کیسے کسبِ مزے کی بات ہے کہ آپ برا کہیں اوروں کو اور برائی ٹکے آپ کی چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کب نقصان، ہاں خاک ڈالنے والے کی لیاقت عیاں ہوگئی، یوں عہدہ برائی کی امید نہ تھی، تاہا یہ وطیرہ اختیار کیا اور یوں اپنے جوہر اگلے۔

مذہب کی بحث اور اصول اپنی جگہ، لیکن انسان کے ذاتی چال چلن کو ضابطہ حیات سمجھنا بڑا دخل ہے اگر اس میں خرابی آجائے تو انسانیت کی ساری عمارت زمین ہو جاتی ہے، عمر بھٹام "ابو جہل" کے کفر پر عرب کے پہاڑ بھی غرمت کرتے تھے، مگر اس کے ذاتی کردار پر خاندان کوئی انگلی اٹھی ہو۔

خود ڈوبے صنم چھ کو لے ڈوبیں گے
گندگی کے ڈھیر پر پھول ڈال دیئے جائیں تو بھی گندگی گندگی ہی رہے گی، مسکڑیوں کا بائیکین ضائع ہو جائے گا، کوئی دیوانہ اگر ان پھولوں کو ظاہری نظروں سے دیکھ کر قریب آجائے گا تعفن (و بدبو) ہی آئے گی۔

لطیفہ: حسن کو رہتی کور:

میں کور، جس طرح بعض لوگ رنگ و صبا، یا رنگ کوزہ ہوتے ہیں، اس طرح اکثر لوگ حسن کور ہوتے ہیں۔ حسن کور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی جمالیاتی حس یعنی فلسفہ کی وہ شاخ جس میں حسن اور اس کے لوازم سے بحث کی جاتی ہے، فعال نہ ہو، بلکہ نا کارہ اور مرد ہو، ایسے لوگ حسن دوسرے چہرہ و سہ پہلے یعنی اچھائی اور برائی میں فرق نہیں کر سکتے۔

حق کور: اسے صدیق کی ضد کہہ سکتے ہیں، جو یہ ہے کہ ایسا شخص قلب کے امراض خصوصاً شرک کے جب حق و باطل یا توحید و شرک یا ہدایت و ضلالت میں فرق محسوس نہیں کرنا، ارشاد ربانی ہے: **وَيَجْعَلُ الْبَرَّ جَسَّاسًا** (یونس: ۱۰۰)

”اور (اللہ اپنے قوانین کے مطابق) ان لوگوں کو نجاست میں مبتلا کر دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔“ اس آیت فکر انگیز میں یہ اشارہ اس (۱) ہم نکتہ پوشیدہ ہے کہ عقل رب رحمن کی نعمت عظمیٰ، انسانیت کا جو ہر و خاصہ اور انسان و حیوان میں فرق کرنے والی ہے، لہذا جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ اس کفرانِ نعمت کی پاداش میں معنوی اعتبار سے نجس و نجاست خور حیوان بن جاسکتے ہیں، پھر انہیں طہارت و نجاست کا شعور ہوتا ہے نہ وہ ان دونوں میں فرق محسوس کرتے ہیں، نہ سیر و حرام و حلال میں امتیاز کے قائل بھی نہیں رہتے۔

عقل سے کام نہ لینے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قلب کا نظام جمود و معطل ہو جاتا اور قلب کا نور بجھ جاتا ہے قلب چونکہ باطنی نظام میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے، لہذا اس کے مفلوج و مردہ ہو جانے کے سبب کل حسی، عقلی، نفسی نظام مردہ نفس کی طرح نجس و متعفن ہو جاتا ہے، اور زندگی طیب نفسی و حق، حسد و سیر (اور برائی و نیکی) میں فرق کرنے کی فطری صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے، انسان کی اس قلبی حسنی کو قرآن مجید نے ایجازِ بلاغت سے اس طرح بیان کیا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ، **ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ**۔ (انجمن: ۵، ۴)
 ہم نے انسان کو حسین ترین خلق و خلق میں پیدا کیا ہے، پھر (ان کے عقل سے کام نہ لینے کی پاداش میں) انہیں رذل ترین مخلوقات سے بھی ازال کر دیتے ہیں۔“

انسان جب عقل جیسی امتیازی صفت ولعت سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے، تو اپنے آپ کو بے عقل و نجس چاندروں سے بھی بدتر بنالیتا ہے، اس کے نتیجے میں قرآن مجید کی معرفت و ہدایت و معنویت کو سمجھنا اس کے لیے محال ہو جاتا ہے، جس کو قرآن مجید نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أُذُنٌ لَا تَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَفَّارًا لِّعَمَلِهِمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ. (الاعراف: ۱۷۹)

[ترجمہ] جن کے قلوب ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔

دل نہ سمجھ، کان یہ چیزیں اللہ نے اس لیے دی ہیں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کو سمجھے اس کی آیات کا مشاہدہ کرے اور حق کی بات کو غور سے سمجھے، لیکن جو شخص ان مشاعر (اور دل و دماغ) سے کام نہیں لیتا، وہ گویا فائدہ نہ اٹھانے میں چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے، اس لیے کہ جانور و حیوان تو پھر بھی اپنے نفع نقصان کا کچھ شعور رکھتے ہیں اور نفع والی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور نقصان والی چیزوں سے بچ کر رہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اعراض کرنے اور حق و باطل کی پہچان نہ کرنے والے شخص کے اندر تو یہ تیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے، کہ اس کے لیے مفید چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کونسا؟ اسی لیے اگلے جملے میں انہیں غافل بھی کہا گیا ہے۔

شخصیتیں اپنے کردار سے متقی ہیں، کردار مثالی کا خاندان ہی نہیں، نہ ہر کا پیالہ بھی ہے، بسبب تک اس کے دلوں رخ سامنے نہیں آئیں ملے اس کے سمجھنے میں دشواری ہوگی، حقیقت کے تجسس میں سفر سے پہلے اس کلیہ کا سمجھ لینا ضروری ہے، ورنہ اندھیرے میں لٹو کر کامیاب نہ ہوگا، جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا، اور محض شخصیت کے احترام میں رہے وہ اپنے ساتھ دوسروں کے

لیجی گمراہی کا سبب بنے۔

اصول میں کی اجازت نہیں دیتے کہ پھسلنی و یوار پر حقیقت کی نیوٹھائی جائے، اس حرکت کے عکس کی عقل اور سوچ کا ماتم کرنا پڑے گا، بعض مولوی ایسے آتے ہیں کہ اصول اور شخصیتیں جدا رکھائی دیتے ہیں، مگر ماؤف و ذہنوں کا کیا علاج کہ وہ اس پر بھی دونوں کے مابین امتیاز نہ کر سکے اور شخصیتوں سے ایسے چمکے کہ اصول مات کھا گئے۔ حقائق کو سمجھنے اور اس پر فیصلہ دینے سے دست برداری ہے کہ اپنی اور پرانی بات سمجھ لی جائے، اگر ایسا نہیں ہوگا تو رائے قائم کرنے میں غلطی کا امکان ہے، اور پھر یہی غلطی آنسوؤں کی گھاسی گمراہی کرے گی۔

مولانا گنگوہی رضویہ کی طرف جعلی فتوے کی نسبت:

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ پر مکتوب رب العزت جل جلالہ کا ناپاک بیعتان اور اس کا جواب:

انوارات: از ماعلم اسلام قاضی بریلوی مولانا منظور نعمانی صاحب رضویہ

مولوی احمد رضا خان اپنی تحفیر و ستاؤ "مسام الخرمین" پر مولانا گنگوہی رضویہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"مہر و مہر میں اس کا حال یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اس کا مہر و دستخطی نمونہ اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، یعنی بغیرہ میں بارہا جمع رو کے چھپا صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بافضل جھوٹا مانے اور تصریح کر دے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ عیب اس سے عائد ہوا چکا تو اسے کفر بالائے طاقت، گمراہی و رکنار، فاسق بھی نہ کہو اس لیے کہ بہت سے امام ہیں کہ بچے جیسا جیہ اس نے کہا اس نہایت کا یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی۔۔۔ یہی وہ تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے بہرہ کیا اور اس کی آنکھیں اندھی کر دیں۔"

(مسام الخرمین مع حمید ایمان، ص ۷۷، مکتبہ المدینہ)

تقریباً تمام حضرت گنگوہی رضویہ کی طرف کسی ایسے فتوے کی نسبت کرنا سراسر افتراء اور

بہتان ہے حاتم الحرمین کی اس سے پہلی والی بحث یعنی تخذیر الناس میں تو مولوی احمد رضا خان نے تخذیر الناس کی متفرق جہاتیں جوڑ کر کفر کی سسل تیار بھی کر لی تھی یہاں تو یہ بھی نامسک ہے۔ بھگت اللہ ہم پورے دُشمن کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں ایسا اتفاق مرقوم نہیں ہیں نہ ہی کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب یا ان کے کسی دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افتراء اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اکابر اس شخص کو کافر و مرتد مٹوانے کی طرف جھوٹ کی نسبت کر رہے اور اس سے بالفعل مدد و کذب کا چال ہو بلکہ جو بد نصیب اس کے کفر میں شک کرے ہم اس کو بھی خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ جن پر خان صاحب نے یہ تاپاک اور شیطانی بہتان لگایا خود انہی کے مطلوبہ فتاویٰ میں یہ فتویٰ موجود ہے:

ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک و منزہ ہے۔ اس سے کہ متصف بوصف کذب کیا جائے۔
 احادیث اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شایع کذب کا نہیں قال اللہ تعالیٰ: و من اصدى من الله قیلا۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱ ص ۱۱۸۔ تالیفات رشیدیہ: ص ۹۶)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولا ہے وہ قطعاً کافر و ملعون ہے اور مخالف قرآن و حدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔ (ایضاً)

ناظرین انصاف فرمائیں کہ اس صریح اور چھپے ہوئے فتوے کے ہوتے ہوئے حضرت ممدوح پر یہ افتراء کرنا کہ معاذ اللہ وہ خدا کو کاذب بالفعل مانتے ہیں یا ایسا کہنے والے کو مسلمان کہتے ہیں کس قدر شرمناک کارروائی ہے۔ ۱۔ الحساب یوم الحساب۔

شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم

ربا مولوی رضا خان صاحب کا یہ لکھنا کہ ”میں نے ان کا وہ دستوئی مع مہرور سچا چشم خود دیکھا“ اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے جب اس چور ہو یہ صدی کا ایک عالم!

الہا کے مضامین تعلیمات اسلامی کے خلاف پائیں گے تو ان سے بدظن ہو جائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عظمت نکل جائے گی۔ پھر ہماری دکان جو امام کے فیض عام سے چھٹکی پڑ چکی تھی چک اٹھے گی۔

۔۔۔۔۔ امام اہل علامہ فیروز آبادی صاحب قاموس المصنفینؒ تھے مشہور امام و مسرہن خواص و عام تھے حافظ (ابن) حجر مستطابؒ نے ان کے خرمن علم سے خوشہ چھنی کی۔ حاسد یہ نے ان کی اس غیر معمولی قبولیت کو دیکھ کر ان کی اس عظمت کو بڑگانے کے لیے ایک پہری کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کی مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زبردہ شور سے امام اعظمؒ کی تحقیر بھی کی اور یہ جعلی کتاب ان کی طرف منسوب کر کے دوردراز تک رشتہ علی کروادی۔ حنفی دنیا میں علامہ فیروز آبادیؒ کے خلاف نہایت زبردست بیجان پیدا ہو گیا لیکن چارے علاقہ رشتہ کو اس کی خبر بھی نہ تھی یہاں تک جب وہ کتاب ابو بکر انبیاؒ کی ایمانی کے پاس پہنچی تو انھوں نے علامہ فیروز آبادی کو خط لکھا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

اگر وہ کتاب جو افتراء میں میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے پاس ہو تو فوراً اس کو نذر آتش کر دیں خدا کی پناہ! میں اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر و انا اعظم المعتقدین فی اصنامہ الی حنفیہ۔ اس کے بعد ایک ضخیم کتاب امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں لکھی۔

۔۔۔۔۔ امام مصلفیؒ کرماتی حنفیؒ نے نہایت جاذبہ سے "مقدمہ ابو الیث سمرقندی" کی مبسوط شرح لکھی جب ختم کر چکے تو مصر کے علماء کو دکھانے کے بعد اس کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ تصنیف الحمد للہ کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظر میں کھٹک گئی انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دکانیں چھٹکی پڑ جائیں گی اور تو کچھ نہ کر سکتے البتہ یہ خواہش کی کہ اس کے "باب آداب العلماء" کے اس مسئلہ کے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہ

کے ساتھ اس کی سرکاری سے اسکا اضافہ کر دیا کہ ”چونکہ ابراہیم علیہ السلام دونوں کی عبادت کرتے تھے“ حضرت اللہ - غلام کرمانی نے اس شرارت کی کیا خبر تھی انھوں نے لاطینی میں وہ کتاب مصر کے علماء کے سامنے پیش کر دی جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی تو سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں غلام کرمانی کے خلاف ہنگامہ کھڑا ہو گیا قاضی مصر نے واجب التحمل قرار دے دیا۔ پھر اسے رات رات جان بچا کر مصر سے بھاگ گئے ورنہ سردے بھیر چھوڑنا مشکل تھا۔
یہ جملے کے چند واقعات تھے ورنہ تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو حاسدوں کی ان شرارتوں سے تاریخ کے واقعات بھرے پڑے ہیں۔

پس اگر بالفرض قاضی بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے اس مضمون کا کوئی فتویٰ دیکھا ہے تو یقیناً وہ اسی قبیل سے ہے۔ لیکن پھر بھی قاضی بریلوی کو اس بنا پر کفر کا فتویٰ دینا بڑا جابرانہ ہے جب تک کہ وہ خود خوب تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتویٰ حضرت مولانا کا ہی ہے یا نہیں؟ فقہ کا مسلم اور مشہور مسئلہ ہے کہ ”الخط يشبه الخط“ یعنی ایک انسان کا خط دوسرے انسان سے مل جاتا ہے اور خود خان صاحب بھی اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ:
”تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ الخط يشبه الخط. الخط لا يعمل بلفظ۔“

(ملفوظات حصہ دوم، ص ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵،

حالانکہ خود چھپائی ہوئی کتابوں سے اس کا انکار کر دینا کھیل تھا نہ یہی بتلایا کہ وہ مطلب نہیں جو علمائے اہلسنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی اہل بات قہری جس پر التفات نہ کیا۔ (ضمیمہ ایمان: ص ۴۹)

حضورِ ائمہ کو حذف کر دینے کے بعد خان صاحب کی اس دلیل کا صرف حاصل یہ ہے کہ:

(۱) یہ فتویٰ مع رو کے مولانا ممدوح دہلوی کی زندگی میں قلمبند و قلمبند چھپا۔

(۲) انھوں نے تازیست اس فتوے سے انکار نہیں کیا نہ اس کا کوئی مطلب بتلایا۔

(۳) اور چونکہ معاملہ سنگین تھا اس لیے خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا تھا۔

حیات ہو گیا کہ یہ فتوے انہی کا ہے اور اسی بنا پر ہم نے ان کی تکفیر کی اور تکفیر بھی انہی کے من حکم کی کفر و تہذیب کفر۔

اگرچہ خان صاحب کے ان دلائل کا لچر پوچھ و پھل ہوا ہمارے نقد تبصرے کا محتاج نہیں۔ ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر کے بعد اس کو لغویت سمجھے گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر ہر جز پر تھوڑی سی روشنی ڈال دی جائے تاکہ آپ سے خان صاحب کے علم و ہدایت کی کچھ داد و لہا دی جائے۔

۔۔۔ خان صاحب کی پہلی دلیل کا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ: یہ فتوے مولانا کی حیات میں تین دفعہ چھپے۔

اس مقدمے میں سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ فتوے مولانا کے مخالفین نے چھاپے۔ مولانا آپ کے متوفیوں کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اگر خان صاحب کے بیان کو سنا سمجھ لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار جمع رو کے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی حیات میں شائع ہوا جب تک لازم نہیں آتا کہ حضرت کے پاس بھی پہنچا ہو یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو۔ اگر ان کے پاس بھیجا گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خان صاحب کو اس کی دہرائی کی

اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا تھیں؟ بحث کے پہلوؤں سے چشم پوشی کر کے کفر کا قطعی
 فتویٰ دینا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع
 حضرت گنگوپی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتویٰ لکھا تھا جس کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد
 رضا خان نے لکھا اس وقت تک ان تھیں بنیادوں پر تکفیر قطعاً ناروا بلکہ معصیت ہے۔ حضرت
 امام احمد رحمۃ اللہ علیہ تو ایک گوشہ نشین عالم فاضل تھے جن کا حال بلا مبالغہ یہ تھا

سو دانے چائے ان زجان مشتغل
 بذر خویب از جہاں مشتغل

خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتوے کا انکار نہیں
 کیا ان کی تاویل کی۔

ان کے متعلق تو پہلی گزارش یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس جیسے سزا اور
 جہاں کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا اتریں سفتریوں کی
 انا پاک حرکت کو ناقابل تردید سمجھا ان کو کوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ
 نہ رہی تھی کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متفق ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے
 اظہار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا
 انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھالنے والے علمی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا
 اس کا اہمیت کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر قطع
 نظر تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی
 "کھدیت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی روح اور
 ان کا موجودہ ذریعہ مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتراء کا قلمدان خان صاحب کے بے
 باک اخص میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ حدود العلماء والے

کافر جو نہ مانے کافر، احمدیٹ کافر جو نہ مانے کافر، یوہندی کافر جو نہ مانے کافر، مسلمانوں کا کافر جو نہ مانے کافر، اور تو اور تحریک مختلف میں شرکت کے جرم اپنے برادرانِ طریقہ عبدالبہاری فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک مختلف میں شرکت کے جرم اپنے برادرانِ طریقہ عبدالمجید صاحب بدایونی، عبدالحق اور بدایونی کافر اس کو بھی چھوڑو مصلیٰ رضول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے والا شخص احمد اسلام سب کافر۔ کفر کی وہ بے پناہ مشین گن جیاتی کہ ایسا تو یہ بدلی کے عالمی نفر انسانوں کے سوا کوئی مسلمان نہ رہا۔ پس ہو سکتا ہے کہ خان صاحب کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اللہ والا اس کو نجات الگاب (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا مرحوم رحمہ اللہ کو اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا رحمہ اللہ نے انکار بھی کیا ہو مگر خان صاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکار کیوں سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم عدم اشیٰ کو مستلزم ہے؟ افس علم اور ادب باپ عقل و دانش خود فرما میں کہ اپنے احتمالات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دھوکہ تو یہ تھا کہ:

”ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب خان صاحب) نے ہرگز ان دشناموں (حضرت منگووی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یہی، قلعہ واضح، روشن، حلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاریکی نہ تھی۔“ (تبیہ ایمان ص ۵۵)

اور ویل اس قدر لچر کے یقین کیا ظن کو بھی مضید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے گزرتا ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کوئی جاہل اور دیوانہ کسی با خدا کو کافر کہے اور وہ اس کو ناقابلِ خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے پس خان صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش

مر میں ملتی دھمیں فتویٰ

کار ایمان تمام خواہ شد

اور فقہاء کی یہ تصریحات کہ ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا کفر بھی

عظیم بائبلیں اور یہ مجدد کہ محض خیالی و دھمکی سے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شک فی کفرہ فقد
بھلا اللہ کی بات۔

یہی دو خیالات وہ انتہات ہیں جس کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ خان صاحب نے فتویٰ کفر کسی
مقامی یا ملی فروش پر جاری نہ کیے تھے بلکہ درحقیقت اس کی تہہ میں صرف حسد و حسد پرستی اور
فس پرستی کا بے پناہ جذبہ کار فرما تھا۔

اجمل سنبھلی اور غلام مہر علی کے دھمکوں کا جواب:

اس فتوے کی جملہ ترقی کا مولوی کاشف اقبال صاحب کو بھی علم تھا اس لیے لکھا کہ اس فتوے
پر دہلی مذہب کی لائسنس ٹاویلات کے رو کے لیے اجمل سنبھلی کی روشنیاب چاقب اور غلام مہر
علی کا کتاب دیوبندی مذہب پر دھوکہ (ملخصاً دیوبندیت کے بطلان کا ذکر ص ۵۰)

جواب: الحمد للہ ہم نے ان دونوں کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہے۔ اور اب آئیے ان کا دھوکہ
توبہ بھی واضح کر دیں:

دھوکہ ۱: غلام مہر علی نے لکھا کہ دیوبندی مقدمہ باز ہیں مولانا گنگوہی کا یہ فتویٰ کئی بار چھپا کر
جملہ ختم احمد رضا خان کے خلاف کوئی مقدمہ کیوں نہ کیا؟ (ملخصاً دیوبندی مذہب ص ۵۰)

الزامی جواب: مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بدیع البریہ تحفہ
الافتخار ص ۱۰۱۱ اسلام بخیرین الاولیاء، معلقو خلاف مراجعہ تحقیق بالکل جعلی کتب ہیں دیوبندیوں
نے لکھی ہیں اور میرے باپ کے نام سے بھی جعلی کتب دھریں گھڑی ہیں۔ بقول مولوی اجمل
سنبھلی یہ حرکت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے کی۔ اب یہی سوال ہمارا ہے بریلوی
مقدمہ تو ہیں آخر حضرت مدنی رحمہ اللہ اور علامہ دیوبند کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کیوں نہ
کی کہ اگر نہیں کی اور یقیناً نہیں کی تو غلام مہر علی کے اس اصول کے تحت ان کتب کا اصل ہونا ثابت
نہیں کیا؟ کاشف اقبال کہتا ہے کہ دیوبندی مذہب پر دھوکہ میں اس اصول کے تحت چسپاں کرنا
الفاظی ملت احمد رضا کہ کہ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے جن کتب کا حوالہ دیا ان کو جعلی ثابت کر دے۔ نیز یہ

بھی سوال ہے کہ تم علمائے دیوبند کو معاذ اللہ گستاخ کہتے ہو تو اس اصول کے تحت آن کھداؤں
علمائے دیوبند کے خلاف کوئی ایک مقدمہ کیا؟ اب بتاؤ تمہارے ہی طرم خان کے اصول سے
تمہارا کذاب ہونا لازم آیا کہ نہیں؟

۔۔۔ خان صاحب کے دوسرے مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا صاحب نے اس لئے کائنات
نہیں بنایا اس کی تائید کی۔

تحقیقی جواب: حضرت اعرافی رحمہ اللہ اس قسم کے ڈھکوسلوں کے متعلق فرماتے ہیں
اس کے متعلق تو جی گز ادنیٰ یہی ہے کہ جب اطلاع مل ثابت نہیں تو انکار کس چیز کا
تائید کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے کہ ان کو اطلاع ہوئی لیکن انھوں نے ناخدا اتریں مغزیوں کی
اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ سمجھا ان کو بخوالہ خدا کر کے سکوت فرمایا۔

رہا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ تو اول تو یہ
ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے نظریہ سے متعلق ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اس کے
انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو۔ کہ ایمان والے خود ہی اس ناپاک افتراء کی تکذیب کر دیں گے۔ یا
انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ اس گند کو اچھا لٹے والے (علی اور مذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے لہذا
ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ بہر حال سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر تعجب
نظر ان تمام باتوں سے یہ کہنا ہی غلط ہے کہ کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خان صاحب کی
"مجدویت" کے دور سے پہلے تکفیر ایسی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی لیکن خان صاحب کی دور رس
ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلمدان خان صاحب کے ہاں
ہاں ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا مستحکم ہو گیا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ ندوۃ العلماء والے
کافر جو نہ مانے کافر، احمدیہ کافر جو نہ مانے کافر، دیوبندی کافر جو نہ مانے کافر، مولانا صاحب
الہ آبادی فرنگی صاحب کافر اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم اپنے برادران طریقہ
عبدالماجد صاحب بدایونی، محمد القادر بدایونی کافر اس کو بھی چھوڑو مصلیٰ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے۔ (کتوں کا بھونکنا) سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا مرحوم ^{رحمۃ اللہ علیہ} کو اس فتوے کی اطلاع ہوئی اور مولانا صاحب نے
 کاربھی کیا ہو مگر جانا صاحب کو اس کی اطلاع نہ ہوئی پھر عدم اطلاع سے عدم انکاریوں سمجھا
 جاسکتا ہے تاہم عدم اطلاع کو مستلزم ہے؟۔ اہل علم اور ارباب عقل و دانش غور فرمائیں کہ کیا
 یہ اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؟ دعویٰ تو یہ تھا کہ:

میر کی عظیم اصناف والے (یعنی خود بدولت جناب خانصاحب) نے ہرگز ان دانشمندیوں (حضرت نظری و دیگر) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی واضح، روشن جملہ خود سے ان کا صریح کفر و تلبیب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا۔ جس میں اصلاً اصلاً ہرگز کوئی مضحکہ اش کوئی تاویل نہ نکل سکے۔

(تبیہ و تفسیر: ص ۵۵)

اور اہل اس قدر لچر کے پتھریں کیا عین کو بھی مفید نہیں۔ اور اگر ایسی ہی دلیلوں سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ کوئی جاہل اور دیوانہ کسی با خدا کو کافر کہے اللہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے لیے اپنی صفائی پیش نہ کرے لہذا اہل صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش

مگر ہمیں سختی دے رہی ہے توئی

سگار ایمان تمام خواهد شد

اور کہیں کہی یہ تصریحات کہ ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں صرف ایک احتمال اسلام کا بھر بھی
محکمہ جان نہیں اور یہ سچو کہ محض خیالی و دماغی عقیدے جوڑ کر کہتا ہے کہ من شک فی کفر فقد کفر۔

ملاحظہ: [۲] اصل سنجلی لکھتا ہے کہ چونکہ مولانا گنگوہی دہلی کے لیے براہین قاطعہ میں امکان

کذب کا قول لکھا ہے لہذا اس سے حسام الحرمین والا فتویٰ اصل ہو گیا نیز احمد رضا خان نے اس فتوے کے خلاف سٹن السیاح کتاب لکھی مولوی احمد رضا خان کا ہر بات سچی ہے اگر کوئی نہیں دیکھتا تو احمد رضا خان کو کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ (مخلص ارد شہاب چو قتب ہم ۲۵۱، ۲۵۰)

جواب: اس جاہل کو اتنا بھی علم نہیں کہ امریکان کذب کی وہ عبارت مولانا گیسٹگو ہی دیکھ چکے ہیں بلکہ مولانا غلیل احمد سہارنپوری دیکھ چکے ہیں جس پر تفصیل سے ماقبل مسیس کلام گزر چکا۔ مولانا گیسٹگو دیکھ چکے ہیں کہ طرف منسوب جعلی فتوے اور براہین قاطعہ کی عبارت میں زمین و آسمان کا فرق ہے ایک کے ثبوت سے دوسرے کا ثبوت ماننا تقسید غار رضا خانی منطوق دانی ہی کا کمال ہو سکتا ہے۔ ہم اس کے جواب میں الزام اگر کہتے ہیں کہ رضا خانیوں کی طرح شرم و حیا سے عاری کوئی شخص کہہ دے کہ معاذ اللہ مولانا احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ مولوی اجمل سنہیل نے باطل اپنی ماں سے زنا کیا ہے اور جب کوئی ثبوت مانگے تو جواب دے کہ کیا اجمل سنہیل ماں سے زنا کا وار نہیں؟ جب قار ہے تو معاذ اللہ بالفعل بھی کیا ہوگا۔ اب بتاؤ ایسی ہے ہوگی کا جواب سوائے ”جو نہیں“ کے اور کیا ہے؟ براہین قاطعہ میں صرف قدرت کی بات ہے اس سے بالکل بھرت پوانا کہاں ثابت ہوا؟ رہا مولانا احمد رضا خان جیسے کذاب زمانہ کو سچا کہنے کی بات تو مختار عاہور میں ایسے دعوے کرنے پر بھی رضا خانیوں کو ڈوب مر جانا چاہیے اس آدمی کو سچا کہنا ان کو دات کہنا ہے۔ اگر ایسے ہی بے ہودگیوں کا نام دلیل ہے تو اتنی دماغ سوزی کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ کہہ داک چونکہ احمد رضا خان نے کہا ہے لہذا معاملہ ختم اب تم جو چھو چلاؤ ہم نے نہیں سنا۔

دھڑل۔ [۳] یہ فتویٰ تم نے نظیر کے خوف سے نکال دیا ہے۔

جواب: اس اصول پر تو ہمیں حفظ الایمان اور تھری قاطعہ اور تحذیر الناس کو بھی ختم کر دینا چاہیے تھا، بلکہ معاذ اللہ تحذیر الایمان کو تو آگ ہی لگا دینی چاہیے تھی کہ تمہارے اکثر اعتراضات اسی پر ہیں۔ الحمد للہ یہ کتب آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چھپ رہی ہیں۔ پھر فتاویٰ رشید یہ ہیں جو فتویٰ ہے خلف و عید کے متعلق اس پر بھی تو تم کو اعتراض ہے آخر ہم نے اس کو کیوں

نہ کہلا؟ الحمد للہ علمائے اہل سنت کو نام نہاد سپر پاور امریکا کے غیص دہانے پوری دنیا میں کفر کو بچا کر نجات دہانے کو پاش پاش کر دیا تو تم رضا خاں یوں "شرامت قلبیہ" کی کیا ادوات وحیثیت کو ہم بردہلی بھنکر کے خوف سے اپنا عقیدہ چھپا لیں۔

یہ منہ اور مسود کی دال

پھر اہل سنبھلی کہتا ہے کہ یہ فتویٰ جمع کرنے والے چھاپنے والے دیوبندی ہیں اس لیے انہوں نے یہ فتویٰ شامل نہیں کیا۔ یہی بات ہم کہتے ہیں کہ مولانا گنگوہی دہلی کی طرف منسوب دہلی کے کو چھاپنے والے دہاپنے پاس رکھنے والے تم ہوا اسی لیے تم نے یہ جعلی فتویٰ تیار کیا ہے۔

حظ۔ [۲] گنگوہی صاحب کو حق تھا کہ اس فتوے کا انکار کر دیتے اپنی زندگی میں انہوں نے درجہ سے انکار نہیں کیا تو تم کیوں کرتے ہو؟ (رد شہاب طاقب، ص ۲۵۲)

جواب: اس کا جواب با قبل میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔ نیز شہاب طاقب کا رد ساری دہلی مولوی احمد رضا خان نے نہیں کیا اس کے مرنے کے بعد اہل سنبھلی تم نے کیا تو تمہارے اہل اصول سے رد شہاب طاقب میں ذکر کردہ تمام باتوں کا درست ہو نا لازم ہوا۔

فیصلہ کن سوال: اسی طرح کے چند لائسنس ڈھکوسلے مزید بھی دیے گئے ہیں مگر اہل انار خود پھیل کر رہیں کہ کیا انہی کا نام "دلائل" ہے؟ ایسی کج فہمی اور شیطانیت ضد ہنس دھری ستا بر محوت کو کج اور کج کو جھوٹ ثابت کیا جاسکتا ہے۔ مغلطہ ترجمان رضا خانیت کا شرف اقبال انسانیات سے ہمارا سوال ہے کہ اگر آج ہم احمد رضا خان صاحب یا اہل سنبھلی کی طرف کوئی فتویٰ یا خبر یا کتاب منسوب کر دیں اور اس کے لیے یہ تمام فضول دلائل و مہر علی و اہل سنبھلی لٹائیے تو کیا اس کا ثبوت ہو جائے گا؟ سوچو کچھ کر جواب دینا۔

بقائدہ (بلکہ یہ بھتر م مولانا نشاط صاحب زید محمد)

امام احمد رضا خان نے علماء دیوبند پر کئی الزامات لگائے جن میں سے ایک مولانا رشید احمد

گنگوہی پر یہ لگا یا کہ مولانا گنگوہی نے خود خدا کو جھوٹا ماننے لیا

اب آپ حضرات کے سامنے الزام کی حقیقت بھی رکھتے ہیں اور جواب بھی

مولانا احمد رضا نے حسام الحرمین میں مولانا گنگوہی کے خلاف فتویٰ دیا جس میں ایک جھوٹے خط کو بنیاد بنا یا احمد رضا صاحب حسام الحرمین میں لکھتے ہیں:

ظلم و گمراہی میں یہاں تک بڑھا کہ اس نے ایک فتویٰ میں جو اس کا مہری دستخط میں ہے انہی آٹھ سے دیکھا جو ممبئی وغیرہ میں بار بار مع رد چھا اس میں صاف لکھا کہ جو اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہی و گنہگار قاسم بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہ چکے

(حسام الحرمین صفحہ ۱۳۱)

جناب احمد رضا صاحب کو مولانا گنگوہی کو کافر بنانا تھا اس لئے ایک جعلی فتویٰ بنایا اور مولانا گنگوہی کو اور امت کے ایک بڑے طبقے کو کافر بنانے کیلئے اس جھوٹے خط کا سہارا لے کر علماء دیوبند پر کیا کیا الزامات لگائے آپ خود ملاحظہ فرمائے احمد رضا صاحب فتاویٰ رضویہ میں خدا کا ذکر کرنا اس انداز میں لکھتے ہیں:

دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو بالفعل جھوٹا ہے جس کے لئے وقوع کذب کے معنی درست ہے گئے جو اسے (خدا کو) جھٹلائے مسلمان حتیٰ صالح ہے دیوبندی خدا چوری بھی کر سکتا ہے اور اگر چوری نہ کر سکتا تو تو دیوبندی بلکہ عام وہابی و حرم میں علی کلی ششی قدیور نہ رہتا انسان اس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کر سکتا ہے اور وہ نہ کر سکا وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کا سچا ہو کچھ ضروری نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے جکا بیکنا، بھولنا، سونا، اونگٹا، غافل رہنا عالم بنانا خدا کے مر جانا سب یکجہ ممکن ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۵۱-۵۲-۵۳)

یہ الزام علماء دیوبند پر لگایے صرف ایک جھوٹے خط کی وجہ سے علماء دیوبند اس کٹکٹ میں تھے کہ آخر خط کی تو کوئی حقیقت نہیں اب عوام کو کیا منہ دکھائے گئیں جب عوام نے ثبوت مانگ لیا

پھر بریلوی حضرات گرجٹ کی طرح رنگ بدلتے ہوئے اس طرح میدان میں آئے امجد علی دہلوی جس کو بریلوی حضرات ابو الاعلیٰ کہتے ہیں وہ لکھتے ہیں اس گروہ کا ایک مشہور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جوت بول سکتا ہے۔ (بہار شریعت جلد ۱ صفحہ ۵۸)

مگر کوئی حوالہ یہ ثبوت پیش نہیں کیا۔ بنا ثبوت کے امت کو گمراہ کر رہے ہیں۔
رضوان احمد نواری صاحب لکھتے ہیں:

یہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو ہیں اس نے پہلے تو بارگاہِ اہلکی میں اسماعیل دہلوی کی ضروری میں امکان کذب کا بہتان باندھا اور پھر اللہ تعالیٰ کو کاذب بالکل مانا۔

(۷۲ فرقے ہمیشہ جہنم میں صفحہ ۱۰۸)

مگر یہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا نہ کوئی ثبوت اور پھر دیتے بھی کیسے کیونکہ کافر بنانے کے لئے ایک جھوٹا فتویٰ جو بنایا تھا محمد ظفر الدین رضوی بہاری نے حیاتِ اعلیٰ حضرت میں جلد ۲ صفحہ ۱۷۱ میں ثبوت کے نام پر صرف مہری دستخط لکھا۔ مفتی احمد یار خان نعیمی نے جہاد الحق صفحہ ۳۹۸ میں ثبوت کے نام پر صرف مسئلہ امکان کذب لکھا جبکہ احمد رضا صاحب نے وقوع کذب کا انضمام لگایا اور بیٹ بھر کر گالیاں دیں۔ پھر بھی جناب مصطفیٰ رضا خاں صاحب کہتے ہیں

پرفتنی یقیناً گنگوہی صاحب کا ہے اور ان کے اذتاب خود اپنی کتابوں میں آج تک یہی مضمون لہجہ رہے ہیں۔ (مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۰)

اگر آج تک یہی مضمون چھپ رہا ہے تو آپ کے علماء کرام ہی نہیں آپ کے حکیم الامت جیسے بھی نامہ رسنے سے کیوں گھبرا رہے ہیں؟ جس کا کوئی ثبوت نہیں اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے بریلوی کچھ اس طرح سے زور لگانے لگے کہ جب فتویٰ مولانا گنگوہی کا نہیں ہے تو انہوں نے انکار کیوں نہیں کیا؟ احمد رضا صاحب لکھتے ہیں:

فتویٰ رسینے والا ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک سزا کت رہا نہ کہ کہا کہ فتویٰ میرا نہیں ہے کہ لکھ لکھ خود چھاپی ہوئی کتابوں سے فتویٰ کا انکار کر دینا سہل تھا نہ یہی بتایا کہ وہ مطلب نہیں جو

اعلام اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے نہ صرف کفر کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر الزامات نہ کیا زید سے اس کا ایک مہری فتویٰ اس کی زندگی اور تندرستی میں علانیہ نقل کیا جائے اور لفظ یقیناً صریح کفر ہو اور سالہا سال تک اس کی اشاعت ہوتی رہے لوگ اس کا رد چھاپا کریں زید کو اس کی بنا پر کافر بتایا کریں زید اس کے بعد پندرہ برس تک جئے اور سب کچھ دیکھتے سنا کر اس فتوے کی اپنی طرف نسبت سے انکار اصلاً شائع نہ کرے بلکہ دم سادھے رہے یہاں تک کہ دم نکل جائے۔ (تہذیب دینان صفحہ ۴۲) اور شہاب چاقب میں بھی یہ بات موجود ہے۔

اپنی طرف اس فتوے کی نسبت کراتے رہے اس کا رد کرنے والے رد کرتے رہے اس کا رد ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض نہ پہنچتے رہے علماء دین اس فتوے پر حکم کفر دیتے رہے دنیا بھر میں ان کی اس گستاخی کے ثمرہ بچاتے رہے لیکن گنگوہی جی یہ نہ کہ سکے کہ یہ فتویٰ میرا نہیں میری طرف اس فتوے کی نسبت لفظ اور جھوٹ ہے (رد شہاب چاقب صفحہ ۴۵۵)

بریلویوں کے علامہ بدر الدین احمد قادری صاحب نے سوانح اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۲۵ پر یہی لکھا ہے۔ مصطفیٰ رضا صاحب احمد رضا کی کتاب کشف خلائل دیوبند کے حاشیہ پر بھی یہی بات لکھی ہے مجموعہ رسائل جلد دوم صفحہ ۱۶۱۔ اس کے اور بھی بہت حوالہ ہم دے سکتے ہیں مگر چار پر اکتفا کرتے ہیں ایک ہی بات کے چار جگہ سے حوالے دینے کا مقصد صرف بریلویوں کے الزام کی حقیقت دکھانا ہے کہ بلا تحقیق ایک دوسرے کی اندھی تقلید کر کے کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں یہ حال جھوٹ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اس سے انکار نہیں کیا۔

رہمیں المناظرین حضرت مولانا جعفر نقوی حسن چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

بندہ کو ۱۳۲۳ھ میں عبدالرحمن پوٹھوہری کے ایک رسالہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ پافزا بہتان ہوا ہے اسی وقت گنگوہیؒ عریضہ لکھ کر دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب کیا آیا کہ اس واقعہ کی مجھ کو خبر نہیں یہ اعتساب میری طرف کہ میں نے ایسا فتویٰ دیا ہے کہ معاذ اللہ خدا مجھ سے۔ (رسالہ چاند پوری جلد اول صفحہ ۱۰۶)

ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔ مولانا چاند پوریؒ لکھتے ہیں:

وصالی سے چند روز قبل جب بندہ کو اورینٹلنگ میں یہ افتراء معلوم ہوا تو عریضہ لکھ کر در یافت کیا تو حضرت مولانا نے صاف تحریر فرمادیا کہ یہ نسبت میری طرف غلط ہے۔

(رسالہ چاند پوری جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

بریلوی حضرات کا جھوٹ کیساتھ بہت گہرا رشتہ ہے بریلوی جھوٹ لکھنا بھی جانتے ہیں بولنا بھی جانتے ہیں اور چھاپنا بھی جانتے ہیں مثلاً تحقیق کے الزام پر الزام چھاپتے رہے۔ مولانا گنگوہیؒ کو اس خط کا کوئی علم بھی نہیں تھا جب علم ہوا تو صاف طور پر برأت کا ابرار کردی پھر بریلویوں کا یہ کہنا کہ مولانا گنگوہیؒ خاموش رہے سراسر جھوٹ ہے اور اب ہم کہتے ہیں کہ احمد رضا صاحب اپنی طرف سے فتویٰ دیتے رہے علماء کرام ان کا رد کرتے رہے شائع کرنے والے اس رد کو شائع کرتے رہے اس پر ہر طرف سے ان کے پاس اعتراض پہنچتے رہے علماء کرام اس خط کو جعلی سمجھتے رہے دنیا بھر میں ان کے جھوٹے ہونے کا شور مچتا رہا لیکن احمد رضا صاحب کبھی اس جعلی خط کو ٹل نہ کر سکے کبھی ثابت نہ کر سکے کے علماء کرام نے ایک جعلی خط کا جو مجھ پر الزام دیا ہے وہ غلط ہے مگر کہیں احمد رضا صاحب نے کسی کتاب میں اس فتویٰ کو مکمل نقل کیا ہو تو بتادیں۔ مولانا مرثیہ حسن چاند پوریؒ نے احمد رضا صاحب کی حقیقت کھول کھول کراست کو بتادی اب بریلوی حضرات کوئی ثبوت پیش کرے جس میں احمد رضا صاحب نے ان کو جواب دے کر اپنے آپ کو بھارت کیا ہو۔

بلکہ ہدایہ کہ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کی ایسی ضرب لگی کہ احمد رضا صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کے نقل سے فتویٰ ہی بدل دیا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لیکن مولانا گنگوہیؒ کو کافر بتانا تھا مصطفیٰ رضا صاحب نے ایک ترکیب اور نکال کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی کہ فتاویٰ رشیدیہ کے اقوال کذب کے قائل پر مولانا گنگوہیؒ نے کافر ہونے کا جو فتویٰ دیا ہے وہ جعلی فتویٰ ہے غمناک ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

مگر اس سے کیا فائدہ یہ گنگوہی صاحب کی ہی تکفیر تو ہوئی تم نے خود نہ کی، ان کے منہ سے کرا ل کر
 اقم و مبلغ ہو۔ لطف یہ کہ وہ فتویٰ ۱۳۰۵ھ کا ہے اور یہ ۱۳۰۵ھ کا ہے تو وہ اگر تھا بھی تو اس سے
 منسوخ ہو گیا۔ (مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

اور یکے اسی طرح کا مضمون رد شہاب ثاقب میں بھی لکھا گیا جناب اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:
 تو ہمارے پیش کردہ فتوے نے مصنف کے پیش کردہ فتوے کو منسوخ کر دیا کہ وہ اس سے ایک
 سال پہلے کا ہے۔ (رد شہاب ثاقب ۲۵۳)

کیا عقل ہے بریلویوں کی! کسی نے بھی اس پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ایک فتویٰ کی چھپی
 تاریخ ہے اور دوسرے کی لکھنے کی تاریخ ہے۔ میں ایک دوسرے کی اندھی تقلید میں عقل اور علم
 دونوں کا جنازہ نکال کر کفر کے فتوے دے جا رہے ہیں۔ ان دونوں بریلویوں نے اس جلی فتویٰ
 کی مہر میں ۱۳۰۵ھ لکھا ہے یعنی یہ فتویٰ ۱۳۰۵ھ کا ہے۔

رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۳۸-۲۳۹ مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۱۰
 اب فتویٰ منسوخ ہوگا تو یہ جلی فتویٰ ہوگا کیونکہ یہ فتاویٰ رشیدیہ کے وقوع کذب پر کفر کے فتوے
 سے سات سال پہلے کا ہے اور اگر آپ چھپنے کی بات کریں تو بھی جناب آپ کا جلی فتویٰ ہی
 منسوخ ہوگا کیونکہ آپ کے مطابق جلی فتویٰ ۱۳۰۵ھ میں چھپا اور فتاویٰ رشیدیہ کا وقوع کذب
 کے قائل پر کفر کا فتویٰ پہلی مرتبہ فیض رشیدیہ میں صفحہ ۲۶ پر میرٹھ سے ۱۳۱۰ھ میں چھپا
 لئے بھی آپ کا ہی جلی فتویٰ منسوخ ہوا اور آپ کے ہی اصول سے مولانا گنگوہی مسلم ثابت ہوئے۔

اب جناب مصطفیٰ رضا کا یہ کہنا کہ گنگوہی صاحب کی تکفیر تم نے خود نہ کی ان کے منہ سے کرا لیا یہ
 بالکل غلط ثابت ہوا اور اب اس کی تصحیح اس طرح سے ہم کر رہے ہیں۔ مولانا گنگوہی کو مسلم ہم
 نے خود بریلویوں کے اصول سے ثابت کیا ایک اور جھوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

اجمل شاہ صاحب اور بریلویوں کے مفتی اعظم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ ۱۳۰۵ھ کا ہے۔ جبکہ عبدالستار
 بدائی صاحب قندھار مکان کذب کے باب میں ان سب بریلویوں کا رد کرتے ہوئے لکھ لیا:

مولوی رشید احمد گنگوہی نے ۱۳۰۲ھ میں اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے ایک فتویٰ امکان کذب
باری تعالیٰ کا مہرب کیا اور اسے شائع کیا۔ (امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر صفحہ ۷۵-۷۶)

پھر چوٹی کرتا ہے تو کچھ ثبوت تو چھوڑ ہی دیتا ہے اب دونوں میں سے کون جھوٹ بولی رہا ہے
بریلوی خود فیصلہ کر کے ہمیں بتا دیں، اب آپ خود دیکھ لیں کہ بریلوی حضرات بھی اب یہ تسلیم
کرتے گئے ہیں کہ یہ فتویٰ جھوٹا ہے خط کی کوئی حقیقت نہیں۔ بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد
یارتان بھی صاحب احمد رضا کے وقوع کذب کے الزام کا اس طرح انکار کرتے نظر آئے
نیرا اعتراض۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ جسے چاہے بخش دے اگرچہ کافر بھی کیوں نہ ہو
اور جسے چاہے عذاب دے اگرچہ نبی بھی کیوں نہ ہو لہذا مسئلہ امکان کذب ثابت ہو گیا۔

جواب۔ اس آیت کو نہ حضرات انبیاء سے کوئی تعلق ہے نہ کفار سے کوئی واسطہ اور نہ یہ آیت
نہایت بھی خلاف ہے کیونکہ تم بھی کذب کا امکان مانتے ہو نہ کہ وقوع۔

(تفسیر نعیمی جلد ۳ صفحہ ۱۶۹ آیت ۱۲۹)

ذرا کذب کا الزام مفتی احمد یار خان صاحب نے بٹا دیا اور امکان کذب کا الزام اب دیگر
بریلوی حضرات بٹا رہے ہیں۔ بریلویوں کے علامہ ارشد القادری صاحب نے علامے دیوبند کے
مفتی اختلاف کی تین مضبوط بنیادیں لکھی اور پہلی بنیاد میں علامے دیوبند کی تین عبارتیں لکھیں:
۱۔ حضرت اشرف علی تھانوی صاحب کی حفظ الایمان کی

اور مولانا غلیل احمد امجدی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کی براہین قاطعہ کی (دھوکہ بازی یہ کہ
مولانا گنگوہی کو بھی اسی میں شریک کر دیا)

۲۔ مولانا اسماعیل نانوتوی کی تحذیر الناس کی
۳۔ مولانا گنگوہی کا جعلی خط بھی غائب ہو گیا اور امکان کذب بھی۔ محمد مفتاح تابش قصوری صاحب بھی
کچھ کی اس اب کشائی کرتے نظر آئے۔

۴۔ مولانا اسماعیل نانوتوی پر اعتراض کیا تحذیر الناس پر اور مولانا گنگوہی پر الزام لگایا براہین قاطعہ

کاشیطان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے تعلق سے اور مولانا تھانویؒ پر الزام لگا یا حفظ الایمان لکھا۔
(دعوت و فکر صفحہ ۲۶)

صاف ظاہر ہے کہ خط کا الزام بھی یہ جھوٹا نامہ نہیں اور امکان کذب کا بھی ہی لئے تو صرف تین ہی الزام رہنے دئے۔ مثلاً تائش قصوری صاحب کی عجیب بات یہ کہ براہین چمکھ مولانا غفل احمد صاحب سہارنپوری کی ہے جس کو مولانا گنگوہیؒ کی بتا کر مولانا سہارنپوریؒ سے فتویٰ منسوخ کر دیا۔ اور دوسری صورت میں اگر آپ کو اس سے اختلاف نہیں تو خود اپنے گھر کے فتوے سے کافر ہوئے۔ ایک اور ثبوت پیش خدمت ہے۔ معرفت کا مصنف لکھتا ہے:

”بریلوی دیوبندی (اہل سنت و جماعت) کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان اصل اختلاف کا باعث تین دیوبندی علماء کی کتابوں میں سے چند سطری تین کفریہ عبارتیں ہیں۔“
(معرفت صفحہ ۸)

اہل سنت و جماعت (بریلوی دیوبندی) پہلے ایک جماعت تھے اختلافات تین عبارتوں پر کفر کے فتوے لگنے سے پیدا ہوئے اور ابھی تک یہی تین عبارتیں مسلمانوں کی صلح کلیت (اتحاد و اتفاق) کے درمیان حائل ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۸)

اور آگے بھی اپنے امام کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور فیصلہ مفتیان عظام نے کرنا ہے اور مفتیان عظام ۱۲۰ سال سے کہہ رہے ہیں کہ یہ تین عبارتوں پر کفر کا فتویٰ ہے۔ (معرفت صفحہ ۱۰۳)

۱۱۰ سال سے بریلوی علماء چلا رہے ہیں کہ وقوع کذب اور امکان کذب کا الزام احمد رضاؒ نے جھوٹا لگایا ہے۔ جب مولانا گنگوہیؒ پر دھوکہ بازی کر کے بھی ناکام رہے تو پھر الزام مولانا مرتضیٰ حسن چاند پورؒ پر لگا دیا مگر پھر بھی ذلت ہاتھ آئی۔

اجمل شاہ صاحب لکھتے ہیں:

مرتضیٰ حسن درہنگی نے اپنے رسالہ اسکات المقتدی میں تصریح کر دی۔ تاہم اس سے اس شخص کا

مذہب جو جواز خلف فی الوعد کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ شرع کذب کا قائل ہوا یا نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو اکابر اشاعرہ کا مسئلہ نقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔

(رد شہاب ثاقب صفحہ ۲۵۸)

پہلی مضمون مجموعہ رسائل جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ پر بھی موجود ہے۔ عبارت اکابر کا تحقیقی و تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۱۲ میں بھی ملتی مضمون موجود ہے۔ یہ ضمنی حوالہ میں نے اس لئے دئے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ بریلوی حضرات کس طرح اپنے مولویوں کی اندھی تقلید کر رہے ہیں۔

اب جواب ملاحظہ فرمائے اور بریلویوں کی دھوکہ بازی بھی دیکھ لیں۔ مولانا چاند پوری نے ایک رسالہ گہوارات المستعدی جس میں احمد رضا سے ۱۳۲ سوالات کئے جن کا جواب نہ تو احمد رضا صاحب دے سکے نہ ہی آج تک کسی بریلوی نے دیا ہے اور بریلوی حضرات نے جو اعتراض کیا ہے وہ بھی سوال ہی ہے جس کو بریلوی حضرات عبارت بنا کر علماء و یوہنکا عقیدہ بتا رہے ہیں اور دھوکہ بازی یہ کہ وہ سوالوں کو ٹکرا کر ایک عبارت بنا ڈالی۔

اصل سوال یہ ہے:

سوال نمبر ۵۳۔ محقق دوانی کا ایسا جواب دینا کہ جس کی وجہ سے جواز خلف فی الوعد لازم نہ آئے۔ یہ جواب صحیح ہو یا نہ ہو۔ پورا امر آخر ہے لیکن ان کی تاویل نے اس شخص کا مذہب جو جواز خلف فی الوعد کا قائل ہے نہیں بدل سکتا فتویٰ اس کے باب میں مقصود ہے کہ وہ وقوع کذب کا قائل ہو کر کافر ہوا یا نہیں

سوال نمبر ۵۴۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب مسائرہ نے جو فقیر اکابر اشاعرہ کا مسئلہ حسن و قبح عقلی متناقل کیا ہے وہ لوگ بھی وقوع کذب کے قائل ہوئے یا نہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے۔ آپ نے جو اس حکم کی تاویل المستعدی کے اندر کی ہے آپ کی شان مجددیت علم و فضل سے لایات مستعدی ہے مسائرہ کی عبارت بغور ملاحظہ ہو تب اس تاویل کا حال بخوبی معلوم ہو جائے گا

اور یہ بریلوی اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

نافیاً: یہاں بھی رضا خاندانوں نے شرمناک دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ دراصل ہمارے اہل "بدعت" کا اطلاق اس امر پر یوں لاجاتا ہے جو شرعاً قبیح اور بے اصل ہو۔ اور اسی بات کا دھوکا دینا رضا خاندانوں نے دیا ہے کہ دیکھو اللہ کو جہت و زمان سے پاک ماننے کو یہ قبیح اور غیر شرعی مان رہے ہیں جو کفر ہے۔ حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے اہل "بدعت" حقیقیہ ایک مخصوص اصطلاح ہے اور لا مشابحہ فی الاصطلاح۔ شاہ صاحب کی اصطلاح میں بدعت حقیقیہ کا معنی یہ ہے کہ صدر اول اور خیر القرون کے بعد جو مسائل بھی دلائل شرعیہ کی روشنی میں نکالے گئے گو بجائے خود وہ مسائل دینی امور بلکہ واجبات دین ہی کا درجہ کیوں سنت رکھتے ہوں، لیکن نصوص کی صراحت اور خیر القرون میں اس کی تفصیل و وضاحت موجود نہ تھی مگر اب اسے دین کا ایک جز بنا کر اسی میں مشغولیت کو قرب خداوندی کا ذریعہ سمجھ لے۔ اس لیے وہ اپنی بدعت بمعنی نو ایجاد چیز کے حقیقی اطلاق کے تحت آجاتی ہیں۔ بنا بریں وہ بدعت حقیقیہ ہیں۔ تو شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جہت و زمان سے پاک ماننا تو واجب ہے مگر اللہ کے بارے میں مسائل کا امپ کے تحت اس تفصیل سے گفتگو کرنا چونکہ صدر اول میں نہ تھا اس لیے اب ان امور پر بحث و مباحثہ بدعت حقیقیہ ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ اللہ جو جہت و زمان سے پاک نہ مانا بدعت حقیقہ ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ فلسفہ یونان کے عربی میں منتقل ہونے اور علم کلام کے وجود میں آنے سے پہلے رویت ہاری تعالیٰ کا مسئلہ موجود تو تھا لیکن جہت و مکان کی منتفی کے ساتھ نہ تھا۔ اس قسم کے مسائل ذات و صفات سے متعلق علم کلام کے وجود میں آنے اور فلسفہ یونان سے علوم شرعیہ کے اختلاط کے بعد وجود میں آئے جو اپنی جگہ حق واجب العظیم اور شعار اہل سنت کے باوجود بھی بہت سے ائمہ اور اکابر علماء اہل سنت کے نزدیک بدعت منکر کے معنی کے تحت آتے ہیں۔ جیسا کہ سلاطین قاری رحمہ اللہ کی شرح فقہ اکبر میں اس کی تفصیل

موجود ہے۔ چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر کئی اکابر امت ”عظیم کلام“ کی بدعت ہی کہتے۔ اور کئی مسائل کو بدعتی مسائل سے تعبیر کرتے۔ یہاں صرف ایک دو حوالے نقل کرتے ہیں تفصیل کے لیے شرح فقہ الاکبر کا مقدمہ دیکھو:

و قال الامام الشافعي حكى في اهل الكلام ان يضرىوا بالجريد والبعال و يطاف بهم في العشائر و القبائل و يقال هذا جزء من ترك الكتاب و السنة و اقبل على كلام اهل البدعة. (شرح فقہ الاکبر، ص ۴۹)

[ترجمہ] اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا میرا فیصلہ اہل کلام کے بارے میں یہ ہے کہ ان کو جوتن اور شاموں سے مارا جائے اور قبیلہ قبیلہ ان کا گشت کرایا جائے اور پکار کر اعلان کیا جائے کہ یہی امر ہے اس شخص کی جس نے کتاب و سنت سے بے تعلقی برتی اور اہل بدعت کے کلام کی طرف راغب ہوا۔

عن ابی یوسف انه قال کنا جلوسا عند ابی حنیفة اذا دخل علیہ جماعة فی ائیدہم رجلاں فقال ان احد هذین یقول القرآن مخلوق و هذا یدارعه و یقول هو غیر مخلوق قال لا تصلوا خلفہما قلت اما الاول فنعیم انه لا یقول لقدور القرآن و اما الآخر فما یالہ لا یصلی خلفہ قال انہما یدارعا فی الدین و المذارعة فی الدین بدعة کذا فی مطالع السعادة. (شرح لحقہ الاکبر، ص ۴۲)

[ترجمہ] امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ امام ابو یوسف کی خدمت میں تھے کہ چنانچہ ایک گروہ درآویں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے ایک قرآن کو مخلوق مانتا ہے اور دوسرا اس سے ٹھکرتا ہے اور قرآن کو غیر مخلوق مانتا ہے امام ابو یوسف نے فرمایا ان دونوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس پر میں نے سوال کیا کہ پہلے شخص کے بارے میں تو یہ علم درست ہے اس لیے کہ وہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا لیکن دوسرے نے کیا کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے؟ تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں دین میں ٹھکرا کر رہے ہیں اور دین میں ٹھکرا کرنا بدعت ہے۔ اس لیے قرآن کو غیر مخلوق کہنے والا دوسرا شخص بھی

وہی ہے اور بدعتی کے پیچھے تمہارا درست نہیں۔

اب رضا خاندان سے درخواست ہے کہ آنکھ کھول کر ان حوالوں کو پڑھیں۔ فقہائے متاخرین کے نزدیک قرآن کو غیر مخلوق ماننا دوا جہالت دین اور شعائر اہل سنت میں سے ہے جو نہ مانے وہ گمراہ اور بددین ہے مگر ایک وقت تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو بدعت اور ان مسائل میں بحث و مباحثہ کرنے والوں کو بدعتی کہتے تھے۔ تو ایضاح الحق کا یہ قول بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ اہل کی ذات و صفات میں اس تفصیل کے ساتھ گفتگو کرنا بدعت فقہیہ ہے ان کی اپنی اصطلاح کے مطابق ہے نہ یہ کہ یہ ان کا معاذ اللہ اپنا عقیدہ ہے جس طرح کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول سے یہ مطلب لیا کہ وہ معاذ اللہ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے غلط ہے۔ مسگر عبد الغرور نے ان مسائل پر بحث و مباحثہ کرنا بھی درست ہے جیسے حنفیوں نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے پر معتزلہ کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا۔

انجمن حقوق کی مکمل حمایت ملے۔

”معلوم دینا چاہیے کہ وحدت وجود وحدت شہود کا مسئلہ اور تنزلات شمس کی بحث اور صادر اول کا ذکر اور تخریج مثال اور مکوان و بروز کا بیان اسی طرح تصوف کے دوسرے مباحث اور اسی طرح واجب الوجود (یعنی حق تعالیٰ) کو زمان و مکان اور جہت و مابیت اور ترکیب عقلی سے پاک و متفرق سمجھنا، اور الٰہ کی صفات کو اس کا جنم سمجھنا یا عین ذات پر زندہ سمجھنا اور عقلی حیثیات کی تلاویں کرنا، اور اللہ تعالیٰ کو خارج بلا جہت، صورت، لغویں، اور عقول کو یا عقل ظہیر و باطن کے ہر شخص لان کو ثابت کرنا اور اس مسئلہ پر پے تفکر کرنا، اور عالم کے صادر ہونے کے وجوب کا قائل ہونا اور عالم کے قدیم ہونے کو ثابت کرنا، اور اسی طرح کے علم کلام و الٰہیات اور فلسفہ کی دیگر بحثیں یہ سب بدعات حقیقہ کی قسم سے گنہگار (اگر ان کا قائل) اس لیے کہ ان مسائل کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرنا اور ان کی تصحیح (یا بیان بھٹک) کرنا اور ان مسائل و مباحث پر تفکر کرنے والے کا شمار علمائے دین اور حکمائے دین میں نہیں کرنا اور ان امور کی وجہ سے اللہ کی تعریف اسی طرح کرنا جیسے دینی کمالات کی کرتے علماء و صرف عوام میں ہونے کے بلکہ خواہ اس بھی اسی قسم کی تفکر کرتے ہیں۔“

(ایضاح الصریح مترجم، ص ۷۸، ۷۹)

بدعت حقیقیہ کی ایک اور مثال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کیونکہ وہ اسی کو ہی اصل کمال شرعی سمجھتے ہیں یا شریعت کا عمل کر دیتے ہیں۔“

(ایضاح الصریح مترجم، ص ۷۹)

خط کشیدہ عبارت اور بعد کی ایک عبارت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ایضاح الحق میں ان کلامی مسائل میں تفصیلی گفتگو کرنے اور انہی کو مقصود شریعت سمجھ لینا کہ لوگ اسی وجہ سے اس کی تعریف کریں اور اسے عالم جانیں اس کو بدعت کہہ رہے ہیں کہ صدر اول میں ان مسائل پہاں تفصیل کے ساتھ بحث و مباحثہ نہیں کیا جاتا تھا نہ یہ کہ ان اللہ تعالیٰ کو جہت و مکان سے پاک نہ ماننے کو بطور عقیدہ لینے کو وہ معاذ اللہ بدعت کہہ رہے ہیں۔ مثلاً حلقہ فرمائیں بات کیا تھی اور اسے اعلیٰ حضرت سے لے کر ادنیٰ حضرت تک نے کس قدر گمراہ کن عنوان دیا۔

اعتراض۔ [۳] اللہ تعالیٰ مکار ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”سوائے کے مکر سے ڈرا جاوے۔“ تقویۃ الایمان، ص ۶۰ طبع دہلی۔

(دفعہ بدعت کے بطلان کا اکتاف، ص ۱۱۱)

جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب آگے ان اشار اللہ تراجم پر اعتراضات کے باب میں

آ رہا ہے۔

اعتراض۔ [۴] اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ علم غیب نہیں ہوت ضرورت

در یافت کرتا ہے: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سوائے طرح غیب کا در یافت کرنا کہ اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجے یہ اللہ سے حسب ہی کی شان ہے۔“ تقویۃ الایمان، ص ۶۰۔

(دیوبندیوں کے بطلان کا اکثر اہل ہنس ۵۱)

پانچواں مرتبہ کیا گیا ہے: "دیوبندی مذہب" "دیوبندیوں سے برائی" کے صفحہ ۱۲، "باطل اپنے آئینہ میں" کے صفحہ ۱۳، "فیصلہ کیجیے" صفحہ ۶۱۔

جواب: اول حضرت شاد سلفی شہید محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"قال الله تعالى بعد من قال لا اله الا هو فرما يا الله تعالى نے سورہ انعام میں اسی کے پاس سچیاں غیب کی ہیں نہیں جانتا ان کو مگر وہی۔"

فہم یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے ظاہر کی ہر چیز میں دریافت کرنے کو کچھ نہیں دیا وہی ہے آئندہ کچھ نہیں سننے کو ناکہ سونگھنے کو زبان بچکنے کو ہاتھ ٹٹونے کو عقل سمجھنے کو اور وہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے موافق ان سے کام لیتے ہیں جیسے جب کچھ رکھنے کوئی چاہتا تو کچھ کھال دیتی ہے چاہا تو آنکھ بند کر لی جس چیز کا مزہ و دریافت کرنے کا ارادہ ہو وہ میں زائل ہوتا ہوں اور ڈالاسو گیا ان چیزوں کے دریافت کو سچیاں ان کو دی ہیں جیسے جس کے ہاتھ میں کئی ہوتی ہے عقل اسی کے اختیار میں ہو چاہے تو کھولے جب چاہے تو نہ کھولے اگر ظن ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں وہی طرح طیب کا دریافت کرنا لوگوں کو اختیار میں ہے کر لیجیے اللہ ہی کی شہن ہے۔"

(تقریب الامان، ص ۱۰، طبع کرچکا)

حضرت شاد صاحب کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کا اطلاق دو معنی میں آتا ہے ایک علم غیب انسانی بسط فطری ہے جو صفت کمالیہ ہے اور تمام اشیاء کے انکشاف کا منشاء ہے اور تمام حکمت الہی کی طرف نسبت برابر ہوتی ہے۔ اور حضور معلوم پر موقوف نہیں نہ بنفسہ نہ بصورتہ الالہیہ اس کا علم غیب کہتے ہیں۔ یہ علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ کا حقیقی علم غیب اور صفت ذاتی الہی ہے۔ دوسرے علم غیب تفصیلی انفعالی جو صفت کمالیہ نہیں اور حضور معلوم پر موقوف ہے یہ عند اللہ صورت علیہ کا حضور ہے یعنی تمام معلومات الہیہ صورت علیہ کے ساتھ عند اللہ ظہر میں یہ علم انسانی کے تابع اور بعد ہے۔ یہ ممکن اور من وجہ علم شہادت ہے یعنی

یہ عند اللہ تو علم الشہادۃ ہی ہے لیکن تمام مخلوق کے اعتبار سے علم ماغائب عن العباد یہ علم غیب کہلاتا ہے۔ ورنہ کیا خدا سے بھی کوئی چیز غائب ہے۔؟۔ یہ غیب یعنی صورت علمیہ معجول اور حادث میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے تحت میں داخل ہیں اور تعلق علم بھی حادث ہے پس غیب کا در یافت کرنا یعنی ان صورت علمیہ کو در یافت کرنا یعنی ظہور میں لے آنا اور علم غیب اجمالی کا صورت علمیہ کے ساتھ تفسیل اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجے اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے۔ عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا هو اسی طرف اشارہ ہے یعنی علم غیب اجمالی بسبب جو مفت کمالیہ ہے بمقتل مفت ان کے ہے اور صورت علمیہ تفصیلی کے لیے جو تمام مخلوق سے غائب ہے ان صورت علمیہ پر اطلاع جس قدر اللہ چاہے اپنے اختیار سے دیتا ہے ورنہ کسی کو یہ قدرت نہیں ہے کہ جب چاہے خود غیب کی بات معلوم کر لے اور ان صورت علمیہ پر اطلاع پالے کیونکہ یہ دینی کر سکتا ہے جس کے پاس ان غیب اور صورت علمیہ کی کنجیاں ہوں یعنی مبداء انکشاف ہو۔ قارئین کرام اسی سے آپ سدا صاحب کے تفسیر علمی اور ان کے مخالفین کی جہانوں کا اندازہ لگالیں۔

جاہل معترض اگر اس آیت کی تفسیر تفسیر مدارک اور جلالین میں دیکھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ جو معنی و مطلب علامہ شبید نے بیان کیا بعینہ اسی طرح مدارک و جلالین میں بھی موجود ہے کہ یہاں وجہ الاستعارۃ ہے کہ صرف اللہ جل شانہ ہی صاحب مفتاح کی طرح متوصل الی الغیب ہے اور غیر اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ جب چاہے در یافت کر لے:

المفتاح جمع مفتاح وهو المفتاح او هي خزائن العذاب والرزق او ما غاب عن العباد من الثواب والعقاب والأجال والأحوال جعل للغیب مفتاح علی طریق الاستعارۃ لان المفتاح يتوصل بها الی ما فی البخازن المستور منہا بالاعمال والأفعال و من علم مفتاحها و کيفية فتحها يتوصل الیها فاراد انه هو المتوصل الی المغیبات وحده لا يتوصل الیها غیره کمن عنده مفتاح اقفال المخازن و يعلم فتحها فهو المتوصل الی ما فی البخازن۔

انصاف و عدل اور جہاد، قدیم کتب خانہ کو اپنی

[زمرہ الشیخ فتح کی ہے اور وہ مشائخ کو کہتے ہیں اور اس قول یہ بھی ہے کہ مصلحت سے مراد
فرائض و عبادت اور ذاتی فرائض و عبادت کی نگاہ سے جو چیز غائب ہے مثلاً ثواب و عقاب،
آج کل احوال ان کے خزانہ مراد ہیں۔ اور ان پر شدید چیزوں کو مصلحت، بطور مستحکم کہہ گیا ہے
یہ کہ کھولنے والا چاہیں ہی کے ذریعہ ہی بعد فرائض کے اندر عقلی اشیاء تک پہنچ سکا ہے پس جس کو
چاہیں کاظم ہو گیا اور ان کے کھولنے کی کیفیت بھی معلوم ہو گئی وہ ان تک پہنچ جائے گا پس مراد یہ
ہے کہ وہ خود ہی ان مغیبات کا علم رکھنے والا ہے اور کوئی دوسرا اس تک رسائی نہیں پاسکتا اس شخص کی
طرح جس کے پاس خزانہ کی چابیاں ہوں اور وہ ان کا کھولنا بھی چاہتا ہو اور وہ ان بھارتیوں میں جو
کہہ رہے ہیں وہ ان تک پہنچنے والا ہے۔

حال میں ہے:

”وَعِنْدَهُ تَعَالَى مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ الطُّرُقُ الْمَوْصِلَةُ إِلَى عِلْمِهِ“۔

[زمرہ انصاف کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں غیب کے خزانے یا اس تک رسائی کے طریقے۔

امریکی۔۔ [۵] برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے: نعوذ باللہ؛

جو عنوان کاظم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

”مولوی اشعلیل دہلوی لکھتے ہیں کہ برے وقت میں پہنچنا اللہ کی شان ہے۔“ تقویٰ

الایمان میں ۱۸۰ (دین ندیت کے اعلان کا انکشاف) میں ۱۸۰ (دین ہندی مذہب) میں

جواب: تقویٰ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”کاظم ملک اور اس سے تعریف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلا تاؤڑی کی
کوشش نہ کرنی اور تندہ دست دینا نہ کرنا چنانچہ شکست دینی و اقبالی وادوارہ یا مراد میں پوری کرتی
ماہمہ برائی بلائیں بالمشکل میں دیکھیری کرتی برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ ہی کی شان
ہے۔“ (تقویٰ الایمان میں ۱۶)

اب یہاں عبارت میں برے وقت میں پہنچنا سے مراد اللہ تعالیٰ کا خود چل کر آ جانا مراد نہیں

(معاذ اللہ) بلکہ اس کی مدد و نصرت کا پہنچنا مراد ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

وَجَاءَ زُكُوتُهَا فَالْتَمَلْكَ صَفًا صَفًا (سورہ فجر: آیت ۲۲)

اس آیت میں رب تعالیٰ کی طرف محبت ”آتے“ کی نسبت ہے اب بتائیں کیا رب کہیں آتا جاتا ہے؟ معاذ اللہ اگر یہاں آنے کی تاویل ہو سکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت مستحسن بھی کر دیں۔

عَلَّ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِنَ الْغَمَامِ (البقرة: آیت ۲۱۰)

اس آیت میں بھی ایتیان آنے کی نسبت اللہ کی طرف ہے مگر ایتیان سے مراد اللہ کا عذاب ہے۔

فَلْيَرْبُصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ (سورہ النور: آیت ۲۴)

تو رہنا دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (کنز الایمان)

فَايْمَا تَوَلَّوْا فَشَمَّوْا وَجْهَ اللَّهِ (البقرة: آیت ۱۵۵)

تم ہر طرف منہ کرو اور ہر طرف اللہ ہے۔ (کنز الایمان)

اب جواب دیں کیا معاذ اللہ کا پیرہ ہے؟ احمد رضا خان صاحب بریکٹ میں وجہ اللہ کی تاویل اللہ کی رحمت سے کرتا ہے تو اگر اس آیت میں بریکٹ لگا کر تاویل ہو سکتی ہے تو شہید مصلح کی عبارت میں بریکٹ لگا کر مدد و نصرت کی تاویل کیوں نہیں ہو سکتی؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بعض مرد با ایمان ہر اکہ معتقد ہا شیعہ واحد است از کچھ چیز خیر از خدا نباید رسید کہ سرکار او عالم اسباب و مسببات بدست اوست بلکہ در حقیقت درائے تا شیعہ اوتا خیر نیست افعال او تعالیٰ است کہ او ہے یک دیگر شہد میرزا عبدالباقی و ہم و خیال سے پندارند کہ تقاضا موجب فاعل شد۔“

(تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۳۸۰)

(ترجمہ) یعنی مرد عوام کو کہ ذات وحدہ لا شریک کو ہر شے حقیقی سمجھتا ہے کسی چیز سے سوائے خدا کے زندانہ چاہے کہ کل اختیار عالم اسباب و مسببات کا اسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اس کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل جہاں میں ہوتے ہیں اسی کے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ کل اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اب جواب دیں کیا اللہ ہاتھ والا ہے معاذ اللہ؟ اگر یہاں دست سے مراد "دست قدرت" ہے تو شاہ اسطغیاں شہید علیہ السلام نے بھی اپنے چچا کے اس عقیدے کو ایک دوسرے انداز میں بیان فرمادیا کہ تمام اسباب و سببات پر کامل اختیار اللہ ہی کا ہے اس لیے مشکل وقت میں عدو کو پہنچنا اسی کی شان ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے:

ان الله عز وجل ينزل كل ليلة النصف من شعبان فيغفر من الذنوب اكثر من شعر غنجد كلب۔

(سنن ترمذی: ۳۵۹۰۔ ابن ماجہ: ۱۳۸۹۔ مستدرک امام احمد: ۶ ص ۲۳۸۔ مسند عبد بن حمید: رقم ۱۵۰۰)

اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور کلب قبیلہ کی کبریوں کے بالوں سے زیادہ انسانوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

اسکا ہے کہ معترض کہے کہ یہ روایت ضعیف ہے تو لیجیے ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"تمہارا رب تبارک و تعالیٰ رات کے تیسرے پہر آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے کہ سنو کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کروں کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں"۔ (مشفق علیہ صحیح بخاری: "کتاب التوحید" رقم الحدیث ۱۲۶۳)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات تو عروج و نزول سے پاک ہے تو اگر یہاں نزول سے مراد اللہ کی رحمت کا متوجہ ہونا یا اس کی رحمتوں، برکتوں، تجلیات کے نزول کی تاویل ہو سکتی ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں عدو و حضرت خداوندی کے پہنچنے کی تاویل ممکن کیوں نہیں؟ اگر یوم یکشف عن ساقی میں ساقی (پغذی) میں تاویل ہو سکتی ہے وہاں استعارہ مراد لیا جاسکتا ہے تو یہاں کیوں نہیں؟ کہ جس طرح گھر میں آدمی ماں باپ رشتہ دار بہن بھائی کے ساتھ ہوتا ہے اور

اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حضرات فوراً وہاں مدد کے لیے موجود ہوتے ہیں اور مدد کے لیے پہنچ جاتے ہیں تو انسان کی اسی حالت کو سامنے رکھ کر شاہ صاحب نے بطور استعارہ ذکر کیا کہ ہر گھڑی ہر آن ہر جگہ بلا اسباب بدو نصرت کے پہنچ جاتا ہے صرف اللہ رب العزت ہی کی شان سے کہ وہ ہر ایک کی پکار و فریاد کو سنتا ہے پھر اس کی تکلیف کو دور فرما کر اس کی نصرت کرتا ہے۔
آخر میں ایک امتی کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں:

ابن حجر و علامہ عسقلانی رحمہما اللہ و ذیل مقام محمود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
يُجِئُكَ مَقْعَةً عَلَى مَقْعَةٍ (معدۃ القاری۔ فتح الباری)

[ترجمہ: ارب تھائی محبوب پہنچنے پہنچنے کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔

آپ کو پہنچنے پر اعتراض ہے یہاں پہنچنے پر آپ کیا کہیں گے؟ اگر یہاں احباب سے برا قرب معیت ہے تو شاہ صاحب کی عبارت میں بھی کوئی مناسب تاویل کر لیں۔

الحمد للہ! اب تک کی بحث سے قارئین کرام کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ تقویۃ الایمان کا ہر ضامن قرآن و حدیث اور اسلاف امت کے اقوال سے موید ہے۔ اب ذرا آخر میں مولوی کا شرف اقبال صاحب ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیتے جائے آپ کے اکابر میں سے مولانا یار محمد فسریدی صاحب لکھتے ہیں:

خام ناز میں آئے تو دیکھا اور پہچانا حمد مصطفیٰ یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا کو ہم نے دیکھا خدا مٹھن کی گلیوں میں خدا ہے پرورد ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں
(دیوان محمدی: ص ۱۹۱، ۱۹۲، ۲۰۰، مولوی کتب خانہ لاہور)

استغفر اللہ! کیا خدا کوٹ مٹھن کی گلیوں میں چلتا پھرتا ہے؟

اعتراف۔۔۔ [۶] خدا کی قبر: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دے سورج چل جائے اس پر شایانہ کھڑا کر کے چمکتا

کو پسند دے ساتھ باندھ کر اٹھا کرے پھانسی پر لٹکا دے گا۔ اگر وہ کسی کے لیے کیا کرے اور اس قسم کی باتیں کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ تقویۃ الامان صفحہ ۱۲۔ قارئین کرام اس غفل کو شرک کہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو اور وہ کسی دوسرے کے لیے کیا جائے تو شرک کو پسند نہ کرنا اور بھلائی بھلائی شرک ثابت ہو سکتا ہے جب خدا تعالیٰ کی قبر پر مہر چھل جاتا ہے تو اس عبادت سے خدا کی قبر کا اثبات ہوتا ہے۔ نفوذ باللہ یہ ہے دیوبندی کو حیدر (دیوبندیت کے بطلان کا اختلاف) ص ۵۱، ۵۲۔ دیوبندی مذہب دیکھو ۷۹، ۸۰۔ یا غل اپنے آئینہ میں ص ۴۱

جواب: اولاً شاہ صاحب شہید رحمہ اللہ کی تحفہ عبارت سیاق و سباق کے ساتھ ملاحظہ ہو:

”تیسری بات یہ کہ بعضے کام تقسیم کے اللہ نے اپنے لیے خاص کیے ہیں کہ ان کو عبادت کہتے ہیں جیسے عبادت کوہ اور پاتھ باندھ کر کھڑے ہونا اور اس کے نام پر مال خرچ کرنا اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے گھر کی طرف روزہ سے قصد کر کے ستر کرنا اور ایسی صورت بننا کہ چلتا کہ ہر کوئی جان لے کر یہ لوگ اسی گھر کی زیارت کو جاتے ہیں اور راستے میں اس مالک کا نام پکارنا اور معقول باتیں کرنے سے اور شکر سے بچنا اور اسی قید سے جا کر طواف کرنا اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا اور اسی کی طرف جانور لے جانے اور وہاں بخشش ساقی اور اس پر خلاف ڈالنا اور اس کی برکت کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنی اور اٹھا کر لے کر دین اور دنیا کی سربلندی مانگنی اور ایک ہاتھ کو بوسہ دینا اور اس کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی ملنا اور اس کا خلاف پکڑ کر دیا کرنی اور اس کے گرد بائیں کرتی فرش چھانا یا پانی پلانا و نحوہ غسل کا تو لوگوں کے لیے سامان و درست کرنا اور اس کے کنویں کے پانی کو تمکک کھو کر پینا بدن پر ڈالنا آپس میں پائنا، قایم ہونے کے واسطے لے جانا اور رخصت ہونے وقت لے پاؤں چلانا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا اور رخصت نہ کرنا کھانا نہ کھانا نہ سو اشیاء نہ چکانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لیے اپنے ہست دہن کو بنائے ہیں مگر جو کوئی کسی عید و جشن کو یا بھوت و پری کو یا کسی کی قبر کو یا جموئی قبر کو یا کسی کے گھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا جاہوت کو سجدہ کرے یا کہ نہ کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ پاؤں باندھ کر کھڑا ہوئے یا جانور چڑھاوے یا ایسے

مکان میں دور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے یا غلاف لٹائے چاند چڑھاوے
ان کے نام کی چھڑی کھڑی کرے رخصت ہو جے وقت آئے یا توں چیلے دن کی قبر کو بوسہ دے
سورج چلے چلے اس پر شامیانہ کھڑا کرے چو کھٹ کو بوسہ دے ہاتھ باندھ کر اٹھا کرے مراد میں آگے
جاوے دن کر دھڑپے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور ایسی قسم کی باتیں کرے تو اس
پر شرک ثابت ہوتا ہے اس کو شرک فی العبادت کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کی ہی تعظیم کسی کی کرنی۔

(تقویۃ الایمان: مجلس عبادہ)

ضارین کرام: رضا خانی مولویوں کی بے حلقی و جہالت پر صد افسوس ہے جب اللہ
تو حید باری تعالیٰ کو چھوڑ کر شرک جیسی گندگی میں غوطہ ہو جاتا ہے پھر شیطان لعین اپنا جیہٹا کر
عقل سے کلیہ بے بہرہ کر دیتا ہے۔ پھر سیدھی راہ بھی میسر ہی نظر آتی ہے۔ رضا خانیوں نے اس
مبادت میں تو حید و عبادت حق تعالیٰ کی بحث کو شرک و تقرب لغیر اللہ کے ساتھ خلط ملط کر کے
فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ تقویۃ الایمان میں اس مقام پر اولاً اقسام عبادت اللہ
عز و جل علیحدہ اور ثانیاً اقسام تقرب لغیر اللہ علیحدہ علیحدہ مذکور ہیں۔ جن کو پہلے کا دوسرے باار
دوسرے کو پہلے کے ساتھ مشلط کر کے شبیدہ و غلطی پر بہتان پاندھ لیا گیا ہے۔ اب نیچے ہر دو کام
جو حق تعالیٰ کے لیے "عبادۃ" ہوگا وہ غیر اللہ کے حصول تقرب عبادت کے لیے شرک ہوگا۔ جنی
جو کام اللہ کے واسطے عبادۃ ہو اسی کام کو کسی دوسرے کے تقرب کے لیے کیا جائے تو شرک قرار دیا
پھر یہ لازم نہیں کہ قبر پرست جو کام قبروں پر صاحب قبر کے لیے تقرب یا کریں وہ عبادۃ اللہ کے لیے
بھی ہو۔ (جیسے مترض نے سمجھا) بلکہ فعل معصیت و مشابہت افعال شرک پر بھی حکم کفر و شرک
ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح ایمان کے مترے زائد شائیں ہیں اعلیٰ ان میں لا الہ الا اللہ و لا اله الا
تکلیف وہ چیز راستہ سے دور کرنا اسی طرح کفر و شرک کے انوار بھی چھوٹے بڑے اور ہیں جیسے
قسم بغیر اللہ تسبیہ بغیر اللہ شگون ریا وغیرہ کو احادیث میں شرک فرمایا ہے۔

رواۃ اللہ میں ہے: ان الخلف بغیر اسمہ تعالیٰ و صفاتہ عز و جل مکروہ کما حدیث

بہ الخودی فی شرح المسئلہ بل الظاہر من کلامہ حشاً ثغماً انہ کفر
 اللہ عزوجل کے نام کے سوا کسی قسم کی قسم کھانا مکروہ ہے جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم میں تصریح
 فرمائی ہے بلکہ ظاہر ہمارے ائمہ کے کلام سے یہ ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے۔
 مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

ما عذر رجل بالمس کے کمرے پٹا دے دینا میں بہت پرستی کی اشتہار یوں ہوئی کہ صالحین کی محبت
 میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں اور اسے لغت عبادت کی تائید سمجھی شدہ شدہ وہی معبود ہو گئیں۔
 (عطا القدر)

پس معلوم ہوا کہ مکروہات و منکرات امور پر بھی مآل کار مفسدہ و مشابہت اہل کفر کے حکم کفر و
 ترک شرع میں وارد کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

المراءى بطلاق الکفر ان فاعله فعل فعلاً شبيهاً بفعل اهل الکفر وفيه جواز
 اطلاق الکفر علی المعاصی لقصد الزجر كما قررناه۔

مراءى اطلاق کرنے کفر سے اس کے فاعل پر وہ فعل ہے جو مشابہت رکھتا ہو اہل کفر سے اور اسی میں
 عذر ہے اطلاق کرنے کا کفر کا گناہ پر یہ چیز جو تو بیخ کے جس طرح مقرر ہو چکا۔
 فتح الباری میں مفتی دہلوی فرماتے ہیں:

وقد اُل الأمر بجهلاء الضالين المضلين الى ان شرعوا للقبور حصاً ووضعوا
 له مناسك حتى صنف بعض ضلالتهم في ذلك كتباً وسموا مناسك حج
 المشاهدة تشبيهاً منه للقبور بالبهت الحرمان ولا يخفى ان هذا مفارقة للدين
 الاسلام ودخول في دين عباد الاصنام فانظر الى ما بين ما شرعه النبي ﷺ
 للقبور من النهي عما تقدم ذكره وبين ما شرعه هؤلاء وما قصدوا به من
 التباهي العظيم ولا ريب ان في ذلك من الفساد ما يعجز الانسان عن
 حصره منها لعظيمها البوقع في الافتتان بها وعلها تفصيلها على المساجد
 التي هي خير البقاع واحبها الى الله فانهم اذا قصدوا القبور يقصدونها مع

التعظیم والاحترام والخضوع والخشوع ورقة القلب وغير ذلك مما لا يفعلونه في المساجد ولا يحصل لهم فيها نظيرة ولا مثله و منها اتخاذ المساجد والسرج عليها و منها الحكوف عندها و تعليق الستور عليها و اتخاذ البغدة لها حتى ان عبادها يرجعون المجاورة عندها على المجاورة عند المسجد الحرام يرون سدا عنها افضل من خدعة المساجد ومنها التلذذ بها و لشدتها و منها زيارتها لاجل الصلوة عندها و الطواف بها و تقبيلها و استلامها و تحفير الخدور عليه و اخذ تراجمها و دعاء اصحابها والاستغاثه بهم سواء هم البصر والبرزق والعافية والولد وقضاء الديون وتخرج الكربات و غير ذلك من الحاجات التي كان عباد الاوثان يسألونها من اوثانهم و ليس شيئا منها مشروعا بالالتفاق ائمة المسلمين اذ لم يفعل شيئا رسول رب العالمين ولا احد من الصحابة والتابعين وسائر ائمة الدين.

(محاسن الابرار ص ۱۳۱، ۱۳۲، المحض السامع عشر سبيل الكين في الامور)

[ترجمہ] تحقیق اب یہ کیفیت ہوگئی ہے اس طائفہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کی کہ قبروں کا حج کرنا مشروع کر دیا ہے اور اس کے آداب و طریقہ مقرر کیے ہوئے ہیں حتیٰ کہ بعض ظلو کرنے والوں نے اسباب میں کتاب تصنیف کر کے اس کا نام مناسک حج المشاہدہ رکھا ہے (جیسا کہ ہمارے ہاں بریلویوں نے "حج فقیر بر آستانہ میر" نامی کتاب لکھی) قبور کو بیت الحرام کے مشابہ ٹھہرایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد کربلا میں اسلام سے الگ ہو کر بت پرستوں کے دین میں داخل ہونا ہے اب دیکھو تو درمیان طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارہ قبور جو منع فرمایا ہے جو مذکور ہو اور درمیان طریقہ ان گمراہ گروہ کے جو یہ ارادہ کرتے ہیں کس قدر بڑا فرق ہے۔ اور بلاشبہ اس میں اتنے لب اسرار کہ انسان سمجھنے لگنے عاجز ہو جاتا ہے ایک یہ کہ قبروں کی اس قدر تعظیم کرنی جس سے لوگ قند شاہ جات میں ایک یہ کہ قبروں کی فضیلت مسجدوں پر دینی جو تمام مقاموں سے بہتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں کیونکہ یہ لوگ جب قبروں پر جاتے ہیں تو نہایت درجہ تعظیم اور حرمت و انکسار و خوف زمی دل کی کرتے ہیں اس قدر کہ مسجدوں میں نہیں کرتے اور غرض حاصل ہوتا مسجدوں میں ان کی

اس کا نظیر اور مثل اور ایک یہ کہ قبروں کو مسجد ٹھہراتے ہیں اور روشنی کرتے ہیں اور ایک یہ کہ قبروں پر چاندنی کرتے ہیں اور قبروں پر غلاف چڑھاتے ہیں اور بجا اور بٹھاتے ہیں حتیٰ کہ قبر پر ست قبروں کے عبادت کو مسجد الحرام کی عبادت سے بہتر سمجھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ قبروں پر بیٹھنا مسجدوں کی خدمت سے بہتر ہے۔ اور ایک یہ کہ قبروں کی اور بجا اوروں کی منت مانتے ہیں اور ایک سب کہ قبروں پر نماز کے لیے جانا اور طواف کرنا اور بوسہ دینا اور صحت اور اولاد اور قرعہ کی ادائے گئی کا سوال کرنا اور مصیبتوں کی کشادگی وغیرہ حاجتیں طلب کرنی جو بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے اور ان میں سے کوئی بات مشروع کسی امام اہل اسلام کے نزدیک نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا اور نہ کسی صحابی تابعی اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے کیا۔

ترجمہ شہ صاحب رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ ہر وہ کام جو حق تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں غیر اللہ کے تقرب کے واسطے عمل میں لایا جائے گا شرک ہوگا اسی لیے اسباب و ذرائع عبادت کی بھی عبادت ہوتے ہیں اور اسباب محصیت کے محصیت ہوتے ہیں اور بعض امور عبادت کے معنی یعنی نیت پر متوقف لہذا قبر پرستوں کے مندرجہ بالا افعال جن کا ذکر تقویۃ الایمان میں ہوا کہ مقررہ مساجد اللہ میں بطور اللہ کی عبادت کے طور پر سرانجام دئے جانے والی عبادات کے مقابلہ ہے اس لیے داخل شرک ہے۔ قبر کو بوسہ دینا اس واسطے شرک نہیں کہ معاذ اللہ اللہ کی اُٹانے پر ہے بلکہ جس طرح حج میں مختلف عبادات ہیں اسی میں حجرا سو کو چومنا بھی ہے تو اسے قبول کو تمام حج بنا کر حجرا سو کی طرح قبر کو تقرباً چومنا یہ عمل چونکہ اس عبادت کے مقابلہ ہے لہذا شرک میں داخل ہوگا۔ البتہ اگر تقرب اور ایسی تعظیم جیسی خدا کے واسطے خاص ہے جس کا ذکر شاہ صاحب نے بھی کیا ہے لیے چومنا نہ ہو بلکہ فرط محبت میں ہو تو جائز ہے جیسا کہ والدین کی قبر کا ہر لکھ

اہل بیابان مولوی غلام دیکھیر تصویر کی صاحب لکھتے ہیں:

”توبہ اس سے بخوبی متفق ہوا کہ مبالغہ تعظیم قبور سے غمی وارد ہوئی تاکہ لوگ اس نکتے میں نہ کہ کفر تک نہ پہنچ جائیں۔ لیکن طواف قبور کا بھی صریح مبالغہ تعظیم میں ہے بلکہ اگر بظہر غور دیکھیں تو سب طواف قبور مسجد بنائے قبور سے کچھ اور ہے کہ فعل عبادت الہی کو بلا دلیل شرعی مخلوق کے واسطے کرنا ہے۔“ (کشف المستور عن طواف القبر و مندرجہ مسائل محدث قصبوری، ج ۱، ص ۴۱۲)

اور یہی قصبوری صاحب شام عبدالعزیز محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بلکہ بعض ایساں ہا صورو یہا کل وقبور و معاہد و مساکن و مجالس آنہا (یعنی انبیاء و اولیاء و معابد و رہائش گاہیں و احبار و علماء کی قبور و غیرہ کے ساتھ) افعالے کے در مسجد و کعبہ برای خدا پایہ کرد و غسل می آورند مانند سر بر زمین نہاوند و اگر داکتر و شش در دست بست بصورت استقبال قبلہ و رنسا از ایستادن حالانکہ این محبت ایشان مقتضائے ایمان بخدا و برائی خدا نیست تا نزد خدا مضید و در رضا مندی و بکار آید نہ بر آن کہ این محبت از احد محبت مخلوق در گذشت است۔“

اس فارسی عبارت کا اردو ترجمہ حاشیہ میں اس طرح دیا گیا ہے:

”بعض ان کی تصاویر (مورتیاں) سہیا کل قبور و معاہد (عبادت خانے) مساکن مجالس میں وہ افعال جو مسجد و کعبہ میں خدا تعالیٰ کے لیے کرنا چاہیے ایسے کام کرتے ہیں (یعنی انبیاء و اولیاء و معابد و رہائش گاہیں و احبار و علماء کی قبور و غیرہ کے ساتھ) محبت زمین پر سر کو رکھنا اور گرد گھومنا (طواف کرنا) اور نماز میں استقبال قبلہ کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا حالانکہ ان کی یہ محبت خدا پر ایمان اور طہارت کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے کہ اللہ کے نزدیک منہیہ قرار پائے اور اس کی رضا مندی میں کام آئے کیونکہ یہ محبت مخلوق کی حد سے گزر چکی ہے۔“

(رسائل محدث قصبوری، ج ۱، ص ۴۱۲)

اب سوال یہ ہے کہ طواف جب عبادت ہے تو جب کوئی قبر کا طواف کرے گا تو شرک ہوگا یا طرح بقول قصبوری صاحب قبر کا طواف تعظیم میں مبالغہ ہے اور مخلوق کی تعظیم میں مبالغہ شرک ہے جو قبر کا طواف بھی شرک ہوا تو اب رضا خانیوں سے سوال ہے کہ جب قبر کا طواف کرنا شرک ہے اور شرک اسے کہتے ہیں جو اللہ کے ساتھ خاص ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی بھی مبالغہ کرنا

قبر ہے جس کے ساتھ طواف خاص ہے لہذا اب جو اس طواف کو کسی پیر فقیر کی قبر پر کرے گا اور
 اہل سے کوئی منع کرے گا اور شرک کہے گا تو یہ تو گویا اللہ کی قبر مان رہا ہے۔ تو کیا جواب ہے
 زندانِ رضا خانیت اور دیگر رضا خانیوں کے پاس اس کا؟ جو بھی آپ جواب دیں وہی جواب
 باری طرف سے تقویۃ الایمان کے حاشیہ میں لکھ دیں۔

اعتراض۔۔ (۷) **بر شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دہلوی بوندی رضی اللہ عنہ:**

تام برے افعال اللہ کی ذات میں ممکن ہیں۔ نعوذ باللہ
 یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

دہلویوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں کہ افعالِ قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہیں۔ (الجمید
 المجل: ج ۱ ص ۳۰۰) افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر کمالات ذاتیہ مقدور باری تعالیٰ جملہ اہل حق تسلیم کرتے
 ہیں۔ (الجمید المجل: ج ۱ ص ۳۰۱)

(دہلویہیت کے بطلان کا اکتشاف: ص ۵۴)

الجواب: یہ افکار کرنے والا اکابر و اسلاف کی کتب سے نالید و نادان واقف معلوم ہوتا ہے،
 اگر حضرت شیخ الہند رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنی طرف سے لکھی ہے پھر تو کلام کی گنجائش ہے اور اگر
 دیگر کی کتب کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے تو پھر پہلے تو آپ کو متدان اکابر کی طرف کرنا
 ہا ہے پھر بعد میں جادو غمیر ہے۔ مگر رضا خانی سوچ عجیب ہے جو بات اسلاف و اکابر نے لکھی
 ہے ایک ہے اگر وہی بات ہم لکھ دیں تو قابلِ اعتراض۔ اب آئیے میں اکابر کی کتب کی طرف
 جہاں!

قاضی ناصر الدین بیضاوی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

والنظام انہ لا یقلد علی القبیح لانہ یدل علی الجہل والحاجة والجواب
 القلا قبیح بالسیۃ الیہ۔ (طوابع الانوار من مطالع الاقطار: ۱۸۰)
 آخر میں حکم معزلی کہتا ہے کہ خدا قبیح افعال پر قادر نہیں ہے، کیونکہ یہ بات جہالت اور

حاجت پر دلالت کرتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی طرف جب نسبت ہو تو پھر ان سبب قیامت نہیں ہے۔

اب آپ فیصلہ کریں کہ معترض کا مذہب معتزلہ والا ہے یا نہیں؟
آگے لکھتے ہیں:

الرابع الايات الدالة على ان افعاله تعالى لا يتصف بالصفات افعال العباد من الظلم والاختلاف والتفاوت... واجيب بانه كونه ظليماً اعتبار بعبود بعض الافعال بالنسبة اليها لقصور ملكنا واستحقاقنا و ذلك لا يمنع صدور اصل الفعل عن الباري تعالى فمرد عن هذا الاعتبار

(المواهب الانوار كن مطالع الانوار: ۲۰۰)

خلاصہ الکلام یہ ہے کہ معتزلہ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے، جس میں ظلم وغیرہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم تو جب ہے جب ہماری طرف دیکھا جائے، کیونکہ ہماری ملک اور حق چونکہ ناقص ہے اس لیے ہماری طرف تو یہ منسوب ہو سکتا ہے اور جب خلاق عالم جل و علی کی طرف ان باتوں کی نسبت ہوگی تو پھر ظلم نہیں ہوگا، کیونکہ اس کی ملک کامل ہے۔

علامہ ابن امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(الاشك في ان سلب القدرة عما ذكر) من الظلم والفسق والكذب (هو) مذهب المعتزلة واما ثبوتها اي القدرة على ما ذكر (فهم الامتناع عن متعلقها) اعتباراً (فمذهب) اي فهو مذهب (الاشاعرة البقية) منه مذهب المعتزلة (و) لا يهمل ان هذا الالهي ادخل في التنزيه ايضاً.

(مسار و علی مسار: ۱۸۷)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ظلم و فسق و کذب وغیرہ پر خدا کا تدارک ہوتا ہے معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر تدارک ہوگا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع الہی نہ ہوگا۔

ایم جی ایم سی ہے اور ایم سی ایف ایف کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے، صرف
پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدیس میں بھی داخل ہے۔
اب بتائیے کیا ابن دھام و شہید پر بھی کوئی گرفت ہے؟؟؟
چلے چلے ہمارا ایک رضا خانیوں سے سوال ہے کہ
فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”مصرح من اللہ رب العزت ہے کہ کذب کا ارکان و قوی۔۔۔؟؟؟۔۔۔ مرسلین عظیم الصلاۃ
اسلام ۶ حصین میں ہے۔“ (۱۵ جھوٹ سے پاک ہے: ۱۵)
مفتی احمد یار عسکری تحریر فرماتے ہیں:
”افواج کرام کا جھوٹ بولنا ممکن بالذات کمال بالغیر ہے۔“
(تفسیر فیسی: ج ۱ ص ۷۲ اور البقرة آیت ۲۰)

اب سوال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جھوٹ پر آپ بھی قادر مانتے ہیں؟ کیا اس سے ان کی شان
میں نقص عیب پیدا ہو گیا؟ اگر صرف قدرت مانتے سے آپ بھی مجرم نہیں تو ہم بھی خدا تعالیٰ کو
قدرت سے باوجود اپنے اختیار سے اس کے نہ کرنے کا قول بھی تو رکھتے ہیں، پھر ہم کیوں مجرم
ہیں؟ جو جواب تمہارا وہی ہمارا !!!

میرا کہ معتزلہ عالم نظام کا قول پیچھے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے نقل کر کے جواب دیا ہے: شرح
جامعہ، مواقف اور شرح مواقف میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ خدا کی طرف نسبت جب ان
کہہ کر تو پھر قبیح نہیں، کیونکہ سارا تو خدا کا ہی ملک ہے، کیونکہ اس کو طاقت اور اختیار ہے کہ جیسے
چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے۔ (بحوالہ امجد المصلح: ج ۱ ص ۷۲، ۷۱)

عالم فاضل رحمہ اللہ ان اللہ لا یظلم المظالم لہذا فافاہ الحکمة لا القدرة لان الظاہر من
قولنا الحق هو لا یفعل الظلم لہذا فافاہ الحکمة لا القدرة لان الظاہر من
قولنا قولنا فلا یفعل کذا فی الافعال التي هی اختیارية فی نفسه انه

تو کہ با اختیار ہو القادر علی التبرک قادر علی الفعل۔

(بحوالہ اہل بیت علیہم السلام)

وہ ظلم نہیں کرتا کیونکہ حکمت کے منافی ہے نہ کہ قدرت کے منافی ہے کیونکہ ہمارے اس قول کہ فلاں ایسا نہیں کرتا کا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں کو نہیں کرتا جو اس کے اختیار میں ہیں اس نے اپنے اختیار سے ان کو ترک کیا ہے اور یہ جو ترک کرنے پر قادر ہے وہ کرنے پر بھی مستعد ہے۔

باقی یہ امر ملحوظ رہے کہ جس ظلم کو جوہر اہل سنت حسب بیان صاحب منہاج السنۃ و طبرہ مقدسہ فرماتے ہیں وہ ظلم خلاف عدل یعنی وضع الیٰ فی غیر محلہ یا یوں کہیے بمعنی فعل مالا یجوز۔۔۔ ۲۲۲۔۔۔ چنانچہ جملہ و هذا یتعذیب الانسان بذنب غیرہ سے بجا ہوا ثابت ہوتا ہے اور فی قرآنی آیات سے بھی یہی مقصود ہے کہ لا یجوز فی ملک الخیر اس کا ممتنع غیر مقدور ہونا ظہر من الشمس ہے کیونکہ ایسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی جو کہ مملوک جناب باری نہ ہو نہ یا وہ تصرف مطلوب ہے تو دیکھیے علامہ والی اللہ علیہ رحمۃ اللہ میں فرماتے ہیں:

والظلم قد یتقال علی التصرف فی ملک الخیر وهذا المعنی محال فی حقہ تعالیٰ لان کل ملک فله التصرف فیہ کما یشاء و علی وضع الشیء فی غیر موضعه ولانہ تعالیٰ احکم الحاکمین واعلم العالمین و اقدر القادرین فکل ما وضعه فی موضع یکون فذلک احسن المواضع بالنسبۃ الیہ وان خلی وجہ حسله علیہا۔ (الہمد المثل: ج ۸، ص ۷۹)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

”محررات البشیر اور علانی شریعت ان آیات دار علی العموم کو کذب و ظلم بھی وضع الیٰ فی غیر محلہ اور جملہ بھی خلاف حکمت کے مقدوریت پر دلیل منافی فرما رہے ہیں (اس کا مطلب یہی ہے کہ

اپنے کلمے کے خلاف کرنے پر قادر ہے۔ یعنی ٹیکوں کو عذاب دے سکتا ہے۔

(انجیل: متی ۱۷: ۲۲)

اب آئیے ایمانِ رضا خانیت کی طرف!

فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

"ایسی طاقت گزار ہندو کو عذاب دینا جو اللہ کے علم میں دیرپا ہی ہے مگر یہ کہ نزدیک عقائد ہندوئیں اور شعری اور ان کے پیرو کار عام اشاعرہ نے انتکاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسی طاقت گزار کو عذاب دینا عقائد جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنا ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں"۔ (المستند المستند، ص ۱۶)

"یعنی ٹیکوں کو دوزخ میں ڈالنا خدا کی قدرت میں ہے خدا کر سکتا ہے یہ اشاعرہ کہتے ہیں، جب کہ ازید یہ کہتے ہیں، ایسے ٹیکو کار کو عذاب دینا جس نے اپنی ساری عمر اپنے خالق کی اطاعت میں گزاری، خدائے تعالیٰ کا مخالف نہ رہا اور اپنے رب کی رضا طلب کرتا رہا، اللہ تعالیٰ حکمت نہیں، اس لیے کہ حکمت ٹیکو کار کو دوزخ کے درمیان فرق کا اختفاء کرتی ہے تو جو کام برخلاف حکمت ہو وہ بیوقوفی ہے"۔ (المستند المستند، ص ۱۳۰)

"یعنی اشاعرہ کہتے ہیں خدا ایسا کر سکتا ہے، مگر یہ کہتے ہیں ایسا کرنا بیوقوفی ہے"۔

(المستند المستند، ص ۱۳۰)

کوہانہ ظریف فاضل بریلوی کا ہے، انہوں نے ازید یہ کے نزدیک اس سے خدا کی بیوقوفی لازم آتی ہے۔ آگے چلے ہی ظریف بریلوی نے فاضل بریلویوں کی فتویٰ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب جہتوں کو دوزخ میں اور تمام انبیوں کو دوزخ میں بھیجے پر قادر ہو تو کذب ہادی لازم آئے گا۔

الرحمنی کا جابل ہوتا بھی لازم آئے گا۔ (حاشیہ پر اس فتاویٰ بریلوی، ص ۲۰۹)

دعا یہاں فاضل بریلوی کے عقیدے پر اور لازم آئیں کہ خدا کا کذب اور جہالت۔

تو اب ان بریلوی رضائی اصول پر تین باتیں لازم آئیں، سفاہت، جہالت، کذب ان پر تعدد خداوندی لازم آتی ہے۔ اور فاضل بریلوی کی مصدقہ کتاب آنوار آفتاب صداقت کے

صفحہ ۶۱ پر اس عقیدہ پر یوں جرح کی ہے کہ:
”یہ صریح ظلم و کذب قبیح ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی کے عقیدہ پر یہ لازم آتا ہے کہ خدا کذب، ظلم، جہالت
سفاہت پر قادر ہے۔ اب بتائیے! جو الزام فاضل بریلوی کی ذریت اکابر اہل سنت پر لگا رہی
ہے وہ فاضل بریلوی کی تحریروں سے گھر میں موجود ہے۔

پہلے اپنے گھر کی صفائی فرمائیں، فہما جو اب کھڑو ہو ابھٹا!
اور آگے آئیے!

مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت کے مذہب میں کفر کا پختا جانا عقلاً جائز ہے۔“ (الکام الاوضح: ۲۸۹)
فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

الثقاة الاقاة ان الله تعالى لا يعطو عن الكفر قطعا وان جاز عقلا

(اللہ بھٹ سے پاک ہے!)

است اس پر متفق ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کو معاف نہیں کرے گا، اگرچہ عقلاً جائز ہے (مثلاً
کر سکتا ہے)

اور ادھر یہ بھی دیکھ لیجئے کہ مولوی غلام دھیمہ قصوری صاحب جن کی فاضل بریلوی بڑی عزت کرتے
تھے، ان کی کتاب میں ہے: ذہینوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے جب کہ ساطحاً
ناجائز ہے، اس لیے کہ کافروں کو عقاب ضروری ہونے والا ہے، پس اس کا دوا کی حکمت ہے اور
ان کی بخشش خلاف حکمت ہے۔ (تقدیس المومنین، ص ۵۳)

اور پیچھے گزر چکا ہے کہ خلاف حکمت بیوقوفی ہے۔ تو فاضل بریلوی اور اس کے والد صاحب
خدا تعالیٰ کو سفاہت پر قادر مان رہے ہیں۔ فاضل بریلوی کی ذریت کیا اتنی لگائی ہے، ہم فکر
ہیں!!! اسی سے ملتی جلتی ایک بات:

مفتی احمد یار نعیمی تحریر کرتے ہیں:

"ہذا قرآنی آیات اور متواتر روایات جن میں ان حضرات (انبیائے کرام) کا جھوٹ یا کوئی اور گناہ ثابت ہوتا ہو، سب واجب الادا ہیں۔ ان کے گناہی معنی مراد نہ ہوں گے یا کھیا جائے گا کہ یہ انکس عطا ے ثبوت سے پہلے کے تھے۔" (جامع الحق، ص ۳۳۳)

اب رہا بابت طلب امر یہ ہے کہ قاضی بریلوی تو یوں لکھتے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام گلاب چائے پائے والا بلا حقائق کافر ہوا۔ (گلاب جھوٹ سے پاک ہے، ص ۱۰۱)

یہ تو جانتے ہیں بلکہ قلم بھی مان رہا ہے۔ تو کیا یہ مسلمان ہے؟ اگر ہے تو قاضی بریلوی کے عقل کیا ارشاد ہے؟

یٰٰمَنْ لَا دِلَالَتَ لَہٗ!

اعتراف۔ [۷] اللہ تعالیٰ سے چوری و شراب خوری اٹھ سکتی ہے: نعوذ

باللہ!

کاتب اقبال صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے (شراب خوری کی جگہ کتاب میں شراب خوری لکھا ہوا ہے) اس کے تحت لکھتے ہیں:

"چندی شراب خوری و جمل و غلم سے معارضہ کم انجی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام و غلم کے نزدیک خدا کی قدرت کا ہندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدور است کا ہندہ کے مقدور است سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسلم اہل کلام ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہو۔ تذکرۃ انگلیں، ص ۱۶۶ طبع کوئٹہ۔" (دعوتِ نبوت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۰۰، دیوبند، مذہب، ص ۱۵۸)

جواب: مذکرہ انگلیں کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"تاہم ان میں بہت کچھ خرافات بھری ہے پہلی دلیل جو تمام مسائل میں جاری کی ہے یہ ہے کہ مسئلہ سوائے جان و مال کی اسامی کی مصلحت کے ہے یہ خود روایات اور پوچھ ہے ان کی مخالفت و سواقت کو

اظہارِ حقیقت میں کچھ دخل نہیں ہے۔ وہ خدا کے بھی وعدہ لاشریک ہونے کے قائل ہیں تو اس کا بھی انکار کیجیے۔ چوری و شراب خوری و جہل و ظلم سے معارضہ بھی کم فنی سے ناشی ہے کیونکہ معلوم ہے کہ غلام و غلبہ کے نزدیک خدا کی قدرت کا بندہ کی قدرت سے زائد ہونا اور خدا کے مقدر و رات کا بندہ کے مقدر و رات سے زائد ہونا ضروری نہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ مسئلہ اہل کلام ہے جو مقدر و رات کا بندہ وہ مقدر و رات ہے۔ اگر اس کا انکار کرتے ہو تو خود اہل سنت سے خارج ہوئے۔ ہم حقیقی جواب اپنے فکر و فطرت سے ترک کرتے ہیں اور صاحب مقدر و رات نے جو یہ فراموش کیا کہ قال کیبرہم کذبہ و اتصافہ سبحانه بهذه الخبیثۃ لیس محالاً بالذات... الخ۔ محض افتراء و کم فنی ہے ہرگز کوئی اتصاف بالخبیثۃ کا قائل نہیں ہوا۔ ادعی فعلیہ الہیاء۔ شرح فقہ اکبر کی عبارت و منها لا یوصف للہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم... الخ۔ ثبوت دعائیں ہے کبھی پر دال ہے حکم کا تحقق خدا تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں تو عقلاً محال ہوا تو اس کا امکان بھی عقلاً ممکن ہوا۔ (تذکرۃ اللیل: ص ۱۳۶، ۱۳۷) (مکتبہ الشیخ کراچی)

یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ اہل السنۃ و الجماعہ کا عقیدہ ہے کہ رب تعالیٰ خلف و عید جسے ہمارے مخالفین امکان کذب سے تعبیر کرتے ہیں پر خدا تعالیٰ قادر ہے اور اس کے لیے عقائد کی کتابوں میں موجود ایک قاعدہ مقدر و رات کا عقیدہ ہے۔ اس قاعدے پر بطور معارضہ غلام و غلبہ تصور کرنے سے یہ کہا کہ انسان تو چوری و شراب خوری بھی کر سکتا ہے اس کا بھی قادر ہے تو کیا معاذ اللہ رب تعالیٰ بھی ان امور پر قادر ہے۔ تو حضرت اس معارضہ کا جواب دے رہے ہیں کہ اس سے معارضہ پیش کرتا ہے وہ قوی ہے کیونکہ ہم جو مقدر و رات کا عقیدہ رکھتے ہیں اس سے کہیں تو وہ ان صفات میں ہے جو صفات فعلیہ اضافیہ ہیں اور چوری و شراب خوری ان صفات اضافیہ محضہ نہیں کیونکہ تمام جہاں خدا کی ملک ہے اس میں چوری کا تصور ہی نہیں ہوا۔ شراب خوری چونکہ شرب لازم تغیر ذات ہے اس لیے یہ امور قدرت باری تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ مگر مخرضین جالبین نے ان امور کو بھی یہ گمان کر لیا کہ ہم اسے بھی اس قاعدے سے متعلق سمجھتے ہیں۔ پھر خود حضرت نے آگے فرمایا کہ یہ جواب بھی الزامی ہے تو الزامی جواب ان کا

عقیدہ کیسے بن سکا ہے؟ پھر خود حضرت سہارنپوریؒ نے اٹھائے ہی معنی پر علم پر رب تعالیٰ کی قدرت کو عقلاً و شرعاً محال متعین بالذات کہہ رہے ہیں تو عقلم پر خدا کی قدرت کیسے تسلیم کر سکتے ہیں؟ دونوں بڑا پائنت رضا خانیوں نے انکی عبارت پیش نہیں کی جو ان کے مدعا کے خلاف تھی جس میں صاف طور پر علم پر قدرت سے حضرت انکار فرما رہے ہیں:

واللہ ان من ملب القندۃ علی ما ذکر من الظلم والفساد والكذب (هو مذهب المعتزلة واما شیعہ) ای القندۃ علی ما ذکر (فقد الامتناع عن متعلقها) اعتباراً (فمذهب) ای فہو بمذهب (الاشاعرة البیض) منہ بمذهب المعتزلة (و) لا ینہی ان لهذا الالبیض ادخل فی الشیعۃ ایضاً۔

(مسامرہ علی سائرہ: ص ۱۸۹)

[ترجمہ] یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں کہ علم و سقاہت و کذب و غیرہ پر خدا کا قادر نہ ہونا یہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان مذکورہ اوصاف پر قادر ہو گا اور ان کے صادر کرنے سے امتناع یعنی رکاوٹ نہ ہو گی اور اشاعرہ کا مذہب معتزلہ کے مذہب سے زیادہ لائق و پسندیدہ ہے۔ صرف پند و یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور تقدس میں بھی داخل ہے۔

جناب معترض صاحب! تذکرۃ الخلیل پر تو آپ کی بڑی نفوذ باللہ نکل رہی تھی یہاں اشاعرہ پر کیا علم ہے؟

غلام مہر علی رضا خانی کی بدترین تحریف:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ صاحب الاعداء سے کلام نقل کرنے میں احتیاط ہو گیا اور اشاعرہ کے مذہب کو معتزلہ کا مذہب بتا دیا اور معتزلہ کا عقیدہ کو اشاعرہ عقیدہ بنا دیا حضرت علامہ ابن ابیہام اور ان کے کلام کے شارح دونوں نے اس غلطی کی اصلاح کر دی مگر دوسری طرف آپ نے جو مولوی غلام مہر علی جس کی کتاب پڑھنے کی بار بار کاشف اقبال صاحب تلقین کر رہے ہیں انکی بدانتہائی ملاحظہ ہو کہ اسامرہ سے صاحب الاعداء کا کلام تو ہمارے خلاف نقل کر دیا مگر اسی

المسامرہ میں جو اس غلطی کی اصلاح کی گئی تھی اسے بشم کر گئے۔ ملاحظہ ہو:

تصریح نمبر ۲: لا یوصف للہ تعالیٰ بالقدوة علی الظلم والفسق والکذب الا بالمحال لا یفعل تحت القدوة... الخ (مسامرہ: ص ۱۸۰ سطر ۲) ترجمہ: ظلم مذکوب قدرت الہیہ کے تحت داخل نہیں ہوتا یعنی یعنی خدا تعالیٰ کے لیے ہرگز امکان کذب نہیں۔

تصریح نمبر ۳: امام ابن ہمام فرماتے ہیں: علی المعتقدة یقدر تعالیٰ ولا یفعل (مسامرہ: ص ۱۷۰ سطر ۳) ترجمہ: یہ معتزلہ کا ہی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو کذب وغیرہ پر قدرت ہے مگر کرتا نہیں۔ معلوم ہوا کہ دیوبندی مذہب فرقہ معتزلہ کی شاخ ہے۔

(دیوبندی مذہب: ص ۳۷ طبع اول۔ ص ۱۵۹ طبع جدیدہ تنظیم انست پاکستان)

حالانکہ صاحب مسامرہ تو خود اگے اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ ولا شک فی سلب القدوة عما ذکر ہو مذہب المعتزلة واما ثبوتها لحد الاعتصاع عن معتظيها فمذہب الاشاعرة الیہی یعنی (صاحب احمد سے غلطی ہو گئی) اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور پر خدا کو قدرت ماننا معتزلہ کا مذہب ہے اور قادر ہونے کے باوجود مساو نہ ہونا شامسود کا مذہب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ غلام جبر علی صاحب معتزلہ کا شارح سوا اللہ دیوبندی نہیں بلکہ آپ جیسے رضا خانی بریلوی ہیں۔ یہ ہے اس مسلک کے مناظر اعظم کی دیانت و امانت کا حال ان حضرات کی اس طرح کی مزید تحریفات چڑھنے کے لیے راقم الحروف کا قسط دار مضمون "رضاخانی علماء یہود کے نقش قدم پر" مجلہ نور سنت میں ملاحظہ فرمائیے۔

بریلویوں کے نزدیک اللہ سے ظلم بے وقوفی و کمینہ ہیں کا صدور ہو سکتا ہے

استغفر اللہ:

نومولود فرقد رضا یہ کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:
"ایسے اطاعت گزار بندے کو خدا رب دینا جو اللہ کے علم میں دیکھا جاتا ہے مگر اللہ کے نزدیک عقاب جاتا نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام ائمہ مرہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ

اپنے اطاعت گزار کو عذاب دینا عقلاً جائز ہے اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔ اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور مالا مال اللہ کی ملک ہے اور اس لیے کہ نہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو زیادہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو ثواب دے یا کسی پر عقاب کرے اور اسس لیے کہ یہ عذاب دینا حکمت کے مطابق نہیں اس لیے کہ قدرت اولوں خدا سے تعلق کی کامل ہے اور یہ کہ اس کی عزت میں یہ تبلیغ تر ہے کہ اس لعذب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل ہو جائے یا وہ مزا اور ہے۔“

(المستدرک: ۱۲، مقررہ، اختر رضا خان ازیری، مطبوعہ النور، بیروت، ص ۱۶۷)

گناہ گاروں کو جنت میں داخل کرنا اور نیکیوں کاروں کو عذاب دینا بھی ”خلف و عید“ ہے اسی پر اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کو تادور مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنا عقیدہ بناتا ہے ملاحظہ ہو:

”اور خود مجھ کو یہ پسند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعائر کی قدر پر عقلاً ممکن ہونے اور شرعاً محال ہونے میں اپنے انسا شعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ یہ قوتی نہ نیک اید کے درمیان مبادات۔“ (المستدرک: ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوتیں خلف و عید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعرہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اس عقیدے سے اللہ کا بیوقوف ہونا ظالم ہو بلا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف و عید پر دیگر بریلوی حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ قاضی فضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

”خلف و عید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے۔“

(الذیوراء قلاب صداقت: ص ۱۵، طبع جدید، طبع قدیم)

مولوی اجمل مسیحی اور رضا خانی لکھتا ہے:

”بعض علماء وقوع خلف و عید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پائے۔“

(روشہاب نقب: ج ۱، ۲۵۰ اور دارالافتاء دہلی)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکانِ حسیف وعسید کے با
قدرت علی خلاف وعید سے امکانِ کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا
کہ خلف وعید اور امکانِ کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا ثواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاد
ہو کہ خلف وعید یا حفاظ دیگر امکانِ کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

”اللہ تعالیٰ پر کذب محال کر دیکھتے ہیں ہے۔“ (انوار آفتاب صداقت: ص ۶۹)

”جہ آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تمام
مشرکین اور کفار فرعون ہامان نمرود وغیرہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء
علیہم السلام و اصدقاؤ و شہداء صلوات اللہ علیہم اجمعین و خواتین و بچے اور سائر مسلمانین کو روزِ آخر میں داخل کرے گا
کر سکتا ہے اعیانِ خدا کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو فرمایا برادرِ خاص و
اکمل مقبول بندگان الہی ہیں ان کو روزِ آخر میں داخل کرے گا اور جو شر الاشرار کفار و مشرکین کبار
ہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لا حول و لا قوة الا باللہ یہ صریح ظلم اور کذب قبیح ہے جو حق تعالیٰ
پر محال و بے قدرت کے قائل ہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں
ہاں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور ہادیہ و ہند یہ ہیں۔“ (انوار آفتاب صداقت: ص ۳۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ ثواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

نہ تم صدے ہمیں ایسے نہ ہم فریاد چوں کرتے

نہ کھلتے راز سریت نہ یوں رسوا تم ہوتے

انوار آفتاب صداقت پر ۱۴ رضا خانی اکابر کی تقریرات ہیں کسی رضا خانی میں جرأت ہے تو
اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے۔

ایک ممکنہ اعتراض کا جواب:

ہو سکتا ہے کہ کوئی رضا خانی اعتراض کرے کہ مسامرہ اور دیگر کتب عقائد میں رب تعالیٰ کو ظلم

دوسرے پر بھی قادر مانا ہے یہ تو بدیہی المٹھان ہے اس کے تو دیوبندی بھی قائل نہیں کہ ظلم کا مطلب تصرف فی ملک الغیر ہے اور خدا کی ملک سے کوئی چیز خارج نہیں اور سلف عقل مندی اور علم کی ضد ہے تو اس پر خدا کیسے قادر ہو سکتا ہے؟ یہ عبارت تو تمہارے بھی خلاف ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ظلم بمعنی تصرف فی علم الغیر نہیں اور سلف بمقابلہ جنم نہیں بلکہ ظلم بمعنی وضع الشیء فی غیریہ موضعہ مراد ہے اور سلف بمقابلہ ظلم و حکمت مراد ہے لہذا اب نہ کوئی اعتراض نہ رہے۔ بارے خلاف۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی کتاب "الہمد المقل" جلد ۱ صفحہ ۷۱ تا ۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ امکان کذب پر بریلوی کتب کا منہ توڑ جواب:

ترجمان رضا خانیت اس کے بعد لکھتا ہے:

"مسئلہ امکان کذب میں دیوبندیوں کی تاویلات باطلہ کے رد کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت..... کی تصدیق لطیف سبحان السیوح..... احمد سعید کاظمی کی کتاب..... صبح الرحمن کا مطالعہ فرمائیں۔"

(دیوبندیوں کے بظاہر کا انکشاف: ص ۵۲)

جواب: فراب احمد رضا خان بریلوی کی بدنام زمانہ کتاب سبحان السیوح کے جواب کے لیے "تحریۃ السیوح عن عیب کذب المقبول" ملاحظہ فرمائیں جوراقم کی تحریر و تحقیق کے ساتھ دوبارہ جلد ہی منظر عام پر آ رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر افغان بدعت کی تمام کتب و تاویلات باطلہ کے رد کے لیے مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی کتاب "الہمد المقل" ملاحظہ فرمائیں الحمد للہ تاریخ اشاعت سے لے کر آج تک یہ کتاب لا جواب رہی اور کوئی رضا خانی اس کا خطی جواب اب تک نہ دے سکا۔

اعتراف۔۔۔ [۹] اللہ کی خطرناک بے ادبی بنو عوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے:

"دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب

پڑھنے نے تار میں آکر اٹھ تھائی کی شان میں ایک خاص کلمہ فرما دیا اور وہ مجھے معلوم ہے مگر مسیحا کی زبان سے نکل نہیں سکا کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کے سامنے نقل کر دیا سن کر بھرت پر چما کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انھیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا اگر ہم ہونے تو کان پکڑ کر نکال دے جاتے۔" (اضافات الجید: ج ۹ ص ۲۵۵)

(دعوتِ بندہ کے بظان کا اکتاف: ص ۵۲، ۵۳۔ دعوتِ بندہ: ص ۱۶۳ سے سرفراہ)

جواب: اپنی عادت کے مطابق اس بار بھی سیاق و سباق سے کثرتِ عبارت و عجزِ شے کی گئی ہے مگر مضمون ملاحظہ ہو:

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی حالت سکروں پر تھکی ہوئی تھی کہ فرماتے ہیں:

"مختلف سالکوں کی ساتھ مختلف معاملہ ہوتا ہے بڑی باتوں پر بھی بعضوں سے عقیم پوئی کی جاتی ہے اور بعضوں سے گرفت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بار حضرت مولانا محمد یحیٰی صاحب رحمہ اللہ نے تار میں آکر اٹھ تھائی کی شان میں ایک خاص کلمہ فرمایا (اور وہ مجھے معلوم ہے مگر میری زبان سے نکل نہیں سکا) کسی نے وہ کلمہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ کے سامنے نقل کر دیا سن کر بھرت پر چما کیا یہ فرمایا کہا جی ہاں فرمایا وہ انھیں کا درجہ ہے جو سن لیا گیا اگر ہم ہونے تو کان پکڑ کر نکال دے جاتے بات یہ ہے کہ بعضوں کا درجہ اولال اور ناز کا ہوتا ہے اس میں وہ خود سمجھ جاتے ہیں مگر عام طور پر عارفین کی یہی تعلیم ہے..... یہ تو اہل کمال کے حالات ہیں باقی مدعیوں کی حالت عجیب ہے کہ کھلے کان تو کچھ ادب بھی کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی جناب میں سرا سر گستاخ ہیں اور اس کو باز سمجھتے ہیں اور اہل مال کے خیال رہتے ہیں۔" (ملفوظات: ج ۹ ص ۷۸، ۷۹ ملاحظہ نمبر ۶۲۳)

فانہیں کراہم! بات بالکل واضح ہے حضرت مولانا یحیٰی صاحب رحمہ اللہ نے یہ بات عالمِ حالت میں نہیں کی تھی بلکہ حالتِ ناز اور ایک خاص کیفیت میں کی تھی جسے صوفیاء کی اصطلاح میں حالتِ سکروں کا اولال کہا جاتا ہے اب یہ کیا ہے؟ تو اس کی تعریف خود رضا خانی مناظر غنیہ قریبی سے ملاحظہ ہو:

شطح کی تعریف: شطح کا لغوی معنی حرکت کرنا، وڑ پڑنا، مارا مارا پھرتا۔

اصطلاحی تعریف: حضرت شیخ عبد اللہ بن علی السراج الطوسی (توفی ۸۷۳ھ) کہہ رہے ہیں کہ ہمارے علماء اور مولیاء میں سے مجھے اپنی مشہور زمانہ کتاب المجمع میں شطح کی تعریف کچھ یوں لکھ رہے ہیں:

السطح کلامہ یترجمہ اللسان عن وجد یفیض عن معدنہ مقربین ہالہ دعویٰ،
وہو جہ اپنی معدن سے بہہ نکلے اور اس کے ساتھ کسی امر کا دعویٰ پایا جائے اور زبان اس وجد کی
ترجمہ کرے شطح کہلاتا ہے۔ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۲۲۸، ۲۲۹)

”ان حضرات کی زبان سے اس طرح کا کلام جاری ہونے کی وجہ ان کی دماغی کیفیت کا بظاہر تاثر
نہ ہونا ہے اور ان کی عقل اس وقت غلبہ جذب و مستی کے باعث سوائے محبوب حقیقی کے ہر چیز سے
بے خبر ہوتی ہے اور شرعاً اس طرح کی کیفیت والے لوگوں کو مرفوع القلم کہتے ہیں یعنی ان پر کوئی حد
شرعی نہیں لگائی جاسکتی ہے۔“ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۲۳۳)

پس جب یہ مرفوع القلم ہیں تو ان کی ان شطیحات پر گستاخی کا عنوان قائم کرنے پر ہم ترجمان
و رضا غایت کو ان کے گھر کے منقح حقیق قریشی سے آخری گزارش گوش گزارش کریں گے:
”میں اپنی اس ٹھکر کاوش کے بعد ان تمام اہل کلم اور باقی ان لوگوں سے جو کہ اہل اللہ کی میب جہلی
کو دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہوئے آئے روز انہیں مختلف مہذب قادی سے نوازتے ہیں اور
بالآخر ان شرعی معذورین کو دائرہ اسلام ہی سے خارج کرنے کو اپنا کمال سمجھتے ہیں ان سے گزارش
کروں گا کہ:

”ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس شخص کا ایمان حقیقی ہو بلا
تفکیک اس کی تکفیر کرنا اس قدر قبیح عمل ہے کہ ارشاد نبوی ہے من دعا رجلاً بالکفر او قال
عدو اللہ ولیس کذا الذل الا حار علیہ (مسلم شریف) یعنی اگر کسی نے کسی شخص کو کافر کہہ
کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا اور وہ حقیقت میں ایسا نہیں تو یہ حکم کفر ہی کہنے والے پر لوٹے گا۔ ایک اور
روایت میں فقد کفر احدھما کے الفاظ ہیں یعنی ان دونوں میں سے ایک ضرور کافر ہو گا جب
عام مسلمانوں کی تکفیر پر اس قدر امید شیعہ آئی ہے تو حضرات صوفیاء و علماء کے ایمان و

ایچان، دوسرے واقعوں کی گواہی کر دے وہ مسلمان دے رہے ہوں ایسا کام دین امت کو گھٹس ملانے کے چند شیطانیات کی بناء پر کانزدشک قرار دینا آخر دین کی کوئی خدمت ہے؟۔

(گستاخ کون: ص ۱۶۹)

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جو خواجہ غلام فرید کہتا ہے:

”حقیقی موجد اور حقیقی مشرک خدا جل شانہ ہے۔“ (خواجہ فرید: ص ۸۲ طبع اول مؤرخہ غازی خان)

مزید لکھتا ہے:

”مغربی مہمونِ محب نے فرمایا ایک وقت اللہ کی محبت کے متعلق بعدے کوئی بات کہتے تھے مگر میں

فرشتے اس کے سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے بھاگ جاتے تھے۔“ (خواجہ فرید: ص ۷۷)

اب جواب دو کہ وہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی جس کے سننے کی تاب فرشتے بھی نہیں رکھ پا رہے

تھے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”حضرت حمزہ خراسانی کے کانوں میں ایک دہی کی آواز پہنچی فرمایا ایک جل شانہ اور اجد سسٹر

آگئے۔“ (خواجہ فرید: ص ۷۷)

اعتراف۔ [۱۰] اللہ تعالیٰ کو پہلے بندوں کے کاموں کی خبر نہیں ہوتی

بعد میں ہوتی ہے: نَعُوذُ بِاللّٰهِ:

یہ عنوان قائم کر کے ترجمانِ رضا خانیت لکھتا ہے:

”دیوبندی مذہب کے شیخ اقرآن مولوی غلام اللہ خان کے استاد اور دیوبندی مذہب کے محدث

اعظم مولوی سرسرا صاحب فرنگیڑی کے شیخ طریقت دیوبندی مذہب کے قطب و رشید احمد گنگوہی کے

شاگرد رشید مولوی حسین علی دہلوی لکھتے ہیں کہ: اور افسان خود مختار ہے اچھے کریں یا نہ کریں

اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں ہوتا کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا

اور آیات قرآنیہ جیسا کہ وَلِيْعَلِمِ الْغُيُوبُ وَغَيْرُهَا اور احادیث کے الفاظ بھی اسی مذہب

مطبق ہیں۔ (بلقہ النحیر ان: ص ۱۵، ۱۵۸ طبع گوجرانولہ) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۱۶۱) باطل اپنے آئینہ میں (۳۱۲) دیوبند سے بریلوی (ص ۳۳)

جواب: اولاً تو اس جاہل ترجمان رضا خانیت کو دیکھا بھی معلوم نہیں کہ بلقہ النحیر ان نامی کتاب مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کی اپنی کتاب نہیں بلکہ ان کی تصنیف ہے نہ ہی ہماری معتبر کتاب ہے بلکہ محرف ہے۔ یہ ان کی المائی تفسیر ہے جسے ان کے بعض شاگردوں نے جمع کر کے تیار کر دیا ہے۔ ترجمان رضا خانیت نے اپنی کتاب کے سرورق پر لکھا ہوا ہے "مسند کتب دیوبند کے علماء جات سے مزین" مزید لکھا "توحید باری تعالیٰ کے متعلق عقائد ان کی مسند کتب سے پیش کر رہے ہیں۔" (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص ۳۹) تو اگر ترجمان رضا خانیت میں جرات ہے تو اہل السنۃ والجماعۃ کے اکابر سے اس کتاب کا مسند ہونا ثابت کرے۔

بلقہ النحیر ان ہماری معتبر کتاب نہیں:

بلقہ النحیر ان مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں اور محرف بھی ہے اس لیے اس کے وہ ضروریات جو قرآن و سنت یا جمہور امت سے متصادم ہوں گے ہمارے لیے حجت نہیں۔ تفصیل کے لیے مولانا عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب "ہدایۃ النحیر ان" صفحہ ۱۷۱ تا ۱۷۳ کا مطالعہ کریں۔ نیز حکیم الامت مجدد دین و ملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ اسی کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"کتاب ایک ائمہ پر معروف کو ختم کرنا ہوں اور یہ کہ میں ایسی کتاب جس میں ایسی خطن ناک عبارت ہو بعد حاشیہ تعلیمی کے بعد بھی نہ اپنی ملک میں رکھنا چاہتا ہوں نہ اپنے تلمیذ کے مدرسہ میں اگر عید کے کئی محمول اور جسٹری کے کٹکٹ بھیج دیئے جائیں تو ان نکلنے سے ورنہ بعد میں اپنے نگہوں سے خدمت میں بھیج دوں گا۔" (امداد تھانوی: ج ۶ ص ۱۲۲) "کتاب احکامہ و احکام" طبع کراچی)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی احتیاط ملاحظہ ہو جو آدمی ایک عبارت کی وجہ سے کتاب اپنے پاس رکھنے کا ارادہ ہو اس کے بارے میں کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی توہین کی ہوگی۔ معاذ اللہ۔

بلغۃ الخیر ان کی عبارت میں خیانت:

پھر آج تک جس بھی رضا خانی نے اس عبارت کو نقل کیا کبھی پورا نقل نہیں کیا اور لو اب اس رضا خان کی بدعت سیئہ پر عمل کرتے ہوئے قطع و برید کر کے عبارت کو پیش کیا کیونکہ عبارت اس طرح شروع ہوتی ہے:

”معتزل کہتے ہیں کہ پہلے درہ بندہ لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ جو چاہتا تھا لکھا تھا سب چیز موجود کا عالم ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کا بھی عالم ہے اور جس چیز کا بھی ارادہ بھی نہیں کیا اس کا عالم نہیں کیونکہ اصل میں وہ شے بھی نہیں ہے اور انسان خود مختار ہے اس لئے کام کر یا نہ کر یا اور اللہ کرے کوئی علم بھی نہیں کہ کیا کریں گے بلکہ اللہ کو ان کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے۔“

(بلغۃ الخیر ان، ص ۱۵۷، ۱۵۸)

فقط کشید عبارت ملاحظہ ہو کتاب بڑا اچھا ہے کہ وہ یہاں ”معتزلہ“ کا عقیدہ بیان فرما رہے ہیں مگر شروع کے الفاظ نکال کر معتزلہ کے اس عقیدے کو مولانا کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے شرم شرم۔

مولانا حسین علی صاحب کی اپنی کتاب سے علم الہی اور تقدیر کے متعلق ان کا عقیدہ

اعلم ان مذهب اهل الحق اثبات القدر و معنادان الله تبارك و تعالی قدر الاشياء في القدر و علم هو سبحانه انها ستقع في اوقات معلومة عنده سبحانه و تعالی و علی صفات مخصوصة نووی ج ۲، ص ۲۷، فقہی تقع علی حسب ما قدرها سبحانه و انکوت القدریة غذا و زعمی انہ سبحانه لم یقدرها و لم یقدر علمہ و انها مساتفة العلم (ای انما یعلمها سبحانه بعد وقوعها و کذا ہوا علی اللہ سبحانه و تعالی و جل عن اقوالہم الباطلة علوا کبیرا نووی شرح مسلم ج ۱، ص ۲۷)۔ (قریبات حدیث، ص ۴۹۱، ۴۹۲)

[ترجمہ] اے مخاطب تو جان لے کہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر حق اور محبت ہے اور اس کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی میں تمام اشیاء کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور تمام امور اس کے علم میں تھے کہ وہ اپنے اپنے مخصوص وقت میں واقع ہوں گے (اور ان کے اوقات و مقامات مخصوصہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں تھے) تو یہ امور اسی اندازے کے مطابق واقع ہوتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے متعین کر دیا ہے اور قد یہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کا پہلے سے کوئی اندازہ مقرر نہیں کیا۔ اور نہ وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ان سے بعد کو ثابت ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان امور کو ان کے وقوع کے بعد جانتا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر خالص جھوٹ کہا اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان کے اقوال باطلہ سے بلند اور بالاتر ہے۔

کیا اس واضح اور دو لوگ متوقف کے بعد انصاف و دیانت کی دنیا میں یہ احتمال باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت معتزلیوں قدریوں کی طرح علم الہی کے ازل ہونے سے منکر ہیں۔ معاذ اللہ۔

کاظمی مقالہ کا جواب:

بریلوی غزالی زماں رازی دور اس احمد سعید کاظمی (جس کے بیٹے حامد سعید کاظمی نے وزارت میں حاجیوں کو خوب لوٹا) نے اعلیٰ السنہ والجماعہ کے خلاف سب سے پہلے اسی عبارت کو اسی طرح ناقص نقل کیا اندازہ بخود لگائیں کہ جب بریلوی غزالی اور رازی کی دیانت کا یہ حال ہے تو عمامہ رضا خانی دیانت اور خدا خونی کے کس مقام پر ہو گا مگر چونکہ دل میں چور تھا اس لیے حاشیہ میں اس طرح مقالہ دینے کی کوشش کی:

”اس مقام پر یہ کہنا کہ اس عبارت میں مولوی حسین علی صاحب نے اچھا مذہب بیان نہیں کیا بلکہ معتزلہ کا مذہب نقل کیا ہے انتہائی مضحکہ خیز ہے اس لیے کہ جب مولوی صاحب مذکور نے قرآن و حدیث کو اس مذہب پر منطبق مانا تو اس کی حقانیت کو تسلیم کر لیا خواہ وہ معتزلہ کا مذہب ہو یا کسی اور کے کا۔“ (الحق الجبین، ص ۱۰، طبع ملتان)

جواب: افسوس کہ کاظمی صاحب نے یہ کیوں نہ سوچا کہ کیا یہ انطباق صحیح بھی ہے یا غلط؟ حق ہے یا باطل؟ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا اس کی مناسب جھوٹ کی جاتی ہے؟ یہ اور اس قسم کی دیگر

اہم باتیں اس مقام پر مذکور نہیں جس کو کاظمی علمائے دیوبند کی طرف منسوب کر کے اپنے قلب مریض کی بھڑاس نکال رہے ہیں بلکہ اسی بلغۃ النحیر ان میں متصل یہ عبارت ہے:

”اتر بعض مقام قرآن جو ان (معتزل) کے مطابق نہیں بنتے ان کا معنی صحیح کرتے ہیں۔“

(ص ۱۵۸)

اس امر کا صاف اور واضح ثبوت ہے کہ وہ لعل علمہ الذی عن وغیرہ میں ظاہری الفاظ کے پیش نظر جو معنی معتزل نے کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور اسی لیے آگے اہل سنت کا حوالہ دیتے ہوئے ظہار معنی ظہور کر کے اس امر کو واضح کر دیا ہے مگر پھر دیا نئی کا کو کوئی علاج نہیں۔

علامہ عبد الوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

”فان قلت المراد بقوله تعالى ولنبلونكم حتى نعلمه وقوله تعالى ولنبلونكم حتى نعلمه من ينصركم ورسلكم بالغيب لحوها من الايات فان ظاهر ذلك يقتضي ان الحق تعالى يستفيد علما بوجود المحادثات فالجواب ان هذه المسئلة اضرب في قصتها قول العلماء ولا يزال اشكالها الا لكشف الصحيح“

(البدويق والجماع: ص ۸۶)

[ترجمہ] اگر تو یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم تمہارا امتحان لیں گے کہ حتیٰ کہ تم جان لیں اور اسی طرح یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو یمن دیکھتے اس کے دین اور اس کے رسول کی تدکر رہے ہیں اور اسی طرح کی اور آیات قرآنی بظاہر اس کو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مہدیات کے وجود کے بعد بھی علم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے سمجھنے میں بڑے بڑے ماہر ضماہ پریشان ہوئے ہیں اور کشف صحیح کے بغیر یہ اشکال سرے سے مٹا ہی نہیں جاتا۔

اب کاظمی کا کوئی چھٹا جواب دے کہ امام شعرانی رحمہ اللہ بھی معاذ اللہ کیا معتزلی ہیں جو قرآن کی آیات کے ظاہر کو ان کے عقیدے پر منطقی سانہ دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ قرآن کی آیات بظاہر اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ کو پہلے سے علم نہیں ہوتا اور یہ دلالت اس دستہ واضح ہے کہ

اسے بڑے علماء اس مسئلہ کو حل کرنے میں پریشان رہے۔ بلکہ امام رازوی رحمہ اللہ نے تو یہاں تک کہ دیا کہ محققین نے بڑے سرچرچہ مارے مگر کوئی مضبوط بات نہیں کی:

وذا کلن السلف والخلف من المحققین معولین علی الکلام الہادہ لاصول
المعزلة بھدہ قواعدھم ولقد قاموا وقعدوا واحتملوا علی دفع اصول
المعزلة لما الوائشین منتقع۔

اب جواب دیں کہ امام رازوی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ ہے؟
ترجمہ: چپ کا ٹکڑا صاحب لکھتے ہیں:

۱۰۔ بعض آیات قرآنیہ مثلاً وما جعلنا القبلة الہی کسب علیہا الا لنعلم اور ولما
عظم اللہ الذین جاہدوا منکم جن سے بظاہر عظم الہی کی نفی ملے گی یہی ہے۔
(ترجمہ الہیام: ص ۵۸، انوار القرآن ج ۱، صفحہ ۱۰۸)

جواب دیں بقول آپ کے قرآن کی یہ آیت اللہ تعالیٰ کے علم کی نفی کا اظہار کر رہی ہیں تو کیا
معاذ اللہ آپ بھی اسی کے معتقد ہیں؟ اگر نہیں تو سوائے حسین علی رضوی کیسے؟

اعتراف۔۔ [۱۱] طارقی جمیل دیوبندی کے عظمت خداوندی کے خلاف

غناء و نظریات:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”دیوبندی تلیفی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارقی جمیل کے توحید و عظمت باری تعالیٰ کے
علاقہ فقرات ملاحظہ ہوں کہ ہم اپنی بات کا اعتبار بنانے کے لیے قسم اٹھاتے ہیں اس بنیاد اور
منہج پر اللہ سبحانہ تعالیٰ رعایت کرتے ہوئے کتنا نیچے آ کے بات سمجھا رہا ہے (بیانات جمیل
ج ۱ ص ۶۱) جیسے اللہ یوں کہہ رہا ہو کہ میں بھی تمہارے پاس بیٹھا ہوں تم دونوں کا جس گھر میں رہا تھا
ان بات جمیل ج ۲ ص ۶۱ اللہ نے یقیناً سن لیا جیسے پاس بیٹھا تھا (بیانات جمیل ج ۲ ص ۶۲)۔
مولوی طارقی جمیل کے یہ الفاظ ”اللہ کتنے نیچے آ کے بات سمجھا رہا ہے“ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اکریم کی

بلندی عقلمت کے خلاف نری کہو اس ہے دوسری دو عبارت سے خدا تعالیٰ کا جسم ہونا معلوم ہوتا ہے اس کی مزید صراحت اس طاری جمیل کی دعا میں بھی موجود ہے ملاحظہ کیجیے کہ یا اللہ اسے کثرت ہمارے سامنے ہوتا ہم تیرے سامنے لوٹ پوٹ ہو جاتے تیرے پاؤں پکڑ لیتے یا اللہ ہم تیرے چٹ جاتے تھے مٹا لیتے یا اللہ اللہ تو ہم سے بہت دور ہے پر ہمیں پتہ ہے تو ہمارے شر و گمے قریب ہے یہ سارا کچھ تیرے بیٹھ مومن میں چھپا ہوا ہے انہوں نے تجھے پکڑا ہوا ہے آجا آجا ہمیں کوہ میں لے لے یا اللہ ہم تجھے ہلانے آئے ہیں تیرے سامنے ضد کر رہے ہیں آناں طارت ساتھ آجا آجا آجا دیر ہوگئی۔ (دعا مہقر البیان المجلد ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹ طبع اول)

”مذکورہ دعاوی دیوبندی کی دعا دانی کیسٹ بھی مل جاتی ہے رقم الحروف کے پاس موجود ہے اس میں بھی یہ الفاظ واضح طور پر سنے جاسکتے ہیں کہ (اللہ) اور ہمارا تو ہے کوئی بھی نہیں یا اللہ ہمارا کوئی نہیں اللہ تو ہمارے سامنے ہے ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں ہم تیرے پاؤں پکڑ لیں اللہ ہم تیری گار میں گر جائیں۔ (بحوالہ دعا پند کی ہشیاں کیسٹ)

”مذکورہ مولوی طاری جمیل کی اس کہو اس سے خدا تعالیٰ کا جسم ہونا ثابت اور با ہے اور یہ عقیدہ باطنی ہے اور اس کا حاصل کافر ہے کہ اس مرتبہ فی کتب المعتمد و تارکین کرام! جس گروہ کا تعلق الشیخ دیوبندی کے بنیادی عقیدہ توحید سے جا مل ہو باقی علماء و مومنین دیوبند کا کیا کہنا۔

(بحوالہ دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف ص ۵۹، ۵۵)

اعتراف۔۔ [۱۲] طاری جمیل دیوبندی کا اللہ تعالیٰ پر برہتان:

”اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے ساری دنیا کی مخلوق میں جاؤ ہر گھات کا پانی پیو ہر دم ہر سار ہر آنکھ سے دل کو بہلانے کی کوشش کرو حسین حسین پر پی چوروں سے دوستی کر لو سونے چاندی کا ہیرا لگا دینا بھر میں اپنا نام چکا لو اگر ان چیزوں میں تمہیں چین مل جائے تو مجھے رب ہی نہ سمجھو اللہ مولانا سوا الابدی کو اللہ تھپٹن القلوب۔ (حیرت انگیز کار گزار یہ ص ۸، ۱۳ طبع لاہور)

کیا اللہ تعالیٰ ان محافل بد و شراب غوری قلموں، دراموں کانوں کی محافل میں جانے کا حکم دے رہا ہے لہذا پند پھر تو حید و رسالت کو کرکٹ کی دو کٹوں سے مٹا لیں دیتا ہے مولانا (طاری جمیل)!

ازمنہ و ابولوں سے بات کر رہے تھے فرمانے لگے تمہیں دیکھیں ہیں توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان ہے اور بولنگ شیطان گمراہ رہا ہے ایمان کے بٹے سے توحید آخرت اور رسالت کو بچانا ہے۔ (حجرت انجیز کار گزاریاں: ۱۳۳، ۱۳۵)۔ (بحوالہ دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۶)

جواب: عرض ہے کہ یہ جن جن کتابوں کا حوالہ دیا اس میں سے کوئی بھی نہ تو مولانا طہار ق جیل صاحب کی اپنی کتاب ہے نہ ہمارے کسی مستند عالم کی کتاب اور موصوف نے اس بات کا بعد کیا ہوا ہے کہ وہ صرف مستند کتب کا حوالہ پیش کریں گے لہذا ہم ان بے سرو پا مصطفیٰ کی کتب کے اسرار نہیں۔ پہلے ان کو ہماری مستند کتب ثابت کریں جن کے مندرجات بطور حجت ہم پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

اعتراف۔۔ [۱۳] غیر اللہ کو سجدہ کے متعلق دیوبندی نظریات:

یہ عنوان قائم کر کے قربان رضا خانیت کا شرف اقبال بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی بھٹی اہل سنت پر بہتان لگاتے ہیں کہ یہ قبور کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کا بہتان مرتب ہے۔“ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف: ص ۵۷)

خاضعین کو اہم: جب آدمی کو رجسٹری پر اجڑ آئے تو بدیہات کا انکار کرتے ہوئے بھی جیسے نرہ تاج کوئی بھی شخص پورے پاکستان بلکہ پاک و ہند میں رضا خانیوں کے زیر قبضہ مزارات و قبر پر جا کر ملاحظہ کر سکتا ہے کہ وہاں قبر مافیا کے رضا خانی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں یا نہیں؟ تو اسے بہتان کہنا کتنا اثر مناک بھوٹ ہے۔

آنکھیں اگر بند ہوں تو دن بھی رات ہے

دل نہ مانے تو بہانے ہزار ہیں

حجرت ہے کہ اپنے مسلک کی حقانیت کا ثبوت دینے کے لیے یہی مزارات بطور دلیل پیش کئے لہذا اپنی کثرت دکھانے کے لیے انہی مزارات کے مجاوروں اور بھائوں کو پیش کیا جاتا ہے ان کے سجادہ نشینوں کو اپنا ہم مسلک بتایا جاتا ہے ان کے چندوں پر گزارا کیا جاتا ہے ان

مزارات پر ہونے والی خرافات ان سجادہ نشینوں کی زیر سرپرستی ہوتی ہے اگر یہ خرافات کرنے والے لوگ جاہل لوگ ہیں ان کا مل آپ کے لیے جنت نہیں تو آج تک ان کو روکا کیوں نہیں کیا؟ عرس ان جاہلوں کو چندوں پر اندرانے ان جاہلوں کے چندوں پر، افرادی قوت ان جاہلوں کے چندوں پر مگر اب کہتے ہو کہ نہیں جاہل ہیں ہم ان کو نہیں مانتے۔ اگر یہ سب تمہاری مرضی اور رضا ہے نہیں ہوتا اور یہ سب تمہارے لوگ نہیں ہے تو میری پوری رضا غایت کو پہنچا ہے کہ پاکستان و ہندوستان کے کسی ایک معروف مزار کی مثال پیش کرو جہاں تمہارے عقائد و عادات نے ان لوگوں کو یہ خرافات کرنے سے روکا ہو کوئی ایک جان دیکھا دو جو ان مزارات کے عرسوں پر ان عری خرافات کے خلاف کیا گیا ہو۔ آپ کے چراغ گولڑہ پیر نصیر الدین گولڑہ کی آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث اشرف سیالوی کی غیرت کو لٹکا رہے ہوئے لکھتا ہے:

"حالانکہ جھنگ جہاں آپ جسدِ پڑے ہوئے ہیں اس علاقہ میں متعدد بار ایسے ہیں جہاں راجہ خور پر قبروں کے سامنے سجدہ ہوتا ہے مزارات کے طواف ہوتے ہیں لوگ درختوں کے نیچے پڑے پھیلا کر اولاد مانگتے ہیں مگر چادر پر میرا پڑا تو بیٹا اور اگر پتہ آکرے تو بیٹی (معاذ اللہ) انہوں نے کبھی اس شرک مرتبہ اور بدعت فحش کے خلاف کبھی ہر وقت مظهرِ عام پر لائیں کبھی اجتماعِ ماس میں مظهرِ عام قرار دیا مگر ان رسوم جاہلیت کے خلاف جہاد فرمایا ہو تو کیسٹ مجھے ضرور دو سال فرمائیں کیا اپنی غیرت خوش نہیں آتی۔" (علی الغیب: ص ۷۷)

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آؤ ہم تمہیں دیکھاتے ہیں کہ یہ سجدے اور خرافات کرنے والے کون لوگ ہیں۔

بریلوی مشائخ اور سجدہ تعظیمی:

بریلوی مسلک کا قطب وقت خواجہ خواجگان خراج غلام فرید کہتا ہے:

"سجدہ تعظیم کا ذکر ہونے لگا حضرت اقدس علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سلطانِ عالم شیخ حضرت خواجہ غلام الدین القیاد محبوبِ قدس سرہ کے زمانے میں ایک شخص نے آپ کی مجلس میں سجدہ تعظیم کے

بارے میں شور برپا کر رکھا تھا چنانچہ اس کا ذکر کتاب فوائد الفوائد اور سیر الاولیاء میں تحصیل سے آیا ہے آخر حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ نے اس بحث کرنے والے سے فرمایا اٹھیں سجدہ سہاقتہ
 احوں میں مستحب تھا لیکن یہ ظہیر آخر الزماں علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں منسوخ ہو چکا البتہ اس
 کی ایادت (سہاقتہ) اب تک باقی ہے۔ اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ یہ
 بھی فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنا سر میرے پاؤں پر رکھتا ہے تو اس سے مجھے
 کرات آتی ہے لیکن چونکہ میرے شیخ علیہ الرحمۃ (حضرت خواجہ فرید الدین مسعودی علیہ السلام) سے
 سرہ کی خدمت میں بھی اسی طرح لوگ آکر پاؤں پر سر رکھتے تھے اور انحضرت منع نہیں فرماتے
 تھے میں بھی منع نہیں کرتا کیونکہ شیخ کے فعل کی مخالفت کرنا امر قبیح (براکام) ہے۔

(مقائیس الجالیس: ص ۲۲۲)

آگے فرماتے ہیں:

اس کے بعد فرمایا حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی قدس سرہ کے زمانہ مبارک میں چند علماء فقہر
 و علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے موجود تھے مثل حضرت خواجہ حسام الدین ملتانی، حضرت مولانا
 شمس الدین، مکی، حضرت خواجہ علاء الدین نیلی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو اصحاب عشرہ سلطان المشائخ
 (حضرت کے دس خلفاء) میں سے تھے یہ تمام حضرات علوم میں بے نظیر تھے ان کے علاوہ حضرت
 علاء الدین فرید الدین گوردازی بھی آپ کے دس خلفاء میں سے تھے۔ اور اس قدر عالم مجسمہ تھے کہ
 انہماں بحر میں لوگ آپ سے سند لیتے تھے۔ ایک خواجہ وحید الدین باسیسلی تھے جو امام وقت
 تھے ان کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ جب حضرت خواجہ علیہ السلام قدس سرہ کے روئے اقدس کے
 احوال اٹل ہوئے تو ائمہ سے آواز آئی ”السلام علیکم یا ابو حنیفہ وقت“ ان کے علاوہ ایک حضرت قاضی
 مکی الدین کاشانی تھے آپ کی شان یہ تھی کہ جب حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ کی مجلس میں
 آتے تھے تو آپ دونوں قدموں پر سر در است کی طرح کھڑے ہو جاتے تھے اگرچہ یہ آخری دو
 حضرات دس خلفاء میں سے نہیں تھے تاہم حضرت سلطان المشائخ ان سے خاص لطف عنایت سے
 نظر آتے تھے ان حضرات میں سے ہر ایک تمام علوم میں دیگاہ روزگار کی حیثیت رکھتا تھا ان کے

علامہ اور بھی بے شمار علماء موجود تھے جو روزِ اندر پہنچتے تھے کہ لوگ حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کے وقت اپنا سر آپ کے پاؤں مبارک پر رکھتے تھے لیکن کسی نے انھیں عیب و پرستہ اعتراض کیا تا کہ انہیں وطن و کشتی سے کام لیا۔

(مقائیس الجہاں: ص ۲۲۲ فیصل تا شرف و جہاں کتب لاہور و کتب ۱۲۰۰)

مقائیس الجہاں آل رضائیہ بریلوی کی مستند کتاب ہے:

(۱) بریلوی چراغِ گولڑہ و تفسیر الدین گولڑہ کی لکھتا ہے:

"الہدایۃ لکاتبان سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالخصوص اور بصیر پوری و سیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند و حجت کتاب مقائیس الجہاں کا مستند و جلیل القیاس کا مطالعہ کر لیں وہ آپ کے لیے سودمند رہے گا۔" (ظہر: ۱۲۱، ۱۲۲ و تفسیر گولڑہ اسلام آباد)

(۲) سوری بریلوی میرا کلیم شرف قادری لکھتا ہے:

"میر آپ کے ملفوظات مرتبہ مولانا رکن الدین اشارات فریدی کے نام سے چار جلدوں میں ملے ہوئے ہیں۔" (تذکرہ کار برائست: ص ۲۲۳ فریدی کتب خانہ لاہور ص ۲۰۰)

اشارات فریدی مقائیس الجہاں ہی کا دوسرا نام ہے جو سوری پر مذکور ہے۔

(۳) جناب مسعود حسن شہاب نے اپنی تصنیف خواجہ غلام فرید میں مقائیس الجہاں کی اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ آپ کی ولادت ۱۲۶۱ھ کے آخری شعب ۱۲۳۱ھ الحج کو ہوئی۔

(تذکرہ کار برائست: ص ۲۱۱)

(۴) غلام رسول قاسمی بریلوی لکھتے ہیں: "خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھی والے فرماتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جنگی ادعا کا مصاحب ہیں سے ہیں کے حق میں انھیں اسرار کما اور بدگمانی کر ہر امر شقاوت ہے۔" (مقائیس الجہاں: ص ۱۰۶)

(بحوالہ قاضی سید امیر معاویہ: ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲)

سجدہ سبکی حوالہ۔ [۲]

بریلوی ابوالخیر قدس سرہ نے ہمارے ساتھ ہر دو قالات اور لکھتے ہیں:

تدسیاں عرش ہوں جب سرِ غم تیرے حضور
سجدہ تعظیم پھر کیوں کر نہ ہو ہم کو روا

(سوانح حیات حضرت فاطمہؑ بخش و فضیلہ حالات و واقعات: ۱۵۳ طبع لوری کتب خانہ لاہور)
اس کتاب کے مصنف میاں محمد دین کلیم قادری بریلوی مورخ ہیں اس کتاب کا پیش لفظ
بریلوی علیہ السلام نے لکھا ہے۔

سجدہ تعظیم حوالہ۔۔ [۳]

بریلوی مسعود ملت باہر رضایات پر و فیہ مسعود احمد لکھتا ہے:
"الحمد للہ نے سجدہ تعظیم کو مباح لکھا ہے۔"

(حضرت محمد الف ثانی اور ذاکر محمد اقبال: ص ۳۹ اور مسعود احمد لکھتا ہے)

سجدہ تعظیم حوالہ۔۔ [۴]

بریلوی جو طریقت یا محمد فریدی لکھتا ہے:

کھلے جلوے ہیں اس در پر فقط اللہ اکبر
ہمیں سجدے روا ہیں خواجہ امیر کے در کے

(دوباب محمدی: ص ۲۱۱ لوری کتب خانہ لاہور: ۲۰۰۶)

سجدہ تعظیم حوالہ۔۔ [۵]

مولانا محمد احمد بریلوی صدر جمعیت علامہ پاکستان و خطیب مسجد وزیر خان لکھتا ہے:

سنگ میخانہ پر سجدہ اور شکرانہ رہے
ان کی صورت سے یہ دل گر اپنا بہت خانہ رہے
ہو جاتا ہے میر جو مجھے اس در کا سجدہ
قبلہ کا کبھی میں تو طلب بکار نہ آتا
تو در محبوب مجھ کو کیا غرض بہت خانہ سے

واعظایوں خیر کلمہ میں بھی ہوتا جاؤں گا
(رج فقیر بر آستانہ جہانم ۳۰۰ عظیم علماء مرقدہ اپنے چٹن گاہوں)

سجدہ تعظیمی حوالہ۔۔ [۶]

آپ کے سلطان المناظرین مولوی نظام الدین ملتانی فتویٰ دیتا ہے:
”سجدہ تعظیمی و بھرگی میں علمائے دین کا نہایت درجہ اختلاف ہے بعض نے جاکو کہہ کر اور بعض
چہ جاکو ... قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے سجدہ تعظیمی کی نفی اشرف المصنفات کی خاطر کہیں بھی
نہیں دیکھی گئی اگر ہے تو وہیں مراد اباحت ہے نہ حرمت۔“

(فتاویٰ نظامیہ: ص ۸۷، ۸۸ شاعت القرآن، پہلی کثیرا دور)

جس مسلک کے علماء و مناظرین سجدہ تعظیمی کو جائز کہہ رہے ہیں تو اس مذہب کے عوام کا کیا
حال ہوگا اس پر یہ کہنا کہ سجدہ کرنے والے لوگ جہاد سے نہیں کس قدر ڈھٹائی اور بے شرمی ہے۔
دیوبندیوں کے بزرگوں کو سجدہ تعظیمی کرنے کا جواز:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں بعض صوفیاء سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں۔“

(افتاحات الیومیۃ: ج ۱ ص ۲۷۹) (حوالہ دہ بدایت کے بطلان کا اکتاف: ص ۵۵)

جواب: تارکین کرام اعموان تو یہ دیا کہ دیوبندی اپنے بزرگوں کو معاذ اللہ سجدہ تعظیمی کے
قائل ہیں اور اس کے ثبوت کے لیے جو حوالہ نقل کیا اس میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں کیا کہ کھلا
دھوکا نہیں کہ غرور ایک لگایا جائے اور سال دو سر ایچا جائے اس حوالے میں تو بعض صوفیاء کا قول
نقل کیا جا رہا ہے ملاحظہ ہو پورا معلقہ جس کے بعد ہی آپ کو اعجاز و اوگا کہ رضا خانی نے کس قدر
دہل و فریب کا مظاہرہ کیا:

”ایک مولوی صاحب کے سوتل کے جواب میں فرمایا کہ بعض صوفیاء سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل
ہیں۔ محمود نقیاء حرام کہتے ہیں اصل اس کی یہ ہے کہ بعض صوفیاء سجدہ ہیں اگر (کسی کو ان کا اعتقاد

تقسیم نہ ہو تو کم از کم ان کا یہ خیال ضرور ہے کہ ہم مجتہد ہیں جیسے سلطان بنی عرش کیا کر اگر صوفیاء کو کوئی مجتہد سمجھے تو کیا وہ خدا کے یہاں معذور ہو گا فرمایا ہاں اگر ان کے پاس سامان اجتہاد موجود ہے جیسے سلطان بنی کہ وہ عالم بھی ہیں اور اصل تو یہ ہے کہ ہم حسن ظن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ مجتہد تھے۔ (الامانات الیومیہ: ج ۱ ص ۲۳۱، مرقاۃ نمبر ۲۸۳)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک سجدہ تعظیمی حرام ہے اگر بعض صوفیاء کے قول کو نقل کرنے پر یہ ہمارا مسلک ہو اسعاف اللہ تو جمہور فقہاء کا قول نقل کرنے پر قول ہمارا مسلک و مشرب کیوں نہ ہوا؟ چونکہ متصل یہ عبارت نقل کرنے پر عوام کو فریب نہیں دیا جاسکتا تھا اس لیے ترجمان رضا خانیت نے رضا خانیت دکھاتے ہوئے اسے فہم کر لیا اسی لحاظ پر استاد محترم حضرت مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب زید مجتہد نے یہ عنوان قائم کیا:

”سجدہ تعظیمی کی حرمت غلبہ حال کے وقت عمل“

علمائے دیوبند تو اس سے حرمت سجدہ تعظیمی مفہوم لیں اور یہ جاہل سجدہ تعظیمی کے جواز کا الزام ہم پر لگاتا ہے۔

سجدہ تعظیمی حرام ہے علمائے دیوبند کا واضح موقف:

مولانا سوال میں شبہ کیا گیا تھا کہ شر اربع من قبلنا من اس کا وقوع بلا تکبر نصوص قطعیہ میں محمول ہے بلکہ ہماری شریعت میں بھی جائز ہو گا اور نسخ اس کا قطعی ہونا چاہیے اور وہ مفتوحہ ہے؟

الجواب: بخواب یہ دیا گیا کہ اس کی حرمت پر اجماع ہے اور اجماع گونا گونا نہیں مگر عامت سے اختلاف کی گونا گونا معلوم نہ ہو اور یہ حجاب علی سبیل اشتراک ہے ورنہ اگر تنبیہ کی تحقیق پر نظر نہ کی جائے تو حدیث منہی عن السجدة التحیة کو متواتر کہہ سکتے ہیں گو تواتر معنی ہو وہو طرہ اذا اجتمع (ای الکتاب) علی اخرج حدیث و تعددت طرقہ تعددا لعمیل العادة تواطؤهم علی الکذب الی آخر الشروط افاد العلوم البقیة لصحة نسبة الی قائلہ و مثل ذلک فی الکتب المشہورة کثیر اور حدیث منہی عن سجدۃ التحیة کی سند میں جو الجوامع للسیوطی میں حسب ذیل مذکور ہے رواہ ابو داؤد

والطبرانی والحاکم والبیہقی عن قیس بن سعد والترمذی عن ابی ہریرۃ
والدارمی والحاکم عن یزیدۃ و احمد عن معاذ والطبرانی عن سراقہ بن مالک
وصہیب وعقبۃ ابن مالک و غیلان بن مسلمہ و رواہ ابن ابی شیبۃ عن
عائشۃ والبیہقی ایضا عن ابی ہریرۃ اور ممکن ہے کہ اہل اہل ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح
بھی متواتر ہو۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۲ ص ۲۸۱ طبع کراچی)

اور پہنچی زیور میں "کفر و شرک کی باتوں کا بیان" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:
"کسی کو سجدہ کرنا"۔ (پہنچی زیور ص ۵۵ امداد الاشاعت کراچی)

نیکم الامت مجدد دین و ملت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا ایک اور فتویٰ ملاحظہ ہو:
"سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبور کو بوسہ دینا اور ان کو تختیاں سجود کرنا اور
اولیاء کرام کا برسویں دن میں کرنا اور تختیں مانتا اور قبروں کا طواف کرنا اور قبروں پر نوبت پھرنے کا
اور ان پر چراغ جلانا اور ان پر غلاف چڑھانا اور ان کو پتہ بنانا اور محافل و مجالس میں بیٹھ کر حواہم
سمتا اور دست بستہ کھڑے ہو کر راجد اور انص کی تعظیم کرنا اور دست بستہ کھڑے ہو کر استاد کو
قرآن شریف سنانا اور پل شیعہ سلیمان علیہ السلام اور پل شیعہ عبد القادر جیلانی علیہ السلام کا
ذکیر پڑھنا شرع شریعت میں جائز ہے یا نہیں متواتر جواب:۔"

الجواب: ان امور میں بعضے تو بالکل شرک ہیں جیسے تعبد اسجدہ کرنا اور تختیں ماننا اور طواف کرنا اور پل
شیعہ عبد القادرؒ یا شیعہ سلیمان علیہ السلام کا ذکیر پڑھنا جیسا عوام کا عقیدہ ہے ان کے
مرکب ہونے سے بالکل اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور شرک میں حساب آتا ہے اور ان الا
تعبد والا ایاد اور بیٹھے امور بدعت و حرام ہیں ان کے کرنے سے بدعتی و مناسق ہو گا (اگر
بدعت ضلالتہ و کل ضلالتہ فی الدار) البتہ اگر ان کو مستحسن و حلال سمجھے گا تو خوف کفر کا ہے۔
کیونکہ احتمال معصیت کا کفر ہے اور قرآن شریف کا استاد کے سامنے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی بے
تخت کیونکہ عبادت میں دست بستہ ہونا بجز خدا کے کسی کے سامنے روا نہیں۔ واللہ اعلم و
علیہ السلام و احکم قضا۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۲ ص ۲۸۳)

ترجمان رضا خانیت کا دجل و فریب:

ترجمان رضا خانیت لکھتا ہے: ”اگر سجدہ بزرگ کی طرف ہو اور نیت خدا کی ہو تو حرج نہیں“
 دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ”ممکن ہے کہ سجدہ حق تعالیٰ میں اور وہ بزرگ
 جہت سجدہ اور جیسے سجدہ الی الکعبۃ میں حضرت حق تعالیٰ میں اور کعبہ جہت سجدہ ہے۔“ (بیاد النوار
 ص ۲۸ طبع لاہور) اور آگے عنوان لگاتے ہیں: ”بزرگ کو سجدہ کرنے والے پر طعن و ملامت نہ
 کرے“ پھر لکھتا ہے: تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ: فعل لا یلام علیہم لعدم
 الاستدلالہم بالتحقیقات العلمیہ... (غیر خدا کو) سجدہ کرنے والے پر بوجہ لغزش کے
 ملامت نہ کریں گے اور معتذر سمجھیں گے۔ (بیاد النوار ص ۱۳۶، ۱۳۷ طبع لاہور) قارئین کرام
 دیوبندیوں کی توحید پرستی ملاحظہ ہو کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے والے پر ملامت نہ کر دیکر مفصل
 بیاد اور گیارہویں کرنے والے سے جہاد کرو فیہا للحبیب۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا اکتشاف: ص ۵۸)

جواب: پہلی عبارت جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی پیش کی ہے اس میں وہ صرف ایک امکانی
 قائل نظر کر رہے ہیں وہاں کسی بزرگ کو سجدہ کرنے کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا حضرت تھانوی
 فرماتے جو بات لکھی وہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار محرق صاحب نے بھی لکھی ہے
 حضرت آدم علیہ السلام کے سجدہ کے متعلق لکھتے ہیں:

”مفسر فرماتے ہیں کہ سجدہ عبارت تھا یعنی سجدہ اللہ کو تھا اور آدم علیہ السلام قبلہ کے جیسے ہم کعبہ کے
 سامنے جھک کر اللہ کو کرتے ہیں ایسے ہی فرشتوں نے آدم علیہ السلام کے سامنے جھک کر اللہ کو سجدہ کیا بھی
 قرآن شریف میں العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔“ (تفسیر فیسی: ج ۱ ص ۲۳۲ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

انہی جہت کے لیے ہم شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کا قول بھی پیش کر دیتے ہیں:
 ”مفسر سجدہ کہندے یسوی آدم بایں طریق کہ اور اقبلہ سجدہ خود گردانید۔“

(تفسیر عزیزی: ج ۱ ص ۲۶۱ مکتبہ طحطاویہ پشاور)

کاشف اقبال رضا خانی اور اس کے ماننے والے کسی رضا خانی میں اگر غیرت ہے تو اس کا
شاہ صاحب پر بھی فتویٰ اور چونکہ شاہ صاحب کا موقف احمد یار گجراتی نے بھی نقل کیا ہے اس لیے
وہ بھی مجرم ہیں بقول آپ کے ہر یہ لوگ زہر کا بیلا تو پی سکتے ہیں اپنے لوگوں پر مستثنیٰ نہیں
لگا سکتے ذرا ایک حال اور بھی ملاحظہ ہوں رضا خانی حکیم الامت اسجدہ الاولیٰ کا صوفی اور تفسیر کر
ہے:

”بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹھائی میں نور مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر تھا یہ سب
برکتیں اور عظمتیں اسی کی وجہ سے تھیں اور درحقیقت یہ سجدہ اس نور ہی کو تھا اس نور سے ہر جگہ رست
کا نور ہوا سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ نے اپنے والد ماجد کو فرشتوں کا مسجد بنا یا شعر
نہاں حال سے کہتے تھے آدم
میں سجدہ ہوا ہے وہ میں نہیں ہوں

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۱۴۵)

جہاں تک دوسری عبارت پیش کی اس میں بھی یہ ترین تحریف کی، دراصل حضرت عتہ النبی
ﷺ نے سجدہ تعظیم کی حرمت پر ”یوادر النوار: ص ۱۳۳ تا ۱۳۶“ تین صفحات پر بحث کی مگر
رضا خانی نے کور تیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تمام بحث کو چھوڑ دیا جہاں اس کا کشف اقبال
رضا خانی نے یہ عبارت لی ہے اس مضمون کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

”سجدۃ التعظیم کل من صبر و عافی شریعہ قبلنا و نسبح فی شریعتنا و الناصح ما رواہ
الترمذی“۔ (یوادر النوار: ص ۱۳۳)

سجدہ تعظیم ہم سے پہلی شریعتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں اس کی مشروعیت منسوخ ہوگئی
ہے اور تائید روایت ہے جس کی ترمذی نے نقل کیا۔

اگر وہ روایت کہ اگر مخلوق کو سجدہ روا ہوتا تو میں دیوی کو کہتا کہ شوہر کو سجدہ کر کر کھنکھائی کرے اس پر
محققانہ کلام فرمایا اور اس پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیے اور اس روایت کا کافی

تو اڑنا ثابت کیا۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں:

ولم تروا احدا من السلف ولا من الخلف اختلف في حرمة سجدة التوبة مع
تصحیح کثیر من کتب التفسیر والحديث والقلة وما نقل عن بعض
المصنفين في كتب توارثهم لم يغيب عنهم وان ثبت فلا شبهة بقولهم
لانهم ليسوا ممن يعتد بقولهم في الاجماع وان سلم كونهم عن معتد به
ايضا في هذا المقام لان الاجماع السابق لا يرفع بالاختلاف اللاحق نعم
لا يلزم عليهم لعدم اشتغالهم بالتحقيقات العلمية ومع ذلك لا يحتاج
بقولهم وصحبهم لاسيما اذا ثبت التكثير عن بعض اكابرهم۔

(بازار النوار: ص ۱۳۶)

فاریں کرام! خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر جواب دیں کہ ایسے زور و شور سے جو حرمت مجدد
تعلیم کی حرمت کو چاہت کر رہا ہو اس پر اس کے جواز کا الزام لگانا کیا کلاماً مقصود نہیں؟ حضرت کا
مقصود تو صرف اتنا ہے کہ جن بعض مشائخ سے تاریخ کی کتب میں اس کا جواز منقول ہے وہ
آیات اول تو ثابت نہیں اگر درست ثابت ہو بھی جائیں تو یہ ان کا قول و فعل اجماع مسترآن و
حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے حجت نہیں ہاں ہم ان پر ماست بھی نہیں کریں
کے بلکہ انہیں معذور سمجھیں گے کہ ان پر سجدہ تعظیمی کی حرمت واضح نہ ہو سکی اگر یہ کہنا جرم ہے تو
بریلوی اپنے مفتی اعظم پر بھی فتویٰ لگا دیں۔ یسین اختر مصباحی بریلوی لکھتا ہے:

”مفسر سے روایت بعض حضرات جامع مع مزامیر کے قائل بلکہ اس پر عامل بھی ہوتے ہیں بعض
حضرات میر کے لیے سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل اور اس پر عامل ہوتے ہیں یہ دونوں امور
ہمارے یہاں شرعاً ناجائز و حرام ہیں مگر حکم مفتی (عظم غلات و کفر تو بے حد تحقیق معاملہ ہے) کسی
مسلمان پر عائد کرنا اتنا اہم معاملہ ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند مولانا ابوالکلام مصلحی (رضانورانی) (دعائے
عزم انعام ۱۳۰۲ھ تا ۱۹۸۱ء)۔ تحریر فرماتے ہیں تو ابی مع مزامیر ہمارے یہاں ضرور حرام و
ناجائز و مکرم ہے اور سجدہ تعظیمی بھی ایسا ہی ان دونوں مسئلوں میں بعض صاحبوں نے اختلاف کیا

کہا کرتی ہے چنانچہ حضرت ابویوب انصاریؓ فرماتے ہیں:

ابن الدی قال اذا اقمتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة والا تستدبروها
بیول ولا بغائط ولكن شرقوا او غربوا۔

[ترجمہ] جب تم بیت الخلاء میں جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو پیشاب
کرتے ہوئے یا غائط کرتے ہوئے لیکن مشرق و مغرب کی طرف نہ کرو۔

مگر اگر اس میں اختلاف کیا ہے امام نووی شافعیؒ نے کل "چار مذاہب" بیان
کے ہیں۔

۱۔ پہلا مذاہب امام شافعیؒ کا ہے کہ نزدیک صحراء (کھلی فضاء) میں تو قبلہ رو ہونا حرام
ہے البتہ بیان (گھر یا دیواری بیت الخلاء وغیرہ) میں جائز ہے اور یہی قول حضرت ابن عباس
ؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت شعبیؓ، حضرت امام مالکؒ، امام احنفؒ اور امام احمد بن حنبلؒ (کا
ایک قول) ہے۔

۲۔ آگے چل کر تیسرا مذاہب وہ بیان کرتے ہیں کہ گھر میں اور صحراء دونوں میں قبلہ کی طرف نہ
کنا جائز ہے اور یہ قول صحابی رسولؐ، حضرت عروہ بن زبیرؓ، ربیعہؓ اور داؤد
کاہلیؒ کا ہے۔

مذاہب العلماء فی استقبال القبلة واستدبارها بیول او غائط فی اربعة
مذاہب احدها مذهب الشافعی ان ذالک حرام فی الصحراء جائز فی البنیان
علی ماسبق و هذا قول العباس ابن عبد المطلب و عبد اللہ بن عمر و الشعبي
و مالک و اسحاق و رواية عن احمد۔ والثالث يجوز ذالک فی البناء والصحراء
و هو قول عروہ بن الزبیر و ربیعہ و داؤد الظاہری۔

(المجموع شرح المہذب: ج ۲ ص ۹۵ مکتبۃ الارشاد لاریض)

ابن کثیر رحمہ اللہ جلیل القلم مولوی کی الٹی عقل اور غلط فتوے کی روستہ معاذ اللہ یہ تمام
مذہب غلط سمجھ کر لینا جن میں حضورؐ کی بیعت کے چچا جان بھی شامل ہیں کیا یہ سب معاذ اللہ گستاخ

ہیں؟ اگر رضا خانی مولوی نے "المجموع شرح المہذب" کا نام پہلی بار سنا ہے تو کسی دیوبندی کا کہہ سے قدیمی کتب خانہ کی چھٹی ہوئی "مسلم شریف" لے کر اس کا حاشیہ پر چھپی ہوئی شرح مسلم کی کی جلد اول جس باب الاستطابہ کھولی کر کسی دیوبندی دورہ حدیث کے طالب علم سے اس باب کے تحت علامہ نووی کی شرح پڑھے اس میں ان تمام مذاہب کا با تفصیل مع الدلائل ذکر موجود ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ کاشف اقبال رضا خانی کی اس کتاب پر تقریظ لکھنے والے نام نہاد کس نے شیخ الحوالہ جات (کوئی ان جہلاء عصر سے پوچھو کہ یہ شیخ الحوالہ جات کونسا معجون مرکب ہے اور اس کی ترکیب بریلوی کیا ہوگی؟) کو پاکی ناپاکی کی استنباط کے بنیادی مسائل ہی کا پتہ چھپی جنہیں فروغی اختلاف کا علم نہیں وہ دیوبندی بریلوی اختلافات پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ شرم شرم شرم۔

امداد الفتاویٰ کا مسئلہ:

رہماء اذ الفتاویٰ کا حوالہ اور فتویٰ تو اس میں بھی اس خائن نے بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اس فتوے سے رجوع فرمایا تھا چنانچہ ایسی صفحہ پر ہے:

"نمکر نہ کرنا موجب ثواب ہے کما فی العینیۃ ان تو کہ ادب... الخ شامی جلد اہل صفحہ ۵۳ بعد میں معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کو ان مسائل میں درج کیا گیا ہے جن کے متعلق مشائخ بعض علماء نے حمید فرمائی ہے شان کعبہ قبلہ مادہ نظر داشتہ کہ عین مقصود اہل اسلام است ضروری ہو کہ جواب میں طور فائدہ ترک ادب است نباید کرد"۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۱)

(ترجمہ عبارت فارسی: قبلہ و کعبہ کی شان کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ عین مقصود اہل اسلام ہے ضروری ہے کہ جواب اس طرح دیا جائے کہ ترک ادب ہے (قبلہ و کعبہ) نہیں کرنا چاہیے۔)

پھر حضرت کا یہ فتویٰ صرف "استنباط" کرنے کے متعلق ہے قبلہ و کعبہ پریشاب یا پاخانہ کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق تو خود لکھا ہے:

"پیشاب پاخانہ کرنے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پیشہ کرنا منع ہے۔"

(پیشینہ فرمایا: ص ۱۲۳ حصہ دوم)

لہذا فتاویٰ کا یہ فتویٰ صرف آبدست خالی استنجا کرنے کے متعلق ہے اور استنجا کرتے وقت (نیک پوشیاں پہنانے) قبلہ کی طرف نہ کرنا احتلاف کے نزدیک "مکروہ تنزیہی" اور اس میں بھی اختلاف ہے چنانچہ علامہ ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک بلا کر اہت جائز ہے۔ یعنی جو فتویٰ مولانا فتاویٰ نے دیا تھا بعینہ وہی فتویٰ علامہ ترمذی رحمہ اللہ کا ہے:

من ادب الاستنجاء عند الخطیئة ان یجلس لہ الی الیمین القبلة او یسارھا
لیلا یتقبل القبلة او یتدبرھا حال کشف العورة فاستقبال القبلة او
لتدبرھا حاکلة الاستنجاء ترک ادب وھو مکروہ کراهة تنزیہ کما فی من
ارجل الیھا وقال ابن نجیم اختلاف المحتفیہ فی ذالک واختار التمر تالیفی انہ
لا یرکھوھذا بخلاف التہول او التخوط الیھما فی عندهم محرم۔

(الموسوعة الفقهیة الکویت: ج ۳ ص ۱۲۳)

وقال العلامة القاری: قال علمائنا الاستقبال لھما کراهة تحریم و
للاستنجاء کراهة تنزیہ (مرآة المفاتیح: ج ۲ ص ۳۹)

اللہ رب العالمین یو ہند کا فیضانِ علم ہے کاشف صاحب آپ جیسے نالائق لوگ تو اس رقم کے
ٹکڑے کے بھی قابل نہیں جنہیں پاکی ناپاکی کے ابتدائی مسائل اور استنجا کے ادب سے بھی
واقف نہ تھے اور بے پھرے ہیں مناظر۔

"یہی کی فتح اللہ رب العالمین مولوی غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ
کی طرف نہ پانچنے کے کو مطلقاً جائز کہا"۔ (شرح مسلم: ج ۱ ص ۹۳۹)

کاشف ابوالرضا خان صاحب آپ جس بات کو گستاخی سمجھ رہے ہیں اس کو جائز کہنے والوں
کو آپ کا خط الہدیت "فقہاء" شہاد کر رہا ہے کیا آپ کے مذہب میں فقہاء معاذ اللہ گستاخ ہوتے
تھے جب تک آپ میں اور غیر مقلدین میں کیا فرق ہے؟ جب بات فیضانِ علوم دیوبند کی آہی
آہ کی طرح اڑھائی کر دیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک منعیت استنجا والہ بار کی اصل حالت

اور قبر کے پاس کے لیے زمین سر پر رکھا۔ اذکال زمین پر سر رکھنا ظاہر اسجد ہے اور مخلوق کے
آئے سجد کرنا کو قیوت ہی کا ہو حرام ہے۔ حل اذکال ممکن ہے کہ مجاز ہو یا نہ مندی سے جیسا حضرت
سجد کے اس شعر میں ہے:

خدا بت شا گفت و تعمیل کرد
زمین بوی قدر تو جبریل کرد

(اللہ تعالیٰ نے آپ کی نشاء فرمائی اور عزت افزائی کی اور جبریل نے زمین بوی تعظیم کی)

جیسا بات ہے کہ حضرت جبریل پہنچنے کے بھی آپ کے رد برو زمین بوی نہیں کی اور اس کا قرینہ خود
اسی آثار صریح کی چوٹی مجلس میں خواجہ عثمان کا ارشاد ہے کہ حضرت عمرؓ نے اٹھ کر زمین بوی اٹھ اور
ظاہر ہے کہ اس وقت ہرگز اس کا معمول نہ تھا پس یہاں مجاز ہونا چاہیے ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ
ساجد کے قصہ میں بھی سمجھا لیا جائے دوسرے اگر سجدہ کو حقیقی ہی معنی پر محمول ہو جب بھی اس کی کوئی
دلیل نہیں کہ وہ درگ سکود ہوں لیکن ہے مسکود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہوں جیسے سجدہ
الاکہ میں سکود حضرت حق ہیں اور کعبہ جہت سجدہ جیسا بعض مفسرین نے سجدہ ملائکہ لاقوم میں
لکھا ہے کہ آدم جہت سکود نہ تھے صرف جہت سجدہ تھے اور انہوں نے لام کو بمعنی الی لیا ہے اور
حضرت صان کے قول سے استشہاد کیا ہے اس اول من صلی لظہلت کعبہ اور اسی پر محمول ہے
یعنی اطلاق کا قول ہے

قسم جبکہ روئے تو یا رسول اللہ
رواست سجدہ ہوئے تو یا رسول اللہ

آپ کے روئے مبارک کو قبلہ کہنا اور ہوئے تو کہنا اس میں قص ہے لفظ ترا نہیں کہا ایسا ہی جواب دیا
ہے تصدیق کے معاملے میں حضرت شیخ سجدہ الف جانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو انوار العارفین
میں کتبہ جلد ثانی مکتوب ہی امی نقل کیا ہے۔ ضروری عبارت اس کی یہ ہے کہ ورنہ یہی ہے
ناظر و تشریح دے کہ سجدہ سے استیلاء یافتہ است کہ در صلوٰۃ اس را مسکود و عودی و اعدی و عودی و عودی و عودی
فی کتبہ مضمون کی گرامر الی تو لہ رابطہ را چنانچہ کہ از مسکود الیہ است نہ مسکود نہ چرایی و رب و مساجد و انکی
کعبہ و انکی سوال کہ سجدہ میں استقبال قبلہ تو ہونا ضروری ہے اور اس میں اس شرط کا التزام نہیں

ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شرط اجتہادی ہے اس میں اختلاف کی گنجائش ہے چنانچہ سیل
الادوار باب الفکر لیسو میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سجدہ تلاوت میں وضو شرط نہیں اور
ابو عبد الرحمن کے نزدیک استسقاء بھی شرط نہیں۔ (یاد اور انوار)

یہ بھی مکمل عبارت مگر اس رضا خانی نے کتاب ادا کو کا دیا پہلی بات تو یہ کہ حضرت تھانویؒ بھی
نے اس بات کی صاف وضاحت فرمادی کہ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ پھر حضرت خواجہ عثمانؒ کے اس
فصل کی تاویل فرمائی۔ کہ یہ ضیقاً سجدہ نہ تھا بلکہ نیاز مندی اور بقدر ضرورت جھکا تھا اور پھر اس کو
دلائل سے مزین کیا پھر فرمایا کہ بالفرض اگر سجدہ مراد لیا جائے تب بھی امکان ہے کہ سجدہ بزرگ
نہیں بلکہ حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ محض جہت سجدہ ہوں جیسے خان کعبہ پھر اس کو دلائل سے
مہربان کیا۔ ہمیں اکابر اہل ایمان کا گستاخ کہنے والوں کیوں کو نہ ماننے کا الزام لگانے والا اور
سے بار بار پڑھو کہ حضرت تھانویؒ کس اچھے درقرب انداز سے اولیاء اللہ کا دل میں
کر رہے ہیں جہاں تک تمہارے بڑے بڑوں کا وہم و گمان بھی نہ جاسکتا۔ اگر سجدہ حقیقی الی رب
العالمین مراد لیا جائے تو اس پر اشکال پوچھا کہ سجدہ میں تو قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور اس وقت
خواجہ عثمانؒ قبلہ رو نہ تھے تو حضرت اس اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت
خواجہ عثمانؒ صطاق سجدہ میں قبلہ رو ہونے کو ضروری نہ سمجھتے ہوں جیسا کہ حضرت عبدالرحمنؒ السلی کا
موقف ہے اور حضرت عمرؓ تو سجدہ میں وضو کو بھی شرط نہیں لگاتے حضرت نہ تو اپنا موقف و مسلک
بیان کر رہے ہیں نہ ہی اپنی طرف سے بات نقل کر رہے ہیں وہ تو ایک فقہی مسئلہ نقل فرما رہے ہیں
حضرت نے جو خیال الادوار کے حوالے سے بات کی تو اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں :-

قد روی البخاری عن عمر انه كان يسجد على غير وضوء۔ قال في الفتح له
يوافق عمر احمد على جواز السجود بلا وضوء الا الشعبي اخرجہ ابی شیبہ عند
يسلم صحیح اخرجه ايضا عن ابی عبد الرحمن السلمي انه كان يقرأ بالسجدة
ثم يسجد كما هو على غير وضوء الى غير القليلة۔

(نخل لاد طار، ج ۳ ص ۱۱۹ اور اربعین الحشم، قاہرہ)

یہاں رضا خانی کی جہالت اور فقہی کتب سے نا بلند ہونے کی بدترین مثال ہے کہ فقہاء فقہی بات کے دوران مختلف مذاہب و آراء (ایک ہی مسئلہ) کے متعلق نقل کرتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ ان کا اپنا موقف و مسلک بھی ہو مگر یہ جاہل و اجہل ہر منقول قول کو صاحب نقل کا مسلک سمجھ کر غلط یا زی شروع کر دیتا ہے یوں لگتا ہے کہ علمی کتب کو کبھی مس کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی کم سے کم ہر کتاب کی فقہی کتب ہی پڑھ لی ہوتی تو اس قسم کی حرکات شیعہ نہ کرتا مگر کسی نے سچ کہا خاک احمد رضا خان جاہلوں کا پیشوا ہے۔ حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ تو صرف صاحب نقل ہیں نہ مولوی عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

”علم سائبر کا تھوڑا ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالب کیا جاتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے۔“ (مقالات رضویہ، ص)

اور ہم نے تول کا ثبوت و حوالہ پیش کر دیا اب بکو اس کرنی ہے تو ان پر کرو۔

امتزاج۔ [۱۶] قرآن مجید کو ہندیاں و بکو اس سے تشبیہ: نعوذ باللہ:

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے:

”ہند کی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد ذکر یار قطرا ہیں کہ صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔ نماز کا عظم حد ذکر ہے قرأت قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں لکھا ہی جیسا ہے کہ بخاری کی حالت میں ہندیاں اور بکو اس ہوتی ہے۔“ (فضائل اعمال، ص ۳۶۹ لکھنؤ کتب خانہ النبی لاہور)۔ (دوبعدیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۰)

جواب: اولاً پوری مہارت ملاحظہ ہو شیخ الحدیث قطب الاقطاب فضائل نماز باب سوم پر لکھتے ہیں:

”مصورانہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام

ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہوش نہیں سکنا نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا ہے صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں غفلت سے بھی اگر تحقیق ہو تو نفس کی تیزی اور شدت پر اثر پڑے گا۔ لیکن نماز کا معظم حصہ ذکر ہے قرآن ہے یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے جیسے کہ بخار کی حالت میں ہڈیاں ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسی اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق پلو سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسے کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سونے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔

قارئین کرام! اس عبارت کی وضاحت سے پہلے چند باتیں سمجھ لیں۔ ہر زبان میں اپنی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کے لیے تشبیہات کا استعمال ہوتا ہے ہم اردو زبان میں کسی کی بہادری سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ فلاں تو شیر کی طرح ہے اور فلاں ایسا خرم و مسرت ہے جیسے چاند جب بھی کسی چیز کو تشبیہ دی جاتی ہے (مثلاً) کسی دوسری چیز کے ساتھ (مثلاً) اس میں مضامین کوئی صفت ہوتی ہے تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی یعنی تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہوتی بلکہ کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے (ملاحظہ ہو مطلق، مختصر المعانی، اردو البلاغۃ) مثال کے طور پر جب ہم کہتے ہیں کہ زید ایسا ہے جیسے شیر تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیسے شیر کی چار ٹانگیں ہیں، دانت ہے، دم ہے ایسے ہی زید کی ہیں تو تشبیہ تمام چیزوں میں نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود جو شیر کی یہ اہم اور اہمیت میں صفتیں ہیں تشبیہ دینا ہے کہ جیسے شیر بہادر ہے ایسے ہی زید بہادر ہے۔ بخاری شریف کی ابتداء میں ایک حدیث ہے جس میں وحی کو تشبیہ دی گئی ہے کھنٹی سے حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ جہاں کھنٹی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اس اصول کو بریلوی مناظر اعظم و شیخ

حضرت اشرف سیالوی نے بھی تسلیم کیا ہے:

”جہاں پہنچا ہوا شخص اس حقیقت سے باخبر و آگاہ ہے کہ مثال میں صرف وہ تشبیل کا لفظ ہوتا ہے۔ مثلاً امور میں اشتراک نہیں ہوتا۔“ (مناظرہ جملہ، ص ۵۶)

بالکل اسی طرح فضائل اعمال کی عبارت میں نماز غفلت سے پڑھنے کو ہڈیاں سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ تشبیہ تمام اعتبار سے نہیں ہوتی یہاں بھی اس پہلو سے تشبیہ ہے کہ جیسے بخاری کی حالت میں جب بخار و دماغ کو چڑھ جائے اور بندہ دوش و حواس کھو بیٹھے اس وقت اس کے دل سے الفاظ نکل رہے ہوتے ہیں لیکن اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اسی طرح غفلت سے نماز پڑھنے والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور دل و دماغ دنیا میں مشغول ہوتا ہے یہ قطعاً امر نہیں کہ قرآن و نماز معاذ اللہ ہڈیاں و کمر اس ہے۔

قرآن مجید کرام خود کہہ سکتے ہیں کہ اصل عبارت میں تشبیہ ہے جس کو ”جیسے کہ بخاری کی حالت میں“ سے ذکر کیا گیا ہے اور یہ تشبیہ ایسی ہی ہے جیسے کہ بخاری شریف میں وحی کو گھٹنی سے مزید وضاحت کے لیے راقم یہاں بریلوی کتب سے دو حوالے پیش کر رہا ہے اور کاشف اقبال رضا خانؒ اور دیگر رضا خانوں کو دعوت فکر ہے کہ جو جواب آپ کے پاس ان دو حوالوں کا ہے وہ بھی فضائل اعمال کی تشبیہ کے حاشیہ پر رقم کرویں۔

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجرانی سورہ مومنون آیت ۷۹ کی تخریج میں لکھتے ہیں:

”قل میں حضور ﷺ کی زبان مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی اے محبوب دعا ہماری بتائی ہوئی ہوا زبان تمہاری ہوگا تو جس پر نکلے پوری ماہر کرتا ہے۔“ (نور العرفان، ص ۱)

امری جگہ لکھتے ہیں:

”مصلیٰ موسوی سانپ کی شکل جو کربس کچھ نکل گیا تھا ایسے ہی ہمارے حضور پوری بشر ہیں۔“

(مراۃ المناجیح، ص ۱)

حزب نکل کے لیے بریلوی شمس الاسلام مسمیٰ الدین سیالوی (پیر و مرشد پیر مہر علی شاہ گولڑوی)

کا ایک ملاحظہ بھی ملاحظہ ہو:

"طالب صادقی کو نماز میں مختصر قرأت کرنی چاہیے تاکہ وہ حضور دل کی کیفیت سے غافل نہ ہو بلکہ حضور دل کے بغیر نماز فاکہ مند نہیں اور کھٹل ہے اور حرکات کا مجموعہ ہے۔"

(مرآت العاشقین: ص ۵۷)

کیونکہ رضا خانی صاحب ہمت کریں اور ایک عدد فتویٰ یہاں بھی فٹ کریں مگر ایک منہ بہ مزید حوالے بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

اکابر صوفیاء کے حوالہ جات:

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو نماز کی ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں جس کے آخر میں ہے:

وَالَّذِي لَا صَلَواتَهُ هُوَ الَّذِي يَصَلِّي وَيَتَقَرَّرُ كَتَقَرَّرُ الدِّيَارَ

[ترجمہ: وہ نمازی جس کے لیے کوئی نماز نہیں رہے جو مرغ کی ٹھونگوں کی طرح (جلدی جلدی)

نماز پڑھتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین: عربی اردو: حصہ دوم: ص ۲۶۸)]

یہاں بھی نماز کو مرغ کی ٹھونگوں سے تشبیہ دی گئی ہے اب بریلوی اپنی الٹی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں بھی فتویٰ لگا دیں کہ شیخ نے نماز کو مرغ اور اس کی چوڑی کی ٹھونگیں بنا دیا۔

شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب محارف المعارف میں لکھتے ہیں:

"جیسے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کہ وہ کس طرح ذکر الہی کر سکتا ہے یعنی ایک متوالا اور مددگار

کتاب اور عقل موجود نہیں ہے اور ایک قافل نماز پڑھ رہا ہے کہ اس میں بھی اس کی عقل حاضر نہیں

ہے تو دونوں ایک ہوئے۔" (معارف المعارف: مترجم بریلوی: ص ۲۸۰)

قادر مبین کرام! مندرجہ بالا حوالہ کو بار بار پڑھ رہے ہیں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تو نماز غفلت سے پڑھنے والے کو نشے میں مدہوش کی طرح کہہ رہے ہیں بلکہ دونوں کو ایک کہہ رہے ہیں اب جواب دیں شیخ الحدیث کی عبارت اور اس عبارت میں کوئی فرق ہے؟ بلکہ

تکبیر و تہنیت کے لغوی و فنی معنی حضرت سید و مولیٰ رحمہ اللہ نے تو دونوں ایک جیسے ہی کہہ دیا۔

حضرت امام الحسن علی جوہری رحمہ اللہ امام قشیری رحمہ اللہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

”تہنیت کہتے ہیں کہ گنت مثل الصلوة کملہ ابرسام اولہ ہذیان و آخرہ سکوت“۔

(کشف المحجوب، ص ۱۵۱ ترجمان)

ابن جریر صوفی سرسام کی چٹائی کی مانند ہے کہ پہلے ہذیان ہوتی ہے آخر میں خاموشی۔

(کشف المحجوب، ص ۲۵۳ مترجم مفتی غلام حسین الدین صلی اللہ علیہ وسلم)

پھر کچھ اس کی مثال دیتے ہیں:

”مثال ایہ سنت کہ چوں موئی صلوٰۃ مبتدی بود ہمہ محتش رویت بود از ہمت عبارت کہ رب ارنی
القرآن ایں عبارت قرآن یافت مقصود ہذیان صلوٰۃ“۔ (کشف المحجوب، ص ۱۵۱)

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے حضرت موئی صلوٰۃ جب تک مبتدی تھے ان کی تمنا یہ تھی کہ دیدار
مائل ہو اور بے نظر الہیت کہہ کر تمنا کی جو پوری نہ ہوئی یہ آرزو ہذیان (کی طرح) تھی۔

اس عبارت کو بار بار پڑھیں ہم نے اصل فارسی عبارت بھی پیش کر دی اور اس کے ساتھ اردو
ترجمہ کافی مولوی کا پیش کر دیا تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ترجمہ خود ساختہ ہے۔ اب ذرا ہمت
لکھا ایک عدد فتویٰ یہاں بھی لگاؤ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو شیخ یحییٰ منیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”لما کلمہ کر زبان کا ذکر کیا اس ہے اور قلب کا ذکر ہذیان ہے“۔

(مکتوبات، دوسری، ص ۲۷۵ مکتوب نمبر ۱۲۵)

آخر میں ہم امام غزالی رحمہ اللہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے
ہم کہ ہمیں جواب دیں کہ اس عبارت میں اور شیخ الحدیث کی عبارت میں کیا فرق ہے؟

والعصی فیہ ان البصلی صناعیہ عز و جل کیاوردیہ الخیر و الکلام مع
الطیلة لیس عدا جاة البتہ و بیانہ ان الزکاة ان غفل الانسان عنہا مثلاً
لیس فی نفسہا عدا جاة لشہرة شدیدة علی النفس و کذا الصوم قاهر للقلوب
کما مطرة الهوی الذی هو للشیطان عدو الله فلا یبعد ان یحصل منها

المقصود مع الغفلة كذلك الحج افعاله شاقة شديدة وفيه من المجاهدة ما يحصل به الايلاء كان القلب حاضرا مع افعاله او لم يكن اما الصلوة فليس فيها الا ذكر وقرأة ركوع وسجود وقيام وقعود فاما الذكر فانه محاوراة ومناجاة مع الله عز وجل فاما ان يكون المقصود منه كونه خطأ محاوراة او المقصود منه الحروف والاصوات امتحانا للسان بالعمل كما تمتحن البعثة والفرج بالامساك في الصوم وكما تمتحن البدن مشاق الحج وامتحن القلب بمشقة اخراج الزكاة واقتطاع المال المعشوق ولا شك ان هذا باطل فان تحريك اللسان بالهذيان ما اخفه على الغافل فليس فيه امتحان من حيث انه عمل بل المقصود الحروف من حيث انه لفظ ولا يكون لفظا الا اذا اُعرب عما في الضمير ولا يكون مغريا الا بحضور القلب فاي سؤال في قوله اهدنا الصراط المستقيم اذن كأن القلب غافلا واذا لم كونه تضرعا ودعا فاي مشقة في تحريك اللسان به مع الغفلة لاسيما بعد الاعياد. (انبياء معلوم: ص 196، 197 كتاب اسرار الصلوة رهب الثالث)

[ترجمہ] اسے خشک نمازی نماز میں اللہ جل شانہ سے مناجات کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور ہم کام ہو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا اور اس کا بیان ایسے ہے مثلاً ذکر کو اپنی ذات کے اعتبار سے (مال کا خرچ کرنا) اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس پر شدید شاق ہے خواہش کے خلاف ہے اور اسی طرح روزہ (اگر غفلت سے بھی ہو تو) غلبہ دینے والا ہے قوی (نفس) پر اور اس خواہش نفس کی شوکت کو جو اللہ کے دشمن شیطان کا آلہ ہے توڑنے والا ہے اور اسی طرح حج کے افعال نفس پر دشوار ہیں اور حج میں مجاہدہ ہے جو تکلیف برداشت کرنے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے چاہے قلب حاضر ہو یا نہ بہر حال نماز تو اس میں ذکر قرا کر کوعہود و قیام و قعود ہی ہے۔ بہر حال ذکر و اللہ کے ساتھ ماناجات اور کام ہے اس ذکر سے مقصود یا تو خطاب و گفتگو کرنا ہے یا اس سے مقصود عرف اور آواز میں زبان کو عمل کیلئے آزمائے کے واسطے جیسے روزے میں معدے اور شرمگاہ کو دکنے کے ساتھ آزمایا جاتا ہے اور جیسے بدن کو حج کی مشقت کے ساتھ اور رکو ذکر و نکالنے اور محبوب مال کو

اسے کہ ساتھ آڑ مایا جاتا ہے اور اس میں کوئی خشک نہیں کہ یہ قسم باطل ہے (یعنی زبان کو حروف سے آزما مقصود نہیں) کیونکہ زبان کا حرکت دینا بذریعہ آسان ہے غافل ہے (جیسے) زبان میں آدی زبان کو حرکت دینا ہے اسی طرح غافل آدی کے لیے بھی حرکت دینا آسان ہے) کیونکہ اس میں آزما مانا نہیں ہے عمل کی حیثیت سے بلکہ مقصود حروف ہیں اس حیثیت سے کہ بولے جائیں اور نہیں بولے جاسکتے ہیں مگر جب مافی الضمیر صاف بیان کیا جائے اور وہ اظہار کرنا حضور قلب کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے پس ہمیں سید عبارت دیکھا میں کس چیز کا سوال کرو گے اگر دل غافل ہو اور اور نہ اوجہ جزی اور دعا کرنے کا عادت پڑ جانے کے بعد زبان کو غفلت کے ساتھ بلائے میں کوئی مشقت ہے خصوصاً عادت پڑنے کے بعد کسی قسم کی دشواری نہ ہوگی۔

بریلوی شیخ الحدیث و التفسیر فیض احمد اویسی نے احیاء علوم کا ترجمہ کیا ہے وہ اس عبارت فان تحرك اللسان بالبدن علی ما اعطه علی الغافل کا ترجمہ کرتے ہیں: "غافل پر بکواسات سے زبان کا بلانا نہایت سہل ہے۔"

بار ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ یہ مثال نماز غفلت سے پڑھنے والوں کے لیے دے رہے ہیں شیخ الحدیث اور امام غزالی کی عبارت میں مقصود و مفہوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں حتیٰ کہ اوّل نے مثالیں بھی ایک جیسی ہی دی ہیں اگر شیخ الحدیث محاذ اللہ یہ بات کہنے کی وجہ سے کہیں نظر کرتے ہیں تو امام غزالی رحمہ اللہ پر کیا فتویٰ ہے جو شیخ الحدیث کی عبارت کا اصل مآخذ ہے؟

انترفل۔۔ [۱۷] قرآن مجید کے متعلق تحریف کا دیوبندی عقیدہ: نعوذ

بالتف

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

"وہابی مذہب کے معروف محدث انور شاہ بخاری کشمیری لکھتے ہیں کہ والذی تحقیق علی ان التعریف فیہ لفظی ایضاً اما انہ عن عبد منہم او لمغلطہ فانہ

تعالیٰ اعلمہ اور میرے نزدیک قرآن مجید میں لفظی تحریف واقعی ہو چکی ہے یا تو لوگوں نے جانا
 پر جو کر کے ہے یا غلطی ہے۔ (فیض الباری: ج ۳ ص ۹۵ طبع کوئٹہ)۔

(دعوتِ بندرت کے اہلکاران کا انگلیف: ص ۱۷۹)

جواب: رضا خانی مولوی نے عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا مظاہرہ کیا اور ترجمہ
 میں اپنی طرف سے قرآن کا لفظ ڈال کر احمد رضا خان کے محب ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔
 حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی مکمل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”خوب جان لو کہ تحریف کے بارے میں علماء کے تین مذاہب ہیں:

- (۱) ایک جماعت کہتی ہے کہ کتب مبارکہ (آسمانی کتابوں) میں لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار
 سے تحریف واقع ہوئی ہے اور علامہ ابن حزم کی رائے بھی یہی ہے۔
- (۲) ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تحریف کم واقع ہوئی ہے اور حافظ ابن تیمیہ اسی رائے کی
 طرف گئے ہیں۔
- (۳) اور ایک جماعت نے تحریف لفظی کا بالکل انکار کیا ہے جس ان کے نزدیک سارا کا سارا
 معنی ہے۔

یہ تین مذاہب یہ ان کرنے کے بعد حضرت کشمیری رحمہ اللہ اس تیسرے مذہب کے قائلین ہونا
 کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی کہ تحریف لفظی نہیں سارا کا سارا معنوی ہے پر بطور الزام فرماتے ہیں
 اگر صرف تحریف معنوی ہو لفظی نہ ہو تو اس سے تو لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو کیونکہ کئی
 لوگوں نے قرآن میں بھی معنوی تحریف کی ہے۔ جیسے روافض و شیعہ و قادیانیہ و منکرین حدیث و
 اہل بدعت بریلویہ و فرق ضالہ نے قرآن میں تحریف معنوی کی ہے۔ لہذا حضرت کشمیری رحمہ اللہ
 فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تحقیقی بات یہ ہے کہ کتب مبارکہ (آسمانی کتب) تو راقیہ و ذلیلہ و اعمیہ
 میں صرف تحریف معنوی نہیں بلکہ لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔

یہ ہے ساری حقیقت و وضاحت حضرت علامہ کے قول و عبارت کی جیسا کہ کار کا طرفہ

ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق اولاً تمام اقوال نقل کرتے ہیں اور آخر میں جو رائج و تحقیقی قول ہوتا ہے اس کا ذکر کرتے ہیں تو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ پہلے عین قول نقل کرنے کے بعد آخر میں رائج قول نقل کرتے ہیں مگر ان رضا خانوں نے کس طرح مسخ کر کے عبارت کو پیش کیا حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اصل عبارت یہ ہے:

واعلم ان فی التحریف ثلاثة مذاهب ذهب جماعة الى ان التحريف في الكتب السماوية وقد وقع بكل نحو في اللفظ والمعنى جميعا وهو الذي مال اليه ابن حزم وذهب جماعة الى ان التحريف قليل ولعل المحافظ ابن تيمية جمع اليه وذهب جماعة الى انكار التحريف اللفظي راسا في التحريف عندهم كله معنوي قلنا يلزم على هذا المذهب ان يكون القرآن ايضا محرفا فان التحريف المعنوي غير قليل فيه ايضا والذي تحقق عندنا ان التحريف في اللفظ ايضا اما انه عن عمد منهم لمخلطة في الله تعالى اعلم به

حضرت کا قول (والذي تحققي عندي) معنی میرے نزدیک تحقیقی قول یہ ہے اور یہ تحقیقی قول تمام کتب اور یہ سارے کے متعلق عین مذہب نقل کیے۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ امامانہ عن عمد منهم (یہ احمد) ضمیر رائج ہے اہل الکتاب کی طرف اور یہ دراصل ابن کثیر کا ایک اثر ہے جس کو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر ذکر کیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتب سادہ سادہ میں لفظی و معنوی دونوں طرح کی تحریف ہوتی ہے اور اپنے اسی موقف کو ایک اور انداز میں اسی فیض الباری میں بیان کرتے ہیں:

قال الامام المحافظ المحجة الشفاعة المحقق الفقيه المفسر المحدث الشيعي السيد نور شاہ الكشميري في كتابه العظيم المسمى فيض الباري:

قوله (قال ابن عباس) (مخرفون) يزيلون وليس هذا يزيل لفظ كتاب من كتب الله ولكنهم مخرفونه يثألون له على غير تأويله واعلم ان اقوال العلماء لا تفرغ التحريف ودلائلهم كلها قد خصي عنه الوطر المحشي فراجع

واللہ یفہی فیہا نظر ہذا انہ کیف ساع لاہن عباس انکار التعریف
اللفظی مع ان شاهد الوجود یخالفہ کیف وقد نعی علیہم القرآن انہم کلوا
یکتبون ہایدیہم ثم یقولون (ہو من عند اللہ وما ہو من عند اللہ ال
عمران) و ہل هذا الا تعریف لفظی و لعل مرادہ انہم ما کلوا یجربونہا
قصدا ولکن سلغہم کأنوا یکتبون مرادہا کہا فیہو ہشہم کان خلغہم
یدخلہ فی نفس التوراة فکان التفسیر یختلط بالتوراة من ہذا طریق۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

باب من قال لم یترك الذبی ذکاة الا ما بین الذبتین

رد علی الروافض حیث زعم البلاء عنة ان عثمان نقص من القرآن

(فیض الہادی ج ۳ ص ۴۶۴)

یعنی یہ باب بروایت بخاری و شعبہ نے قائم کیا یہ روافض ملعونوں پر رد ہے کہ کلمہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن میں کمی (تخریف) کی ہے۔ اسی طرح حضرت کشمیری رحمہ اللہ فرماتے
ہیں:

”کہ آثار بات یہ ہے کہ روافض کافر ہیں کیونکہ جمہور صحابہ کی تکفیر کرنے والا کافر ہے الخ و روافض
کے تحرکی ایک وجہ تخریف قرآن کا عقیدہ بھی ہے اور روافض کی مستند کتب اس پر شاہد وصال
ہیں۔“ قال الامام

والمختار تکفیرہم فان الکفر جمہور الصحابة کافر الخ و للروافض فی
القرآن العظیم اقوال قبیل زاذبیہ عثمان و نقص و قیل نقص و لم یزد و قیل
انہ محفوظ و لا یقولون بصحة احادیث کتب اہل السنة و لہم صحاح اربعة و
ہی مقام معتبریات۔ (العرف الاطی شرح سنن الترمذی ج ۱ ص ۸۲)

اگر صحابہ اللہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ تخریف قرآن کے قائل ہوتے تو اسی قول کی ہستاد ہو
روافض کی تکفیر کیوں کرتے؟

فیصل الہادی کی عبارت میں ایک غلطی کی نشاندہی جس سے یہ مغالطہ ہوا:

ہام اہلسنت مولانا مرفراز خان صفدر صاحب غلط لکھتے ہیں:

”وہذا القدر اس عبارت میں ”فیہا“ کی جگہ ”فیہ“ لکھا گیا ہے اصل عبارت یوں ہے:

”ان التعریف فیہا (ای الکتب السماویہ کالتوراة والانجیل وغیرہما) غلط ایضاً۔“

[ترجمہ] فیہا کی ضمیر کا مرجع کتب سماویہ ہیں، یعنی کتب سماویہ تورات، انجیل وغیرہ مسیحی قرآن ہوئی ہے نہ کہ قرآن میں۔ مگر قرآن کی ضمیر مفرودہ کر کی وجہ سے یہ مغالطہ ہوا کہ شاید قرآن میں غریب ہوئے۔

اس کی مزید التعمین وضاحت کے لیے آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۱ صفحہ ۷۳، ۷۴، ۷۵ کا مطالعہ کریں۔

اعتراضی۔ [۱۸] دیوبندی شیخ الہند کی خود ساختہ آیت: نعوذ باللہ:

یہ ہے دور و عنوان قائم کر کے رضا خانی اعتراض کرتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ایضاح اللہ ربہ صفحہ ۹۶ پر آیت لکھی: وان تعال عثم فی شیعہ فہو حوالہ الی اللہ والرسول واولی الامر منکم اور کہا کہ یہ آیت قرآن مجید میں نہیں ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ملخصاً: ص ۶۰، ۶۱) مولوی محمد صدیق نے بھی باطل اپنے آئینہ میں جلد ۱۳ پر اس کو نقل کیا۔

جواب: اولاً تو اس آیت پر اعتراض کرنا ہی جہالت اور دلی بغض و تعصب کا شاخسانہ ہے اگر لیکے کہ اس کی تصحیح ہو چکی ہے۔ پھر اس معترض نے سیاق و سباق کو بھی نہیں دیکھا اور اصل مولوی احمدی امروہی غیر مقلد جو بعد میں قادیانی ہو گئے تھے انہوں نے آیت فان تعال عثم فی شیعہ فہو حوالہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ نقل کی اور اس سے استدلال کیا کہ اللہ رسول کے علاوہ کسی کی طرف تنازعہات پھیرنے کا حکم نہیں لہذا تقلید ایک مگر اسی ہے معاذ اللہ۔

جس کے جواب میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ جناب احسن امروہی کو اس طرف توجہ دلا رہے تھے اور وہ یہ آیت درج کرنا چاہ رہے تھے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

مگر کاتب کی نظر ہلک گئی اور وہ اوپر والی آیت میں لفظ "الرسل" لکھنے کے بعد غلطی سے
 بطور چھوڑ کر نیچے والی آیت میں یہی لفظ دیکھ کر اس سے آگے لکھنا شروع کر دیا تو حضرت شیخ
 الہند رحمہ اللہ نے آگے چل کر آیت درست لکھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

(ایضاً ۱۱۱ دہ حصہ ۲۵۶ صفحہ ۱۰۱)

اگر بقول معترض جان بوجہ کر تعریف کرتی تھی تو اس مقام پر آیت کیوں صحیح لکھی؟ اور تعریف
 محاذ اللہ کیوں نہ کی؟ جہاں تک ترجمہ کی بات ہے تو یہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کا
 ہوا نہیں بلکہ بعد میں مراد آباد والے ایڈیٹر بشن میں مولانا سید فخر الدین صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ
 افسوس کے ساتھ کہنا چاہتا ہے کہ انسان ہونے کے واسطے شاید ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور کیا
 ان سے یہ غلطی ہو گئی۔

شریف الحق امجدی کی طرف سے رضا خانیوں کو منہ توڑ جواب:

بریلوی نقیب الہند شریف الحق امجدی رضا خانی لکھتا ہے:

"ما قصد غلط قرآن پڑھنے پر کسی کو کفر قرآن نمبر نادین و دیانت سے با تھو دھونا ہے ایسا بہت
 ہوتا ہے کہ بھول چوک کر ما قصد و اختیار قادی سے غلطی ہو جاتی ہے سامع اگرچہ حائفہ ہوتا ہے مگر
 اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا نماز پنجگانہ و تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو
 کتاب لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حائفہ بھی ہوتے ہیں مگر انہیں اس غلطی کا پتہ نہیں چلتا اس بناء پر کہ
 امام کو کبھی ہوا کتاب لگاؤ یا کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تعریف قرآن نمبر و امام یا مقتدی کو تہ کا
 کہتا ہے شفا قس اس لیے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے رفع عنی الخطاء والنسبانی

میراث سے بھول چوک معاف ہے..... ایک احتمال قوی یہ بھی ہے کہ..... کاتب نے غلطی یا غرضت کی وجہ سے اسے غم لکھ دیا اور یہ غلطی بعد کی مطبوعات میں بھی نقل و نقل ہوئی جس کی اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ ہوتی چلی آئی ہیں اور آج کل تو بہت عام ہیں..... (تحقیقات، ص ۹۵ تا ۹۷)

میں سمجھتا ہوں کہ شریف الحق امجدی نے جو کمالک رضا خانی معترض کے منہ پر لگادی ہے اس کے بعد مزید کچھ کہنے لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی خود ساختہ آیات:

اب ہم یہاں کچھ آیات پیش کر رہے ہیں اور بریلویوں کی صرف ایک کتاب "ملفوظات اعلیٰ حضرت" سے کچھ آیات محرف شدہ پیش کر رہے ہیں ہمارے پاس حسنیٰ پریم بریلی، نوری کتب خانہ، نور فزید پک سال لاہور، پروگرام ویکس لاہور، مشتاق پک کارنالاہور کی مطبوعہ ملفوظات ریزہ، ان تمام بیڈ بشر میں ان آیات کو اسی طرح غلط لکھا گیا ہے مگر ہم یہاں صرف نورنی کتب خانہ لاہور کو ملاحظہ بنائیں گے کہ اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے:

"لَقَدْ لَعَنَّاهُ وَكَفَّ ثَمَرُہٗ كَمَا كَفَّ ثَمَرُہٗ خَالِدًا ہُوَ تَحْتَ الْأَمْرَانِ آپ کی خدمت میں جو کتب پیش کی گئی ہیں جو یہ طرز مطابقت اور معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کی اس میں ہم کس حد تک کامیاب رہے آپ ہمیں اس سے آگاہ فرمائیں ہر کتاب کی پروف ریڈنگ بارہا کئی علماء دین سے کرائی گئی ہے اسے خیر اندیش پیرزادہ سید محمد عثمان نوری ناظم نوری کتب خانہ لاہور۔"

(ملفوظات، ص ۹۵)

اللہ... عَلَیْہِمْ کَوْلْہُمْ سے بدل دیا:

امام رضا خان نے قرآن مجید کی آیت اس طرح نقل کی ہے
"لَا سَیْکْفِرُوْنَ بِعِبَادَتِہِمْ وَیَکْفِرُوْنَ لَہُمْ ضِدًّا"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص ۳۶، نورنی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا فِي مَالِكُمْ مَذْهَبَ الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ" (الآیۃ)

(سورۃ مائدہ: آیت ۸۴) (پ)

(مطلی) خان صاحب بریلوی نے آیت میں "تَتَّبِعُوا" کی جگہ "لَا تَتَّبِعُوا" لکھ دیا ہے۔
 واضح غلطی ہے اور احمد رضا کے سوہ حانفہ کی گواہی ہے۔

(۲)۔۔۔ آیت میں تبدیلی کا ایک اور انداز:

احمد رضا نے آیت کریمہ یوں ذکر کی۔۔۔

"أَفْتَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ"

(المونجات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۸۵، انوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت کریمہ کے اصل الفاظ یوں ہیں:

"أَمْ أَفَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ" (الآیۃ) (سورۃ ص: آیت ۲۸)

(مطلی) اس آیت میں احمد رضا خان نے لفظ "أَمْ" کو حرف استفہام "ا" اور حرف عطف "و" سے بدل کر اپنی عادت تحریری کا اظہار کیا ہے۔

(۳)۔۔۔ ضمیر جمع کو واحد سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآنی آیت اس طرح پڑھی
 "وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ"

(المونجات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۸۸، انوری کتب خانہ لاہور)

حالانکہ آیت شریفہ اصل میں یوں ہے:

"وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ" (الآیۃ) (پ ۱۶۱، سورۃ مائدہ: آیت ۵۱)

(مطلی) اس آیت میں احمد رضا نے "فَاِنَّهُمْ" جمع ضمیر کے بجائے "و" ضمیر واحد پڑھا ہے۔
 احمد رضا کے ذوقِ تحریف کی واضح مثال ہے یا سوہ حانفہ کی واضح مثال ہے۔

(۲)۔۔۔ "كُنْتُمْ" کو "أَنْتُمْ" سے تبدیل کر دیا:

۱۲) احمد رضا خان بریلوی نے آیت یوں درج کی

وَاللَّهُ وَآلِهِ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ بِتِلْكَ الْفَافِ الْمَذْمُومَةِ ۚ

(المختصات: غفر حضرت: حصہ دوم: ص ۲۰۱ پور کی کتب خانہ لاہور)

واللہ قرآن میں آیت کریمہ اس طرح ہے۔

قَالَ اللَّهُ وَاَيْتَهُ رُسُلَهُ كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ - (الاية)

(پہلے اور پھر کے درمیان)

ترجمہ: رضا خرم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ پھانے نہ
 یہ خرم کا ترجمہ ہو بچے اپنے ایمان کے بعد۔

(ماہنامات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ع ۱۰۱ نورانی کتب خانہ لاہور)

(علی) اسے بت کر میرے احمد رضا نے لفظ ”كُنْ“ ”كُنْ“ سے بدل دیا۔ یہ احمد رضا کے محو ملاحظہ کی گواہی ہے۔

(۵) "لَبَّاءُ كَوْبًا" كرویات:

آٹھل ہریلوی نے آیت شریفہ یوں لکھی ہے :

“وَأَيُّكُمْ يَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ يُتْلَأُ مِنْهُ آيَاتٌ مُبِينَاتٌ”

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ چہارم: ص ۳۳۱ پوری کتب خانہ لاہور)

واللہ اعلم میں آیت کریمہ یوں ہے:

فَالْأَمْرُ لِلَّهِ وَالْخَلْقُ لِلنَّاسِ وَالْحَيَوةُ الدُّنْيَا"۔ (پ ۲۵ ص ۲۸ خزف ص ۲۵)

(علیٰ) اس آیت میں احمد رضا نے ”لہٰی“ (لام مفتوح ومیم مشدود) کو ”لہٰی“ لام مکسور ومیم

نقص سے بدل رہا جو احمد رضا کے سوا جافظ اور تحریف کی آئینہ دار ہے۔

(۶) ”مغفر جبین“ کو ”بخارجین“ سے بدل دیا:

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۵۲ نورانی کتب خانہ لاہور)

بب کفر آن مجید میں یہی آیت اس طرح ہے:

”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“۔ (الزّیّۃ)۔ (پ ۶ سورۃ المائدہ آیت ۳)

(مطلیٰ) اس آیت میں احمد رضا خان نے ”الّا“ ”لکھ کر“ ”فی“ ”کو حذف کر دیا۔

(۹) ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

ایک سال نے رضا خان مذہب کے پیشوا احمد رضا سے سوال میں آیت اس طرح پڑھی:
”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:
”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:
”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ دوم: ص ۲۲۸ نورانی کتب خانہ لاہور اشاعت ۲۰۰۰ء)

وہاں یہ آیت کریمہ اس طرح ہے:

”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:
”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:
”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

لیکن صاحب نے مسائل کے اس آیت کریمہ کو غلط پڑھنے پر نہ ہی اس کی اصلاح کی
بے غورگی کوئی نوٹس لیا ہے اور ظاہر ہے اس طرح اسی وقت ہو سکتا ہے جب حائفہ کمزور ہو۔

”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

(۱۰) ”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

احمد رضا خان نے قرآن کی آیت اس طرح درج کی ہے:

”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول: ص ۳۷ نورانی کتب خانہ لاہور)

حالانکہ اصل میں یہ آیت کریمہ یوں ہے:

”لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ قُلُوبِهِمْ“ ”لَعَلَّهِمْ يَلْقَآءُ رَبِّهِمْ“ ”کو“ ”لِقَوْمِ“ سے بدل دیا:

(ظلمی) اس آیت کے نقل میں احمد رضا نے لفظ "قد" کو حذف کر دیا ہے۔
جو ان کی تحریری عادت یا سہو حافظہ کی نشانی ہے۔

(۱۱) "وَاَوْ" حافظہ کو ترک کر دیا:

فاضل بریلوی نے قرآن کی آیت یوں لکھی:

"اَهْلُهَا لَعْنَةُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ"۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول، ص ۷۳، نواری کتب خانہ لاہور)

در اصل قرآن کی آیت اس طرح ہے:

"وَاَهْلُهَا لَعْنَةُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ"۔ (پ ۲۵، سورۃ الاحزاب آیت ۴۳)

(ظلمی) اس آیت میں احمد رضا بریلوی نے دانستہ یا نادانستہ طور پر قرآن کی آیت میں سے حرف "واو" نکال دیا جو کلمہ پرانی عادت کی منظر ہے۔

(۱۲) "هٰذَا" اور لفظ "ربکم" غائب کر دیا:

خان صاحب بریلوی نے قرآن کی آیت شریفہ اس طرح لکھی ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰوْهِمْ هٰذَا بَعْدَ كُمْ بِمَخْصَصٍ"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت: حصہ اول، صفحہ ۹۵، نواری کتب خانہ لاہور)

جبکہ قرآن پاک میں یہی آیت ابن الفاظ کے ساتھ ہے۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰوْهِمْ هٰذَا بَعْدَ كُمْ وَبِكُمْ بِمَخْصَصٍ اَلَا فَمَنْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ"

منذ میں" (الآیہ) (پ ۳، سورۃ آل عمران ۱۲۵)

(ظلمی) آیت میں احمد رضا نے لفظ "هٰذَا" اور لفظ "ربکم" چھوڑ دیا ہے جس سے اگلی تحریری عادت یا سہو ظہری ظاہر ہو رہی ہے۔

(۱۳) "لِيُصَلِّحَ" کو حذف کر دیا:

بریلوی رضا خانی مدرسہ کے شیوخ نے آیت اس طرح ذکر کی ہے۔

"كَمَا سَلَكَ نَهْرًا بِالنَّهْرِ وَمَا هُوَ إِلَّا نَهْرٌ"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۲۳۲ نوری کتب خانہ لاہور)

زائد جید میں آیت شریفہ کے الفاظ یہ ہیں۔

میربط تظہیر الی المعاء لیبلغ طاعہ و مافہو بہا لغہ

آپ ۳ سورۃ الرعد آیت ۱۳

(مطلیٰ) اس آیت میں احمد رضا بانی مذہب رضا خانیت نے آیت کریمہ کے پورے جملے کو بالکل اڑا دیا

جو کثرت حافظہ یا ذوق تحریف کی مانند آفتاب کو اسی ہے۔

لفظ زیادہ کرنے کی غصلت

(۱۳) "واؤ" زیادہ کر دیا:

برہمائی حضرات کے بڑے حضرت نے آیت کریمہ ہا میں الفاظ نقل کیا ہے۔

زائد کان اظہار المؤمنین" (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول صفحہ ۳۵ نوری کتب خانہ لاہور)

روایات میں آیت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"ما کان اظہار المؤمنین" (الانبیاء) (آپ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۱۷۹)

(مطلیٰ) اس آیت میں خان صاحب بریلوی نے اپنی پرانی عادت کی وجہ سے قرآن میں لفظ

"واؤ" زیادہ کر دیا۔

ترتیب بدلنے کی عادت

(۱۵) آیت کریمہ کی ترتیب بدل دی:

ملاحظہ فرماتے کہ اعلیٰ حضرت نے آیت مبارکہ اس طرح بیان کیا ہے۔

"والتسبیح من الثمینی الثمر منور اؤ الثمین اؤ نور الکتاب من لیلکم اذین کثیرا"

(مملکت اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۰ نوری کتب خانہ لاہور شامہ ص ۲۰۰)

لفظ نہ ملے گا اگر عارفہ ترتیب کے مطابق نقل کیا ہے۔

نور احمد رضا البیت تم مشرکوں اور کلمے کتابیوں سے بہت کچھ براسنوں گے۔

جبکہ اصل آیت کریمہ کی ترتیب اس طرح ہے۔

”وَتَقْسِمُنِي مِنَ الَّذِينَ آؤُتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِينَ أُخْشِرُوا الْأَنْفُسَ لِلَّذِينَ أُخْشِرُوا“
(پ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۸۶)

(غلطیاں) اس آیت میں احمد رضا خان نے ”الَّذِينَ آؤُتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ“ کو ”مَنْ الَّذِينَ أُخْشِرُوا“ سے پہلے بیان کر دیا اور ”وَ“ جو کہ ”مَنْ الَّذِينَ أُخْشِرُوا“ سے پہلے تھا اسے ”لِلَّذِينَ أُخْشِرُوا الْكِتَابَ“ سے پہلے ذکر کر دیا۔

اور یہ سب تبدیلیاں اس کے ساتھ آیت کے ترجمہ میں بھی غلط ترتیب والا ترجمہ کیا (جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے)

اور آیت کے شروع والے ”وَ“ کا ترجمہ چھوڑ دیا یہ سب احمد رضا کے قوت حافظہ کا کرم ہے یا انسانی تحریف کی کارستانی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ احمد رضا نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ احمد رضا: اور بے شک ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت گھبرائو گے۔
(کنز الدیان مع نور المعرفان) (تحت هذه الآية) (بحر بھائی کہیں لا اور)

(اعتراف ۱۹): سپاہ صحابہ کے کثرتِ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے مجید نقاشی بریلی کے نوائے وقت ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۴ء اور جنگ ۱۱ نومبر ۱۹۹۴ء کے حوالے سے لکھا کہ محمد بلال ہادی ۱۳ سال کے لڑکے نے چینیٹ میں سپاہ صحابہ کے مولوی محمد اکرم بلال اور غلام محمد کو معاذ اللہ قرآن جلائے کیلئے اکسائے پر گرفتار کر کے دہان میں بٹھا کیا۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۶۱، ۶۲ ملاحظہ)

جواب: اس کے بڑے اور سنگین الزام کیلئے حوالہ ایک اخبار کا دیا اس اخباری حوالے کی حیثیت خود رضا خانی مذہب میں کیا ہے ملاحظہ ہو بریلی کی ضمیمہ ولسنت حسن علی رضوی کی زبانی: ”یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہوتی ہے۔“ (تہذیب اذنی ص ۵۱)

جہالت کی بھی تو ایک ذرا سی منڈائی ہو شری معیار پر پوری نہیں اترتی۔ (برقی آسمانی

۱۲۴)

۱۔ خدا کا جو جہالت ہماری شرعی معیار پر پوری نہیں اترتی۔ شرم شرم شرم۔

رضانائیل کا قرآن کے بارے میں نظریہ

یثاب اور غوث سے قرآن لکھنا جائز ہے

بیت المقدس، پاکستان کے سربراہ صاحبزادہ ابو الفکر زہیر حیدر آبادی بریلوی لکھتا ہے:

جس کو تکبیر آئے اور غوث، بدعت ہو تا کہ تو اگر وہ اپنے غیور سے اپنی پیشانی پر مسترآن سے یکجہ لکھا جائے تو جو کر سکتے ہیں کہ یہ جائز ہے ان سے پوچھا گیا کہ اگر یثاب سے قرآن کا کچھ حصہ لکھا جائے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا اگر انہیں اسکی اطلاع ہے تو ایسا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں

(جدید فقہی مسائل کا شرعی حکم، ص ۵۴، ۵۵، بحوالہ حقائق شرح مسلم و دقائق تہیان القرآن، ص ۱۰۵، الفریحہ یک، سنال لاہور)

اس کتاب کی تصدیق شاہ احمد نورانی، نبیب الرحمن، حسن حقانی اور جمیل احمد نعیمی نے کی ہے۔

برقی سید الغما، مودیدہ انوری پانی حزب الاحناف لاہور فتویٰ دیتا ہے کہ:

مگر قرآن کا حق سے لکھنا یا یثاب سے لکھنا کفر ہے مگر ایسی صورت میں جب اس کو کفر کفر کہہ دیا ہو جب نص صریح کلام اللہ جانتا ہے بغرض جان بچانے کے یہ فعل کفر یعنی قرآن کا حق سے یثاب سے لکھنا بھی اس کے حق میں جائز ہو گا۔

(آئینہ ابداریہ، ص ۶۹۲)

قرآن کا لفظی ترجمہ کرنے میں بے شمار خرابیاں ہیں۔ معاذ اللہ

میری مسجد کربلا، خطیب امجد علی گھوسوی مصنف بہار شریعت کا بیٹا رضاء المعطی رضا خانی لکھتا ہے

”اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی کہیں مشائخ الوہیت میں بے ادبی ہوگی کہیں شانِ انبیاء میں اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مخدوش ہوگا۔“
(ترجمہ کون الایمان، ص ۹، مطبوعہ دارالعلوم امجدیہ کراچی)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں رضا خانی شرکیہ عقائد قرآن کریم سے ثابت نہیں ہو سکتے اس لیے تفسیری ترجمہ کے نام پر دل کھول کر تحریکات کردہ ۱۳۰۰ سال میں قرآن کریم تو کیا کسی نام کتاب کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ آپ اگر اس کا لفظی ترجمہ کریں گے تو اس قدر سنگین خرابیاں لازم آئیں گی۔ اس کا مطلب تو یہ بنتا ہے کہ معاذ اللہ قرآن کریم کے الفاظ ہی میں کچھ ایسی گڑبڑ ہے کہ اس کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے اپنا خود ساختہ ترجمہ کر دیا جائے تو زہرا بہتر ہے۔

سنی تحریک کا قرآن کریم کی آیت کے خلاف تھانہ نو لکھا میں ایف آئی

آر۔ معاذ اللہ

سنی تحریک سوڈن میں آباد کا قرآن پاک کی سورۃ الانعام آیت نمبر ۳۹ اور ۵۰ کے خلاف تھانہ نو لکھا میں احتجاج نمودار اللہ

صورتحال

یہ زندگی ہے بڑے دیرانے کی صورت کہ ہر اک نفس ہے کسی خراس کی صورت
خبر اہل حق پہ ستم ہوتے رہے ہیں لیکن نہیں رہے وہ ظلم کے سامنے اک چٹائی کی صورت
الوداعے (یعنی جھوٹے علماء) کھٹے جھوٹ تراشتے ہیں لیکن وہ بتاتے ہیں کہ گمراہ انسان کی صورت

یہ متنبہ ہونے کا فیصلہ ہے لیکن اس مناقشہ کا فیصلہ ہے اب تک گمان کی صورت
ساتھ شرک کا نہ چھوڑیں گے عمر بھر یہ لوگ کہ یہ وہ بدلتے ہیں مگر اک جان کی صورت
سوائے خدا کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا بگڑ گئی ہے کچھ ایسی جہاں کی صورت
راکھ افضل رحمہ

سنی تحریک سوڈن میں۔۔۔ راکھ حمید میموریل یونیورسٹی جیٹک میڈیکل کالج والوں نے ۷۰۰ بھر گیا

رواؤ لکھا چرچ چوک میں ایک عدد بود پر قرآن پاک کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۵۰ لکائی تو سنی تحریک نے تھانہ لکھا میں جا کر احتجاج کیا اور موقف اختیار کیا کہ:

یہ آیت ہمارے عقیدے کے خلاف ہے۔

یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے۔

اور ان آیات کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔

ہم نے جواب دہی ایس پی اور ایس ایچ او تھانہ لکھا کہ وضاحت یہاں کرتے ہوئے کہا:

قرآن کسی عقیدے کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ قرآن کے مطابق ہوا کرتا ہے جو یہ بات کرتے ہیں کہ قرآن ہمارے عقیدے کے مطابق ہو جائے یہ قرآن کی توہین ہے۔

سنی تحریک کا یہ کہنا کہ یہ آیت کافروں کیلئے اتری ہے تو پھر سوچنے والی بات ہے کہ تکلیف تو کافروں کو ہونی چاہئے کسی مسلمان کو تو غرض ہونا چاہئے کہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے سنی تحریک کا احتجاج کرنا بے جا ہے احتجاج کریں تو کافر کریں نہ کہ مسلمان۔

سنی تحریک کا یہ کہنا کہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے تو ہم ڈی ایس پی صاحب کے پاس دو مرتبہ گئے پروفیسر حافظ ثناء اللہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے تمام مکتبہ فکر کے علماء کے تراجم اپنے ساتھ لئے اور ڈی ایس پی سے کہا اگر ہمارا ترجمہ غلط ہے تو آپ کو اختیار حاصل ہے کہ ہم کو سزا دیں اگر ترجمہ ٹھیک ہو تو سنی تحریک والوں کو اللہ ہدایت دے۔ آمین۔

لیکن طارے تمام تر دغا گ کے باوجود سنی تحریک اور پولیس اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ آپ لوگ یہ قرآنی آیت اتار دیں آپ کو اس لئے آگاہ کیا ہے کہ ہم میں سے جو لوگ یہ خواب دیکھتے تھے کہ یہ ملک مسلمانوں کا ہے یا کہ اسلامی حکومت آئے گی یا جن پر آپ لوگ اس لئے بیٹھے تھے کہ وہ دار الحکومت بنائے ہوں یا بغیر دار الحکومت کے اسلام لائیں گے غلط ہے وہ اس خواب سے بیدار ہو جائیں کیونکہ اہل توحید کی حکومت میں کوئی حیثیت نہ کوئی مقام ہے اس لئے کہ ہم نے ہمیشہ حکومت سے دین لوگوں کو یا دین کے لباس میں چھپے ہوئے ان علماء کو دی ہے جن کیلئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا بدترین طبقہ جو علماء ہیں اب بھی وقت ہے کہ سوچیں اس لئے نہیں کہ میرا کوئی ذاتی مسئلہ ہے۔ میرے بھائی

یہ تمام باتیں اروتا ہے سارے ملک میں کہ..... اب بھی آنکھوں پر بندھی ہوئی اپنی اتار دیں.....

اسکے انہوں آج قرآن کی ایک آیت پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو کل سارے قرآن پر نہ سنی

ہے اور بے شک ایسا ہی ہے۔" (سبحان السبوح، ص ۱۳۸، ۱۳۹)
آج کل کھینچتے کھینچتے ہیں:

"یہ نظریہ بے شک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب پر اور اس کے علاوہ ناقابلِ تصور امور
مولیٰ عزوجل قادر ہے۔" (سبحان السبوح، ص ۱۵۰)
لو جی احمد رضا خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان گندے امور کے علاوہ بھی الیاذہنہ کا قیام
امور پر خدا تعالیٰ قادر ہے تو جو گالیاں تم نے دہائیوں کے خدا کو اے رہے ہو اس قاعدے کی بناء
پر تو تمہارے اس قاعدے کو تسلیم کر لینے کے بعد یہ تمام محبوب تو خود تمہارے خدا میں بھی موجود ہیں
پانی گئی تو یا یہ سب تمہارے ہی عقیدے ہیں۔
تایا: رضا خانی ضمیمہ اہلسنت حسن علی رضوی میٹھی لکھتا ہے:

"بریلویوں کا خدا مشرک ہے گویا اہل دیوبند کے نزدیک خدا بھی دو بلکہ متعدد ہو سکتے ہیں، بریلویوں
کا خدا جدا ہے اہل دیوبند کا جدا ہے مرزائیوں کا جدا ہے شیعوں کا جدا ہے رو خداؤں کا تصور پیش
کر کے مصنف سیف شیطانی عزمِ شرک ہوا کیونکہ بریلوی تو کوئی بھی یہ عیال نہیں کرتا کہ
کا خدا جدا ہے اور اہل دیوبند کا جدا ہے۔" (برقی آسمانی، ص ۱۵۶)

کچھ دہائیوں کے خدا کا تصور پیش کرنا ہی شرک ہے کیونکہ مرزائیوں، دیوبندیوں، بریلویوں
و دہائیوں کا کوئی الگ الگ خدا نہیں ہے بلکہ بریلویوں کا خدا بھی وہی ہے جو دہائیوں و دیوبندیوں
کا خدا ہے۔ تو گویا یہ سب گالیاں اسی خدا کو دی گئی ہیں جسکو رضا خانی بھی خدا مانتے ہیں
نیز دہائیوں کا خدا کا تصور پیش کر کے بقول حسن علی رضوی احمد رضا خان مشرک بھی ہوا۔ وہ ایسا
صاحبِ واد کمال کر دیا اس حوالے کو پڑھ کر تو مولانا احمد رضا خان کی ہڈیاں بھی قبر میں جھکی گئیں
ہوں گی بشرطیکہ ہڈیاں اب تک سلامت ہوں۔

اب اس حسن علی رضوی کا مقام، مرتبہ بھی بریلی مرکز منظر الاسلام بریلی کے مولویوں کی زبان پر

جو ضمیمہ اہلسنت رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی بریلوی سیدنا محدث اعظم پاکستان کے ہاں
علفادہ طائفہ میں سے ہیں پاک و ہند کا کوئی بھی سنی اخبار سنی بریلوی جریدہ ایسا نہیں جس میں مذکور
تردید و ہدایت دیوبندیوں میں آپ کے مضامین نہ چھپے ہوں۔"

(مدرسہ مظہر اسلام بریلوی نمبر ۳۰۰ پر مئی ۲۰۰۳ء)
چارہ چر حید کا غلبہ بریلوی رضا خانی لکھتا ہے:

"ہدایات کسی واقعہ کو انحال کے ساتھ کہنا موجب توجہ نہیں ہوتا لیسکن اسی امر واقعہ میں بعض تضادات کا آجانا تو دنیا کا سبب ہو جاتا ہے اگرچہ ان تضادات کا بیان واقعہ کے مطابق بھی کیوں نہ ہو"۔ (الحق الامین، ص ۲۹)

نوابان نے اجمالی طور پر کہا کہ جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ بھی ہے مگر غم نے اسکی تفصیل اور نقد نگاہ اور گند سے اعزاز میں زبان کر کے تو دین رب تعالیٰ کی۔

عقیدہ نمبر ۲: اللہ تعالیٰ سے ظلم و جھٹل و کمینہ پن کا صدور ہو سکتا ہے۔ معاذ اللہ

نواب فرقا رضا نیے کے پانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"ایسے اطاعت گزار بندے کو خطاب دینا جو اللہ کے علم میں دیکھا ہی ہے مگر تیرہ کے نزدیک عقاب یا تو نہیں اور اشعری اور ان کے پیروکار عام اشارہ نے اختلاف کیا ہے تو ان لوگوں نے فرمایا کہ ایسے اطاعت گزار کو خطاب دینا عقاب جائز ہے، اس لیے کہ مالک کو یہ حق ہے کہ اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ ظلم نہیں۔ اس لیے کہ ظلم تو غیر کی ملک میں تصرف کرنا ہے اور سارا عالم اللہ کی ملک بنا اور اس لیے کہ کسی کی اطاعت اس کے کمال کو تو پارہ کرتی ہے نہ کسی کی معصیت اسے کچھ نقصان دیتی ہے کہ اس وجہ سے وہ کسی کو نواب دے یا کسی پر خطاب کرے اور اس لیے کہ سب خطاب دینا حکمت کے منافی نہیں اس لیے کہ قدرت و ولوں خدا سے تعلق کی قائل ہے اور یہ کہ اس کو آخر یہ بھی پہنچے کہ اس تعذیب پر اس کی قدرت ثابت کی جائے باوجودیکہ وہ اپنے اختیار سے ایسا نہ فرمائے تو اس مذہب کا قائل اور نازیدہ سزاوار ہے۔"

(المعتد المستجد: ج ۱۲، مترجم اختر رضا خان، از ہجری مطبوعہ النور یہ الرضویہ چھاپک لاہور)
کہاں گا اہل کو جنت میں داخل کرنا اور نیکیوں کا روں کو خطاب دینا بھی "خلف و عید" ہے اسی پر اشارہ نے اللہ تعالیٰ کو قادر مانا جس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اب اسی عقیدے کو نواب احمد رضا خان اپنے عقیدہ سے نکالتے ہیں:

"کہ خدا کو یہ پند ہے کہ اس فرع میں یعنی اطاعت شعار کی تعذیب عقلاً ممکن ہوئے اور شرعاً

محال ہونے میں اپنے آئندہ اشعریہ کے ساتھ رہوں اور نہ ظلم آتا ہے نہ حق قوی نہ نیک۔ ابد کے درمیان مساوات۔" (الحمد المستودع ص ۱۳۰)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں خلف وعید میں نواب احمد رضا خان صاحب نے اشاعہ کے مذہب کو پسند کیا اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسے نہیں مانتے ان کے نزدیک اسی عقیدے سے اللہ کا یہ قوف ہونا ظالم ہونا لازم آتا ہے معاذ اللہ اب اسی خلف وعید پر دیگر پر یوں حضرات کے فتوے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ تاضی الفضل احمد رضا خانی لکھتا ہے:

"خلف وعید اور کذب اللہ تعالیٰ ایک قیاسات ہے۔"

(انوار آفتاب صداقت ص ۱۵ طبع جدید)

مولوی اجمل سنبھلی رضا خانی لکھتا ہے:

"بعض علماء وقوع خلف وعید کے قائل ہیں تو یہ علماء وقوع کذب کے بھی قائل قرار پاتے۔"

(رد شہاب مآتب ص ۱۲۵۰ اور نوئیہ رضویہ لاہور)

جب خلف وعید کے وقوع سے کذب کا وقوع لازم آتا ہے تو امکان خلاف وعید سے یا قدرت علی خلف وعید سے امکان کذب اور قدرت علی الکذب بھی لازم آئے گا۔ پس معلوم ہوا کہ خلف وعید اور امکان کذب ایک ہی عقیدہ ہے جس کا نواب احمد رضا خان قائل تھا اب ملاحظہ ہو کہ خلف وعید بالفاظ دیگر امکان کذب پر رضا خانیوں کے کیا فتوے ہیں:

"اللہ تعالیٰ پر کذب محال کہ وہ کہیںہ ہوتا ہے۔" (انوار آفتاب صداقت ص ۶۹)

"جو آپ فرماتے ہیں کہ خلف وعید کے تمام اہلسنت قائل ہیں اور آپ کا یہ مذہب خدا تعالیٰ تم مشرکین اور کافر فریبوں ہا میں نمراد و غیر ہم کو بہشت میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام و اصداق و محدثین و اولیاء و قطب و فتوت اور سائر مسلمین مومنین کو اور خ میں داخل کرے گا یا کر سکتا ہے العیاذ باللہ کیا خداوند کریم غفور الرحیم ایسا کرے گا یا کر سکتا ہے کہ جو فرمایا ہوا خاص و اکمل مقبول بندگان الہی ہیں ان کو اور خ میں داخل کرے گا اور جو شر الا شرار کفار ناجب مشرکین کیا رہیں ان کو بہشت میں داخل کرے گا لا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ صریح عظم اور کذب قلم ہے جو حق تعالیٰ پر محال ذریعہ قدرت کے قائل نہیں جس کا کوئی بھی مسلمان مذہب حتیٰ کہ کوئی غیر مسلم بھی قائل نہیں ہیں اگر قائل ہیں تو معتزلہ اور وہابیہ و دہریہ ہیں۔"

(انوار آفتاب صد اقت، جس ۳۷ طبع جدید)

معلوم ہوا کہ نواب احمد رضا خان صاحب غیر مسلموں سے بھی بدتر تھا۔

تم حد سے ہمیں یاد دیتے نہ کھلتے راز سربست

نہ تم یوں دسوا ہوتے

انوار آفتاب صد اقت پر ۳۱ رضا خانی اکابر کی تقریظات ہیں کسی رضا خانی میں حرات ہے تو اس کتاب کا انکار کر کے دکھائے۔

عقیدہ نمبر ۳: ہندوستان کے ابو جہل کے شرکیہ عقائد کی ایک جھلک

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے ایک کتاب "الامین والہی" کے نام سے لکھی اس کا خلاصہ بریلوی مولوی بدر الدین احمد رضوی نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس کتاب پر بریلوی انہیں اہل علم ارشد القادری کی تقریظات بھی موجود ہے۔ ہم وہ عقائد پیش کر رہے ہیں اور اس کو چھ کر آپ خود فیصلہ کریں کہ اگر اس کے بعد بھی احمد رضا خان مشرک نہیں تو ابو جہل کا کیا قصور تھا؟

"اللہ و رسول جلالہ و منہجہ علیہ السلام نے دولت مند کر دیا اللہ و رسول گمراہان ہیں، اللہ و رسول بے مالوں کے وال ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توجہ، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول سے دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی، (جل جلالہ و منہجہ علیہ السلام) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور مبرا آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، دنیا کی ساری مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، وہ کی کچھیاں حضور کے ہاتھ میں ہے، نفع کی کچھیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، بخت کی کچھیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، روزِ آخر کی کچھیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت و پست حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہے، حضور مصیبتوں کے دور فرمانے والے ہیں، حضور سختیوں کے دالے والے ہیں، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں حضور کے خادم پائیں بناتے ہیں۔ حضور کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔"

(سوانح امام احمد رضا، ص ۲۱۱، ۲۱۲، دہلی بک سٹال لاہور)

جب یہ سب کام حضور ﷺ نے کرنے میں تو کسی کا دماغ خراب ہے کہ معاذ اللہ کے آگے جھکے یا اسکی بڑائی و تعظیم دل میں لائے۔

عقیدہ نمبر ۴: نبی کریم ﷺ کو اللہ کے مثل نہ سمجھنا پلیدہ عقیدہ ہے۔ معاذ اللہ
بریلوی رکبیں القلم عبدالکریم ہاشمی لکھتا ہے:

”رفتہ رفتہ سینوں کے بہت سے علمائے کبار نے تسلیم کر لیا کہ رسول اللہ غیر اللہ ہیں اور آپ کو اللہ کی ذات و صفات میں ملانا اور آپ کی ہستی کو اللہ کی عین ہستی کے برابر یا مثل سمجھنا شرک ہے بلکہ پلیدہ عقیدہ ہے اور بھی پر فتن عقائد نکلتے۔“ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۱، ص ۶۱۶)

استغفر اللہ یعنی نبی کریم ﷺ کو عین اللہ عین خدا اللہ کے مثل نہ کہنا پلیدہ عقیدہ ہے اور نبی کریم ﷺ بڑے عقائد کی جز ہے العیاذ باللہ یہ گندہ عقیدہ تو ابولہب و ابو جہل کا بھی نہ تھا وہ بھی لات و عزیز کو خدا کا عین یا مثل نہ سمجھتے تھے۔ اس المیزان پر مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان، مختار اترنی، جیلانی، سید محمد مدنی جیسے صف اول کے بریلوی اکابر کی تائید و توثیق موجود ہے ملاحظہ ہو ص ۱۱، ۱۲ اسی عبدالکریم ہاشمی کے مضمون کے متعلق المیزان کا مدیر سید محمد جیلانی لکھتا ہے:

”حقیقت دور اس سید عبدالکریم ہاشمی کا محققانہ عربی مقالہ جسے انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ امام احمد رضا نمبر کیلئے قلم بند فرمایا تھا ذیل میں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ امام احمد رضا پر انکی اور ستمی تحقیق کے اس شاہکار سے ہمارے عام قارئین بھی مستفید ہو سکیں (ایڈیٹر)۔“

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ۱، ص ۶۰۸)

عقیدہ نمبر ۵: لفظ اللہ حضور ﷺ کا نام ہے۔ العیاذ باللہ

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور احمد بنوری و المعروف مفتی احمد یار محمد راقی لکھتا ہے:

”بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اسم اللہ حضور ﷺ کا بھی نام پاک ہے جیسے کہ ذکر اللہ بھی حضور ﷺ کا نام ہے۔“ (تفسیر نمبر ۱، ص ۳۰)

عقیدہ نمبر ۶: بہت سی جگہ اللہ سے مراد حضور ﷺ ہوتے ہیں۔ معاذ اللہ

یہی موصوف لکھتے ہیں:

"بہت سی جگہ اللہ سے رسول اللہ ﷺ مراد ہوتے ہیں۔" (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۱۳۳)

یہ ہے کہ کبھی اوجہ لیل نے یہ نہیں کہا کہ اللہ سے مراد بہت سی جگہ میں لائے دعویٰ ہوتے ہیں۔

فقیدہ نمبر ۷: اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی ہے۔ معاذ اللہ

بی موصوف لکھتے ہیں:

"ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔" (جاء الحق، ص ۱۶۰)

"خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے ہر جگہ میں ہونا تو رسول خدا علی کی شان ہو سکتی ہے۔" (جاء الحق، ص ۱۶۱)

یعنی امر الہی لکھتا ہے:

"خدا ہے کہ جو لفظ مخلوق کیلئے مستعمل ہوا اسے اللہ تعالیٰ پر استعمال کرنا کفر ہے مثلاً حاضر و ناظر (تقادی، ج ۱، ص ۱۷۱) مسئلہ نمبر ۴)

بریل کی ملک العلماء قلم الدینا بہاری لکھتا ہے:

"حاضر و ناظر سے صفات الہیہ میں سے نہیں اور نہ ان کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز (تقادی، ج ۱، ص ۱۷۱) جلد اول، ص ۲۹۷)

مولوی مصطفیٰ رضا خان ابن احمد رضا خان لکھتا ہے: "حاضر و ناظر یہ لفظ دربار الہیہ کے لائق نہیں۔ تو شیعہ دہیچر جو اسے مانے وہ لفظ حاضر و ناظر سے منکر ہے کہ یہ لفظ دربار الہیہ کے لائق نہیں نہ بولا جائے۔" (تقادی مصطفویہ، ص ۳۸)

فقیدہ نمبر ۸: اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا۔ معاذ اللہ

یہ لکھی جلد ۱، ص ۱۷۱، مولوی عمر احمد لکھتا ہے:

"معاذ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو انی خالق بشر من صلیحہ من جن مسنون کا ذکر کرنا باوجود اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے تو مخالف جب ان الفاظ کو منہ پر لائے تو ایسی ہی دلا اس کو ان عمرات سے کہہ دیتا ہے کہ وہ ایسے ہی رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ نبی اللہ کی قدر و شان کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں بلکہ یہ تو اس کے حکم کی طرف دیکھنے لگ

گیا ہے تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کیلئے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے
سجدے کا حکم صادر فرمایا۔ (مقیاس التورہ ص ۱۹۶)

عقیدہ نمبر ۹: نبی کا خیال خدا کا دیدار۔ معاذ اللہ

یہ تصور باندھ کر دل میں چھارایا رسول اللہ
خدا کا کر لیا ہم نے نظارہ یا رسول اللہ

(رضائے مصطفیٰ ص ۹، مارچ ۲۰۱۱ء)

عقیدہ نمبر ۱۰: اللہ کے نام کی تاثیر کو گدھے والو کے نام سے تشبیہ۔ معاذ اللہ

مفتی احمد یار گھڑائی لکھتا ہے:

”سوال: تعویذ کیوں لکھے جاتے ہیں ان سے کیا فائدہ ہے۔“

جواب: جیسے بعض مخلوق کے ناموں میں تاثیر ہے کسی کو الگ دھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو پاتا ہے اور
حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے حالانکہ الگ دھا بھی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق
کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیریں ہیں۔“ (رسائل نعیمیہ ص ۷۲ تا ۷۳ مکتبہ اسلامیہ)

معاذ اللہ کس قدر گستاخی ہے کہ یہاں اللہ کے مبارک نام اور اس کی مبارک تاثیر کو گدھے
والو کے ناموں کی تاثیر کے ساتھ ملا یا جا رہا ہے حفظ الایمان میں ”ایسا“ کے لفظ پر داویلا کرنے
والے غور کریں کہ یہاں بھی ”ایسے ہی“ کا لفظ ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ پر تعین سو (۲۰۰) سے زائد اعتراضات کے جوابات پر مشتمل
عبارات اکابر پر پہلا مکمل انٹرنیٹ کو پیڈیا

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ

باب سوم

مٹائے دیو بند پر نبی کریم ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی توہین کا الزام اور

اس کا جواب

مؤلف

مناظر اہل سنت

حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

صحیح و نظر ثانی:

خطیب اہل السنۃ

حضرت مولانا عبداللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ

امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے متعلق دیوبندی عقائد

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

"حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے مگر دیوبندی مذہب کی اساس ہی اس پر قائم ہے چند دیوبندی اکاربر کی کفریہ اور گستاخانہ عبارات ہم نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگ اس سے واقف ہو سکیں۔"

جواب: اس عبارت میں جس قدر خدا خونی سے بے نیاز ہو کر بہتان طر بازی و کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے اس پر ہم معروف بریلوی عالم مولوی عبد الستار نیازی کا حوالہ پیش کر رہے ہیں:

"امت کے تمام طبقات کو یہ فیصلہ کرنا ہو چکا کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کے متعلق اشارۃ کنایہ سوئے ادبی کرتا ہے اسے مسترد کر دیا جائے چاہے کتنے ہی مقام و مرتبہ کا مالک کیوں نہ بنے جو کچھ میں نے کسب الی نقطہ نگاہ علماء دیوبند کے اکاربر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔"

(اتحاد امت، ص ۸۳، والٹمی جیلی کیشنز لاہور)

تمہارے بڑے تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان میں ادنیٰ سوئے ادبی بھی علمائے دیوبند کے نزدیک قابل قبول نہیں وہ اسے کفر کہتے ہیں اور تم آج کے نام نہاد مناظرین حقیقت میں جہاں ان پر اعتراض کرتے ہو کہ وہ معاذ اللہ حضور ﷺ کے گستاخ ہیں۔

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک حضور ﷺ کو نگلی نگلی گالیاں دینے والا بھی کافر نہیں۔ معاذ اللہ

کاشف اقبال رضا خانی نے اپنی عوام کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولا کہ: "حضور سید عالم ﷺ کی ادنیٰ توہین بھی کفر ہے" مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے مذہب میں حضور ﷺ کی ادنیٰ

آج تو دور حضور ﷺ کو کئی کئی گالیاں دیئے والے بھی کافر نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

خاتون اہل السنۃ والجماعہ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی شان میں گستاخی کرنے والا اس کیلئے کوئی عیب ثابت کرنے والا اس کی قدرت کا منکر کافر ہے ایمان ہے منکر رضا خانی مذہب ایسا نرالہ مذہب ہے کہ اس میں اللہ کیلئے ایسے عقائد رکھنے والے کو کافر کہا خلاف احتیاط ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خان مجاہد فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر بھوٹا بیہتان لگاتے ہوئے لکھتا ہے:

”اس نے یہاں اللہ سبحانہ کے علم کو لازم نہ جانا اور معاذ اللہ اس کا جھسل مکن مانا۔“

(الگوکبۃ الشہابیہ، ص ۱۲ مطبعہ اہلسنت بریلی طبع اول)

”یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں مسرغ نہیں۔“ (الگوکبۃ الشہابیہ، ص ۱۳)

”اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے کیلئے کر سکتا ہے وہ سب کچھ خدا نے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا، پینا، سونا، پاخت بھرنا، بیٹاب کرنا، جلنا، ڈوبنا، مرنا سب کچھ داخل ہے۔“

(سبحان السجوح)

مگر تاہی اسی شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ جن کی طرف یہ کفریہ عقائد منسوب کئے گئے ان کے متعلق لکھتے ہیں:

”اور امام الحاکم (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں نبی ﷺ نے لائے الا اللہ کی تکفیر سے منع مسرمانا ہے“ (تہذیب ایمان ص ۵۳، مکتبۃ المدینہ)

”علمائے صحابین انیس (اسماعیل دہلوی) کو کافر نہ کہے یہی صواب ہے وحوہ الجواب ہے بغض وعلیہ الفتوی وحوہ مذہب وعلیہ الاعتقاد ونبی السلام ونبی السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی انار مذہب ہے اور اسی پر اعتقاد اور اسی پر سلامتی اور اسی میں

اہلِ رضا خانی کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک حضور ﷺ کی ادنیٰ بے ادبی بھی کفر ہے صریح لکھ بیاہی نہیں تو اور کیا ہے۔

لزوم التزام کا گورکھ دھندا

بریلوی حضرات اس کے جواب میں لزوم و التزام کی بحث پیچھرتے ہیں کہ دراصل شاہ صاحب کو ان عقائد کے کفر یہ ہونے کا علم نہ تھا اور بعد میں توبہ کر لی تھی اس لئے ہمارے امام نے ان کی تحفہ میں احتیاط سے کام لیا۔ اس حوالے سے کافی عرصہ پہلے جہانیاں کے ایک رضا خانی کے ساتھ تحریری گفتگو ہوئی تھی جسے افادہ عام کیلئے راقم یہاں نقل کر رہا ہے۔ الحمد للہ اس تحریر نے زمانہ بیلوں کی اس لالچنی تاویل کی دھجیاں اڑادی ہے۔

شہید کی کرامت دیکھئے کہ ایک طرف تو احمد رضا خاں نے شاو شہید پر ایسے گھٹیا الزامات لگائے جو شاہ شیطاں کو بھی نہ سوجھیں مگر اپنی سوئی عقل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے ہاں جو شاہ صاحب کو مسلمان لکھ دیا۔ ابنِ شیر خدا حضرت مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر احمد رضا خاں کی زندگی ہی میں یہ چیلنج دے دیا کہ جب تک کائنات میں کوکبہ لہو فیضانِ ایمان و غیر ہما موجود ہیں احمد رضا خاں اس کی اولاد اس کو ماننے والے سارے کافر و فاجر الزامیں۔ الحمد للہ یہ چیلنج آج تک برقرار ہے۔ تا قیامت برقرار رہے گا۔ ہونا تو سب ہونے والا ہے یہ لوگ احمد رضا خاں کا مسلمان ہونا و حلالی ہونا ثابت کرتے۔ چور کی چوری پر پردہ ڈالنے کیلئے لزوم التزام کا ایسا گورکھ دھندا ایجاد کر لیا کہ اپنے امام کی ہنسی کچھ ننگی بھی لے اڑے۔

خلافتِ جہالت کی بولیاں لزوم و التزام میں جس کے دل میں جو آیا کہہ دیا۔ اب دیکھیں اسی الزام و گفتگو نے لزوم التزام کی یہ تعریف کی کہ کفر یہ کلمات لکھ تو دے مگر پتہ نہیں تھے۔ کہتا ہے کہ امام کفر ہے کہ ایک آدمی کفر کر لے اگر اس کو بتایا جائے کہ تو نے کفر کیا تو وہ اس پر ڈٹ گیا اور توبہ نہ کیا تو یہ التزام کفر ہے۔ اور چونکہ شاہ اسماعیل شہید کی توبہ مشہور ہو گئی تھی اس لئے احمد رضا خاں نے کفر نہیں کی۔

چیلنج: سارے زندہ و مردہ بریلوی جمع ہو کر کہیں سے یہ ثابت کر دے خود احمد رضا خاں سے

کہ احمد رضا نے شاہ صاحب کی تکفیر اس لئے نہیں کی کہ احمد رضا خان کے نزدیک ان کی توبہ مشہور ہو گئی تھی۔ یہ وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت آج تک کوئی رضا خانی نہیں دے سکا۔ دوسرے مشہور کا دلیل مآویٰ رشیدیہ کا پھر مآویٰ رشیدیہ میں آگے ہی اس کی تردید موجود ہے کہ یہ غلط ہے۔ ان عقل کے اعداؤں کو دیکھیں کہ ایک سائل کے صرف سوال کرنے کو انہوں نے "مشہور" کی تعریف کے ذمے میں شامل کر دیا اس لئے یہ نومولود محقق پہلے تو مشہور کی تعریف پھر اس کی اقسام ذکر کرے اور پھر بتائے کہ کیا یہ اس کے ذمے میں آتا ہے یا نہیں؟

یہ بھی صریح جھوٹ ہے احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان نہیں مانتے امام اہل بدعت نے شاہ صاحب کو صراحۃً اہل لا الہ الا اللہ والوں میں شمار کیا ہے۔ ابو یزید ہٹ جارا نہیں اس پر تصدیق ایسے ہی جعلی ہیں جیسے بقول مفتی قریشی کے دیوان محمدی پر احمد سعید کی تحریر جعلی ہے۔ نوٹ: یاد رہے کہ جو تعریف معترض نے کی ہے لزوم التزام کی یہ تعریف احمد رضا خان کو مسلم نہیں ان کے نزدیک لزوم التزام کی تعریف کچھ اور ہے۔ جب اس کے نزدیک لزوم التزام کی یہ تعریف ہی نہیں تو توبہ مشہور ہونے پر تکفیر نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شریف الحق امجدی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ احمد رضا خان نے توبہ مشہور ہونے کی وجہ سے انہیں بلکہ ان عبارت کے اسلامی پہلو کی وجہ سے تکفیر نہیں کی۔

اس تعریف سے علمائے دیوبند کو کافر ثابت کر کے دکھاؤ نام نہاد محقق کہتا ہے کہ کسی کو اس کا کفر بتایا جائے وہ اس پر ڈٹ جائے تو یہ التزام ہے اگر وہ نہیں تو لزوم ہے تکفیر نہیں کی جائے گی تو جو کفریات تم اہل سنت و دیوبند کے آئینہ ارہم کی طرف منسوب کرتے ہو انہوں نے ہانگ و ہل اس بات کا اعلان کیا کہ ایسے گھٹیا عقیدے ہمارے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئے تو جناب جواب دیں یہ لزوم التزام کا فرق علمائے دیوبند کی بادشاہی کہاں چنے بیچنے چلا جاتا ہے؟

پھر آپ کہتے ہیں کہ کیا پتہ شاہ صاحب نے توبہ کر لی ہو اس لئے تکفیر نہیں کی تو مفتی مظہر اللہ دہلوی نے علمائے دیوبند کے بارے میں یہی کہا کہ ان کی تکفیر کے متعلق سکوت اختیار کرو کیونکہ پہلے

اہل وقت ہاں پہنچے ہیں اور کیا ہے آخر عمر میں انہوں نے تو پتہ کر لی ہو۔

(قادی منظر یہ ص ۲۱۷)

تو صاحب تو یہ تو قول آپ کے ان کی بھی ہو گئی تھی تو یہاں یہ احتیاط کیوں نہیں؟

احمد رضا خان نہیں بچتا

پھر آپ کہتے ہیں کہ معلوم نہیں شاہ صاحب نے ان عبارات سے وہی معنی مراد لئے ہوں یا نہیں اور ان کی تو یہ مشہور ہو چکی تھی اس لئے تکفیر نہیں کی۔ تو فضل حق خیر آبادی اور ان کے قبیل کے کئی مولویوں کی ایک پوری کمیٹی نے شاہ اسماعیل شہید کی تکفیر کی تھی اور یہاں تک فتویٰ دیا کہ من شک فی کفرہ و عداۃ فلفد کفر (معاورۃ) (خطاعت مصطفیٰ) یہ اس بات کا یقین ثبوت ہے کہ شاہ صاحب کو اپنی تمام عبارتوں کا خوب اچھی طرح علم تھا اور اس دور کے علماء کے نزدیک ان کو یہ کافر کوئی راز تھا نہیں ہوا تھا (یہ حکومہ سلطنت میں ایجاد ہوا) شاہ صاحب کی وفات فضل حق کی زندگی میں ہوئی مگر فضل حق نے اپنے اس فتوے سے اور اس کی تکفیر کی کمیٹی میں موجود کسی شخص نے رجوع نہیں کیا لہذا آپ کے اصول سے ہی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے کوئی تو یہ دغیرہ نہیں کیا تھا لہذا احمد رضا خان پر اس کی تکفیر فرض تھی جو نہیں کی لہذا اپنے ہی اصول سے کافر مرتد ہو گیا۔

علی بیک انترال

اب ہادی رام کہانی کو مان لیں تو فضل حق خیر آبادی نے فتویٰ دیا تھا جو شاہ صاحب کو کافر نہ کہے ابلی کافر تو فضل حق کے نزدیک تو کم سے کم اور اس کی جماعت میں موجود علماء کے نزدیک تو کم سے کم احمد رضا خان مرتد ولد اثر نا اس کی آل اولاد ساری ولد الزنا ہے چلوئی الحال اس کو تو مان لو کہ فضل حق کے نزدیک احمد رضا خان "عقل بعد ذلک زلیم" کی زندہ جاوید مثال ہے۔ نروم انہوں کی کہانی بھی اس کے بعد نہٹ جائے گی۔

ایک اور انداز

فیض فرشتی نے مسطرہ چٹائی اور سیالوی نے عبارات اکابر میں شاہ صاحب کو کافر کہا اسس کا مطلب ہے کہ ان کے نزدیک بھی تو یہ والا معاملے کی کوئی حقیقت نہیں اور التزام کفر پایا جاتا ہے

لہذا ان دونوں کے نزدیک بھی احمد رضا خان زینم ہوا اور چونکہ یہ دونوں احمد رضا خاں کے ہم عقیدہ نہ رہے کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو مسلمان جانتا تھا اس لئے یہ نعیم الدین کے نواسے کہ جو احمد رضا خاں کا ہم عقیدہ نہ ہو وہ بھی کافر ہے (تحقیقات ص ۵) زینم بن گئے۔

پڑا بھی دل جلوں کو فلک سے کام نہیں
جلا کر خاک نہ کر دوں تو دیوبندی نام نہیں

آپ پریشان نہ ہوں ابھی تو یہ ساری گفتگو اس پہلو سے ہے جو آپ نے لزوم التزام کی تقریر کی ہے، ابھی تو احمد رضا خاں اور مصطفیٰ رضا خاں کی تاویلات کا چند و نیکیں کھٹنا باقی ہے۔
نوٹ: معترض نے بار بار شاہ اسماعیل شہیدؒ کیلئے زینم کا لفظ استعمال کیا تھا اس لئے ہے پوچھا کہ صد اچھی کہو ایسی سنو ہمیں یہ لفظ بار بار انہی پر لونا نا پڑ رہا ہے رضا خانی اب ناک ہو رہے ہیں۔

یہ تاویل عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے

صراطِ مستقیم اور تقویۃ الایمان وغیرہا کوئی ”عبرانی“ ”سریانی“ زبان کی تصانیف تو نہیں کہ ان کے بارے میں یہ تاویل کی جائے کہ اس میں موجود کفریات کا مرتب و مصنف کو پتہ نہیں چلنا۔
دونوں اہل علم کی زبانوں میں ہیں عبدالحی و شاہ اسماعیل اپنے وقت کے جید علماء تھے ان کے بارے میں یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ بقول معترض اتنے بڑے بڑے کفر کے اور ان کو اسلام ہی نہ ہو سکا کہ یہ کفر ہے۔ حیرت ہے کہ تم جیسے جاہلوں کو تو اس میں موجود کفریات نظر آنے لگا کر مصنف جیسے عالم کو پتہ ہی نہ چل سکا کہ میں محاذِ اللہ کفر لکھ رہا ہوں؟
میرا مولوی احمد رضا خاں اسی صراطِ مستقیم کی عبارت کے متعلق کہتا ہے:

”مسلمانوں نے تصاف کیا ہے بالکل کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے
حاش اللہ پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کت نہیں
دیکھو جو انہوں نے بزمِ خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو کبھی
ہیں شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ اپنے کھلے ناپاک لفظ
تمہارے پیارے نبی تمہارے بچے رسول اللہ ﷺ کی نسبت لکھے ہوں

جگرے سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بیدھوک یہ صریح
 سب و شتم کے لفظ لکھ دئے اور روز آخر میں غالب قہار کے غضب عظیم
 و عذاب الیم کا اعلان دے کر یہ کیا مسلمانوں کو کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ
 ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر اسے انہیں ایذا نہ پہنچی ہاں ہاں واللہ
 واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ انہیں ایذا نہ پہنچی
 (الکوثر الشیخا پیہ ص ۳۱۳)

اب ایسے صریح گالیاں جو آج تک پنڈتوں، پادریوں، مشرکوں کو بھی دینے کی جرأت نہ ہوئی ایک
 آدمی ایسی گالیاں دیا کریم ﷺ کو جتنا ہے اور یہ ملعون کہتا ہے کہ نہیں ایسے آدمی کو کافرت کہو کیا
 پتہ پتہ نہ چلا ہو کیا پتہ اس نے کوئی اسلامی پہلو مراد لیا ہوا۔

احمد رضا خان آگے خود ایک مثال دیتا ہے:
 آگے آواز لطیف کتے کے بھونکنے سے مشابہت تھی ان کا دہن شریف سوڑ کی قصور تھی سے ملتا تھا تو تم اسے کیسا
 کہو گے؟ (ایضاً ص ۳۳)

اب اگر میں کہوں کہ احمد رضا خان کی لطیف آواز کتے کے بھونکنے کی طرح تھی..... احمد رضا خان
 کی تو تھی شریف سوڑ خور کی طرح تھی..... آپ کے اعلیٰ حضرت وناضل بریلوی بڑے ہی
 ۱۲۷۲ سے آدمی تھے..... اور کہو کہ مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ یہ گالیاں ہیں مجھے تو کسی نے بتایا ہی نہیں
 کہ یہ گالیاں ہیں تو کیا کوئی بریلوی اس کو تسلیم کرے گا؟

دوسرے گستاخوں کا کیا قصور تھا آخر؟

جب بتول احمد رضا کذاب شاہ صاحب نے پنڈتوں، ہندوؤں، مشرکوں سے بھی کھلی کھلی گالیاں
 دیا کریم ﷺ کو ہی تھیں مگر پھر مسلمان اس لئے کہ شاہ صاحب کو کسی نے بتایا ہی نہیں کہ یہ کفر ہے تو
 انہیں راج پال، مسلمان، راشدی، دلائل، کسے کا رولٹ کا کیا قصور تھا؟ کیا تم میں سے کسی رضا خانی
 نے انہیں سمجھایا کہ یہ گستاخی کے زمرے میں آتا ہے؟

کہاں سے بڑھ کر پوچھتا ہوں کہ مسلمان تا شیعہ اگر پاکستان کے ایک قانون ناموں رسالت ﷺ
 کو کا قانون کہہ دے تو ایک نجس مشرک سرکاری ملازم اٹھ کر اسے گولی مار دیتا ہے اور تم اسے

ہیرو بنا دیتے ہو کہ دیکھو عاشق ہے گستاخ کو قتل کر دیا تو میرا سوال ہے کہ کیا تم نے مسلمانانِ ہند سے مل کر اسے بتایا تھا کہ یہ التزام کفر ہے؟ یہ گستاخی ہے؟ آخر مسلمانانِ ہند کے کس عمامہ التزام کہاں چلا جاتا ہے؟

دہلی کے سارے علماء کیا چنے بیچ رہے تھے؟
مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

چونکہ اسماعیلی دہلوی صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب کے زمانے سے پہلے رحلت کر چکے تھے لہذا اس اطمینان کی کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ واقعی اس عبارت کی تکلیف اور اس میں مضمر مقاصد پر مطلع ہوئے اور پھر بھی اس پر مصر رہے لہذا انہوں نے ازراہ احتیاط ان کو کافرت کہا کیونکہ ان کا التزام کفر متحقق نہیں ہوا تھا۔

(مناظرہ جھٹک ص ۱۰۳)

اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ پورے ہندوستان خصوصاً دہلی کے سارے علماء اس وقت چنے بیچنے میں مصروف تھے کسی عالم دین کسی مسلمان میں عشق و رسالت ﷺ کی اتنی رقی بھی نہیں تھی کہ وہ شاہ صاحب سے مل کر بتاتا کہ حضرت یہ تو کفر ہے تو بہ کرو۔ پھر تہہ باری کتاب "انوار آفتابِ صداقت" میں یہ جھوٹ لکھا ہوا ہے اسی سے سرفہ کر کے "دیوبندی خدشہ" میں لکھا اور اسی سے سرفہ کر کے کاشف اقبال نے "دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف" میں لکھا کہ دہلی میں شاہ اسماعیل شہید سے ان عبارات و محققہ پر مناظرہ ہوا تھا جس میں وہ بری طرح شکست کھا گئے۔

اب یا تو تسلیم کرو کہ یہ جھوٹ ہے یا یہ تسلیم کرو کہ شاہ صاحب سے ملاقات بلکہ مناظرہ کر کے ان کی عبارات کی حقیقت ان کے سامنے کھول کر بیان کر دی گئی تھی۔ پھر تم نے خوب لکھا کہ تقویۃ الایمان کے خلاف جرمیوں کتب لکھی گئی فضل حق خیر آبادی نے شاہ صاحب کی ان کتابوں کا رد کیا اور شاہ صاحب کی طرف سے رجوع نہ کرنے پر ہی ان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو یہ سب باتیں سچا سچ کر بتا رہی ہیں کہ بقول تمہارے ان عبارتوں میں موجود کفریات علماء دہلی نے کھول کر شاہ صاحب کے سامنے بیان کر دیے تھے مگر شاہ صاحب نے تو بہ نہ کی لہذا یہ التزام کفر

ہر گاہ اور حرام کفر پر عتہ واجب جو احمد رضا خان نے جنہیں کی لہذا جو کفر کو کفر نہ کہے خود کا کفر ہے۔

ایک اور سوال

اگر آج کوئی میڈیا پروپیگنڈا کے زور پر یہ مشہور کر دے کہ مرزا قادیانی نے توبہ کر لی
 تھی یا کوئی کہہ دے کہ مرزا قادیانی کی ان عبارات میں لزوم کفر تھا التزام کفر نہیں اس لئے کہ مرزا
 کو مسلم بنی نہ تھا کہ میں کفر بکرم ہا ہوں تو کیا بریلوی کتب لسان کرتے ہوئے مرزا مت قادیانی کو
 مسلمان کہتا ہے؟

احمد رضا خان علی زیم و حرام مراد وہ ہے
 معترض شاہ صاحب کی عبارت کو درست تسلیم کرنے والوں کو حرام مراد وہ اور عقل بعد ذالک
 زہیم کہہ رہے ہیں مگر ہم نے ثابت کر دیا کہ جو شخص پھر توں نصراشیوں سے بھی بڑی بڑی گالیاں
 لیا کریم ﷺ کو دے معاذ اللہ اور ان گالیوں کی نین کریم ﷺ کو اطلاع بھی ہوئی اور آپ ﷺ کا دل
 بھی دکھایا ہے گستاخ کی باتوں میں تاویل کرنے والا اور اسے مسلمان کہنے والا اسی در حقیقت
 زہیم حرام زہیم ہے اور اس دور میں عقل بعد ذالک زہیم کی جتنی جاگتی تصور بریلویوں کا امام احمد
 رضا خان ہے اگر کسی احمد رضا خانی میں ہمت ہے تو اسے علانی ثابت کرے۔

انہی صرف ابتداء ہے

ہم نے ان تفصیل گفتگو اس لئے کی کہ معترض نے اسے گھسا پھا اعتراض کہا تھا اب حقیقت معلوم
 ہو گئی کہ اسی اعتراض نے تو احمد رضا خانوں کے امام کو گھسا دیا ابھی تو معترض نے جو لزوم التزام
 کفر کی تحریف کی ہے صرف اس کا رد وہ بھی مختصر انداز میں کیا ابھی لزوم التزام کی دیگر تعریفوں پر
 طرہ اور باقی ہے اس تعریف سے احمد رضا خان کی گردن چھڑا لیں تو ان شاء اللہ ان پر بھی گفتگو
 ہو جائے گی۔

پہلے تک آپ نے احمد رضا خان کو مفرے کبرے ملائیں ہیں کہ احمد رضا خان شاہ صاحب کو
 ہندو کی طرح سمجھتا اور جیو کی عتہ توبہ کے احتمال کی وجہ سے نہیں کی اس لئے شاہ صاحب کی عتہ
 گناہ ہلکا وجہ سے نہیں کی۔

جواب: تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ بلا حد کی تکفیر اس وجہ سے نہیں کی گئی کہ خود احمد رضا خان کا جو حال آپ نے نقل کیا اس میں لکھا ہے کہ جہاد سے وہ امور جن سے ظفر کی جاسکتی تھی متواتر اٹھاتے نہیں (مفہوم) پس جب آخر کے نزدیک اس سے کلمات کفر یہ تو اترا ثابت ہی نہیں تو اس کی تکفیر کس وجہ سے کریں؟ جبکہ شاہ صاحب کے بارے میں خود احمد رضا خان لکھتا ہے کہ اور ان حضرات سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تو اتر پڑے ہیں۔

(الکوثر ص ۱۱)

پس جس شخص سے اس کے کلمات کفر تو اترا ثابت ہوں اسے محض اس ضعیف احتمال کی وجہ سے کہ کیا پتہ تو یہ کریں ہو مسلمان کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس طرح خود نیا کے کسی کافر کو کافر نہیں کہا جاسکتا مثلاً میں نے پہلے بھی آپ سے سوال کیا جسے آپ قل کے چنے سمجھ کر چبا گئے کہ آج اگر کوئی مرزا قادیانی کے بارے میں کہے کہ مجھے معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے کفر کا اس کے کفریات میرے نزدیک تو اترا ثابت ہیں اس نے ایسے ایسے گندمی گالیاں نبی کریم ﷺ کو دیں کہ آج تک یہودی عیسائی مشرک بھی نہیں دے سکتا میں نے خود وہ گالیاں پڑھی ہیں مجھے یقین کی حد تک معلوم ہے کہ وہ گالیاں مرزا قادیانی نے ہی دی ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان گالیوں سے مدینہ میں قہر مصطفیٰ ﷺ میں میرے محبوب کو دکھ پہنچا مجھے اس بات کا بھی پتہ ہے کہ پوری امت نے مرزا کی ان گستاخیوں و کفریات کی وجہ سے اس کی تکفیر کی مگر میں اسے قطعاً کافر نہیں کہوں گا کیونکہ کیا پتہ کہ مرزا کو ان کفریات کا پتہ نہ ہو اور کیا پتہ اس نے تو یہ کریں ہو چنانکہ احتمال ہے اس لئے میں کلمہ نہیں کرتا۔

تو جواب دیں کیا اس شخص کے اس قول کو آپ مان لینے کیلئے تیار ہیں؟

احمد رضا خان کا اقرار شاہ صاحب کے ارتداد پر اجماع ہے
پھر احمد رضا خان بریلوی خود لکھتا ہے: فرقہ اسمعیلیہ اور اس کے امام ناخر جام پر قطعاً یقیناً اجماع کا
یہ جوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ تمام فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضح ہے
یہ سب کے سب مرتد کافر۔ (الکوثر ص ۶۲)

تو جواب میں کہ ارتداد پر ”پوری امت کا اجماع ہو“ اور جس شخص پر ”اطلعاً یقیناً جزماً“ کفر لازم ہو اس کو شخص ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کر کے اور پوری امت کے اجماع سے منہ موڑنے سے کفر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا خرق اجماع کرنے والا کیا

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير ميل المواعين نوله عاتو لسي و
نقله جهنم و سالت مصيرا

کا بعد ازاں نہیں؟

پھر آپ نے لزوم کفر کی تعریف تو یہ کی تھی کہ شاہ صاحب کو ان کلمات کفریہ کا علم نہ تھا اور تو بہ کر لی اور جواب میں احمد رضا خان کا جزیرہ ایسا پیش کر رہے ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ تو بہ کا معنی نکل سکا ہے تعریف میں فصل اول کا کیا ہے گا؟

پھر میرا یہ سوال بھی ہے کہ جتنا بڑا اٹھٹیا شیطان الزام احمد رضا خان نے شاہ صاحب پر لگا یا اتنا بڑا الزام اس شخص نے عطا کر دیا بعد پر نہیں لگا یا اور علمائے دیوبند کے بارے میں بھی مفتی مظہر اللہ نے تو بہ کا احتمال نقل کیا ہے تو یہ احتیاط اور کف لسان عطا کر دیا بعد کی باری میں کہا چلا جاتا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ اس لئے نہیں دے رہے کہ اس کے بعد تاویلات کی پستیاری کو خود ہی آگ لگ جائے گی۔

احمد رضا خان کے نزدیک گستاخ کی تو بہ بھی قبول نہیں

احمد رضا خان مجمع الانہر کے حوالے سے لکھتے ہیں (ترجمہ)

”جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہو اس کی تو بہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اس کے طروب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔“ (تہذیب و تمدن ص ۷۷)

نزدہ باداے شہید ز ندہ باد

فقہ اکبر! اب تک احمد رضا خان کو مسلمان و عطا کی ثابت کرنے کیلئے آپ کے پاس واحد دلیل تھی کہ شاہ صاحب نے تو بہ کر لی اس لئے کافر نہیں کہا اس ساری محنت پر احمد رضا خان نے یہ کہہ

کر پانی پھیر دیا کہ جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کر لے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں اور جو اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

لزوم والتزام کفر تماشا ہی تماشا

لزوم کفر والتزام کفر کی تعریف مناظرہ جھنگ میں اشرف سیالوی نے وہی کی جو نام نہاد محقق نے پیش کی، ہو سو بیچک جزل اسٹور کے مالک الطاف حسین سعیدی نے بھی یہی کی (تخلیہ روئید اور مناظرہ گستاخ کوئٹہ ص ۱۲۰) اور اس تعریف کو خفیہ قریشی کی پوری مناظرہ نم نے تسلیم کیا۔ گویا آج کل کے نو مولود نام نہاد محققین کے نزدیک لزوم کفر کی تعریف یہ ہے کہ قائل کو ظہر ہو کہ میں کفر یک رہا ہوں اور التزام کفر کی تعریف یہ ہے کہ قائل کو اگر بتادیا جائے کہ تو نے کفر کیا تو وہ اس پر اڑے نہیں بلکہ توبہ کر لے اگر اڑ گیا اور توبہ نہ کی تو التزام کفر ہو جائے گا۔

اب شاہ صاحب کی عبارات میں ”لزوم کفر“ تھا ”التزام کفر“ نہ تھا یعنی شاہ صاحب کو علم ہی تھا کہ میں نبی کریم ﷺ کو ایسی غلیظ گالیاں دے رہا ہوں جو آج تک نہ کسی یہودی نے دی نہ کسی عیسائی نہ کسی مشرک نے دی۔ (اس کا تقاضا عقلاً باطل ہونا ہم مانگن میں بیان کر چکے تھے)

احمد رضا خان کے نزدیک لزوم والتزام کی تعریف

”کفر — دو طرح ہوتا ہے لازمی والتزامی التزامی یہ کہ ضرور یا ست دین سے کسی شے کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اھماکا کفر ہے۔۔۔ یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہ کفر و منہ الف ضروریات دین ہو۔ لازمی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر پھر بکھر جاتی ہے یعنی تال ٹخن ولازم محکم کو ترجیح مقتداست و تحمیم تقریبات کرتے لے چلے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے۔“

(سبحان السبوح ص ۱۱۸)

اللہ اکبر لیجئے یہ دونوں تعریفیں آپ کی کی گئی تعریفوں سے بالکل متضاد ہیں۔ کفر التزامی کی اس عبارت کی رو سے شاہ صاحب کی جملہ کتب و عبارات بشمول صراط مستقیم کی اس عبارت میں کوئی بات عین کفر نہیں کیونکہ آپ اور آپ کے آج کل کے نام نہاد مناظرین ان کو ”لزوم کفر“ پر محمول

تو لیجئے جناب اگر کوئی ان کا انکار ان معافی میں کر دے جو نبی کریم ﷺ کے ثابت ہیں ضروریات دینی کا منکر کہلائے گا تو جو سرے سے انہی کا صاف الفاظ میں انکار کر دے ضروریات دینی کا انکار کیسے نہیں کرے گا؟

اب بقول آپ کے التزام کفر کے مرتکب کو کافر نہ کہنے والا کافر ہے اور چونکہ شاہ صاحب کی عبارتوں میں التزام کفر نہ تھا اس لئے کافر نہ کہا ہم نے ثابت کر دیا کہ احمد رضا نے التزام کفر کی یہ تعریف کی اس کے مطابق شاہ صاحب پر التزام کفر ثابت ہے یہ سب باتیں محققین کے التزام کی بنیاد پر لکھی جا رہی ہیں، تا تو اب التزام کفر کے بعد بھی شاہ صاحب کو کافر نہ کہنے والے احمد رضا خان خود کافر و مرتد۔ اب احمد رضا خان نے دیوبندیوں کو ارتداد کی وجہ سے زانی و لواط کا لہذا اسی اصول سے احمد رضا خان محفل بعد ذالک زنی حرامی اور مصطفیٰ رضا خان صاحب رضا خان وغیرہا سارے حرام زنا سے ولدا لڑنا۔ اسی طرح آج تک احمد رضا خان کے اس کفر کے بعد بھی جو اس کو امام مانتے وہ سارے بھی مرتد کافر و لواط لڑنا۔

مکلف مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا

عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائیگا

مظاہر مسوں کی آہ تمہیں لے ڈوبی

الفہ اکبر کہاں تو وہ دن کہ شاہ صاحب کو کافر کہا جا رہا ہے اور اب کہاں یہ دن کہ معتزل نے مضمون شروع کیا تو سب سے پہلے احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے نادیدات باطل کے اخبار، رضا خانیہ اور وہ دن گئے جب تم علمائے دیوبند پر بکواسی کرتے اور ہم صرف جواب پناکھ کرتے اب اہل سنت کا جواب پتھر سے دیا جائیگا۔

بریلوی شیخ الحدیث پیر محمد چشتی اور لزوم و التزام رضا خانی شیخ الحدیث اور پشاور کے ساریہ نادر رضا خانی عالم پیر محمد چشتی نے بھی لزوم و التزام کفر کی یہی تعریف کی جو احمد رضا خان نے کی اہل صاحب کی کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہو:

(۱) کیونکہ التزام کفر میں اصل کلام آپ ہی کفر ہوتا ہے جس میں کفر ثابت کرنے کیلئے کسی نذاتی دلیل و طاہرست کی ضرورت نہیں ہوتی، جبکہ لزوم کفر میں اصل کلام خود کفر نہیں ہوتا بلکہ مفہمی یا کفر اور متبع یا کفر ہوتا ہے (اصول تکفیر ص ۱۹۸)

اس تعریف کی رو سے فتویٰ الایمان و صراط مستقیم کی عبارتیں خود کفر نہیں ہیں، بلکہ بالکل درست ہیں اور ضاحا جوں کے انچر پتھر لگا کر اسے متبع یا کفر کے ہم ذمہ دار نہیں۔

(۲) التزام کفر کا کل صرف اور صرف قسم اول ہے جن کو ضروریات دین کہا جاتا ہے (اصول تکفیر ص ۱۷۷)

بجہ ضاحانی نے کہا کہ التزام کفر یہ ہوتا ہے کہ کفر معلوم ہونے کے بعد توبہ نہ کرو۔ اس عبارت کی رو سے اگر آج کوئی ضروریات دین کا انکار کر دے مگر اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کفر ہے تو وہ کافر نہ ہوگا مگر وہ ضاحان اور پیچ چستی کے نزدیک چونکہ التزام کفر کر لیا لہذا کافر ہو گیا اور ان دونوں کی اس تعریف سے التزام کفر کی یہ تعریف کرنے والے کہ کفر معلوم نہ ہو بھی سارے کافر ہو گئے۔

(۳) کسی عدلی ایمان کا ملت اسلام یا اس کے کسی ضروری حصہ کی تکذیب کرنے سے عبارت ہے اس کی تکذیب و انکار یا اس کے قائم مقام یقینی علامت کا اگر بجا واسطہ ارتکاب ہو تو وہ التزام کفر کہلاتا ہے۔ جس کے مطابق کسی شخص کو کافر و مرتد قرار دیکر اسلام سے خارج بنانے کا اور مذ کے خصوصی احکام اس پر جاری کرنے کیلئے فتویٰ صادر کرنے کا پس منظر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ اس نے ان اقسام میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا ہے، اسلام کی ضد یا نقیض پر لڑائی نہیں کیا ہے اور جان بوجھ کر یا انجانے میں نقیض اسلام یا ضد اسلام کو لگایا۔ (اصول تکفیر ص ۱۸۰)

مترجمانے کہا کہ جب جان لیا کہ کفر ہے پھر توبہ نہ کی تو التزام کفر ہے مگر یہاں پھر چستی کہتا ہے کہ جان بوجھ کر یا انجانے میں موجب بھی التزام کفر ثابت ہو جائے گا۔

التزام کفر کی ایک تعریف اور بھی ہے جس کو صریح کفر کہا گیا ہے اس تعریف کی رو سے بھی احمد رضا علیہ الرحمہ نے چتا لیکن فی الحال کیلئے اتنا کافی ہے وہ تعریف ہم ان شاء اللہ اگلے مضمون میں پیش کر رہے ہیں۔

الله أكبر!

آج تک رضا خانی علماء دہلی ہند پر یہ الزام لگاتے رہے کہ یہ لوگوں کے تاغلوں کا دفاع کر کے لیا
 انہیں کافر نہیں کہتے انہیں مسلمان جانتے ہیں مگر آج رضا خانیوں کو دہلی و دکن پڑا کہ جس شخص
 کے بارے میں انہوں نے خود کہا کہ اس آدمی نے نبی کریم ﷺ کو ایسی ایسی علیحدگی کا بیان کیا
 ہیں جو کسی پیروی عیسائی مشرک نے بھی نہیں دیں ہوں گی۔ ایسے شخص کو کافر نہ تو کہہ سکتے
 پورا ایذا چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں اور سارا زور اس پر لگا رہے ہیں کہ کسی طرح اس شخص کا
 دامن ان چالوں سے پاک کر دیا جائے واہ شہید داد تیرا دشمن ہی تیرا وعدہ عاف گو اور۔

ایک اور سوال

جب بقول تمہارے شاہ نے توبہ کر لی تھی تو آج ان کو قضا و بقیہ شاہ صاحب کی طرف منسوب کر کے ان کو گالیاں دینا کہاں کا انصاف ہے؟ مسدیت میں تو ہے الطالب من الطالب کمین لا ذنب له گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے نبی کریم ﷺ کی جان کے درپے تھے تو کیا اب یہ کہا کھل ہو گی؟ اعلیٰ نہ ہو گی کہ عمر فاروق تو وہی ہیں جو نبی کریم ﷺ کے جان کے دشمن تھے۔ حالانکہ توبہ توبہ کر لی پھر بھی ان کفریات کو اس کی طرف منسوب کرنا کیا کھلی ہوئی زحمتی نہیں؟

بریلوی اصول

احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے کیلئے رضا خانی مظلوم بن کر کہتا ہے کہ یوں ہندی کہتے ہیں کہ
 شافعیہ اپنے کام کی مراد خود سمجھتا ہے اس لئے اس کی تشریح مقبول ہوگی۔ جناب من یا اصول آپ
 کے علماء نے بھی لکھا ہے احمد رضا خان کہتا ہے تصنیف دراصناف نیکو گوشت بیان
 (تکلیات مکاتبہ رضا) اور اشرف سہا لوی لکھتا ہے:

”اچھے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق تعلیم نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور یہ امر غم نے ثابت کرنا ہے۔“

بہر حقیر لایا جس کا نام ہے

شہادے ساتھ ہمارا بنیادی جھگڑا ہی عیاں ہو گیا ہے کہ عقیدہ ہمارا ہوتا ہے عبارت ہماری ہوتی ہے
 ہم اس کی شرعاً تم کرتے ہو اس کا مطلب تم بیان کرتے ہو اور جو اس مطلب کو نہ مانے وہ بھی
 باطل۔ لہذا اس اصول کے تحت پہلے تم ہمارے اکابر کے عقائد کو جو ہمارے اکابر یا اہم خود بیان
 کریں ان لوگوں کے بعد ہم تمہارے منکظم کی مراد پر بھی غور کر لیں گے۔

شرعاً ہم اس

شرعاً ہم اس کی جو عبارت پیش کی وہ صرف اس قدر ہے کہ قد تقور فی الشرع ان التواضع
 لکلمہ کفر لا لزومہ

موصوف نے اس کا کوئی صغیر نمبر نہیں لکھا کوئی بات نہیں ہم بتا دیتے ہیں یہ عبارت ہم اس کے
 ص ۱۹۹ مطبوعہ نور بدینہ لاہور پر موجود ہے۔ اس عبارت کا مطلب وترجمہ صرف اتنا ہے کہ
 نہایت میں باہم کفر پر تفسیر ہوتی ہے نہ کہ لزوم کفر پر۔ اب بریکٹوں میں جو حاشیہ لگا مقرر فی نے
 کہ ہے وہ ان کی اپنی پیداوار ہے علامہ فرہاروی اس کے ذمہ دار نہیں۔

کفر تکفیری و کلامی

دعا خالی مقرر فی کہتا ہے کہ ”فقہاء جس کلام کو صریحاً سمجھیں لادینی نہیں کہ متکلمین اس کلام کو صریحاً
 کفر کہیں۔۔۔ اسامیل دہلوی جمہور فقہاء کے مذہب پر کافر ہے اور جمہور متکلمین کے مذہب پر
 مشرک اور مذہب ہے۔“

گویا موصوف کے نزدیک جمہور فقہاء کے نزدیک شام صاحب معاذ اللہ کافر ہیں مگر احمد رضا خاں
 نے متکلمین کے مذہب کو اختیار کیا اور اس مذہب پر شاہ صاحب کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں۔

انکی بات احمد رضا خاں بریلوی خود لکھتا ہے: فرقہ اسمعیلیہ اور اس کے اسام نامہ راجام پر قطعاً یقیناً
 اعلامیہ جو کتبہ کفر لازم اور بلاشبہ جمہور فقہاء کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحاً
 واضح ہے یہ سب کے سب مرتد کافر۔ (الکلیہ ص ۶۴)

گویا اب جس کے ارتداد پر ”پوری امت کا اجماع ہو“ اور جس شخص پر ”قطعاً یقیناً جزم“ کفر لازم
 ہو اس کو کفر ایک احتمال کی وجہ سے اس یقین کو زائل کر کے اور پوری امت کے اجماع سے مت
 مانتے ہوئے کافر نہ کہنا کیا خود کفر نہیں؟ کیا فرق اجماع کرنے والا کیا

ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى وليصع غير سبيل المؤمنين فله عذاب اليم
لصله جهنم ومانت مصيرا

کا مصداق نہیں؟ پھر ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ احمد رضا خان دومرادی کو غیر مقلد ہابی کہیں اور
اچھے بڑے لاد مذہب غیر مقلد ہابی خود پرست کہ جمہور فقہاء کرام و اصحاب فتاویٰ اکابر و اہل اسلام
باجماع جن کو مرشد و کافر جزا تھا ٹھہرائیں اور جو تکفیر نہ کریں اس کو کافر کہیں یہ لاد مذہب غیر مقلد
خطیہ ہابی عبد الہدیٰ سب کے خلاف اپنی رائے پیش کرے کہ "میرے نزدیک وہ مناسب اور
مرضی و مختار ہے جو باجماع کے مخالف ہو" یا میرے فقہاء و اصحاب فتویٰ کی جزم کے قطع کے خلاف "یہ
کہو تم ہو کون؟ کس کھیت کے ہتھولے ہو؟ تمہیں پوچھتا کون ہے؟ فتویٰ میں صاحب مذہب امام
صاحب امام الائمہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے تلامذہ یا دیگر اصحاب فتاویٰ کا فتویٰ قسطل کر
چاہئے تھا نہ اپنی رائے کیا مقلد فتویٰ اسی طرح دیا کرتے ہیں؟
بیر عمر ہشتی لکھتا ہے:

"من جملہ من میں سے یہ کہ التزام کفر کرنے والے شخص کو کافر کہنا اس کے کفر کا
فتویٰ دینا اس کے ساتھ غیر مسلموں والا معاملہ کرنے کے واجب ہونے پر تمام
اہل اسلام کا اتفاق و اجماع ہے جس میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں بخلاف لزوم
کفر کے کہ ان احکام کو اس پر لاگو کرنے کا قول چند علماء احناف کے سوا کسی اور
نے نہیں کیا۔"

(اصول تکفیر ص ۲۰)

پس جب شاہ صاحب کی تکفیر پر بقول تمہارے امام کے پوری امت کا اجماع ہے تو یقیناً شاہ
صاحب نے التزام کفر ہی کیا ہو گا ورنہ جواب دہ کہ پوری امت چند علماء احناف کے مر جوس قول
پر کیسے متفق ہو گئی؟ نیز لزوم کفر جسے تم کفر فتنی سے بھی تعبیر کر رہے ہو اس میں کسی پر کفر کا فتویٰ لگا
تو شخص چند علماء احناف سے منقول ہے التزام کفر پر تکفیر کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے امام
میں کسی کا اختلاف نہیں پس اس صورت میں فقہی و کلامی کفر کی تقسیم ہی تمہارے اس اصول کی
روشنی میں یا غلط ہوگی کیونکہ جس کفر پر تکفیر ہوتی ہے اس پر فقہاء و متکلمین دونوں مجتمع ہیں اور یہ

کفر بقول تمہارے شاہ صاحب میں پایا گیا۔

چنانچہ مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

شیخ شریف و بزاز یہ دودھ غرور و فتاد کی خیر یہ وغیرہا میں ہے:

اجمع المسلمون ان شاعداً ^{باعتقاد} ومن شك في عدايمو

مکھڑہ مکھڑہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان

اقدس میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کامنصر

ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (تمہید ایمان ص ۳۸)

یہی جب تم بھی مانے ہو کہ شاہ صاحب نے معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کی شان میں مڑی مڑی گالیاں

دی ہیں تو شاہ صاحب کے کفر پر اجماع ہوا تو فقہاء و حکامین کی تفریق کا کیا معنی؟ احمد رضا خان

کہتا ہے کہ شاہ صاحب کی تکفیر نہ کرنا ہی صواب ہے گویا تکفیر کرنا خطا ہے اب جو پوری امت کو خطا

پرانے اجماع کا نہ صرف انکار کرے بلکہ اس اجماع کو خطا پر مانے تو وہ خود کیا ہے؟

تالہ مزید لکھتا ہے:

"لا خلاف فی مکھڑہ المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان

من اهل القبلة الموعوظ حلول عمره على اطاعات كما هي

مخرج التصويرو یعنی ضروریات اسلام میں سے کسی چیز میں اختلاف

کرنے والا بالاجماع کافر ہے اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور عمر بھر طاعات

میں بھر کرے جیسا کہ مخرج تحریر اسلام ابھی وہام میں لے لیا۔" (تمہید

ایمان ص ۱۸) مکتبہ قادیانہ ضویہ دکنویہ مارکیٹ مکھڑہ

ادبیات مائیں میں ثابت کی جا چکی ہے کہ شاہ صاحب نے بقول رضا خانیوں کے ضروریات

دینی کا انکار کیا ہے جو التزام کفر ہے اور احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ جو ضروریات دین کا انکار

کے اس کے کفر پر پوری امت کا اجماع ہے لہذا تکفیر کلامی و فقہی کی تفریق ہی شاہ صاحب

کے حلقہ بادل ہے۔

تکفیر کلامی و تکفیر فقہی کسے کہتے ہیں

آل قاریون احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف
موصول لکھتے ہیں:

"ازالۃ الاحار بحر انکسار من کتاب الذکر دیکھئے ہمارا اول باب ۱۰۰ و ۱۰۱
آباد میں چھپا اس میں صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہم اس باب میں قول متکلمین
اعتبار کرتے ہیں ان میں سے جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری
دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔"

(تمہید ایمان ص ۵۳، ۵۴)

لہٰذا احمد رضا خان نے خود "تکفیر کلامی" کی تعریف کر دی کہ تکفیر کلامی اسے کہتے ہیں کہ جس میں
ضروریات دین کا انکار کیا جائے اور اہم مآقل میں حمایت کر آئیں کہ رضا خانوں کے نزدیک
مذہب نے معاذ اللہ ضروریات دین کا انکار کیا لہٰذا شاہ صاحب متکلمین کے نزدیک بھی کافر
ہوئے معاذ اللہ اب ان کو کافر نہ کہہ کر احمد رضا خان خود کافر ہو گیا۔ ایک اور جگہ علم کلام کی کتاب کا
حوالے سے لکھتے ہیں:

"شرح فقہ اکبر میں ہے:

"فی الحوائف لا یکفر اهل القبلة الا فيما لیه انکار ما علم
مجہد بالضرورۃ و ذوالجمع علیہ کاستحلال المعصرات
یعنی "واقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہا جائے گا مگر جب
ضروریات دین یا ایمانی باتوں سے کسی بات کا انکار کریں جیسے حرام کو
حلال جانتا۔" (تمہید ایمان ص ۸۰، ۸۱)

شرح سووقف و فقہ اکبر دونوں علم کلام کی کتابیں ہیں اس بھی معلوم ہو گیا کہ متکلمین "ضروریات
دین" کا انکار کرنے پر تکفیر کرتے ہیں اور مآقل میں واضح کر دیا گیا کہ بقول احمد رضا خان کہ
صاحب نے معاذ اللہ تمام ضروریات دین کا انکار کیا۔ اس پر بھی خود کریں کہ اس حوالے میں
"اجماع امت" کا انکار کرنے والے کو بھی متکلمین کے نزدیک کافر کہا گیا ہے اور رضا خانوں کے

نزدیک شہاد صاحب کی تکفیر پر معاذ اللہ پوری امت کا اجماع ہوا ہے اور احمد رضا خان اس اجماع کے منکر ہوئے لہذا اس صورت میں بھی احمد رضا خان پر کفر کلامی لازم ہوا۔

شہید تاجت پور سلام

رضا خانو! میں پہلے کہہ چکا ہوں اولیاء اللہ امت پر قہاری ہوں اور تکفیر نے ہی تمہیں آج ذلت و رسوائی کے یہ دن دکھائے ہیں تم ایڑی چوٹی کا زور لگا لو خدا کی قسم احمد رضا خان کا فر ہے۔۔۔۔۔ کافر ہے۔۔۔ کافر ہے۔۔۔ کوئی ہائی کال لعل رضا خانی اسے مسلمان حلالی ثابت نہیں کر سکتا، تم جستی جا رہے ہو لو اپنے ہی امام کی رسوائی کا سامان کرو گے

جب مشکل میں آیا ہے سینے والا جب وہاں کا جو یہ ٹانگا تو وہ اور حرا جو وہ ٹانگا تو یہ اور حرا

مصطفیٰ رضا خان کے نزدیک تکفیر کلامی کی تعریف

”مسموعی دہلوی کے متعلق ایک شیعہ کا زال: یہاں وہاں یہ محض دھوکا دیتے ہیں کہ جب تحقیق و توہینِ شانِ رسالت کفر ہے تو مسموعی نے بھی کی ہے وجہ کیا ہے کہ مسموعی و غیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر اور اسماعیل ایہانہ ہو مگر مسلمانوں کو مستحیض ہوں یہاں غیبت، کاسحت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے ہم اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی مراد لے ہوں۔ شرح فقہائے کبار میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے شہیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاطاً اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور ظلمیانہ ہے ان کے اس بیہودہ اعتراض اور دلیل دھوکے کا جواب اتنا

کاٹی ہے کہ ایک قول پر فقہاء تکفیر فرماتے ہیں اور حاکم میں نہیں کرے۔
 ان خطباء کے اقوال بدتر از ابدال (یعنی پیر شائب سے بدتر
 اقوال ایسے ہیں جن میں نام کی بھی گنجائش نہیں بلکہ ان کیلئے یہ حکم ہے
 کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے
 (ملفوظات تحریف شدہ ص ۷۲، مکشوفہ المدینہ کراچی)

اب تک قارئین نے خوب امدادہ لگا لیا ہو گا کہ مسلمانوں کو دھوکا ہم نہیں بلکہ مصلفی رضا خان اور
 اس قبیل کے خطباء دیتے آ رہے ہیں ہم تو ان کی اس بے ہودہ تاویل اور ذلیل و حقارت کا رد ان کا
 کے مسلمات سے کر رہے ہیں۔

تجزیہ: مصلفی رضا خان کی اپنے ابا چاچا کے دفاع میں کی گئی اس جاویل سے معلوم ہوا کہ
 حاکم میں کے نزدیک اگر کسی قول میں گنجائش ہو تو تکفیر نہیں کی جاتی جبکہ فقہاء کر رہے تھے اور
 آگے شرح لفظ اکبر کا حوالہ دیا۔ اب آئے پہلے شرح لفظ اکبر کی وہ عبارت ملاحظہ فرماتے ہیں جس
 کی طرف موصوف اشارہ کر رہے ہیں۔

وقد ذكر ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان له السبع و
 تسعون احتمالا للكفر واحتمال واحد في نفيه كان الاولى
 للمقتضي والقاضي ان يعمل بالاستعمال الساقى لان الخطاء في
 ابقاء الف كافر اعمون من الخطاء في اثناء مسلم واحد.

(شرح فتاویٰ اکبر ص ۳۵، ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱)

پوری رضا خانیت سے ایک بار پھر ہمارا وہی سوال

بالکل میں شریف الحق امجدی کے حوالے سے ہم نقل کر آئے ہیں کہ احمد رضا خان نے تجھ پر اس نے
 نہیں کی کہ ان کلمات میں احمد رضا خان کو اسلامی پہلو نظر آیا۔ یہی بات اب مصلفی رضا خان نے
 کی ہے۔ اب ہم پوری دنیا کے رضا خانیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ اسلام کا وہ پہلو جو ان عبادت
 میں احمد رضا خان کو نظر آیا یہ ان کریں اور جب احمد رضا خان نے لکھ دیا کہ اگر ۹۹ کفر ہوں تو ایک
 احتمال اسلام کا ہو تو مسلمان ہی کہیں گے عبارت کو اسی اسلامی معنی پر محمول کریں گے لا مشابہ

تہذیبِ ایمان) تو اپنے اعلیٰ حضرت کی نمک حلائی کرتے ہوئے آج کے نو مولو اور اس اسلامی پہلو کو
لے کر حضرت شاہ صاحب کو مسلمان ماننے کیلئے تیار کیوں نہیں؟

رضا خانیوں کے بقول شاہ صاحب کی عبارات میں تاویل کی گنجائش نہیں
آل قارون احمد رضا خان لکھتا ہے:

اور اصناف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ نہیں (الکوہۃ الشہابیہ ص ۳۲ مطبوعہ
مراد آباد)

اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت ہے دھڑک یہ صریح سب و شتم کے لفظ لکھ
اے (ایضاً ص ۳۰)

لیجئے یہاں تو خان صاحب نے بالکل یہ تاویل ہی کی تھی فراموشی اس کلام میں بھر کھلی گستاخی اور
اشہاد ہی اور گالی کے کوئی قریب و بعید تاویل ہو ہی نہیں سکتی اس بناء پر یہ کلام صریح متعین ہوا
کہ جس کے کفر ہونے میں بقول تمہارا ہے فقہاء و متکلمین دونوں متفق ہیں۔

الاف سیدی لکھتا ہے: "ان میں تاویل کی گنجائش نہیں ملتی وہ صریح کفر ہیں (گستاخ کون میں
۱۲۳)

علفی رضا خان کا یہی رد و ناقہ کلام میں تاویل موجود ہے لیجئے جب صریح کفر ہی تاویل کی
کوئی گنجائش ہی نہیں تو متکلمین کے مذہب پر پھنکھیر لازم تھی جو نہیں کی لہذا اب بریلوی اگر احمد
رضا خان کے کفر میں کف لسان یا سکوت بھی کریں تو من شک فی کفرہ و عذابہ فقد تکفر
کے ذمے میں آجیں گے۔

صریح اور غیر مجروحہ چشتی

کلام صریح اور تاویل کی گنجائش نہیں ملتی جیسے الفاظ کے بارے میں آپ کا شیخ الحدیث کیا کہتا ہے
اوپر ملاحظہ فرمائیں:

"جہاں پر صراحۃ الکفر ہو وہ تاویل کا محل ہی نہیں ہوتا اس لئے کلام صریح
اپنے معنی و مقصود پر واضح دلالت کرنے کی وجہ سے قرینہ و دلیل کا محتاج نہیں

ہوتا اور اپنے معنی مدلول کے سوا کسی اور کا احتمال ہی نہیں رکھتا تو پھر مسلسل تاویل
یونے کا مقصد ہی کیا؟ (اصول تکفیر ص ۱۳۳)

پیر صاحب صریح کی تشریف لکھنے کے بعد تبصرہ کرتے ہیں:

”صریح کا یہ مفہوم اور التزام کفر کی مذکورہ قسموں پر بدرجہ اتم منطبق ہونے کی
بجائے پران میں سے کوئی قسم ایسی نہیں کو قابل تاویل ہو محتاج حجت و دلیل ہو یا
اپنے مفہوم و مدلول کے سوا کسی اور مفہوم کا احتمال رکھتی ہو کسی کلام کا کُل تاویل
ہونے یا نہ ہونے کے حوالے سے ظلم کلام کے علاوہ کسب قیادی میں بھی یہی حکم
لکھا ہوا موجود ہے۔“

(اصول تکفیر ص ۱۳۳)

معلوم ہوا کہ صریح کلام، تاویل میں کلام کی کوئی گنجائش نہیں، جیسے الفاظ مستعمل ہی التزام کفر کیلئے
ہوتے ہیں۔ پیر چشتی کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام میں تاویل کی گنجائش جس قدر
تاویل کا محل ہی نہیں صریح کا یہی مفہوم علم کلام ہی کا ہے اس کے علاوہ فقہاء بھی صریح سے یہی
مطلب لیتے ہیں تو اب معلوم ہو کہ شاد صاحب کی عبارتوں میں تاویل بعید یا قریب کی کوئی
گنجائش نہیں وہ بالکل صریح ہیں متکلمین ہی کے مذہب پر کہا گیا، خاص کر جبکہ احمد رضا خان کا
مذہب بقول رضا خانیوں کے تکفیر کے معاملے میں تھا اسی متکلمین کا نتیجہ یہ نکلا کہ متکلمین کے
مذہب میں بھی ان عبارتوں میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ تھی تکفیر لازم تھی جو نہ کی لہذا احمد رضا خان
اپنے ہی فتوؤں سے جہنم واصل ہوا۔

مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

”مستقصی شان سید انبیاء و عظمیٰ الصلوٰۃ والسلام میں صائب صریح ناقابل
تاویل و تویہ ہوا اور پھر بھی حکم کفر نہ ہوا اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام
ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔“ (تہذیب ایمان ص ۳۶)

علیٰ راہ سعیدی لکھتا ہے کہ متکلمین کے نزدیک کوئی تاویل ضعیف جس کی تعبیر اس نے نزدیک
میں تاویل فاسد سے کی موجود ہو تو تکفیر جس کرتے حالانکہ تاویل فاسد خود کفر ہے۔ احمد سعید کاظمی
رضا خانی لکھتا ہے:

”مسلمانان کے کلام میں تناؤ سے وجود کفر کا صرف احتمال ہو کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم تو این میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔“ (الحق الجبین ص ۲۷)

نصیر الدین سیاقوی لکھتا ہے:

”ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ صریح دلالت الفاظ جو بے ادبی و گستاخی پر دلالت کریں ان کا عمداً اور بلا جبر واکراہ یا دگاہ نبوی مسیئیں احتمال یا وجود پہ معلوم ہونے کے کہ یہ الفاظ تو این و تحقیر پر دال ہیں کفر ہے ان میں تو یہ و تاویل کا کوئی جواز نہیں اور اس میں مراد حکم نہ ہونے والا عند رقائل قبول نہیں ہے۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۲۵)

یہی جب خود مانتے ہو کہ صریح میں سرے سے تاویل کا احتمال ہی نہیں خواہ قریب ہو یا بعید تو یہ کہنا کر شاہ صاحب کی عبارت میں تاویل بعید کا احتمال ہے نرمی جہالت و منافقت نہیں۔ پھر جب ہم پہنچتے کہ اچھا چلو تاویل تھی تو کونسی تھی کونسا اسلامی معنی تھا جو ان عبارات میں تھاجس کی وجہ سے انھوں نے تحقیر نہیں کی تو وہ معنی بھی نہیں بتاتے یہ منافقت آخر کب تک؟

ہو سکا ہے کہ ظلیل ادا سعیدی صاحب اپنا غلطی رعب ڈالنے کیلئے الاموت الا حمر ہے نقل سارے ہوئے کہیں کہ صریح دو قسم پر ہے ایک صریح متعین ایک صریح متعین صراط مستقیم میں صریح متعین تو ہے مگر صریح متعین نہیں تو سعیدی صاحب نے خود یہ کہہ کر:

مصنف نے اپنے مسئلہ بیان کرنے کے بعد پھر اس مسئلہ کی توجیہ بیان کی تو خیال آں (شیخ کا خیال اگے الفاظ ہوئے جس سے صرف ہمت بسوئے شیخ کے الفاظ کی مراد اس کی اپنی زبان سے نکلے گی کہ ہمت سے یہاں خیال مراد ہے مصنف کی مراد یہاں (ہمت بسوئے شیخ) سے (شیخ کا خیال) نازک نہ بکھا اور۔۔۔ داخلی شہادت کے بعد خارجی حوالوں کی نہ ضرورت ہے اور نہ داخلی شہادت و قریب کے ہوتے ہوئے زیر بحث مقام کی مراد متعین کر سکتے ہیں۔

لہذا سعیدی نے خود اقرار کر لیا کہ شاہ صاحب کی عبارت صریح متعین ہے انہوں نے اپنے معنی مطلب جسے ہم کائنات کی وہ بدترین گالی سمجھتے ہیں جسے آج تک کسی چنڈ نے بھی نہیں کریم

کونہ دی ہوگی معاذ اللہ مخرور لائے ہیں۔ لہذا یہ عبارت صریح متعین و متعین دونوں کو شامل ہے۔ لہذا آخری جملے کا سہارا بھی گیا۔ یہاں بطور التزام ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ تم علماء و محدثین کی جن عبارتوں پر اعتراض کرتے ہو ان کے متعلق دو چیزیں تھیں کہ پہلی یہ کہ ہماری مراد یہ نہیں تھی کہ تو یہ صریح متعین والی تاویل علمائے دیوبند کی باری میں کہاں گھاس چرنے چلی جاتی ہے؟

تکفیر فقہی و کلامی کی تعریف حنیف قریشی اینڈ پارٹی کے نزدیک۔

”در اصل تکفیر و طرح کی ہے تکفیر فقہی اور تکفیر کلامی بہت ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے فقہاء کرام کفر کے لازم آنے پر قائل ہیں کہ تکفیر صادر کرتے ہوئے اس کی تکفیر کر دیتے ہیں یہ ”تکفیر فقہی“ کہلاتی ہے اور علم کلام میں لزوم پر تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ التزام پر کی جاتی ہے اس کو ”تکفیر کلامی“ کہتے ہیں اعلیٰ حضرت کا امام ابو ہاشم شاہ اسماعیل دہلوی کی تکفیر فرماتا تھا حوالے سے نہ بحث بلکہ کلامی تھا..... اس لئے کہ متکلمین کے نزدیک لزوم و التزام کا فرق کیا جاتا ہے یعنی متکلمین کے نزدیک لزوم کفر نہیں بلکہ التزام کفر ہے۔“

(گستاخ کون ص ۱۱۹)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ تکفیر فقہی لزوم کفر کو کہتے ہیں اور تکفیر کلامی التزام کفر کو کہتے ہیں اور دونوں پر سیر حاصل گفتگو ہم ماقبل میں کر چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے مسلمات کی رو سے شاہ صاحب پر لزوم کفر و التزام کفر دونوں ثابت ہے اور احمد رضا خان تکفیر نہ کر کے خود کافر ہو گیا۔

اس تعریف کی رو سے شاہ صاحب کی عبارات کفر نہیں

”حنیف قریشی اینڈ کو“ لکھتے ہیں: متکلمین کے نزدیک لزوم کفر نہیں بلکہ التزام کفر ہے۔ رضا خانی کہتے ہیں کہ احمد رضا خان کے ہاں شاہ صاحب کی عبارات میں لزوم کفر نہ تھا۔ رضا خانیوں نے تسلیم کر لیا کہ لزوم کفر متکلمین کے نزدیک کفر نہیں ہوتا اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ احمد رضا خان کا مسلک تکفیر کے بارے میں متکلمین کا تھا تو اس سب سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی عبارات میں سے کوئی بھی چیز کفر نہیں کیونکہ لزوم کفر کو متکلمین کفر نہیں کہتے۔ واد شہید واد زہد واد

ہے۔ تاہم خانیہ و بحر اسلم الحسام و تہیہ الاولاد وغیرہا میں ہے
لا یكفر بالمحتمل لان الکفر لہایة فی العظوبة فیستدعی لہایة
فی الجناية ومع الاحتمال لا لہایة
بحر الرائق و تہذیب البصار و حدیثہ عربیہ و تہیہ الاولاد و سلم الحسام وغیرہا
میں ہے
والذی تحریر الہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی
محتمل حسن

(تمہید ایمان ص ۳۳۳)

اب جب فقہاء و متکلمین دونوں ہی اس حد درجہ احتیاط پر ہیں ایک بھی کہہ رہا ہے کہ جب تک
ایک بھی احتمال ہوگا ہم تکفیر نہیں کریں گے دوسرا بھی یہی کہہ رہا ہے تو آخر ان دونوں کے درمیان
فتوئے تکفیر میں "اسولی اختلاف" کس بنیاد پر ہوا؟ احمد رضا خان نے یہ جتنی کتب پیش کی ہیں یہ
فقہاء کی ہیں یا متکلمین کی؟ پس یہ عبارات جن سے بوضاحت یہ ثابت ہو گیا کہ فقہاء و علیم اہل
دینی فرماتے ہیں جو متکلمین فرماتے ہیں۔ پھر بقول تمہارے اختلاف کیا ہے؟ مسلمان کے کام
میں جب ادنیٰ سے ادنیٰ اور ضعیف سے ضعیف احتمال بھی فقہاء کے نزدیک حکم کفر کی اجازت نہیں
دیتا تو اس کے بعد احتیاط کا کون سا مرتبہ ہے جس کو خان صاحب اور ان کے اتباع متکلمین کی
طرف منسوب کرتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان ان حوالوں کے بعد لکھتا ہے:

"محققین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے
اکیس پہلوؤں میں میں کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تسہل
علماء کے سبب اس کا حکم اسی پہلو پر حمل کریں گے۔"

(تمہید ایمان ص ۳۶)

لہٰذا جس احتیاط و تسہل علم کو متکلمین کا طرہ امتیاز کہا جا رہا تھا وہی احتیاط فقہاء کے ہاں بھی ہے۔
تو اب بتاؤ تمہاری انہی عبارتوں کے بعد ان دونوں کے مسلک و مذہب میں آخر فرق کیا ہوا؟

احمالِ جعید و ضعیف کا اعتبار تو فقہاء بھی کرتے ہیں
مہلک درمیانِ حسین رضا خانی لکھتا ہے:

”ہر چند کے بجائے خود یہ مسئلہ نہایت صحیح و مسلم اور درمیانِ عثمانی و دور
غزوہ وغیرہ کتب معتبرہ میں مصریح ہے کہ حتی الامکان مسلمان پر حکم کفر نہ
کیا جائے یہاں تک کہ کفر کفر کے وجوہ اگر متعدد ہوں اور عدم تکفیر کی
صرف ایک ہی وجہ اور وہ بھی روایت ضعیف تب بھی مثنیٰ کو اس وجہ کی
بنیاد پر عدم تکفیر کرنا چاہئے لیکن یہ اس وقت ہے کہ قاتل کا کلام کفر اور
عدم کفر میں قتل ہو اور مدلول کفر میں مصریح اور قتل نہ ہو اس وجہ سے کہ
قتل مصریح میں تاویل کی گنجائش نہیں

کما فی الشفاء القاتل فی صراح لا یقبل مصریح میں تاویل غیر
مقبول ہے

و نسیم الریاض ولا یصلحت لہذا و یعتد بانا مصریح الفاظ میں
کسی طرح کی تاویل غیر مقبول ہے

و شرح الشفاء للعلامة القاری جو مر جود عند قواعدا الشریعة
قانون شرع کے اعتبار سے مصریح لفظ میں تاویل سرور ہے۔“

(آزادی مصلو یہ میں ۶۴۵ برکاتی جلی شراذکر اہل)

نوٹی جب ”احمالِ ضعیف و جعید“ جس کو ہم متکلمین کے ذمہ لگا کر احمد رضا خان کو بچانا چاہتے ہو
ان کا اعتبار فقہاء بھی کرتے ہیں لہذا اب تکفیر خواہ فقہاء کے مذہب پر ہو یا متکلمین کے مذہب
بہر صورت احمد رضا پر لازم تھی جو نہ کی۔ نیز آگے لیکن استدراک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سب
احمالِ ضعیف بعد مصریح متبیین متبیین یہ سارے و متکو ملے اس وقت کا رآمد ہوں گے جب ”مصریح
نہو جب مصریح ہو تو سرے سے تاویل کی کوئی صورت ہی نہیں اور شاہ صاحب کی عبارت میں تم
لکھا ہے کہ لہذا یہ ساری تاویلات سوائے دھوکہ دہی کے اور کچھ نہیں۔“

احمد رضا خان بریلوی کا مذہب تکفیر کے بارے میں فقہاء ہی کا تھا
مواوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے

"بعد ما حقق ان صاحب البدعة المكفرة اعنى به كسل مدع
للاسلام متكر لشيء من ضروريات الدين كما طرأ اليقين وليس
الصلوة والخمس وعلمه والمبا كحرف الذبيحة والمجاسة
والمكالمات وسائر المعاملات حكمه حكم المرتدين
كما نص عليه في كتب المذهب كالهدياء والغرر وملتقى
الابحر والدر المختار ومجمع الانهر وشرح النقاية
للبر جندی والقنای الظهير بقول الطريقة المحمدية
والحديقة الندية وفتاوى الهندية وغيرها عن تساو ضرر حنا
فتاوى

اولا تحقيق كى ك بدعت كفرية والا يعنى برده شخص ك دعوى اسلام ك
سأتح ضروريات دين مى س كسى حيز ك كفر هو يقينا كفر ه اس ك
چيچي نماز پڑھنے اور اس ك جنازے كى نماز پڑھنے اور اس ك شادی
بیاہ اور اس ك باتح كا ذبح كھانے اور اس ك پاس بیٹھنے اور اس ك
بات چیت كرنے اور تمام معاملات مى اس كا حكم بغير دلى ه ه
مرتد دلى كا حكم ه چو ك ك كتب مذہب مثل هادى وغرر وملتقى الانهر ودر
فتاوى رحمۃ اللہ شرح فتاوى بر جندی وفتاوى تكثيرية وطريقه محمدية وحدیقه
مدیه وفتاوى عالمگیری وغيره متون وشرح وفتاوى مى تصرنا ه

(درام الحرمین ص ۱۵۵)

مزید لکھتا ه

وبالجملة هو لاء الطوائف كلهم كفار مرتدون خارجون عن
الاسلام باجماع المسلمين وقد قال طى البرازية والدر
والغرر وفتاوى التغيرية ومجمع الابر والدر المختار و

غیر خاص معتمدات الاسفار فی مثل هؤلاء الکفار من شک
فی کفرہ و عذابہ فقد کفر و قال فی الشفاء الشریف و تکفر من
لم یکفر من دان بغير حلة الاسلام من العمل و وقف فیہم او
شک و قال فی البحر الرائق و غیرہ من حسن کلام اہل
الایہ او قال معتزلی او کلام لم معنی صحیح ان کان ذالک
کفر من القائل کفر المحسن و قال الامام ابن حجر فی
الاعلام فی فصل الکفر المتق علیہ من الثمنا الا اعلام من تلفظ
بلفظ الکفر بکفر و کل من استحسنہ او رضی بہ بکفر

خلاصہ کلام یہ کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہا جماع امت
اسلام سے خارج ہیں اور بے شک بڑا زیادہ روز و غرور و فداوی خیر
اور حجج الاخر اور درمختار و غیرہ معتقد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق
میں فرمایا کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے اور
شفاء شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس
نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں
توقف کیا یا شک لائے اور ہر دائی و غیرہ میں فرمایا جو بدوینوں کی
بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح
معنی ہیں اگر وہ کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا
ہے یہ بھی کافر ہو جائے گا اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس
فصل میں جس میں وہ باتیں گناہی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے
آئمہ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس
کی بات کو اچھا جائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے

(حسام الحرمین ص ۹۰)

مولانا مفتی رضا خان بریلوی کہتا ہے کہ میرے ابا احمد رضا خان نے حسام الحرمین حنفیین کے
مذہب پر اور لکھنؤ کے اشہاب یہ فقہاء کے مذہب پر لکھی ہے (الموت الاحمر)۔ اب سوال یہ ہے کہ
امام رضا خان نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگانے کیلئے جتنی کتابوں کے حوالے نقل کئے یہ سب

فتویٰ کی کتابیں ہیں یا علم کلام کی؟ یقیناً فتویٰ کی ہیں اگر ان فقہاء کا فتویٰ و مسلک حسام الحرمین میں نقل کیا جائے تو یہ فقہاء اور ان کی کتابیں نہ جانے کون سے معتبر مندرجہ منکر سے منکرین کی بن جاتی ہیں اور جب انہی فقہاء کے حوالے اٹکوکہ اشہاء یہ میں نقل ہوتے ہیں وہ وہاں تکفیر اعتیاد کے خلاف اور باقی ہے اور یہ حسام الحرمین والے منکرین وہاں فقیہ بن جاتے ہیں۔ کیا گورکھ دھنداسے؟ جمہور کی بھی حد ہوتی ہے یہ کہتا کہ حسام الحرمین منکرین کے مذہب پر لکھی گئی تھی اور اٹکوکہ اشہاء یہ فقہاء کے مذہب پر باطل محض ہے دونوں کتابیں فقہاء کے مذہب پر ہی لکھی گئی ہیں اور احمد رضا خان کا مسلک بھی تکفیر کے معاملے میں فقہاء ہی کا تھا۔

فضل حق خیر آبادی نے تکفیر کلامی کی تھی

فضل حق خیر آبادی نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جرنوی، یادگاروں ہے:

”اس عیبوہ کلام کا کمال اثر اسے شریعت کا فروغ دینا ہے اور ہر مکرر مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل و تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ تردید دلائل یا اس اختلاف کو معمولی جانے کا فریے دین اور نامسلمان و کفر ہے۔“ (تحقیق الفتویٰ ص ۷۳)

رضا خانی حضرات نے اپنی کتابوں میں یہ بھی جمہور بولا کہ فضل حق نے تکفیر فقہی کی تھی اس لئے احمد رضا خان اس کی زد میں نہیں آتا کہ یہ تکفیر فقہی نہیں بلکہ رضا خانی اصول کے مطابق کلام ہے اس لئے کہ حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کیلئے یہی فتویٰ ہے:

من شک فی تکفیر ہو عذابہ فقد کفر

اور یہی فتویٰ فضل حق اینڈ پارٹی نے شاہ صاحب کے متعلق دیوالب شاہ صاحب کی تکفیر میں کف لسان سکوت توقف کرنے والا اور انہیں مسلمان جاننے والا بھی فضل حق خیر آبادی کے فتوے کی را سے مرتد ازیم جنہی ہے۔ ہم نے ماقبل میں بھی یہی کہا تھا کہ چلوئی الحال کیلئے اس بحث کو ایک طرف رکھ لو کہ احمد رضا خان نے تکفیر کیوں نہیں کی استقامت مان لو کہ فضل حق اینڈ پارٹی کی رائے احمد رضا خان کا زیم ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔ فضل حق اینڈ پارٹی نے تکفیر کلامی کی تھی اس

دیکھ کر انہی کے گھر سے ملا حظہ ہو۔
ایسا حق تبارکی بجا دینی لکھتا ہے:

”دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر کا لکھا وہ بھی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کو اصطلاح میں ”تکفیر کھائی“ کہتے ہیں۔ ”تکفیر کھائی“ اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک تامل کفر کا التزام نہ کر لے، اور احتمال فی الکلام، احتمال فی المنکرم، اور احتمال فی المنکرم وغیرہ دفع نہ ہو جائیں، اور تامل کے کلام میں تامل قریب یا تامل بعید کسی قسم کی تامل کا احتمال باقی نہ رہے، اس کے برخلاف ”تکفیر فتنی“ کے لئے محض کفر کا التزام کافی ہوتا ہے، آپ تحقیق الفتویٰ والے حکم کفر کو خود سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ تکفیر فتنی نہیں بلکہ تکفیر کھائی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر شعوری یا خود پر تکفیر کھائی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد جاری کیا ہے۔“

(خیر آبادیات، ص ۱۳، مکتب اعلیٰ حضرت لاہور)

انہی کی ساری تاویلات کی بھاری کوا سید الحق نے آگ لگا دی، تمہود رضا خانی اور الطاف مبین سومرہ فتنی انھیں کھول کر دیکھو لعل حق خیر آبادی کے فتوے میں ”احتمال فی المنکرم“ بھی لکھا تھا۔

سبک کر بھلا دے لعل دل زلف پریشان کو
پس جاتی ہے یہ عشاق سے کانی بلا ہو کر
فعل اللہ چشتی صابری رضا خانی کا بھوت
یہ رضا خانی اسی صراط مستقیم کی عبارت کے متعلق لکھتا ہے:

اہم فعل حق خیر آبادی چشتی۔۔۔ متوفی ۱۲۷۷ھ نے تحقیق الفتویٰ فی بیان الطغویٰ (مطبوعہ جامع اسلامی، مبارک پور، یوپی) اس عبارت کی بیانیہ پر سترہ ۷۱ دیگر مائے کرام کے ساتھ دسمائیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ (تحریرات، ص ۱۳۱، مکتبہ غوثیہ گراپا)

معلوم ہوا کہ وہ وہ کلامی تکفیر اسی صراحۃ مستقیم کی عبارت کے متعلق تھی، لیکن یاد رہے کہ یہ فعل اللہ صابری کا وہ بدترین جھوٹ ہے جس کا ثبوت سارے چٹنوں منوں رضا خانی مسر کر دیا اور دلیا ہو جائیں تب بھی نہیں دے سکتے دوسروں کو جھوٹا کہنے والے سعیدی رضا خانی کذاب کے سب دوست بھی سعیدی ہی کی طرح کذاب ہے اب یا تو سعیدی اس جھوٹ کا ثبوت اسے دے یا اپنے دوست کو ہماری طرف سے یہ بد یہ بھیجے

لعنة الله على الكاذبين

فضل اللہ جنتی لکھتا ہے:

”اس کتاب میں موجود تحریقات کی تلاش و جستجو میں محترم ظلیل احمد راجہ سعیدی کا بے حد ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے اس کام میں میری بڑی مدد و رہنمائی کی“ (تحریقات ص ۴)

قاضی فضل احمد رضا خانی نے تو یہاں تک کہا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر عرب و عجم کی طرف سے اس کی کتاب اور اس پر کفر کے فتوے دئے جا چکے ہیں (مخلصانہ اوراق کذاب صدقات جدید ایڈیشن ص ۱۹۶)

سوال یہ ہے کہ بقول رضا خانیوں کے علماء عرب و عجم اگر علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے دیں تو تکفیر کلامی ہو جاتی ہے تو اسی علماء عرب و عجم نے شاہ صاحب پر فتویٰ دیا وہ کلامی کیوں نہ ہوا؟

خلاصہ بحث

پس اب تم ان میں لزوم کفر مانو یا التزام کفر، صریح مانو یا محتمل، صریح متعین مانو یا متعین احتمال بعید مانو یا قریب، کفر لفظی مانو یا کلامی بہر صورت احمد رضا خاں ان تمام کی زد میں اور تم نے اب تک جتنی تاویلیں کی ان سب نے احمد رضا خاں کے جہنمی مرتد ولد الحرام ہونے پر رجسٹری کر دیا۔ اب جو ان سب کے بعد بھی احمد رضا خاں کو مسلمان مانے تو وہ خود کافر مرتد ہے اس کا نکاح انسان تو کیا کسی جانور سے بھی نہیں ہو سکتا ان کا نکاح آپس میں نکاح نہیں رہتا خالص ہے اور لاوار ولد الحرام ہے (یہ تمام فتوے رضا خاں نے علمائے دیوبند پر لگائے تھے مگر الحمد للہ ان اولیا ماشاء تو کچھ نہ بگڑا اپنا اور اپنے ماننے والوں کا ہی منہ کالا کر کے ان تمام فتووں کی زد میں خود آ گیا)

تاریخات کرنے والے رضا خانی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

”الترام کفر میں جتنا ہونے والوں کو اپنا خویش و استاد، پیر اور رہنما سمجھ کر انہیں پر جاہلی کرنے سے کترانے، توقف کرنے یا صحیفہ کائنات پر ثبت ہونے والے اس حکم سے انہیں بچانے کیلئے بے محل تاویلات تلاش کرے ورنہ اس میں اور اہل کتاب کے علماء و مہودہ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔“ (اصول تکفیر ص ۱۳۳)

”جب کفر سے کم درجہ گناہوں کا یہ عالم ہے تو پھر الترام کفر کرنے والوں کا ساتھ دینے ان کیلئے جو از تلاش کرنے اور ان سے صرف نظر کرنے والوں کا کیا ہی حشر ہوگا جبکہ اسلامی احکام اس حوالہ سے یہ ہیں کہ الترام کفر کرنے والوں کے کفر میں اور ان کے مستحق عذاب ہونے میں توقف اور شک کرنے والا بھی کافر اور مرتد قرار پا تا ہے جسے جملہ فقہاء کرام نے یک آواز کہا کہ من شک فی کفر و عذاب فقد کفر جس کا مفہوم یہ ہے کہ الترام کفر کرنے والوں کے دس کروارہ عمل پر مطابقت ہونے اور اسے سمجھنے کے بعد اس کے کفر میں اور اس کے مستحق عذاب ہونے میں شک کرے گا وہ بھی بالیقین کافر ہوگا۔“

(اصول تکفیر ص ۱۳۰)

نفل حق خیر آبادی اینڈ پارٹی پیر محمد چشتی کے فتوے کی زد میں

”مذہبانہ کہتے ہیں کہ نفل حق خیر آبادی نے ”تکفیر قلمی“ کی تھی اور ”لزام تکفیر“ پر تکفیر کی تھی اب لزام تکفیر پر تکفیر کرنے والوں کے بارے میں پیر محمد چشتی کیا کہتا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”لزام کفر کے مرکب کو کافر کہنا جائز و عظیم ہے۔“ (ملخصاً اصول تکفیر ص ۲۳۹)

(اعتراض نمبر ۲۰): نماز میں حضور ﷺ کا خیال بیل گدھے کے خیال سے کئی درجہ بدتر ہے۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے دعویٰ پرانی کھیر پٹنی ہے کہ صراطِ مستقیم میں ایسا دایا لکھا ہے ہم اس اعتراض کا قدرے تفصیل کے ساتھ جواب آپ کے سامنے رکھیں گے۔ ملاحظہ ہو:

صراطِ مستقیم کی اصل فارسی عبارت

از دوسرے تا خیالِ جماعت روزِ جدِ خود بہتر است و صرف بہت
بہترے شیخ و امثالِ آن معظمین کو جناب رسالت مآب ﷺ باشند
بچہ میں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گناہِ خود است کہ خیالِ
آن با تعلیم و ایالات بسوید اے دل انسان کی چسپید بخلاف گاؤ فر
کہت آن قدر چسپید گی کی بود بلکہ مہاں و محترمی بود و ایں تعظیم و
اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک کی کشید بالکلہ منظور
بیان تفاوت و سادس است (صراطِ مستقیم، ص ۲۸۶)

ترجمہ: اذتا کے دوسرے اپنی نبی کی جماعت کا خیال بہتر ہے
اور شیخ اور اس کی مثل قابلِ تعظیم ہستیاں خواہ جناب رسالت مآب
ﷺ ہوں کی جانب ہمت کا ثل نہ کرنا اپنے سبیل اور گدھے کی
صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے کیونکہ شیخ اور قابلِ
تعظیم ہستیوں کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی
گہرائیوں میں جا چپکتا ہے بخلاف گائے اور گدھے کے خیال کے
کہ اسے اس قدر چسپید گی نہیں ہوتی اور نہ تعظیم بلکہ تحسیر اور کم
حیثیت ہوتا ہے اور یہ تعظیم اور بزرگی جو تہذیب میں مقصود و اور ملحوظ
ہوئی ہے شرک کی طرف لے جاتی ہے بالکلہ اس جگہ مقصود و سادس
کے فرق کا بیان ہے۔

فائدہ: صراطِ مستقیم تصوف کی کتاب ہے لہذا اس میں موجود اصطلاحات و الفاظ کا

مطلب بھی وہی لیا جائے گا جو تصوف میں رائج ہے اگرچہ اس کے لغوی یا کسی اور فن میں اس کا معنی معطوع کچھ اور ہیں ہو مثلاً "قبض" کا معنی تصوف کے فن میں کچھ اور ہے اور فن طلب میں کچھ اور ہے، اور مفرد کا معنی نحو میں کچھ اور ہے اور منطق میں کچھ اور ہے۔ دیکھیں ایک لغوی سے آپ کلمہ کی تعریف اور معنی پوچھیں تو وہ کہے گا لفظ وضع لسانی مفرد مگر بھی عبارت آپ ہادی صاحب کے سامنے پڑھیں تو اس کے جواب میں سرزنش کرے گا۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی مصنف اپنی کتاب میں بعض اپنی اصطلاحات ذکر کر دیتا ہے جس کا اس کی نظر میں ایک مخصوص مفہوم و مطلب ہوتا ہے لہذا اس صورت میں اس اصطلاح کی وضاحت اور توضیح اسے سے لی جائے گی۔

عبارت کی وضاحت: صراطِ مستقیم کی اس عبارت میں جس لفظ پر رضا خانیوں کو اعتراض ہے وہ "خیال" نہیں بلکہ "صرف ہمت" کا لفظ ہے اور ہمت تصوف کی ایک نامی اصطلاح ہے۔ اس لئے اس کی توضیح و تشریح بھی فن تصوف کے اعتبار سے کی جائے گی۔ اب صرف ہمت کی تعریف قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ یوں کرتے ہیں:

"لھی اللغة القصد الی وجود الشیء اولاً وجودہ اعم
من ان یکون الی شریف و خسیس و عصی فی العروب
بجایزۃ المراتب العلیۃ وقد تنطلق عقلی الحالۃ الی
تغضی ذالک القصد او الحجازۃ

فلت میں کسی شے کے وجود کی طرف اولاً قصد کرنا عام ہے کہ اس
شے کا وجود عزت والا ہو یا گھٹیا اور طرف میں خاص کیا جاتا ہے
بلکہ مرتبوں کے حاصل اور جمع کرنے کیلئے اور کبھی بولا جاتا ہے
ایسا حالت پر جو حاضر کرتی ہے اس قصد اور حاصل کرنے کا۔

معلوم ہوا کہ ہمت کے عمل میں دو چیزیں ہوتی ہیں "قصد" یعنی ارادہ منشاء
نکھلا اور "استداد" یعنی کوئی قائد و حاصل کرنا۔ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اس
"قصد" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دوامِ حضور والوں کی قوت و اہمیت میں اس کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی خاص کام کے وقوع پر یا کسی فائدے کی بات کے حصول پر ضرور رساں امر کے ازالے پر اپنی قوت و اہمیت کی توجہ کو مخرج کر دیں یا کسی کے دل میں اپنی محبت لانا چاہیں تو جیسا وہ چاہتے ہیں وہی واقع ہو جاتا ہے اسی کا اصطلاحی نام ”ہمت“ ہے۔ (عبقات، ص ۳۲۸)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”خاص کیفیات محمودہ کا دوسرے فنس پر افادہ کیا جاوے جس سے اس میں آثارِ خاصہ پیدا ہو جاویں اور یہ آثار احسنِ راض و مقاصد کے اختلاف کی بناء پر مختلف انواع والوں کے ہوتے ہیں اور اسی تائید کو اہل تصوف کی اصطلاح میں تصرف توجہ اور ہمت اور جمع خواطر کہتے ہیں۔“

(امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۲۲۸)

غرض:

- (۱) ہمت ایک خاص عمل کا نام ہے مطلق توجہ کرنا خیال آنا یا خیال لانے کا نام نہیں۔
- (۲) ہمت کا یہ نقل دو غرضوں سے ہوتا ہے افادہ کیلئے استفادہ کیلئے۔ جب بڑا کسی چھوٹے پر خاص کیفیت کا عکس ڈالتا ہے تو یہ افادہ کی صورت ہے اور جب چھوٹا بڑے پر ہوتا ہے تو استفادہ کہلائے گا۔

اب صراطِ مستقیم کی عبارت پر دوبارہ غور فرمائیں:

”ہمت کا عمل کرنا شیخ یا اس کی مثل قابلِ تعظیم ہستیوں کی جانب خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں“

اب اس عبارت میں ”ہمت“ کا معنی فائدہ پہنچانا کرنا (افادہ) جو بڑا چھوٹے کی طرف کرتا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگر میری اپنی کیفیات کا عکس اپنے شیخ پر ڈالے یعنی ایسا مرید شیخ کا بے ادب کہلائے گا اور کوئی ایسی اگر محاذِ اللہ حضور ﷺ کی طرف ایسا عمل کرے تو

جہاں ان کی کھلائے گا۔ عمر بھی کام کئے گئے تھے تھکن پر کر کے تو نہ بے ادب نہ بے ایمان
 یہ کیا ادنیٰ صورت بری ہے یا دوسری؟

اگر استناد کا معنی مراد لیا جائے جس میں مرید شیخ سے فوائد حاصل کرتا ہے اور
اپنے تمام تر توجہ شیخ کی ذات پر مرکوز کر دے گا تو یہ جیسا ہوگا جب شیخ کی تعظیم اور وہ
میں حضور کے درجے میں تعظیم ہو تو نماز کے ائمہ ایسا عمل شرک ہوگا کیونکہ نماز میں مقصودی
تعظیم اہل کتب ہے نہ کہ مخلوق کیلئے۔ حضرت سید احمد شہید بمطابق تعظیم کو برا نہیں کہہ رہے ہیں
کہ ان کے الفاظ یہ ہیں :

۱۱- تعلیم و اجال غیر در نماز ملحوظ و مقصود می شود بشرک کشد

اپنے خیر اللہ کی ایسی تعظیم جو نماز میں اللہ کیلئے مقصود و مطلوب تھی، وہ شرک ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: بخاری میں اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ: انا علیہ السلام کے سامنے ہر صیغہ کی عبادت کا ہوں گا، ذکر ہوا جس میں قصائد، قصیدے، قوافی، قائلہ السلام نے فرمایا:

إِنَّكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بِنِوَالِ عَلِيٍّ فَهُوَ مَسْجُودٌ

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْبِرِّ هُمْ أَقْرَبُ إِلَى الْبِرِّ وَأَقْرَبُ إِلَى تَذَكُّرِ الْيَوْمِ

ہانگ ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور
ان مسجد میں اس کی تصاویر بناتے پس وہ لوگ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن نکلوا گئے۔
معاذ جبریل لوگ ہوں گے۔

مفتاویٰ دارچوب قطبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں :

أظهر أن الصلوة في المقبرة و إلى القبور انما نهى عنه مد الذريعة
 لشرك كان أصل الشرك و عبادة الأوثان كانت من تعظيم القبور وقد
 ذكر البخاري في صحيحه في تفسير سورة نوح عن ابن عباس رضي الله
 عنهما معنى ذلك و أنه ذكره فيها بعد أن شاء الله

(فتح الباری لابن رجب ج ۳ ص ۱۹۹)

اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ قبرستان کی طرف نماز پڑھنا شرک کے

ذریعے سے روکنے کیلئے منع کیا گیا ہے کیونکہ شرک اور بتوں کی عبادت کی بنیاد تفسیر الہامی
تعظیم ہے اور امام بخاری نے اپنی تصحیح میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے سورہ نورا کی
تفسیر میں اس معنی کو ذکر کیا ہے اور ہم معتزب اس کو ذکر کریں گے انشاء اللہ۔

الزامی حوالہ جات :

حوالہ نمبر ۱: یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ رویت فاسد نہ ہوں۔ یعنی نماز
سے تعظیم قبر کا ارادہ بجائے کعبہ میں نماز میں استقبال قبر کا قصد ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ
معاذ اللہ بیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرمان
آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی مٹا خدا ترس کعبہ معظمہ کے
سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا لہذا
تعظیم کعبہ کیلئے پڑھتا ہے ایسی نماز بے شک حرام ہے اور بیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اہتمام
مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا ثبوت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۳۳۰، کلیات مکتب رضاء، ج ۱، ص ۱۵۲، ۱۵۱)
اس میں خان صاحب نے قبر کی طرف نیت کرنے کو نیت فاسد و حرام کہا اگر کوئی اعتراض
کے کہ اس میں قبر کا ذکر ہے صاحب قبر کا تو نہیں تو قبر کی تعظیم صاحب قبر ہی کی وجہ سے
ہوتی ہے چنانچہ ایک ہی زمین ہے ایک ہی مٹی کا ڈھیر ہے مگر کافر کی قبر سے استفادہ کرنے
ہوئے گزرتے ہیں اور اللہ والے کی قبر کے پاس کھڑے ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ قبر کی تعظیم
صاحب قبر کی وجہ سے ہے اب گویا یہ کہنا کہ نماز میں قبر کی تعظیم کی نیت، نیت فاسد ہے۔
بتانا مقصود ہے کہ نماز میں محترم و متشخص شخصیت خواہ رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہو کی تعظیم
کی نیت کرنا نیت فاسد و حرام ہے اب ہے جرات خان صاحب پر فتویٰ لگانے کا؟

دوسرا حوالہ: بریلوی شیخ الحدیث مولانا اشرف سیالوی سرمد دہلوی لکھتے ہیں:

اما من اتخذ مسجد اہی جو اصالح فی مقبرہ و قصد بہ الاستظہار بوجہ
او وصول اثر ما من آثار عبادہ الیہ لا التعظیم لہ التوجہ نحوہ فلا حرج علیہ

(گلستانِ توحید و رسالت، ج ۱، ص ۲۸۱)
 یالوی صاحب تو صاف لکھ رہے ہیں کہ نماز میں کسی بزرگ ہستی کی قبر یا اس کی آٹھار کی طرح
 تعلیم کی نیت کرنا یا تعظیم سے توجہ کرنا بھی شرک ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر لکھتے
 ہیں:

”صور سے منع کر دیا جاتا ہے کہ حضور کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے اور نماز کے اندر سرکار کی
 طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ اس میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوگی اللہ تعالیٰ کی توحید میں خلل آنے کا
 ڈر ہے کہ بنا کافی تھا مسئلہ سمجھانے کیلئے یہ الفاظ موجود تھے۔“

(مناظرِ حج، ص ۱۰۹)

یہی اشرف مرگودھوی تو کہتا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال ہی نہ آنے دیا جائے نماز میں نبی
 کریم ﷺ کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ایسا کرنے پر تعظیم مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوگی اور شی کریم
 ﷺ کی تعظیم توحید باری تعالیٰ کے معافی ہے یا درہے کہ سیالوی نے ”ہی“ کا لفظ استعمال کیا اور
 اس کے بجائے فیصلہ الدین سیالوی کے نزدیک اردو میں ”ہی“ کا لفظ ”حضرت“ کیلئے آتا ہے۔

(مبارکات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جلد اول، ص ۲۰۶)

نیرا حوالہ: مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

”امام جنس حیاض مالکی شافعی شرح مسلم شریف پھر علامہ طبری شافعی شرح مشکوٰۃ شریف پھر
 علامہ اعلیٰ قاری حنفی مرقاة المفاتیح میں مستحرماتے ہیں کثالت الیہود والنصارى
 یسجدون یقبور انیہا لہم ویجعلونہا قبلۃ ویتوجہون فی الصلوۃ نحوہا
 فقد اخذوا ما اؤثنا فلذلک لعنہم و منع المسلمین عن مثل ذالک امام
 من ائمتنا مسجد اہل جوار صالح و صلی فی مقبرۃ و قصد الاستظلال
 بوجہ دار و صول الرماح اثر عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلا
 حرج علیہ الا تری ان موقد اسمعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند
 العظیم لہم ان ذالک المسجد افضل مکان یتجوزی المصلی لصلواتہ (یسجدون)

و انصاری اپنے انبیاء کو سجدہ کرتے تھے انہیں اپنا قبلہ بنا لیتے تھے اور نماز میں انہیں ان کی طرف منہ کرتے تھے اس طرح انہوں نے قبروں کو بت بنا لیا تھا اس لئے آپ نے ان کا لعنت بھیجی اور مسلمانوں کو ایسے کاموں سے منع کیا رہا وہ آدمی جو کسی صالح کی قبر کے پاس مسجد بنائے یا مقبرے میں نماز پڑھے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس صالح انسان کی مدد سے تقویت حاصل کرے یا اس کے عبادت کے اثرات میں سے کچھ اثر اس تک پہنچ جائے اور قبر کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان تمام مقامات سے افضل ہے جنہیں کوئی نمازی نماز پڑھنے کیلئے تلاش کرے۔

علامہ ظاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

لعن الله اليهود والنصارى اتحدوا قبور انبيائهم مساجد كما نوا يجعلوا لها قبلة يسجدون اليها في الصلوة كالوثان واما من اتحد بمسجد ابي حنبل صالح او حنبل في مقبرة قاصدا به الاستظهار بروحه او صلوات الرماض اثر عبادته اليه لا للتعظيم له والنسبة نحوه فلا حرج فيه الا يصرى ان مرقه اسمعيل في الحجر في المسجد الحرام والصلوة فيه الفضل۔

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا یعنی ان کو قبلہ بنا لیا اور نماز میں انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے رو برو ہاں اگر کچھ نیک انسان کے بچے اس میں کوئی شخص مسجد بنائے ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ اس نیک انسان کی روح سے تقویت حاصل کرے یا اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک پہنچ جائے یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس کا تعظیم کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں کیا معلوم نہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔

قاضی ناصر الدین البیضاوی شافعی پھر امام محمد خطیب قسطلانی شافعی اور شاد الداری شریعہ نگار بخاری میں فرماتے ہیں:

عن التوجه الى مسجد الى جوار صالح و قصد الشرك بقرب منه لا التعظيم
والالتوجه اليه لئلا يبدخل في التوجه الى المذکور۔

جو شخص کسی نیک انسان کے پڑا اس میں مسجد بنائے اور مقصد یہ ہو کہ اس کے قریب سے
برکت حاصل کرے اس کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص حدیث
مذکورہ پر (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہوگا۔

امام علامہ تورجینی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث ائمہ و اقرباء انہم مساجد فرماتے
ہیں:

مخرج علی وجہین احدهما انہم كانوا يسجدون لقيور الانبياء تعظيما
لهم قصد للعبادة في ذلك وتانيهما انهم كانوا يتحرون الصلوة في
منازل الانبياء والتوجه الي قبورهم في حالة الصلوة وكلا الطريقين غير
مروية

(زیر اس کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ قیور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد
عبادت مسجد کیا کرتے تھے دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے کی خصوصیت
کاشت کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ
ہیں۔)

(نہادی رضویہ قدیم، ج ۲، ص ۳۷۶، ۳۷۷، طبع جدید، ج ۵، ص ۵۱، ۵۲، ۵۳)
ظاہر! حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تو نماز میں اس تعظیم سے منع کر رہے ہیں جو مقصود
کے اور جہی ہو اور یہ اکابر نماز میں مطلقاً انبیاء علیہم السلام کی طرف تو جدو تعظیم کو شرک اور
لعنہ کا مستوجب کہہ رہے ہیں کیا یہ سب بھی وہابی ہیں؟

جواب حوالہ: مولانا تقی علی خان جو کہ خان صاحب کے والد ہیں لکھتے ہیں:
ظاہر! دل کو اس کی طرف سے پھیرنا اور غیر کی طرف دیکھنا حقیقت نماز کو باطل کر دیتا
ہے۔۔۔ جو شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو اور بادشاہ کمال عتایت سے اپنی اہم کھائی
کے طرف فرمائیے اور وہ زمین اس حالت میں کہ بادشاہ سے ہاتھیں کرتا ہے اور حضرت

بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہیں ایک کٹاس کی طرف دیکھنے لگے یا اس سے کوئی چیز مانگے۔
مرد و بارگاہ ہے۔

(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۲۰)

ایک اور مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

معنی اللہ اکبر کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ بہت بڑا ہے اگر ان معنی کو نہیں جانتا جاہل اور جو جانتا ہے اور اس کا دل خدا کے حضور میں دوسرے کی یا اپنی بڑائی اور بزرگی کی طرف مائل ہے وہ چیز اس کے نزدیک خدا سے بزرگ تر ہے اور حقیقت معبود اس نامراد کا وہی ہے جس کی طرف متوجہ ہے۔ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۲۳)

وہ بزرگ بڑا ہے اس کی طرف خیال بھی اس کی بزرگی و بڑائی اور تعظیم ہی کی وجہ سے جائے کارضا خانی مذہب میں بڑا اور بزرگ سے مراد انبیاء و اولیاء ہوتے ہیں جیسا کہ گفتار ایمان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں تو گو یا نقی علی خان کی عبارت کا مقصد یہ ہوا کہ نماز میں انبیاء و اولیاء کی طرف خیال جانا شرک ہے ایسا کرنے والا گو یا ان کو پادشاہ سمجھ رہا ہے سعاذ اللہ۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ہم اور حضرت ﷺ باتیں کرتے جب خدا کا وقت آتا یہ حال ہو جاتا گو یا آپ ہمیں اور ہم انہیں نہیں پہچانتے۔ (جو ابراہیم بیان، ص ۴۴)

صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب ایک اور انداز میں

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ رسوائے زمانہ لوگوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان میں سب سے بڑا الزام اور سب سے نمایاں یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے کہ:

"خدا رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے جاؤ غلط، پائے غلط ہے۔
کسی قاضی عظمیٰ کے تصور اور اس کے ساتھ دانا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے۔
اپنے نفل یا گدھے کے تصور میں ہر تن و دہ جاتے سے بدرجہا بدتر ہے"

احمد رضا خان نے صاحب قارونی کے بعض مریدین اور پیر و کارہانی کتابوں میں لکھتے ہیں اور

ابہ انہما جا کر چلتے ہیں کہ اسمعیل نے لکھا ہے کہ نماز میں نیکی کا خیال آجانا گھوڑے کوٹ کے خیال آنے سے زیادہ برا ہے۔

قرآن ہر لمحہ بھلا سوچنے کو کوئی شخص بگڑی ہوش و حواس ایسے کا فراتہ، ظالمانہ اور احمقانہ جیسے لگے گا ہے؟ ان عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ شاہ اسمعیلؒ نے دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمازوں کو خراب کر دیا۔ مگر وہ بڑے بڑے ہیں۔ اس لئے کہ ایسا کون سا مسلمان ہوگا کہ دو نماز تو پڑھے مگر اسے حضور ﷺ کا خیال نہ آئے؟ کون نہیں جانتا کہ نماز کو قدم قدم پر حضور ﷺ کا خیال آتا ہے۔ نمازی وضو کرتے گا تو خیال آئے گا، خصوصاً جب وضو کے وقت ہر عضو کو تین تین بار دھوئے، مسواک کرے پھر نماز خیال آئے گا کہ یہ میرے آقا کی سنت ہے، پھر جب وہ مسجد میں داخل ہوگا اور اپنا دایاں پاں مسجد میں پہلے داخل کرے گا تو اسے خیال آئے گا کہ حضور ﷺ نے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح دوران نماز بھی اسے بار بار ان کا خیال آئے گا، نماز میں اگر وہ آیات پڑھی گئیں جن میں حضور ﷺ ہم پاک آیا ہے تو کون ہے کہ ان کا نام تو لے کر ان کا خیال اسے نہ آئے۔ تشهد میں آخری تہلیلان پر درود پاک پڑھا جاتا ہے جس میں ان کا نام بار بار آتا ہے ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نمازی کو آخرت ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔

اب اگر حضرت شاہ اسمعیلؒ شہیدِ رحمت اللہ علیہ پر لگایا گیا یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے کہ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نہ اس دور کے مسلمانوں کی نماز صحیح ہے نہ پہلے مسلمانوں کی۔ یہاں تک کہ ابو بکر و عثمان و فاروق و علی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ان میں سے کسی کی بھی نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ نمازی کوئی ہو، امام ہو یا مقتدی، صحابی ہو یا غیر صحابی، اسے حضور ﷺ کا خیال آ ہی جاتا ہے بلکہ غضب یہ کہ اگر یہ الزام درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان کے نزدیک خود سید العابدین حضرت امام دو جہاں ﷺ کی نماز بھی درست نہ ہوتی، لہذا جانِ عالم کا اب و ماضی اس لئے کہ انہیں بھی دوران نماز اپنا خیال آتا ہوگا۔

تو جو شخص دنیا بھر کے تمام مسلمانوں اور خاص اور کامل الایمان مسلمانوں حتیٰ کہ خود پیغمبر ﷺ کی نمازوں کو ناقص اور فاسد بتائے اس کی حماقت اور کفر میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے انہما ایسے شخص کو بدتمن کا فر کہیں گے، جو حضرات صحابہ بھی عظیم ہستیوں اور شہداء بالائے شہداء ہیں کہ

خود سرور کائنات ﷺ کی نمازوں کو ناقص و قاصر کہے گا۔ مگر قارئین محترم آپ کو حیرت ہوگی کہ اگر یہاں یعنی آل قاریوں احمد رضا خان صاحب اور ان کے پیروکار حضرت شاد اسماعیل شہید رحمہ اللہ علیہ پر الزام بھی لگاتے ہیں اور پھر احمد رضا خان قاری افغانی انہیں کافر بھی نہیں کہتے بلکہ احمد رضا خان صاحب قاری کہتے ہیں کہ:

"امام الطائفة اسماعیل کیسے کافر پر بھی حکم نہیں کرتا۔"

(حسام الحرمین۔ ص: ۴۲)

مزید لکھتے ہیں: "اعلاء محفطون انہیں کافر نہ کہیں۔"

(تہذیب وحسام الحرمین۔ ص: ۴۲)

اگر اتنا بڑا جرم کرنے والا بھی کافر نہیں تو

ع مجھے بتاؤ تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

قارئین کرام! یقین فرمائیں کہ یہ الزام محض جھوٹا ہے اور کذب و دجل کے پیکروں نے اسے باعد انسان کی طرف اپنے مخصوص مفادات کے تحت یہ انتہائی ظالمانہ الزام منسوب کر دیا۔

قارئین محترم! آئے دیکھتے ہیں کہ حضرت شاد صاحب نے لکھا کیا ہے اور موت و قیامت سے عاقل ان کے عالم اور بے حیاء دشمنوں نے اسے کیا ہے کیا بتا دیا اس بھٹے سبلی پڑے بغیر کہ جس کتاب سے یہ عبارت شاد صاحب کی طرف منسوب کی جا رہی ہے وہ کتاب دراصل ہے کیا کی؟ ہم اس عبارت کا مفہوم چلی اور آسان انداز میں عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ جیسا کہ اس کی علمی مباحث کا مقصد ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اہل مسلم اور اہل تصوف و معرفت شاد اسماعیل شہید کی عشق و محبت سے بھرپور اس عبارت پر عشق کراٹھے ہیں حالانکہ اس عالمانہ، فقہی، اور عاشقانہ عبارت کو پڑھ کر حضرت شہید کی بالغ فکری اور فراست و قیامت کی داد دے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مگر انہیں کہ ان کے ظالم و نادان دشمن جان بوجھ کر ان کی عبارت کا غلط مطلب بیان کر کے خدا کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور یا چاہوں گا کہ ان کا علمی احتیاج و پارکیوں کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے اور

چوں ندید ند حقیقت رہا قصانہ زندہ

سب عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحب نماز کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے

”صرف ہم جنہوں نے شیخ و اشالان از معظمین کو
جناب رسالتاً باشد بوجدی مرتبہ بدستور استغراق و در
صورت کاف و غیر خود اس کے خیال ان سے تعظیم اجلال
بمواہداتہ دنیا انسان سے چسپد بخلاف خیال کاف و غیرہ
ان قدر چسپدگی سے بود و نہ تعظیم بلکہ مساوات و
محفوظ۔“

ترجمہ: (نماز میں سونائے کریم کا) اپنی تمام توجہ کو اپنے شیخ اور شیخ مسیحی
بزرگ ہستیوں کی طرف لگا دینا اگرچہ وہ شخصیت جناب رسالتاً (ﷺ) کی
حق ہو اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو جائے (ذوق
جائے) سے کئی دور جدا ہے کیونکہ بزرگ ہستیوں کا خیال تو تعظیم اور بزرگی
کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چکا ہے اور میل اور گدھے کا
خیال انہوں نے قدر دل تو لگتا ہے اور نہ اس میں تعظیم ملحوظ ہوتی ہے بلکہ حقیر و
ذلیل ہوتا ہے۔

یہ ہے اس عبارت کا کلیں اور آسان ترجمہ۔ اس میں حضرت شاہ صاحب نے
حضرت ﷺ کے بارے میں معظم، اجلال، تعظیم اور رسالتاً جیسے شاعرانہ الفاظ استعمال
کئے۔ رسول خدا ﷺ کی توہین کا اس عبارت میں اشارہ کیا نہیں ملا۔ مگر شیعہ کے عالم دشمن
اس عبارت کا مفہوم بہت خوفناک بنا کر بیان کرتے ہیں۔ خصوصاً اس عبارت میں موجود دو
لفظیں پڑھو و زور دیتے ہیں اور اپنی خصلت بد کے مطابق ان کا مطلب و مفہوم لب و لہجہ کے
ادب و دل کے عام مسلمانوں خصوصاً دیہاتیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ سادہ لوح
مسلمان جب ان دلدگان بدعت کا خود ساختہ ترجمہ و مطلب سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور
لکھنؤ مدرسۃ العلوم کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ورنہ لفظ یہ ہیں کہ انہوں نے نماز میں

گھوڑے گدھے کے خیال کو بد اور حضور ﷺ کے خیال کو بدتر کہا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نماز میں حضور ﷺ کے خیال کے لئے کوہِ غرِ نقصان دہ نہیں سمجھتے وہ تو "صرف امت" کو نقصان دہ سمجھتے ہیں "صرف امت کا ترہ یار لوگوں نے "خیال" کر دیا۔ حالانکہ اس کا مطلب خیال نہیں۔ اس کا مطلب ہے کمالِ توحید کسی کے دھیان میں خود کو غرق کر دینا۔ کسی ایک ہستی پر دھیان جمالینا۔ سب سے یکسو ہو کر ایک طرف متوجہ ہو جانا۔ غرض اس کا ترجمہ مطلب خیال آنا نہیں بلکہ خیال میں کھو جانا ہے۔ گویا خیال اور صرف ہمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے مگر اندھے دشمنوں کو یہ فرق نظر نہیں آتا۔

اتنی بات تو ہر مسلمان جانتا ہوگا کہ نماز میں نمازی کی کمال توجہ کا حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے جان بوجھ کر اپنی توجہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف پھیرنا نمازی کیلئے درست نہیں۔ درست غذا اولیٰ ہے: اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِیْ اور میری یاد کی نماز پڑھا کر۔ نیز ارشاد ہے: "تَوَنُّوْا فَاِذَا قَامَیْنِیْ اَوْ رُکَّعَیْ رُوْا اللّٰہَ کَآءِیْنِیْ" آگے ادب سے۔ حضور ﷺ کا نظر مارتے ہیں ان تعبد اللہ کی تہذیب (الحديث) اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال باندھ لو کہ بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اب جبکہ نماز میں خدائے پاک کے سوا کسی اور کی طرف صرف ہمت (مواظبت) کی اجازت نہیں تو اس لئے حضرت شاہ صاحبؒ کسی اور کی طرف صرف ہمت کو نقصان دہ جانتے ہیں اور ساتھ ہی یہ احاطت بھی فرماتے ہیں کہ اگر صرف ہمت کسی گھٹیا اور کم تر چیز کی طرف ہوگی تو نقصان کم ہوگا اور اگر اعلیٰ ہستی کی طرف صرف ہمت ہوگی تو زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس عبادت میں نہ تو حضور اکرم ﷺ کی کوئی توہین کی گئی ہے اور نہ کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

اہم ایک مثال عرض کرتے ہیں امید ہے کہ اس مثال سے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبادت کا مفہوم سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔

ایک مریض ہے طبیب اسے قیمتی دوا دکھانا چاہتا ہے مگر اس قیمتی دوا کی خاطر خواہ اثرات کھائے ہوئے مریض کو ضروری سمجھتا ہے کہ مریض ۱۶ گھنٹے پیاسا رکھا جائے۔ مریض کی جان بچانے کی خاطر اس کے لواءِ حقین اور حیارِ واروں نے اس کو گھر کے ایک کمرہ میں بند کر دیا اور دوا

اہل خانہ اور آنے جانے والوں سے کہہ دیا کہ مریض کے پاس کوئی بھی پانی یا پینے کی کوئی اور چیز نہ لے کر نہ جائے۔ شدید گرمی کے موسم میں مریض نے جیسے جیسے بارہ گھنٹے گزار لئے۔ بارہ گھنٹے بعد جب مریض کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ ایک شخص گرم اور بدبودار پانی ایک گلاس لئے مریض کے کمرے میں چلا گیا۔ بیمار داروں کو پتہ چلا تو دوزخ کمرے میں گئے اور فوراً گلاس اندر ڈال دیا اور گلاس لانے والے کو ڈانٹا کہ تو نے بڑی نامناسب حرکت کی کہ پیاس سے مریض کے پاس پانی لایا۔ گرم اور بدبودار پانی لایا تو ہے۔

اس کے ایک گھنٹہ بعد ایک اور شخص انتہائی غصہ سے اور عمدہ شربت کا لالہ بھرنا چک مریض کے کمرے میں لے گیا۔ بیمار داروں اور نگرانی کرنے والوں نے دیکھا تو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے اور جب اس کے ہاتھوں سے بھینا کر اس سے کہا کہ تم نے تو پہلے والے شخص سے بھی گھٹیا زیادہ بری حرکت کی وہ گرم اور بدبودار پانی لے کر گیا تھا۔ مگر تم نے تو عظم کی حد کر لی اس اورچہ عمدہ خوش رنگ خوش ذائقہ اور عمدہ شربت ایسے مریض کے پاس لے گئے جو اس وقت بے حد بیمار ہے۔

اب ذرا اس مثال پر غور فرمائے۔ بیمار دار حضرات گرم پانی لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے نامناسب حرکت کی" اور شربت لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے زیادہ بری حرکت کی"، "اور عظم کی انتہاء کر دی" کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بیمار داروں نے شربت کی توہین کر دی" اور اسے بدبودار پانی سے بھی کم اور حقیر جانا (کیونکہ) بدبودار پانی لے جانے والے کو انہوں نے قدر سخت الفاظ میں تنبیہ نہیں کی جس قدر سخت و خندیدہ الفاظ میں شربت پلانے والے کو ڈانٹا۔ ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں سمجھے گا۔ معمولی عقل و شعور والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ بیمار داروں نے شربت کی قطعاً حقیر نہیں کی اس لئے کہ شربت کو تو وہ خود خوش رنگ خوش ذائقہ اور عمدہ کہہ رہے ہیں جب کہ اس پانی کو گرم اور بدبودار کہہ رہے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب عبارت مذکورہ کی بناء پر یہ بات منسوب کرنا جھوٹ اور فریب دہی کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی توہین کی ہے۔ دیکھتے جیسے مریض کے بیمار داروں نے شربت کے متعلق "خوش رنگ، خوش ذائقہ اور عمدہ"۔

پھر "ا" کے الفاظ استعمال کے تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں "اجلال، تعظیم، معظم اور رسالہ کتاب" جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے اور جس طرح تیارواروں نے پانی کو گرم اور بدبودار کہا تھا اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے نیکو گدے کو کچر اور بے وقعت فرمایا۔ اب ایسے کسی کا یہ کہنا حماقت اور بجاالت ہے کہ تیارواروں نے شربت کی توہین و تحقیر اسی طرح یہ کہنا بھی حماقت ہے، بجاالت اور شرارت ہے کہ شاہ صاحبؒ نے غیر نیکو توہین کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ مریض کے تیارواروں نے شربت کی توہین کی اور نہ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی۔

دہی یہ بات کہ پھر تیارواروں نے مریض کے پاس شربت لے جانے والے کو زیادہ سخت الفاظ میں کیوں ڈانٹا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تیاروار جانتے تھے کہ گندے اور قلیہ پانی کے پینے سے مریض کو باز رکھنا مشکل نہیں، اول تو اس کا اپنا خمیر ہی اسے گندہ پانی نہیں پیئے دے گا بصورت دیگر کمر والوں کے معمولی سمجھانے بھجائے سے ہاتھ رو جائے گا لیکن خوش رنگ اور ٹھنڈے شربت کے پینے سے اسے روکنا بہت مشکل ہے۔ بس اسی بنا پر گندہ پانی لے جانے والوں کو تیارواروں نے کم سمجھ کی اور شربت لے جانے والے کو زیادہ۔ خلاصہ یہ کہ مریض پر معاف اور نرمائی پر خدا کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں میں جو چیز جس اور جہ غل انداز ہو گی وہ چیز اسی درجہ میں معترکہ لگائے گی۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مقدس و معظم ہستیوں کے خیال میں خود کو مستغرق کرنا زیادہ معتر ہے کیونکہ ان کی شان ہستیوں کا خیال دل کی گہرائیوں میں جا چکا ہے اور پھر نہیں جاتا۔ شاہ صاحبؒ کے احس اور بے علم مخالفین کے سیاہ قلوب کو چونکہ دنیوی چیزوں کا خیال ہی زیادہ چپکا ہے۔ اس لئے خدا کے رسول ﷺ کے خیال کا دل میں چپکنے والی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اب حضرت شہیدؒ کی عبادت پر نور فرمائے کہ نماز میں گھوڑے، بھیل اور گدے کے خیال میں ڈوب جا تا ہر ہے مگر کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ لگا دینا زیادہ برا ہے، اس کی وجہ شاہ صاحبؒ نے خود ہی بیان فرمادی ہے کہ گدہ یا گھوڑا فقیر اور بے وزن ہیں ان سے انسان کو خاص دلچسپی نہیں ہوتی (کہ ان کے خیال میں ڈوب جانے کے بعد ڈوبا ہی رہے) لیکن

گویا حضرت شاہ صاحبؒ گھوڑے گدھے کے خیال کو غلیظ اور کندھے پانی جیسا سمجھ رہے ہیں اور بزرگان دین خصوصاً نبی اکرم ﷺ کے خیال کو شدید پیاسے کیلئے خوش رنگ، خوش ذائقہ اور لذت سے مزین جیسا سمجھ رہے ہیں۔ کوئی بتائے کہ اس میں توہین اور گستاخی کیا نام کو بھی ہے؟

حزید رضا صاحب دہلوی کی غرض سے ہم ایک واقعہ لکھ دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

ایک خطبہ نے رمضان شریف کے ایک جمعہ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے روزہ و رمضان سے تعلق یہ مسئلہ بیان کیا کہ: روزے کی حالت میں اگر تم میں سے کوئی شخص میرے منہ کا آگلا براؤ نکالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ اس پر نہیں آئے گا۔ اسی طرح آپ حضرات میں سے کسی صاحب کے منہ کا آگلا ہوا لقمہ اگر میں کھالوں تو میرا بھی روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ لازم نہیں۔ البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کا آگلا ہوا لقمہ کھالوں یا آپ میں سے کوئی کھا لے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ کھانے والے پر کفارہ (سا لھ روزے) بھی لازم ہے۔ ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے اگلے ہوئے نوالے کو ابو بکرؓ، فاروق اعظمؓ، حضرت عثمانؓ، علیؓ اور دیگر تمام صحابہؓ اسامت، اولیاء، امت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے کوئی کھا لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی ہوگا۔

خطیب سے یہ مسئلہ سن کر سب سامعین حیرت سے اس کا منہ کھینچنے لگے۔ بعض کے ہاتھ پر شکن مسودہ ہونے لگا۔ اسے حضور ﷺ کی توہین تصور کرنے لگے۔ بعض حاضرین نے ایک دوسرے سے سرکشی کی کہ یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ ہمارے اگلے ہوئے لقمے کے کھانے سے کھانے والے پر صرف ایک روزہ اور نبی ﷺ کا لقمہ کھانے والے پر آٹھ روزے؟

خطیب بھانپ گیا کہ لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی، چنانچہ خطیب نے کہا کہ جس بات سے تمہارا خوش ہو رہا ہے وہ اور ناگوار ہی محسوس کر رہے ہو تشریح کے بعد اسی بات پر مجھ اٹھو گے۔

خطیب نے وضاحت کی کہ روزے کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ کھانا اور بے وقعت اور اسی

چیز کہ جس سے گھن آئے کھانے سے صرف روزہ ٹوٹ جاتا ہے کفارہ لازم نہیں آتا مگر علیٰ ہر حال روزہ عمدہ غذا، دوا اور لذت کے طور پر کھانے والی چیز کے کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے، زمزم پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ریختہ چائے سے صرف قضاء لازم آئے گی مگر شہد چائے سے کفارہ بھی۔

اب دیکھئے! چونکہ میرے اگلے ہوئے لقمے سے آپ نفرت کرتے ہیں اور آپ کے اگلے ہوئے نوالے سے مجھے گھن آتی ہے اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا لقمہ کھالیں گے تو صرف قضاء ہوگی کفارہ نہ ہوگا مگر چونکہ حضور ﷺ کے مبارک منہ کے لقمے سے کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو گھن آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان حضور کے منہ کے نوالے کو بہت بڑی نفرت سمجھتا ہے۔ مسلمان کی نظر میں کائنات میں حضور کے لقمے سے اٹلی، مقدس اور محبوب ترین غذا اور کوئی نہیں ایک مسلمان کیلئے حضور کا لقمہ دوا بھی ہے شفاء بھی اور اعلیٰ ترین غذا بھی۔ دور صحابہؓ نے خیر و برکت کا یہ آج اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے کروڑوں مسلمان موجود ہیں کہ ان کے سامنے اگر مختلف پلیٹوں میں شہد، کھیر، حلوا، کباب وغیرہ لذیذ چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف ایک پلیٹ میں ان کے آقا و مولیٰ کے مبارک دہن سے نکلا ہوا لقمہ رکھ دیا جائے تو وہ تمام پلیٹوں کی لذیذ چیزوں کو ٹھکرا کر بڑی بے تابی و بے قراری سے اپنے آقا و مولیٰ کے لقمے پر ٹوٹ پڑیں گے،

زمانہ محبوب حیرت ہے میری شان گدائی پر

کہ میں ہر شے کو ٹھکرا کر تنہا ہی خاک پا مانگوں

حاصل یہ کہ حضور ﷺ کا لقمہ معاذ اللہ گھنیا نہیں اس لئے اس کے کھانے سے قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم آئے گا۔ گویا آنحضرت ﷺ کا لقمہ کھالینے پر کفارہ و اتوا تو بین کیلئے نہیں بلکہ احترام و اکرام اور اظہار شان کیلئے ہے۔ اپنے خطیب کا یہ بیان اور وضاحت سننے کے بعد ان حضرات پر وہ کبھی کیفیت طاری ہوگئی جو وضاحت سے پہلے ماتھوں کر شک ڈالے ہوئے تھے، جس بیان کو وہ حضور ﷺ کی تو بین سمجھ رہے تھے بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ بیان تو ان کے آقا و مولیٰ کی تعظیم و توقیر اور ان کے جلال و اکرام کا بیان ہے۔

اس موقع پر خطیب نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے آج کے اس بیان کو سادہ لوح
 بیانی مسلمانوں کے سامنے اس طرح بیان کرے گا کہ ”مکان مولوی نے کہا کہ میرا لقمہ کھانے
 سے صرف روزہ نہ ٹوٹتا ہے کنارہ نہیں آئے گا مگر نبی ﷺ کا لقمہ کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے
 اور روزہ بھی لازم ہو جاتا ہے“ تو ظاہر ہے کہ وہ بچاوارہ بھڑک اٹھے گا اور کہے گا کہ خدا غافل
 کرے اس گستاخ مولوی کو اسی طرح اگر کوئی یہ بات میری والدہ یا والدہ کو کہے اور اگر انہیں
 حیل کی خبر نہ ہو تو وہ یقیناً خفا ہوں گے اور میری ہدایت کیلئے دعا کریں گے۔ خطیب نے کہا کہ
 اگر میرے اس بیان کو کوئی حضرت شاہ صاحبؒ کے ظالم دشمنوں کی طرح اس عالمانہ اعزاز سے
 پرہیز کرے

”مسلمانو! مسلمانو! خدا اور ان کا پاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کر محمد رسول اللہ
 ﷺ کا لقمہ کھانے سے اسکتھ روزہ نہ رکھتے پڑیں گے اور اس ناجائز مولوی اور اس
 کے معتدوں کے لئے کھانے سے صرف ایک روزہ۔ مسلمانو! اللہ انصاف دار ہے
 پائے غلط بد بودار گوشت کھانے سے صرف ایک روزہ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے
 لئے جوئے لوالے کے کھانے سے اسکتھ روزہ“ مسلمانو! کیا ایسا لقمہ کسی اسلامی
 زبان و لہجہ سے نکلے گا ہے۔ حاشا للہ۔“

(حضرت حمید رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالمانہ عبارت کے خود ساختہ مفہوم کے اہل وقار میں بریلی
 کے پوپ رضا خان صاحب نے ”الکوثر الثمینیہ“ میں انہی الفاظ میں داویا کیا ہے)
 لکھا ہے کہ اس خوراک اعزازِ بیان سے سادہ لوح اور مستحکم حقیقت سے بے خبر مسلمان ”وہ
 دیکھ کر کہے کہ خدا کی پٹا“۔

قارئین محترم! خطیب کے بیان کو ایک بار پھر غور سے پڑھئے اور پھر بتائے کہ خطیب
 کے بیان میں کوئی موٹی سا ثانیہ بھی تو بین رسالت کا پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت شاہ
 اسماعیل شہیدؒ کی اس ذریعہ بحث عبارت کا ہے جس میں گستاخی و توہین کا تو قطعاً استہراہ ہی
 لکھا۔ حضرت کی عبارت عاشقانہ عالمانہ واقفانہ ہے مگر ناانجبار دشمن اسے ظالمانہ گستاخانہ
 اہانت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یوں عوام الناس کو بہکاتے اور اپنے دام تڑپے میں

پہناتے ہیں اور یہ ظالم خود کو اور اپنے عورتوں کو اہل حق کی دشمنی کے باعث جہنم کے شعلوں اور
 ایندھن بناتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ مجھے
 روزے کی حالت میں گھٹیا چیز کھانا کم نقصان وہ ہے اور اعلیٰ چیز کھانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اس
 طرح نماز میں گھٹیا چیزوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا کم نقصان وہ اور عظیم ہستیوں کے
 خیالات میں منہمک ہو جانا زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ گھوڑا مثل جیسی حضرت شہیدؒ اہل حق کے
 ہیں اور ان کے خیال میں منہمک ہونے کو کم نقصان وہ بتاتے ہیں۔ آقا و عالم علیؑ تریں
 افضل ترین ہستی ہیں بھی تو حضرت شہیدؒ ہمیں عظمت والی ذات جلالت والی ہستی اور رسولؐ نہیں
 رہا کتاب لکھتے ہیں اور اسی لئے نماز کے دوران ان کے خیال میں غرق ہو جانے کو نماز کیلئے
 نقصان دہ ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ شاہ صاحبؒ کا یہ لکھنا کہ نماز میں حضورؐ کے خیال میں خفا کو
 مستغرق کر دینا زیادہ برا ہے یہ آپؐ کی توہین کیلئے نہیں بلکہ ایسا آپؐ کی بلند و بالا شان اور بے نظیر
 عظمتوں اور بلند تر درجات کی وجہ سے ہے۔ کوئی دلعنادہ بدعت اسے نہ سمجھتا ہو تو اس میں شہیدؒ کا
 کیا قصور ہے؟

گرد و بندِ روزِ شہرہ چشم
 چشمہ آفتابِ راہِ چہ گناہ

اور اب آخر میں شہیدؒ کے عشق و محبت میں گریز اس جملہ پر ایک بار پھر غور فرمائے

”خیالِ آں یا عظیم و اجلال بسود انرِ دلِ انسان می چہ“

یعنی آقائے کائناتؐ کے خیال میں اس قدر مضامین ہے اتنی زیادہ حلاوت و شیرینی ہے اور اس وجہ
 کشش ہے کہ دوافض ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور پھر چپک کر رہ جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے
 دل کی کیفیت خود کو زیادہ جان سکتا ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار اس جملہ میں
 کر دیا اور پھر دوسرے مسلمانوں کی حالت و کیفیت کو بھی اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے میرے دل کا
 گہرائیوں میں آنحضرتؐ کا خیال اپنی تمام عظمتوں اور انتہائی جلالتِ شان کے ساتھ جا بیٹتا ہے
 دوسرے مسلمانوں کے قلوب کی گہرائیوں میں بھی اسی طرح چپکا ہوگا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضورؐ
 نبی کریمؐ کی ذات، ان کے نام اور ان کے ذکر و خیال میں رب العالمین نے کچھ ایسی کشش اور ان کی
 جلالت و مضامین رکھ دی ہے کہ صحیح العقیدہ انسان ایسی کشش اور مضامین دوسری کسی چیز میں نہیں

۱۲۔ حضرت شہید کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اس جملے کا مطلب خان صاحب اور ان کے قریبیوں کی نگاہ میں نہیں آ رہا جو یہ ہے کہ جو دل و دماغ مسلسل غلط کاریوں کے نتیجے میں سلامتی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کیلئے کنکشن دوسری چیزوں میں ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول کے خیال اور ان کی سنت میں لگتا ہے۔

آئے ایک بار پھر یہ شاعر اور روح پرور اور وجد آفریں جملہ دہرا کر اپنے قلب و روح کی بشارت و ابلاغ کا سامان کریں:

خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپہ

کچھ مہارک ہیں وہ قدسی صفات لوگ جن کے پاک دلوں کو حضور ﷺ کی یاد دہنا گھر بنائے اور ان کے دل کی گویائیوں میں آپ ﷺ کا خیال چسپک کر رہ جاتا ہے۔

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے ایک حلیل المرتبت صحابی حضرت انسؓ سے پوچھتے ہیں کہ اذان نماز جب رخ زیب پر نظر پڑے گی تو اس وقت عاشقانِ رسالت ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟

عزیز شریف میں ہے کہ:

”حضور ﷺ کے مرض وصال کے دنوں میں حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھتے تھے جن کے جب حجر کا ان ہوا اور صحابہ کرام نماز میں صف باندھے ہوئے تھے تو جناب رسالت ﷺ نے حجرہ اقدس کا پردہ کھولا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھ رہے تھے حجرہ اقدس گویا قرآن کا ورق تھا پھر آپ قسم قسم مانتے ہوئے ایسے اظہارِ انصاف میں اللہ روح برویۃ النبی ﷺ۔ رسول پاک ﷺ کے چہرے کو دیکھنے کی وجہ سے مارے خوشی کے ہم نے ادا وہ کیا ان نفس کر فتر میں جھٹلا ہوا جائیں (یعنی نماز کی نیت توڑ دیں)

(بخاری، ج ۱، ص: ۹۳)

یہ خبر انور کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرامؓ کا غور مسرت سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ نماز توڑنے کا ارادہ کر لیا، ایسے ہی صوفیاء کرام اور صحیح العقیدہ مسلمان کا ان کے خیال و دھیان میں مستغرق رہنے کے بعد فرحت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور نماز کے ختم ہو جانے یا

خیال آتا تو ضرور جو باقی نماز خالص عبادت اللہ کیلئے ہے غیر اللہ کا خیال بھی
تسلیم و تعظیم و العبادۃ نہ آنا چاہئے اور نماز ہر حال میں صحیح ہے کیونکہ خیال پر باز
پر نہیں۔ (آئینہ راہ العلوم و یونہی ص ۲۲۳)

علوم ہوا کہ علمائے اہل السنۃ و الجماعۃ کے نزدیک نماز میں فقط خیال رسول ﷺ کا ہونا
نہی جیسا کہ رضا خانی حضرات دھوکا دیتے ہیں بلکہ خود صراط مستقیم میں ایسے خیال کو خلعت
پہنی کہا گیا ہے صراط مستقیم میں حرف اور صرف، صحت کو برا کہا گیا ہے۔

رضا خانیوں کا فراڈ اور بددیانتیاں ملاحظہ ہوں
ہم نے اپنی شرح و ہیض کے ساتھ صراط مستقیم پر اعتراض کا جواب دے دیا ہے اب اس کے
مطلب میں رضا خانیوں کا فراڈ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کیسے کیسے جھوٹ بول کر ان لوگوں نے اپنی
آفت برپا کی۔

(۱) مفتی احمد یار نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے گدھے اور تیل کے خیال میں
ادب جانے سے بدتر ہے۔

(جاء الحق، ص ۳۲۷)

(۲) نظام الدین مہتائی بریلوی: نبی علیہ السلام کا نماز میں خیال آنا تیل اور گدھے اور کھری
لگانے سے بھی ظلم اور بدتر ہے نعوذ باللہ

(الوار شریعت، ص ۳۲۱)

(۳) کوکب نورانی: نماز میں حضور اکرم ﷺ کی طرف خیال کا صرف جانا بھی تیل گدھے
کنکال میں ڈوب جانے سے بھی بہت برا ہے۔

(۴) شیر محمد حشیدی نے بھی کوکب نورانی کی یہی خود سامیہ عبارت نقل کیا دیکھو "فیصلہ کچھ
ہم"۔

(۵) ضیف قریشی رضا خانی: نماز میں نبی پاک ﷺ کا خیال گدھے اور تیل کے خیال کے
مابین کچھ اس سے بھی برا ہے معاذ اللہ (مناظرہ گستاخ کون، ص ۵۳)

(۶) غلام سر علی گستاخ ہے: دیوبندیوں کا امام کہے کہ حضور ﷺ کا صرف خیال لانا ہی

گودھے کے تصور میں سراسر ڈوب جانے سے بھی کئی درجہ بدتر ہے۔ (ریویسٹ دی انڈیا ص ۱۷۲)

(۷) کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے: نماز میں حضور ﷺ کا خیال نشی گودھے کے خیال سے کئی درجہ بدتر ہے نعوذ باللہ

(ریویسٹ کے بطلان کا انکشاف ص ۱۶)

صراطِ مستقیم کے متعلق ایک اور فراڈ

تاریخین کرام "صراطِ مستقیم" حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے مخطوطات کا مجموعہ ہے یہ مخطوطات حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت مولانا عبدالحیؒ نے جمع کئے۔ کتاب کے کل چار ابواب ہیں اور ایک خاتمہ۔ پہلا اور پڑھنا باب حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جمع کیا جبکہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحیؒ نے جمع کیا۔ دوسرا باب ایک مقدمہ اور چار حصوں پر جبکہ ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ رضا خانی بدعتی جو عبارت پیش کرتے ہیں وہ اسی دوسرے باب کی ہے۔ اب انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ گالیاں اور نفی تمسید توڑے لگانے جسے تو سب سے پہلے جن کے مخطوطات ہیں یعنی سید احمد شہیدؒ اس کے بعد جس نے جن کے یعنی مولانا عبدالحیؒ بدعتی کوڑے اس کے بعد حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نمبر آتا مگر اس اختلاف میں ان دو حضرات کا آج تک کوئی رضا خانی نام نہیں لینا مگر شاہ اسماعیل شہیدؒ سے جو نکتہ دلی انصاف و عناد ہے اس لئے ان ہی کے خلاف ایک طوفان بدعتی تیزی کھڑا کیا گیا ہے۔ حنیف قریشی رضا خانی کہتا ہے کہ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ عبارت کس نے لکھی بس عبارت گستاخانہ ہے تو جواب یہ ہے کہ جب غرض نہیں تو آج تک صرف شاہ اسماعیل شہیدؒ کا نام لے کر فتوات کیاں کی جارہی ہیں یا خیر ان دو حضرات کو چھوڑ کر صرف شاہ صاحب کو نکال دینے کا مقصد کیا ہے؟

صراطِ مستقیم پر عمومی اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض ۱: تمہارے نزدیک نبی کریم ﷺ کے خیال سے نماز لاوث جاتی ہے۔ حالانکہ

پہلے تو نبی کا خیال آئے گا اقیات پر صومعے تو نبی کا خیال آئے گا ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نماز میں نبی کریم ﷺ کے چہرے کو دیکھتے اور رازھی ہٹنے سے اعجازہ لگے لیکن اس وقت زنت کر رہے تھے۔

جواب: یہ لازم صریح بیہتان ہے نقادی دارالعلوم دیوبند کے حوالے سے مائل میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا خیال تو نماز میں آنا لازمی امر ہے۔ نیز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگر نماز میں چہرہ مبارک کو دیکھتے تو اس کے ہم منکر نہیں ہم نے کب کہا کہ نماز میں کسی کی طرف التفات کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے البتہ آپ کے اکابر کے حوالے ہم نے مائل میں دے دیے کہ نماز میں کسی بزرگ کی طرف محض توجہ کرنا بھی موجب لعنت ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کا رازھی مبارک کو دیکھنا ہے تو یہ بھی صرف التفات اور نظر کا جانا ہے اس کے ہم منکر نہیں ہم تو مکر صرف ہمت کے ہیں اور ایسی تعظیم کے ہیں جو نماز سے مقصود ہے ہمت ہے تو کسی ایک بزرگ کا حوالہ پیش کر دے کہ وہ نماز میں نبی کریم ﷺ کی طرف "صرف ہمت" کرتے۔

مراد مستقیم کے حوالے سے پہنچ

قرآن کی کوئی ایک آیت صاحب قرآن ﷺ کی کوئی ایک حدیث یا ارکان رسول ﷺ کا کوئی ایک لکھنا کر دے کہ نماز میں صرف ہمت کرنا جائز ہے۔

استراض ۲: مراد مستقیم میں نبی کریم ﷺ کے نام کے ساتھ گدھے کا ذکر ہے اور یہ تو بین ہے۔

جواب: کسی بات کو سمجھانے کیلئے کسی عقلمند کے ساتھ حقیر کا ذکر کرنا یہ وہ اسلوب ہے جس سے آیت قرآن و حدیث میں بھی ملتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے: اتخذوا الحیاء ہم و رھبائہم (انسانوں میں حیا و تقویٰ) (سورہ توبہ)

لہذا انھوں نے اپنے مولویوں اور روایتوں کو مالک (رب) اپنا اللہ کے علاوہ اور مسیح ابن مریم

کہا کہ ہم ان کے ساتھ ذکر کیا گیا

ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:

ان قلوب بنی آدم کلیھا بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد (مشکوٰۃ شریف لابریکین، باب الایمان بالقدر)

کہ سب بنی آدم کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں ایک قلب کی طرح ملاطنتی قاری جنگ "کلیھا" کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یشمل الاشیاء والارلیاء والنجر فوالکفر فمن الاشیاء (مرقات، ج ۱ ص ۲۵۹)
شامل ہے انبیاء اور اولیاء اور گناہ گار اور بد بخت کافروں کو۔

یہاں بھی مقدس انبیاء و اولیاء کے ساتھ جس کفار کا ذکر موجود ہے۔ اب ذرا اپنے گھر کا مطلب بھی دیکھ لو مفتی احمد یار محمد کوئی لکھتا ہے:

"حصائے مسوی سانپ کی شکل ہو کر سب کو کھل گیا بحث ایسے میں ہمارے حضور زہری بھر رہا۔"

(مراقاۃ الحج، ج ۱ ص ۲۲)

یہاں سانپ کے ساتھ حضور کا ذکر ہے بلکہ اس نے تو سور اور کتوں کے ساتھ بھی حضور ﷺ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو:

"رب کی مرضی یہ تھی کہ سور کا گوشت میں حرام کردوں اور اس کے باقی اعضاء،

میرے حبیب فرمائیں جیسے اس نے صرف سور کو حرام کیا باقی کتا بلا وغیرہ اس

کے حبیب نے۔" (تور المرفقان، ص ۳۲ بقرة آیت ۱۷۱ حاشیہ ۳)

مزید حوائے ملاحظہ کرتے جائیں جس میں "عظم ذوات کے ساتھ روٹیل اشیاء کا ذکر ہے اور یہ بھی نقل کی صورت میں:

"سانپ کی پھونک میں زہر جو لے کے پھونک میں تریاکی ہے ایسے ہی قرآن

عمران کی پھونک میں شفا ہے۔" (تفسیر نعیمی، ج ۱ ص ۵۲۱)

"حضور ﷺ اپنے غلاموں کے ضرور گمراہ بھی ہیں حافظ بھی، کفار کے دشمن گمراہ

لہذا حافظ پالتو کہتے کا گمراہ مالک ہو گا ہے آدابہ کتوں کا نہ کوئی گمراہ حافظ

شکار کی جانوروں کی طرح جس کا پی چاہے اسے مار دے مسلما بن حضور ﷺ کی

حکایت میں ہے: "(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۳۶)

"اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں شکاری جانوروں

کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔" (جاء الحق، ص ۱۸۳)

پیشانی بیضاوی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دامان مریم کے بارے میں لکھتے ہیں:

تدبیرا کلان الطعام و یفتقران الیہ المفقار الحیوانات (تفسیر بیضاوی ص ۱۰۸)

انسانی بیضاوی نے تو غضب ہی ڈھا دیا نہ صرف "الحیوانات" کے ساتھ ان کا ذکر کر دیا بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ جس طرح دیگر حیوانات (حیوانات جنس سے) اور کتا خنزیر گدھا وغیرہم اس کی انواع) کمانے پینے کے محتاج ہیں مائی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی محتاج ہیں۔

اگرئی وہ غیرت ہے تو ان پر سے اپنے گستاخی کا نٹوی ہٹا کر دکھاؤ میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے بچے ہو شہید کی کراست دیکھو کہ آپ کا اپنا پسندا آپ کے اپنے گلے میں ایسے اٹک گیا کہ اب بچہ بچہ کے اتنا ہی سخت ہوتا جائے گا۔ کیا نتیجہ ہوتا ہے بتا علم کے تحقیق کے میدان میں آنے کا یہ اصول حنیف قریشی نے بھی وضع کیا جہاں سے آپ نے سرقہ کیا۔ ملاحظہ ہو گستاخ کون میں

۴

اعتراض نمبر ۳: صراط مستقیم شاہ اسماعیل کی تصنیف ہے دیوبندی اس کا انکار کرتے ہیں۔

جواب: دراصل بات یہ ہے کہ بریلوی اور عقل دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ بریلویوں کی سب سے بڑی بیماری ہناہ القاسد علی القاسد ہے یہ لوگ اپنا خود ساختہ مطلب و ملبوم ہمارے دماغ کو گھراس کے دماغی دلائل دیتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو ہم نے دیوبندی کی بات کے دماغی دلائل دے دیے۔ حالانکہ ایک دلیل بھی ہمارے خلاف نہیں ہوتی۔ یہی دلائل بریلویوں کے اس پورے مضمون میں آپ کو نظر آئے گی۔

دلائل دیوبندی اس کو شاہ اسماعیل شہید کی تصنیف نہیں مانتے اور دلیل میں جو عبارت قریشی کی ہے اس کا ذکر فرما میں:

"اگرچہ جیسے کہ مولوی احمد رضا خان سے لے کر شوکت سیالوی اور حنیف قریشی تک سب اس

عبارت کو شاہ اسماعیل کی طرف منسوب کرتے چلے آئے ہیں۔ ہمارا تمام بریلویوں کے منظر ہے کہ اس عبارت پر مناظرہ کرنے سے پہلے یا کلام کرنے سے پہلے اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ وہ کہ مولوی احمد رضا خان نے جھوٹ بولا، کراچی کے مولوی کو کب نے جھوٹ بولا، حقیقت قریشی اور شوکت سیالوی نے جھوٹ بولا، جب تک یہ لکھ کر نہ دو گے مناظرہ میں آگے نہیں آئے گی۔ (بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسماعیل کی طرف نسبت کرنے کے جو دلائل دیئے جاتے ہیں ان کا جواب آگے آئے گا)۔ (صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۳۱)

مفتی صاحب اور ہمارا سوال تو ”عبارت“ کے متعلق ہے جبکہ آپ اسے ”کتاب“ پر محمول کر رہے ہیں۔ مفتی صاحب نے اس عبارت و کتاب کا پس منظر اپنی کتاب کے ص ۲۹۵ تا ۲۹۶ تحصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جسے معترض میلاد کے لکھ دیکھ کر ہضم کر گئے۔

بات سیدھی ہی ہے (مگر اعتراض کرنے والی عقل ایسی ہے) ہمارا مطالب صرف اتنا ہے کہ یہ صراط مستقیم دراصل سید احمد شہید کے ملفوظات ہیں پھر عبارت معترضہ دوسرے باب کا ہے جس کے جامع عبدالحی، رحمہ اللہ ہیں اگر یہ عبارت واقعی اتنی گستاخانہ تھی تو سب سے پہلے سید شہید پھر عبدالحی پر فتویٰ لگنا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ ان حضرات کا آج تک اسس پوسس شیطان کی کھیل میں تو دام تک نہیں لیا گیا اور جو مظلوم صرف جامع ہے اسے ہر جگہ بدنام کیا جا رہا ہے۔ (۱) محمد احمد رضا خان بریلوی کے ملفوظات مصطفیٰ رضا خان نے جمع کیا تو اگر صرف جامع و مرتب ہونے کی حیثیت سے اس کی نسبت کوئی مصطفیٰ رضا خان کی طرف کر دے تو ٹھیک ہے مگر اس کے اندر سارے مواد کو احمد رضا خان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بریلویوں نے بھی آج تک ان کا انکار نہیں کیا۔ ہم کچھ چاہ رہے ہیں کہ ملفوظات کے مرتب و جمع کرنے کی حد تک تو اگر کوئی کتاب کی نسبت شاہ اسماعیل شہید کی طرف کرتا ہے تو ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ اور دیگر کتب میں اسے شاہ صاحب علی کی تصنیف کہا گیا مگر چونکہ اس کا سارا مواد سید احمد شہید کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس لئے بلا واسطہ اس کے اول مخاطب سید صاحب ہونے چاہئے تھے۔ اس مختصر وضاحت کے بعد آپ کے بزرگم خویش ہمارے خلاف دیئے گئے تمام حوالوں کا جواب ہو گیا کہ اس میں سے کوئی بھی حوالہ ہمارے خلاف نہیں۔

مذہب طیف ترستی کہتا ہے:

ہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ مہارت کس نے لکھی (جس نے بھی لکھی مہارت گستاخانہ ہے)
(مکالمہ کون ص ۵۵)

بہار کی غرض نہیں کہ کس نے لکھی تو احمد رضا خان سے لیکر آج تک کے نو مولود معترضین نے اسے قطعی و قطعی طور پر شاہ صاحب ہی کی طرف کیوں منسوب کیا؟ کیوں آج تک ایک بار بھی ان مہارت کو سید احمد و عبدالحی مرحومین کی طرف منسوب کر کے ان پر فتویٰ نہیں لگایا گیا سب وہ بیادہی سوال ہے جسے کاجواب سارے تادمہ مجددہ رضا خانی قیامت کی صبح تک نہیں دے سکے۔

اعتراض ۴: دو بند یوں ہمارے اعتراضات کا جواب دینے کے بجائے ہمت کرتے رہے صرف ہمت کے جھنڈے ہی توجہ کرنے کے ہیں۔

جواب: لےنا اللہ علیہ السلام عطاء میں عطاء نے آپ کے ایک ایک الزام کا ایسا مست توڑ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل ہی بھتر جاتا ہے۔ مگر میں نہ مالوں کا خانہ ہمارے پاس نہیں صرف ہمت کا جھنڈا صرف توجہ کرنا یہ بھی آپ کا دجل ہے و غریب ہے اس اصطلاح کی مکمل توضیح و تشریح شیخ احمد صاحب کی کتاب کے ص ۳۲ تا ۳۴ پر موجود ہے جس کو آپ نے جیسا تک نہیں اور انشاء اللہ اس دلی توضیح کا رد قیامت آپ کی پوری جماعت کے ہاتھوں کندھوں پر پڑا رہے گا یقیناً نہ تو کوئی کوشش کرے کہ کیجیے۔ نیز اگر آپ کو یہ گلہ ہے کہ صرف ہمت کے معنی توجہ کرنے کے ہیں تو ہمارے صراطِ مستقیم میں منع کیا ہے تو اس توجہ سے منع اشرف سیالوی اور نقی علی خان نے لکھی کیا اس پر کیا ہوتی ہے؟

اعتراض نمبر ۵: مہارت میں صرف ہمت سے مراد "وسوسہ" ہے کیونکہ انہی کا ذکر چل رہا ہے۔

جواب: اللہ دے..... اللہ..... شوقِ تکفیر۔ ایک شخص خود اپنی مہارت میں مخصوص اصطلاح کا استعمال کرتا ہے مگر یہ تکفیری کہتے ہیں کہ نہیں اس لفظ کو اس اصطلاحی معنی پر محمول نہیں کریں گے بلکہ غرضی تکفیر کی طرح پورا ہوگا؟ بلکہ پیچھے وسوسوں کا ذکر چل رہا ہے اس لئے یہاں بھی اس امر کو ملحوظ رکھنا کہ ایک مسلمان کو کافر بنا کر وہ عظیم خدمت سرانجام دے دی جس پر

یعنی وادے میں ہمارا بادشاہ انارے کم ہے۔ اللہ کے بندے یہ کہ جس جگہ لکھا ہوا ہے کہ ایک ہی بحث میں مختلف الفاظ و اصطلاحات بیان کئے جائیں تو ان سب کا ایک ہی معنی لیا جائے گا؟ اس سے زیادہ کوڑھ مغزنی کا مٹا ہر کچھ اور ہو سکتا ہے؟ اگر مہارت سے مراد محض "دوسر" ہو تو یہاں بھی دوسرے کا لفظ استعمال کرتے مگر خاص حضور ﷺ اور دوسرے کے ذکر کے وقت دوسرے کی جگہ صرف امت کا لفظ استعمال کرنا ہی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ مراد محض دوسرے نہیں بلکہ صرف امت ہی ہے۔ نہ جانے کیوں آپ کو اسی بحث میں یہ عبارت نظر نہ آئی:

"یہ سمجھنا چاہئے کہ غریب مسائل کا کچھ میں آجانا اور ادراج مثلاً "دوسر" کا کثف نماز میں برا ہے بلکہ اس کام کا ارادہ کرنا اور اپنی "ہمت" کو "اسی طرف متوجہ" کرنا اور نیت میں اسی دعا کا ملکہ دینا محض لوگوں کے غلوں کے خلاف ہے۔" (مرآۃ المستقیم ص ۹۹)

غور کرو کہ جس قدر وضاحت سے فرما رہے ہیں کہ محض دوسرے خیال اور ادراج کی بات نہیں بلکہ اپنا ہمدیہ امت کو اسی طرف متوجہ کرنے پر ساری گفتگو ہو رہی ہے۔ دوسرے کا لفظ نظر آ گیا مگر یہاں "دوسر" کا لفظ نظر کیوں نہیں آیا؟ کہ یہ تکفیری مشیخین گمن کی ٹالی میں پھنس جاتا؟ اگر محض خیالات و وساوس کو برا جانے تو سید صاحب ہرگز یہ نہ فرماتے:

"اور ادراج فرشتوں کا کثف ان قافروں کے غلوں میں سے ہے جو حضور حق میں مستغرق یا اخلاص لوگوں کو نہایت مہربانوں کی وجہ سے عطا ہو کرتا ہے۔" (ایضاً ص ۹۹)

نیز عبارت کا سیاق و سباق بھی بڑھ رہا ہے کہ یہاں صرف امت سے مراد صرف دوسر یا خیالی نہیں چنانچہ سید صاحب فرماتا چاہتے ہیں کہ نماز میں مختلف وساوس و خیالات آ سکتے ہیں مگر محض خیالات بعض سے برے ہو سکتے ہیں دیکھو ہو سکتا ہے کبھی زنا کا دوسرا حساب لگے کبھی زانیہ کا تو بیوی سے بیزار کے مقابلے میں زنا کا دوسرا زیادہ عظمت ہے اس پر زیادہ توجہ استدلال کرنی چاہئے۔ پھر آگے مستقل صوفیاء کے ایک طریق کا ذکر کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں شغل بربخ شائع ہے اب ظاہر ہے کہ وہ یہ شغل بربخ محض خیالی یا دوسرے کی بنیاد پر تو نہیں کرتے

ہوئے بلکہ پوری امت و توحید اس طرف گامزن کر دیتے ہیں اس لئے نماز میں شیخ یا حضور ﷺ کی طرف امت کا نگار بنا کر دل سے بالکل چسپاں ہو جائے اور خدا کا تصور ہی اندر ہے وہ استغفر ارق جہرہ کی کتاب میں ہونا چاہئے تھا وہ کوع و کعبہ جو رب کی بندگی میں کرنا چاہئے تھا اب نبی کے نکلنے پر شیخ نے کپٹے کئے جا رہے ہیں تو یقیناً یہ ایک برا فعل بلکہ شرک ہے ایسی نماز والے پر رب کی طرف سے پھینکا ہے البتہ اگر گدھے وغیرہ کی طرف توجہ کو پھیر دیا جائے تو وہ ایک ذلیل وغیرہ ہے اس کی طرف توجہ جائے گی ہی نہیں اگر چسپائی بھی گئی تو دل سے چسپیدگی کی کوئی بہرہ نہیں اس لئے گاوخر کی جگہ پیر و مرشد کی طرف نماز میں صرف ہمت کرنا زیادہ خطرناک ہے۔ عبارت کے اندر خود ”گدھے کی صورت میں مستغرق“ کا لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تمہیں دوسرے کا ذکر نہیں بلکہ ”استغراق“ کی بات ہو رہی ہے۔

بالفرض علی سبیل انحراف دوسرے کا ہی ذکر ہو تو دوسروں کے مختلف مراتب ہیں انہی میں سے ایک مرتبہ ہمت کو لے لیں اور پھر

اگر باقی توجہ مراد لیں جو متقی عباد صاحب یا دیگر علماء دیوبند کرتے ہیں۔

دیوبند کا اکثر خاتمہ محمود صاحب مدظلہ العالی کی عبارت تو اس کو بھی آپ نے سیاق و سباق سے لکھ کر پیش کیا ڈاکٹر صاحب نے اس اعتراض کا جواب پڑے دلچسپ انداز میں ”مطالعہ“ و ملت جندال میں ۲۸ تا ۳۴ پر دیا جس کا کوئی جواب آپ کے پاس نہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہرا بھی نقش ”خیال آتا یا لا نہیں“ بلکہ وہ خیال مراد ہے جو صرف ہمت کے ساتھ ہو چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”ہاں اگر کوئی شخص نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہمت پھر کر اپنے پیر و مرشد کی طرف توجہ پائے تو اس طرف ہمت سے وہ شرک کی دلدل میں جا گرے گا کیونکہ نماز خالصہ اللہ کی عبادت تھی نہ ساز گار نہ اسے ہمت پھر کر کسی اور کی طرف ہمت لے جانا عبادت کو اس دوسرے سے متعلق کرنا بجا و ظاہر ہے کہ اسلام میں عبادت اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ پس نماز میں پیر و مرشد یا کسی ولی طرف ہمت کو پھر کر شرک ہے۔ وہ مرید اگر نماز کے باہر اپنے پیر و مرشد کی طرف ہمت پھیرتا ہے اللہ تعالیٰ نہ کرتا ہے تو لیکن ہے اسے شاذی طریق پر کچھ رعایت مل جائے لیکن نماز میں اللہ سے

اپنی توجہ ہٹا کر اسے اپنے پیروں میں رکھ دیا۔ کسی دلی اختیار پر لگاؤ و رعایت کے مقام تو حید کی سب سے بڑی آفت ہے۔ مؤمن کی نماز اس طرح ہونی چاہئے کہ پوری نماز میں اس کی توجہ صرف خدا کی طرف رہے۔ بغیر کسی طرف بھی دھیان نہ تو اللہ کے دربار میں اس کا اللہ سے صرف امت کے لئے کوئی صورت میں دھیان نہ پھیرا جائے اور نہ کسی اور کی نیت پائیدگی جائے۔

(مطالعہ بریلایت، ص ۲۸۶)

آپ نے اپنی بنائی ہوئی نوو ساخت عبارت جو مطالعہ بریلایت کے حوالے سے لکھی ہے وہ بھی وہاں نہیں ملتی البتہ عبارت کے پہلے جز خیال آنے اور خیال لانے میں فرق ہے۔۔۔۔۔ کے بعد علامہ صاحب متصل ہی یہ بھی تو لکھتے ہیں:

”مندرجہ بالا تفصیل سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ نماز میں دنیوی چیزوں کا خیال آنا زیادہ تر زیادہ عبادت کے نور سے محروم کر دیتا ہے لیکن اپنے ارادے اور توجہ سے کسی چیز و مرشد کی طرف توجہ پانچنا یہاں تک کہ اور کسی کی طرف دھیان نہ رہے اور اس بزرگ کی طرف کامل صرف امت ہو جائے اور وہ بھی نماز میں تو یہ نہیں ایمان سے محروم بھی کر سکتا ہے۔“

(مطالعہ ج ۱ ص ۲۸۸)

اپنے امام احمد رضاؒ کی سنت میں پر عمل کرتے ہوئے جب تک آپ لوگ دھوکہ فراڈ نہ کر لیں چھین نہیں لے سکتے۔ غرض علامہ صاحب بھی محض خیال کی بات نہیں کر رہے بلکہ خیال کو اس طور پر لانا کہ پوری توجہ اور ہمت اس پر مرکوز ہو جائے کہ کسی اور کا دھیان ہی نہ رہے اس کی بات کر رہے ہیں صراطِ مستقیم میں بھی خیال سے مراد یہی ہے۔ حیرت ہے ایک دو دفعہ دوسرے کا ذکر آنے پر تو آپ صرف ہمت کو بھی دوسرے پر محمول کر رہے ہیں مگر یہاں بار بار ہمت کی گردان کی وجہ سے خیال کا نہ جانے صرف ہمت پر محمول کیوں نہیں کر رہے ہیں؟

تو جناب دہلی محض ان بڑی بڑی کتابوں کے نام لکھ دینے سے آپ کا طبعی ردوب ہم پر پڑنے والا نہیں کیونکہ ان کتابوں کو سمجھنے کی لیاقت ہی سرے سے آپ میں نہیں۔ علامہ صاحب کی اس عبارت کے متعلق مزید وضاحت کیلئے ان کا تحقیقی مقالہ ”نماز کا مقام تو حید“ ملاحظہ فرمائیں جو دارالمصمیم لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

آپ نے جو آگے روایات پیش کیا ان سے ہمارے مدعا پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اُتریں یہاں نے چونکہ توجہ کرنے سے بھی منع کر دیا ہے اس لئے یہ ہماری روایات آپ کے حیدے کے متضاد ہیں اس لئے ہمارے حق میں اور اپنے خلاف دلائل دینے پر فکر ہے۔ آپ جیسے ایک دانا و محقق اس جماعت کو مل جائے تو اسے کسی سے دشمنی مول لینے کی ضرورت نہیں۔

نہانی صاحب و خالد صاحب کی عبارات میں کوئی ٹکراؤ نہیں

ان کی عبارت میں ٹکراؤ آپ کو محض اپنی اپنی عقل کی وجہ سے نظر آ رہا ہے حیرت ہے جتنے ہو محقق اور اور کتابیں سمجھنے تک کی لیاقت نہیں۔ خیال آنے خیال لانے کو نہ تو حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے برا کہا بلکہ خود بخود خیال آنے کو تو وہ خلعت کا خرو میں شمار کر رہے ہیں نہ علامہ ذاکٹر خالد محسود صاحب نے نہ نہانی صاحب نے۔ ان تینوں کے نزدیک نماز میں دینی خیال برا ہے جو اس طور پر ہو کہ اس طرف پوری توجہ ادا ہے اور صرف ہمت کو متوجہ کر دیا جائے کہ ذات باری تعالیٰ کی طرف بالکل کوئی رجحان ہی نہ رہے اس امر کی وضاحت ماقبل میں ہو چکی ہے۔

کیا نماز میں حضور ﷺ کی تعظیم شرک ہے؟

انگلہ تعظیم جو علی وجہ العبادۃ ہو بالکل شرک ہے اس پر آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اگر اتنا ہی تعظیم کا اجر لگا ہوا ہے تو کھل کر کہیں کہ ہم نماز اللہ کیلئے نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیلئے پڑھتے ہیں؟ تو ان کو آپ نے باندھا تعظیم شرک ہے اور عنوان کے تحت بحث میں اسی مبادی و حیل کا مظہر کرتے ہوئے بار بار ہماری طرف یہ عقیدہ منسوب کیا کہ ہم نماز میں نبی کریم ﷺ کے خیال کو اکثر شرک کہتے ہیں اگر پوری جماعت رضامندی میں کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جس کے دل میں بدعتی کے دانے کے برابر یا احساس ہے کہ میں نے سر کر اللہ کو اپنی ان کلمہ جیسا نہیں کا حساب دینا ہے تو وہ بتائے ہم نے کہاں لکھا ہے کہ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال شرک ہے؟ مفتی علامہ صاحب نے اس ذاتِ سیاح نہیں کئے بلکہ آپ کو اپنے سیاح دل کی وجہ سے اس میں سیاحی فلسفہ نمودار ہے۔

حکام الدینی کی طرف آپ نے یہ عبارت منسوب کی کہ وہ دورانِ عبادت سجدہ کرنے کے اس کو تعظیم

کھینچتے حالانکہ ملا علی قاری کی عربی عبارت کتاب میں موجود ہے ان کا مقصود یہ بیان کرنا نہیں کہ سجدے کو تنظیم سمجھتے بلکہ سجدہ کرتے تنظیم کی وجہ سے نیز ان کی عبارت یہ ہے جو پکار پکار کر آپ کو شریک کہہ رہی ہے شاید اسی وجہ سے پوری عبارت نقل کرنے کی جرات آپ کو نہ ہوئی:

والله اعلم فی تعظیم الانبیاء و ذالک هو الشریک

(صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۶۳)

کہتے جناب آپ تو نبی کی تعظیم کو ہی نماز سمجھتے ہیں مگر ملا علی قاری تو فرما رہے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم میں مبالغہ کر چکی شریک ہے۔ ہم نے تو صریح حوالہ نہیں حوالہ جات پیش کر دئے اگر آپ میں غیر ت ہے تو ہمارا چیلنج ہے کوئی حد بیٹا لکھا چیل کریں جس میں یہ ہو کہ کوئی دیکھو میرے شخص یا دھونڈنے کیلئے نماز میں کرنا۔ مائل ابو حاتم کہم ان کھتم صادقین۔

قارئین کرام صراط مستقیم کے متعلق احادیث سے یہ مدلل بحث صراط مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ ص ۵۴۲ پر موجود ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس کا کوئی جواب ان مشرکوں کے پاس نہیں سوائے اس کہ وہ جلی عبارتیں جلی موقف ہماری طرف منسوب کر کے پھر اسس کا ذکر کرنا شروع کر دیں اور سید پھلا کر کہیں دیکھو ہم نے جواب دے دیا۔

اعتراض ۶: غلام حسین نقشبندی اسی عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

تمکذوی صاحب لکھتے ہیں: چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور مغفل نمازی پر (یعنی جس نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال آئے) اس پر آسمان سے فورا عیب لگتی اور وہ جسم او جاتا آدھی آتی اور اس کو کسی گناہم کوئی اور گھڑے میں پھینک دیتی آسمان سے پتھر برساتے جاتے اور اس کا کھچا نکال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر رکھ کا ڈھیر بنا دیتی زمین شق ہوتی اور یہ سارے کام اس میں دھنسا دیا جاتا۔

آگے لکھتے ہیں:

آخر میں اگر تو بے نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہو جائے تو دیگر گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارت اکابر ص ۹۸)

قارئین کرام! سر فراز صاحب تمکذوی کا یہ تبصرہ صاف بتا رہا ہے کہ علامہ دہلوی کے نزدیک

مفتی محمد امجد علی صاحب دہلوی کا خیال مبارک نماز میں اتنا برا ہے کہ ایسے منقل نمازی پر اللہ کا عذاب آنا چاہیے
(مشیر حسین، ص ۲۵، ۲۶)

جواب: رضا خانی معترض نے پوری عادت سے مجبور ہو کر عبارت کو نقل کرنے میں انتہائی
برصافیت (یعنی فریب، فراڈ) کا مظاہرہ کیا ہے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ ملاحظہ ہو:
اس کو مانگئے کہ اگر کوئی شخص دنیا کی کسی عدالت میں کسی جج اور کسی محکمہ ریٹ کے سامنے کھڑا ہو
اور اس کو بیان دے رہا ہو مگر وہ بجائے اس سے ام کلام ہونے کے عدالت کے وقت میں جج کی
موجودگی میں کسی اور سے کلام کر رہا ہو یا جج کی طرف توجہ کرنے کے بجائے قصد کسی اور طرف
رکھ رہا ہو تو بہت ممکن ہے کہ اس پر توہین عدالت کا مقدمہ چلے اور اپنے کئے کا غمیانہ بھگتے۔ یہ
ہائے نام حاکم اس انکم الحاکمین کے مقابلہ میں اور یہ مجازی عدالتیں رب العزت کی حقیقی عدالت
کے مقابلہ کیا وقت نہ کھتی ہے؟ چاہئے تو یہ تھا کہ ایسے بے پرواہ عابد اور منقل نمازی پر (یعنی جس
نمازی کو نماز میں حضور ﷺ کا خیال بطریق صرف ہمت آئے) اس پر آسان سے فوراً بجلی گرتی
اور ہضم ہو جاتا آندھی آتی اور اس کو کسی گناہ میں اور گھرے میں بھیج دیتی آسان سے
خبر دے دیتے جاتے اور اس کا بھیجا نکال لیا جاتا آگ آتی اور اس کو جلا کر رکھ کا ڈھیر بنا دیتی
ذمہ نشی ہوئی اور یہ سارے کا سارا اس میں دھنسا دیا جاتا مگر پروردگار تو ارحم الراحمین ہے وہ
اپنی عدالت سے دور گزر فرماتا ہے آخر میں اگر تو پہ نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر سے ہو جائے تو دیگر
گناہوں کی طرح یہ جرم بھی معاف ہو جائے گا (عبارات و کابرہ، ص ۹۷، ۹۸)

مفتی کرام اکمل عبارت آپ نے چڑھ لی اس میں کہیں بھی امام اہلسنت نے یہ نہیں لکھا کہ
علاؤ نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال آنے پر عذاب آنا چاہئے وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ نماز میں
اللہ کی بجائے رب کی طرف اپنی تمام تر توجہ مبذول کرنے کے بجائے اس کی بندگی کی طرف
اپنے خیالات کو نہ گور رکھنے کے بجائے اللہ کی ذات کو بالکل بھول کر غیر اللہ کی طرف اپنے
بلائے کو مرکوز کر لے تو یہ آدنی اس لائق ہے کہ اس پر اللہ کا عذاب آجائے جب عارضی عدالتیں
گناہگار کو برداشت نہیں کر سکتی کہ جج کے بجائے آپ اس کے سامنے کسی اور کی طرف مچھٹکے
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قسم کی گستاخی کس طرح قابل برداشت ہو سکتی ہے؟ ایسی مذہب نازیما

رضاخانیوں ہی کو مبارک مگر چونکہ رضاخانیوں کی نمازیں اسی قسم کی ہوتی ہیں اس لئے ان کو امام اہلسنت کی اس عبارت سے قلمی تکلیف ہونا لازمی امر ہے۔

اعتراض ۷: سفید صاحب کی نرالی گپ: اور جس کا معنی آپ نے ہمت کو لگا دینا ہے جس میں اس کے معنی محض تصور و خیال آنا کے نہیں ہیں جیسا کہ ظاہر صاحب اور ان کے متوطنین کرتے ہیں بلکہ وہ خیال ہے جس میں قصد اور ارادہ اپنا پوری ہمت لگا دی حساباً (عبادت کا براہ) (۹۸) یعنی دہلوی صاحب نے حضور ﷺ کے جس خیال کو نماز میں گدھے کے خیال سے برا کہا ہے وہ خیال ہے جو ارادہ قصد اور

(شمیر حسینی، ۱۳۸۳ء)

جواب: بھروسہ دھوکا اور فرا! صرف خیال، قصد اور ارادہ کا ذکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ عبارت میں صاف طور پر "ہمت" کا لفظ موجود ہے جس کی مکمل تشریح ماقبل میں گزر چکی ہے اور رضا خانی اکی کوٹ سمجھتے ہوئے بار بار "خیال" کی رٹ لگا کر اپنی جہالتوں اور تعصبات کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

مزید تفصیل کیلئے:

عراق مستقیم کی عبارت کی مزید توضیح کیلئے حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کی کتاب "لغات کا مقام و حیثیت" اور مفتی حماد صاحب نقشبندی کی کتاب "عراق مستقیم پر اعتراضات کا جائزہ" ملاحظہ فرمائیے۔

اعتراض ۸: امام الانبیاء ﷺ اور دیگر تمام انبیاء چھارے سے زیادہ وسیلہ اور ذریعہ ناجیز سے کھتر ہیں۔ نعوذ باللہ

یہ بدبودار عنوان قائم کر کے رضا خانی ترہین نکلتا ہے:

"دوبہ بدعتی مذہب کے امام مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ یہ یقیناً جان لہوا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا (انبیاء و اولیاء) ہو یا جموں (ہم تم) وہ اللہ کی شان کے آگے چھارے سے بھی وسیلہ ہے۔ (تقریباً ۸۳ء طبع دہلی)۔"

اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء و اولیاء اس کے در و دروازہ ناچیں۔ اس سے بھی کمتر ہیں (تقریباً ایمان، ص ۵۶)۔

(زیونیت کے بطلان کا اظہار، ص ۶۷، شمشیر حسینی، ص ۲۸، ۲۴، یونہی سے بریلی، ص ۳۵، ۳۶، یونہی مذہب، ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۱۷۸)

جواب: رضا خانیوں نے سنتِ آباء پر عمل کرتے ہوئے عبارات کو نقل کرنے اور مفہوم کو بیان کرنے میں دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے۔ راقم الحروف اس اعتراض کا تفصیلی جواب ”نورِ سنت“ نمبر ۷۷ میں دے چکا ہے جو اب مفید اضافوں کے ساتھ یہاں بذیہ قارئین کیا جاتا ہے۔
میرے محترم سچے آپ تقویٰ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد انشاء اللہ فقیر ایسا معروضات عرض کرے گا:
تقریباً ایمان کی عبارت

والفان لفان لیبیدو هو بعضہ یا بنی لانسو رک یا ہوا ان الشریک لظلم عظیم

(پ ۲۱ سورہ لقمان)

ترجمہ اور تفسیر: اللہ تعالیٰ نے سورہ لقمان میں جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا کہ کہے میں میرے مت شریک بنا، اللہ کا بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔
فہم لکن اللہ صاحب نے لقمان کو عقل مند دی وہی تھی سوانحوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی کیسے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیتے تھے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟

اب یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

پیشی گزارش (تحقیق جواب)

یہ بیویوں کی طرف سے اس عبارت پر اعتراض بعض تعصب کا شاخسانہ ہے اگر یہ لوگ مسئلہ کے طرزِ کلام اور تقریر کے رویہ کو غور اور تامل سے اور ساری کتاب کو انصاف کی روش سے

دیکھتے تو ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے۔ اللہ رب العزت نے مشرکوں اور کافروں کو غور و فکر نہ کرنے پر بار بار الزام دیا ہے اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمَلِ عِلْمٍ پر کچھ چھپا نہیں کہ یہ اعتراض بالکل سب اور حقیقت یہ ہے کہ تعصب، اور خدا کا علاج ہمارے پاس کچھ نہیں۔

ہاں کسی کا حفا کیش سے مطلب نہ برائے

جو کور ہو چنگ سے اسے کب نظر آئے

مولانا حکیم برکات احمد صاحب (جن کو بریلوی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں) نے کیا خوب کہا کہ:

”اکابر علماء کا یہ طریقہ ہے کہ جو کسی عالم کی تصنیف میں غلطی ہو جائے تو اس کو حتی الامکان بتاتے ہیں اگر صحیح ہو تو قصداً المراد اور اگر وہ غلطی صحیح نہ ہو سکے تو مصنف کو برائی سے یاد نہ کرے چہ جائے کہ اس کو کافر کہیں اگر تفریق الایمان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو حتی الامکان صحیح کرنا چاہئے اگر صحیح نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے مصنف کتاب کو کافر نہ کہے یہ حقد میں علماء کے خلاف ہے اگر تفریق الایمان سمجھ میں نہیں آتی تو اس کو نہ دیکھیں۔“

(مولانا حکیم سید برکات احمد میرٹ و علوم، ص ۱۹۰، برکات الکیفی)

کر (پہلی ۱۹۹۳ء)

اہل علم یہ بات خوب واضح ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور قدرت کاملہ کو بیان کرنا ہے اور اس کے مقابلے میں مخلوق کی عاجزی و ضعف اور کمزوری کو بیان کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی بات کو بیان کرنے کیلئے جس عیار اور اعتبار کا ہے وہ ہرگز کسی دلی یا نیکی توہین پر مبنی نہیں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے فاسد اعتقاد کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے لَقَدْ خَفَّوْا الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَضَّلْتُ الْاِسْلَامَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اِنْ اَرَادْتُمْ اَنْ تُهْلِكَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَآلِه٩هُ رَحْمَتُ رَبِّیْ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۔ (مائدہ ۱۷) اور خدا نے مسلمانوں کو جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ و معاذ اللہ۔ قبولِ بلائیت اور خدا کے جسکا میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایسے معتقدوں کے گمان فاسد کے رد کیلئے ایسی عید دی:

اور فرمائی ہے کہ وہ لوگ عقیدہ باطل سے توبہ کریں اور خدا کے قہار و جبار کا حکم بجالائیں تو صاحب تقویٰ الایمان نے جابل حمود کے گمان باطل اور زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر مخلوق یا مخلوق اسٹی جہ چاہیں ہو کریں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں وہ محنت اراکل ہیں خدا کی رحیمات کے مالک ہیں تو ایسے لوگوں کے گمان کو رد کرتے ہوئے شاد صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق بڑا عجب و تعجب ہے اللہ کی شان کے آگے جہ مار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ غور فرمائیں کہ یہاں بیان وہ نسبتوں کا ہے ایک تو نسبت مخلوق کی خالق سے ہے اور دوسری نسبت ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے اور یہاں پہلی نسبت کا بیان ہے گویا مقصود صاحب تقویٰ الایمان کا صرف یہ ہے کہ نسبت مخلوق کے مرادب کی خالق کے مرادب کی نسبت کے ساتھ بالکل کچھ بھی نہیں ایک ذرہ برابر بھی مخلوق کا مرادب خالق کے مرادب کے آگے نہیں اس واسطے کہ تمام مخلوق حادثات محتاج سے قدیم پیدا کرنے والے قدرت کاملہ رکھنے والے کی اس سے اس کو کچھ بھی مناسبت و مشابہت نہیں پس کلمہ فیہ اس کی تو شان یہ ہے کہ اذا اراد شینا ان یقول لہ کن فیکون پس صاحب تقویٰ الایمان کا یہ قول ہے کہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے جہ مار سے بھی زیادہ ذلیل ہے بہت جبار و بالکل درست ہے کیونکہ ہر موجود مسلمان کا یہی اعتقاد ہو کہ اس عزیز و ذاتی کے آگے ہر مخلوق ذلیل یعنی نہایت ضعیف اور عاجز ہے سر و سامان ہے۔ یہاں اہل سنت کا کلمہ بھی اسی لئے استعمال کیا گیا کہ اس کی فیض عزت ہے جس کے معنی قوت اور ارادہ دائمی قدیمی سوائے اللہ کے کی انہیں اور فرمایا ہے کہ من ذلت سے منزہ و میرہ ہوں و لم یکن لہ ولی من الدال یعنی وہ اپنے آپ کو اس کے ذلیل یعنی کمزور کی حاجت ہو۔

لیکن وہ خالق بے نیاز و غنی ہے اور ہر مخلوق سراسر احتیاج و محتاج ہے اس ذات کے احوال کا کی طرح برابری شرکت اور تقابلہ نہیں کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق برحق ہے ازل سے ایک عزیز بقیہ و مالک الملک تاہر اغالب مستدیم ہے ولہ الکبریاء فی السموات والارض اور حدیث قدسی الکبریاء والذی و العظمة ازادی اس عزیز سلطان کی شان ہے

پہنچیدہ خود اپنی شان کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کل من لی السموات والارض

الا انی الرحمن عبدہ الاسی آیت کی تفسیر میں ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن کرمی نے فرمایا ہے:

ای صاحب جلالین نے تو صاف تصریح کر دی کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ای ذلیلہا عنہما یوم القیامۃ منہم عزیر و عیسیٰ۔ (جلالین، ص ۲۶۰)
آخر یہ مقرر نہیں صاحب جلالین پر کوئی فتویٰ کیوں نہیں لگاتے جو ان اولوالعزم انبیاء کا نام لیا
لفظ "ان" کی نسبت ان کی طرف کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ ان پر فتوے کیوں نہیں لگے۔۔۔۔۔
نے کیا ہی خوب کہا

بہر چشم عبادت حق تر باشد
حسد بھاسد طبع سچ تر باشد
امام راعیہ مصنف ہائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبد کے معنی ذلیل کے لکھے ہیں تو انہی کا
فتویٰ کیوں نہیں جس طرح ان کا مقصد تو چین نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس واعد القہار ذات کے
سامنے تمام مخلوق ہے وہ ضعیف و ناتواں ہے جس کو ذلیل سے تعبیر کیا ہے پس یہی مقصود تفسیر
الایمان کی اس عبارت کا ہے حیرت تو یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے نہ تو کسی الی کا ذکر کیا
نہی کا مگر پھر بھی وہ گستاخ اور یہ حضرات انبیاء ہم السلام کا نام لکھ کر یہی الفاظ استعمال کیے
ہیں مگر پھر بھی وہ لیاہ اللہ۔ مگر

ان پر رگوں کو برا کہنے سے کیا بھل پاؤ گے
و کچھ لوگ تم بھی کل اس کی کیا سزا پاؤ گے
صاحب جلالین قرآن پاک کی آیت صلی علیہ وسلم من قبلہ الرسل و امہ صدیقہ کا نا یا کلان الطعام کی تفسیر میں لکھتے ہیں کا نا یا کلان الطعام
کعبہ حنظل من الحیر الامت (ص ۱۰۳) نور قرآن میں یہاں تو ایک ابو العزم ہی اور ان کا پاک
باتر الدہ کو سبب احتیاج اور ضعیف ہونے کے جائزوں سے تشبیہ دے دی گئی اور حیرات کے
ماتھ ان کا ذکر کر دیا گیا اب کوئی بریلوی حضرات کی طرح شرم و حیا کا کر دہی سال کی شرم

اللہ کے اور کچے کچے
 حیوانات میں تو کتنا بھی ہے۔۔۔۔۔
 لڑائی بھی ہے۔۔۔۔۔
 لکھنا بھی ہے۔۔۔۔۔
 لڑائی بھی ہے۔۔۔۔۔

گرامی صاحب جلالین نے معاذ اللہ۔۔۔۔۔ اندازہ لگا لیں بات کہاں تک پہنچے عملی؟ تو اگر
 صاحب تقریر ایمان نے مخلوق کی کمزوری و عاجزی کو ثابت کرنے کیلئے مطلقاً مخلوق کیلئے
 چار (چوتھی) کا لفظ استعمال کر دیا تو کسی کو کیا تکلیف۔۔۔؟؟ جتنا کہ کیا جلالین میں حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کو بسبب احتیاج کے اور اختیار نہ ہونے کے مانستہ اور
 جانوروں کی طرح لکھنا کیا ان کی حقارت اور گستاخ کرنے کیلئے لکھا گیا ہے۔۔۔؟؟؟؟؟ نعوذ باللہ
 من سوء القلم

شیخ سعدی بھی اسی قہار عزیز و جبار کی شان میں فرماتے ہیں کہ
 مگر بخشش خطاب قہر کنند

انبیاء و راجہ جائے معذرت است

عالم قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ دجال کی تیند کو پیارے آقا ﷺ کی تیند سے تشبیہ دے
 دی تو احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:
 "القول لقد ثقلت هذه الكفافة على"

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱: ص ۱۳۰، سنی دارالاشاعت ۱۹۶۷ء)

تو فرمایا میں یہاں تو صرف یہ کہہ کر عبارت سے صرف نظر کیا جا رہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
 کی کف سے تشبیہ و تمثیل میرے مزاج پر بہت بھاری گزرا لیکن اگر اس طرح کے پیرائے علمائے
 دین کی کتابوں میں عام مخلوق کیلئے استعمال کر لئے جائیں تو فوراً کفر کے فتوے ہائے انبیاء
 فیہم اسلام کی گستاخی کر دی۔۔۔۔۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قہار و جبار ذات کی کبریائی اور مخلوق کی بے چارگی ان الفاظ

میں بیان کرتے ہیں:

”اواما معرفت دوم آں بود کہ از صفت وی بخیزد، و لکن از ناہی کی
تدر آں خیزد کہ از وی من تر شد، چنانچہ کسی در چنگال افتد و بترسد
، نہ از گناہ خویش لیکن از آنکہ صفت شیرینی داند کہ طبع وی ہلاک
کردن است، و آنکہ بدوی و بد شغفی وی بقیع پاک — نہ در و در ایس
خوف تمام تر و غافل تر، و ہر کہ صفات حق تعالی بشناخت و جلالت
و بزرگی قدر انائی و بے ہاکی وی بدایں آست کہ اگر بر عالم ہلاک
کند و چاہد و دوزخ وارد، یک ذرہ از ملکوت وی کم نشود و آنچہ آں
رارقت و شفقت گویند از حقیقت آں ذات اومنزہ است، بجائی
آں بود کہ بترسد و ای ترس انبیاء را نیز بود اگرچہ دانست کہ ذر
معصیت معصوم اند و ہر کہ بخدائے تعالی عارف تر بود ترس آں تر
باشد و رسول اللہ (ﷺ) از ایں گفت: ”من عارف ترین بنیام
بخدائے و ترس آں ترین، و برائے ایں گفت: ”الما یحفل اللہ من عباده
اعلمہ، و ہر کہ چاہی تر بود لیکن تر بود و حق آمد بد اور (علیہ
السلام) کہ یا در دوزخ من چنان ترس کہ از شیر خشک من ترس۔“

(کیمیائے سعادت، ج ۲، ص ۲۰۲، ۲۰۳، طبع شہر انار)

ترجمہ معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے محبوب اور معاصی کے باعث
یہ خوف نہ ہو چکے و جس سے ڈرتے ہیں اس کی بے ہاکی اور قدرت اس کی معرفت
کاسب بنی ہو، مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے بچے میں گرفتار ہو جائے تو اس
وقت وہ اپنی لٹلی اور کوتاہی کے سبب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے خود را
ہوتا ہے کہ شیر دلدرد جانو رہے اور اس کو بچے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری
کی کچھ پروا نہیں، یہ خوف بہت اخصیلت رکھتا ہے، ایسی جس نے اللہ کی صفت
تدرت کو پہچانا اس کی بزرگی قوت اور بے پردائی کو جانے اور سمجھ گیا کہ اگر وہ
سادے عالم کو ہلاک کر دے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ میںیں رکھے تو اس کی
بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا غری و شفقت بے جا سے اس

کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈرے گا ایسا خوف انبیاء و کرام کو بھی ہوتا ہے
 اگرچہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس
 قدر زیادہ حاصل ہوگا وہ اسی قدر (اس ذات بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا
 ہوگا اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میں تم میں سب سے زیادہ
 اپنے رب کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہاری نسبت سب سے زیادہ اس سے
 ڈرنے والا بھی ہوں اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بندوں میں
 سب سے زیادہ ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں اور جو اس کے عرفان، ذات و
 صفات سے جس قدر بے بہر اور جاہل ہوگا وہ اس کی ذات سے اتنا ہی زیادہ
 بے خوف ہوگا۔ حضرت داود علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اے داؤد! مجھ سے
 ایسا ڈر جیسے شیر سے ڈرتا ہے۔

نام غرائی کی روحانی و علمی وجاہت کا کوئی جاہل ہی منکر ہو سکتا ہے جب انھوں نے اللہ
 کی قدرت کاملہ اور اس کی بے پرواہ ذات کی بڑائی و کبریائی کو ثابت کرنے کیلئے بھیسٹے اور
 دوسرے کی مثال دے دی اور نبی کریم ﷺ اور حضرت داود علیہ السلام کے ناموں کی اس میں
 طرح کر دی تو اگر شاہ صاحب نے مخلوق کیلئے ہمارے مثال دے دی یا ذلیل کا لفظ استعمال
 کر لیا تو کسی کو کیا تکلیف؟۔

غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ
 اللہ رب العزت کی طاقت و قدرت اور مخلوق کی بے بسی کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں
 حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان
 کے عین مطابق ہے۔ تو پھر آخریہ دشمنی صرف شاہ صاحب سے ہی کیوں۔ ۴۴۴
 شاہ صاحب کی مہارت میں ”آگے“ کا لفظ ہے جس کا عام معنی ”مقابلہ“ ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا
 ہے کہ چند کی سورج کے آگے کیا حیثیت ہے یعنی چاند کی سورج کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے
 اسی طرح کہتے ہیں کہ صدر کے حکم کے آگے تمہانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں تو اس کا مطلب
 یہ ہے کہ صدر کے حکم کے مقابلے میں تمہانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب
 کی عبارت میں آگے کا لفظ اسی مقابلہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خالق کے مقابلہ میں۔

اسی طرح "ذلت" کے لفظ کے متعلق وضاحت کر دوں کہ ذلت کے معنی ضعف و کمزوری تکت کے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الدل ما كان عن القهر۔ يقال الدل والقل والذلة والقلية (مفردات القرآن ص ۳۶)
غرض ذلت کے معنی کمزور، عاجز ناتواں ہونا دوسرے کے مقابلے میں اور عزت کے معنی قوت و غالب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت ولقد نصرکم باللہ ویرا العلم اذلة کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال صاحب الکشاف الاذلة جمع قلل۔ انه تعالى قال ولقد العزوة ولرسول وللعمومین فلا بد من تفسیر هذا الدل بمعنى لا ینافی مدلول هذه الآية وذاك هو تفسیر بقلية العدو وضعف الحال وقلة السلاح والحال وعدم القدرة علی مقارعة العدو ومعنی الدل الضعف عن المقارعة ونقیضه العز و هو القوة والغلبة

(تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۴۸)
یہاں یہ بات بھی قائل غور ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ان آیت کی تفسیر اور معادرتے میں قرآن پاک کی ایک اور آیت وہ العزوة ولرسول وللعمومین کی پیش کر کے اس کا جواب دیا یہ یوں کے مناظرہ معظم عمر اجمہری نے بھی مقیاس حقیقت میں ان آیت کو تنویر الایمان کی اس عبارت کی تفسیر میں پیش کر کے دیا کیا مگر شاہ صاحب کا کرامت تو نہ دیکھئے کہ اس کا جواب امام رازی نے اس وقت دے دیا جب ابھی عمر اجمہری پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔۔۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مخلوق خالق بدیع السموات کے قوت و غلبہ کے مقابلے میں بلا ریب و شکل ہے یعنی ذرہ کے مانند ضعیف و ناتواں کسی قدر افسوس کی بات ہے کہ صحابہ کرام و رسول اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کونساں مشرکین اور عاجز مخلوق کے مقابلے میں ذلیل کیا جا رہا ہے مگر وہی اسلوب جب شاہ صاحب مخلوق اور خالق کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلئے اختیار کریں تو کفر گستاخی تو ہیں کے قوت۔۔۔

تفسیر الامام احمد میں ہے کہ:

اذلۃ جمع ذلیل و انما یجمع قلة الامم ان بالضعف اعم حیث یصلی المسلمین
والله اذا کانوا الاثمانۃ و بیضۃ عشر و کان ضعیف حمالہم فی الغایۃ (تفسیر ابو سعید
۱۳۰۹ء)۔

یہی قرآن شریف اور تفسیروں سے واضح ہوا کہ اس مالک الملک نے صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بسبب ضعف و قلت مال کے کفار کے مقابلے میں ذلیل مستعربا
تذلول میں مالک الملک کی عزت کامل و سلطنت کاہرہ کے آگے اور قوت باہرہ کے سامنے کیوں
کر ضعیف و ذلیل نہ گئے جائیں اس لئے کہ ذلت و ضعف محتاج انسان کا نشان ہے اور
ارہبان اس پر دلیل ہے وہ خود فرما تا علی الانسان ضعیفا اور یہ شان تو اسی کی ہے جو
الظاهر لورق عبادہ۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ اور پھر کار کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ یہاں ذلیل
کے معنی کمزور ضعیف اور بے سرو سامان کے ہیں نہ کہ حقیر، کمینہ اور بے عزت جیسا کہ بریلوی
حضرات لوگوں کو مخاطبہ دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ موچی بادشاہ کے مقابلے میں کمزور
ضعیف نہ ہوتا ہے بے عزت اور کمینہ نہیں۔ یہاں بات ہے کہ بریلوی ناچار اور ضعیف کو ہی کمینہ
کہتے ہوں کیونکہ ان حضرات کی ساری تو جہ دنیا کے ممال و متاع ہی پر ہوتی ہے اسی دنیاوی متاع
کچلے ہوا ایمان بھی بگاڑا اور لوگوں کے ایمان بگاڑنے پر بھی تکتے ہوئے ہیں۔ بے عزت و حقیر
اور ناتواں نہ ہوتا ہے جو بد غرض، بد کردار، بد عقیدہ ہو جو شخص غلط عقائد رکھتا ہو، غلام کام کرتا ہو
بے عزت و سوا ہی ہوتا ہے خواہ ہفت اقلیم کی بادشاہت رکھتا ہو اور جو شخص خدا کے پسندیدہ کام
کرتا ہو خواہ کتنا کمزور و ضعیف کیوں نہ ہو بے عزت و حقیر نہیں ہوتا کہ ان اٹھ حکم عند اللہ
عظام۔ غرض عبادت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ طاقتور ہو یا کمزور، دولت مند
نہ یا نادار اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہوتی ہے جتنا کہ ایک موچی
بادشاہ کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

تقریباً ایمان کی عبارت میں بریلوی مولوی اکرم "برا" "چھوٹا" کے لفظ سے دھوکہ
لے کر لکھتے ہیں کہ مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ (جیسا کہ احمد

سعید کاظمی نے الحق امین میں لکھا) حالانکہ چھوٹا بڑے سے مراد عوام اور بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں۔
 ملاحظہ فرمادیں کہ زور بھی بڑا چھوٹا کہلائے جاسکتے ہیں۔ جب کہا جاتا ہے "بڑا ملک چھوٹے ملک پر
 حملہ نہ کرے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طاقتور ملک کمزور ملک پر حملہ نہ کرے۔ اسی طرح
 مالدار اور نادار پر بھی چھوٹے بڑے کا اطلاق ہو سکتا ہے، زیادہ عمروالوں اور کم عمروالوں کو بھی بڑا
 چھوٹا کہا جاتا ہے غرضیکہ چھوٹے بڑے کے بہت سے معنی مراد لئے جاسکتے ہیں مگر براہِ تعصب
 کہ بریلویوں نے ہر حال میں یہ رٹ لگائی ہے کہ نہیں بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور چھوٹے سے
 مراد اولیاء اللہ۔ اگر کھڑا یہی ثابت ہوتا ہے تو احمد رضا خان صاحب کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے:

وہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالائیرا

اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

(حصہ اول: بخش: ۳۔ مکتبہ اشاعت)

اب کوئی کہے کہ یہاں اس شعر میں اونچے سے مراد تو اولیاء اللہ ہیں اور اس کے اونچے سے کیا
 اونچوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں گویا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک شیخ بیانی دھواڑ
 علیہ السلام مخالف انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے۔ کیا کوئی بریلوی ہماری اس تخریج کو تسلیم کرے
 گا؟ ایک جگہ ایک بریلوی کے سامنے جب فقیر نے یہی شعر پیش کیا تو کہا کہ اعلیٰ حضرت نے دیکھ
 مقامات پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ سب سے اونچا ہے لہذا انبیاء اس شعر سے مراد
 ہیں میں نے فوراً کہا کہ اللہ کے بندے شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو جگہ جگہ انبیاء کا
 شان و مراتب کو بیان کیا کیا وہ تجھے نظر نہیں آتی؟

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکا جب تک اس کے سامنے

مباری خلافت اس طرح ظاہر نہ ہو گویا وہ دانت کی چنگنی ہے۔" (فوائد القلوب ص ۱۰۰)

۲۲۳۔ علماء کبیری تھکد کاف و پنجاب

پشاور کے معروف بریلوی عالم پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"تمام مخلوق میں وہ (یعنی ذواتِ قدسیہ انبیاء مرسلین علیہم السلام) بھی شامل ہیں۔"

(اصول تکفیر، ص ۱۹۷)

جواب دیں کیا اس اصول کے تحت "ساری خلقت" کے لفظ میں انبیاء و مرسلین شامل نہیں؟ احمد رضا خان صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک تو انبیاء و اولیاء اللہ نیک مؤمنین اور دوسری مخلوق جو دینی اعتبار سے کسی عظمت کے لائق نہیں ان کے بزرگ و بزرگوار مشرکین مشرک و ہابیدہ و بدیعہ غیر مقلدین پھر باقی ضالین، اس قسم کی عبارتوں میں کسی دوسری قسم کی مخلوق مراد ہیں اور انبیاء و اولیاء اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(مختصاً۔ عبارات اکابر کا تحقیق و تنقید، چارہ، ص ۱۱۸ تا ۱۲۱)

فرمایا میں عبارت میں دور دور تک اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ اس عبارت پر فتویٰ لگانے پر ہزاروں کی آمدنی رکھنے کا اندیشہ تھا اس لئے اتنی دور کی کوڑی لائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ قرعہ ایمان میں ہر مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جن کی دینی اعتبار سے کوئی عظمت نہیں ان کے بزرگ و بزرگوار مشرکین مشرک و ہابیدہ، مرزائی اور شیعہ ہیں۔ اس عبارت میں مقصود انہی کو بیان کرنا ہے کہ بڑے سے مراد تو ان کے بڑے پیشوا جیسے احمد رضا خان صاحب، نعیم الدین مراد آبادی صاحب، مرزا قادیانی اور چھوٹے سے مراد بعد کے پیغمبر تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کو چھڑ کر ان جیسوں کو حاجت روا مشکل کشا چنانچی ماننا ایسا ہے کہ جیسے کسی بڑی ہستی کا منصب اٹا چھوڑ لیا تو کوئی دے دیا جائے۔ بریلوی حضرات تلخ پائے ہوں کیونکہ جب وہ اس عبارت میں انبیاء و اولیاء کو داخل کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں تو یہ مشن احمد رضا خان، نعیم الدین اور دیگر بریلوی مشکل کشاؤں پر کیوں نہیں کی جاسکتی؟۔

دوسری گزارش

اس تفصیل کے بعد اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مذکورہ بالا عبارت میں سے تو انبیاء علیہم السلام اور نہ ہی اولیاء اللہ و رحمہم اللہ کی صراحت ہے نہ ذکر بلکہ مطلقاً ایک بات ہے اور انشاء اللہ آگے آئے گا کہ بعض اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر بالکل بجاں معترضین کے نزدیک گستاخی اس بنیاد پر ہے کہ اولیاء یا انبیاء کو ذلیل کہا گیا اور یہ کفر اور گستاخی ہے تو پھر آخر یہ دشنام طرازیوں صرف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلاف کیوں

؟ کیونکہ خود بریلوی بھی جن لوگوں کو اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں ان میں سے بعض کی عبارات میں تو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان کیلئے "ذلیل" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چند جملہ جات ملاحظہ ہوں:

احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور ﷺ کیلئے "ذلت" کے لفظ کا استعمال:

احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعر بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پاکثر درود عزت بعد ذلت پاکھوں سلام

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص ۲۹، مدینہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔۔۔ کس نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہتے ان کی توہین نہیں۔۔۔؟؟؟ نصیر الدین گولڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان نے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس قول بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو

شان رسالت کا علم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی

طرف کر دی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتویٰ گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر

نہیں تو کیوں؟"

(الغیر الغیب علی ازالہ الہرب، ص ۲، مروجہ نصیر پبلیشرز لاہور)

اب ہم یہاں بریلویوں سے وہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گولڑوی نے کیا اور کیا ہی خوب کہا کہ:

اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتخاب

یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی

گستاخی ہے تو لیجئے سب سے پہلے آپ مولا یا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتویٰ

اچھے اور جس بے باکی سے آپ کے حساب قلم نے مجھ پر دہا بیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں، خدا را ایسی اتی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا ناقص مل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد شیعوں پر بھی اسی طرح ناقص مل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے دعوت فرمایا کرتے تھے۔ (ایضاً، ص ۴۲)

چونکہ کرام اللہ اور اعلیٰ انصاف مل بریلوی اس عبارت کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں، ہر پوچھے بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کو تو آپ نے چھپا رکھا ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو زلت کا شکار کیا ہے اور وہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے سے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے۔ ۹۹۹ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ کیا یہ شخص نسب خدا اور ہت دھری نہیں۔ ۹۹۹

اضافہ تاول:

مجلس دہم درضا خانیوں سے جب اس شعر کا کوئی محقول جواب نہ بن پڑا تو اپنی اردو والی کو غصہ دیتے ہوئے کہا کہ یہاں شعر میں "نہیں" "نہیں" ہے اس پر نصب کی جگہ ضم پڑھا جائے۔ الہیہ میں عرض ہے کہ ہم نے جو نصیر کا حوالہ پیش کر دیا ہے جو خود بھی ہفت زبان کا ترجمہ کرنے والے ہیں یہاں بعد میں "نہیں" پڑھا ہے۔ اسی طرح خان محمد قادری کی شرح سلام رضا پر الہیہ میں بعد پر شیخ کا کراہی واضح کیا گیا ہے (شرح سلام رضا، ص ۲۰۰، مرکز تحقیقات اسلامی)

یہاں شعر کا مطلب بیان کیا یعنی پہلے قلت اور بے سروسامانی تھی مگر اب کثرت و عزت اور غالب کا

نہیں (ایضاً ص ۲۰۲)

یہاں پہلے کے الفاظ نے خود وضاحت کر دی کہ شعر میں "نہیں" بعد مراد ہے۔ اسی طرح مشتق نظام کو بھی لکھتا ہے:

”ذلت، رسوائی (شرح حدائق بخشش، ص ۱۰۱۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے دین کو جس کے ماننے والے ابتداء میں کم تھے مگر بعد میں اس قدر زیادہ ہو گئے کہ گنتی مشکل ہو گئی اور اس طرح کمزوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت اور طاقت اور غلبہ عطا فرمایا۔“ (ایضاً ص ۱۰۱۳)

بچے کیا اب بھی کسی کو یہ تاویل کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

ساجد خواجہ الحاج غلام جیلانی سلطان صاحب کی اجازت اور اہتمام سے حضرت سلطان باہو کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے:

آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کی وجہ سے تھی

(اسرار قادری، ص ۶۰ شبیر برادرز)

معاذ اللہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا کسی عاشق رسول ﷺ نے بھی اس کتاب اس کے شائع کرنے والوں اور اس کو پڑھ کر اب تک خاموش رہے وہاں کے خلاف بھی قلم اٹھایا۔۔۔؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر یہ کھلی سفاقت کیوں۔۔۔؟؟؟

گستاخی کے تو بے صرف الملحق پر کیوں۔۔۔؟؟

صاحب جلالین جو بریلوی حضرات کے پاس بھی مسلم مفسر ہیں سورہ طہ کی آیت ان کل من فی السموات والارض انی الرحمن عبد اکبر کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ذلیل خاضع اور القیامۃ منہم عزیز و عیسیٰ۔ (جلالین، ص ۲۶۰)

غور فرمائیں کہ طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لکھ کر کیلئے ”ذلیل“ کا لفظ استعمال کیا گیا بریلوی جواب دیں اگر تقویۃ الایمان کی عبارت گستاخانہ ہے تو اس سے بڑھ کر گستاخی ہم نے جلالین سے چاہت کر دی تمہارے قلم ان کے خلاف کیا نہیں چلتے؟؟؟۔۔۔ کہاں گئے تمہارے عشق رسول کے دھوے۔۔۔؟؟؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں کہ:

”لو حقہم ذلۃ فیزارشاد باری تعالیٰ ان الذین انخلوا والمعجل سیدالہم غضب من ذلہم۔۔۔ ذلۃ ان آیاتہات پر نظر نہیں پڑی اور غور نہیں کیا کہ ان آیات میں ذلت کا لفظ کن معنوں میں آیا

جہ۔ جلد از جلد توبہ کریں اور بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے اور گستاخوں کی وکالت کرنے سے باز آجائیں۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص ۱۱۳)

ترجمی سوالی ہم بریلویوں سے بھی کرتے ہیں کہ صاحب جلالین کی عبارت میں "ذلیلان" کس معنی میں آیا ہے اگر کوہِ بقرہ لفظِ اصرام اللہ بیدروا تم اذلہ میں جس معنی میں آیا ہے وہی یہاں ہیں تو کیا بریلویوں کی نظر سے یہ آیات نہیں گزر رہیں جن کا ذکر سیالوی نے کیا اگر گزر رہیں ہیں تو اب تو توبہ کریں اور گستاخوں کی وکالت سے باز آجائیں۔ جس اصول سے صاحب جلالین کی عبارت کو ان آیات سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا انشاء اللہ اسی اصول سے تقویۃ الایمان کا استثناء بھی پیش کر دیا جائے گا۔

اگر بریلویوں کے یہ فتوے واقعی عشق رسالت کی بنیاد پر ہیں تو کریں صحت اور لگائیں ایک عروزی صاحب جلالین پر، لکھیں ایک کتاب اس عبارت کے خلاف، منعقد کریں ایک جلسہ صاحب جلالین کی گستاخی پر، لیکن یہ لوگ ایسا بھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی سردی روٹی تو مانع دیوبند کو بدنام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ ہم جلالین کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کرتے اور ترجمہ بریلوی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں جو ترجمہ اس عبارت کا بریلوی حضرات کریں گے جو مطلب یہ بیان کریں گے وہی ترجمہ اور وہی مطلب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کی عبارت کا مان لیں

ماکان جواہکم فہو جواہنا

ای آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد بن نسفی فرماتے ہیں:

ای خاصہ ذلیلہ منقادہ۔ (تفسیر نسفی ج ۲، ص ۵۳، ۵۴، دار ابن کثیر بیروت)

اور ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ان آئے والوں میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ابن علیہ السلام بھی ہیں تو اب کیا اتوی ہے بریلوی حضرات کا علامہ نسفی پر۔۔۔؟؟؟

سچ سنائیے بریلوی اکابرین کے ہاں مستند اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول کتاب جان کا ترجمہ منشی ظلیل خان برکاتی نے کیا اس میں قرآن پاک کی آیت ادھر ادھر جواہکم فہو جواہنا

(سبع سنابل، ص ۲۵۶، حوالہ ایڈیشن ۱۹۸۱ء)

بریلوی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ کیا اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، تمام اولیاء اللہ، فقہاء محدثین، اور خود نبی کریم ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے اگر ہاں تو کیا ان کیلئے ذلیل اور خوار کا لفظ استعمال کر کے برکاتی صاحب کافر گستاخ اور بے ادب ٹھہرتے ہیں یا نہیں۔؟؟؟

اور اسی غم کے مصنف احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔ وہ آدم جو متوجہ بتاج عزت تھے آج
شکار تیرہ ذلت ہیں۔“ (اور اسی غم، ص ۲، منظور عام تسلیم پر ہیں لاہور)
”حضرت عمر نے عرض کیا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں۔“

(رضائے مصطفیٰ: ص ۶، ۷ اپریل ۲۰۱۲ء)

کارکن کرام اتقوہ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا تھا اس میں نہ تو کسی نبی کی صراحت ہے نہ ولی کی جبکہ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ثابت کر دیا کہ احمد رضا خان، پیر ضحیر مولوی ابوالحسنات، صاحب جلالین، اسرار قادری، سبع سنابل، تفسیر نسفی میں انبیاء مسلمہ اسلام بلکہ نبی کریم ﷺ کا نام لیکر ان کے لئے ذلت اور ذلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔۔۔ پس اگر یہ کفر اور گستاخی ہے تو یہ حضرات صاحب تقویہ الایمان سے کہیں بڑھ کر گستاخ اور بے ادب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ بریلوی حضرات پھر بھی ان کو اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں؟ آج تک ایک چھوٹا سا کتابچہ، چند منٹ کی تقریر ان گستاخیوں کے خلاف نہیں لکھی گئی نہ کہی گئی۔؟؟؟ اگر یہ عبارتیں گستاخانہ نہیں تو صاحب تقویہ الایمان کیوں گستاخ ٹھہرے۔۔۔؟؟؟ تقویہ الایمان کی عبارت کس طرح گستاخی بن گئی۔؟؟؟

بریلویوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں

اعتراض اور دل پر اپنی خیر نہیں

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یوسف علیہ السلام لما صبر علی الاخذ بالصو دیقہ والسجن والذل ووالحق فعل بہ عز وجل صحت نجابتہ و صار ملکاً نقل من الذل الی العزۃ
اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام نے صبر کیا اور غلامی اور قید خانہ اور ذلت پر صبر کیا اور اپنے رب عزوجل کے فعل کی ثنیا بت و شرافت صحیحہ دینی اور بادشاہ بن گئے ذلت سے عزت کی طرف۔

(فیوض غوث پزدانی ترجمہ فتح الربانی ص ۳۵۸)

الحمد للہ وہی گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سرور الیاس اور معرفت جلیل سرور انبیاء است و میں ذکر دہنئے از سنکر مشاہدہ کریم ذل حضرت رسالت علیہ السلام حضرت خدا کے تعالیٰ کہ اور است و انستم کہ امین است و منہ منطلق عن الملوکی۔

ترجمہ: انتہاء یہ ہے کہ بندہ جب اپنی حقیقت جانے کا تو اپنے آپ کو ذلیل پائے گا اور یہ رنگوں کا بزرگ اللہ ہی ہے اور بندہ ذلیل و ذلیل اس لئے ہوتا ہے کہ اپنے تمام وجود کے ساتھ محتاج جلیل کا ہوتا ہے اور وہی جلیل ہوتا ہے سوائے شرکت نامی وجود کے بندہ کا وجود وجود ذلیل ہونے کے نہیں ہے سرور ذلیلوں کا معرفت رب جلیل میں سرور انبیاء کا ہے اس ذکر میں جس وقت میں فکر و مشاہدہ سے متوجہ ہوتا ہوں ذلت حضرت رسالت علیہ السلام کو مقابلہ حضرت خدا کے تعالیٰ کے کہ اس کو کچھ جانتا ہوں کہ آپ ﷺ امانت دار ہیں۔

(مکتوب صد و شست و پنجم)

کلمات کی استادی حیثیت و رضا خانوں کو بھی مسلم ہے چنانچہ مولانا عبدالسیع راہ پوری صاحب لکھتے ہیں:

حضرت قلب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب صد و پچاس و دوم مکتوبات قدوسی میں لکھتے ہیں۔ (انوار سابعہ ص ۱۲۵)

فیصلہ حضرت شاہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایمان کے تمام نہ شدہ ۳۰۰ خلیفہ نزدیک اور کچھ عیسائی تھے نہ تھا یہ کہ پبلک سٹر (قوانین القواد) میں ۶۷ مطبوعہ حسینی (مکمل)

ترجمہ: جب تک اسی کے سامنے ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گئی اور گویا اونٹ کی منگلی ہے

(قوانین القواد مترجم، ص ۲۳۳، منہاج پبلشرز، لاہور)

قوانین القواد کی استنادی حیثیت

مولوی نعیم الدین لکھتا ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے کسی نے شامل کی ہے۔ (اطیب البیان بہارات اکابر کا تحقیقی جائزہ)

جواب: الحاقی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

”بالجملہ ایسے اکابر کی روایات مقتد کو بے وجہ و جبر ذکر کیا سخت جہالت ہے! مخالفت و مخالفت و احمیاء باطلہ سے کفار و کفار اور بے دلیل و بی الحاقی محض مردود و نہ تصانیف آنکہ سے ایمان اٹھ جائے اور نظام شریعت و دین پر ہم نظر آئے جو سترہ پیش کیے مخالف کہوے یہ الحاقی ہے حیلے تمسک و استناد کا اور از دہی بند ہو گیا۔“

(انصار الانوار، ص ۹، مطبع السنہ بریلی، نقادی رضویہ، راج ۷، ص ۵۵۹)

اور قوانین القواد کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی بھی سن لیجئے:

”میر حسن راکن ہے است مسی بنو اکبر القواد و راجعاً لمقتولات شیخ رافع کریم علیہ السلام من مات من الغلو و الحرافۃ معانی آں کتاب و درمیان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین دستور است مگر یہ کہ میر خسرو دہلوی نے تمام تصانیف میں نام حسن یوسف و ایسی کتاب از حسن یوسف و ایسی شخص ناشی از قایم تحسین است کہ میر خسرو نسبت بہ خود یوسف

(انتہاء النہایہ، ص ۱۰۱)

ترجمہ: میر حسن بن علا شہرئی کی ایک کتاب ہے بنام قوانین القواد اس میں مقتولات شیخ کو نہایت مناسبت الفاظ اور الحرافات معانی کے ساتھ جمع کیا ہے جو

کتاب درمیان غشاء و سریدان شیخ نظام الدین گویا دستور ہے کہتے ہیں کہ میر
خسر و کہتے تھے کہ کاش کہ تمام تصنیفات میر کی بنام میر خیر کے ہو تیں اور یہ
کتاب میر کی تصنیف سے ہوئی اور یہ بات غایت عجیبہ و غریبہ ہے اس
جہت کو جو میر خسر و کو اپنے چیر کی نسبت تھی۔

شیخ علی میرزا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اے برادر عزادار عزادار اہل معرفت ذل کفیدہ است و جلال اور ہر جلال اور اداغ
ضعف بر سر نہاد و کمال اور ہر کمال ہمارا رقم نقصان زدہ استی اور ہر ہمارا خط غم
کفیدہ ہو اور ہر ہر عالم را لباس بندگی و سرافکندگی پوشانید و چشم بکشا حسرت
آدم میں و فریاد نوح بشنو و بی کلامی طلیل بین و حدیث معصیت بگوش و ثوب ثلثو چاو
انداس یوسف ساور دی بین و آردہ بر فرق نہ کریا مگر دین بر گردن بکنی بین حسینگر
سوختہ دلی کباب کشیدہ محمد رسول اللہ ﷺ بین و بر خوان کل شیء حاکم الا وجہ
(مکتوبات صمدی، مکتوب ۳۸۰، ص ۱۱۹)

اے بھائی اس کی عزتوں نے تمام عزتوں کے وصف کو ذلت میں سمجھ دیا ہے
اور اس کے جلال و عظمت نے تمام جزر کیوں پر داغ چھٹائی کا رکھ دیا ہے اس
کے کمال نے تمام کمالوں کو نقصان کا لگا دیا ہے اس کی آستی نے تمام
ہستیوں پر غم کی کاغذ سمجھ دیا ہے اس کی معبودیت نے تمام جہان کو لباس غلامی
اور عاجزی کا پہنا دیا آگے کھول اور حسرت آدم علیہ السلام اور فریاد نوح علیہ
السلام کی سن اور لاچارگی اور بے بسی ابراہیم علیہ السلام کی دیکھ اور بات معصیت
یہود علیہ السلام کی سن وہ چاہ قید خانہ یوسف علیہ السلام ہر ایک کا دیکھ اور آردہ
بانگ بر ذکر یا علیہ السلام کے دیکھ اور کلو اور گردن پر چھٹی کی دیکھ اور گنجی جزا
اور دلی ہونا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا دیکھ اور بڑے عالم کی ہر چیز ہلاک ہو جانے
والا ہے مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک۔

نفس عالم حضرت عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از مبدؤ نیل والرب رب جلیل سرگردانی در مقام عبودیت و ذل کہ در مقابلہ عالم
و کبریت ہمد است بر طریق عموم انجیب ہا و اولیاء ہمد حیران و سرگردان ہمد

(مکتوب، محدود و بجا و ختم)

یہ فلک وہ بندہ ذلیل ہے اور وہ رب رب بزرگی والا سرگردانی مقام عہدیت میں
اور ذلیل ہونا وجود کا عالم ربوبیت کے مقابلہ میں سب تک ہے بطریق عموم کے
انبیاء اور اولیاء تمام تہران و پریشان ہیں۔

آخر میں احمد رضا خان صاحب کے والد تقی علی خان صاحب کی عبارت ملاحظہ ہو:
ایام حجۃ الاسلام محمد بن خزامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں موسیٰ علیہ دلی نبیہ الصلوۃ
والسلام پر جی ہوئی اے موسیٰ جب تو مجھے یاد کرے اس حال میں یاد کر کہ
اپنے اعضا توڑتا ہوں اور میری یاد کے وقت غاشع و ساکن ہو جاؤ اور جب مجھے یاد
کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے رو برو کھڑا ہوں بندہ ذلیل
کی طرح کھڑا ہوں۔

(جواہر الہیانا، ص ۷۷)

ذرا ناچیز والی عبارت

کے متعلق رضا خانی یہ حکاویج ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے ہاں ذرہ کا کوئی مقام تو ہے
مگر ایسا ذرہ ناچیز سے بھی گھٹے گزرے ہیں ان کا کوئی مقام نہیں العیاذ باللہ۔ حالانکہ یہ صرف
حکاویج ہیں تو صالح اللہ تعالیٰ کی عظمت کبرائی اور بڑائی کا ذکر ہو رہا ہے اور رب کی عزت
کبرائی، عظمت و بڑائی کے مقابلے میں مخلوق خود انبیاء ہی کیوں نہ ہوں ان کی عظمت اور کبرائی
ذرہ کے برابر بھی نہیں مخلوق کی عظمت کو خالق کی عظمت سے کیا تعلق؟ ہر بلوی صدر الافاضل کاظم
الدین بریلوی لکھتا ہے:

”حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو علم الہی سے کوئی نسبت نہیں ذرہ کو
آفتاب سے اور قطرہ کو سمندر سے جو نسبت ہے وہ بھی یہاں متصور نہیں کہیں
خالق اور کہاں مخلوق مماثلت و مساوت کا تو ذکر ہی نہیں۔“

(انوار علیہا، ص ۳۳)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

”اصلہ الاحقار فان کل شیء فی العالم بالنظر الی عظمۃ کاف حقیر (الفقہ حات، ص ۱۰۰)

اصل اس کا اظہار ہے جس ہر چیز عالم کی اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حقیر ہے۔

فہم مدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ حضور ﷺ کے علم کو اللہ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے اور قطرے کو سمندر سے، یہ انداز بیان ان کے نزدیک حضور ﷺ کی قربت نہیں مگر شاہ معلوم جب اللہ کی عظمت کے مقابلے میں انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کو ذرے سے کمتر کہہ دینے کو کہتے تھے۔ شاہ صاحب کی عبارت میں ذرہ کا لفظ صرف سمجھانے کے لیے ہے یہ مطلب نہیں کہ ذرے کی نوعیت ہے ان ذوات مقدسہ کی نہیں۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

"میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس کو علم الہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرے کے کہ ذریعہ کو سمندر سے"۔ (ملفوظات حصہ اول، ص ۳۳)

تیسری گزارش:

قرین کرام ایہاں یہ بات بھی قابل غور و تامل توجہ ہے کہ اگر باعرض یہ مان بھی سہا جائے کہ علاوہ تقویٰ الایمان کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی قربت ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احمد رضا خان نے تقویٰ الایمان لفظ باللفظ پر ہی اس کے خلاف کتابیں بھی شائع کی ہیں مگر کہیں کہ احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی۔ چنانچہ تمہید ایہاں لکھا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"طوائف ائمہ اہل اہل (شاہ صاحب کو) کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و ہو العجز بیہودہ یطی و علیہ التوفی و ہو المذہب علی الاعتقاد و قبہ السلام علیہ السداد"۔

(تمہید ایمان، ص ۵۳، مکتبۃ المدینہ)

اس طرح ائمہ کبریہ الشہداء جو خاص حضرت شاہ صاحب کے خلاف لکھی اس کے آخر میں ان کا لفظ الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے اور اس باب میں اپنی آجیناں کی تکفیر سے روکتے ہیں غلطی ہو: (ائمہ کبریہ الشہداء، ص ۶۰، مطبوعہ لاہور)

تجسد دہری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

”تمام مسلمانوں کا وہ جبار ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

(تہذیب ایمان، ص ۳۰)

غور فرمائیں یہاں صاف طور پر احمد رضا خان نے فتویٰ دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نکل کیا ہے اس لئے فقہاء و حکامین کی تقسیم کرنا باطل ہوا پس اگر معاذ اللہ صاحب تقویٰ علیہ السلام گستاخ ہیں تو یقیناً معاذ اللہ کافر بھی ہو گئے مگر دوسری طرف احمد رضا خان ایسے گستاخ کو مسلمان ماننے کی وجہ سے خود کافر ہو گئے ہیں۔ لہذا اگر تقویہ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت گستاخ ہے پہلے احمد رضا خان کے ایمان اور کفر پر بحث ہوگی جو اس عبارت کے لکھنے والے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔ اور اگر احمد رضا خان کو اپنے ہی اقرار کی کفر سے بچانا ہے تو لا محالہ تقویہ الایمان کی اس عبارت کو بے غبار تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھتے کہ جیسے ہی باطل پرستوں نے ان کے خلاف زبان درازی خود ان باطل پرستوں کے اسام و وعدہ و مخاف گوایں کر آ گئے اور یہ گواہی دے دیا کہ حضرت شاہ صاحب گستاخ نہیں بلکہ مسلمان اور اہل الالہ اللہ ہیں۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا
عقرباب ان کا بھی اب یوم حساب آجائے گا

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تکفیر اس وجہ سے نہیں کہ شاہ اسماعیل شہید کو اعلیٰ عبارت کا کفر ہونا معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ التزام کفر سے بچ گئے مالا نکہ شفا شریف ہی ہے کہ کسی نے نبی ﷺ کی گستاخی کی اور پھر کہا کہ مجھے علم نہ تھا کافر ہو جائے گا ہرگز یہ حالت کا خدا مسنون نہ ہوگا اور اس کی سزا قتل ہی ہوگی۔ (شفا شریف، ج ۲: ص ۱۳۲) ایک ذاتی پرچہ لکھتے کرتے ہیں کہ احتمال تھا کہ یہ عبارت شاہ صاحب کی نہیں مالا نکہ احمد رضا خان نے انکو اپنے اشتہار میں چھاپا تھا کہ یہ گستاخیاں شاہ اسماعیل شہید ہی نے کی ہیں۔ احمد رضا خان

مساب کو بچانے کیلئے لزوم و التزام کی آڑ میں بریلوی حضرات نے جو گل کھلائے ہیں وہ خود ایک عقل مندوں کا متقاضی ہے اگر اس جواب کے جواب الجواب میں کسی بریلوی نے ان باتوں کو مان کر ناجاہل پھر تحصیل سے متعلق ہوگی۔

آخری گزارش

محضی رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

”یہاں رہا یہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تحقیق و توثیق شان رسالت کفر ہے تو ہمارے بھائی کی۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان دوست یا رہوں یہاں عہدہ کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے ہا یہ کے بقول میں فرق ہے۔ ہم اصل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی سرا لیا ہو۔“

(حاشیہ ملحوظات اعلیٰ حضرت (تحریف شدہ) ص ۲۷۱: مشکوٰۃ المصابیح)

براہین عثمان پر ایسا نکار کی عطاری صاحب کی تقریظ موجود ہے اور اسے دعوت اسلامی کی مجلس دینہ اخیر نے شائع کیا ہے جو بریلوی ملتینا علماء پر مشتمل بورڈ ہے۔ یہاں حاشیہ نگار نے فقہین کا ہم استعمال کر کے خان صاحب کو بچانے کی جو ناکام کوشش کی ہے فی الحقیقت اس کا رد تمام اہل علم اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ محضی رضا خان کو ناجاہل ہے لہذا کہ متکلمین کے بارے میں اگر کسی عبارت میں ایسی تاویل ہو سکتی ہے جو کفریہ نہ ہو جس کی وجہ سے قائل پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے تو ہم اسی تاویل کو اختیار کر کے کفر کا فتویٰ نہ دیں گے۔ اب ہم چوری جماعت رضویہ سے بدل کرتے ہیں کہ اگر وہ کوئی صحیح مفہوم ہے جو اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا؟ اور احمد رضا خان، ان کے بیٹے اور دعوت اسلامی کے ذمہ دار ہونے لے لہذا کہ تاویل کو اختیار کر کے فتوے تکفیر سے اعراض کیا؟۔ بریلوی حضرات اسس تاویل کی ممانعت کریں اور ساتھ میں یہ بھی جواب دیں کہ آج کل کے جو بریلوی ان عبارت میں کسی بھی

قسم کی تاویل نہ مان کر احمد رضا خاں کے دین و ایمان سے بچر گئے ہیں کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں؟

الحمد للہ ہم نے اس مختصر وضاحت سے ثابت کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب کے عین مطابق ہے اور خود انھیں کے پاس بھی اس عبارت میں کفر کا معنی مراؤ نہیں لیا جاسکتا جس کی وجہ سے وہ تکفیر بھی نہیں کر رہے ہیں لیکن انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو پہلے مستوی قرآن و سنت اور ان بزرگان دین اور بریلوی اکابر کے خلاف لگنا چاہئے حضرت شاہ صاحب تو محض ان کے مقلد کہلا سکتے گئے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعتراض ۲۲: حضور ﷺ اور دیگر تمام انبیاء بڑے بھائی ہیں اور ہم چھوٹے۔
نحوہ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اکمل دہلوی لکھتے ہیں کہ انبیاء اولیاء امام زادے و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے دینی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۶۰)

(دیوبندیوں کے ہنگامان کا انکشاف۔ ص ۶۷، دیوبندی مذہب، ص ۶۷، شمشیر حقانی ص ۱۳، دیوبندی سے بریلی، ص ۳۳، دعوت انصاف، ص ۶۸، الحق امین، ص ۱۷)

جواب: یہ اعتراض کچھ عرصہ پہلے پشاور کے ایک بریلوی نے خط کی صورت میں ارسال کیا تھا جس کا جواب راقم نے لکھا تھا وہی جواب یہاں ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا محترم آپ لکھتے ہیں: ”عبارات اکابر میں سرفراز خان منصور نے جو تاویل کی ہے وہ غلط ہے حضور ﷺ نے صحابہ کو بھائی کہا ہے لیکن صحابہ نے نبی کو بھائی نہیں کہا ہے اگر کہا ہے تو ”والہ دین“۔

و ترجمہ عوالہ ملاحظہ ہو:

جب نبی اکرم ﷺ نے اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام حضرت صدیقؓ کے پاس بھیجا تو پیار غار نے فرمایا: فقلال لد ابو بکر انما اتانا اخوک

(بخاری، ج ۲، ص ۶۰، باب تزویج اصحابہ من الکبار)

حضرت صدیق اکبرؓ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا محبوب میں تو آپ کا بھائی ہوں۔
الحدیث قادری صاحب امیں نے آپ کا مطالبہ پورا کر دیا آپ میرے آپ سے صرف دو حال لیا:

(۱) یہاں اخوک میں کوئی اغوت مراد ہے؟

(۲) صدیق اکبرؓ نے جو نبی اکرم ﷺ کو بھائی کہا تو بڑا بھائی سمجھایا چھو؟ یا برابر کا؟

ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نبی ﷺ کو اپنا بھائی سمجھتا ایک بار نبی اکرم ﷺ کے سامنے اپنے بھائیوں کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو صحابہ کرام نے عجب ہو کر فرمایا:

اولنا اخوالک قال انتم اصحابی (مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۱)

کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو

الحديث میں محدثین کی تشریح:

ام نوویؒ شافعی، علامہ قاضی عیاضؒ اور علامہ باہجی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آپ کے اس قول "انتم اصحابی" کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صحابہ آپ کے بھائی نہ تھے بلکہ وہ آپ کے بھائی گناہے اور ایک ذرا کم فضیلت یعنی صحابیت سے بھی مشرف تھے اور بعد میں آنے والے صرف آپ کے بھائی ہیں صحابہ نہیں جیسا کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے انما المؤمنون اخوانا صل مبارک ملاحظہ ہو:

قوله ﷺ بل انتم اصحابی لیس لفی الاخیہ لہم ولکن ذکسر

مزیتهم الزائدة بالصحة فهو لأداء أخوة صحابة والسلمين لم
يألوأخوة ليسوا بصحابة كما قال الله تعالى إنما المؤمنون
أخوة (شرح مسلم للعلامة ابن حجر، ص ١٣٤، قد نبأ كتب غار كراچی)

یہی بات ملا علی قاری نے بھی لکھی:

ليس هذا انفيا لآخوتهم لكن ذكروا لهم مزية بانصحة على
الاخوة فيهم اخوة وصحابة واللاحقون اخوة فحسب قال
تعالى انما المؤمنون اخوة

(مرقاۃ ج ۲ ص ۲۳، مکتبہ المدینہ، مدینہ منورہ)

یہی بات علامہ قسطلانی نے موطا کی شرح میں بھی لکھی ہے جو اس وقت مدرّسہ میں ہے اس لئے صفحہ و جہد نقل کرنے سے قاصر ہوں البتہ حوالے کا ذکر ضرور ہوں۔

اولو العزم انبیاء علیہم السلام کا آپ ﷺ کو بھائی کہنا

جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو مختلف انبیاء علیہم السلام نے آپ کو مانا ہوئی کہ آپ کا اہتمام کیا:

طالیت عیسیٰ و یحییٰ فقال مر حیا بک من اخ و نسی

فَاتَيْتَ عَلَيَّ يَوْمَئِذٍ فَسَلِّمْ عَلَيَّ الْخَالِ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَجْلِ رَجَائِي

فَاتَيْتُ عَلَى أَدْرِيسٍ فَسَلِّتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرَحَبًا بِكَ مِنْ أَخِي وَسَيِّ

فاتیت علی ہارون صنعت علیہ قبال مر جابگ من اخ و نسبی

فلانیت علی مری سلامت علیہ فقال مر حیا یگ من اخی و بی

(بخاری، ج ۱، ص ۵۵، تہ بھی منظر)

الحمد للہ! میں نے آپ کے مطالبہ پر شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح کو مسترد آراء حدیث، اولوالعزم انبیاء اور محدثین سے ثابت کر دیا ہے اب اسے گستاخی کہنا اپنی آخرت کو برباد کرنے کے مترادف ہے۔

جبریل کا عمر فاروقؓ کو بھائی کہنا

بیکہ دایت میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جبرائیل کے ساتھ کو گفتگو تھے کہ عمر فاروق تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ایسے ہذا اخوک عمر بن الخطاب فقلت بلایا اخی (الو یا ضی المنصورۃ: ج ۲، ص ۲۷۴، دار المعرفہ بیروت) یا رسول اللہ کیا باپ کے بھائی عمر خطاب نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں دیتی ہیں۔

بریلوی علماء کے حوالہ جات:

بریلوی کہتے ہیں یہ ضا غالی کتب کے حوالہ جات

(۱) بریلوی پیر جان محمد حسین صاحب مجددی لکھتے ہیں:

اگر ان کی مراد (بڑے بھائی سے) اسلامی برادری ہے تو پھر جی بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ تمام مومنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ (اعلام الصحیح فی تریذ الوہاب، ص: ۲۷۷)

(۲) مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی مشرک بھی منافق بھی پھر مومنین میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی ہیں حضور ﷺ بھی۔ گو یا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیتا ہے کہ اس میں فرعون ہے اس میں موسیٰ علیہ السلام اس میں ابوجہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ ﷺ یہ کمال قدرت ہے اسکی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ مرادے انسان اس وقت سے بھائی بھائی ہیں۔

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص: ۷۴۰)

(۳) علامہ ابن قیم الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں۔ قیامت کے کہ تمام مسلمان آپ کے دینی بھائی ہیں۔"

(تبیان القرآن، ج ۷، ص: ۲۳۱، ۲۳۰)

(۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں:

”جب آنحضرت ﷺ کے بعض نبی بھائی“۔ (تحقیقات، ص: ۳۱۵)

(۵) ما قبل میں مقیاس جنفیت ص ۲۰۲ کے حوالے سے گزرا کہ نبی ہمارے باپ ہیں بکر حدیث میں آیا ہے کہ بڑے بھائی کا درجہ چھوٹے بھائی پر ایسا ہی ہے جیسے باپ کا (مسلم) تو باپ کہنے سے بھی تو بڑے بھائی کا درجہ ہی ثابت ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

پہلے سوال کا جواب: آپ لکھتے ہیں: مفتی صاحب اس عبارت میں اسمائیسلی و بولی (مجموعہ املاء و اسمعیل) نے ناچار کائنات کو بڑا بھائی کیا ہے خود اللہ نے قرآن میں حضور ﷺ کو ”یا اباہموسئین“ کہہ کر نہیں پکارا بلکہ یا اباہموسئین، یا رسول اللہ وغیرہ القابات سے پکارا حالانکہ وہ رب ہے تو ہم غلاموں کو کیا حق کہ ان کو بڑا بھائی کہے۔

جواب: اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ کے علماء نے، محدثین نے، صحابہ نے نبی کریم ﷺ کو بھائی کہا ہے تو یہ سوال پہلے آپ ان کے سامنے رکھیں وہاں سے جو جواب رسول ہو وہ ہمیں بھی مسلم ہے۔ مثلاً آپ کا یہ سوال ہی درست نہیں ثناء صاحب نے لکھا بھی اپنی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ انہیں ”یا اباہموسئین“ کہہ کر پکارو یا اباہموسئین ہمارے بڑے بھائی کہہ کر یاد کرو۔ وہ تو حدیث کی تخریج میں عقیدے کی غمخساری ایک پاست کر رہے ہیں۔ آپ کے حکیم الامت صاحب ”کتاب بشر من البشر“ کے جواب میں لکھتے ہیں:

”بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں ہی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام میں حضرت صدیق با صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بھرتہ کہتے تھے جیسا ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا۔“

(جاء الحق، ص ۱۸۹، انباء القرآن علی کثیر لاہور) تو محترم آپ کا سوال عام محاورے کے متعلق ہے اور عام محاورے میں ہم بھی نبی کریم ﷺ

کو بھائی یا بھتیجہ کہہ کر پکارنے کو ناجائز سمجھتے ہیں ہاں عقیدہ کا بیان اور ہوگا۔ حضرت سجاد
عادی نے بھی عقیدے کے بیان میں یہ بات کہی۔ آپ ہم سے تو سوال کرتے ہیں مگر
آپ کے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ ضرورتاً نبی کو بھائی کہہ کر پکار لیتے تھے
”یہ میرا آپ سے سوال ہے کہ قرآن تو نبی کو بقول آپ کے یا محمدؐ یا ایہا النبیؐ کہہ کر
پکارے اور صدیق اکبرؓ نبی کو بھائی کہے تو آپ کا فتویٰ کس پر لگ رہا ہے؟“

جواب: محترم آپ تو کہتے ہیں کہ قرآن میں نبی کریم ﷺ کو ”یا محمدؐ“ کہہ کر پکارا جب کہ
آپ کے حکیم عادی لکھتے ہیں:

”انظر ﷺ کو یا محمدؐ۔۔۔ کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے۔“ (جاء الحق، ص ۱۸۰)
مگر آپ قرآن کو درست سمجھتے ہیں یا اپنے حکیم الامت کے اس قول کو؟

السلامون اخوة پر معارضہ

آپ لکھتے ہیں: اگر تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہیں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور
حضرت ﷺ بھی مومن ہیں لہذا آپ ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو میں کہوں گا کہ خدا کو بھی
بھائی کو کہتے کہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے الملک القدوس السلام المؤمن اور ہر مومن
انہی میں بھائی لہذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی (معاذ اللہ)

جواب: یہ مظاہرہ اصل مفتی احمد یار کھڑائی نے جاء الحق، ص ۱۸۰ پر پیش کیا اور مفتی
حنیف قریشی نے بڑی مناظرے میں ملائب الرحمن غیر مقلد کو بھی جواب دیا۔

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال: ”قاضی عیاضؒ“، ”علامہ باجیؒ“، ”علامہ
لاریؒ“، ”علامہ قسطلانیؒ“، ”ملا علی قاریؒ“ سے کیا جائے جو ”انما المؤمنون اخوة“ نبی سے
تمام صحابہ، قیامت تک آنے والے تمام مومنین اور نبی کریم ﷺ کے درمیان اخوت ثابت
کہ ہے خدا وہ جو جواب دیں ہم بھی مان لیں گے۔

لٹا یا یہ قیاس مع الغایق ہے کَلَوَق کا حکم کچھ اور ہے خالق کا حکم کچھ اور ہے۔ ایک
کَلَوَق نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب مفہوم کچھ اور ہوگا اور اسی چیز کی

نسبت جب مخلوق کی طرف ہوگی تو اس کا مطلب اور مفہوم کچھ اور ہوگا۔ دیکھیں اللہ بھی صبح و بصیر ہے اور آپ بھی مگر کیا آپ کا صبح و بصیر اللہ کے صبح و بصیر ہونے جیسا ہے؟ معاذ اللہ۔ تو انہما المؤمنون الایہ کی نسبت جب خالق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا۔ جب مومن کے مادے کی نسبت مخلوق کی طرف ہوگی تو مطلب کچھ اور ہوگا اور وہ مطلب آپ کے اعلیٰ حضرت نے ”ایمان بخشنے والے“ (کنز الایمان، الحشر آیت ۲۳) کیا ہے۔

ہمارا مطالبہ: انہما المؤمنون اخوة عام ہے آپ اس میں نی کریم ﷺ، اولیاء کو شامل نہیں مانتے بلکہ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں تو آخر آپ کے پاس اس آیت پر تخصیص کیا ہے؟ کوئی قطعی آیت آپ کے پاس ہے جس سے آپ اس آیت کو خاص کر رہے ہیں؟ تخصیص خیالات باطلہ سے تو کسی آیت میں تخصیص نہیں کی جاسکتی۔

بڑے بھائی سے معارضہ بھی جہالت: آپ کے یہ تمام سوالات ماقبل میں ذکر کردہ مسلمہ اکابر کے خلاف بھی جاتے ہیں۔ بڑے بھائی سے معارضہ جہالت ہے کہ بڑا بھائی نبی نہیں۔ خدا کے بندے یہاں صرف بڑا بھائی نہیں امام الانبیاء ہیں تو دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہم نبی کو معاذ اللہ صرف بھائی نہیں بلکہ امام الانبیاء بھی مانتے ہیں جبکہ آپ کے سوالات صرف بڑے بھائی کے متعلق ہیں۔

شاہ اسماعیل شہید علیہ السلام کا حکم: آپ نے چتے ہیں: ”اگر بڑا بھائی اولی ہے تو: سنا بھائی (شیخ اسماعیل) دہلوی پر کیا فتویٰ لگے گا؟ تو جناب آپ نے فرمایا اپنے دوسرے خط جو علم غیب کے متعلق ہے کی پہلی سطر میں ”اسماعیل دہلوی مرحوم“ لکھا ہوا ہے اگر قبول آپ کے معاذ اللہ یہ سب گستاخیاں کرنے کے بعد بھی اسماعیل دہلوی ”مرحوم“ نہ رہے رب کی رحمت کے سزاوارد رہے مسلمان ہیں تو ہم سے کونسا فتویٰ مطلوب ہے؟

الحمد للہ آج مورخہ ۱۳ رجب الاول ۱۴۳۳ھ، ۲۶ جنوری ۲۰۱۲ء بعد از نماز عصر آپ کا خط موصول ہوا اور آج ہی کے دن بعد از نماز مغرب ۲۲ پر جواب کی جھلکی سے فراغت ہوئی۔ اللہ پاک تا دم مرگ ان اولیاء اللہ کا رناغ کرنا نصیب کرے۔ آمین۔

جہاں کہنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں

خفی حقیق فرمایا کہتا ہے:

”اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں کہ نبی ﷺ نے کسی کو بھائی یا صحابہ و رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے نبی ﷺ کو بھائی کہا ہمیں تو اس پر اعتراض ہے کہ یہ تعلیم دینا کہ ان کی تعلیم قطعاً بڑے بھائی بنی کر دے۔“

(گستاخ کون، ص ۹۶)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

”ہمیں اس پر کوئی جھگڑا نہیں کہ نبی ﷺ کسی کو اپنا بھائی کہہ دیں یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھائی کہا ہو۔“

(گستاخ کون، ص ۹۷)

اس سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو ”بھائی“ کہنا کوئی گستاخی یا بے ادبی نہیں نہ ہی ان کو ایسا کہنے سے کوئی غرض ہے۔ حالانکہ کاشف اقبال رضا خانی نے اپنے کتاب ”ریو بندیت کے بظان کا انکشاف“ ص ۵۷ پر نبی کریم ﷺ کو بھائی کہنے کو گستاخی کا تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اسی طرح نظام حسین نقشبندی رضا خانی لکھتا ہے:

”جب حضرت علیؓ کو جن کو خود حضور نے فرمایا تو میرا بھائی ہے حضور کو بھائی

نہ کہیں تو چودہویں صدی میں انگریز کے ٹکڑوں پر چلے والے مولویوں کو کیا

حق پہنچتا ہے کہ حضور کو بھائی کہیں؟“

(شمسیر حسینی، ص ۲۱، ۲۲)

علامہ سمن رضا خانی کا یہ فتویٰ صحابہؓ اور خود اس کے مولوی پر بھی چسپاں ہو رہا ہے
معاذ اللہ۔ گویا ماقل میں جن اکابر کا ذکر ہوا ہے بشمول مفتی حنیف مستریدیؒ کہ انگریز کے
لکھو لکھا پے چلے والے ہیں۔

مولوی مرزا چمروی لکھتا ہے:

”نئی طرزِ مصلوٰۃ و اسلام بفرمان خود اور بظان الہی و اثر وادج امحاء تھم کہ

بہتر باب ثابت ہوں اور یہ بھائی کہیں اور آپ کے تمام فضائل کا انکار کریں۔" (مقیاس حقیقت، ص: ۲۰۲)

معلوم ہوا کہ حنیف قریشی سیت ماقبل میں ذکر کردہ تمام علماء نے نبی کریم ﷺ کے فضائل کا انکار کیا ہے جو نبی کریم ﷺ کو بھائی کہہ رہے ہیں۔ نیز اگر رضاء خاندن کو بھائی کہنے پر اعتراض نہیں تو یہ لایعنی سوالات کیوں کرتے ہیں کہ بھائی کو گالی دینے سے تفسیر مارنے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

جہاں تک حنیف قریشی نے یہ اعتراض کیا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا بھی انانیت احترام کرتے ہیں جتنا بڑے بھائی کا معاذ اللہ ہمیں اصل اعتراض اس پر ہے کہ ان کی تعظیم فقط بڑے بھائی جتنی کرتو یہ بھی دھوکا دہر چل ہے۔ علماء دیوبند کا عقیدہ یہ ہے: "جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر اس اتنی ہی تعظیم ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق جاری عقیدہ ہے کہ وہ واعزہ اسلام سے خارج ہے۔"

(المہند علی المہند عربی اردو، ص: ۳۹، سوال نمبر ۷ بحوالہ شمشیر حسین، ص: ۱۲۰)
دہی بات شاہ اسماعیل شہیدؒ کی وہ عبارت جس پر ان کو اعتراض ہے کہ اس میں نبی کی تعظیم کو فقط بڑے بھائی جتنی تعظیم کرنے کو کہا ہے تو اس کو بھی ان لوگوں نے اور اقل کیا ہے پوری عبارت بمع سیاق و سباق اس طرح ہے:

"انسان آئیں میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سوائے کی بڑے بھائی کی ہی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہئے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء و اعیانہ امام و امام زادہ و عہدہ شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں و وسب انہ ان علی ہیں اور بندے عاجز اور نیاز بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سوائے کی تعظیم انسانوں کی ہی کرتی چاہئے نہ خدا کی ہی۔" (آئینہ ایمان، ص: ۸۵)

ان آخری خط قصیدہ جسے کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا حضرت نے یہ کہیں نہیں کہا کہ ان کی تعظیم
قطرے بھائی جتنی کرنی چاہئے بلکہ وہ تو یہ لکھ رہے ہیں کہ ان کی تعظیم انسانوں کی ہی کرنی
چاہئے خدا کی طرح نہیں بس یہاں بات ان مشرکین پاک و ہند کو ختم نہ ہوئی اور شاہ صاحب
پر اتہامات کی بو بھارا کر دی۔ جہاں وہ بڑے بھائی کی ہی تعظیم کا کہہ رہے ہیں وہاں
"انسان" کا ذکر ہے یعنی مطلق اور جہاں انبیاء اولیاء کا ذکر آیا تو وہاں تعظیم انسانوں کی
کا کرنی چاہئے کا جملہ ذکر کیا مگر ان رضا خانیوں نے کس طرح خوف خدا سے بے نیاز ہو کر
ہدایت کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ علامہ غرپوٹی شارح قصیدہ بردہ لکھتے ہیں:

"انقل لی الحکم بالمدحۃ حتی لا تجاوز عن الحد الا لسانی الی الوصف
القصۃ الی۔"

(شرح غرپوٹی، ص: ۱۳۹، مکتبۃ المدینہ کراچی)

اعتراف ص: ۳۲: حضور ﷺ کی گنوار جیسی حیثیت۔ اُعوذ باللہ
یہ بد بودار عنوان قائم کر کے رضا خانی معترض لکھتا ہے:

اشرف الملوکات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ
سے اتنی بات سننے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ تو یہ الایمان، ص: ۵۶۔
(دوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص: ۶۸، دوبند کی مذہب، ص: ۱۹۶، دوبند سے بریل
نمبر ۱۸، الحق البین، ص: ۹۷، والگو کتبہ الشہابیہ، ص: ۶۴)

الجواب: یہاں رضا خانیوں نے انتہائی دھوکا دہل و فریب کا مظاہرہ کیا عنوان تو سب
اذا کر معاذ اللہ حضور ﷺ کی گنوار جیسی حالت و حیثیت ہے اور جو عبارت لکھی اس میں در
الذکر ان بات کا کوئی نام و نشان تک نہیں۔ گویا یہ ان گستاخوں کے اپنے دل کی سیاہی
ہے جسے وہ علامہ دوبند کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ رضا خانی نے جو شاہ صاحب کی
عبارت نقل کی اس کے شروع میں ہے:

"اشرف الملوکات محمد رسول اللہ ﷺ"
کے الفاظ میں کیا رضا خانیوں کے نزدیک "گنوار" بھی معاذ اللہ رسول اللہ اور تمام

مخلوقات میں سب سے افضل ہوتا ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو یہ الفاظ کچھ کر رہ حضور ﷺ کی ذات کو معاذ اللہ گنوار جیسی حیثیت کیسے دے سکتے ہیں؟ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ان قسم کے غلط معنونات قائم کر کے ان لوگوں کے ہاتھوں پر ریشہ بھی ملاری نہیں ہوئے اس عبارت میں "بے حواس" کے الفاظ ہیں اس سے مراد پریشانی اور اضطراب ہے۔

(نور اللغات، ص ۱۸۴)

یعنی حضور ﷺ اس گنوار کی بات سن کر مضطرب اور پریشان ہو گئے۔ ہمدلی عبارت بمعنی سیاق و سباق ملاحظہ ہو:

"(حدیث کا ترجمہ) مخلوق کے باب بدو اللہ میں لکھا ہے کہ بدو اللہ نے ذکر کیا کہ خیر سے افضل کیا کہ آیا خیر خدا کے پاس ایک گنوار میں کہا کہ سختی میں پڑ گئی جانیں اور بھوکے مرتے ہیں گے اور مر گئے سواشی سوید اللہ سے ہمارے لئے کیوں ہم سفارش چاہئے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہاری پاس خیر خدا نے فرمایا کہ تو اللہ ہے اللہ تو اللہ ہے اللہ کی پاکی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے باروں کے چہروں میں بولنے لگا پھر فرمایا کہ کیا ہے وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی سفارش نہیں کرے اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا ہے وہی ہے جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ بے شک تخت اس کا اس کے آسمان پر اسی طرح ہے اور جلا اپنی عظیم سے کہ قبر کی طرح اور بے شک وہ چڑھتا بولتا ہے اس سے جیسا چڑھتا بولتا ہے بالان اونٹ کا حوالہ کے ہو جو ہے۔

یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا کہ ایک گنوار نے خیر خدا کے رو برو اس کی سختی جان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہاری پاس سب بات سن کر خیر خدا بہت خوف و وحشت میں آ گئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو کسی کے پاس اپنا سفارشی خیر لے کر آنا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہے سفارش کرنے والے کی خاطر سے وہ کر دے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارش ہم نے اللہ کے پاس خیر لیا سو گو یا اصل بخیر کو سمجھا اور اللہ کو سفارش سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے رو برو ایک ذرہ تا چڑھتا ہے بھی کتر ہیں کہ ہمارے آسمان

زبان کو ہوش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تمام
 ممالک اس کی عظمت سے چڑھ چکا ہوتا ہے۔ سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا ہسیان بھی
 کرے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا نیپال اور دم بھی دوڑا سکے پھر کسی کام میں دھنسل
 کرے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالے کی تو کس کو قدرت؟ وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور
 فرما کی اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے روبرو
 عاجز کرے اور کس کا منہ کرے اس کے سامنے کسی کام کا مختار بن کر بیٹھے بھان اے اللہ اس شرف
 اور کرات خود رسول اللہ ﷺ کی تو اس کی دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک کنوارے منہ سے اتنی بات
 جتنے قمارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی
 ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہتے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بھدی کا سارشت یا
 اپنی آٹائی کا سا علات کچھ کر کیا لیا جو بڑھ کر بائیس کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب کو
 ایک کڑی کو قبول لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب دو برس بڑا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا
 اب میرے چہرے کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اور کسی سے یہ بیت کہی
 ہے۔ (توبۃ الایمان، ص ۷۷ تا ۷۹)

اس سے واضح ہوا کہ یہاں ”بدحواس“ سے مراد پریشانی اور خطر اب ہے جو
 ال کے تعوی معنی ہیں اور لغت میں سوچ رہیں۔ بریلوی عالم حسن علی رضوی لکھتا ہے:
 ”مذکورہ بالا لفظ بھی دو معنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور لفظ کو غیر
 کفر یہ معنی پر قبول کیا جائے گا۔“ (برقی آسمانی، ص ۱۳)
 دینی مفتی احمد یار کبر الی حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:
 ”صرف ایک بار نہیں بارہا بار دیکھا گیا جس سے آپ کے ہوش و حواس بھان رہے۔“
 (نور العرفان، ص ۳۳۸)

اب کبریلوی میں غیرت ہے کہ اپنے مفتی پر بھی فتویٰ لگائے جو نبی کو بدحواس کہہ رہا ہے؟

اعتراض ۲۲: انبیاء و اولیاء کو سفارشی ماننے والا ابو جہل جیسا مشرک ہے۔
 نعموزا اللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:
 ”سورہی اسمعیل و بلوی لکھتے ہیں کہ جو کسی (انبیاء و اولیاء) کو اپنا وکیل سفارشی سمجھے اور وہ
 نیاز کرے جو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق سمجھے ابو جہل اور وہ مشرک میں برابر ہے (تقریب
 الایمان، ص ۸)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، دیوبند سے بریلی، ص ۲۲، ص ۸۴)

اور کوکب خورانی اس پر مزید لکھتا ہے:
 ”نبی اور رالی کو اللہ کی مخلوق اور بندہ جان کر وکیل اور سفارشی سمجھنے والا ہونے کا
 نذر نیاز کرنے والا مسلمان اور کافر ابو جہل مشرک میں برابر ہیں (تقریب الایمان
 ص ۸۴، ص ۲۵)۔ (دیوبند سے بریلی، ص ۳۵)

الجواب: رضا خانیوں کے دہل و فریب اور عبارت میں تحریف کے فن کو دیکھتے ہوئے
 علماء یہود بھی شرماتے ہوں گے اگر کسی رضا خانی میں جرات ہے تو مستدرجہ بالا عبارت
 بعضی تفسیر الایمان میں دکھا کر منہ مانگا انعام وصول کر لے۔ پوری عبارت اس طرح ہے
 ”اے آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور
 کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے وقت میں بھی کافر بھی نبیوں کو
 اللہ کے براہ نہیں جانتے تھے بلکہ اس کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کے اس کے مقابل
 کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور مقصد مانتی اور نذر نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل
 اور سفارشی سمجھنا بھی انکار کفر و مشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گا اس کو اللہ کا بندہ اور
 مخلوق ہی سمجھے سو ابو جہل اور وہ مشرک میں برابر ہے۔ (تقریب الایمان، ص ۱۳، ص ۱۴)

یہ شخص رضا خانیوں کا بیٹ باطن ہے کہ وہ اس قسم کی عبارات میں انبیاء و اولیاء
 کو بزرگ قلم داخل کر دیتے ہیں اس عبارت میں کہیں بھی انبیاء و اولیاء کا ذکر نہیں حضرت علیہ

صاحبِ انبیاء کو سفارش کیجئے ہیں چنانچہ خود لکھتے ہیں:

”انبیاءِ اولیاء کی سفارش جو ہے اللہ کے اختیار میں ہے۔“ (تقریباً ایمان، ص ۱۲)

جب اللہ کے اختیار سے انبیاء و اولیاء کی سفارش و شفاعت کے عند اللہ قائل ہیں اس کو تسلیم کر رہے ہیں تو کیا وہ انبیاء کی سفارش کے قائل کو معاذ اللہ ابو جہل جیسا مشرک سمجھ سکتے ہیں؟ بالقرض یہاں انبیاء و اولیاء ہی مراد ہوں تب بھی حضرت شاہ صاحب کی مراد واضح ہے کہ جس طرح پچھلے مشرک اولیاء اللہ کو مشکل کشا حاجت روا اور کارِ عالم میں مدد پر سمجھ کر ان کی تائید و تائید کرتے اور ان کو ایسا سفارش کیجئے کہ اللہ کو بھی ان کی سفارش رو کر نئے کام اقبال نہیں ہوتا آج بھی اگر کوئی انبیاء و اولیاء کو اس قسم کا سفارش سمجھ کر ان کی تائید و تائید کرے تو بلاشبہ وہ ابو جہل مشرک میں برابر ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہاں فرمایا کہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَلَمْ يَكُنْ هُوَ لَدَى الْمُشْرِكِينَ بِشَرِّ كَوْنِ أَحَدٍ فِي خَلْقِ
الْجَوَارِحِ وَالْمُتَكَبِّرِينَ الْأُمُورِ الْعَظِيمَةِ وَلَا يَلْبَسُونَ لَأَحَدٍ قُدْرَةَ
الْمُعَانَعَةِ إِلَّا الْيَوْمَ اللَّهُ تَعَالَى أَمْرًا وَنَحْنُ كَأَنَّ الشَّرَّ أَكْثَرُ فِي أُمُورِ
خَاصَةٍ بَعْضُ الْعِبَادَةِ وَيَطْلُبُونَ أَنْ سُلْطَانًا عَظِيمًا مِنْ السُّلْطَانِينَ
كَمَا يَوْمَ سَلَّ عِيْدَهُ الْمَخْصُوعِينَ إِلَى تَوَاسِي مَمْلُوكَتِهِ وَيَجْعَلُونَ
مُتَكَبِّرِينَ مُتَصَرِّفِينَ فِي أُمُورِ جَزَائِيَةِ الَّتِي أَنْ يَصْلَحَ عَنْهُ حَكْمُ
مَرْيَجٍ فِي أَمْرِ خَاصٍ وَلَا يَقْرَمُ بِشُؤْنِ الرِّعِيَةِ وَأُمُورُهُمُ الْجَزَائِيَةِ
يُطْعِمُ بِكُلِّ الرِّعِيَةِ الَّتِي وَلَا تَقْرَبُ الْحُكْمَ وَيَقْبَلُ شَفَاعَتَهُمْ فِي
عَنْ الدِّينِ بِخَدْمَتِهِمْ وَيَتَوَسَّلُونَ بِهِمْ كَمَا ذَكَرْنَا... وَ أَنَّ اللَّهَ
تَعَالَى يَقْبَلُ شَفَاعَةَ عِبَادِهِ وَأَنَّ لَهُمْ فِي يَدِهِ

(اللويز الكبير، ص ۲۳، ۲۴)

تو جو مشرکین انبیاء کی سفارش کرتے تھے کسی کو کیا نکات کی چیزوں کے پسپا کرنے میں اور بڑے بڑے معاملات کی تدبیر و انتظام میں اور انہیں تائید

کرتے تھے کسی کیلئے روکنے اور روکنے کی قدرت جب اللہ تعالیٰ قفل
لیلا فرمادیں کسی کام کا، اور بے شک ان کا شرک ایسے معاملات میں تھا جو
بعض بندوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہ گمان کرتے تھے کہ بادشاہوں میں
سے ایک عظیم الشان بادشاہ جس طرح اپنے قصوں میں بندوں کو اپنی سلطنت
کے اطراف و جوارب میں بھجوتا ہے اور ان کو جزوی معاملات میں خود بخود
متصرف بنا دیتا ہے اس عظیم الشان بادشاہ کی طرف سے صرف حکم صادر
ہونے تک کسی خاص معاملہ میں اور وہ بادشاہ رعیت کے معاملات اور ان
کے جزوی کاموں کو خود انجام نہیں دیتا بلکہ رعیت کے معاملات سرکاروں
اور حاکموں کو سپرد کر دیتا ہے اور ان کی سفارشات ان لوگوں کے حق میں قبول
کرنا ہے جو ان حکام کی خدمت کرتے ہیں اور ان کو وسیلہ بناتے
ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارشات قبول کرتا ہے اگرچہ وہ اس
شفاعت سے خوش نہ ہو۔

اعتراف ۲۵: رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ
یہ عنوان کاظم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول
کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تہذیب الایمان، ص ۵۸)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا مکشاف، ص ۶۸)

الجواب: تاریکین کرام! عنوان لگانے میں اس آدمی نے کتنا دجل سے کام لیا حضرت
شاہ صاحب جو یہ لکھ رہے ہیں کہ سارا کاروبار جہاں اللہ کی مشیت و ارادہ سے چلتا ہے اللہ
جل رب ہے کسی نبی و پیر، فقیر کو اس میں کوئی دخل نہیں مگر عنوان میں اس تہذیب کو ارادہ اللہ
تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا شاہ شہید نبی اکرم ﷺ کیلئے ہر قسم کے اختیار کی نفی کر رہے
ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما یصلح للہ للناس من رحمة فلا یصلح لہا وما یصلح فلا یصلح لہ من
 ہدوہ و ہو العزیز الحکیم یا ایہا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم حل من
 خالق غیر اللہ یوزقکم من السماء والارض لا الہ الا هو فانی تو فکون (پارہ
 ۲۲، سورۃ الاحقاف)

ترجمہ: اللہ نے جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے اس کو کوئی بند کرنے والا نہیں اور اللہ جو کچھ
 بندے کو دے اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہ غالب شکست والا ہے اے لوگو تم پر
 اللہ کے جو احسانات ہیں ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین
 میں رزق پہنچاتا ہے (جب کوئی نہیں) تو اس کے سوا عبادت کے کوئی لائق نہیں سو تم کہاں
 بگڑے جا رہے ہو۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

لَا اِلهَ اِلَّا الَّذِینَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا یُعَلِّمُکُمْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا
 فِی الْاَرْضِ وَمَا لَیْسَ لَہُمْ لَیْسَ لَہُمْ فِیہِمَا مِنْ شَرِّکٍ وَمَا لَہُمْ فِیہُمْ مِنْ ظٰلِمِیْنَ
 (پارہ ۲۲، سورۃ السجۃ)

ترجمہ: آپ فرمادیتے ہیں جن کو تم خدا کے سوا (مشکل کشا) سمجھ رہے ہو ان کو ہر کار و دو ذرہ
 اور ان کے اعمال میں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت
 ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار۔

صاف اللہ نے اعلان فرمادیا کہ زمینوں اور آسمانوں کا نظام چلانے والی ذات
 صرف وہ خدائی ہی ہے اس میں اس کے سوا کوئی اس کا شریک اس کا مددگار نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

”اول توحید کہ بداند کہ خدا ایک است جمیع صفات کمال موصوف و ہر چہ در
 عالم رود از نفع و ضرر و خیر و شر و منع و عطا جملہ بتکلم و تقدیر اوست و قائمہ آں
 محکم الثبات است بسوئے مخلوقات از ضرر و نفع و وجود و عدم ایشان
 (احقاف المصنفات، ج ۱، ص ۷۵)

ترجمہ: پہلی چیز تو حید ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام مقامات کمال کے موصوف ہے اور اس پر اس کا کائنات میں نفع و نقصان خیر و شر اور متع و عطا کے حوالے سے جو بھی کہہ رہا ہوتا ہے وہ سب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہوتا ہے اس عقیدہ تو حید سے یہ قائم و چھٹکتا ہے کہ بندے کی توجہ تمام مخلوق کے نفع و ضرر اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔

(بحوالہ اعانتہ استغانت، ص ۳۷ از پیر نصیر الدین گوانڈی بریلوی)

اور شاہ عبدالحزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یعنی غریب اسے کہ آدمیاں و جانیاں یہاں بندہ پہچوم آورہ مانندندہ بندہ تو شرعاً کسی اثران بندہ طلب قدردانی کنند و دیگرہی طلب روزی و دیگرہ طلب خدمات و تیا و دیگرہی کشف کون و علمی هذا التماس بسبب اس پہچوم آون ہ۔ اوقات اور امتنع و مشوش میکنند و ہم خود و درویشہ شدک و کد گہ قنار می شوند و می فستند کہ جنوں نورالسی نہانہ و روشی ایس بندہ بسبب کمال و کد و عبادت نزل فرمودہ گو یا ایس بندہ شدک کارخانہ خدائی خدا ہوا و جاہشی و قدرتی نذر و حق تعالی پیدا شد کہ ہند چیمز ایس بگو یہ حق تعالی بعل آد چنانچہ و روئیا سامان را خاطر داری میسر بان ہمیشہ مدتہ می باغ و ولست اہل دنیا مشہس سے باغ شد کہ باغشاہ امید و حاکم و فوجدار و رخا نہ شد کہ سے آیندہ و بی حل مشکلات و حاجات روانی سے جو بند و ایس غیالی فاسد کہ در حق بندگان خدا با خدا ہم میدسانند و درویشہ ہندستی و گوہر بدستی می انقشہ و در حق حادثہ جنیباں و آدمیاں ہند و شدیک اند و تمام منصب رسالت تالیفین است اگر انہیں بعد و حق خود خوف کنی پس بایں بند و وفد کہ واہگانی قبل انہا عوا رہی یعنی بگو سوالے ایس نیست کہ من سے خواہم پند و بردگار خود را تا فلیست کہ دل مددینور بھلی خود مشغول سفر و ولا شدک بہ احد یا پس ہو گز شدک شیکم بالو هیچ کس را و چون من بالو هیچ کس را شدیک نکدم و بیفواندہ پند و بردگار خود مشغول غنم پس اند و بندگان کہے روا خواہم داشت کہ مدد بخواہند یا

مذہب اور مذہب کے مقتدر کنندہ و آگاہ ہیں ہندوؤں کے ارتدھکس نفع کے جماعت کے داخلہ کے
 بغیر اور مذہب کے مقتدر کنندہ ہیں صاف قیل لا املک لکم خدا ولا رشتہ یعنی
 بلکہ تحقیق میں ہندوؤں کے مقتدر کنندہ ہیں خدا خدا ہے وہ نہ تدبیر مطلب اس را
 چنانچہ پیش ازمن و کلا وسعدائے جنسیاں و ارواح ضالہ بنی آدم اہل دنیا را بطبع
 شعنی و خوف مضرت ہائے و مہی قیدیقتند و خود را نتر و آنما مالک نفع و ہندوؤں
 کے کہ وہ کہ حال الہین و کلا و خود و آگاہ از خدا و مہیبتی ہستو پناہ آرند و بخواہند
 کہ از غضب خدا دور و اس تو پناہ گیدند ہست بدکنندہ قیل الہی لن یجیدنی من
 ان اعدای یعنی بلکہ تحقیق میں خود و اس حالت ام کہ ہندوؤں کے پناہ گاہی تو انہوں
 لہذا از غضب خدا هیچ کس و لن اجد من و وہ ملت خدا یعنی ہندوؤں کے
 بگت در و خدا خود را هیچ وقت سوالے خدا هیچ جماعتی رجوع و میلان نا
 ہواے لن رجوع و الشعا کنہم (تفسیر عزیزی، ج ۲، ص ۲۱۱، ۲۱۰، مکتبہ خیریت)

زیر، قریب ہے کہ آدمی اور جن اس بندہ (محمد ﷺ) پر ہجوم کر کے خدے کی طرح پھرتے ہیں
 باہر کوئی بندہ اس سے لڑکا یا لڑکا ہے کوئی رازی مانگا ہے اور کوئی دوسری دنیا کی طلب مانگا ہے
 اور کوئی خوف کرنی طلب کرتا ہے، وطنی ہذا القیاس بسبب اس ہجوم کے تمام اوقات میں اس بندہ
 کے غل ڈالنے اور اس کی خاطر پریشان کرتے ہیں اور خود آپ شرک و کفر میں مبتلا ہوتے ہیں
 اور کہتے ہیں کہ نور الہی نے اس بندے کے اندر دینی قلب میں بسبب کمال ذکر و عبادت کے
 داخل فرمایا ہے گویا یہ بندہ شریک کار خاں اللہ تعالیٰ کا ہو گیا اور اس بندہ کی وجاہت و قدرت و
 عزت و گاہ حق تعالیٰ میں پیدا ہے کہ جو یہ کہے حق تعالیٰ عمل میں لانے جس طرح دنیا میں مہمان
 الہی کے ہاں کی اسی مرتبہ ہوتی ہے اسی لئے اہل دنیا تلاش میں رہتے ہیں کہ بادشاہ امیر و حاکم و
 نوباد جسکے گھر میں آتے ہیں اس سے حل مشکلات اور حاجت روائی چاہتے ہیں اور یہی خسیال
 فاسق میں ہندوؤں کا اللہ کے حق تعالیٰ کی جناب میں کر کے چر پرستی اور گور پرستی میں مبتلا ہو جاتے
 لہذا اسی امر میں جنات اور آدمی دونوں شریک ہیں اور تم کو اسے محمد ﷺ منصب رسالت تعین
 ہے اگر اس امر کا اپنے حق میں خوف کرتے ہو پس ان دونوں فرقوں کو صاف صاف بتا دو یعنی کہہ
 اے اے اس کے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو تاکہ مجھ کو دل کی تاریکیوں سے
 اپنے نور سے منور فرمادے یعنی اور ہرگز شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جو میں

نے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اپنے پروردگار کی پکار میں مشغول ہوا تو دوسروں سے کسی طرح میں رواد رکھوں گا کہ مجھ کو پکاریں یا مجھ کو اس کیساتھ شریک مقرر کریں اور سب دلوں فرستے تھے کہ شریک ٹھہرا کر اپنے نفع و نقصان کی توجہ سے امید رکھ کر تجھے پکاریں تو صاف کہہ دو اور تحقیق میں ہرگز مالک نہیں ہوں تمہارے نقصان کا اور نہ مطلب اس کی تدبیر کا جس طرح دیکھیں اور سفیر جنات اور گمراہ لوگوں کی رو میں اہل دنیا کو نفع کی لالچ اور نقصان کے خوف سے اپنا گرویدہ کرتے تھے اور اپنے آپ کو لوگوں کے نزدیک مالک نفع اور ضرر ٹھہرا کرتے تھے کہ اب یہ دھڑکاؤ ختم ہوا اور اگر کسی حادثہ اور کسی مصیبت سے تیرے دامن میں پناہ پکڑیں تو بے شک تمہاری بات کہہ دو اور تحقیق میں خود ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز پناہ نہ دے سکے گا مجھ کو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے اور ہرگز نہ پاؤں گا میں اپنے لئے کسی وقت اللہ کے سوا کوئی رجوع لانے اور مانگے ہو جانے کی تاک اس کی طرف رجوع اور التجا کروں میں۔

رضا خانیہ! آنکھیں کھول کر پڑھو جو بات شاہ اسماعیل شہیدؒ فرما رہے ہیں وہی بات کہ کارخانہ قدرت میں نبی کریم ﷺ کو شریک سمجھنا اور ان کو نفع و نقصان کا مالک مشکل کشا حاجت روا سمجھنا گویا خدا کا شریک بنانا ہے اور یہ شرک جلی ہے وہی بات شاہ عسب العزیز محدث دہلویؒ بھی کر رہے ہیں۔ اب جو فتویٰ شاہ صاحب پر لکھا یا امت کر دار دہلی فتویٰ ان کے چاچا محدث پر بھی لگاؤ۔ اب تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے عقائد و عقول ہیں جو مستند عید العزیز محدث دہلوی کے ہیں نہ احموت نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراف ۲۶: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔ نعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (تقویۃ الایمان، ص ۸) اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے (تقویۃ الایمان ۱۳) اور اس کو ماننا محض خبیث ہے (تقویۃ الایمان، ص ۸)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۸، ۶۹، دیوبندی سے بریلوی، ص ۵۵، الحقی المسکین، ص ۷۳)

مولوی غلام حسین نقشبندی لکھتا ہے:

اسی عقیدے سے انبیاء و ملائکہ اور کتب سماویہ کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

(شمسیر حسینی، ص ۲۵، ۲۴)

یاد رہے کہ یہ اعتراض سب سے پہلے مولانا احمد رضا خان نے انگلو کینیڈا شہا بیہ ص ۱۹، ۱۸ پر کیا تھا۔

الجواب: حقیقت یہ ہے کہ آدمی اگر شرع و حیات کا جامہ اتار دے تو پھر وہ ہر حد تک بے لگ ہے۔ مولانا احمد رضا خان اور ان کے قبیحین نے سیاق و سباق سے ہٹ کر جس طرح نامناسب کی کتاب کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں کاٹ چسٹ کر پیش کی اور اس سے وہ مطلب کشید کیا جو بڑے سے بڑے بے حیاہ کو بھی نہ سوجھا ہوگا۔ مگر جن لوگوں نے دیکھ کر ہٹ کے بدلے میں فروخت کروایا ہوا ان سے اس طرح کی حیاہ سوز حرکتیں کچھ بعید نہیں۔ ان لوگوں کو اتنی بھی شرم و حیاہ نہیں کہ کل کو اگر کسی نے اصل کتاب کی طرف مڑت کر لی اور ہمارے دھیل و فریب کا پردہ چاک کر دیا تو ہم کیا منہ دکھائیں گے مگر بے حیاہ باش ہر چہ خواہی کند

ہم آپ کے سامنے مکمل مضمون پیش کرتے ہیں۔ شاید سخیل شہیدؒ باب اول تو حید و شرک کے بیان میں ۱۳ پر فرماتے ہیں:

”اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حاجی کہے گا کہ یہی جان کر اس کے پوجنے کے سبب سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو وہ بھی شرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکر اور اللہ تعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا:

قل من یبدل ملکوت کل شیء وہو یجبر ولا یجوز علیہ ان نکتم تعلمون سیقولون اللہ قل فانی تسحرون

کہ کہان ہے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے تصرف ہر چیز کا اور وہ حقارت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں کر سکتا جو تم جانتے ہو سو وہی کہہ دینا کہ کہ اللہ ہے کہہ پھر کہاں سے غیبی ہو جاتے ہو۔

ف: یعنی جب کافروں سے بھی پوچھتے کہ سارے عالم میں صرف کس کا

ہے اور اس کے مقابل کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ لاف ہی کی شان ہے پھر اردوں کو ماننا کھٹن خطا ہے۔

(تقریبہ الامان)

چار تین کرام! غور فرمائیں کہ شاہ صاحب تو مشرکین عرب کا رد کر رہے ہیں اور اس میں بھی کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں بلکہ قرآن کی آیت پیش کر رہے ہیں کہ جب زمین و آسمان کی کل بادشاہت اس میں تصرف کامل صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کا سفارشی اور حمایتی نہیں بن سکتا تو اللہ کو چھوڑ کر ان معبودانِ باطلہ کو مشکل کشا حاجت روا سمجھ کر پوجنا کھٹن خطا اور بے وقوفی ہے۔

بات کیا چل رہی ہے، عبارت نقل کیا ہو رہی ہے، سمجھایا کیا جا رہا ہے، اور ان رضا خانیوں کے اعلیٰ حضرت سے لیکر ادنیٰ حضرت تک کیا لٹرائیاں کی حبابی ہیں انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں۔ چونکہ شاہ صاحبؒ نے ان مشرکین پاک اسناد کے روحانی آباء و اجداد پر چوٹ کی اس لئے اس کا بدلہ ان رضا خانیوں نے جھوٹ بول کر لیا۔ اب انکی دلی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقال الله تعالى وما ازلفك من قبلك من رسول الا نوحى اليه انه لا اله الا انا فاعبدون

فرمایا اللہ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کے کو بھی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سوا ہدنگی کرو میری۔

نہ، یعنی جیسے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم لاتے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے سو یہی راہ نجات ہے اس کے سوا اور سب ماریں غلط ہیں۔ (تقریبہ الامان ص ۲۲، ۲۳)

خاورِ ہند کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یہاں بھی وہ شرک کی بات کر رہے ہیں کہ معبود ہونے اور عبادت کے لائق ہونے میں صرف اللہ کو ماننے اس کے سوا کسی کو نہ

ماننے۔ نہ یہ کہ وہ معاذ اللہ انبیاء، کتب جاویہ، روز آخرت کے ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ماننے کے بارے میں تو شاہ صاحب خود فرماتے ہیں:

”اگرچہ ہزار ہا شکر تیری ذات پاک کا کہ ہم کو تو نے جزا دی۔ انھیں دیں اور اپنا سچا رہنا بتایا اور سیدھی راہ پر چلایا اور اصل توحید سکھائی اور اپنے حبیب محمد ﷺ کی امت میں بنایا اور ان کی راہ سکھنے کا شوق دیا اور ان کے ماتوں کی جوانی کی راہ بتاتے ہیں اور ان کے طرے تھے پر چلاتے ہیں ان کی محبت دینی سوائے ہمارے پروردگار ہمارے تو اپنے حبیب پر اور اس کی آل و اصحاب پر اور اس کے سب تابعوں پر ہزار ہزار درود و سلام بھیج اور اس کی پیروی کرنے والوں پر رحمت کر اور اسی کے تابعوں میں گن رکھا آمین رب العالمین“۔

(تقیۃ الایمان، ص ۶)

جو محمد ﷺ ان کی آل و اصحاب اور ان کے نائب صحابہ تابعین، اولیاء امت محمدیہ، افتخار کے رستے پر چلتے اور مرنے کی دعا مانگ رہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ سوائے اللہ کے کسی کو نہ ماننے کی دعوت دے رہا ہے کھلا تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اللہ کے بارے میں اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

”اصل بندگی ایمان کا درست کرنا ہے کہ حج کے ایمان میں کچھ غلط ہے اس کی کوئی بندگی قبول نہیں اور جس کا ایمان سیدھا ہے اس کی تھوڑی بندگی بھی بہت ہے سو ہر آدمی کو چاہئے کہ ایمان کو درست کرنے میں بڑی کوشش کرے اور اس کے حاصل کرنے کو سب چیزوں سے مقدم رکھے۔

(تقیۃ الایمان، ص ۶)

اب یہ کہنا کہ شاہ صاحب نے ایمان کے ماننے سے انکار کر دیا تمام ایمانیات کا انکار کر دیا کمال بدیہی نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اب ذرا سنو شیخ المشائخ محبوب سبحانی پیر جیلانی فرماتے ہیں:

بإعلام لا نكن مع النفس ولا مع الهوى ولا مع الدنيا ولا مع الاخرة ولا

تتابع مری الحق عز و جل

اے غلام تو نفس اور خواہشات نفسانیہ اور دنیا و آخرت کا ساتھی مت بن اور سوائے حق عز و جل کے کسی کی پیروی اور متابعت مت کر۔ (فتح الربانی، ص ۸۴، فرید بک سٹال، اس کتاب پر عقدیم بریلوی عالم عبدالحکیم شرف قادری کی ہے اور مترجم کے بارے میں کچھ نہیں ہے)

”فتح الربانی کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں پیش نظر ترجمہ فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی کا ہے۔“

(فتح الربانی، ص ۷۲، ۷۳)

اب جواب دو کیا شیخ صاحبؒ نے انبیاء و صحابہ و اولیاء و علماء و فقہاء کی متابعت اور پیروی سے منع کر کے کیا معاذ اللہ کفر اور گستاخی کی ہے یا نہیں؟ یا یہ کفر کے گولے صرف مظلوم شیعہ کیلئے ہیں؟

اعتراض ۲: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کو اپنی قبر و حشر کے حال کا بھی علم نہیں۔ غور و تأمل

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اہل امانہ دوسرے کا (تقریبہ الایمان، ص ۲۹)

(دیوبندیت کے اہلطان کا انکشاف۔ ص ۶۸، کوکب الشہابیہ، ص ۵۲، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۶، دیوبند سے بریلی، ص ۵۲)

الجواب: اس عبارت میں بھی رضا خانیوں نے تحریف کا مظاہرہ کیا کھسل عبارت الٹا طرح ہے:

اخرج البخاری عن اسم العلاء قالت قال رسول الله ﷺ والله

لا اذ یؤاخذوا رسول اللہ ما یفعل یشی ولا ینکم
 مشکوٰۃ کے باب البقاء والنجاة میں لکھا ہے کہ بخاری نے ذکر کیا کہ نقل کیا
 اہام و علماء نے کہا پیغمبر خدا نے کہ قسم اللہ کی نہیں چاہتا جس حالانکہ میں
 رسول ہوں کہ کیا معاملہ ہوگا مجھ اور کیا تم سے۔

یہ یعنی جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گچ خواہ دنیا میں خواہ قبر
 میں خواہ آخرت میں سوائے اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا
 مال نہ دوسرے کا اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی اپنے مقبول بندے کو وحی
 سے یا الہام سے بتائی کہ غلامی کا انجام بخیر ہے یا برا سو وہ بات عمل ہے
 اور اس سے زیادہ معلوم کر لیت اور اس کی تفصیل اور یافت کرتی ان کے
 اختیار سے باہر ہے۔

(تقریب الامان، ص ۳۸)

حضرت شہید کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ انبیاء کو اپنے انجام کی بالکل خبر نہیں
 بلکہ انہی کہہ رہے ہیں کہ آخرت میں کس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کی تفصیل کسی کو معلوم
 نہیں۔ ہاں بخلاف بات ضرور ہے کہ انبیاء و اولیاء کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ آخر کی خط کشیدہ
 نماز جو حضرت کے مقصود کو واضح کر رہی ہے ان رضا خانوں نے نقل نہ کی تو عام عوام کو
 اہم کار یا جان سکے۔ اب چند اکابر کی عبارات ملاحظہ ہو کہ جو بات شاد صاحب نے کی وہی
 بات یہ علماء بھی کر رہے ہیں:

نعم ہذا الحق محدث دیوبندی لکھتے ہیں:

ہاں ہاں حدیث آہستہ کہ عاقبت مہم است و
 هیچ کسی نہیں اند کہ آخیرہ خواہ شد و چہ کار خواہد کس و دایس
 در باب انبیاء و رسول خصوصاً در حق حبیبہ المسلمین صلوات
 اللہ وسلامہ علیہ و علیہم من منقیست بعد ازل قطعوہ کہ
 واللہ و ارنید حرم و یقین بعض عاقبت ایشان یا
 مدعوام و ریافت احوال عاقبت چہ ورنیسا و چہ ورنیسا

آخراً بتفصیل چہ علم یا حوالہ خوب بتفصیل جس پر دروگاہ عالمی را نباشد گدچہ معلوم معلوم است کہ عاقبت انبیاء علیہم السلام یضید است

(افعال المعانی، ج ۱، ص ۱)

ترجمہ: ظاہر اس حدیث سے یہ ہے کہ انجام مبہم ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ آخر کیا ہوگا اور کیا کام کرے گا اور یہ دربارہ انبیاء اور رسول خصوصاً سید المرسلین ﷺ کے حق میں نفی کیا گیا ہے بدلائل قطعیہ کے کہ دلالت رکھتی ہے جزم و یقین کے ساتھ ان کے حسن عاقبت پر یا مراد عوام در یافت احوال عاقبت کا ہے کیا دیا اور کیا دین میں تفصیل کیونکہ علم احوال غیب کا سب تفصیل سوائے پر دروگاہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اگرچہ مجمل معلوم ہے کہ عاقبت انبیاء بخیر ہے۔

پس اگر شاہ صاحب یہ بات کرنے کی وجہ سے گستاخ ہیں تو معاذ اللہ شیخ عبدالقادر محدث دہلویؒ پر بھی فتویٰ لگاؤ جو وہی بات کر رہے ہیں جو شاہ صاحب نے کہی ہے کہ عاقبت کا حال تفصیلی طور پر کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ اس کا مجھے علم نہیں ہاں مجمل معلوم ہے کہ عاقبت انشاء اللہ بخیر ہوگی۔ مفتی احمد یار مسیحیاتی بریلی لکھتا ہے:

بفضلہ تعالیٰ ہر مومن کو خاتمہ خراب ہو جائے گا اندیشہ ہوتا ہے اسی خوف پر ایمان کی بنیاد قائم ہے وہی اندیشہ یہاں مراد ہے یہ خوف ہر گناہگار بلکہ ابرار و اختیار کو مرتے دم تک رہتا ہے جبکہ حضرت یوسفؑ موسیٰؑ عیسیٰؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے ہیں توفی مسلماً و الحقنی بالصالحین تو اور کسی کا کیا ذکر؟

(تفسیر نسیمی، ج ۱، ص ۷۳، ۷۴)

اعتراض ۲۸: خدا چاہے تو کروڑوں محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈال۔ غور باطل یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان

(۳۱)

(۱) حضرت کے بطلان کا انکشاف، جس ۶۹، دیوبند سے بریلی، جس ۳۳، باطل اپنے آئینہ
 میں اس ۲۹، دیوبندی مذہب، جس ۱۹، الحق السین، جس ۷۳)
 ایک وضاحتی توہیناں تک لکھتا ہے: ”یہ عبارت مرزا نیوں کو تقویت دیتی ہے۔“ (شمشیر
 صہبی، جس ۳۶)

الجواب: کوئی ان مشرکین پاک و ہند اور منکرین قدرت خداوندی سے پوچھے کہ اس
 میں استغفار پڑھنے اور گستاخی کی کوئی بات پوشیدہ ہے۔ ایسا کر دینا رب تعالیٰ کی قدرت
 میں تو کیا بریلی کے کسی مزار کے چند دغان مجاور کی کرامت ہے؟ وہ رب تعالیٰ فعال و
 یہد ہے اس کو قدرت ہے کہ جو چاہے جس طرح چاہے پیدا کر ڈالے وہ اگر پہلی بار نبی
 کریم ﷺ کو پیدا کر سکتا ہے تو اب دوبارہ پیدا کر دینے میں کیا مجرمانہ آگیا؟ ہمارا بھی
 قہر ہے کہ رب تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ جیسا ایک ہی پیدا کیا اب قیامت تک آپ ﷺ کی
 فرمائش اور پیدا نہ ہوگا

درخ مصطفیٰ وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

بات صرف رب تعالیٰ کی قدرت کی ہو رہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو ایسا کر سکتا ہے
 کہ اگرے کامرزا نیوں کو تقویت تو تب ہو جب بافضل ایسا ہو بھی جائے۔ جو بات سشاہ
 صاحب نے فرمائی ہے وہی بات ان سے پہلے کے اکابر نے بھی فرمائی ہے کیا وہ سب بھی
 مٹا دیے مگر یہ ختم نبوت اور مرزا نیوں کے دست راست تھے؟
 ضرور ان امام رازئی لکھتے ہیں:

لَا تَلْهَا غَدُلٌ عَلَى الْقُدْرَةِ أَنْ تَبْعَثَ لِي
كُلَّ قَرْيَةٍ لَسْتُ بِأَمْسَلُ مِنْهُ - بِذَوَالْهِجَلِ
خَاجَةٌ بِالْحَضَرَةِ الْإِلَهِيَّةِ السَّامِيَةِ
الْبَهِيَّةِ وَقَوْلُهُ لَوْ يَدُلُّ عَلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ
تَعَالَى لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ بِمَا تَنْظُرُ إِلَيْهِ
الْأَوَّلُ يَفْعَلُ الْفَاجِيَةَ بِمَا تَنْظُرُ إِلَيْهِ
الْثَّانِي يَفْعَلُ الْإِعْزَازَ

(تفسیر کبیر)

ج ۲۳، ص ۴۷، ۴۸، طوفان لیلہ ۵۱)

یہ آیت دلالت کرتی ہے قدرت رکھنے کے
اس بات پر کہ اللہ بھیجے ہر ایسی جگہ سے
والا مثل محمد ﷺ کے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ
محمد ﷺ کی طرف (اپنے دین بکھانے) کی
احتیاج نہیں ہے اور لفظ "لو" کے فرمانے
سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ہرگز نہیں
کرے گا جس نظر اول سے تادیب کیا جائے
حاصل ہے اور بنظر ثانی آپ ﷺ کا ازار
ظاہر ہے۔

اور شیخ محی مبنی رحمتہ اللہ علیہ جن کے بارے میں آپ کے بھی مدوح شیخ عبدالحی محدث
دہلوی لکھتے ہیں:

"شیخ شرف اللہ محی مبنی رحمتہ اللہ علیہ کی از مشاہیر مشارع ہندوستان
ست پیرا احتیاج کہ کسی ذکر مناقب او کند اور تصانیف یابی است از جملہ
تصانیف او مکتوبات مشہورتر و لطیف ترین تصانیف اوست بسیاری از
آداب طریقت و اسرار حقیقت در آنجا انکسار یافتہ۔"

(اخبارالاختیار، ج ۱۱)

محی اپنے انہی لطیف و مشہور ترین مکتوبات میں لکھتے ہیں:

"چون در عظمت و عزت بی نیاز می او نظر کنی ہمہ موجودات عدم دینی و دنیوی
اسطاعت عظمت و قدرت او نگری ہمہ معدومات را موجودات یابی اگر نخواہد
از ہر لحاظ معد ہزار چون محمد ﷺ بیافرید و ہر نفس از انکسار ایشان مقام
قاب تو سبب دید"

(مکتوبات، ص ۱۱۰، مکتوب نمبر ۲۵)

جو اس کی عظمت و عزت پر نظر کرے تمام موجودات کے عدم پر نظر پڑے
اور جو اس کی بادشاہت عظمت و قدرت کا دھیان کرے تمام معدومات کو
موجود پائے اگر چاہے تو ایک آن میں لکھ سکتا (ہے) محمد ﷺ پیدا

فرمادے اور ان میں سے ہر ایک کو قاب توہین کا مقام عطا فرمادے۔

اگر شاہ صاحبؒ کی یہ عہادت معاذ اللہ مرزا سیت نوازی ہے تو ان سے پہلے رازق اور منیرؒ کی یہ گناہ کر چکے ہیں اور وہ بلوچی ان کی تائید کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں تو ہمارا زور خطابت و جوش کتابت صرف شاہ صاحبؒ کے خلاف ہی کیوں؟ لیجئے اب ہم آخر میں آپ ہی کے گھر کے دو ایسے حوالے پیش کر رہے ہیں جس بعد آپ کی طبیعت اسس معاملے میں بالکل صاف ہو جائے گی بریلوی فقیہ ملت مفتی حبیلال الدین سابق صدر شعبہ اذکار العظمیٰ اہل سنت فیض الرسول فتویٰ دیتا ہے:

”بے شک سرکارِ اقدس آخر الانبیاء ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے (یعنی پیدا ہو سکتا ہے) انا اول منسطور وہ ابھس وکن رسول اللہ خاتم النبیین واما ان فی حق خلق النبی بعد مینا علیہ التیہ وانشاء من المقدورات الکامیہ وکل مقدور الھی ممکن لیکن سرکارِ اقدس خاتم النبیین ﷺ کے بعد دوسرا خاتم الانبیاء پیدا ہونا محال بالذات ہے لان ختم النبوة وصف لا یقبل الا شراک عقلاً ولا یمکن موصوف الا واحد وھو ہونا رحمۃ اللعالمین ﷺ اسی لئے وصف ختم نبوت میں سرکارِ اقدس ﷺ کا نظیر و مثل محال بالذات ہے۔ اس آیت کریمہ کے نزول سے قبل سرکارِ مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا وہ طرح ممکن تھا ایک بطور امکان و قوی دوسرا بطور امکان ذاتی و ردو آیت کریمہ نے صرف امکان و قوی مستحکم کیا امکان ذاتی ختم نہیں ہوا۔“ (فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۹، ۱۰)

اور نور الحسن شاہ کیلئے لکھتا ہے:

”اس میں کلام نہیں کہ اس خلقِ العظیم نے جیسا یہ سلسلہ انبیاء و مرسلین ابتداء سے اختتام تک اور دنیا و مافیہا بلکہ تمام موجودات کو پیدا کیا ہے، ایسی مخلوقات یعنی اس کی مثل لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں پیدا کر سکتے تھا۔ بہر صورت اس امر پر قادر ہے۔“

(الانسان فی القرآن، ص ۱۷۳، دار التبلیغ آستانہ کبلیا نوال شریف، بار سوم)

آئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ مرزا ایت کو کس نے تقویت دی بدیہی فرقہ کے بانی مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی تمام صفات (جس میں نبوت و غیر نبوت بھی ہے) میں حضور ﷺ ان کے اندر متکلی تھے معاذ اللہ:

”حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سیدی

یالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تمام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور ﷺ

مع اپنی جمیع صفات بھال و جلال و کمال و انضال کے ان میں متکلی ہیں۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۶)

مرزا تقویٰ بانی نے اسی عقیدے کو لیا کہ میرے آنے سے ختم نبوت پر اس لئے فرقہ نہیں بنام کہ میں کوئی نیا نبی تقوویٰ ہوں مجھ میں وہی محمد ﷺ جو چودہ سو سال پہلے تھے وہ بارہ متکلی ہو کر آ گئے ہیں۔ معاذ اللہ۔

اعتراض ۲۹: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء گاؤں کے چودھری جیسے۔ فتوہ باطل

یہ سراپا داخل و فریب پر مبنی عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا ذمیدار سوائے انہوں کہ ہر خیمہ اپنی امت کا سردار ہے۔ فتوہ الامان، ص ۲۳۔

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف۔ ص ۶۹، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، شمشیر حسینی

ص ۲۹، باطل اپنے آئینہ مسیحا، ص ۷۳، دیوبندی مذہب۔ ص ۱۸۲، گنہگار کون

ص ۱۶۷، الحق المسکین، ص ۸۱)

الجواب: عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر جو مطلب ان رضا خانیوں نے کشید کیا

ہے یقیناً ان کے مربی شیطان کو بھی نہ سوجھا ہوگا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت مع سیاق و

سباق پیش کرتے ہیں جس کو چھٹنے کے بعد آپ ان رضا خانیوں کی دیانت پر ششدر ہو

جائیں گے:

”اب سنا چاہئے کہ مرزا کے قتل کے وہ معنی ہیں ایک تو یہ کہ وہ خود سالک

و مختار ہو اور کسی کا محکوم نہ ہو خود آپ جو چاہے سو کرے جیسے عکابر میں بادشاہ

سورج بات اللہ ہی کی شان ہے ان معنوں کو اس کے سوا کوئی سرور نہیں اور دوسرے یہ کہ بھتیجی بنی ہو کر اور رخصتوں سے امتیاز رکھتا ہو کہ اصل حاکم کا حکم اول اس پر آئے اس کی زبانی اور وہاں کو پہنچے جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں کو ہر پختہ اپنی امت کا سرور ہے اور ہر امام اپنے ملت کے لوگوں کا اور ہر مجتہد اپنے تلامذہوں کا اور ہر بزرگ اپنے مریدوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا کہ یہ بڑے لوگ اول کے حکم پر آپ قائم ہوتے ہیں اور پیچھے اپنے چھوٹوں کو نکھاتے ہیں سو اسی طسرت سے ہمارے پیغمبر سارے جہاں کے سرور ہیں کہ اللہ کے نزدیک ان کا رتبہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے احکام پر سب سے زیادہ قائم ہیں اور لوگ اللہ کی راہ کیجئے میں ان کے محتاج ہیں ان معنوں کو ان کو سارے جہاں کا سرور کہنا یکے مضافاً تک نہیں بلکہ ضروریوں ہی جانتا چاہئے۔

(تقریب الامان ص ۹۰)

کس واضح الفاظ میں حضرت شاہ شہید فرما رہے ہیں کہ ہمارے سرکارِ دو عالم ﷺ

تمام جہاں کے سرور ہیں ان کے برابر و جہ کسی کا نہیں گویا

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا صدق ہیں مگر ان رضا خانیوں کا دھوکا ملا حلقہ ہوتا رہا یہ دینا چاہئے کہ اہل سنت انبیاء کا مقام صرف گاؤں کے کسی زمیندار جتنا سمجھتے ہیں محاذ اللہ کیا ان عید الدینار والدوام کے ان گاؤں کا چودھری سارے جہاں کا سرور ہوتا ہے؟ اللہ کے ہاں سب سے بڑے رتبہ والا ہوتا ہے؟ جو عبادت ان کائناتوں نے پیش کی اس کا مستعد صرف اتنا ہے کہ اللہ کے حکام اس کی وہی و تجلیات کا سب سے پہلا مرکز انبیاء کی ذوات قدسیہ ہوتے ہیں اللہ کے لڑکھنوں اور شادات سب سے پہلے انبیاء پر نازل ہوتے ہیں پھر ان کے توسط سے پوری امت کو ان احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ سید کام ہوتا ہے شاگردوں کو استاد کے ذریعہ سے، مریدوں کو شیخ کے ذریعہ سے، مقلدین کو مجتہدین کے ذریعہ سے اس اعتبار سے یہ تمامی حضرات اپنے حلقہ ارادت میں سرور ہیں (جو حضرات

شاہ صاحبؒ پر ترک تقلید و تصوف کا الزام لگاتے ہیں وہ بھی اس عبارت کو غور سے پڑھیں (پھر عوامی انداز میں اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتے ہیں کہ جیسے بادشاہ کا فرما سب سے پہلے وزیر اعظم پھر اس کے نائبین اس طرح درجہ بدرجہ گاؤں کے چودھری یا زمیندار کو ملتا ہے کہ وہ اس سے اپنی رعایا کو آگاہ کر دیں۔ اب کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کہ اس میں تو بین و کشافی کی آخر کوئی بات ہے؟

ان کا ایک رضائاتی مولوی لکھتا ہے:

”اس عبارت میں بھی نبی علیہ السلام کو گاؤں کے زمیندار اور قوم کے

چودھری کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے۔“ (گستاخ کون، ص ۱۶)

اب ہم رضائاتیوں کے حوالے پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو کس کس کے ساتھ لاکھڑا کیا ہے۔

رسولؐ تو بس وزیر اعظم جیسے۔ معاذ اللہ

مفتی احمد یار محمد راقی لکھتا ہے:

”جیسے وزیر اعظم کی وزارت تاحد مملکت ہوتی ہے ایسے ہی رسولؐ اعظم کی

دولت تاحد الوہیت ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۶۵)

تقریبہ الامان میں ”جیسے“ کا لفظ ہے تو یہاں بھی وہاں چودھری کا لفظ ہے تو یہاں وزیر

اعظم کا اب جواب دو کیا تمہارا مفتی نبی اکرم ﷺ کو پاکستان، اسرائیل، ہندوستان، امریکا

کے وزیر اعظم کے برابر سمجھتا ہے؟

رسولؐ و فرشتے تو بس چیز اسی جیسے ہیں۔ معاذ اللہ

خیال رہے کہ رب تعالیٰ رسولوں و فرشتوں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے

جیسے بادشاہ کا حکام یا چچر اسمیں کے ذریعہ ہم سے کلام کرتا ہے۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۰۸)

تقریبہ الامان میں جیسے زمیندار و چودھری کا لفظ ہے تو یہاں جیسے اور چیز اسی کا لفظ سوجھ

ہے تو جواب دو کیا تمہارے نزدیک رسولؐ و فرشتے معاذ اللہ چیز اسمیں کے برابر ہیں؟

قرآن خواں کی پھونک تو بس نیو لے کی طرح ہے۔ معاذ اللہ
 سب کی پھونک میں زہر نیو لے کی پھونک میں تریاق ہے ایسے ہی قرآن
 خواں کی پھونک میں شفا اور جادوگر کی پھونک میں بیماری۔
 (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۲۱)

دین کا کام کرنے والے تو بس دلال ہیں۔ معاذ اللہ
 "ایمان کی حفاظت کی یہ کھیتی بھی ہے جو اللہ کے فضل سے اس دولت کو منزل مقصود تک پہنچانے
 کا طریقہ بنتا ہے اس کھیتی کا بیڑا کوائر مدینہ منورہ میں ہے اور اس کی شاخیں بغداد اور اجمیر اور
 جہانگیر وغیرہ میں کھلی ہوئی ہیں اور اس کی برائے شاخیں تقریباً ہر جگہ ہیں اور اس کے دلال ہر
 جگہ پھر رہے ہیں۔" (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۵۵۷)

اعتراف ۳۰: حضور ﷺ اور دیگر انبیاء و اولیاء کی تعریف عام بشر سے بھی کم
 کرو۔ تعوذ باللہ

الہامان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:
 مولوی اسماعیل دہلوی رقمطراز ہیں کہ کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو جو بشر کی
 تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار رہی کرو۔ تقویۃ الایمان، ص ۶۳۔
 (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، الحق المبین، ص ۷۷)

الجواب: یہاں بھی رضا خانیوں نے مکمل عبارت پیش نہیں کی حضرت شہید مستحکۃ کی
 حدیث پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں (صرف ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے)

مستحکۃ کے باب المغاثرہ میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے
 نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے اہل بیویوں کے ساتھ جعفر بن خدا کے پاس پھر گیا
 ہم نے کہ تم مردار ہو ہمارے سو فرمایا کہ مردار تو اللہ ہے پھر کہا کہ ہم نے
 کہہ دے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے بھائی ہو فرمایا کہ خیر اس طرح کا
 کلام کہو اس میں بھی تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کرے

شیطان"۔

یہ یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبانِ ستہالی کرنا اور جو بشر کی ہی تعریف ہو وہی کر و سو اس میں بھی اختصار کرنا اور اس میدان میں مداخلت گھوڑے کی طرح مت و دوڑو کہ کہیں اللہ کی جناب میں بے ادبی مت ہو جائے۔ (تقریبہ الامان، ص ۸۹)

حضرت شاہ شہید صاحبؒ نے جو کچھ کہا وہ مذکورہ حدیث کی مفہوم و مطلب ہے نہ معلوم رضا خانیوں کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ بزرگانِ دین کی "بشری نہیں" تو کیا "خدا کی ہی" تعریف کریں؟

ملاحظہ فرمائیے "اد بعض تو کلمہ" کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
 "قولوا قولکم یعنی قولوا هذا القول او اقل منه ولا تبالغوا في مدح من يوجب تمسدا خو فني بشيء يلبس بالخلق ولا يلبس بالخلق"۔ (مرقاۃ، ج ۹، ص ۱۲۵)

ہاں اس طرح کی تعریف کرنا جس سے بھی کم کرنا اور میری مدح سرائی میں سہاؤءِ رانی مت کرو اس طور پر کہ ایسی چیز سے میری مدح کرنا کہ جو اللہ کی شان کے لائق ہو اور مخلوق کی شان کے لائق نہ ہو۔

علامہ قرطبیؒ کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا ہے کہ انبیاء کی مدح سرائی میں مبالغہ ہے بجز اور انہیں حد انسانیت سے نکال کر خدا کی کے منصب پر فائز مت کرو بنا۔ (شرح قرطبی، ص ۱۳۹)

پھر رضا خانیوں کا دجل و فریب ملاحظہ ہو کہ عبارت میں "بزرگ" کے لفظ ہیں انہوں نے اسے "انبیاء و اولیاء" سے بدل دیا۔ نیز "اختصار" کا معنی قطعی طور پر "کمی کرنا" بھی رضا خانیوں کی چہالت ہے کیونکہ لغت میں اس کا یہ معنی موجود ہے:

"بہت سے مطلب کو تھوڑے لفظوں میں ظاہر کرنا
 گوشِ سامع کو گراں طول سخن ہے دے امیر

اختصار اچھا ہے شیخوں کا بڑھانا کہا ضرور"۔ (نور اللغات، ج ۱، ص ۴۹۰)

یعنی صحیح الفاظ کا استعمال کہ الفاظ تو کم سے کم ہوں مگر معنی ان کا بہت وسیع ہو۔
 علامہ ابن علی مرقی لکھتے ہیں:

الاختصار: الكلام وحقيقته الاختصار على تقليل اللفظ دون المعنى
 (المصباح السمرقانی غریب شرح الکبیر للرافعی، ج ۱، ص ۱۷۰، المکتبۃ العلمیۃ بیروت)
 آپ حضرات نے رضا خانی خطیب کو تو مٹا ہوگا بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے انصاف و کمالات بھلا کون بیان کر سکتا ہے اور کس زبان میں یہ طاقت ہے الہیہ "مختصراً" کچھ باتیں عرض کرنا ہوں۔ تو کیا رضا خانی اس کا یہ مطلب لیں گے کہ وہ خطیب نبی کریم ﷺ کی شان میں "کمی" کر رہا ہے؟ زبان زد عام شعر کا مصرعہ ہے
 بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو کیا یہاں بھی مختصر کا معنی نبی کی شان میں کمی کرنا ہو گئے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو شاہ صاحب کی عبارت سامنے آتے ہی تمہاری آنکھوں پر ٹھٹھکیٹ کے پردے کیوں آجاتے ہیں؟

حیرت ہے کہ آج ملت بریلویت کو "بشر" کے لفظ میں تو بین محسوس ہوتی ہے مگر ہر مہر علی شاہ صاحب تو کہتے ہیں کہ بشر کا لفظ ہی متصف بصفہ کمال ہے یعنی دنیا میں جتنے بھی کمالات ہیں ان سب سے ایک بشر کا لفظ ہی متصف ہے اس کے ساتھ کسی دوسرے اقب کی ضرورت ہی نہیں یہ بشر ہی تمام صفات و القابات کیلئے کافی ہے علامہ لکھتے ہیں:

"بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص
 نامے میں لفظ بشر مفہوم و مصداقاً مختصم بکمال ہے"۔ (مکتوبات، ص ۱۵۷)

اعتراف ۳۱: حضور ﷺ کسی چیز کے بھی مختار نہیں۔ نہ وہ بادل
 یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

"مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔ (تقریب
 الامان، ص ۱۷۷)

(دعوتِ ہندیت کے پائلان کا انکشاف۔ مئی ۱۹۶۹ء، دہلی ہندی مقدس، مئی ۱۹۸۱ء، الہ آباد)
 اقبالیہ، مئی ۵۱ء، پائل اپنے آئینہ میں، مئی ۱۹۶۸ء، دہلی ہند کے بریلی، مئی ۳۲ء، شمشیر حسین
 مئی ۲۶ء، الحق المبین، مئی ۷۳ء)

الجواب: اس عبارت کا مطلب سمجھنے کیلئے پہلے یہ سمجھیں کہ تقویۃ الایمان میں انبیاء
 و اولیاء اللہ، ملائکہ، بھوت پریت، بتوں کیلئے کس قسم کے تصرفات و اختیارات کی غلطی کی گئی ہے
 تو تصرف کے عقیدے کی چند صورتیں ہیں:

صورت اول: کہ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو کائنات میں تصرف
 کی کن ٹیکنوں قدرت از خود حاصل ہے اور وہ صرف اپنے ارادہ و مشیت سے بغیر اسباب و
 آلات کے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور کرتا ہے اسی طرح تصرف کی قدرت اللہ کے ہاں
 فلاں ہستی کو بھی از خود یعنی اللہ کی عطا کے بغیر حاصل ہے ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ اس میں دو جہ کا
 شرک ہے جو ابوجہل الاولیاء وغیرہ مشرکین میں بھی نہیں تھا وہ بھی اپنے بتوں میں خدا کی
 صفات کو خدا کی عطا سے مانتے۔

دوسری صورت

”کائنات میں تصرف کی قدرت“ کے عقیدے کی دوسری صورت یہ ہے کہ کسی نما یا اول یا
 پیر یا شہید یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی واقعی یا فرضی یا دہی ہستی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا
 جائے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایسے پیارے پیچھے اور ایسے مقرب ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ
 نے ان کو ایک درجہ اور اعزہ میں ”کن قیام کی تصرف کی قدرت“ دے دی ہے یعنی اب وہ
 صرف اپنے ارادہ و حکم سے تصرف کر سکتے ہیں۔ کسی کا کام بنانا اور ہنگامہ کر سکتے ہیں، ہماری حاجتیں
 پوری کر سکتے ہیں اور یہ ان کے اختیار میں ہے۔

یہ بعینہ وہ عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور یوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے
 اور دنیا کی اکثر قوموں میں بھی شرک رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ کی کتاب ”افوز الکبیر“ کی ایک مختصر عبارت یہاں بھی پڑھ لی جائے۔

شرک آتست کو غیر خدا را صفات مختصہ خدا اثبات نمازید مثل تصرف در عالم

ارادہ کہ تھیں ازاں کہیں قہقہہ لے شود۔ (الفوز الکبیر ص ۸)

شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے اللہ تعالیٰ کی خاص صفات بہت کی جائیں مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو "کو" کہتے ہیں۔ "تصرف" کیا جاتا ہے۔

آج حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ مشرکین وہ اپنے معبودوں کیلئے خدا تعالیٰ کا عطا کیا ہوا امداد اور اختیار اور تصرف کی محدود قدرت مانتے تھے لیکن عقیدہ رکھتے تھے کہ اس محدود اثر و میں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے جو چاہیں کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ لیکن ان کا شرک تھا۔ بہر حال اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی ہستی کیلئے بھی اس طرح کے قہقہہ لے اختیار تصرف کا عقیدہ رکھنا بلاشبہ شرک ہے۔ اگرچہ اس کو خدا کی عطا سے لے۔

آخر یہ کرام ایہاں حضرت قاضی شاہ اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت اور چاہیں اور شاہ الطاہرین میں فرماتے ہیں۔

اولیاء کا درجہ تہمتہ برائیا و معدوم یا اعدام موجود پس بہت کردن اصحاب اور اعدام و اعطاء در حق یا اولاد وہو قبح بلا و مرض و غیر آں ہوسے شان کفر است۔ (ارشاد الطاہرین ص ۲۰)

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں ہے کہ کسی غیر موجود کو جو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کر دیں پس کسی چیز کو جو بخشنے یا معدوم کر دینے یا کسی کو شق یا اولاد دینے یا کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا اور کر دینے کی کسی بزرگ ولی کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔

اذا اللہ العزیز ہم غریب تفصیل سے عرض کریں گے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے اکابر علماء اہل سنت نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام کیلئے کائنات کی تصرف کی قدرت ثابت کرنے کو جو شرک یا کفر لکھا ہے وہ عقیدہ تصرف کی بجلی اور سببی سمجھتے ہیں جس کو حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت قاضی شاہ اللہ نے بھی شرک و کفر قرار دیا ہے۔

تصرف کے عقیدہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی نئی یا ولی کیلئے پوسٹلی یا دوسری صورت اختیار کی گئی ہو تو تصرف کی قدرت کا عقیدہ تو نہ رکھا جائے لیکن یہ اعتقاد رکھا جائے کہ خواہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنی قدرت اور اپنے حکم سے بطور معجزہ یا کرامت کے ان کے ہاتھ سے عالم کون میں تصرف کر دیتا ہے۔ وہ تصرف اگرچہ ان کے ہاتھ سے ہوتا ہے لیکن وہ اصل اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے۔ جو ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے، وہ ان کا اس طرح کا اختیاری فعل نہیں ہوتا جس طرح ان کے دوسرے عام اختیاری افعال ہوتے ہیں۔ بلکہ چونکہ وہ ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور ان کا ان کا معجزہ اور ان کی کرامت کہا جاتا ہے تو یہ عقیدہ بالکل برحق ہے۔

اسی طرح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاء کرام کے بارے میں یہ عقیدہ بھی برحق ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقبول اور مستجاب الدعوات بندے ہیں جب وہ کسی معاملہ میں تھبہ کی پوری توجہ اور انکسار کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا کریں تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرما کے اپنی کن فیکوئی قدرت سے وہ کام کر دیتا ہے تو اگرچہ وہ کام اور وہ تصرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتا ہے لیکن چونکہ اس کا سبب اور وسیلہ اس مقبول اور مقرب بندہ کی توجہ اور دعا ہوتی ہے۔ اس لئے اس کام اور تصرف کی نسبت اس مقرب بندہ کی طرف بھی کر دی جاتی ہے۔ بہر حال تصرف کی دونوں شکلیں برحق ہیں۔

تصرف کی چوتھی صورت

تصرف کی ایک صورت اور اس کا ایک درجہ وہ ہے جس کی صلاحیت اللہ تبارک و تعالیٰ نے گرامیہ سب بندوں کو عطا فرمائی ہے اور وہ ہے غدا و اوقات و صلاحیت اور اس عالم اسباب میں پیدا کئے ہوئے اسباب و آلات کے ذریعہ جادو یا مسمریزم جیسے کسی فن اور باطنی توجہ جیسے کسی عمل کے ذریعہ اس عالم کی اشیاء میں اور احوال میں تصرف کرنا، سو یہ تصرف جیسا کہ ہم سب کا تجربہ ہے، ہم بندے اپنے ارادہ اور اختیار سے اور اپنی خداوند قدرت سے کرتے ہیں اور یہ ہمارا فعل ہے، ہم اس کے بارے میں موصول اور اس کے گناہ یا ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تصرف کی اس چوتھی صورت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

بہت اختلاف تصرف کی کئی صورتیں ہیں!

بہت اختلاف اسی تصرف میں ہے جو بغیر اسباب و آلات کے اور بغیر کسی فن اور عمل کے صرف اپنی قدرت اور اپنے ارادہ اور حکم کے کن فیکوئی طریقہ ہو۔ اے جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ یہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی شان و صفات ہے۔

لما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کسی نبی یا ولی اور کسی مخلوق کو اس تصرف کی قدرت عطا نہیں فرمائی۔ ہاں مگر کبھی اپنے معبودوں اور ولیوں کے بارے میں اس قسم کے تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور بہت سے جاہل قہر پرست اور تعصب پرست قسم کے مسلمان، اماموں اور پیروں اور شہیدوں کے بارے میں اسی طرح کے تصرف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس لئے حاجبِ حسی بن کر ان کے حُرموں پر ہاتھ لگا لیا اور ان سے حاجتیں اور مرادیں مانگتے اور ان کے نام کی منت مانتے ہیں۔ تقویۃ الایمان لہا اسی قسم کے تصرف و اختیار کی نفی کی گئی ہے چنانچہ چند عبارات ملاحظہ ہوں:

”سننا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مراد یہاں مجھے ہیں اور ان کی بخشش مانتے ہیں اور حاجت برائی کیلئے ان کی تھرو ونیساں کرتے ہیں اور بلا کے نکلنے کیلئے اپنے بیٹوں کو ان کی طرف نسبت کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبد اللہ بھی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش اور پیر بخش اور مدار بخش، کوئی سالار بخش، کوئی غلام بھی الدین، کوئی..... اور ان کے بیٹے کیلئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے۔ کوئی کسی کے نام کی بدھی پہنتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہنتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت دو حائل دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، عرض کر جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں سو وہ سب کچھ جنہو نے مسلمان انبیاء و اولیاء سے اور اماموں اور شہیدوں اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں۔ سبحان اللہ یہ سنا اور یہ سمجھتی۔“

پھر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔

”پھر اگر کوئی سمجھائے، اے اللہ ان لوگوں سے کہے کہ تم دعویٰ ایمان کا رکھتے ہو اور اعمال شرک کے کرتے ہو۔ یہ دونوں راہیں ملائے دیتے ہو۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء و اولیاء کی جڑ میں لگا کر کرتے ہیں۔ شرک جب ہوتا ہے کہ ہم ان انبیاء و اولیاء کو پیروں و پیغمبروں کو اللہ کے برابر سمجھتے ہوں تو ہم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ اور اسی کی مخلوق (مانتے ہیں) اور یہ قدرت و تصرف اسی نے ان کو بخشی ہے اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔“ (تقریبہ ایمان ص ۶۷)

اس عبارت سے وضاحت کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقویۃ الائمہ ایمان میں حضرت ملا علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خاص خطاب کیسے جا ملے اور گمراہ مسلمانوں سے ہے اور وہ کیسے کہے کہ شرک خرافاتی عقیدے رکھتے تھے اور اپنے اپنے جاپنا خیالات کے مطابق عجیب و غریب شہیدوں کو اور عداوتیں، ساز و بخش، وغیرہ اسلامی یا فرضی گمراہوں کے ہونے پر لوگوں کو اور بھوتوں پر لوگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی خفیں مانتے اور نذر میں چڑھاتے تھے۔ ان کے نام کی قربانیاں کرتے تھے، بقول حضرت شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے، جس دوا اپنے دل میں دیکھتا دوس کے ساتھ جو کچھ کرتے تھے یہ گمراہ نام کے مسلمان، اماموں اور پیروں، شہیدوں اور بھوتوں کے ساتھ دوسب یکجہ کرتے تھے، ان کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے کہتے تھے کہ اس تصرف کی قدرت ان کو خدا تعالیٰ نے دے دی ہے۔ وہ خن منہ کے بھوتوں بیان میں حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لکھتے ہیں۔

”عالم میں اس دوا سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے بار بار دوا دینا، روزی کی کشاکش اور بھی کرنی اور تندرست و بیمار کرنا، شفا و نجات دہنی، اقبال واد ہار دینا، مراد میں پوری کرنا، حاجت میں بر لائی، ملائیم نالغی، مشغلی میں دھنگیری کرنی، ہر سے وقت میں پہنچنا، سب اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور کسی انبیاء و اولیاء کی، پیرو عقیدہ کی بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کوئی کسی کو ایسا تصرف طاقت کرے اور اس سے مراد میں مانگے اور اس موقع پر نذرہ نیا کرے اور اس

کی باتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سورہ شُرک ۱۰۷ تا ۱۱۰ ہے اور
اس کو شرک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا ساتھ صرف حاجت کرنا محض شرک
ہے پھر خواہوں کہے کہ ان کاموں میں طاقت ان کو خود بخود و خواہوں کہے کہ
اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۱۱۱-۱۱۲)

ایہ عبارتوں میں تصرف کے جس عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ وہی اللہ تبارک و تعالیٰ کا
صرف ہے جس کا عقیدہ مشرکین عرب رکھتے تھے۔ (ماخوذ از ریلوی لٹریچر کوارٹر)
اب آئے عبارت معترفہ کے سیاق و سباق کی طرف شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وقال الله تعالى يا صاحبي السجن اأرأيت لمن عتف عليه عيرام الله الواحد القهار
ما عبدون من دونه الا أسماء سمعتموها التمسوا بها لكم من الزل الله بيسا من
سلطان ان الحكم الا لله أمر الا تعبدون الا اياه ذالك الدين القيم ولكن
اكثر الناس لا يعلمون

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ یوسف میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ میں اور
قیدیوں سے کہا اے رفیقو! قید خانے کے کیا کئی مالک جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ ایک
اور دست نہیں مانتے جو تم ورے اس کے مگر کئی ناموں کو کہہ رہے ہیں تم نے اور تمہارے
باپ داداں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سہ نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو
جلی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوائے موت مانو یہی ہے: میں مضبوط ٹکڑا اکثر لوگ نہیں جانتے

نہ بھی اول تو حکم کے حق میں کئی مالک ہونے سے بہت نقصان کرتا ہے بلکہ ایک مالک
اور دست چاہئے کہ سب مراد اس کی پوری کر دے اور سب کار و بار اس کے ہتھوڑے اور
اور سے یہ کہ ان مالکوں کی کچھ حقیقت بھی نہیں وہ کچھ چیز اصل میں نہیں ہیں بلکہ آپ ہی
تک خیال بالاعتدال لیتے ہیں کہ میں برساتا کسی اور کے اختیار میں ہے اور داتا گانا کسی اور
سکا اختیار میں ہے اور اولاد کوئی اور دیتا ہے اور تنہا دیتی کوئی اور پھر آپ ہی ان کے نام

ٹھہرا لیتے ہیں فلا نے کام کے مختار کا نام یہ ہے اور فلا نے کا یہ پھر آپ ہی ان کو مانتے ہیں اور ان کو کاموں کے وقت پکارتے ہیں پھر اسی طرح ایک مدت میں یہ رسم جاری رہا وہابی ہے حالانکہ وہ سب شخص اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں وہاں نہ اللہ کے ۱۲ کوئی اور ہے اور نہ کسی کا یہ نام اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو کسی کاروبار میں دخل نہیں سوسب خیال ہی خیال ہے اس نام کا کوئی شخص وہاں مانگ اور پکار نہیں جو ان کاموں کا مختار ہے اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں سوا یہاں شخص کہ جس کا نام محمد یا علی ہو اور اس کے اختیار میں عالم کے سب کاروبار ہوں ایسا حقیقت میں کوئی شخص نہیں محض اپنا خیال ہے سو اس قسم کے خیال باندھنے کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا اور کسی کا حکم اس کے مقابل مستحکم نہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۵۶، ۵۷)

عبارت کا مکمل مضمون عساف بتا رہا ہے کہ اس میں اسی تصرف و اختیار کی نئی ہے جو از قبیل شرک ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

در تقویۃ امر وینا یہ پیغمبر خن است تا چہ رسد مذہب صحیح آنست کہ امر بخرابی مقرر پیغمبر کی یا شدہ یا کہ منصب پیغمبری منصب رسالت و اپنی گری مست نہ نیابت خدا و نہ شرکت در کار خانہ خدا آنچه کہ خدائے تعالیٰ مطلق و حرام فرماید آنرا رسول تطبیق می کند و ہمیں از طرف خود اختیار نہ اور اگر تقویۃ امر وینا یہ پیغمبر سے شدہ اور عتاب چہ آمیشہ حالانکہ اورا بموجب ایسا دخل اخذ نہ یہ از اساری بدر و تحریم ما رہ قبلیہ و دان دادن مناقضین و مختلف از غزوہ و جنگ و غیرہ و الگ عتاب شدید واقع شدہ۔" (فتاویٰ اشعار، صفحہ ۱۷۰)

پیغمبر کو دین کی باتیں سمجھ کر دینے میں کلام ہے پھر کسی دوسرے کی کیا مجال مذہب صحیح اس میں یہ ہے کہ امر بخرابی حوالے پیغمبر کے نہیں ہوتے کیونکہ منصب پیغمبری و منصب رسالت پہنچا و نیابت خدا اور مست شرکت کار خانہ خدا میں جو کچھ اللہ تعالیٰ مطلق و حرام کا حکم فرماتا ہے اس کو رسول پہنچا دیتا ہے اور اس میں رسول اپنی طرف سے کچھ اختیار نہیں رکھتا اور اگر

جواب دے کر دینا اس مردین بے فیر کو ہوتا تو ان کو عتاب کیونکر ہوتا؟ حالانکہ ان کو بہت سارے مواقع میں مثل اخذ نہ کیا سیران بدرد اور تحریف ہمارے قبیلہ اور اجازت دینے متفقین کو مختلف غزوہ تھوک وغیرہ ذالک امور میں عتاب شد بد واقع ہوا ہے۔

چیز بات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرما رہے ہیں وہی بات ان کے
شیخ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے فرمائی، اور اصل شاہ شہیدؒ اس عبارت میں شیعہ و رضا خانیوں کے
ان عقیدے کا رد کر رہے ہیں جس کا ذکر شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب میں
کیا ہے خیر سمجھتے ہیں:

"فرق اثنی عشر المصنف محمد بن علی بن حمزة والحمد لله"۔ (تخفہ، ص ۱۳)

فرق اختیار کرتے ہیں کہ محمد و علی دونوں الہ ہیں۔

اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نور موقوف از شیخہ فاکل احمد بزرگت محمد علی بدو ملکت دنیا“۔ (صفحہ ۱۵۳)

از قلم حضرت شیخہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمدؐ دلی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

پس بناو اسماعیل شہید خلیجوں کے اس عقیدے کو سامنے رکھ کر کہہ رہے ہیں کہ تم نے جو محمد و علی کو الٰہی صفات سے متصف کر دیا کارخانہ قدرت کا ان کو مالک بنا دیا تو یہ اس معاملے میں کچھ اعتبار نہیں رکھتے۔

الترغیض ۳۲: صرف محمد علی کہنے پر رضا غانیوں کا اعتراض

مولوی جوام مہر علی اسی عبارت کے متعلق لکھتا ہے :

”حضور ﷺ کے اسم گرامی کو بغیر کسی خطاب عزت کے اس طرح بولنا کہ محمد و محمد صاحب یہ
 بدرواں اور سنگھوں کا طریقہ ہے۔۔۔۔۔ اور اس طرح کہنا حضور کی سخت بے ادبی ہے
 ”۔ (ایچ ہندی غریب، ص ۱۸۱)

الجواب:

الزامی حوالہ جات

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

(۱) "فرقہ انجیدیہ اند گوید محمد علی ہر دو الہ اند"۔ (تجدد، ص ۱۳)

فرقہ انجید کہتے ہیں کہ محمد علی دونوں الہ ہیں۔

(۲) اسی طرح مفوضہ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فرقہ مفوضہ از شیعہ قائل اند بشرکت محمد علی و در خلقت و نیا"۔ (تجدد، ص ۱۵۳)

فرقہ مفوضہ شیعہ میں سے اس کا عقیدہ ہے کہ محمد علی دنیا کی تخلیق میں شریک تھے۔

(۳) مزید ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

"فرقہ شائزہ ہم ذابیبہ اند و ایمان محمد را نبی انکار اند و علی را الہ گویند"۔ (تجدد، ص ۱۳)

سولہاں فرقہ ذابیبہ ہے جو محمد کے نبی ہونے کے انکار کرتے ہیں اور علی کو الہ کہتے ہیں۔

رضا خانو! جواب دو کیا شاء صاحب بھی معاذ اللہ ہندو و سکھ اور یہودی تھے

؟ جبکہ رضا خانی کا شرف اقبال کہہ چکا کہ ہم شاہ محدث دہلویؒ کے عقیدے پر ہیں، پس ان

سے عبارات میں رضا خانی جو تاویل کریں وہی تھویدہ الایمان کی عبارت میں کر لیں۔

(۴) مولانا کرم الدین ربیر صاحب جن کو محمد انکلیم شرف قادری نے اپنے اکابر میں سے

تسلیم کیا ہے اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۹۰۹ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ صفحات پر ان کا تعارف

کر دیا ہے ان کی کتاب "آفتاب ہدایت" کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کی تصانیف میں آفتاب ہدایت کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل

ہوئی اور ہاتھوں ہاتھ کئی ایڈیشن فروخت ہو گئے مولانا کو امیر ملت جبرید

جماعت علی شاء..... سے والہانہ عقیدت تھی آفتاب ہدایت کا اخترا ب

حضرت امیر ملت کے نام تھا جو پہلے ایڈیشن میں اب بھی دیکھا جاسکتا ہے

"۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲)

(۵) یہی کرم الدین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

باروں دہلویؒ نے عارضی طور پر "۔ (آفتاب ہدایت، ص ۱۵۳، طبع اول)

یہاں پہ بھی کوئی تعظیمی کلمہ نہیں کیا یہ بھی معاذ اللہ ہندو سکھوں کے طریق پر تھے؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ علیہ السلام کی نقالی "" تو لکھا ہوا ہے تو بریلوی مذہب میں یہ علامت بھی منجی و ناجائز ہے (فتاویٰ مصطفویہ، ص ۵۸۰)

(۶) مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ ہو:

وہ عزت و اعزاز محمدؐ کہ عرشِ حق نہ رہ پائے محمدؐ

برائے محمدؐ..... رضائے محمدؐ..... برائے محمدؐ..... رضائے محمدؐ.....

(رضائے مصطفیٰ، ص ۲، جنوری ۲۰۱۰ء)

ان تمام اشعار میں کہیں بھی محمدؐ مصطفیٰ احمد نجفیؒ کے نام یا اسم گرامی کے ساتھ تعظیمی لقب موجود نہیں تھا نام "" محمدؐ اور وہ بھی بدوینہ دور و دشریف نہ گور ہے۔

(۷) بریلوی مولوی سید محمد عارف رضوی کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو:

رواں یاد مصطفیٰ میں چوسوں نام مصطفیٰ (رضائے مصطفیٰ، ص ۱۰، جنوری ۲۰۱۰ء)

مصطفیٰؐ کے ساتھ کوئی تعظیمی لقب موجود نہیں۔ بریلوی باض قوم ابوداؤد صادق کے اسی رسالے میں ہے:

(۸) ""سلطان الواعظین علامہ ابوداؤد محمد بشیر کوئی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا..... محمدؐ کا جب یوم میلاد آئے تو بدعت کے خولے انہیں یاد آئے۔"

(رضائے مصطفیٰ، ص ۱۰، مارچ ۲۰۱۱ء)

رضا خانی سوچ کا مظاہرہ یہاں کیا جائے تو عبارت پر اعتراض یوں ہوگا کہ اپنے مولوی کا نام لکھا تو ""سلطان الواعظین، علامہ رحمۃ اللہ علیہ" اور جب امام الانبیاء علیہ السلام کے نام لکھنے کی باری آئی تو صرف ""محمدؐ.....؟

(۹) ""اس شان محمدؐ پر قربان جہاں ہوگا۔" (رضائے مصطفیٰ، ص ۳، جون ۲۰۱۱ء)

(۱۰) بریلوی شاعر اہلسنت پروفیسر محمد اکرم رضا خانی لکھتا ہے:

ہم نام زندگی ہے محمدؐ کے شہر میں رحمت سے لو لگی ہے محمدؐ کے شہر میں

نعت پر اک ملی ہے محمدؐ کے شہر میں خیرات بت رہی ہے محمدؐ کے شہر میں

فیضانِ سرمدی ہے محمد کے شہر میں

اکمالِ شاعری ہے محمد کے شہر میں

(رضائے مصطفیٰ، ص ۳۷، ج ۱، ۲۰۱۲)

(۱۱) یہ بھی پڑھو:

”بھلا کیا اور کون دیکھیں محمدؐ کو کافی ہے۔“ (رضائے مصطفیٰ، ص ۱۵، ج ۱، ۲۰۱۲)

ہوسکتا ہے کہ کوئی سنی اشکال کرے کہ یہ تو اشعار ہیں تو جوا با عرض ہے کہ ایک چیز کو تم نے بے ادبی و گستاخی قرار دے دیا تو گستاخی تو گستاخی ہے یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ شریعت میں نبی کریم ﷺ کی گستاخی حرام ہے اور اشعار میں وہ گستاخی اور منکھول و ہنر و نون کا طریق عین ایمان اور دلیل عشق و محبت ہے؟

(۱۲) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

”محمدی اول و آخر ہے۔“ (فتح الباقی، ص ۸۲)

(۱۳) اور زرا حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ کا یہ حصہ بھی ملاحظہ ہو:

من کان بعد محمد طان محمد قد مات

(۱۴) اماں عاکثر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھی پڑھو:

قال قائل لاہی بکو هذا رسول اللہ ﷺ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۳۸۶، مکتبہ رحمانیہ)

اماں عاکثرؓ فرماتی ہیں کہ ایک کہنے والے نے ابو بکرؓ سے کہا۔ کوئی تعظیمی لقب نہیں۔

(۱۵) جب نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو مال غنیمت دے دیا تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

نے فوراً کہہ ڈالے ہو کر نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مالک عن

فلان (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۳۶۳)

”مالک“ بالکل عام الفاظ ہیں کوئی تعظیمی لقب نہیں اب رضا خانی جواب دیں کہ محال

رسول ﷺ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ ”مالک یا رسول اللہ ﷺ“ جو جواب وہ اس کا

دیے وہی تقویۃ الایمان کے حاشیہ پر لکھ لیں۔

(۱۶) مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

اللہ کی قسم وہ سب محمدؐ بھی ان کی کلمات میں ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ، ج ۱۵، ص ۸۵)

(۱۷) اے محمد کیا تجھے اس کا فہم ہے۔ (قادی رضویہ ج ۱۵، ص ۷۳)

(۱۸) محمد احمد رضوی خلیفہ مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے: "بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابو بکر وغیرہ فرشتوں سے افضل ہیں۔" (تہذیب عبد الشکور مابلی، ص ۶۳۔ نبرہ پاک سلالہ لاہور)

(۱۹) "اے ابراہیم آپ ہماری سفارش کیجئے۔" (ایضاً، ص ۶۷، ۷۴، ۷۵)

(۲۰) "اے موسیٰ آپ ہماری سفارش کیجئے۔" (ایضاً، ص ۷۷، ۷۸)

(۲۱) "خطا، اور بد (ابو بکر، عمر، عثمان، علی) کی مخالفت حق اور طاہت ہے۔" (ایضاً، ص ۳۶۱)

(۲۲) "ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سنت سے غایت ہے کہ تمہیں (یعنی ابو بکر و عمر) کو توفیق دے اور صحابین (دونوں دواہوں یعنی عثمان و علی) سے محبت کرے اور ان کی سے روایت ہے کہ فرمایا تم ابو بکر و عمر کو فضیلت دو اور عثمان علی سے محبت کرو۔" (ایضاً، ص ۳۶۳)

ہر کیٹ کے الفاظ کتاب میں موجود ہیں اب رضا خانی سوچ کا مطلب اہرہ کریں کہ امام ابو حنیفہ کے نام کے ساتھ تو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور صحابہ کے نام اس بے ادب سے؟

(۲۳) "ابو بکر شام صحابہ سے افضل ہے۔" (ایضاً، ص ۳۶۱)

الحمد للہ سرسری مطالعہ کے بعد چند کتب سے یہ ۲۳ عدد حوالے ہیں جو آپ کے سامنے رکھ دئے گئے ہیں مزید حوالے بھی ہیں مگر ماننے والے کیلئے ایک بھی کافی اور ست ماننے والے کیلئے دفتر کے دفتر بھی نا کافی۔ اب اگر رضا خانیوں میں غیرت شرم و حیا اور انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو ان علماء پر بھی وہی فتوے لکائیں جو عہدید مظلوم پر لکائے۔

تحقیقی جواب

اس گالیہ ہے کہ شاہ صاحب کی عبارت میں "محمد و علی" سے مراد تعلقی طور پر محمد مصطفیٰ ﷺ اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شخصیت مراد نہیں بلکہ وہ تو مشرکین پاک و ہند کے ۱۲ ہور شخصیات کا درکر رہے ہیں چنانچہ ان کی عبارت میں "آپ ہی لوگ خیال باندھ لیجئے ہیں" اور پھر آپ ہی ان کے نام پھر لیتے ہیں "حالانکہ وہ سب شخص اپنے خیالات میں ہیں کچھ ان کی حقیقت نہیں" کے جملے واضح قرینہ ہیں کہ وہ یہاں ایسے محمد و علی کا

ذکر کر رہے ہیں جو مشرکین کے وہی محمد علی ہیں جنکا حقیقت سے نہ کوئی واسطہ ہے اور نہ حقیقت میں ان کا کوئی وجود۔ احمد رضا خان نے جو فتاویٰ رضویہ میں خدا کو نبی بھر کر کہا دی ہیں اس پر عنوان قائم کیا کہ وہابیوں دیوبندیوں کا وہی خدا پس اس اگر ایک وہی و خدایا خدا اپنا کرا سے جی بھر کر گالیاں دی جاسکتی ہیں تو یہاں تو صرف محمد علی موبہدہ اشخاص کے نام مذکور ہیں نہ کوئی گالی نہ بے ادبی تو رضا خانیوں پر آسمان کیوں پھٹنے لگ جاتا ہے؟

الحمد لله اللہ رب العزت نے شاہ شہیدؒ کی برکت سے عبارت کی ایسی توجیہ دہی میں ڈالی جو ان اوراق کے علاوہ آپ کو کہیں نہیں ملے گی۔ قللہ الحمد علی ذالک۔

حلیہ: مولانا کریم دین والد مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں:

"اور حال کہ شیعہ اگرچہ بظاہر آپ کی الوہیت کے قائل نہیں تاہم اوصاف ایسے بیان کرتے ہیں جو آپ کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیتے ہیں چنانچہ مسلم باکان و مایکون ان کو حاصل ہونا اشیائے حلال و حرام کرنے کا اختیار موت و حیات پر اختیار وغیرہ وغیرہ بہت سی ایسی اوصاف ہیں جو شان الوہیت تک پہنچا دیتی ہیں۔"

(آفتاب صداقت، ص ۱۶۱، طبع اول)

یہی بات جب شاہ اسماعیل شہیدؒ کرتے ہیں اور ان امور پر انبیاء و اولیاء کے اختیار کی تلقین کرتے ہیں تو فوراً فتوے بازی شروع ہو جاتی ہے۔

اعتراض ۳۳: زمین کے خزانے نبی ﷺ کے پاس اور تم کہتے ہو کہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے: "نبی نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنیاں ملنا فرمائی گئی ہیں اور تم کہتے ہو محمد علی کو کسی چیز کا اختیار نہیں"۔ (ملکشاہ دیوبند کا مذہب، ص ۱۸۲)

الجواب: جو روایت رضا خانی اس باب میں پیش کرتے ہیں اس کا معنی علماء نے یہ تھا

۱۱۔ "المراد منها ما يفتح لاحته من بعده من الفتح وقيل المعادن"۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۱۲۸)

ترجمہ: مراد ان خزانوں سے جو امت کیلئے آپ ﷺ کے بعد فتوحات واقع ہوئیں اور کہا گیا کہ مراد کانیں (معدنات) ہیں۔

ہاں! قرآنی حقیقت نے بھی یہی نکھا کہ اس سے مراد مختلف شہروں کو فتح کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر آسان کر دیا اور ان مشنوں کے طلاقوں میں جو خزانے ملیں ان کے مالک بنے یہ بھی کہا گیا ہے آپ کی امت پر معدنی ذخائر جیسے سونا چاندی وغیرہ کھول دیا اور وہ اس کے مالک بن جائیں گے۔ (مرقاۃ، ج ۱۰، ص ۴۲۸)

اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں اسباب و وسائل کے درجے میں ہیں کوئی بھی اس کا منکر نہیں اسی طرح رضا خانی ہمارے اکابر کی چند کرامات کو بھی اس موقع پر ذکر کرتے ہیں، مآخذ میں ان کی وضاحت ہو چکی ہے کوئی بھی اس کا منکر نہیں چنانچہ شاہ اسماعیل شہیدؒ خود لکھتے ہیں:

”بحکم علی الاطلاق ایضا نزاد واسطہ در تصرفات کوئیے سیکر داند مثل نزول امطار و نمود شجار..... و تغلب احوال و اردوار و تحول اقبال و ادبار سلاطین و انقلابات حالات اختیار و مساکین..... و رفتی عام و دو فتح عام و امثال ذالک اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقررین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بنا ہے جیسے بادشہوں کا نازل ہونا اور درختوں کا نشوونما پانا۔۔۔ اور حالات کا چٹا کھانا بادشاہوں پر اقبال یا ادبار آنا دولت مستعدوں لغیر اور مساکین کے احوال کا بدل جانا بلا ذل کا مل جانا ان جیسے دوسرے تصرفات۔

آگے شاہ صاحب مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو نور دینی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ کے حکم و ارادہ سے ایسا ہوتا ہے یہ سورج و چاند محض واسطہ اور سبب ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ ہم کو روشنی پہنچاتے ہیں تو مشرکانہ عقیدہ ہے اسی طرح اللہ کے مقبول بندے بھی اللہ کی

رحمت کا واسطہ ہوتے ہیں ان سے جو تصرف عالم میں ہوتے ہیں وہ خود ان کا فعل و تصرف نہیں ہوتا۔ آگے لکھتے ہیں:

پس الٰہی از تغیرات و تہلیات مذکورہ چند اقطار عالم و اطوار الٰہی آدم حادث میگردد و ہر از قدرت کاملہ ایشان نیست نہ از عنایت طاعت امکانی نہ از حکم حق جل و علا ایشان را قدرت اختیار تصرف عالم عطا فرمودہ کار و بار الٰہی آدم با ایشان تفویض فرمودہ پس ایشان با امر الٰہی قدرت خود صرف بنمایدہ این تصرفات گوناگون از تغیرات و تہلیات ہر قدر کون ہر دے کارے آرد کہ این اعتقاد شرک محض است و کفر محض ہر کہ بجناب ایشان این عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بے شک شرک مردود است و کافر مفلوج۔ باللسلہ قبول تقدیر الٰہی بجاہت کہے یا دعائے کہے از مقبولین امرے و مجرود و تصرفات کوئی از اہل مقبول اگر چہ با امر اللہ باشد امرے و دیگر کہ اول یحییٰ اسلام است و چنانی محض کفر۔ (منصب امامت ص ۳۹، ۵۰)

پس تغیرات و حالات میں جو تبدیلیاں (جنگا اور چکر ہوا) اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین کی قدرت و طاعت کا نتیجہ نہیں ہوتی اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دیے ہوں اور وہ با امر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں ایسا عقیدہ رکھنا خالص کفر و شرک ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے (کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں) وہ بلاشبہ مشرک و کافر ہے۔ الحاصل کسی مقرب بندے کے خاص مقام قرب و جاہت کی بنیاد پر یا کسی مقبول بندے کی دعا پر تقدیر الٰہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندے سے عالم کون میں تصرفات کا ہونا اگر چہ با امر عطاء الٰہی ہو دوسری بات ہے پہلی بات عین اسلام ہے دوسرا عقیدہ خالص کفر۔

ایک مدد کی طرف اشارہ: منصب امامت کا جو ترجمہ حکیم محمد حسین طلوی مرحوم نے کیا ہے جو مطبوعہ طبیبی کتب شریعت لاہور اس وقت مارکیٹ میں موجود ہے اس میں اس مقام پر حکیم صاحب نے ترجمہ کو بالکل مسخ کر دیا ہے اور ذاتی و عطفائی کی لاطینی تقسیم کر دی اللہ پاک اس غلطی پر ان سے درگزر فرمائے۔ آمین۔ لہذا اس ترجمہ سے دھوکا نہ کھائیں۔

اعتراف ۳۴: حضور ﷺ کفار جیسے ہیں۔ فقہر باللہ

پہلے بدوہ اور غلیظ عنوان قائم کر کے رضا خانی ترجمان لکھتا ہے: مولوی اسماعیل دہلوی، اقرار ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بشریت میں ان مشرکوں کے برابر کیوں کر دیا جس کی نسبت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

(خط ملاحظہ تقویٰ ایمان مع تہ کیر لاخوان، ص ۲۳۱، طبع کراچی)

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۰، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۱)

الجواب: قارئین کرام! آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس رضا خانی نے جو عبارت بنی کی اس میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کفار جیسے ہیں جس سے متبادر مناسبات و کمالات میں مماثلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر جو عبارت پیش کی وہ کسی خط کی ہے اصل کتاب کی نہیں جس پر کوئی حتمی یقینی دلیل موجود نہیں کہ یہ خط شاہ شہید کا ہی ہے۔ دلائل قائل کو دوسروں پر اعتراض کرنے کے بجائے اپنے گھر کا گند دیکھنا چاہئے بریلوی حکیم ملاست ملتی احمد پارس گجراتی لکھتا ہے:

”انما اتا بشر منکم کفار سے خطاب ہے“۔ (جاء الحق، ص ۱۸۳)

ادکار میں ابو جہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ بھی ہے اب اسی آیت کا جو ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے کیا وہ بھی ملاحظہ ہو

”تم مگر ماذکات ہری صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“ (کنز الایمان مع حسنہ ائین، ص ۳۶۳)

ان کا مطلب یہ ہوا کہ انکی ازا باللہ نبی کریم ﷺ صورت و شباهت میں ان غلیظ کافروں جیسے

حکومت برصغیر میں

ہیں؟ بریلوی مفتی احمد یار محمد راقی لکھتا ہے: "اگر انا بشر مظلم میں تم جیسا بشر علی ہوں۔"
(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۷۵) رضا خانی نے عنوان میں "جیسے" کا لفظ لکھا تھا، صاحب کی
طرف منسوب خط میں "جیسے، جیسا" کے لفظ نہیں مگر مفتی صاحب کی عبارت میں "جیسا" کا
لفظ موجود ہے اب اگر انصاف و دیانت ہے تو اپنے اس مفتی پر بھی فتویٰ کفر لگاؤ۔

اعتراض ۵۳: حفظ الایمان کی عبارت پر اعتراض کا جواب

اس کے بعد کاشف اقبال نے اپنے اکابر کی پیروی میں حفظ الایمان کی عبارت کو کھینچ
کر کے اس پر اعتراض کیا ہے تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔

توضیح البیان فی حفظ الایمان

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین
بریلوی فرقے کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت حکیم الامت مجدد دین
ملت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اپنے مذہب کی بنیادی کتاب "حسام الحرمین
" کے صفحہ ۳۷ پر فرماتے ہیں کہ:

اور اس فرقہ وہابیہ شیطانہ کے بڑوں میں سے ایک اور شخص اسی گنگوہی کے ہم چلن
میں سے جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں۔ اس نے ایک چھوٹی سے رسالہ تصنیف کی چارہ راق کی
بھی نہیں۔ اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پٹے
اور پانگلی ہلکے ہر جانور اور ہر چوہائے کو حاصل ہے اور اس کی ملعون عبارت یہ ہے:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جاوے اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر
یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کوا
تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر مہی و پتھر و جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل
ہے۔ الی قولہ اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا
اظہار دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کا اثر و کموبہ بعض شخص کی
برابری کر رہا ہے رسول اللہ ﷺ اور جنس و چہاں میں۔

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۴۷، مطبوعہ کراچی، ۱۹۹۹ء)

الجواب: اس جگہ احمد رضا خان صاحب نے حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور متعفن کلمات استعمال کئے ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے اس کا ترکی بہ ترکی جواب۔ یعنی بازاری دے دے سکتا ہے بڑا گالوں کے فن میں مجددانہ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے بالکل عاری ہیں ادھر قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

اے رسول! آپ میرے ایمان والے بندوں سے کہئے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو تحقیق شیطان بہت زلوتا ہے ان کے درمیان ہے شک شیطان ان کا کھلا دشمن ہے۔ (بنی اسرائیل، ۵۲)۔
اس کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں لگتا ہے کہ حسام الحرمین لکھتے وقت اس شخص نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی سچائی اور دیانت داری سے کام نہیں لوں گا۔ غور تو کیجئے کیاں حفظہ ایمان کی اصل عبارت اور اس کا حقیقی اور واقعی مطلب اور کیا خان صاحب کا تصنیف کردہ یہ لفظی مضمون کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر چرپائے کو ہے معاذ اللہ۔ کاش کہ احمد رضا خان صاحب اپنا فیصلہ منانے سے پہلے حفظہ ایمان کی پرہیزگاریات نقل کر دیتے تو ہمیں جواب لکھنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرنا پڑتی اور تاریکین کرام خود بیدار فرم لیتے۔

حفظہ ایمان دراصل ایک مختصر رسالہ ہے جس میں تین بحثیں ہیں اور تیسری بحث یہ ہے:
حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟
 واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں کہ حضور ﷺ کو علم غیب تھا یا نہیں؟ اور تھا تو کتنا بلکہ حکیم الامتؒ صرف اثبات کرنا چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟
 لہذا مداران دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات کیلئے ثابت نکالنا کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق کہا گیا ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق الفردۃ والعقائد کہا جاتا نہیں۔۔۔ اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطا یا و عطا اللہ دئے ہائے جلال عرب الہا پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ نعت کی عام کستابوں میں ہے کہ:

”رزق الامیر المجتہد (امیر نے لشکر کو رزق دیا) لیکن اس کے باوجود بادشاہ کو رزق باطلان کہنا درست نہیں۔ اور حضور ﷺ کے خصائل مبارکہ کے متعلق حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ”آپ ﷺ خود ہی اپنی نعل مبارکہ کو نالک لیا کرتے تھے اور خود شاپی مکاری دہا لیا کرتے تھے۔“

لیکن اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ کو خالص النعل اور حالب اللہ نہیں کہا جاسکتا بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے مگر اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے قارئین کرام سمجھ گئے ہونگے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا عدم جواز یہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اور ان دونوں میں باہم تقاضا نہیں۔ جب یہ بات نہ نکلیں ہوگئی تو آپ ﷺ کے حفظ الایمان میں اس موقع پر حضرت حکیم الامت کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جاتا ہے یا نہیں اور حضور ﷺ کو جس طرح خاتم النبیین، سید المرسلین، ورحمہ للعالمین وغیرہ القاب سے پکار سکتے ہیں اسی طرح لفظ ”عالم الغیب“ سے بھی کیا حضور ﷺ کو یاد کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی وجہ کی اور دلیلیں حضرت حکیم الامت نے پیش کی ہیں۔

دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ علم مطہر پر شریعت کے تقاضات ملنا عالم الغیب ہی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتلائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے) لہذا کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس پر غلامی کا وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جائے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ صریح شرک ہے) پس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لئے نادرست ہوگا کہ اس سے ایک مشرک کا خیال کا شبہ ہوتا ہے قرآن کریم میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے۔

مگر چونکہ خاں صاحب احمد رضا خان کو اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں اور اپنی کتاب

اللہ جل جلالہ میں ایک جگہ اسی بات کو کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لئے ہم اس کی تصویر و تائید میں کچھ عرض کر کے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اب حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کی طرف توجہ دیتے ہیں اور اسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خان صاحب کا دعویٰ ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا ﷺ کو ہے ایسا تو ہر بچے ہر پاگل اور ہر جانور اور ہر چارہائے کو حاصل ہے۔

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت کیلئے یہ بتا دیتا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو شکلیں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا صرف یہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے (مناظرہ) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور ﷺ کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ ﷺ کو کل غیب کا علم ہے یہ دوسری شق تو اس وجہ سے باطل ہے کہ حضور ﷺ کو کل غیب کا علم نہ ہونا دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) اور پہلی شق (یعنی مطلق بعض علم غیب کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا) اس لئے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کہے جیسا کہ آگے اس کی تحصیل آرہی ہے۔

یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع ترجمہ کے درج کرتے ہیں۔ حضرت مولانا پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

حفظ الایمان کی عبارت اور اس کی توضیح:

آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر "عالم الغیب" کا اطلاق کرنا) اگر قبول نہ کیجئے تو دریافت طلب امر (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو حفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہیں یا کل غیب (یہاں حضرت حکیم الامتؒ

اس شخص سے جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جا کر سمجھتا ہے جس کا فرضی نام ایسا ہے، یہ در یافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور ﷺ کو عالم الغیب کہہ رہے ہو تو کس اعتبار سے؟ کیا اس وجہ سے کہ حضور ﷺ کو بعض علم غیب ہے یا اس وجہ سے کہ علم غیب ہے؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد لیں (یعنی تم حضور ﷺ کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہہ رہے ہو اور تمہارا اصول حکما ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے میں) حضور ﷺ کی کیا تھیں؟ (ایسا) بعض علم غیب کہ کسی کو عالم الغیب کہنے میں تم ضروری سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض غیبیات کا علم (تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و بھٹون بلکہ بیچ حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے بلکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے چھپی ہے تو چاہئے کہ تمہارے اس اصول کی بناء پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے) سہا عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں خان صاحب کی تعریفات کی تفصیل

یہ تھی حضرت حکیم الامت کی اصل عبارت اور یہ تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا۔ لیکن خان صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اس میں وہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو سن کر بناء مانگے۔ اس سلسلہ میں خان صاحب نے جو تعریفات کی ہیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ آیا تھا اور اس سے مطلق بعض غیب کا علم تھا کہ حضور ﷺ کا علم اقدس مگر خان صاحب نے اس سے حضور ﷺ کا علم شریف مراد لیا اور لکھ مارا کہ "اس میں تصریح ہے کہ غیب۔۔۔ الخ"

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی "ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و بھٹون بلکہ بیچ حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے چھپی ہے۔"

خان صاحب نے اس آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے مراد معلوم ہو جاتا ہے کہ زید و عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلقاً بعض غیب کا علم ہے نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف۔

(۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد اثراتی نتیجہ کے طور پر یہ فقرہ

تھا

تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

خان صاحب نے اس کو بھی بالکل اڑا دیا کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور ﷺ کے علم مبارک کی مقدار میں کلام نہیں فرما رہے ہیں بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد رضا خان کی ساری کاروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال آپ حضرات نے دیکھ لیا کہ کس طرح خان صاحب نے ان عبارتوں کو بالکل ہضم کر دیا جس سے اس عبارت کا صحیح معنی معلوم ہو سکتا تھا اور صرف شروع کی اور درمیان کی عبارت کو ہضم کر کے آخر کا فقرہ جوڑ دیا اور حسیب الایمان کی یہی کہ عربی عبارت میں اس کا کوئی اشارہ بھی نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ الگ الگ عبارتیں ہیں اور صحیح کا حصہ غائب کیا گیا ہے۔ یہ ہے اس مذہب کے بانی کی امانت و دیانت۔

حفظ الایمان کی مزید توضیح

اگرچہ خان صاحب کی دیانت اور ان کے فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر پرانے معلوم ہو گیا ہوگا مگر ہم بحث کی مزید توضیح کیلئے اس کے خاص خاص گوشوں پر کچھ اور نوٹ لگانا چاہتے ہیں:

حضرت حکیم الامتؒ کی دوسری دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کئی غیب کی وجہ سے اور دوسری یہ کہ بعض کی وجہ سے۔ لکھنا تو اس لئے باطل ہے کہ آپ ﷺ کو کئی علم غیب کا نہ ہونا لاکھ عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے۔ اور دوسری اس لئے باطل کہ بعض غیب کی چیزوں کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل کے احسبنا کی

تعلیمی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں:

- (۱) جب تک مبدأ کسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو اس پر خالق کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا مگر کسی کو عالم جب ہی کہا جاسکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی صفت پائی جائے اور کاتب وہی کہلائے گا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو۔
- (۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔
- (۳) حضور ﷺ کو کل غیوب کا علم حاصل نہ تھا۔
- (۴) مطلق بعض مقیاسات کی خیر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انہا لوگوں کو بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کہا جاسکتا۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں تو عقلی مسلمات میں سے ہیں اور گویا بدیہی ہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے سروسرے ہم صرف تیسرے اور چوتھے مقدمے کو خان صاحب کی تقریرات سے ثابت کرتے ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت خود خان صاحب کی تصریحات سے

حضرت مولانا تھانویؒ کی دلیل کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ ”آنحضرت ﷺ کو کل غیوب کی علم حاصل نہ تھا اس کا ثبوت خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

نارادیدہ کوئی نہیں ہے کہ رسول خدا ﷺ کا علم شریف تمام معلوماتِ عالمیہ کو محیط ہے کہ نہ یہ تو حقائق کیسے محال ہے۔

اور آگے لکھتے ہیں کہ:

اور ہم مطالبے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ماننا مانتے ہیں نہ کہ جمیع

(المعذرة النکیرہ ص ۲۸، خالص الاعتقاد ص ۲۳)

اور یہی خان صاحب تمہید ایمان ص ۳۴ پر فرماتے ہیں کہ:

حضور ﷺ کا علم بھی جمیع معلومات الہی کو محیط نہیں۔

اس کے علاوہ مزید بھی کئی عبارتیں ہیں جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ خان صاحب کے نزدیک بھی حضور ﷺ کو مکمل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔ حضرت حکیم الامت و رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا یہ تھا کہ "مطلق بعض غیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی پہنچاتی ہے۔ اس کا ثبوت بھی خود خان صاحب کی کتابوں سے ملاحظہ ہو:

الدولۃ الکبیرہ کے ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ

ہے شک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت پر اور دوزخ پر اور اللہ تعالیٰ کی راہوں صفات اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ ہرے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔

خان صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کی کچھ باتوں کا علم ہر مومن کو

مائل ہے۔

خان صاحب کے والد بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا:

موصوف اپنے باحضور کی ایک خوشگونی کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

یہ چودہویں کی خوشگونی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کہ حضور

ﷺ کے غلامان نظام کے نقش بردار ہیں، علوم غیبیہ دیتا ہے۔

(ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۱۳۳، ۱۳۴، مطبوعہ لاہور)۔

خان صاحب کے نزدیک گدھے کو بھی بعض غیب کا علم

تھے

خان صاحب اپنے ملفوظات میں ایک جگہ ایک گدھے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس

ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر ایک چٹی باندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے

ذکر رکھ رہی ہے۔ بس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے

بال ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۳۴۲)

خان صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ گدھے کو بھی بعض اوقات بعض غلہ بالوں کا علم ہو جاتا ہے جس المقصود۔

دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے

ہر شے مکلف ہے حضور اقدس ﷺ پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ

(ملفوظات میں ۳۱۸، حصہ چہارم)

ایک ایک روحانیت تو ہر نبات ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ اس کی ہڈیاں نکال جائے یا کچھ اور اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ حدیث میں ہے (ترجمہ پر انکشاف کتب جاتا ہے) کوئی شے ایسی نہیں جو اللہ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سسر کشش جن اور المسلمین کے۔ (ایضاً ص ۳۲۰)

جن صاحب کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ

(۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ باتوں کا علم ضرور ہوتا ہے۔

(۲) طہیر مسلموں کو بھی کثیف ہوتا ہے۔

(۳) مگر جیسے جیسے اسحق جانور کو بھی بعض عقلی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

(۴) کائنات کی ہر چیز حق کے لیا تات و جادات کو بھی غیب کی کچھ باتوں کا علم

ہوتا ہے۔

اور یہی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیاد کی مقدمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ صاحب نے جن باتوں کی بنیاد پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہی مفسون ہم نے احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے ثابت کر دیا اگر یہ کفر ہے تو احمد رضا خان صاحب اس کفر میں برابر کے شریک ہیں۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من اھاں گویم

یاد رہے کہ حکیم الامت کی پہلی دلیل کہ مخلوق پر عالم الغیب کا اطلاقی کہا جا چکا ہے اور عرف میں اس کا اطلاقی اس ذات پر ہوتا ہے کہ جسے ذاتی طور پر یہ علم غیب حاصل ہو سب گناہان صاحب کو مسلم ہے لیکن چونکہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اس لئے اس کی وضاحت ضروری

نہیں سمجھتے وہ نہ مطالبہ پر یہ دونوں باتیں بھی انتشاء اللہ خان صاحب کی کتابوں سے ظاہر ہے کرنے کیلئے تیار ہیں۔

اگر چاہیں عبارت کے متعلق اب مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر ہم مزید توضیح کیلئے ایک مثالی نوڈ پیش کرتے ہیں تاکہ بات مزید واضح ہو جائے۔

فرض کیجئے کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مخیر ہے اس کے یہاں نگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں مسکینوں اور محتاجوں کا کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی امین مثلاً زید کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمرو کہے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو کسی وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض رازقوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو ہدایت باطل ہے اور اب دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جا رہا ہے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان چوٹی چھوٹی چیزیاں بھی اپنے بچوں کو داند دیتی ہے۔ تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہئے کہ سب کو رازق کہا جائے۔۔۔ الخ

خود فرمایا جائے کہ کیا عمرو کہ اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ اس نے تغیر اور فیاض بادشاہ اور غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو برابر کر دیا اور اس نے ہر انسان اور ہر معمولی مزدور کو اس فیاض بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والی کی حماقت ہے۔ لہذا حفظ الامان میں جو کچھ کہا گیا وہ اس سے زیادہ نہیں۔

لفظ "ایسا" کی تحقیق

رضا خان فی مذہب کے مناظر اکثر مناظروں یا کتابوں میں اس بات کا بھی داویلا کرتے تھے کہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں "ایسا" کا لفظ تشبیہ کیلئے ہے اہل اس کے ذریعہ سے وہ حضور ﷺ کے علم کو چرچائیوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ بیان کی کہالت ہے اس لئے کہ لفظ "ایسا" اگر "جیسا" کے ساتھ ہو جب تو تشبیہ کیلئے آتا ہے مگر یہی "ایسا" جب تہمید "جیسا" کے ہو تو تشبیہ کیلئے آنا ضروری نہیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ "خدا ایسا قادر ہے" تو کیا

یہاں خدا کی قدرت کو کسی سے تشبیہ و تمجید ہی ہے۔۔۔ ۹۹ ہرگز نہیں۔ نفلت سے اسس کی واسیل
مطلوب ہو تو لا حظ ہو:

ایہذا اس قدر اہم تھا (تقریر) ایسا ہمارا کہ اسے مٹا کر دیا۔

(نوراللطافت، ص ۱، م ۲۵، از مولوی نورالحسن مرحوم)

ایک ایسے شخص، استاد، (فقرو) ایسا کہنا کہ بڑا بھٹی ہو گئی۔

(فرقیقتاً) $\mathcal{A} \subseteq \mathcal{B}$ اور $\mathcal{B} \subseteq \mathcal{A}$ کی صورت میں

تین قسم کا، اس شکل کا، (فقرہ) ایسا تلسان ہر ایک سے بننا دشوار ہے، آتش:

محبوبہ نہیں داغ جہاں میں کوئی ایسا
یاد رکھتا ہے گل ایسی نہ لگتے نہ ٹھرا ایسی

آلہ تقدیر - میر تقی

اس بارہ کئی کا جسم ہے ایسے الطیف و صاف
 زہار پر گمان ہے نمون شراب کا

(امیر القضاۃ: مرجع ۲، ص ۴۰۴، امیر عالی مرعوم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ فقہ الایہا ہر حال میں ہرگز تشریح کیلئے نہیں آتا بلکہ اس کے معنی

اس قدر کے معنی میں بھی مشغول ہے۔ جیسا کہ اردو غزلوں اور اشعار میں اس کا استعمال ہوا ہے

تو اب حفظ الایمان کی عبادت کا مقصد یہ بھی نہیں ہو گا کہ اس کا علم غریب یعنی سفلوں بعض علم غریب کہ جسے

نہم عالم الغیب کے اطلاق کیلئے جائز سمجھتے ہو غیر انبیاء، بلکہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہے۔

اور بالآخر میں اگر عبارت میں ایسا کو تشبیہ کیلئے مان بھی لیا جائے تب بھی اس سے کوئی

مگر کافی لازم نہیں آتی اس لئے کہ اس صورت میں ہوتا کہ جب حضور ﷺ کے غم کو تشبیہ دی

جا رہی ہوتی جبکہ یہاں مطلق بعض غیوب کی بحث ہو رہی ہے نہ کہ حضور ﷺ کے علم شریف کی

— ۱۲۸ —

مفائد کی کتابوں سے حفظ الایمان کی عبارت کے منظر کا

1999

قارئین کرام! ہر بلوچ حضرات پر ہر طرح سے اتمامِ محبت کیلئے ہم سارا دعاؤں میں جا رہا

کی کتاب کا ذکر کرتے ہیں جس میں دعویٰ بات کی گئی ہے کہ

حکیم الامت صاحب نے فرمائی اور فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں:

امام اہلسنت شریف جر جانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب میں فرماتے ہیں کہ:

لقد اذاکم مردودہ جو ہذا الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یعجب للناس اتفاقا مسا
رسکھو ہذا افعال سید الانبیاء ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما عسی
السوء البعض ای الاطلاع علی البعض لا یختص بہ ہی النبی۔

{شرح موقف سادس، مردود اول، مقصد اول، ج ۳ ص ۷۵}

یہ جو کچھ تم نے کہا چند جوہ سے مردود ہے اس لئے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے
کہا ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہئے یا بعض پر کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک
بھی ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا ولو کنت۔۔۔ اس لئے اور بعض مغیبات پر مطلع ہو جانا نبی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی یہ غیر نبی
کی بھی پائی جاتی ہے)

قارئین کرام یہ عبارت علامہ جر جانی نے فلاسفہ کے عقیدے کے رد میں لکھی ہوئی
نہ انہی فلاسفہ کی جگہ اگر زید کو رکھیں اور سید جر جانی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ حضرت حکیم الامت کو
رکھیں اور پھر اس کی روشنی میں ہمیں بتلائی کہ حفظ الایمان اور اس عبارت کے مفہوم میں کیا فرق
ہے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص حفظ الایمان کے خلاف کب کشتائی کرتا ہے تو اس کا علاج
دارے پاس نہیں۔۔۔ اس کو موت ہی سمجھا سکتی ہے ہم تو اس سے عاجز ہیں

سوف لاری اذن کشف الغبار اتحت وجہک طرس ام حصار

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

قارئین دنیا جہاں کا یہ مسئلہ اصول ہے کہ اپنی کسی بات کی وضاحت خود کہنے والے
نفس سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا غالب کے اشعار جس طرح مرزا غالب کو سمجھ آئے کوئی دوسرا اس
طرح نہیں سمجھ سکتا اسی اصول کے تحت آئیں ہم مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے
تھا کہ انہوں نے اس عبارت سے کیا مطلب لیا اور جو مضمون احمد رضا خان نے ان کی طرف

منسوب کیا اس کے متعلق وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۱۱۱۱
مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس بیتان کو علم ہوا تو انھوں نے اس عبارت کے متعلق
حضرت دہلوی کو ایک خط بھیجا اور ان سے چند سوال کئے جس کا جواب انھوں نے یہ دیا

(۱) میں نے یہ غیبت مضمون (یعنی حصار الحرمین میں جو میری طرف منسوب
کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خیال
نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم نہیں آتا چنانچہ اخیر میں عرض کریں گے
(۳) جب میں اس مضمون کو غیبت سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا
خطر نہیں گزرا جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہو سکتی ہے۔

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحت یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس
شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے خصوصاً قطعیہ کی اور شخصیں کرتا ہے جو
مردود و عالم فخر علیہ السلام (بسط البیان مع حفظ الایمان ص ۱۰۶)

اس کے بعد خود حضرت حکیم الامت نے اس عبارت کی وضاحت کر دی جس پر ہم نے
بالکل میں تفصیلی گفتگو کی جس کی تفصیل آپ اس رسالہ بسط البیان میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں نو خطہ
الایمان ہی کے ساتھ چھپ رہا ہے۔

تاریخ گرام آخر یہ کونسا اصول ہے کہ ایک شخص خود کہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھے
اصول کا انکار کر رہا ہے ایسا عقیدہ غیبت عقیدہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا اسلام سے مستثنیٰ
ہے۔۔۔ اس کے باوجود بھی کہا جائے کہ یہی عقیدہ تو آپ کا ہے۔۔۔ کیا کوئی ہمیں بتائے گا کہ
اس وضاحت کے بعد بھی وہ کونسا اصول ہے جس کے تحت تکفیری فتوے سے رجوع نہیں کیا
گیا۔۔۔ اگر دنیا میں انصاف و دیانت فہم نہیں ہوگی تو کوئی ہمیں اس سوال کا جواب ضرور
دے۔

حفظ الایمان مولوی احمد رضا خان کے اصولوں کی روشنی میں

پہلی

چارمین کرام کسی شخص کی تکفیر کیلئے مولوی احمد رضا خان نے جو اصول مقرر کیا ہے اگر اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو حفظ الایمان کی عبارت میں نہ تو کوئی خرابی ہے اور نہ اس عبارت کی بنیاد پر حضرت عظیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جاسکتی ہے۔۔۔ چنانچہ خود احمد رضا حسان صاحب لکھتے ہیں کہ

چند فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس سے کوئی لفظ ایسا سا اور ہو جس میں سو پہلوئیں نکلیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے غاس کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اس کا بھی تو ہے کیا معلوم کہ شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں۔۔۔۔۔

پھر آگے خود اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

مکمل زید کہے عمرو کو ظلم ظلمی یعنی غیب کا ہے۔ اس کلام میں اسے پہلو ہیں:

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب دان ہے یہ صریح کفر و شرک ہے۔۔۔ (۲) عمرو آپ تو غیب دان نہیں مگر جس علم غیب رکھتے ہیں ان کو بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے یہ بھی کفر ہے۔۔۔ (۳) عمرو نجوی ہے (۴) رمال ہے (۵) سمندر رک جاتا ہے، ہاتھ دیکھتا ہے (۶) کوئے وغیرہ کی آواز (۷) حضرات الارض کے بدن پر گرنے (۸) کسی پرندے یا وحشی ہندسے کے دانے یا باغیں اگل جانے (۹) آنکھ یا دیگر اعضاء۔۔۔

غرض اس طرح کی کل ۲۰ مثالیں دی جو آپ اصل عکسی حوالے میں ملاحظہ فرمائیں گے پھر ۲۱ مثالی لیتے ہوئے لکھتے ہیں (۲۱) عمرو کو رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے سمعاً یا بصر یا الہاماً بھی غیب کا ظلم ظلمی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا ہے یہ خالص اسلام ہے۔۔۔

تو مفسرین فقہاء اس قائل کو کافر نہ کہیں گے اگرچہ اس بات کے انہیں پہلوئیں مسیں ہیں مگر یہ کہ ایک اسلام کا بھی ہے احتیاط و تحسین امن کے سبب اس کا کلام اسی پہلو پر حمل کریں گے جب تک کہ امت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلو کفر ہی مراد لیا۔

{تمہید ایمان، ص ۴۳-۴۵، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۹}۔

اللہ اکبر قارئین کرام غور فرمائیں کہ بات بات پر کفر کے لغو سے دیکھنے والوں کے قلم سے اللہ رب العزت نے کیسی بات نکھوادی خود خان صاحب فرما رہے ہیں کہ ایک شخص کے قتل میں میں کفریات ہیں ایک اسلام ہے ہم اس اسلام پر فتویٰ دیں گے۔۔۔ اب میں اہل انصاف سے کہتا ہوں کہ آخرت کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ کیا حکیم الامتؒ کی عبارت میں کوئی پہلا کفر کا ہے؟؟؟۔۔۔ اور اگر بالفرض ایسا ہوتا بھی تو کیا خود مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفر یہ احتمال کو رد کر کے عین اسلام والی بات نہ کہہ دی۔۔۔؟؟؟؟ کیا تمہید ایمان کی اس عبارت کے ہوتے ہوئے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کی جا سکتی ہے؟؟؟۔۔۔ اس کا فیصلہ ہم قارئین کرام کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔

امکان کذب پر جب احمد رضا خان کی طرف سے عقائد کی کتابوں کا کوئی معقول جواب نہ دیا جاسکا تو انھوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ایک نرالا اصول نکالا کہ ان کتابوں کا اصل مقصد صرف مذمت اہل کوٹا موش کرنا ہوتا ہے اس طرح کی فلسفیانہ اور الزامی عبارتوں کا مقصد ہمارا عقیدہ ظاہر کرنا نہیں ہوتا عقیدہ وہی ہوتا ہے جو متون کتابوں میں موجود ہو اس لئے بالفرض اگر ان کتابوں میں کوئی ایسی بات ہو جو متون کتابوں کے خلاف ہو تو ہم اس کو تسلیم نہیں کریں گے بلکہ امکان کذب پر یہ عبارت پیش نہ کی جائیں اس لئے کہ یہ تو ان کا اصل عقیدہ ہی نہیں اصل عبارت ملاحظہ ہو:

جب بد مذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ مسکینوں نے عوام مسکین کو بہکانے کیلئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی و فنی مغالطے پیش کرنے شروع کئے علماء اہلسنت و الجماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم کریں یہاں سے کلام متاخرین کی بنا چڑی۔ اب کہ استدلال، بحث و مباحثہ کا پورا تک کھلا خواہنے دلائل و جوابات کی جانچ پرکھ کی حاجت ہوئی اذہان مختلف ہوتے ہیں۔ اور بحث و استخراج میں خطا و امیات آسانی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کے کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کر دی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف

الزامی عبارات:

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ "ایسا ایسے" کے الفاظ تشریح و تفسیل کیلئے آتے ہیں فقط الامکان میں بھی چونکہ ایسا کالفاظ ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو معاذ اللہ جانوروں کے علم سے تشبیہی معنی ہے اس لئے اس میں گستاخی ہے تو اب اس پر ذرا الزامی عبارات دیکھو۔
مفتی احمد یار گجرانی لکھتا ہے:

"کسی کو لوگدھا کہہ دو تو وہ رنجیدہ ہو جاتا ہے اور حضرت قبلہ و کعبہ کہہ دو تو خوش ہوتا ہے۔ چونکہ لوگدھا کی مخلوق ہیں اور قبلہ و کعبہ بھی ایسے ہی خالق کے مختلف ناموں میں مختلف تاثیر میں ہیں۔" (رسائل نعیمیہ ص ۳۷۲)

اس میں اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں کو ایسے کے ساتھ لوگدھا کے ناموں سے تشبیہ دی گئی کیا یہ گستاخی نہیں؟

(۲) انبیاء نے اپنے آپ کو ظالم خصال عطا دار و غیرہ فرمایا ہے اگر ہم یہ لفظ ان کی شان میں بولیں تو کافر ہو جائیں ایسے ہی حضور سے فرمایا گیا اپنے کو بشعر کبر۔ (نور العرفان ص ۸۰۲)

یہاں بھی مفتی صاحب نے نبی اکرم ﷺ کی بشریت کو ظالم خصال سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا؟

(۳) جب لامنی سانپ کی شکل میں ہوگی تو کھائے گی اپنے ہی مسخر ہوئی لامنی یہ کھانا پیتا اس کی اس شکل کا اثر ہوگا ایسے ہی حضور اکرم ﷺ اللہ کے نور ہیں جب بشری لباس میں آئے تو انوری بشر تھے۔ یہ کھانا پینا نکاح و فساد اسی بشریت کے احکام ہیں۔" (نور العرفان ص ۸۰۵)

کیا یہ بھی حضور ﷺ کی نورانیت کو "ایسے" کے لفظ سے تشبیہ دے کر سانپ کے برابر کر دیا؟
(۴) مولوی اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"وہاں سب لوگوں نے اللہ رب العزت کے سوال الہیہ پر حکم کے جواب میں جی کہا تھا لیکن یہاں کوئی شہزاد کوئی فرعون کوئی پادشاہ اور ابولہب بن جحش اس کی وجہ یہی ہے کہ عالم ارواح و عالم اجساد کا معاملہ مختلف ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ

عالم اور راج میں ملائکہ و انبیاء کے نبی تھے لیکن یہاں نہ کوئی ملک نہ نبی پھر آپ
 نبی کس کے تھے۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ، ص ۶۲)

یہاں کوئی نبی کریم ﷺ کی تشکیل فرعون، ہامان سے نہیں دی جا رہی ہے اس پر تو بریلوی بھی چلا اٹھے

آپ نے بڑی دیر و دلیری سے اور بے باکی سے سید المرسلین حضرت محمد ﷺ
 کے عالم اور راج میں نبی ہونے اور بقول آپ کے عالم و جہاد میں تفسیر یہاں
 ۳ سال تک نبی نہ ہونے کا موازنہ عظیم خداوندی کے مطابق جانوروں سے بھی
 بدتر کھار بلکہ کھار کے سرداروں کے گھر سے کر دیا۔

(نبوت مصطفیٰ ﷺ، ہر آن ہر لمحہ، ص ۶۳)

(۵) مولانا محمد رضا خان سے سوال ہوا:

ایک عالم نے اپنے وقت میں کہا اے مسلمانوں آپ لوگوں کو سمجھانے کیلئے ایک
 مثال دیجئے ہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہہ سکتے
 ضعف ہو گیا ہے دیکھو کسی حاکم کا چیرا ہی سن لے کر آتا ہے تو اس کا کس دستور
 خوف داتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل دشمن آدمی ہے پیسے کا نقد جس پر
 معمولی مضمون ہوتا ہے چیرا ہی ۱۰، ۲۰ روپے کا ملازم ہوتا ہے مگر حالت یہ ہوتی
 ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہو جاتے ہیں الاچاری سے لیا جاتا
 ہوتا ہے بعد وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا کڈاؤ کڈاؤ اور اللہ تعالیٰ احکام
 الٰہی کہیں کہو ہم بھر میں تہہ و بالا کر سکتے ہیں اس کا حکم نامہ قرآن پاک و مقدس کہ
 جس کے ایک ایک حرف پر اس میں تمیں نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ ﷺ
 لائے۔۔۔

الحاج ابی عیسیٰ اللہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تشبیل نہ اصلاً معاذ اللہ توہین کی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید، ص ۱۵۰، ص ۱۵۰)

اب دیکھیں مولوی واعظ خود کہہ رہا ہے کہ میں ایک مثال دے رہا ہوں اور پھر نبی کریم ﷺ کیلئے

چہرہ کی مثال دیتا ہے مگر چونکہ زندہ اپنا تھا اس لئے احمد رضا خان صاحب رحمہم کہا کر کے لگا کر نہیں مثال نہیں داس میں تمثیل نہ تھی۔ حضرت تھانویؒ تو صحیح کر کے دے لیا کہ سانس تمثیل و تشبیہ نہیں دی وہاں تو تشبیہ و تمثیل ہو جائے اور یہاں ایک آدمی خود کے کہ میں مثال سے رہا ہوں مگر یہاں نہ تمثیل ہونہ تشبیہ بہرہ فرق کیوں؟

(۶) مفتی عبدالجبار سعیدی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”مختلف تحقیقات نے جو حدیث لایا اس بنا بعد سے اعراف کرتے ہوئے یہ عالم تھا کہ نبوت والا معاملہ کا فرداں مشرکوں، منافقوں سے ملا کر جس سے ملے اور لی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس پر مستزاد ہے حالانکہ نبوت جب سلب سے پاک ہے اور سلب نبوت محال ہے تو اسے غیر نبی اور کافر و مشرک اور منافق کے کفر و شرک و منافق سے ملا دینا اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ سلب نبوت کے قائل نہ ہوتے تو یہ بات کبھی منہ سے نہ نکالتے اور گندی تشبیہ سے پرہیز کرتے۔“ (مدخلی کا کتبچہ منظور ہے، ص ۳۲)

(۷) ”سانپ اور بھینس اگر چہ اللہ کی مخلوق ہے اور اس کی روزی کھاتے پیتے ہیں مگر سانپ کے پاس زہر ہے اور بھینس کے پاس دودھ اس لئے آپ سانپ کو مامہ آئے ہیں اور بھینس کی خدمت کرتے ہیں ایسے ہی کفار کے پاس کٹر کافر ہے اور حضرات انبیاء، اولیاء، علماء کے پاس ایمان کا دودھ ہے۔“ (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۶۲، سورہ آل عمران، آیت ۳۳)

(۸) حجہ کرم شاہ ازہری لکھتا ہے:

”جس طرح انگوٹھ کا جانب اللہ اپنی نبوت پر یقین محکم ہوتا ہے اس بارے میں انہیں قطعاً کوئی تردد نہیں ہے اس طرح ان پر جو وحی اتاری جاتی ہے جو فرشتے ان کی طرف بھیجے جاتے ہیں جس انوار قبولیات کا انہیں مشاہدہ کرایا جاتا ہے ان کے بارے میں انہیں ذرا تردد نہیں ہوتا یہ علم اور یقین اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کیا جاتا ہے اسی طرح کابھینس حسب مراتب انسانوں بلکہ حیوانوں کو بھی اہمیت ہوتا ہے۔“ (عیاد النبیؐ، ج ۲، ص ۵۱۹)

اس عبارت میں انبیاء کے یقین کو جانوروں کے یقین سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔

تشریح میں مساوات لازم نہیں

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اس عبارت میں نبی اکرم ﷺ کے علم کو عاقلانہ جانوروں سے تشبیہ دے کر ان کے برابر کر دیا ہے اس لئے گستاخی ہے ہم خود بریلوی سب کے حوالہ جات نختسل کرتے ہیں جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ تشبیل و تشبیہ میں برابری لازم نہیں ہے جب سب کا انداز ہی درست نہیں تو اعتراض بھی لغو ہو۔

(۱) (ذکر الطاف حسین اور خلیل رانا لکھتا ہے:

"مشابہت سے مساوات بھی لازم نہیں آتی چنانچہ مشبہ کی برتری کا قول کیا جائے۔"
(افضیت نوح الا عظیم ص ۸۶)

(۲) مفتی حنیف قریشی آف پٹوئی لکھتا ہے:

"تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ و مشبہ بہ کی برابری سمجھنا پر لے درجے کی حماقت و جہالت ہے۔"
(مناظر و گستاخ کون، ص ۵۳۹)

(۳) مولوی ابوالکھیم صدیقی ثانی لکھتا ہے:

"مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کیلئے مثال دی جا رہی ہے مثال اس کا سینا ہے اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے۔ محدث حافظہ لکن قیم جوڑی لکھتے ہیں: اندلا طریزم تشبیہ انشیء بالشیء مساو اول (المنار المصنف ص ۶۰ طبع بیروت) بلکہ کسی شے کو کسی شے تشبیہ دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شے اس کے برابر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ برابری سمجھنا پر لے درجے کی حماقت (بے وقوفی) ہے۔"

(آئینہ اہلسنت، ص ۳۹۰)

مناظرہ بریلی کے متعلق بدترین جھگڑا

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ اس عبارت پر سرمد اور احمد گروا سیوری ثم لا علیہ علی (فیصل آباد) نے فاتح رضا خانیت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کیا اور انہیں شکست دی اور ایک لا جواب کتاب موت کا پیغام دیو بند یوں کے نام لکھی

(مکتبہ دار یو ہندیت کے پطالان کا انکشاف، ص ۷۰)

حالانکہ یہ اس کا بدترین جھوٹ ہے حضرت مولانا منگور نعمانی صاحبؒ نے تین ایسی بریلی کے اعداء رضا خانوں کے گھر میں منظر اسلام کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری کے ساتھ اس عبارت پر مناظرہ کیا اور بریلیوں کے گھر میں رضا خانوں کی ایسی دھمکیاں اڑائیں کہ تیسرے دن رضا خانوں نے خود میدان مناظرہ میں اپنی عادت بد کے مطابق شور ڈالی کہ میدان سے فرار کا راستہ اختیار کیا اس پورے مناظرے کی شاندار اور عمدہ "فتح بریلی کا دلکش نگارہ" کے نام سے شائع ہوئی جو آج بھی "فتوحات نعمانیہ" میں شامل ہے اگر اس مناظرے میں بریلوی شیخ الحدیث کو شکست و ذلت و ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا تو اسے بریلی چھوڑ کر فیصل آباد پاکستان آنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی تھی؟۔ جہاں تک بات ہے کتاب "سوت کا پیغام دیوبندیوں کے نام" تو اس کا جواب سردار احمد گورداسپوری اور خدمت مسیحی رضوی کی زندگی ہی میں شوال ۱۳۵۵ھ میں مولانا ابوالرخاء محمد عطاء اللہ جاکئی نے "پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت" کے نام سے دے دیا تھا جو انہی کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا اور اس وقت بھی "اشہاب الثاقب" کے آخر میں یہ رسالہ موجود ہے آج تک کسی رضا خانی کو اس کا جواب لکھنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ ان شاء اللہ ہوگی۔

نوٹ: رضا خانی اس موقع پر ہمارے انکار سے لفظ "ایسا" کے متعلق بعض جگہ پر نفا دکھاتے ہیں اس کے جواب کیلئے اسی کتاب یعنی "پاپائے رضا خانیت کو جہنم کی بشارت" یا مشکلم اسلام مولانا ابوالیاس عکس صاحب مدظلہ العالی کی کتاب "حسام الحرمین کا تحقیق و تنقید جاریہ" کا مطالعہ کریں۔

اعتراض ۳۶: براہین قاطعہ پر اعتراض اور اس کا جواب

بریلوی مذہب کے امام احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:

حضرت مولانا غلیل احمد مہارنپوریؒ پر تنقیدیں شان سید الانبیاء علیہ السلام کا پاک جہان

و منهم الذرہایۃ الشیطانیۃ ہم کما یخرفۃ الشیطانیۃ من السروافض کمالوا
اباح شیطان الطاق و خزلۃ اباح شیطان الاطلاق اہلس العین و ہم ابضا اذ اباح
ذلک العکذب الکنکری فی قالہ صرح فی کتابہ البراہین القاطعۃ و ماہی و اللہ
الا لقاطعۃ لما امر اللہ بہ ان ہو عمل بان شیخہم ابلیس اوسع علما من رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہذا النسخہ الشیعہ بالقضیۃ القطعیۃ ص ۷۷ شیطان
و ملک الموت کوالیخ ان ہذا السعۃ فی العلم ثبت للشیطان و ملک الموت
بالنص و ای نص قطعی فی سعۃ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی
تردہ النص من جمیعہ و یثبت شر و کتب قبلہ ان فیہ الشریک لیس فیہ حیا
خبر دل من ایمان -

{ ترجمہ }

چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے، اور وہ راہبوں کے فرقہ شیطانیہ کی طرح ہیں، وہ
شیطان الطاق کے بہرہ تھے، اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے بہرہ ہیں، اور یہ بھی اس ٹکڑے
خاک کے والے گنگوڑی کے دم چلے ہیں کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کیا، اور
خاک کی قسم وہ قطع نہیں کرتی مگر دلان چیز دلا کہ جن کو جوڑنے کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے، ان
کے ہذا ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور یہ اس کا برا قول خود اس کے بدالفاظ میں
ملکہ نمبر ۷۷ پر ہے۔

"شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے طاہت ہوئی، مگر عالم کی وسعت علم کی کو ان
کی نفس قطعی ہے کہ جس سے تمام قصوں کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر دے۔"

اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ اس
(ماخوذ: عمام الحرمین ص ۱۵، ۱۴ - ۱۳۲۳ھ احمد رضا خاں، ملحقہ اہلسنت و الجماعت، بنامہ
الدولہ ۱۳۲۳ھ بار اول)

خیال رہے صرف خط کشیدہ و ڈیزائن سطر عبارت حضرت مولانا غلیل احمد صاحب
سہارنپوری کی ہے، باقی تمام عبارت جناب احمد رضا خاں بریلوی کی ہے۔

ملاحظہ فرمائیں اصل واقعہ اور حقیقت:

مولوی عبدالسیح صاحب رامپوری نے "انوار مباحثہ" نامی ایک کتاب بدعات

نہ کہتے ہیں:

اب فکر کرنا چاہیے کہ جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جاوے اور تمنا شاہیہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ، پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں رہوئی کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔ اس لفظ (انوار ساطعہ)

نمبر:

خیال رہے کہ غیر ضروری الفاظ ترک کر دیئے گئے ہیں، اور کچھ جملوں کا صرف ملیم یا مطلب لکھ دیا گیا ہے، مولوی عبد السمیع صاحب مؤلف "انوار ساطعہ" نے صرف "جس" "گمان اور ظن سے کام چلایا ہے، افسوس اس بات کا ہے کہ ان لوگوں کو صرف شیطان ہی نظر آتا ہے اور حضور ﷺ کی ذات شریفہ کے مقابلہ میں اس کو لگاتے ہیں، پھر اگر کوئی ان کو ان کے قوانین اور انہی کی زبان میں جواب دے تو کافر، آخر کیوں؟ عبارت کے آخری جملوں میں خود یہ اقرار کیا ہے یعنی "تمنا شاہیہ کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات، پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔"

مولوی عبد السمیع لفظ "اس سے بھی زیادہ تر مقامات" لکھ کر بھی کچھ کے سلطان رہے۔

لاحظہ فرمائیں مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری کی عبارت:

"کہتے ہیں:

"تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم ﷺ کو اور سب مخلوق کو جس قدر علم

حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اس سے ایک ذرہ بھی زیادہ ثابت کرنا شرک ہے، اس کو شرعیہ ہی میں یہی مستفاد (ثابت) ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وعنده مفاتیح الغیب ۹
یعلمہا الا هو۔ (انعام: ۵۹) خدا اور اس (اللہ) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی کتب جان
انہیں اس کے سوا کوئی۔

اور یہ مسئلہ مشہور (کتاب فقہ) بحر الرائق، عالم گیر، اور درمختار وغیرہ میں ہے کہ
”مگر نکاح کرے بہ شہادت اللہ تعالیٰ اور نبی ﷺ کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم نبی
کے نبی علیہ السلام کی نسبت، پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد و علم میں کافر لکھا ہے، یہ کسی نے
نہیں لکھا کہ اگر اس کا اعتقاد ”کعبا و کعبا و مساوۃ“ علم الہی تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر
ہو گیا ورنہ نہیں۔“

(یعنی اس لئے کافر نہیں لکھا کہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ
علم میں تعداد و کیفیات کے اعتبار سے برابر ہیں، بلکہ صرف ایک مجلس نکاح میں حضور علیہ
السلام کو گواہ بنانے کی وجہ سے کافر لکھا ہے، کیونکہ اس کا یہ اعتقاد ہے کہ حضور غیب جانتے
ہیں۔ راقم)

مؤلف (عبدالمسیح صاحب) کی تحریر سے یہی مفہوم (ظاہر) ہوتا ہے، کیونکہ وہ
کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عرش سے زمین تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور نبی ﷺ فقط مجلس میں
میں حاضر ہوتے تو کہاں پر ابرہی اور شرک ہوا، پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر علم
غیب کو وہ شرک نہیں جانتا، حالانکہ تمام کتابوں میں فقط مجلس نکاح کے حضور (حاضری) کو
بشرک لکھا ہے۔ (الی قول) عقیدہ داخل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کا
بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا کمال (عکس صورت) کسی کو عطا فرماتے ہیں، ان
سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ (الی قول) شیطان کو جس قدر وسعت دی (جیسا کہ
بریلوی مذہب کے عالم کاظمی متانی لکھتے ہیں) بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۳ میں صاف ذکر
ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے وہ اپنی یہ غلیظ دلیلت
بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے کرتا ہے۔ (النجیان: ص ۱۵۵) اور ملک الموت ۱۱

”فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قلعی ہے، یعنی جس طرح شیطان ہر آدمی کے ساتھ ہے، اسی طرح حضور ﷺ کا ہر انسان کے ساتھ ہونا کس ثبوت سے ثابت ہے۔ میں پوری بریلوی عوام اور بریلی علماء کو یہ چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضور علیہ السلام صرف اپنی حیاتِ شریفہ میں اور صرف تمام صحابہ کرام کے ساتھ ہر آن ہر گھڑی ہر ناماہوت کریں، اگر ثابت نہ کر سکے اور انشاء اللہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکو گے بلکہ آپ کا باطل ہونا ضرور یقینی ہے۔“

مذکورہ ذیل عبارات کو سمجھیں:

{ بریلوی جماعت و مذہب کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں }

(۱)

قُلْ يَدْعُوا لَكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ۔

(السجۃ: ۱۱)

آپ فرمائیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

۱۱: ۳ حضرت عزرائیل علیہ السلام جن کے زہد سب کی جان نکالتا ہے یہ تمام کی موت کے وقت اور موت کی جگہ سے خبردار ہیں اس لئے کسی کو موت سے پہلے اور غلط مقام پر نہیں مارتے (نور العرفان: ص ۶۶۳)

(۲) حتی اذا جاء احمدكم

الموت لو طعنوا سلبوا هم لا يضر طعون

۱۱: ۶۱

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت آتی ہے ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ قصور نہیں کرتے۔

(۲)

قَالَ انظُرْنِي الْيَوْمَ يَعْشَوْنَ قَالَ
اِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ قَالَ لِمَا
اغْوَيْتَنِي لَا قُعْدَنَ لِيْهِمْ سَبَرًا طَكَ
اَلْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا يَنْبَهُمْ مِنْ بَيْنِ
اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ
وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ

۱۱: ۷۱ (اعراف: ۱۳، ۱۴، ۱۵)

پروا (شیطان) مجھے فرست دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (اشد نے فرمایا) تجھے مہلت ہے۔ (شیطان) یوں قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تباہی میں شغلوں کا دھڑ ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور واپس اور ہائیں ستے۔

ف ۳: یعنی باپ کا بدلہ اولاد سے لوں گا ان کے دلوں میں دوسے ڈالوں گا، گناہوں کی رغبت دلاؤں گا، نیکی سے روکوں گا، بعض کو کافر و مشرک بنادوں گا۔ (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۶۲)

مقرر اور تمام انسانوں کے احوال کو جاننا ثابت مانتا ہے۔ لہذا مفتی احمد یار خان نے ان آیتوں کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا ہے، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور نہ آپ روئے زمین کے تمام انسانوں کے احوال جانتے ہیں اور نہ اس لئے ہے کہ

فداہی عالم گیر و عاشق فدا دئی قاضی خان وغیرہا میں وارد ہے کہ۔ جس نے کہا کہ میں کاف میں فرشتوں اور رسول اور خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے انکار کیا کہ فرشتے اور رسول غیب جانتے ہیں۔ ارا

(ج ۶ ص ۳۴۶، مکتبہ ماجد یہ عید گاہ خونی ۱۳۰۳ پاکستان)

بکرنے زید پر کفر کا فتویٰ لگا دیا:

بکرنے زید کی تمام تحریروں کو چھوڑ کر صرف یہ الفاظ لکھے ہیں کہ زید نے شیطان کے لئے علم مبینا زمین کا قرآنی آیات سے ثابت مانتا ہے اور حضور ﷺ کے لئے ثابت نہیں ہے۔ یہی بھی حال بریلوی جماعت کے امام جناب احمد رضا حسناں کا ہے کہ انہوں نے حضرت مولانا غفر علی احمد صاحب محدث سہارنپوری کی ایک مکمل اور طویل عبارت (جس کا عنوان علم غیب اور حاضر و ناظر ہے) سے چند الفاظ حسب فضاء نکال کر ان پر کفر کا من گھڑت فتویٰ حاصل کیا۔

نمبر: ۱۰۰۰

آپ اس بات سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے کہ یہ بحث حضور علیہ السلام اور شیطان کے علم کی نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف حاضر و ناظر اور علم غیب کے مسئلہ میں ہے، کیونکہ کثر بریلوی جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اعیانہ علیہم السلام خاص کر اور اولیاء کرام عام طور پر علم غیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی طاقت و قدرت رکھتے ہیں اور چونکہ قرآن کریم علم غیب اور حاضر و ناظر کے عقیدہ اور نظریہ کو یکسر بھٹاتا ہے، اس بنا پر یہ فرقہ غیب و نبی کے جیروں کا سہارا لیتا ہے اور خاص کر شیطان کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال

لہذا اگر تمہارے قانون کے مطابق شیطانی قدرت بڑھ گئی۔

(۲) شیطان نے آدم علیہ السلام سے جو گفتگو کی وہ قوی (طاہر) وسوسوں کے ذریعہ کی، اس نے زمین سے ہی وسوسے کی زبان میں وہ کچھ کہہ دیا جو کہنا چاہتا تھا، شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اتنے تصرفات (اختیارات) کی طاقت دی ہے وہ کہیں بھی ہو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال دیتا ہے، اور حضرت عزرائیل ملک الموت فرشتے کو اتنی طاقت مائل ہے کہ وہ ایک وقت میں تمام روئے زمین کے کونے کونے میں روح قبض کر سکتا ہے اور عید الانبیاء محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان سے زیادہ تصرفات (اختیارات) کی طاقت دی ہے (موت؟ یہ نہ پوچھو ورنہ کفر کا فتویٰ تیار ہے۔ راقم) تو اس میں دوسرے کسی کا کیا نقصان ہے آپ اپنے امتی کی حالت زار کو دیکھیں اس کی حاجت کو پورا کریں وہ کہیں بھی ہو اس میں نہ کوئی شرک ہے اور نہ ہی عقلاً محال۔

(راغب: مذکورہ ۱۱ اجزاء ص ۶۸، ۶۹ مصنف قاضی عبدالرزاق شافعی مکتبہ خلیفہ یونیورسٹی دارالحدیث)

(۳) جب چاند و سورج ہر جگہ موجود۔۔۔ اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو شریک کرنے سے شرک اور کافر ہو جائے۔

(انوار ماطہ مصنف مولوی عبدالمسیح صاحب)

تجربہ:

حضرات گرامی! یہ ہے وہ گلدستہ انوار جو بریلوی جماعت کا جزو ایمان ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی صفات کو شیطان کی صفات پر تپاس کر کے ثابت کرنا بدیہی جماعت کا خاص مذہب ہے، جس جس کسی نے بھی اس کے خلاف آواز اٹھائی، اس پر تھوڑا لگ گیا کہ یہ گستاخ رسول ﷺ ہے اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی نہیں۔۔۔۔۔ سبحان اللہ۔ (الٹا چور کو تو الٹ کوڑا لگے) یعنی اپنے کفر و شرمانے کی

جہاں تک عقیدہ کرنے والے کو آنکھیں دکھانا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب یہ لوگ
جھوٹے پڑتے ہیں تو شور شراب یہ کرتے ہیں کہ فلاں گستاخ رسول ہے، فلاں گستاخ رسول
ہے۔

اب ہم ذیل میں مولانا غفیل احمد صاحب محدث سہارن پوری کی متنازعہ عبارت لکھتے ہیں۔

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان، ملک الموت کا حال دیکھ کر عظم محیط زمین کا قطر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بنا دیں، محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان، ملک الموت کو یہ وسوسہ نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کر رہا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے عبادت کے ابتدائی پچھوڑ دیئے صرف ان کی شہر نقل کی اور جس چیز کی خبر دی گئی ہے وہ تو سرے سے اقل ہی نہیں کی خالی خبر سے کیا معلوم کہ پہلے کیا نکلا ہے۔ مثلاً

شیطان و ملک الموت کو "سیر" وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔ الخ:

اس عبارت میں لفظ "یہ" اسم اشارہ قریب ہے، لیکن لفظ "وہ" کسی قریبی شخص سے
یا قریبی عبارت کی طرف اشارہ کرتا ہے، مثلاً یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں، یہ مقدمہ
دوبارہ قابل تفتیش ہے، ان دونوں عبارتوں میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے، وہ وہی
مقدمہ ہوگا جو اوپر ذکر ہوا ہوگا، اگر مقدمہ کا سرے سے وجود ہی نہ ہو تو جیسے کہ گئے گا کہ
یہ مقدمہ قابل سماعت ہی نہیں۔۔۔۔۔ دوسری مثال۔ علم ایک بہت بڑی دولت ہے،
یہ خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اس عبارت میں لفظ "یہ" صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ
وہ کون سی دولت ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی، اگر پیچھے سے یہ الفاظ نہ ہوں (مثلاً
علم بڑی دولت ہے) تو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ کیا چیز ہے جو خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتی۔

مرحوم (جوان دنوں "والی" شریف مکہ کے مشیروں میں شمار ہوتے تھے) کے پاس
ہندوستان سے ایک مضمیر نامہ پہنچا۔

جناب احمد رضا خاں بریلوی فرماتے ہیں:

”سنئے مسس آیا کہ وہاں پہلے سے آئے ہوئے ہیں جن مسس
بعض وزراء ریاست دیگر اہل ثروت بھی ہیں، حضرت نے شریف کو مکہ
رسائی پیدا کی ہے اور مسئلہ علم غیب چھیڑا ہے اور اس کے متعلق کچھ سوال اہل علم علماء مکہ حضرت
شیخ صالح کمال سابق قاضی مکہ مفتی حنفیہ کی خدمت میں پیش ہوا ہے میں حضرت موصوفی کی
خدمت میں گیا۔۔۔۔۔ میں نے بعد سلام و مصافحہ مسئلہ علم غیب کی تقریر شروع کی۔۔۔۔۔
جب میں نے تقریر ختم کی تو وہ چپکے سے اٹھتے ہوئے قریب امارائی رکھی تھی وہاں تشریف
لے گئے اور ایک کاغذ نکال کر لائے جس پر مولوی سلامت اللہ صاحب راہپوری کے رسالہ
”اعلام الاذکیاء“ کے اس قول کے متعلق کہ حضور ﷺ کو حوالہ اول والا خروا الظاہر والباطن دو
ہکل شی علم کھا چند سوالات تھے اور جواب کی چار سطریں ناتمام اٹھا لائے مجھے دکھا یا اور
فرمایا تیرا آنا اللہ کی رحمت تھا ورنہ مولوی سلامت اللہ کے کفر کا فتویٰ یہاں سے حساب آتا
۔۔۔۔۔ اور آپ سے جواب مقصود ہے۔“

(ملفوظات احمد رضا خاں ص ۱۵۷، ۱۵۶ حصہ دوم مطبوعہ گراہی)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

پہلا سوال اس عبارت سے جو فاضل ابوالہد کا سلامت اللہ کے رسالہ ”اعلام
الاذکیاء“ مطبوعہ بعد آخر میں واقع ہوئی بظاہر
وصلی اللہ علی من هو الاول والاخر
والظاہر والباطن وهو بکل شی
علیم۔
اور اللہ درود بھیجے ان پر جو اول آخر
ظاہر و باطن ہیں اور وہ ہر شے کو جاننے
والے ہیں۔ (الحمد ی)

جواب: یہ رسالہ مصنف نے میرے پاس تقریباً کے لئے بھیجا تھا۔ (علی قول)
مجھے یاد نہیں آتا کہ اصل مسودہ میں کیا تھا، مگر اس رسالہ کا جو عربی ترجمہ مزاف

نے کیا۔۔۔۔۔ اس میں لفظ یوں ہے۔

و صلی من هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم
اور وہ جسے وہ جہاں اول آخر و ظاہر و باطن
اور ہر چیز کا داتا ہے ان پر جو اس
آیت کے مظہر ہیں، دقت اول و آخر
ظاہر و باطن اور دقت ہر چیز کا داتا ہے۔
و الباطن وهو بکل شیء علیم۔

اس میں کسی وہم والے کے وہم کی گنجائش نہیں۔۔۔۔۔ اور کچھ تعصب
نہیں کہ مطیع کا تب سے "مظہر" کا لفظ من حوسے بدل گیا ہو۔۔۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ
اصل عبارت اس طرح ہے جیسے چھپا ہے تو میں عجیب (یعنی مولوی سلامت اللہ) کو پچھتا
ہوں کہ وہ عالم سنی صحیح العقیدہ ہیں۔۔۔۔۔ اور ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ اپنے
بھائی کا کلام جو تاحد قدرت، بہتر سے بہتر معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

جواب دوم:

یہ ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس میں بدو
کرنون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے یعنی اللہ تعالیٰ پر درود بھیجے
جو اس آیت کریمہ کی نعت ہیں اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ اس
(ماخوذ: الدلائل المتکیة، مصنف: احمد رضا خاں ص ۱۹۷، ۱۹۸ عربی و اردو، باہتمام دارالعلوم
الہدیہ کراچی)

خلاصہ:

نہی: تعجب نہیں کہ مطیع کے کا تب سے "مظہر" کا لفظ من ہو سے بدل گیا ہو۔

نہی ۲: اور ہر مسلمانوں پر فرض عین ہے کہ اپنے بھائی کا کلام تاحد قدرت بہتر سے بہتر
معنی و توجیہ پر حمل کرے۔

نہی ۳: تمہیں کیا ہوا کہ لفظ من بسکون اسم موصول بنا کر پڑھتے ہو اس میں بدو
تحدید کرنون آیت کریمہ کی طرف مضاف کر کے کیوں نہیں پڑھتے۔

تاریخ!

ہمیں اس موقع پر یہ غرض نہیں ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی پر کیا گزری اور انہوں نے جو کچھ لکھا ہے سچ اور صحیح لکھا ہے یا غلط؟ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا کیا تدبیریں اختیار کیں؟ اور کیا کیا اصول غصہ فرماتے ہیں۔

اصول نمبر ۲:

جناب احمد رضا خاں بریلوی کا اپنے ہی ہم خیال اور خاص قریبی تعلق کے لوگوں سے اذان جو ثانی پر اختلاف ہوا، انہوں نے حرمین شریفین سے فتویٰ منگوا یا حرمین کے علما سے تھا، اب اعلیٰ حضرت صاحب ان کو مشورہ دے رہے ہیں کہ جو سوال بھیجیں ایک دوسرے کی تحقیق سے بھیجیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

جو صاحب عرب شریف سے فتویٰ لینا چاہیں بات پوری پیش کریں، جسے دین مراد و حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو صرف ہار جیت مقصود ہو اس کا حساب اللہ و احد قرار ہے۔ انشاء اللہ العزیز مولا تعالیٰ ایسے کو راہ نہ دے گا۔۔۔۔۔ اور جن کو دین مقصود ہے حق کی سچی تحقیق منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں اور اپنے سوالات کا عربی میں ترجمہ کر دیں اور ان میں جہاں جہاں حوالے دیئے ہیں وہاں ان کا خلاصہ مضامین لکھ دیں اور سب حضرات اگر کسی اور سوال کا اضافہ کرنا چاہیں بڑھ جائیں اگر اس کی رو سے ہمیں کوئی اضافہ کرنا ہو ہم کو دیں، یوں اتفاق سے سوالات حرمین شریف کو جائیں اس کے بعد دیکھیں کیا جواب ملے گا، اہل ایمان خدا لگتی تھیں کہ یہ جو ہم نے کہا ہے عین انصاف ہے یا نہیں؟ جب ہم اور آپ ایک ہیں تو کیوں پھٹے پھٹے رہیں؟ کیوں دشمن سے ملیں؟ کیوں انہیں ساتھ لے کر چلیں؟ کیوں الگ الگ ہار جیت کا مشورہ کیجئے؟۔۔۔ الخ

(ماخوذ: اذان کا حق نمائندہ ص ۸ مصنف حامد رضا خاں مطبع اہلسنت جماعت دار الفاروق بریلی میں طبع ہوا)

چار کتب

جناب احمد رضا خاں بریلوی نے اپنی ذات کے بچاؤ اور حفاظت کے لئے جو مذکورہ اصول تحریر فرمائے ہیں ان کو بھی پڑھیں اور انہوں نے اپنے محققین اور ان کی تحریرات پر جو ظلم کیا ہے یعنی اپنے مخالفین کی تحریرات میں سے اپنی مرضی اور ضرورت کے لحاظ اور جملے اور سطر میں نکال کر اور ان کو جوڑ کر ان پر کھڑکے جھلی فتوؤں کی جو بھرمار کی ہے ان کو بھی پڑھیں پھر فیصلہ فرمائیں کہ جناب احمد رضا خاں بریلوی کیسے آدمی ہیں اور مجدد اعلیٰ حضرت اور امام کھلوانے کے حق دار ہیں؟

{اب ملاحظہ فرمائیں حضرت سہارنپوری کی عبارت کا خلاصہ}

(۱) الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر:

یعنی شیطان و ملک الموت کا وہ حال جو سننے اور دیکھنے سے معلوم ہے اور جس کو مولوی عبدالمسیح صاحب نے اپنے دعویٰ میں پیش کیا جو پیچھے گزر چکا ہے، مثلاً شیطان ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے چاہے بد ہو یا نیک، پس جہاں انسان ہو گا وہاں شیطان ضرور ہو گا تو ثابت ہوا کہ شیطان پوری زمین پر موجود اور اسی طرح ملک الموت (فسرشتہ) جہاں جہاں مخلوق خدا مرے گی وہاں وہاں موت کا فرشتہ موجود، تو اس پر مولا باطلیل احمد صاحب فرماتے ہیں، نمبر ۲ علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف قصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس نامندہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ الخ

(۲) علم محیط زمین کا:

اس کو بولتے ہیں جس کے علم سے زمین کا کوئی ذرہ بھی باہر نہ ہو، یعنی زمین کے ہر ذرہ کی کیفیت اور اس کی حقیقت و ضرورت سے واقف ہو، خلاصہ یہ کہ جس طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ کس کس جگہ انسان بستے ہیں اور ان کو کیسے کیسے گمراہ کرنا ہے اور اسی طرح ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت و قدرت عطا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں کروڑوں مخلوق کی جان نکال لیتے ہیں، پھر یہ کہ تمام مخلوق

ایک جگہ جمع بھی نہیں، بلکہ پوری زمین پر تمام مخلوقات پھیلی ہوئی ہیں۔ تو اسی طرح شیطان، ملک الموت کا حال دیکھ کر محض اپنے خیال غاصد سے یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زمین کے ہر ٹکڑے اور ہر جگہ پر حاضر و موجود ہیں، اور آپ تمام انسانوں کے حالات اور واقعات اور ان کی ضروریات سے واقف ہیں، اور ایسا بھقیدہ رکھنا اور ایسا کہنا مستحکم کریم اور حالات اور ان واقعات کو جھٹکانا ہے جن سے یہ ثابت ہے کہ نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو تمام انسانوں کے حالات و واقعات و ضروریات کا علم ہے، بلکہ جس چیز کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہ ہو، محض اپنے گمان و گمان سے اسے ثابت کرنا شرک ہے، کیونکہ اس علم یا حقت کا خالق و دسرے کو ٹھہرایا، حالانکہ خالق صرف ایک اللہ ہے۔

(۳) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ ارجح:

یعنی شیطان و ملک الموت کو جو قدرت اور علم حاصل ہے اس کا ثبوت تو حالات اور واقعات سے ثابت ہے (جیسا کہ اوپر گزرا اور آگے آرہا ہے)۔

(۴) فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک پیدا کرتا ہے

اب وہی پیچھے والی بات دوبارہ آگئی کہ حضور علیہ السلام کے لئے تمام زمین کا علم ثابت کرنا اور شیطان و ملک الموت کی طرح آپ کو ہر جگہ موجود ماننا (مولوی عسکری صاحب) کس دلیل یا قرآن و حدیث سے ثابت کرتا ہے، جبکہ اس کے خلاف مستحکم قرآن و حدیث سے ثابت ہے یعنی نہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور نہ آپ کو پوری زمین کا علم ہے۔ ارجح (آپ ایک بار جناب احمد رضا خاں صاحب کی عبارت کو پڑھیں اور سمجھیں)۔

چنانچہ احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اگلے پیر ایسے کا علم محمدی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے اور یہ اس کا یہ قول خود اس کے ہاں الفاظ میں ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (ختم شد)

حضرات گرامی!

معلوم ہونا چاہئے کہ اوپر والی عبارت جس پر تکبر لگی ہوئی ہے وہ جناب احمد رضا خاں نے اپنا طرف سے لکھی ہے، باقی عبارت حضرت سہارنپوری کی تمام عبارت کا آخری ٹکڑا ہے۔ یہی عبارت کو عرب لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہندوستان میں موجود علمائے کرام کی کڑکھڑائی آسانی سے لگا سکتے تھے، لیکن وہ کتاب کو ضرور دیکھتے، جب کتاب کو دیکھتے تو اصل حقیقت کھل جاتی۔

شیطان و ملک الموت کی حقیقت قرآن و حدیث سے سمجھیں

نمبر: (۱) شیطان کا حال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَطْرُقُ السُّيُومُ بِمَعْشُورٍ۔ قَالَ
اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ قَالَ فَبِمَا
اَغْوَيْتَنِيْ لَاقَعَدَنْ لَّيْسَ حَسْرَاطُكَ
الْمُتَّقِيْنَ۔ ثُمَّ لَا تُنِيْمُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ
شَمَائِلِهِمْ۔

(الاعراف: ۱۴، ۱۵)

اس (شیطان) نے کہا کہ مجھ کو سہلست
دیکھتے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ
نے فرمایا تجھ کو سہلست دی گئی، اس نے
کہا ایسا ہی اے کہ آپ نے بھٹکوا گمراہ کیا
ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اگلے لئے
آپ کی سیدھا راہ پر بیٹھوں گا، پھر ان پر
حملہ کروں گا اگلے آگے سے بھی اور ان
کے پیچھے سے بھی اور ان کے دائیں
جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب
سے بھی۔

مذکورہ شاہ صاحب الازہری لکھتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا (صرف

نمبر)

یعنی شیطان نے کہا اے رب مجھے تیری عزت کی قسم جب ان کی رو میں ان کے جسم میں رہیں گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے بھی اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک یہ مجھ سے مغرقت طلب کرتے رہیں گے میں ان کو معاف کرتا رہوں گا۔

(قرطبی۔ ماخوذ: ضیاء القرآن ج ۱ ص ۵۳۲)

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تہائی میں یک جان ہوتا ہے تو وہاں تیسری ہستی شیطان کی ہوتی ہے جو دونوں کے دلوں میں جماع کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔

(مشکوٰۃ مترجم باب الزکاح ج ۲ ص ۹۱ محمد سعید ایڈیکیشن کراچی)

(۳) بریلوی جماعت کے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح چاری و ساری

ہے۔

(مسلم ج ۷ ص ۸۳۸ مصنف غلام رسول سعیدی)

(۴) مولوی عبد الباقی صاحب راہپوری اسی مذکورہ بحث میں لکھتے ہیں (فقہ کی مشہور کتاب درمختار کے مسائل نماز میں) لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدم کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا ہے، بعد اس کے لکھا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی تدبیر دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے۔

(۱) ملک الموت کا حال:

لَا يَرْجُو لَكُمْ مَلِكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ
بِكُمْ

(اسجدہ: ۱۱)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيِّ: حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ
الْمَوْتُ الْوَفَاتُ رُسُلَنَا وَهَمَ لَا يُلَاحِظُونَ مَكَ
(الانعام: ۶۱)

آپ فرما دیجئے تمہیں وفات دینا ہے
موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

یہاں تک کہ جب آفتاب کی کرنیں
سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے
ہیں اسکو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے
اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

بریلوی مذہب کے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:

روح البیان، خازن اور تفسیر کبیر میں زیر آیت حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ
الْمَوْتُ (الانعام: ۶۱) ہے۔

یعنی ملک الموت کے لئے زمین طشت (یعنی تھال) کی طرح کر دی گئی ہے
وہاں سے چاہیں لے لیں۔۔۔۔۔ ملک الموت پر روح قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں
، اگرچہ وہیں زیادہ بھوں اور کئی جگہ میں ہوں۔ (جاء الحق: ص ۱۵۴)
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

(اخرج) ابی ابن حاتم و ابو الشیخ عن
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن عبد اللہ بن
عن ثعلبہ عن ابيہ عن ابيہ عن ابيہ عن ابيہ عن ابيہ
و احدهما عن المشرق و آخرہ بالمغرب
کیف قدر ملک الموت علیہا قال
ما قدره ملک الموت علی اهل
المشرق و المغرب و الظلمات
و النوراء و البحور الا کما جل بیمن یدیه
مائدة و تناول من ابيہا شاء۔

ابن حاتم و ابو الشیخ ابی عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا
کے متعلق پوچھا گیا جن کی موت ایک
لحظہ میں واقع ہوئی تھی لیکن ایک
مشرق میں تھا اور ایک مغرب میں، تو
ملک الموت ان پر کیسے قادر ہوا تو
آپ نے فرمایا کہ ملک الموت کی قدر
مشرق و مغرب و اولوں اور
سارے کیوں اور ہواؤں اور سمندروں
پر ایسی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے
دستر خوان ہو اور وہ اس میں سے جو
چاہے اٹھائے۔

(ماخوذ: انجمناک فی اعتبار الملائک
لامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ص ۲۲ طبع مصر)

تبصرہ:

تاریخین! آپ نے قرآن وحدیث سے یہ بات ذہن نشین کر لی کہ جہاں اور جس جگہ بھی
انسان ہوگا وہاں ملک الموت اور شیطان بھی موجود ہوگا، پھر یہ بات کسی ایک زمانہ کے
ساتھ خاص نہیں بلکہ آدم علیہ السلام کے ساتھ یہ سلسلہ شروع ہوا اور قیامت تک جاری
رہے گا۔

نیز کیا آپ نے اپنی عمر کے کسی حصہ یا کسی وقت میں یہ بات کہیں سنی یا کہیں
پڑھی کہ ملاں آدمی یا کوئی نبی یا ولی آدم علیہ السلام سے لیکر تا قیامت تک یا اپنے وقت
سے لیکر تا قیامت تک زندہ رہے اور زندہ رہے گا؟ یا حضور علیہ السلام کے بارے میں کہ

حضرات گرامی !

قرآن کریم اور علامہ غلام رسول سعیدی کی تحریر و تحقیق سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبوت مجھے کے ۲۲ سال بعد تک آپ کو ایسی کوئی قدرت و طاقت نہ تھی جس سے آپ غیب یعنی گزرے ہوئے واقعات کو جان سکیں، کیا آپ یہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں، کہ حضور علیہ السلام کی ولادت شریف سے چھ یا سات صدیاں پہلے جب یہ واقعات پیش آئے تو اس وقت شیطان ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا ۱۲ اور اگر تھا تو شیطان کو تو چھ سات صدیاں پہلے ان واقعات کا علم ہو گیا اور وہ بھی بغیر وحی کے جبکہ حضور علیہ السلام کو ان واقعات کا علم وحی سے ہوا اور وہ بھی چھ سات صدیاں گزرنے کے بعد۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَءُ لَنْبِیٍّ اَنْیَ فَاَعْلٰ ذٰلِكَ عِلْمًا
اِلَّا اِنْ یَّشَاءُ اللّٰهُ۔ (الکہف: ۶۳-۶۴)

بریلوی جماعت کے ملحق احمد یار خاں کجراتی لکھتے ہیں:

(شان نزول) مکہ والوں نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تو حضور نے فرمایا پھر بتائیں گے (پھر نہیں نکل بتاؤں گا۔ خدا کے معنی نکل کے ہیں۔) اور انہ اللہ فرمانا یا ر نہ رہا تو کئی روز تک وحی نہ آئی، اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے حضور سے اصحاب کہف کے واقعہ کی تفصیل بیان نہ فرمائی تھی۔

(ترجمہ قرآن کفر الایمان تفسیری حاشیہ نور العرفان ص ۷۲)

اور علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ چند روزوں تک انتظار فرماتے رہے اور وحی نہیں آئی اور نہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے، اور اہل مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، اور رسول اللہ ﷺ ان کی باتیں سن سن کر غمگین ہوتے۔

(تبیان القرآن ص ۳۴)

ملک روم میں جزیرہ القوس کے شیرافسوس کے رہنے والے چھ سات یا اسیسٹان اوجان نہ

بادشاہ نعرانی تھے ۲۳۸ تا ۲۶۱ء میں اپنے زمانہ کے کافر بادشاہ "دقیانوس" نام کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے، کہا گیا ہے کہ ان کا کتا بھی ساتھ تھا، وہ سب قدرت الہی کے ان غار میں زمانہ و زمانہ تک سوتے رہے اور سوسہ لکھ سو چوبیس ہزار سال تک وہاں پر کاد رہے کہ وہ اصحاب کہف کو تین سو سال سا کر پھر ان کو اسی طرح اٹھا دے، اس پر بھی کاد رہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر دے۔۔۔ الخ۔ (تبیان القرآن ص ۵۲ ج ۷)

تجربہ:

چھ ساتھ ایمان دار نو جوان کافر بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے تین صدیاں وہ سوتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نیند سے بیدار کیا، پھر سلاخ یا یعنی موت دیدی، مشرکین مکہ نے انہیں کے متعلق حضور علیہ السلام سے سوال کیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں کل بتادوں گا، لیکن پندرہ دن تک وحی نہ آئی قریش یا مشرکین مکہ نے آپ کے متعلق بری باتیں کہنا شروع کر دیں، آپ ان کی باتیں سن سن کر تلخ ہوتے، جیسا کہ اوپر علامہ سیدی کے حوالہ سے ظاہر ہے تو غایت ہو کہ حضور ﷺ کو اپنی حیات شریفہ میں ایسی کوئی قدرت حاصل نہ تھی جس سے آپ فیض کی باتیں جان لیتے، اگر غیب حسانے کی قدرت ہوتی تو اتنی تکالیف کیوں اٹھانی پڑتیں؟ لیکن جب وہ یعنی اصحاب کہف کا منہ بادشاہ کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تو کیا اس وقت شیطان موجود نہیں تھا؟ کیا بادشاہ کے دل میں انہوں نے دوسرے نہیں ڈالا جس کی وجہ سے وہ بادشاہ ان نو جوانوں کا دشمن ہو گیا؟ پھر جب مشرکین مکہ نے حضور ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں سوال کیا تو کیا ان وقت شیطان مشرکین مکہ کے دلوں میں یہ دوسرے نہیں ڈال رہا تھا کہ تم ایسا کرو؟ جو لوگ بات بات پر کفر کے لٹوے لگاتے ہیں اور بات بات پر کہتے ہیں کہ شیطان کو سب قدرت ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہیں، اور شیطان کو فلاں بات کا علم ہے تو حضور ﷺ کو کیوں نہ ہو، وہ ان واقعات اور حالات سے عبرت لے کر یہی اور اپنے ایمان کی فہم مٹا دیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگر کاغذ چھوٹا ہوتا یا بڑا ہوتا ہے؟ قرآن کریم سے ثابت ہو گیا کہ آپ ہر جگہ حاضر و
 حاضر ہی موجود نہیں، لیکن شیطان بغیر بلائے خود اس کاغذ میں شامل ہے۔
 (۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن حولک من الاعراب منافقون اور تمہارے آس پاس بھٹے والے
 ومن اهل المدينة مردوا علی النفاق دیکھنا توں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ
 لا تعلمہم لکن نعلمہم بدینہ کے رہنے والے کچھ ہوں گے جن
 (البقرہ: ۱۷۷) غافل میں تم انہیں نہیں جانتے وہ ہم
 جانتے ہیں انہیں۔

بریلی جماعت کے ہم خیال چیر کرم شاہ صاحب الازہری اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔
 یعنی وہ اپنے ماہر منافق ہیں کہ اپنی بد باطنی (یعنی اندر کی خرابی) اور دلی خباثت کو کسی طرح
 ظاہر نہیں کر لے دیتے، کوئی بڑے سے بڑا زیرک (و غفلت) بھی اس پر مطلع نہیں ہو پاؤں،
 اور تو اور آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے
 بغیر انہیں نہیں پہچان سکتے، ہاں اللہ تعالیٰ سے ان کی فریب کاریاں پوشیدہ نہیں۔

(نہاد القرآن ج ۲ ص ۲۳، ۲۵)

نتیجہ:

نمبر (۱) "لا تعلمہم" (آپ انہیں نہیں جانتے) (القرآن نمبر (۲) اور تو اور
 نہ آپ بھی اپنے نفس کی صفائی اور فراست کی تیزی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں
 نہیں پہچان سکتے۔ (چیر کرم شاہ)

بریلی جماعت کے علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی اس موقع پر لکھتے ہیں:

مفسر سے منافقین کا حال جاننے کی غرض سے اس میں ماسبق ہے (یعنی اس وقت تک
 نہ منافقین کے حال کو نہیں جانتے تھے جب تک کہ آپ کو بتا نہیں دیا گیا۔) اور اس کا
 ترجمہ عطا ہوا، (غزوات القرآن ص ۲۳۲)

قارئین!

حضور علیہ السلام بھی مدینہ میں، اور منافقین بھی مدینہ میں، لیکن ان کے نفاق جن ان کی اندرونی خباثت کا علم آپ کو نہیں (جیسا کہ آپ نے ارپڑے حال) اور کیا شیطان ان کے حالات سے واقف نہیں، مگر کہو کہ نہیں تو ان کے اندر نفاق کی خباثت کا وسوسہ کس نے ڈالا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا شیطان انسان کے رگوں میں خون کی طرح جاری و ساری ہے۔ (حوالہ اوپر گزر چکا ہے)

بریلوی جماعت کے علامہ احمد سعید کاظمی لکھتے ہیں:

بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۲ میں صاف مذکور ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ اپنا یہ علمی و عملی قوت بنی آدم کو گسرا د کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ (ماخوذ: تہیان القرآن تفسیر پ ۱ ص ۱۵۵)

بریلوی جماعت کے غزالی زماں علامہ سعید احمد صاحب کاظمی لکھتے ہیں:

قرآن وحدیث میں کوئی ایسی نفس (و جنات اور دلیل) وارد نہیں ہوئی جس سے رسول اللہ ﷺ کے حق میں محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو۔۔۔ الخ۔

(الحقی المسبین: ص ۷۳)

بھئی، محیط زمین کے علم کی نفی ہوتی ہو، مطلب اس کا یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو پوری زمین کے ذریعہ اور پوری مخلوقات کے اندر اور باہر کے تمام حالات کا علم ہے کیونکہ کاظمی صاحب نے فرمادیا ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کو پوری زمین کا علم نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں ہے: **وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النَّاسِقِ لَا يَتْلُوهُمْ**۔ (توبہ: ۱۰۱) کچھ مدینہ کے رہنے والے بچے جو گئے ہیں نفاق میں تم نہیں جانتے انہیں۔ کیوں جی یہ آیت قرآن کریم کی نہیں اور مدینہ شہر جس میں خود حضور ﷺ بھی رہتے تھے زمین کا کھڑا نہیں؟ آگے چلیں۔۔۔

نمبر (۵) بریلوی جماعت کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

سلمہ امام بخاری اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانوں کو (مفرعہ راج کے موقع پر) انہیں (ممنوع نہیں رکھا تھا، سوائے ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے۔۔۔۔۔ (اردو شرح مسلم جلد ۱ ص ۷۸)

بریلوی جماعت کے صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب لکھتے ہیں:

مشرکین نے پوچھا اے محمد (ﷺ) اگر تم وہاں گئے ہو تو بتاؤ اس (مسجد اقصیٰ) کا راج اریں کسٹنی ہیں اور کیسی ہیں۔۔۔۔۔ اس کے سینہ رکھنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔ اس کے دروازے کتنے اور کیسے ہیں۔۔۔۔۔ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا: قُمْرِیْتُ خُزْرِیْتُ مَا تُخْبِرُنِیْ بِمَنْزِلَةِ قَطْرِیْنَ اَتَا تُفْکِنِیْ ہُوَا کہ میں اتنا فکین ہوا کہ اس سے پہلے ایسا بھی نہ ہوا تھا، اور یہ پریشانی، کوئی ایک لازمی امر تھا، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ مسجد اقصیٰ میں گئے تو ضرور تھے لیکن وہاں اتنی دیر تو نہیں ٹھہرے تھے کہ اس کی دیواریں اور اس کے دروازے ان کے دروازے گھنے کا وقت تھا۔۔۔ الخ۔

(المفرعہ: المراجع ص ۲۳۱، ۲۳۲ مصنف سید افتخار الحسن ناشر مکتبہ نور بیہ، درصوبہ گلبرگ اے لعل آباد، پاکستان)

تجربہ: سید احمد سعید کاظمی صاحب کے دعویٰ سے (جو اوپر گزرا) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک قرآن و حدیث وہ ہے جو کچھ وہ کہہ دیں اور لکھ دیں، آپ دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں اتنا فکین ہوا کہ پہلے ایسا بھی نہیں ہوا، حالانکہ آپ مسجد اقصیٰ میں گئے بھی تھے، دور انبیاء کرام کو اس مسجد میں نماز بھی پڑھائی، ہر جود دیکھنے کے

معلوم ہے اور لیکن جو چیز معلوم ہوتی ہے کہ فلاں جگہ پر ہے اسے کوئی بھی تلاش نہیں کرتا۔ مفتی احمد یار خاں گجراتی کا لکھنا تو یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے وہ کافر ہے (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) حیرانگی تو باہر سے بتا رہے ہیں کہ انہر دیکھا ہے لیکن حضور علیہ السلام اپنے گھر میں اسے تلاش فرما رہے ہیں اور وہ مل نہیں

پاتا۔

خلاصہ مضمون بالا:

نمبر: (۱) ومن اهل المدينة سرودوا غلی النفاق لا تعلمهم۔ (التوبہ ۱۰۱)

اور مدینہ کے رہنے والے آپ کے پیچھے ہو گئے ہیں، نفاق میں، نہیں جانتے تھے (پہلی مکمل دیکھئے نمبر ۴)

نمبر: (۲) مشرکین نے پوچھا۔ مسجد اقصیٰ کے دروازے، مزار اور دیواریں کتنی

ہیں۔

میں ٹھکنیں ہوا کہ ایسا کبھی ہوا تھا۔ (اوپر دیکھئے نمبر ۵)
نمبر: (۳) اندر تکریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا۔ (اوپر دیکھئے نمبر ۶)

تو یہ فرمائیں! مدینہ کے منافقین کے نفاق کا علم نہیں، ثابت ہوا کہ آپ ہر جگہ راجہ رکھیں نہ یہ قدرت رکھتے ہیں اور بیت المقدس کے بارے میں علم نہیں، تو معلوم ہوا کہ نہ آپ ہر جگہ موجود نہیں اور نہ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ موجود ہو جائیں، گھر کے اندر کتا ہے اور تلاش کیا جا رہا ہے ثابت ہوا کہ نہ بارے گھر کے اندر کا علم ہے اور نہ آپ بارے گھر میں ہر جگہ موجود ہیں، تو پھر معلوم نہیں کہ وفات کے بعد آپ ﷺ کو زمین کے ذرہ ذرہ اور تمام انسانوں کے اندرونی اور بیرونی حالات کا علم کیسے اور کس ذریعہ سے حاصل ہوا؟ حالانکہ وحی کا سلسلہ بند ہو چکا اور آپ اپنی حیات شریفہ میں عرب کی سرزمین ہو یا

رسول عبد الباق صاحب صاف صاف فرما رہے ہیں کہ انہیں کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات میں پایا جاتا ہے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں فقہائے کرام کا فتویٰ:

(۱) تزوج شہود وقال رسول خداي
 عن امرئ شنگان و انگوہ كرم يكفر لاسه
 بعن ان الرسول والملك يعلمون
 الغيب۔
 وعن هذا قال علماء نامن قال ارواح
 المشايخ حاضرة بكفر۔ (ماخوذ: حاشیہ
 لادبی عالمگیری ج ۶ ص ۳۶۶ مکتبہ مابدین
 مدینہ طیبہ روڈ کوئٹہ)

جس نے کہا میں نے نکاح میں فرشتوں
 اور رسول خدا کو گواہ کرنا ہوں اس نے
 کفر کیا، کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ
 فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔
 ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ جس نے
 کہا کہ مشائخ کی رو میں حاضر ہوتی ہیں
 وہ کافر ہو جائے گا۔

(۲) وفي الغيبة والخلاصة
 لزوج بشهادة ورسوله لا يعشد
 النكاح يكفر الاعتقاد ان السي
 لا يعلم الغيب۔
 (ماخوذ: بحر الرائق شرح مختصر الدقائق ج ۳
 ص ۸۸ مصنف الشيخ ابو حنیفہ ثانی زین
 العابدین عن النعمان الدین البصری عتقی
 ۷۷۷ھ)

یعنی بحوالہ قاضی خاں اور خلاصۃ
 القلاری لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ
 تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا
 کر نکاح کرے تو نکاح منعقد نہ ہوگا
 اور ایسے شخص کی تکفیر کیا جائے گی اسکے
 اس اعتقاد کی وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ
 غیب جانتے ہیں

حضرات!

آپ نے پڑھ لیا کہ حضرات فقہاء احناف کے نزدیک یہ مسئلہ اتنا واضح اور بے غبار ہے
 کہ انہیں کسی خوف اور (عطائی وغیر عطائی چکر کے) ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو
 انحضرت ﷺ (کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور آپ) کے لئے صرف ایک نکاح کی جگہ میں نام
 غیب بہت کرتا ہے۔

دوسری طرف پڑھیں مولوی عبد المسیح صاحب اسی بحث کے شروع میں لکھتے ہیں:

(فقہ حنفی کی مشہور کتاب) درمختار کی مساکل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے، علامہ شامی نے اس (عبادت) کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام اولاد آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر جس کو اللہ نے بچا لیا، بعد اس کے لکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیا ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے، آپ نے فقہاء کرام کی دونوں عبادتوں کو چڑھا۔ مثلاً

جس نے کہا میں نکاح میں فرشتوں اور رسول خدا کو گواہ کرتا ہوں اس نے کفر کیا کیونکہ اس نے اعتقاد رکھا کہ فرشتے اور رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔
فقہاء کرام کی انہی عبادتوں کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا ظہیر احمد سہارنپوری نے یہ لکھا ہے کہ:

نمبر: (۱) شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نفس سے ثابت ہوئی۔
نمبر: (۲) فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نفس قطع ہے کہ جس سے تمام نفس کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔
نتیجہ: فقہائے کرام کی عبادتوں اور فتوؤں سے بریلوی جماعت کے امام احمد رضا خاں اور اس کی جماعت کا فرغ نہیں ہوتی ہے جبکہ احمد رضا خاں کے فتوے سے مولانا ظہیر احمد صاحب اور فقہاء کرام کا فرغ نہیں ہوتا۔

اب یہ فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ کون سچا ہے؟
بوارق الامیہ اور تقدیس الوکیل کے متعلق رضا خانی گپ
رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”مناظر نظام مولانا غلام دغیر قصوری نے مولوی ظہیر احمد سہارنپوری سے اس کی تخریب عبادت پر مناظرہ کر کے اس کو عبرتناک شکست دی تھی۔۔۔۔۔۔ براہین قاطعہ کا مستعمل۔“

مولانا محمد رفیع الدین خان رحمۃ اللہ علیہ نے یو اے سی کے نام سے تحریر فرمایا تھا جو اس وقت شائع ہوا تھا فقیر کے پاس موجود ہے۔

(دعوتِ بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۱۷)

یہاں پر بھی جدی پیشی جھوٹ کا اظہار کیا گیا ہے غلام دستگیر قصوری کو اس مہاجرے میں مہرتاک فحشت ہوئی تھی تفصیل کیلئے تو آپ حضرت مولانا غلیس احمد مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح "تذکرۃ الغلیل" ملاحظہ فرمائیں جس میں مختصراً اس مہاجرے کی روئید اور تذکور ہے۔ مردست اتنا عرض کریں گئے کہ جس آدمی کو یہ شخص مناظر اسلام کہہ رہا ہے اس کی جہالت کا اقرار خود درضا خانی اکابر نے بھی کیا ہے تو جیت کا سوال قائم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ جب قصوری صاحب کا مناظرہ ایک طیر مقلد سے ہونے لگا تو مذاکیلے چیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم کو بلایا جب چیر صاحب ان کے پاس پہنچے تو پھر کیا ہوا خود چیر صاحب کی زبان ہی پر چلی:

"القرضی صاحب دعوہ میں وہاں پہنچا تو اچانک مولوی غلام دستگیر صاحب تشریف لائے اس سے پہلے مولوی صاحب کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ تھامیں نے خلوت میں بطور علمی تحقیق کے مولوی صاحب سے ایک بات دریافت کی کہ مولوی صاحب اگر مباحث میں مخالف یہ اعتراض کرے تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا مولوی صاحب خاموش ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کا سرمایہ علمی انداز کے برابر ہے۔"

(ملفوظات مہر، ص ۲۹)

نوٹی: جب خود تسلیم ہے کہ مباحث میں فریق مخالف کے سوالات کا کوئی مقبول جواب اس کے پاس نہیں اور علمی سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے تو اس آدمی نے خاک زبردۃ لحد شینا حضرت مولانا غلیس احمد مبارک پوریؒ کو فحشت دی ہوگی؟ پھر اس مناظرے میں اس آدمی کی حالت اور مناظرے کی حالت خود چیر صاحب نے یوں بیان کی:

"میں نے دراپہ محسوس کیا کہ معاملہ ہاتھ سے جاتا معلوم ہوتا ہے اس لئے

میں نے اپنی صاحب کو مخاطب کر کے کہا۔ (ملفوظات، ص ۲۹)

یاد رہے کہ اس مباحثہ میں فریق مخالف ایک نابینا غیر مقلد عالم تھے اور مباحثہ بھی کسی دینی علمی مسئلہ پر نہ تھا بلکہ حدیث میں "قریۃ" کا لفظ دکھانے پر تھا۔ مسگر غور و چارچوب میں کر بریلویوں کا یہ مناظر اسلام کس طرح ایک نابینا عالم کے سامنے چاروں شانے چت پڑا ہوا ہے۔ اور یہ صاحب جن کو ٹالٹ بنایا گیا تھا ان کو فتح میں کودنا پڑا۔ آگے ملاحظہ ہو:

"جب مجلس درخواست ہوئی اور ہم وہاں سے نکلے تو مولوی غلام دستگیر صاحب نہایت شکر یہ ادا کرنے لگے اور شانے راہ میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے لئے تائید بھی بنا کر بھیج دیا اور سن کام مشکل تھا۔" (ملفوظات میریہ، ص ۳۰)

یاد رہے کہ فقہ میں الوکیل نامی ایک کتاب کی مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنی ایک کتاب میں تعریف کی ہے راقم نے جب اس سلسلے میں مولانا سے رابطہ کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ کتاب کی غلطی ہے بعد میں ہمارے رفیق مناظر اسلام حضرت مفتی عباد صاحب مدظلہ العالی نے کجرات میں خصوصی طور پر مولانا اللہ وسایا صاحب سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو انہوں نے فرمایا کہ دراصل فقہ میں الوکیل کے نام سے مولوی قصوری صاحب کی دو کتابیں ہیں میں نے جس کتاب کی تائید کی اس میں مسلک اکابر کے اختلاف کوئی بات نہیں البتہ اگر پھر بھی اس میں کوئی بات بالعرض مسلک اکابر کے خلاف ہے تو میں اس سے بھی رجوع کرتا ہوں بعد میں اس کی تحریر مولانا مفتی عباد صاحب حفظہ اللہ کو بطور رہنکار دے بھی دی۔

یاد رہے کہ قصوری صاحب کے رسائل شائع ہو چکے ہیں جس میں فقہ میں الوکیل کے نام سے دو حصے موجود ہیں۔ دونوں حضرات اس وقت الحمد للہ جمیعہ حیات تھا کوئی بھی صاحب جا کر ان سے تصدیق کر سکتا ہے۔

جہاں تک مولوی عزیز احمد راجپوری صاحب مرحوم کی بات تو ان کی بڑی دینی الام۔ الحمد للہ اس راقم کے پاس بھی موجود ہے اور اس کتاب میں موصوف دارالعلوم

بانی و نگران اس کے بانی حجت الاسلام مولانا قاسم نانوتوی کے بارے میں لکھتے ہیں:
 ”مجھ کو خوف اس کا ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نے جو دیوبند کے
 مدرسہ کی تعمیر فرمائی، اس اسلام کو علم دین کی راہ بتلائی۔“

(یاد ارق اللامیہ، ص ۲۴ مطبوعہ ممبئی)

کیا جناب آپ تو دارالعلوم دیوبند کو محاذِ اسلام دشمن مدرسہ اور حجتہ اسلام کو گستاخ
 کہتے ہیں؟ تو انہیں مرحوم اور اہل اسلام کو علم دین کی راہ بتلانے والا کہہ رہے ہیں اب رو
 آپ کا کیا ہمارا؟ ان کا یہ نظریہ تسلیم کیوں نہیں؟ الحمد للہ کاشف صاحب ہم آپ کی طرح
 جو غیر اوروں کی کتابیں پڑھ کر گھر کے مناظر نہیں بنے بیٹھے ہیں جس بنیاد پر کھڑے ہیں پتھر
 عزاوہ مضبوط ہے ہمارے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کریں۔

اعتراض ۷: حضرت تھذیر الناس پر اعتراض

ان کے بعد رضا قانی نے تھذیر الناس پر دعویٰ گھسا پٹا اعتراض کیا ہے اس کا تفصیلی جواب
 لاحق ہو۔

تھذیر الناس کا پس منظر تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حجت الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ”تھذیر
 الناس من افکار اثر ابن عباس“ دراصل مولانا الحسن نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء
 نامہ ابن عباس کی تصحیح و توضیح کے متعلق ہے کا جواب ہے۔ جس میں اس اثر کے متعلق پوچھا گیا تھا
 کہ اس سے بظاہر ختم نبوت کا انکار لازم آ رہا ہے لہذا اس کی کوئی ایسی تاویل کر دی جائے جس سے
 ائمہ اربعہ کا انکار بھی لازم نہ آئے اور معنی بھی درست ہو جائے۔ اس اثر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح
 مائت و مائت و سات آسمان ہیں اور ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے ان ساتویں زمینوں
 کو ایک ہی نبی بنا لیا جیسے تمہارے انبیاء مثلاً تمہارے آدم علیہ السلام جیسے تمہارے نوح جیسے وغیرہ اور
 اسی طرح تمہاری زمینوں میں بھی اسی طرح ان ساتویں زمین میں بھی نبی ہوگا۔ یعنی
 کہ زمین ہر زمین کا اول نبی ہے اسی طرح آخری نبی بھی ہے۔ اب اشکال یہ ہوا کہ جب ہر زمین

میں ایک نبی ہے حتیٰ کہ ہمارے نبی ﷺ جیسا بھی نبی ہے تو ان میں آخری نبی کونسا ہے ہمارا۔ یعنی پہلی زمین والا یا دوسری الی آخر الارض؟ حالانکہ قرآن میں تو ہے ما کان محمد ابداً احد من رجاکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین اور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے کہ انا خاتم النبیین لانی بعدی۔ حضرت نے کہا کہ روایت کا انکار نہ کرو یہ تو شیعہ کا طریق ہے کہ وہ صحابہ کے قول کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت نے اس سوال کے جواب میں ”تقدیر الناس“ کے نام سے ایک جواب لکھا۔ یار لوگوں نے جس طرح اپنی غلطی سے مانگی، خود و تعصب کی وجہ سے اس ماہ پر ہزار تصنیف پر لائی، اعتراضات کئے اسی طرح اس صحیح حدیث کا انکار بھی کیا۔ اس لئے اول تو راستہ اس اثر کی صحت کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔ راقم کا یہ مضمون ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند جسبر ۲۰۱۵ کے شمارے میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

تصحیح اثر ابن عباس

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي التَّحْقِيقِ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ عَدَّيٍّ التَّحْمِصِيَّ الْأَنْطَلِجِيَّ نَسَلَ حَكِيمَ حَدَّثَنَا شَرِيكَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ الشَّاهِبِ عَنْ أَبِي الصُّخْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ: اللَّهُ الَّذِي عَلَّمَنِي سَبْعَ مَطْلُوبَاتٍ وَ هِيَ الْأَرْضُ وَ مِثْلُهَا (الطَّلَاقُ: ۱۲) قَالَ سَبْعَ أَرْحِينَ لِي كُلُّ لَرَحِي نَبِيٌّ كَتَبْتُكُمْ وَ أَدَمُ تَقَادُمُ وَ لَوْحٌ كَتُورُحٌ وَ أَبَوَاهُمُ كَتَابُوا أَحَبُّ وَ هِيَ نِسِي كَهَيْسِي

(ہذا حدیث صحیح الاسناد قتال فی التلخیص صحیح، المستدرک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۵۳۵، رقم الحدیث ۸۱۲۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت) ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سورۃ الطلاق کی آیت اللہ الذی خلق سبع سموات والایہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا کی ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہیں تمہارے آدم کی طرح آدم ہیں تمہارے لوح کی طرح لوح ہیں ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا۔

نیک اور سید کے ساتھ یہ روایت مختصراً بھی وارد ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَكَمِ الْقَاضِي قُتَابُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْحُسَيْنِ قُتَابُ بْنُ أَبِي إِسْمَاعِيلَ قُتَابُ بْنُ عَبْدِ وَابِنِ عَمْرٍة عَنْ أَبِي الصُّخْرِي عَنْ ابْنِ عُثَيْمٍ ابْنِ قُزَيْبَةَ عَنْ وَجَلٍ مَتَّبِعٌ مُتَّفَقٌ زَيْنُ الْأَرْضِيِّ يَنْفُلُهُنَّ قَالَ ابْنُ تَمَلِّ أَرْحَبِي نَحْنُ أَبْرَاهِيمَ
هَذَا حَدِيثٌ "صَحِيحٌ" عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يَخْرُجَاهُ قَالَ ابْنُ الصَّخْرِيِّ عَلَى
شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ

(المستدرک علی الصحیحین، رقم الحدیث ۴۸۴۳)

ہم کام فرماتے ہیں کہ یہ روایت علی شرط الشیخین ہے اور امام ذہبی بھی ان کے قول کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علی شرط البخاری والمسلم ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

أَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ وَابْنُ أَبِي خَالِمٍ وَابْنُ خَالِمٍ صَحِيحُهُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ وَفِي كِتَابِ الْأَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ

(الدور المنثور، ج ۶، ص ۲۳۸، دار المعرفۃ، بیروت)

نامتقل اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

صحیح

(کتاب الاسماء والصفات، ج ۲، ص ۲۶۸، ۲۶۹، رقم الحدیث ۸۳۲، ۸۳۱)

یہ روایت صحیح ہے

طارق رفاقی سے سوال ہوا کہ کیا سات آسانوں کی طرح سات زمیں ہیں، اور کیا ان میں مخلوقات ہیں؟

اگر مایاتی ہیں اور ابن حجر کے حوالے سے فرمایا کہ اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جو ابن حجر سے مختصراً موطا لا متقول ہے اور پھر امام بیہقی کے حوالے سے اس روایت کی تصدیق کی

۴۰

(اجوبة للأسئلة، السؤال الخامس والسادس والأربعون)

اسی طرح قاضی بدرالدین شیلی الحلی رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کہ کیا بھی جنات مسکین بھی رسول
مبعوث ہوئے، امام ضحاک کا ایک قول پیش کیا اور پھر اس کو مدلل کرنے کیلئے اثرا بن عباس کو
استدلال پیش کیا اور پھر فرمایا کہ اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے جسکو امام حاکم نے عمرو بن حمزہ عن
ابی القحسی کے طریق سے نقل کیا ہے اور میرے استاذ امام ذہبیؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:
هذا حديث على شرط البخاري ومسلم و رجاله ائمة

(آکام العرجان فی احکام البعان، ص ۱۴، ۶۳، مکتبہ القرآن مصر)

یہ حدیث علی شرط البخاری و مسلم ہے اور اس حدیث کے راوی بڑے بڑے محدث ہیں۔
اسی طرح یہ روایت صحیح کے ساتھ علامہ تاشی شوکانی ضیہ مقلد نے "نسب
القدر، ج ۵، ص ۳۹۵، دار ابن کثیر"، یعنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدة القاری، ج ۱۵، ص ۱۱۱،
دار احیاء التراث، علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے "کشف الخفاء، رستم الحدیث، ۱۶، ۳، علامہ
مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض القدر، شرح الحب مع الصغير، ج ۱۲، ص ۱۰۹، دار الکتب العلمیہ
بدمشق" پر بھی نقل کی ہے۔

جبکہ رضا خانوں بریلویوں کی محبوب ترین تفسیر "روح البیان" میں علامہ حنفی نے اسے اپنے
موقف پر بطور استدلال پیش کیا اور "آکام العرجان" والے کے حوالے سے اس روایت کو صحیح کہا

(روح البیان، ج ۲، ص ۱۰۵، دار الفکر بیروت)

نیز ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "اتحاف الصحر، ج ۸، ص ۶۵، رقم الحدیث ۸۹۲۲، اور حنفی
عبداللہ بن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر ابن کثیر، ج ۸، ص ۱۵۶، ۱۵۷، دار الطیبہ، ریاض"
میں "صحیح" کے ساتھ اس روایت کو درج کیا ہے۔

یاد رہے کہ ان تمام مفسرین و محدثین نے اس حدیث کو صحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کیا
اور کوئی جرح نہیں کی۔ اس روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت ابن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر میں "ومن فی الارض مطہون" کی تفسیر تمہارے
ہاتھ بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم کفر کر بیٹھو اور تمہارا کفر بھی ہوگا کہ تم اس کی حقیقت

ہستہ کے بعد اس کا اظہار کر بیٹھو گے۔

قال ابن جریر حدثنا عمر و بن علی حدثنا و کعب حدثنا الاعمش عن ابراهیم بن مہاجر عن مجاہد عن ابن عباس فی قوله (سبح سموات و من الارض مثلہن) قال لو حدثکم فیسیرہا الکفرتم و کفرکم تکذیبکم بها

رواه ابن حميد حدثنا يعقوب بن عبد الله بن سعد القمي الاشعري عن جعفر بن ابي
المغيرة الخزاعي عن سعيد بن جبير قال قال رجل لابن عباس (الله الذي خلق سبع
سموات ومن الارض مثلهن) فقال ابن عباس ما يؤمنك ان اعبرتك بها التكفر
(تفسير ابن كثير ج ٨ ص ١٥٦) دار الطبعة باطن، تفسير المراغي
ج ٢ ص ١٥١، مصطفى الهاشمي

کارمیں کرام اللہ اظہار مائیں کہ یہ دھن بڑے بڑے آدمی اس حدیث کی تصحیح کر رہے ہیں کوئی اس کو علی شرط البخاری و المسلم کہہ رہا ہے تو کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے راوی بڑے بڑے آدمی ہیں تو کوئی اس کا اپنے استدلال میں پیش کر رہا ہے تو کوئی اس کی تصحیح نقل کرنے کے بعد اس پر سکوت کر کے اس روایت کے صحیح ہونے کی تائید کر رہا ہے تو اب اسکی تصحیح ترین روایت کو ماننے سے کیا صرف اس وجہ سے انکار کرو یا جانے کہ اس کا ظاہر مفہوم ختم نبوت کے خلاف ہے یا اس روایت کا مطلب ایسا سمجھ نہیں آتا یا شیخ ناٹو تو ہی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا؟ اللہ پاک جزائے خیر دے گا سماعلوم والظہرات حمید اللہ فی الارض حضرت امام ناٹو تو ہی رحمہ اللہ علیہ کو کہ اس حدیث کا ایسا تفسیر مطلب بیان کیا کہ حدیث کی صحت بھی برقرار رہی اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت پر بھی کوئی حرف نہ آیا۔ تفصیل کیلئے ”تحفہ الرائس“ کا مطالعہ کریں۔

بریلوی شیخ الحدیث اور اشراف عباس

مولوی غلام رسول سعیدی بریلوی مفتی اعظم پاکستان پر، فیسر عقیب الرحمن صاحب کے مدرسے کا مبلغ الخدیش ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ موصوف بریلوی مسلک میں کس پائے کے عالم ہیں۔ ان کی تفسیر ”جہان القرآن“ کے متعلق مفتی عقیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

بظہن (الطریق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سات زینبیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور حضرت آدمؑ کی مثل آدم ہیں اور حضرت نوحؑ کی مثل نوح ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی مثل ابراہیم ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کی مثل عیسیٰ ہیں۔ امام جاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا عاقلہ ذہن نے بھی کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

(المسند رک: ج ۲، ص ۹۳، طبع قدیم، المسند رک، رقم الحدیث ۴۸۲۲، المکتبۃ البصریہ ۱۳۲۰ھ)

امام ابو بکر احمد بن حنبلؓ نے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے، ایک سند ہے از طاہر بن السائب از ابی الطغی از ابن عباسؓ ہے اور دوسری سند از عمرو بن سرہ از ابی الطغی از ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ امام بخاری لکھتے ہیں اس حدیث کی سند حضرت ابن عباسؓ سے صحیح ہے اور دائی سرہ کے ساتھ شاذ ہے اور میں نہیں جانتا کہ ابی الطغی کا کوئی متابع ہے۔

(کتاب الاموال والصفات، ص ۸۹، ۳۹۰، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت)

علامہ عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی متوفی ۷۵۹ھ اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں ہیں ایک حضرت ابن عباسؓ تک متصل ہے اور دوسری سند ابی الطغی پر متوقف ہے (الخ) (تذکرہ المسیر، ج ۸، ص ۳۰۰، مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۰۷ھ)

ان ابن عباسؓ کے متعلق محدثین اور مشاہیر علماء کی آراء

مفت شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ بعض لوگوں کا قول ہے کہ زمین واحد ہے ابن الجوزی نے کہا یہ قول قرآن و سنت سے مردود ہے میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ سات زمینیں متصل ہیں ورنہ یہ قول قرآن اور حدیث کے صریح مخالف ہے سات زمینوں پر دلیل یہ ہے کہ امام ابن حجر نے از ابی الطغی از ابن عباسؓ (الطریق: ۱۲) کی تفسیر میں روایت کیا ہے:

کہ زمین میں حضرت ابراہیمؑ کی مثل ہے جس طرح زمین کے اوپر مخلوق ہے اور اس کی سند صحیح ہے

اور امام حاکم اور امام بیہقی نے اس کی طویل متن سے روایت کیا ہے کہ سہ ماہی زمین میں تہوار کے آدم کی طرح آدم ہیں اور تہوار کے نوح کی طرح نوح ہیں اور تہوار کے ابراہیم کی طرح ابراہیم ہیں اور تہوار کے عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں اور تہوار کے نبی کی طرح نبی ہیں۔ امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر یہ مراد کے ساتھ شاذ ہے اور امام ابن ابی حاتم نے از عبادہ از ابی عباس روایت کیا ہے کہ اگر میں تم سے اس کی تفسیر بیان کروں تو تم فکر کر دے گے اور تہوار کفر اس روایت کی تکذیب ہے۔ اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ زمین اوپر تلے ہیں مگر ان کے درمیان مسافت نہیں ہے اور ساتویں زمین سپاٹ ہے اس کا کوئی بطن نہیں ہے اور اس کے وسط میں مرکز ہے اور وہ ایک فرض نقطہ ہے لیکن ان کے اقوال پر کوئی دلیل نہیں ہے اور سنن ابو داؤد اور سنن ترمذی میں حضرت عباس بن عبد المطلب سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر دو آسمانوں کے درمیان ایک ہفت سال کی مسافت ہے لیکن ان حدیثوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ مسافت کا یہ فرق رفتار کی تیزی اور کمی پر مبنی ہے۔

(فتح الباری، ج ۶، ص ۳۳۳، ۳۳۵، دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ ابو الیمان الدیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے لیکن میں کہتا ہوں اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے۔ (روح المعانی، ج ۲۸، ص ۳۱۱، دار الفکر بیروت ۱۴۱۷ھ)

(بحوالہ تبيان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۶ تا ۹۷، فرید بک سٹال، لاہور المطبع الخراسانی، جنوری ۲۰۱۱ء)

اثر ابن عباس پر اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

{اعتراض نمبر ۱}: اس حدیث کی تصحیح امام حاکم نے کی ہے اور حاکم حدیث کی تصحیح میں قائل ہیں اس لئے اس کی تصحیح کا اعتبار نہیں۔

{جواب}: درست کہا مگر روایت کی تصحیح میں صرف امام حاکم متفق نہیں بلکہ امام بیہقی و امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے اور آپ نے یہ بھی پڑھا ہوگا کہ جب حاکم کی تصحیح پر ذہبی موافقت کرے تو روایت قابل قبول ہوگی۔

{اعتراض نمبر ۲}: ذہبی نے اس کو صحیح نہیں کہا بلکہ حسن کہا ہے اور دونوں میں یونان بعید ہے۔
 {جواب}: ہم نے ماقبل میں صراحت کے ساتھ امام ذہبی سے ”صحیح علی شرط البخاری والاسلم“ کے
 بلاط نقل کئے ہیں البتہ ”آکام المرجان“ والے نے ذہبی کے حوالے سے ”حسن“ کا لفظ نقل کیا
 ہے لیکن یہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ بہت سے معتقدین حسن اور صحیح میں فرق نہیں کرتے بلکہ حسن
 صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں بلکہ امام حاکم کا تو عام صنیع ہی یہی ہے کہ دو صحیح پر حسن کا اطلاق
 کرتے ہیں تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:

(تذریب الراوی شرح تقریب النووی، ص ۸۱۳: قدیمی کتب خانہ۔ کراچی)
 میں جب دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا اس اعتبار سے لامناطاً بین نصیح الحاکم و البیہقی
 ونحسین اللہھی فافہم۔

{اعتراض نمبر ۳}: آپ کی ذکر کردہ پہلی روایت میں عطاء ابن السائب ہیں اور ان سے روایت
 کرنے والے ”شریک“ ہیں اور عطاء ابن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور امام
 نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شعبہ و سفیان کے علاوہ جنہوں نے بھی عطاء بن سائب سے
 روایت کیا ہے وہ حالت اختلاط میں روایت کیا ہے۔

{جواب}: امام نووی نے ابن معین کے حوالے سے جو لکھا یہ بسبب ان کے تنبیح کے ہے۔ جو کہ
 درست نہیں اس لئے کہ شعبہ و سفیان کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی حالت اختلاط سے پہلے عطاء
 ابن السائب سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عطاء بن سائب سے
 اختلاط سے قبل روایت کرنے والے شعبہ و سفیان کے علاوہ زہیر بن امدؤ و حماد بن زید و ایوب
 الدان کے علاوہ بھی کئی ہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۸۴: دار الفکر۔ بیروت)
 اور ان میں سے تو صاف صریح لکھا ہے کہ عطاء بن السائب سے قدیم قبل الاختلاط نقل کرنے
 والوں میں سے ”شریک“ بھی ہیں۔

(تہذیب الکمال، ج ۲، ص ۸۶)
 اور ان کا نام بھی ان حضرات میں ملتا ہے جنہوں نے حالت صحت میں عطاء بن سائب سے

روایت کی ہے۔

(المخرج والتعلیل، ج ۱۳، ص ۷۱)

پھر اس اشکال کے ہوتے ہوئے بھی ذہنی و پہنچی نے اس کو صحیح کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اعتراض درست نہیں۔

{اعتراض نمبر ۴}: اس کی سند میں واقعی کذاب ہے۔

{جواب}: ہم نے مکمل سند پیش کر دی ہے اس میں واقعی کا نام دکھانے پر منہ مانگا انعام۔

{اعتراض نمبر ۵}: یہ حدیث شاذ ہے اور حدیث صحیح کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ شذوذ سے پاک ہو بلکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

جواب: یہ بھی اہل بدعت کا تراویح کا معاملہ ہے وہ اس طرح کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے منافی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے کہ ایک شاذ وہ ہے جو "مقبول" ہے اور ایک شاذ وہ ہے جو "مردود" ہے۔ شاذ مردود تو وہ ہے جس میں ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کرے سو یہ شاذ صحت کے منافی ہے۔

اور شاذ مقبول ہے کہ جس میں صرف ایک ثقہ راوی روایت نقل کرے اس تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ مردود نہیں بلکہ مقبول ہے اور ایسی شاذ روایت صحیح میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ امام نووی حدیث صحیح کی تعریف میں ایک شرط یہ لگائی کہ وہ شاذ نہ ہو تو سید علی اس شاذ کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ شاذ تین قسم پر ہے (۱) ثقہ کی اوثق کی مخالفت (۲) مطلقاً ثقہ کا تفرد (۳) مطلقاً راوی کا تفرد۔ نووی جس شاذ کو صحت کے منافی سمجھ رہے ہیں وہ شاذ کی پہلی قسم یعنی ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرتا۔

اسی طرح امام نووی جہاں شاذ کی تعریف بیان کرتے ہیں وہاں فرماتے ہیں کہ اگر راوی اپنے سے زیادہ حافظہ و ضابطہ کی مخالفت کرے تو یہ شاذ مردود میں شمار ہوگا البتہ اگر مخالفت نہ ہو مگر ضابطہ حافظہ ہو اور محض تفرد کی وجہ سے شاذ ہو تو یہ شاذ صحت کے منافی نہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ شاذ اگر تفرد راوی کی وجہ سے ہو اور اوثق کی مخالفت نہ ہو تو یہ صحت کے منافی نہیں بلکہ صحیح ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث صحیح کا شذوذ سے پاک ہونا محدثین کے نزدیک شرط ہے فقہاء کے نزدیک نہیں بلکہ وجہ ہے کہ علامہ خطابی نے صحیح کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ جس کی سند متصل ہو اور ادنیٰ عادل ہوں۔

علامہ بحث یہ کہ شاذ علی الاطلاق صحت کے معنی میں نہیں بلکہ صرف وہ شاذ مردود ہے جس میں شاذ اثر کی مخالفت کرے اور اثر ابن عباس شاذ مردود میں سے نہیں بلکہ شاذ مقبول میں سے ہے کیونکہ ابی اللمی خود شاذ ہے اور اپنے سے اثر کسی راوی کی مخالفت نہیں کر رہا مگر چونکہ اس کا متابع نہیں لہذا اس فقرہ کی وجہ سے اس کو شاذ کہہ دیا گیا۔

پھر جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے کیا اہل بدعت ان سے زیادہ علم اصول کے کھنے والے ہیں کہ وہ اس پر صحیح کا حکم لگا کر قبول کر رہے ہیں اور اثری بدعت اسے شاذ کہہ کر رد کر رہے ہیں؟

حوالہ جات کی عبارات

قال العزاقی: وأما السلامة من الشذوذ والجدة فقال ابن دقيق العيد في الاقتران ان اصحاب الحديث زادوا ذلك في حد الصحيح قال فيه نظر على مقتضى نظر الفقهاء لان كثير من العطل التي يعطل بها المحدثون لا تجري على اصول الفقهاء قال تعزاقی والجواب ان من يصف في علم الحديث انما يحد كمر الحد عند اهله لا عند غيرهم من اهل العلم آخر وكون الفقهاء والاصوليين لا يشترطون في الصحيح هذين الشرطين لا يفسد الحد عند من يشترطهما ولذا قال ابن الصلاح بعد الحد في هذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بخلاف بين اهل الحديث وقد يختلفون في صحة بعض الاحاديث لا يختلفون في وجوب هذه الاوصاف ليه او لا يختلفون في انهم اخطا بعضها كما في العرسل

(تدریج الراوی، ص ۶۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) المصباح بمراده من الشذوذ ذہنا و قد ذکر فی نوعه ثلاثة اقسام احدها مخالفة الشذوذ جمع منه والثاني نفي البقرة مطلقا والثالث نفي الراوی مطلقا ور د الآخرین فالظاهر انه او اذهنا الاول

(تدریسِ الراوی، ص ۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) قال الراوی ان لم یخالف الراوی فان كان عدلا حافظا موثوقا بضبطه كان تفرده صحيحا وان لم یوثق بضبطه لم یعد عن درجة الضابط كان حسنا وان بعد كان شاذا متکرا مر دو ذوا الحاصل ان الشاذ المر دو ذهو القرد المخالف والقرد الذي ليس فی رواته من الثقة والضبط ما یحس به تفرده

(تدریسِ الراوی، ص ۲۰۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) قال الشيخ المحقق وبعض الناس یفسرون الشاذ بغير الراوی من غیر اعتبار مخالفة للثقات کما سبق و یقولون صحيح شاذو صحيح غیر شاذ فالشذو ذی هذا المعنی ایضا لا ینافی الصحة کالغرابه و الذي یدکر فی مقام الطعن هو مخالفة للثقات (مقدمہ مشکوٰۃ، ص ۷۸، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

امام نانوتوی رحمہ اللہ سے اس اعتراض کا جواب

اللہ کی کرہوں و حرمین نازل ہوں مجھ الاسلام پر کہ جنہوں نے تحذیر الناس پر یا لوگوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کے جوابات اپنی زندگی ہی میں دے دئے تھے اس اعتراض کا جواب میں مولانا نے تحذیر الناس میں دیا ہے وہ وہی ہے جیسے راقم نے ماقبل میں نقل کیا ملاحظہ ہو:

”اور جس نے اس کو شاذ کہا ہے جیسے امام بیہقی تو انہوں نے صحیح کہہ کر شاذ کہا ہے اور اس طرح سے شاذ کہنا سوا عن حدیث میں سے نہیں سمجھا جاتا

کما قال سید الشریف فی رسالہ فی اصول الحدیث قال انشأ فی الشاذ مار و اشارة مخالفا لمار اوہ الناس قال ابن الصلاح فیہ تفصیل فیما خالف مفر دوہ و احفظ منه و اضبط فشا دو مر دوہ ان لم یخالف و هو عدل ضابط فصحيح و ان رواه غیر ضابط لکن لا یعد عن درجة الضابط فحسن و ان بعد المتکرر

اُس سے صاف ظاہر ہے کہ شاذ کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ روایت ثقہ کی مخالف روایات ثقات ہر دوسرے یہ کہ اس کا راوی فقط ایک ہی ثقہ ہو سو باس معنی اخیر جملہ اقسام صحیح ہے نہ حدیث صحیح چنانچہ

شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں

قال الشيخ عبد الحق المحدث الدهلوي في رسالة اصول الحديث التي طبعها
ولانا احمد على في اول المشكر فالمطربو عدة بعض الناس بعض الناس يفسرون
لشاذبغور الراوي من غير اعتبار مخالفة للثقات كما سبق و يقولون صحيح شاذو
صحيح غير شاذو فالشذو ذ بهذا المعنى ايضا لا ينافي الصحة كالتغريب والسبب في ذلك
في مقام الطعن هو مخالف للثقات انتهى

یہ بات اچھنڈی کہتی ہے جو میں نے عرض کیا سلفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں اور
یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے وہ شذوذ جرقارح صحت سے بمعنی
تفاوت ثقات ہے چنانچہ یہ شریف علی رسالہ مذکور میں تعریف صحیح میں یہ فرماتے ہیں:
وما اتصل منه بنقل العدل الضابط عن مثله وسلم عن شذو ذو علة و معنى
بالمتصل ما لم يكن مقطوعا عاباى وجه كان وبالعدل من لم يكن مستورا للعدل ولا
مجر و حاو بالضابط من يكون حافظا متيقظا و بالشذو ذ ما يرويه الفقه مخالفا لما
يرويه الناس و بالعلة ما فيه اسباب بخلية غامضة قاصدة

اس تقریر سے اہل علم پر روشن ہو گیا ہوگا کہ شذوذ بمعنی تفاوت ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنی
تفاوت ثقات صحت کیلئے مضر ہے جو حدیث ہائیں حتی شاذ سے وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔

(تخفیر الناس ص ۲۳، کتب خاترہ نمبر ۱۔ دیوبند ص ۸۳، ادارہ تحقیقات اہل سنت۔ لاہور)
انکار و انکار نہیں کہ امام کی اصول حدیث پر کتنی گہری نظر تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے جو پہلی
مبارت پیش کی وہ:

علم اصول الحديث لمحمد الشريفة الجرجاني المتوفى سنة ۸۱۶ هـ ص ۶۰، دار ابن
حزب، دہرہ پر موجود ہے۔

دہری مبارک شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ہے جس کا حوالہ گر چکا ہے۔

جنگہ نمبر مبارک جرجانی کی علم اصول الحدیث، ص ۲۸ پر موجود ہے۔

دارالحدیث نے بھی یہی بات لکھی کہ محدثین جس شاذ کو صحت کے معانی سمجھتے ہیں وہ صرف وہ شاذ

ہے کہ جس میں اوثق کی مخالفت کی جائے فقط۔

قال البخاری: والمحدثون يسمونه شاذاً لانهم فسروا الشذوذ المشعر طغيه
بعض القلة الراوي في روايته من هو ارجح منه عند بعض الجمع بين الروايتين۔

(فتح المغيب بشرح الفیقا الحدیث ج ۱، ص ۶۹، مکتبہ دارالمنہاج بالریاض
الطبعة الاولى ۱۴۲۶ھ)

(اعتراض نمبر ۶): سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ یہ ممکن ہے کہ کسی
روایت کی سند صحیح ہو مگر متن میں کوئی علت قادح ہو۔

{جواب}: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض تو ہر حدیث پر ہو سکتا ہے چنانچہ جس نے کسی حدیث
کا انکار کرنا ہو کہ وہی کہ سند تو ٹھیک ہے مگر سند کے درست ہونے سے متن کا درست ہونا لازم
نہیں آتا۔ پھر یہ اعتراض بھی قلمت فہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ محدثین میں سے جب کوئی کسی
روایت کو نقل کرے اور اس کے متعلق ”صحیح الاسناد“ کہے تو یہ اس کے متنازعہ صحیح ہونے کی دلیل
ہے اور آئمہ نے اثر ابن عباس کو روایت کرتے ہوئے اس پر صحیح کا حکم لگایا اور کوئی علت قادح
بیان نہیں کی امام شافعی نے اگرچہ شاذ کہا مگر وہ اثر کی صحت کیلئے قادح نہیں جیسا کہ بیان
ہو چکا۔ نقل کردہ اصول پر دلائل ملاحظہ ہو:

غیر أن المصنف المتعمد فيهم إذا اقتضوا على قوله: بأنه صحيح الإسناد ولم يذموا له
علته لم يقدح فيه فالظاهر منه الحكم بأنه صحيح "ففي نفسه لأن عدم العلة والقادح قد
الأفضل۔

(الرفع والتكميل، ص ۸۲، ۸۳، المرصد الرابع، مکتبہ ابن تیمیہ، مقدمہ ابن صلاح
، ص ۲۳۔ فتح المغيب، ج ۱، ص ۸۸، المکتبہ السلفية)

وقال العراقي: وكذا الكافي ان اقتصر على قوله حسن الاسناد ولم يعقبه بضعف فليس
ايضا محكوماً له بالحسن۔

(شرح التبصرة والتذكرة، ص ۵۶)

(اعتراض نمبر ۷): ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اس کو اسراعیلیات میں شمار کیا ہے۔

(جواب) : اللہ پاک ان پر اپنی رحمت کرے ان کا یہ قول بلا دلیل ہے۔ اصول یہ ہے کہ جب صحابی کا قول قیاس کے موافق نہ ہو تو وہ ٹی کریم ﷺ کی حدیث پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی صحابی کا قول جب مددک بالقیاس نہ ہو تو مسند حدیث پر محمول کیا جائے گا۔

ان جرح ورحم اللہ فرماتے ہیں :

يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ لَّهُم مَّا يَشَاءُونَ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَهُوَ ظِلُّهُ لِمَن يَشَاءُ مِنْ الْأَمْوَالِ الَّتِي هَدَى اللَّهُ لَهَا وَيُخْرِجُ أَصْنَافًا مِّنْهَا ذَلِكُمْ فَذَلِكُنَّ أَصْنَافٌ مِّنْهُ يُخْرِجُهَا فِي يَوْمٍ لَا يُخْلَقُ فِيهَا فَجْرٌ وَلَا يَصْطَلِحُ فِيهَا قَمَرٌ ۚ لَئِن لَّمْ يَظْهَرِ عَلَيْكُمْ فَجْرُ الْيَوْمِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (فتح الباری، ج ۱، ص ۳۵۴، دار الصغرى، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث اہل کتاب سے نہیں لی اور جو صحابی ایسا ہو اور ان کی حدیث میں رائے کا احتمال بھی نہ ہو تو وہ مرفوع کے حکم میں ہے
 قریب قریب یہی بات (فتح الباری، ج ۱، ص ۱۲۸، شرح البصيرة، ج ۱، ص ۱۷۱) پر بھی موجود ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے کے تحت مخالف تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں :
 يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْكِتَابِ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ لَكُم مِّنْهُ حِكْمَةٌ بَلَىٰ ۗ إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (فتح الباری، ج ۱، ص ۱۲۸، شرح البصيرة، ج ۱، ص ۱۷۱) پر بھی موجود ہے۔
 کتب اللہ وغیرہ افککوا ابانہم الکتب قالوا ہو من عند اللہ لیس من و اجہ لنا قلیلا (بخاری)

اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں کہیے یا چھو سکتے ہو جبکہ تمہارے پاس تو ان کا کتاب موجود ہے جس کو اللہ نے تمہارے حبیب پاک ﷺ پر اتارا جو صرف اللہ تعالیٰ کی باتیں بیان کرتا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا اور ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بات بھی عطا کی کہ اہل کتاب نے اپنی کتابوں کو جھڑپ کر دیا تھا۔۔۔ الخ

ادھر مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے اور مددک بالقیاس بھی نہیں لہذا یہ حکم مرفوع ہے اور کسی قول بلا دلیل کی بنیاد پر اس صحیح ترین روایت کو رد نہیں کیا جاسکتا۔
 اللہ تعالیٰ ائمہ الخراف نے انتہائی مخفہ انداز میں اس اثر پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

دے دئے ہیں اگر کوئی اور اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیا جائے انشاء اللہ۔ یار زندہ صحبت ہائی
لوٹ: یہ تمام اعتراضات ”سہ ماہی سوادا عظیم دہلی“ میں ۱۱ تا ۱۵، ج ۲ ش ۳ سے لئے گئے ہیں

اثر ابن عباس کی تصحیح کرنے والوں پر رضا خانی فتویٰ

ما قبل میں تفصیل سے گزر چکا کہ کتنے بڑے بڑے آئمہ نے اس روایت کی تصحیح کی پھر جنہوں نے
اس کو روایت کیا ظاہر وہ بھی اس کی تصحیح پر متفق ہیں مگر دوسری طرف رضا خانی فتویٰ ملاحظہ ہو:
(۱) محکم شاہ بخاری آف ایک لکھتے ہیں:

”اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے
وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زور پڑتی ہے۔“

(ختم نبوت اور تحذیر الناس، ص ۳۱)

بریلوی شیعہ اہلسنت حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”ان (مولوی غفر علی خان والدہ احمد رضا خان بریلوی) کی رائے میں اثر ابن عباس کی
صحت قبول کرنے کے بعد مولانا محمد احسن منکر خاتم النبیین ٹھہرتے تھے۔“

(محاسبہ یوہندیت، ج ۲، ص ۵۱، تنظیم اہلسنت کراچیا)

غلام نصیر الدین سیالوی الدین اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”ائم گرانو تو می صاحب ختم زسانی کے قائل تھے تو وہ اثر ابن عباس کی تصحیح و تقویت کیوں کر رہے گا
۔“

(عہد امت اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۱۹۲)

خلاصہ کلام یہ کہ سچا اللہ قائل میں ذکر کر دینا یہ تمام آئمہ ختم نبوت کے منکر تھے تو لازم صرف امام
نانو کو رحمتہ اللہ علیہ پر کیوں؟

بریلویوں سے ہمارا مطالبہ

جب یہ اثر درست ہے تو اب اس کا کوئی ایسا معنی بیان کرو کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کا انکار لازم نہ
آتا ہو اور ہاں اس کیلئے تحذیر الناس کو ہرگز ہاتھ مت لگانا۔

جیلج

ہم دنیا میں موجود ہر ایک چھوٹے بڑے بریلوی کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر میں
میں ذرا بھی ایمان و انصاف کا مادہ ہے تو تختہ زیر الناس کی یہ خود ساختہ عبارت جس کا
مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں نقل کیا ہے اسی ترتیب کے ساتھ
تختہ زیر الناس کے کسی ایک صفحے پر دکھا دیں۔

تاریخ کرام! مولوی احمد رضا خان صاحب خاں نے اہلسنت کی تحقیر کے شوق میں اس
قدر مقلوب ہو چکے تھے کہ نہ انہیں دعوت کا خوف آیا نہ یوم آخرت میں حساب و کتاب کا خیال آیا
انگریز کے چند سکوں کی خاطر اپنے انصاف و دیانت کے موجوں کو یوں بچا کہ تختہ زیر الناس کی اس
۱۳ سے عبارت کا ایک ٹکڑا ۱۱ کے بعد ص ۲۸ سے ایک ٹکڑا اور آخر میں ص ۳۲ سے ایک ٹکڑا
اٹھیں آپس میں یوں جوڑ دیا کہ یہ مسلسل ایک عبارت معلوم ہوتی ہے اور یوں ایک کفری مضمون
تیار کر لیا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے پہلی عبارت ص ۱۳ کی یوں لکھی۔

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہوتا بدستور ہوتا رہتا
ہے۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

غرض اختتام اگر باہم معنی تجویر کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہو چھڑا۔ اگر سنت کی
نسبت خاص نہیں ہوگا۔۔۔

مولوی احمد رضا خان صاحب نے ص ۲۸ کی عبارت یوں لکھی:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی علیہ السلام
فرق نہیں آئے گا۔

حالانکہ پوری عبارت اس طرح ہے:

ہاں اگر خاتمیت پر معنی انصاف ذاتی یوسف نبوت کیجئے جیسے اس کچھد اللہ الہا نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالکلیں میں سے مباحث نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط اہلیہ کے افراد عادی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ بالفرض بعد زناد نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں نہ کو فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تہجیز کیا جائے۔

تذریعہ اس کے ص ۱۲ کی عبارت کے ۲ جز ہیں:

- (۱) عرض اختتام اگر بائیں معنی تہجیز کیا جائے جو میں نے عرض کیا
- (۲) تو آپ کو خاتم ہونا اہلیہ مگز شدہ کی نسبت خاص نہیں ہوگا
- (۳) بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا حاتم ہوتا بدستور باقی رہتا ہے۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جز ۱۱ اور تیسرا حصہ جز آہ پر معطوف ہے مولوی احمد رضا خان صاحب شرط جز آہ کو مضمون کر گئے اور صرف معطوف کو ذکر کر دیا۔

ص ۲۸ کی عبارت کے چار جز ہیں:

- (۱) ہاں اگر خاتمیت --- الی عرض کیا
- (۲) تو پھر سوائے --- الی نہیں کہہ سکتے۔
- (۳) بلکہ اس صورت میں الی ثابت ہو جائیگی۔
- (۴) بلکہ اگر بالفرض --- الی اخرو۔

پہلا حصہ شرط ہے دوسرا جز ۱۱ اور چوتھا حصہ جز آہ پر معطوف ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے شرط کو بھی غائب کر دیا جز ۱۱ کو بھی اور دو معطوفوں میں سے ایک معطوف کو بھی غلط کر لیا۔

الی علم حضرت اس بات کو خوب جانتے ہو گئے کہ اگر جملہ شرطیہ میں سے شرط یا جزاء کو

حذف کردہ میں تو باقی الفاظ جملہ نہیں بنا کرتے۔

(قطبی ص ۶۸ شرح ابن قتیل ج ۱ ص ۱۶۱ تصریح علی التوضیح ج ۱ ص ۲۶)

غور فرمائیں جس عبارت سے جملہ ہی نہ بنے وہ بھلا کسی کا عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مولوی احمد رضا خان نے محمد بن الناس کے ص ۳ کی عبارت کے ترجمہ بھی بدترین خیانت کی اصل عبارت ”مگر اہل ایم پر روشن ہوگا کہ تقدیم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ نفسیات نہیں“ ہے اس عبارت میں نفسیات بالذات کی لفظی کی گئی ہے نہ کہ مطلقاً نفسیات کی لفظی کی گئی مگر خان صاحب نے اس مرئی ترجمہ اس طرح کیا

مع الله لا فضل ليه اصلا عند اهل الفهم

جس کا مطلب ہوا کہ نبی علیہ السلام کے آخری نبی ہونے میں اہل ایم کے نزدیک بالکل بھی نفسیات نہیں۔ بالذات نفسیات نہ ہونا اور بالکل نفسیات نہ ہونا ان دونوں میں کتنا فرق ہے اہل ایمان پر تحقیق نہیں۔ بالذات کی لفظی کا مفہوم بالعرض کا اثبات ہے اور مفہوم تصانیف کا مستحکم ہوتا ہے (فتاویٰ شامی - ج ۳ - ص ۶۳۲) پھر محمد بن الناس کی عبارت میں ”مگر“ کا لفظ تھا مگر خان صاحب مگر کا ترجمہ ”مع“ کرتے ہیں کوئی ہمیں بتائے کہ مگر کا ترجمہ کس عربی لغت میں ہے؟ اتنی صریح غیبتوں اور بددیانتوں کے بعد بھی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ احمد رضا خان نے سب اعتراضات یا پتھوئے عشق رسالت کی بناء پر دے۔۔۔ ہر گز نہیں۔ اگر کوئی احمد رضا خان صاحب کی طرح اس بے حیائی اور بے شرمی پر اتر آئے تو سو سو کفر و نفاق احمد رضا خان کی کتاپوں سے نکالے جاسکتے ہیں۔ مثلاً چھوڑ لیں ملاحظہ ہو۔

کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس لئے کہ اس نے اپنی شان میں کہا

نص قطعی قرآن ہے لولا محمد ما خلقتک

(جزاء اللہ عودہ)

حالانکہ یہ تو یہ نص قطعی قرآن ہے نہ احمد رضا خان کی شان ہے۔ اسی طرح کوئی کہے کہ احمد رضا خان کافر ہے اس نے نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کا انکار کیا اور اپنی کتاب میں یہ غلط عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ

یعقوب علیہ السلام خاتم الانبیاء

(۱۲۱۰ھ عدد دوم)

پہلی عبارت کے دو کلمے ہیں ایک میں سے لیا گیا دوسرا میں ۸ سے جبکہ دوسری عبارت میں ۱۱ کی ہے اور سچ میں سے صرف ایک لفظ "و" کو ہٹا دیا گیا ہے۔ بلکہ عبارت تو بہت دور اگر صرف اعراب تبدیل کر دیئے جائیں تو احمد رضا خان صاحب کی کتابوں سے کفر ثابت کیا جاسکتا ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں:

فبما نر عیسیٰ فیقولون اذلع لنا الی و سب فلیقبض بسب الیقول انسی
لست هنا کم انی اتخذت الہامن دون اللہ۔

(۱۲۱۰ھ عدد دوم ۱۳)

یہاں "اتخذت" کو بھول کی جگہ معروف پڑھ لیں اور پھر دیکھیں کہ کتنا بڑا کفر ہوتا ہے۔

دوسری جگہ جو کہتے ہیں کہ عبارت آگے پیچھے یا ناقص نقل کر دینے سے کیا ہو گیا اس میں اعتراض دالی کیا بات ہے۔ البتہ ان لوگوں کی آنکھیں اب کھل گئی ہوں گی۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مکہ مکرمہ جیسے مقدس شہر میں ایسی حیانت اور دھوکہ دہی کرنے والے شخص پر ہر یلوی تین حرف پہنچے مگر دال خولن کے تصور دیا ہے کہ بجائے شرم و حیاء کے الٹا ایسی بددیانتی کو عین اس مقام ثابت کیا جاتا ہے۔ ایسی حرکتیں کرنے والوں کو اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ کا لقب دیا جاتا ہے لہذا مرتبہ بددیانتیوں پر مشتمل کتاب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ

کتاب لا یریب لہ

مگر پھر یہ کہہ کر دال کو تہی دے دیتے ہیں کہ کیا میلہ کذاب کو تہی ماننے والے اسی دنیا کے باسی نہ تھے؟ کیا مرزا قادیانی جیسے شخص کو تہی ماننے والے آج بھی دنیا میں موجود نہیں ہیں؟

معروف بریلوی عالم دین مفتی عبدالجبار سعیدی بریلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"مغلزوی صاحب جو چاہتا ہے اپنی بات اپنی نظر آئی تو انہوں نے اپنا التوسیع کر کے اس کی طرف سے حدیث کا رد مایانی والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ بھی شاید اس پہلے

حصہ کا ج ہے۔

(مصابیحِ حق، ج ۱، ص ۳۳۳ کا ترجمہ بطورِ تراجم)
 یہی بات ہم بریلویوں کو کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان کو جب اپنی بات فنی نظر سے آئی اور حضرت نالوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات سے کفریہ مضمون تیار نہ کر سکے تو اپنا الوسیدھا کرنے کیلئے عبارت کو آگے پیچھے جوڑ کر اور قطع و برید کر کے عوام کو دھوکا دینا جب حدیث کا آخری کلمہ پہلے کے ساتھ ملا دینے سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے تو تو عبارات کو آگے پیچھے کر کے ترجمہ غلط و غلط کر کے کہیں کی عبارت کہیں جوڑ کر عوام کو دھوکا کیوں نہیں دیا جاسکتا اور اس ”کرمب“ کا نام دھوکہ کیوں نہیں؟

تھذیر الناس کی مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کی وضاحت

توضیح:

- ۱۔ تارکینِ کرام پہلے بطور تمہید اس بات پر غور کریں کہ رسول پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قائم الخلقین کہا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ میرے خیال میں اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں:
- (۱) چونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب کی ابدی حفاظت کا وعدہ تھا اس لئے آئندہ کسی نئے نبی کی ضرورت نہ تھی اس لئے نبوت کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا۔
- (۲) اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہو آخر نبوت کا یہ سلسلہ کہیں ختم بھی تو کرنا ہے اس لئے آپ کو آخری نبی کہا گیا اور اس آخری نبی کہنے کی وجہ یہ تھا کہ ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کا دروازہ بند کر دیا جائے جو آپ کے بعد نبوت کا دعوٰی کریں۔
- (۳) آپ ﷺ کا دین ہر لحاظ سے کامل و مکمل تھا اس لئے آپ کے بعد کسی اور پیغمبر کی ضرورت نہ ہو سکتی تھی جب ضرورت ہی باقی نہ رہی تو آپ کو آخری نبی بتایا گیا۔
- (۴) علم الہی میں مقدر تھا کہ آپ کی تیار کردہ جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس دین کے آخر تک دغا و اور ہیں گئے اور علمائے امت کا ایک طبقہ آخر تک حق پر قائم رہے گا اس کیلئے بعد نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔
- یہ وجوہ بے شک برحق ہیں لیکن علتِ اعلیٰ نہیں فیہ دی وجہ آپ ﷺ کی ختم نبوت کی

ایکی ہوتی چاہئے جس میں آنحضرت ﷺ کی اپنی شان کا بیان ہو جب ختم نبوت کا تاج آپ ﷺ کے سر پر رک پر رکھا گیا تو آپ کی شان لازمی طور پر اس میں ملحوظ ہونی چاہئے۔ ان وجوہات میں سے پہلی وجہ میں قرآن کریم کی شان کا بیان ہے دوسری میں امت کے فقہوں سے حفاظت ہے تیسری میں دین کی شان ملحوظ ہے اور چوتھی میں اصحاب رسول ﷺ کی شان کا بیان ہے لیکن ان کلمات کا دائرہ جس مرکز کے گرد گھمرا رہا ہے اس کی اپنی ذاتی شان کہیں اس میں مذکور نہیں یہ وجوہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن یہ آپ ﷺ کی شان خاتمیہ کے آثار ہیں ان کے پیچھے علت اعلیٰ دور کار ہے جو حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ہو۔ اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ "تقدیر انکاس" میں اسی علت اعلیٰ کی طرف راہنمائی کرنا چاہتے ہیں اور وہ آپ کے الفاظ میں یہ ہے:

"یا محمد رسول ﷺ وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض ہیں۔"

مطلب یہ کہ رسول خدا (روحی و قلبی شہداء ﷺ) کے لئے نفس الامری میں دو قسم کی ذاتیت ثابت ہے۔ ایک زمہانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ دوسرے خاتمیہ ذاتی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو براہ راست نبوت عطا فرمائی اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ کے واسطے سے۔ جس طرح (بلاشبہ) خداوند تعالیٰ نے آقا آپ کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسری روشنی چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو کلمات نبوت براہ راست بلا کسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں کو آقا آپ کے واسطے سے منور فرمایا اور وہ اپنی نورانیت میں آقا آپ کے نور کے محتاج ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کلمات نبوت آنحضرت ﷺ کے واسطے سے عطا فرمائے گئے۔ اور وہ حضرات یا آنحضرت

حقیقت یہی ہیں لیکن اپنی نبوت میں آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نگر ہیں (وہذا کلمۃ باذن اللہ تعالیٰ اور جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں ملاحظہ خانوں میں آیتوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی ہے اور آئینہ کی روشنی کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں لٹاں روشن چیز کا عکس ہے۔ (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود روشن فرمایا، اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت سے مستعار ہیں لیکن آنحضرت ﷺ پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت سے مستعار ہے) (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی والذات ہیں) جس ہی کو خاتم ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتیہ ہے

اس مختصر تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحومؒ اور بعض دوسرے محققین کی تحقیقی یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لئے دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی۔ اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاتمیت مراد لیتے ہیں، یعنی صرف زمانی۔

بہر حال حضرت مولانا مرحومؒ اور عوام کا نزاع یہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ سے خاتم زمانی مراد لی جائے (کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں؟ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں انہوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں۔

۱: ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کیلئے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی کے متعدد افراد مراد لئے جاتے ہیں، اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

۲: دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین بطور محسوس مجازی ایک ایسے عام معنی مراد لئے جائیں جو دونوں قسم کی

خاتمیت کو جاری ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور ملتی ہوئی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کیلئے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاتمیت زمانی لازم ہے لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیات کریمہ کی دلالت بطور التزام ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کے نکتے کے بعد ”تخذیر الناس“ کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو اپنا مختار بنالیا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو قسم قرار دیا جائے اور قرآن کریم کے لفظ خاتم سے یہ دونوں ایک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آپ کریمہ: **انما الخلفاء الممسوون بالانصاب والاولاد لاخیر بخش ذاتی عقلی الشیطن میں ایک وقت ”رہیں“ سے دونوں قسم کی نبیائیں مراد لی جاتی ہیں۔** بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بعد نہیں جس قدر نبیاست اور جوئے کی نبیاست میں۔

لفظ خاتم الصبیحین کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا محمد تاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسئلہ کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی۔ اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لئے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم الصبیحین سے نکلتی ہے۔

تخذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب:

اس کے بعد ہم ان تینوں فقرہوں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڈ کر مولوی احمد خاں صاحب نے جوڈ کر کفر کا عنوان بنالیا ہے۔

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۳ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم ایٹا مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر ”تخذیر الناس“ کی پوری عبارت اس طرح تھی۔

فرض انقضاء اگر ماس معنی جو پر کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا

خاتم ہونا لغویاً مگر شہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نہیں ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاصیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق ہے یعنی اختتام باریک معنی تہجید کیا کس معنی میں؟ اس معنی میں کہ آپ ﷺ کی نبوت ذاتی ہے کسی سے مستقلاً نہیں دیکھا گیا و بیہم اسلام کی نبوت آپ کے واسطے سے ہے تو اگر بالفرض حال آپ کے بعد بھی کوئی نیا آجائے تو اس ختم نبوت ذاتی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ اس صورت میں بھی اس کی نبوت آپ ہی کے فیض اور واسطے سے ہوگی مگر چونکہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں اس لئے آپ کے بعد کوئی نیا نہیں آئے گا۔" کو حذف کر کے ایک نام تمام ٹکڑا نقل کر دیا۔ اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرے کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور میان میں مستعم فقرہ کی علامت (ڈنٹش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی۔

"ہاں اگر خاصیت بمعنی انصاف ذاتی ہو صرف نبوت کہتے ہیں اس لیے اس کا ختم ان کے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو لفظ مقصود یا نقلی میں سے مراد نہیں ہوگی کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں لفظ انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صغیر بھی کوئی نیا پیدا ہو تو پھر بھی خاصیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خان صاحب نے یہ کاروائی کہ اس کا ابتدائی حصہ جس سے صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاصیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا انسیز آٹھ شریعت ﷺ کی انصافیت کے متعلق بھی مصعب "تحدیر الناس" کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا ہے اس اہم حصہ کو خان صاحب نے حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا اور دوسرا کاروائی یہ کی کہ اس نام تمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳۱ ایک نام تمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈنٹش تک نہیں دیا۔

بہارِ حلال صفحہ ۱۱۳ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت زانی کے متعلق بتا رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ دینی خاتمیت زانی، اسس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہوش یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

پہلے عام مثال سے مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے مطلب کی توضیح :

بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی ملک میں کوئی دہائی مرض پھیلا بادشاہ کی طرف سے کچے بعد دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انہوں نے اپنی قابیلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا آخر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھجوا اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو، وہ اسی آخری طبیب کا شفیق استعالیٰ کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شافی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اس نے آکر اپنا شفا خانہ کھولا۔ جوتی در جوتی مریض اس کے دارالطہار میں داخل ہو کر شفا پاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک عظم نامہ میں "خاتم الاطباء" کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یوں سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری طبیب ہے مگر اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کو طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر منقسم ہے لہذا وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ ان سب نے طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے لگتا ہے کہ خاتم الاطباء ہے اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت اسی ایک خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ لہذا اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق طبیب کو جو سب سے آخری ملک بھجوا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے

طبیعیوں کا استاد ہے اور کاندھ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف انحراف کی شکل و طرح کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام بحثانی مراحل طے کر چکے بعد ہی بادشاہ معظم کی عدالت عالیہ میں پہنچے ہیں۔ یہ حال یہ طبیب صرف رسالت الہی کے اعتبار سے خاتم نہیں بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاصیت ایسی ہے کہ اگر باطرغض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاصیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

انصاف فرمائیں کہ اہل فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاون دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تمکین اور کس قدر عریاں ہے حیاتی ہے۔ جبکہ اہل فہم کا گروہ اس شامعی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتم الاطباء مانتے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا بلکہ جو کوئی اس کے بعد طبیب ہونے کا دعویٰ کرے وہ واجب القتل ہے۔

بالکل اسی طرح بلاشبہ اللہ تعالیٰ دنیا میں کفر کے مریضوں کی شفاء کے واسطے سے انبیاء علیہم السلام کو بھیجتا رہا اور آخر میں نبی کریم ﷺ جن کے واسطے سے ان تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت کی ادارت آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے استاد اور مربی تھے آخر میں بھیجا اور آپ کو خاتم النبیین کا لقب دیا یا یہی تھی کہ آپ ﷺ نے کے لحاظ سے بھی آخری نبی ہیں اور کمالات کے اعتبار سے بھی آخری تمام انبیاء کی نبوت کا فیض آپ پر آخر ختم ہو جاتا ہے جسے ہم نے خاتم ذاتی سے تعبیر کیا تو اگر باطرغض آپ کے زمانے میں بھی کوئی نبی آجائے تو اس ختم ذاتی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ اس کی نبوت آپ ہی سے مستفاد ہوگی۔

یہاں تک تھذیر الناس کے مسئلہ ۱۳ و ۸ کے فقرہ کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ دوسرا فقرہ جس کو خان صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تھذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ گویا تھذیر الناس اسی سے شروع ہوتی ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

”بعد حمد و صلوٰۃ کے قلم عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو، موعودام کے خیال میں تو رسول

اللہ صلعم کا خاتم ہونا یا اس معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء و سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ تغلیط نہیں۔

اس عبارت میں دو چیزیں قابلِ لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ ختم نبوت پر کلام نہیں فرمادہ ہے بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام فرما رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ خاتم سے مستعمل زمانہ مراد لینے کو مولانا عوام کا خیال نہیں کہہ رہے بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے۔ اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو انکشاف ہے ورنہ خاصیت سے خاتم زمانی مع مستاحیب الی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک بخار ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۱۸ پر مولانا نے پوری تفصیل کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم الصالحین سے ختم زمانی بھی مراد ہے۔ اس لئے ماننا چاہئے گا کہ یہاں حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے لفظ ”خاتم الصالحین“ سے صرف غایت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل غیبت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضور ﷺ کے لئے خاصیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاصیت ذاتی بھی۔

مومن اپنے رسالہ ”جزاء اللہ عدد ۱“ کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں۔

”اور انصوح منو آخرہ اولیاء کرام وائمہ عظام و علماء اعلام سے میرا من ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا۔۔۔۔۔ کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روز اول سے اب تک۔۔۔۔۔ اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے اب تک، مومن یا کافر، مطیع یا کافر۔۔۔۔۔ جن یا میدان، بلکہ تمام ممالک و ممالک میں جسے جو کچھ ملے یا ملے گی، اس کی کل۔۔۔۔۔ کے سبائے کرم سے کیلی اور کھیتی اور کھیلے گی۔ انہیں کے ہاتھوں پر دینی اور مہنتی ہے اور۔۔۔۔۔ یہ سب اللہ اور اصل اللہ جو، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں ﷺ یہ خود۔۔۔۔۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”انا ابوالقاسم اللہ بطنی وانا قاسم“ رواہ۔۔۔۔۔

محجہ و افراد ائمہ قدس سرہ

چشم بریلوی کی اس مہارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ لغت روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی ہے وہ آنحضرت ﷺ ہی کے دستِ کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی ہے۔۔۔ ہے لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ﷺ ہی کے واسطے سے ملے۔ اور اسی حقیقت کا نام۔۔۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

کسی کو ختم نبوت کا منکر کب کٹھا جائے گا؟

کو کتب نورانی کا اصول:

مولوی کو کتب نورانی اور کافر کی احمد رضا خان صاحب پر انکار ختم نبوت کے متعلق ایک ہزار ام پر لکھتے ہیں کہ:

”جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلی رحمتہ اقصیٰ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ”اعلیٰ حضرت بریلی چوں کہ ”تاریخی“ کہلاتے ہیں اس لئے شیخ عبدالقادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو نبی اکبر سے لیں۔۔۔ جو شاہ اعلیٰ حضرت بریلی ہی پر بہتان ہے جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی اس بیہوش طرازی کی سزا اللہ اللہ ضرور پائیں گے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلی۔۔۔ پر شدید بہتان لگانے والے دج ہندی وہابی تشنیٰ ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلی کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ و فتویٰ ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت بریلی نے اپنی کتاب ”خزائن اللہ عددہ و اجابہ ختم ہادیہ“ میں تحریر فرمایا۔۔۔

اس کے بعد احمد رضا خان صاحب کی مذکورہ کتاب کی مہارت لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ”اعلیٰ حضرت بریلی۔۔۔ کے خود اپنے کلمے ختم نبوت کے موضوع پر چوری کتاب موروثی فتوے کے بارے میں جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلی۔۔۔ پر بہتان لگانا چاہیہ یوں بند یوں وہابیوں کے بدنامی اور گناہ ہونے کی کھلی دلیل ہے۔“

(سفید سیاہی ۱۶۳-۱۶۴، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۲۰۰۱)

دیکھئے احمد رضا خاں صاحب پر انکار ختم نبوت کا اعتراض کیا گیا تو نورانی صاحب فوراً
جواب دے گئے کہ ملاں فلاں کتاب میں احمد رضا خاں صاحب نے ختم نبوت کا واضح کاف احمد میں
ایمان فرمایا اس سے اصول معلوم ہوا کہ کوئی اگر واضح طور پر اپنے عقیدہ و بیان کر دے ختم نبوت
مع حقائق تو انکی دوسری محفل عبارات سے انکار ختم نبوت سمجھنا بریلویوں کے نزدیک بد باطنی اور
کذاب ہونے کی نشانی ہے۔

اب آئیے اسی اصول پر تخذیر الناس کو پر کہتے ہیں اور بریلویوں کو انہی کی زبان میں
جواب دیتے ہیں کہ

مولانا نانوتویؒ پر انکار ختم نبوت کا الزام یہ بیان ہے جسکی سزا سید بریلوی
نیات کے روز انشاء اللہ ضرور پائیں گے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت کا یہ بے ہودہ الزام لگانے والے فوراً کھلی آنکھوں
سے ختم نبوت کے بارے میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ و نانوتوی ملاحظہ فرمائیں:
حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

(۱) عالمیہ زمانی اہل ایمان والیہان ہے ناسق کی تہمت کا الیتہ کھٹ ملاحظہ نہیں۔

(مناظرہ مجیدیہ ص ۵۲ مکتبہ قاسم اعظم ۱۹۷۸)

(۲) معنی حقیقی خاتم تو میرے نزدیک بھی وہی "آخر" ہے۔

(مناظرہ مجیدیہ ص ۱۳۲)

(۳) اہل ایمان و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس
مکمل طور پر اس کو کافر سمجھتا ہوں۔

(مناظرہ مجیدیہ ص ۱۲۳)

(۴) حضرت نانوتوی لکھتے ہیں کہ:

"ایسے ہی دین موسوی اور دین عیسوی اپنے اپنے زمانہ میں مناسب تھے اور
ان زمانہ میں بھی مناسب ہے کہ اہل عہد میں لکھی گئی اور دنیا کی

یہاں میں ختم ہو گئی۔ اب اس دین محمدی کا وقت ہے طرب آخرت اور غلبہ
نور ولایت سے نجات اس وقت رسول ﷺ کی اتباع میں ملے گا۔

(مباحثہ شائع ہائے ص ۳۲، کتب خانہ اسلامیہ دہلی)

وَالْعَوَا اے مصلحین کھول کر اس عبارت کو پڑھو اگر معاذ اللہ حضرت نانوتوی نبی کریم ﷺ
کے بعد کسی نبی کے آنے کے داعی ہوتے تو اس کی اتباع میں نجات اخروی سمجھتے یا نبی کریم ﷺ کی
اتباع میں نجات اخروی سمجھتے؟ حضرت نے کسی صراحت کے ساتھ یہاں نبی کریم ﷺ کے دین پر
آخری دین اور آپ کو اللہ کا آخری نبی تسلیم کیا۔

(۵) ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

”وہی خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کیلئے دیکھا: وہ اس کی یہ ہے کہ نبی آدم
میں حضرت خاتم اس صورت میں، منزل بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اس کا ختم تمام
الہام میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی مستم خاتم یعنی دین خاتم تمام عالم میں جاری ہوتا
چاہئے وہ اس دین کو لکھ آؤ بیکار ہے۔“

(اتحاد اسلام : ص ۵۸، کتب خانہ اسلامیہ دہلی)

بریلوی شیخ الحدیث کی زبانی حضرت نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت

موجودہ دور کے معروف بریلوی عالم غلام رسول سعیدی مولانا نانوتوی کا عقیدہ مستم
نبوت ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔

حضرت خاتم المرسلین ﷺ کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک
مسلمہ ہے۔۔۔ اس سے مسلمہ ہے کہ خاتمیت زمانی اجتماعی عقیدہ ہے۔

(تبیان القرآن: ج ۱۲ ص ۹۵، فرید پبک شالہ ۱۳۰۱ھ)

آگے غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت زمانی کو تسلیم
کیا ہے۔ (ص ۹۵-۹۶)

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قلم سے ختم نبوت پر اس قدر واضح عبارات جس

کو بریلوی بھی تسلیم کر گیا کہ باوجود بریلوی رضا خانیوں کا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے کا وہ ختم نبوت زمانی کے منکر تھے بلاشبہ بریلوی رضا خانیوں کے بد باطنی اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

انہیں کی مطلب کی کہہ رہا ہوں نہ ہاں میری بات ان کی

انہیں کی محفل اجالہ رہا ہوں جہاں میرا رات ان کی

چار گھنٹے کرام احمد اول پر پاتھ رکھ کر بتائے ایک شخص اتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو ایمانیات میں سے تصور کرتا ہوں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی آپ ﷺ کے بعد کسی اور مدعی نبوت کو تسلیم کرے وہ کافر ہے مگر اس کے بعد بھی کیا یہ کھلی ہوئی بہت دھرمی اور کھلا ہوا تعصب نہیں کہ اتنی صراحت کے بعد بھی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جائے کہ انہیں وہ ختم نبوت کے منکر تھے معاذ اللہ۔

مولوی احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

”جاؤ ہے کہ جبکہ انہیں ہندو خدا اور اس کی بارگاہ میں وسیلہ جانے اور انہیں ہاں ان الہی والدہ برات امراتے ماننے اور اعتقاد کرے کہ بے حکم خدا اور انہیں ہاں سکھ اور اللہ عزوجل کے دے بغیر کوئی ایک چہ بھی نہیں دے سکا ایک حرف نہیں سن سکا پلک نہیں بٹا سکا اور بے شک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اس کے خلاف کالان پر گمان بخش بدگمانی و حرام ہے۔“

(ادھام شریعت: حصہ اول، ص ۳۳ ضمیمہ الفقرة ۱۱، پہلی شہینہ)

غور فرمائیں جب بات اپنے شرکیہ عقائد پر بات آئی تو فوراً کیسے چلنے پڑے کہ ہم جو کہتے ہیں اس پر یقین کرو خواہ کوا میں بدگمانی نہ کرو کہ یہ حرام ہے مگر کوئی حضرت جی سے پوچھتے کہ کھائے دیوبند پر جوئے الزامات لگاتے وقت یہ اصول کہاں چلا جاتا ہے؟

اور زمار بریلوی حکیم الامت کی اس عبارت کو ابھی غور سے پڑھیں:

”مسلمان بھائی پر بدگمانیاں نہ کیا کرو مگر اس کے کام یا کام میں اچھا نہ ہو تو نکل نکلا ہو تو اسے خواہ مخواہ برے پہلو پر مگول نہ کرو، اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ

اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنی کفر کے ہوں ایک معنی ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو اس سے موجود وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہہ دیتے ہیں۔

(لور العرقان: ص ۸۵۲۔ فقہی کتب خانہ)

مفتی صاحب وہابیوں کو تو عبرت پکڑنی چاہئے مگر آپ لوگوں کو عبرت سے نہیں پکڑنی چاہئے کہ جنہیں کسی کو کافر بنانے کا اتنا شوق ہے کہ اگر اس کی سیدھی سادھی عبارتوں سے کفر نہیں لگتا تو آگے پیچھے کثیف عبارتوں کے ٹکڑے جوڑ توڑ کر اسے کافر بنا دو اور وہ بیچارہ و جنگلہ رہے کہ یہ کیا ظلم ہے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے مگر تم بدگمانی کرتے رہو کہ نہیں تمہارا عقیدہ یہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں عقیدہ تمہارا مگر میں مافی التشریح کرنے کا حق ہمارا۔!!

کہتے مفتی صاحب کیا اسی کا نام انصاف ہے؟ کیا یہی ریاست کے اصول ہیں؟ کیا ایسا درستی پر آپ کو اتنا کام چسب سونپا گیا تھا؟

اصول تکفیر

کارنن کرام کہاں علمائے اہل اسلام کا کسی کے بارے میں تکفیر کا حکم کرنے میں حد و حد احتیاط اور کہاں بریلویوں کی یہ تموک تکفیر؟ ایک شخص چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ میری عبارت کا یہ مطلب نہیں جو تم لے رہے ہو اس کو تو میں خود بھی کفر کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ مگر خدا اور بہت دھرمی کی انتہاء کے نہیں تم بھوٹ بول رہے مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں کیونکہ ہم نے انگریز سے اس کا بدل لے لیا اور ہم نے اب یہ ڈالر ہر حال میں حلال کرنے ہیں۔ مشہور فضی بزرگ حضرت علامہ علی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

الذی مبتدئ ای القول الذی یجب ان یقال هو الاحراز عن التکفیر فی اہل الثاویل ان کان تاویلہم خطأ فی فہم الثاویل فان ذمما المسلمین الموحدين القائمين المزمکین القائدين للکتاب والتابعین للسنۃ فی جمیع الاوقات خطر بفتحتین ای ذو خطر و یحوز ان یکون بفتح یکسر و الخطاء فی ترک الف کافر اھون فی الخطاء سفک

محجمہ من مسلم و فی اسمہ من دم مسلم و احدث و لدا اقل علمائنا اذا
و جدتہ و تسعون و جہات شیعہ الی تکفیر مسلم و وجہ و احدائی
ابقانہ علی اسلامی فیبغی للمفتی و القاضی ان یعملا بذالک الوجہ
و هو مستفاد من قولہ علیہ السلام ادر الحدود دعن المسلمین
استطعم فان و جدتہم للمسلم معہر جافعلو نیلہ لمان الامام لان
یخطی فی العفو خیر لہ من ان یخطی لہ فی العقوبۃ و اذ الترمذی و غیرہ
و الحاکم و صحیحہ (شرح الشفاء: ج ۲ ص ۷۵)

مسلمان کو کافر کہنے کے بارے میں جس بات کا حکم کرنا واجب ہے وہ یہ ہے کہ
اہل تاویل کو اگرچہ اپنی تاویل میں خطا پر ہوں کافر کہنے سے احتراز کرنا
چاہئے اس لئے کہ نماز ادا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے والے
اور روزہ رکھنے والے زکوٰۃ ادا کرنے والے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے
اور تمام ابواب میں اتباع سنت کرنے والے مسلمانوں کو کافر اور مسباح الدم
قرار دینے میں بڑا خطرہ ہے حالانکہ ہزاروں کافروں کے بارے میں خطا کرنا
ایک مسلمان کے بارے میں خطا کرنے سے زیادہ ہلکا ہے اسی وجہ سے
ہمارے علماء نے فرمایا ہے اگر مسلم کے کلام میں ننانوے وجہیں کفر کی ہوں اور
ایک وجہ اس کے اسلام پر باقی رہنے کی طرف مشیر ہو تو مفتی اور قاضی پر ضروری
ہے کہ اس ایک ہی وجہ پر عمل کریں یعنی اس کو کافر قرار نہ دیں مسلمان کہیں۔

ہمارے علماء نے کسی مسلمان کو کافر قرار دینے میں کسی قدر احتیاط فرمائی ہے اس کیلئے صرف ایک
مثال ملاحظہ فرمائیں:

در کتاب باب المرتدین میں معروضات ابو اسود سے ایک سوال نقل کیا ہے:

ان طالب ذکر عندہ حدیث نبوی فقال اکل حلیۃ النبی ﷺ

بعلی بہا قا جواب بانہ ینکفر

ایک طالب علم کے سامنے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کی گئی اس نے کہا کہ

کیا یہ سب احادیث نبی ﷺ کی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے مفتی نے اس

طالب علم پر حکم کفر دے دیا۔

علامہ طحاوی جلد نمبر ۲ ص ۳۸۲ پر مفتی کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

قوله فاجاب بانہ يكفر فيه ان الكلام هذا القائل محصلا حيث بان يكون مراده الله لا يعمل الا بالصحيح منها والحسن في اثبات الاحكام ولا يعمل فيه بالضعيف۔

ترجمہ یعنی اس خالب علم کے کلام پر مفتی کا فتویٰ کفر مسلم نہیں اس لئے کہ کلام کا اچھا ٹھہل ہو سکتا ہے ہاں طور کہ اس کی مراد یہ ہو کہ اثبات احکام مسیئیں حدیث صحیح یا حسن پر عمل کیا جاتا ہے حدیث ضعیف پر نہیں۔

آگے فرماتے ہیں ان يكون مراده انما ليس منها لا يعمل به اى وهذا الحديث الذى سمعه انا ضعيف لا يثبت حكمه واما منسوخ يعنى كحدیث منسوخ پر عمل نہیں کیا جاتا اب آگے فرماتے ہیں یعنی یہ حدیث جو اس نے سنی ضعیف ہے یا منسوخ۔

پھر فرماتے ہیں ”و ياراد ذلك الك او ما حتم اليها لا يحكم عليه بالكفر“ اس خالب کی جب یہ مراد ہو اور اس مراد کا احتمال بھی ہو تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ اور مجدد ملے دہم ملا علی قاری لکھتی رحمة الله عليه لکھتے ہیں کہ:

في المسألة المذكورة فتصريح باله يقبل من صاحبها الخاويل

(منح الارواح الا زهر في شرح فقہ الاکبر، ص ۳۶۶، دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹۹۸)

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ صاحب کلام کی ہر تاویل مقبول ہوگی۔

جب حضرت نانوتوی صراحت کے ساتھ تجذیر الناس کا مطلب خود بیان کر رہے ہیں اور جس عقیدے کو ان کی طرف منسوب کیا جا رہا ہے اسے وہ کفر کہہ رہے ہیں تو ان سب کے باوجود ان کو معاذ اللہ قطعی کا فر کہنا کیا ان سب اکابر احناف کے اصول و قواعد سے کھلی بغاوت نہیں؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود احمد رضا خان بھی اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے

ہیں کہ:

”فتہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سو پہلو ٹکن سبیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک غایت نہ ہو جائے کہ اس نے غامی کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے کیا مظلوم شامہ اس لئے۔“

پہلی پہلو اور کھا ہوا اور ساتھ ہی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی یہ سلوئے کفر ہے تو ہماری تاریخ سے اسے ٹانڈا نہ ہوگا۔ وہ عند اللہ کافر ہی ہوگا۔

(تہذیب ایمان مع حسام الحرمین: ص ۴۳، مکتبۃ المدینہ کراچی)

یہاں مولوی احمد رضا خان صاحب نے صاف تصریح کی ہے کہ اگر کسی کے کام میں ۹۹ پہلو ہو اور ایک پہلو اسلام کا اور اس نے کوئی تصریح نہ کی ہو تو ہم اسلام والے پہلو کو ہی مراد لیں گے تو پھر یہ کس قدر تعصب ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جس میں سرے سے کفر کا پہلو ہی نہیں معاذ اللہ اور جو معنی بریلوی اس سے لیتے ہیں اسے خود حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کفر کہہ رہے ہیں اور اس عبارت کا صحیح مطلب و مفہوم بھی واضح کر رہے ہیں تو اس سب کے باوجود انہیں کافر کہنا آخر کیوں؟

ایک اور انداز:

بریلویوں کے موجودہ نام نہاد مناظر اسلام مولوی حنیف قریشی صاحب نے ایک کتاب لکھی آزرکون۔؟ ان میں یہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہنے کی صورت میں مذکورہ اور طاوہ انیم ان تمام روایات کا انکار لازم آئے گا جن میں نبی اکرم ﷺ کے نسب پاک کی طہارت ثابت ہے اور قرآن مجید کی آیت و نعلبک فی الساجدین سے بھی تضاد ضرر لازم آئے گا۔“

(آزرکون تھا؟ ص ۵۵ اسلامک بک کارپوریشن)

اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے والے مولوی امتیاز حسین صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ایک بے لگام بے ادب منقری نے انبیاء کرام علیہم السلام کے نسب کی طہارت پر عام طعن کرتے ہوئے کافر و مشرک آزر کو خلاف حقیقت حبہ الامیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔“

(آزرکون تھا؟ ص ۹)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ جو آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کہے وہ:

- ۱۔ ان روایات کا منکر ہے جن میں نبی علیہ السلام کے ثوب کی طہارت کا ذکر ہے۔
 - ۲۔ قرآن کی آیتوں میں تعارض پیدا کرنے والا ہے۔
 - ۳۔ بے لگام ہے۔
 - ۴۔ بے ادب ہے۔
 - ۵۔ منفرد ہے۔
- ابھیہ علیہم السلام کے ثوب پر سر عام طعن کرنے والا ہے۔

پھر اسی کتاب کے ص ۷۵ پر ہے کہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد کہتے ہیں۔ تو اب ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ مفتی حنیف قریشی صاحب ان پانچویں غلطیوں کا ہار بنا کر علامہ سیوطی کے جگہ میں ڈالتے مگر چونکہ اس طرح کرنے پر وہ نہیں کی جگہ جو تیناں ملتیں اس لئے کہنے لگے۔

”معرض صاحب نے آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا والد ثابت کرنے کیلئے جلالین کا حوالہ نقل کیا اور حاشیہ نے ہی بتا دیا کہ امام سیوطی آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہتے ہیں تو ذیک ہی مخلص کیلئے دوقول ہو لقیہ و اسمہ تنازع و ان آزر عم ابراہیم کا اثبات ہوا یعنی امام سیوطی ایک طرف تو آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا چچا کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف کہہ رہے ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد کا لقب ہے تو آپ کے دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال تو اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آئے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے لہذا معرض کا استدلال باطل ہوا۔ (ص ۷۵)

تو جناب اگر بقول آپ کہ اگر ایک گستاخ رسول کو اذاجاء الاحتمال کے اصول کے تحت چھوٹ دیا جاسکتا ہے تو دوسروں کیلئے یہ اصول کیوں نہیں؟؟ یعنی آپ لوگ مانتے ہیں کہ حضرت خاتونوی نے ختم زمانی کا اقرار کیا ہے پر تختیر الناس میں انکار تو دو اقوال میں تعارض آیا اور ہر دو کا احتمال لہذا اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

یاد رہے کہ یہ صرف الزامی جواب ہے۔

ایمان اور ایمان

بریلوی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اپنے اپنے عقیدے کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا فریق ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے۔“

(خویرا البصار، ص: ۷، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

اللہ اکبر! قارئین کرام! دیکھا اللہ نے کس طرح حق بات بریلوی مصنف کے مسلم سے نکلوا دی حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات سے ہمارا اختلاف انہی یہی ہے کہ وہ ہمارے عقائد کی تشریح اپنے من مانے مطلب کے مطابق کرتے ہیں اور پھر وہ عقائد جنہیں ہم بھی کفر کہتے ہیں ہماری طرف ذہرتی منسوب کر کے کہتے ہیں کہ تم لا کھ بار کہو کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے ہم نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک تمہارا عقیدہ وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں لہذا اس سے توبہ کرو۔

ہم بریلوی حضرات سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ اس اصول کی روشنی میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں اور آپ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو کافر جانتے ہیں یہی ہمارا عقیدہ جسے ہم نے بدلائل ثابت بھی کر دیا ہے لہذا اب بریلوی حضرات کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہیں کہ نہیں معاذ اللہ تمہارا عقیدہ تو یہ ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کے ختم نبوت کے منکر ہو۔

تخذیر الناس کی تائید میں حوالہ جات

(۱) عارف باللہ حضرت مولانا رونی آج سے کئی سو سال پہلے خاتم النبیین کا یہ مطلب بیان کر چکے ہیں جو حضرت نانوتوی نے بیان کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

بہر ایسا خاتم شدہ است او کہ بخود
مثلاً اوئی بود وئی خواہند بود
چونکہ در صنعت برود دوست
نی تو کوئی ختم صنعت بر تو است

(مشکوٰۃ مولانا روم، دفتر ششم، ص: ۱۰، طبع نوکلشور پریس، دہلی، ۱۹۰۸، محمود الطائی کا پورا ۱۳۲۱ھ)

ترجمہ: اسی لئے وہ خاتم بنے کیونکہ فیض رسائی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہو گئے جب کوئی استاد کارگیری میں پاری لے جاتا ہے کیا تو نہیں کہتا کارگیری اسی پر ختم ہے۔ یعنی آپ کے خاتم اسی لئے ہوئے کہ فیض رسائی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کا مثل ہو گئے یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں محصور نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے۔

بتائے خاتم کے اس معنی میں جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے ان اشعار میں بیان کئے، اور حضرت تاتوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ معنی میں کیا فرق ہے؟

(۲) اسی طرح علامہ فخری اپنی کتاب "شرح نسیم الریاض" میں فرماتے ہیں:

انی عبد اللہ و خاتم النبیین و خاتم بکسر التاء و فصحیہا الخمر هم و من ہد کما الیہم۔

(شرح نسیم الریاض: ج ۳ ص ۳۱۔ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: خاتم تاکے کسرے اور فتح کے ساتھ بمعنی نبیوں کے آخر اور وہ ذات جس پر تمام نبیوں کا کمال ختم ہو گیا۔

یعنی "خاتم" کو دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں ایک تو تاکے کسرے کے ساتھ اس صورت میں معنی ہوگا کہ جو تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے ہیں مگر اسی خاتم سے ایک اور معنی بھی مضموم ہوتا ہے جب آپ اس کو فتح التاء پڑھیں تو اس صورت میں معنی ہوگا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعتبار سے تو آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا مگر ایک معنی یہ بھی ہے کہ جتنے بھی انبیاء عظیم السلام ہیں ان تمام کے کمالات آپ پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں۔

(۳) حکیم ترمذی لکھتے ہیں:

"قاتو امحمد افہو خاتم النبیین و معناه عندنا ان النبوة قتمت باجمعہا للمحمد ﷺ ففعل قلبہ لکمال النبوة و عاء علیہم ختم"۔ (ختم الاولیاء، ص ۳۱)

(۳) شیخ عبدالکریم جلی متوفی ۵۵۰ھ لکھتے ہیں:

"فکان خاتم النبیین لانہ لم یدع حکمہ ولا ہدی ولا علما ولا سر الا و قد بہ علیہ و اشار الیہ فلیہ ما یلحق بالنبیین لذلک السر اما تفسر یحاور اما تلویحاً و اما اشاراً و اما کتابة و اما استعاراً و اما محکماً و اما مفسراً و اما صراً و اما متشابہاً الی غیر ذلک من انواع

الکمال البیان۔ فلم یزل لغيره مدد جلا لیا مستقل بالامر و خیر التبرۃ لانه ما ترک شیئاً یحتاج الیه الا و لہ جاء به، فلا یجد الذی یأتی بعدہ من الکمل شیء مما یبغی الذی یبغی علیہ الا وقد فعلی ^{رحمۃ اللہ علیہ} ذالک طبیعہ ہذا الکامل کما نہ علیہ یصیر تابعاً لہا فیقطع حکم التبرۃ الشریع بعدہ، و کان محمد ^{صلی اللہ علیہ وسلم} خاتم النبیین لانه جاء بالکمال و لم یجسء احد بذالک

(الانسان الکامل فی معرفۃ الا و الخوا و الا وائل، ص ۱۱۹، ۱۲۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۵) علامہ تھانوی رحمہ اللہ متوفی ۹۲۳ھ لکھتے ہیں:

"خاتم المرسلین ذکر العلماء فی حکمہ کونہ خاتم النبیین والمرسلین او جہا منہا ان یکون الختم بالرحمۃ و اراد اللہ ان لا یطول مکث امۃ تحت الارض الا کر امالہ۔"
(شرح مواہب اللدیہ، ج ۳، ص ۱۸۵، ۱۸۶، فی ذکر امالہ، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۶) امام محمد بن یوسف صاکی متوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں:

"الخاتم بفتحہا ذکرہا و لقی ذالک عن حبیط ثعلب و کذا فی المہمات لابن عساکر لال و اما الخاتم بالفتح لبعثہ اللہ احسن الانبیاء خلقاً و خلقاً و لالہ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} جماع الانبیاء ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کالخاتم الذی یتجمل بہ۔"

(سبل الہدی و الارشاد فی سیرۃ خیر العباد، ج ۱، ص ۵۵۸، مطبوعہ قاہرہ)

(۷) النبی علی خان والدہ احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"اور آخر النعمین اور خاتم النعمین بھی ہیں اور جو اس لفظ کو بموجب قرأت عامم رحمۃ اللہ علیہ کے خاتم النعمین لفظ بنا پر ہیں تو ایک اور خاص آپ کا ثابت ہوتا ہے۔" (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۲۶۲)

(۸) بریلوی مفتی اعظم افغانستان لکھتے ہیں:

"یعنی جو بھی دین عالم امکان میں تھا آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} پر ختم کر دیا گیا اور ہر وقت جو خداوند تعالیٰ نے اپنی مخلوق کیلئے مقدر کر رکھی تھی آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} پر تمام و کمال کر دی گئی اس لئے آپ کو خاتم النعمین بنایا۔"

(عید میلاد النبی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کا بنیادی مقدمہ، ص ۳۹)

اس عبارت میں بھی آپ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کو برقی اعتبار سے خاتم النعمین مانا گیا اس کتاب پر شاہ تراسب الحق قادری اور پروفیسر مسعود احمد کی تقاریض ثبت ہیں۔

(۹) پیر محمد حسین شاہ علی پوری ابن جریر جماعت علی شاد لکھتا ہے:

”آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس کے کمال کی نشانی ہے یعنی نبوت میں جن اوصاف حسد اور استسلاق حمیدہ کی کمی رہ گئی تھی ان کو ہمارے نبی اکرم ﷺ نے تقریباً کر پورا کیا ہے۔“

(الفضل الرسل ﷺ میں ۱۳۳، انجمن خدام الصوفیہ دکن)

اس عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو صرف زمانی کے بجائے کمال کے اعتبار سے مانا گیا ہے۔

بریلوی علماء کے فتاویٰ جات

تبسم شاہ بخاری لکھتا ہے:

”قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہوئی آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا صحابہ کرام تابعین اور تمام امت محمدیہ علی صاحبہا اصلوہ وآلہم وسلم کا عقیدہ ایسا ان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا جملہ آخر کرام مفسرین و محدثین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں لکھا بتایا کہ خاتم معنی آخری نبی ہے اسی پر اجماع ہے اور اسی پر قواعد ثابت ہے اس معنی میں نہ کوئی تاویل مافی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔“ (ختم نبوت اور تحذیر الناس میں ۲۳)

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

”حضور اقدس ﷺ نے اور صحابہ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الایمان بتایا یعنی حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا حضور اقدس ﷺ کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکا اور کوئی نبی نہیں ہو سکا وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ کوئی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی تصریح فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کر لے تو وہ کافر ہے۔“

(مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا مندرجہ بالا پنج بندوں سے لیا جواب سوالات ۶۸)

اہل میں جن علماء نے خاتم کا معنی آخری نبی کے علاوہ دیکھا بھی کہنے وہ ان فساد کی روشنی میں معاذ اللہ سب کے سب کافر ٹھہرے بلکہ احمد سعید کاظمی تو بر ملا اعتراف کرتا ہے:

"ہاں یہ ممکن ہے کہ قلم خاتم الصالحین کی بے شمار ایسی توجیہات نکلیں جو اس کے مدلول قطعی معنی متواتر کی موید اور اس کی موافق ہوں کیونکہ قرآن مجید کا ایک ایک حرف مطالب لاتعداد اولاً تخصی کا حامل ہے۔"

(مقالات کاظمی، ج ۳، ص ۳۳۷)

پر یہ کہ شیخ الحدیث علامہ رسول سعیدی اپنے مناظر غلام دہشگیر تصوری کے حوالے سے لکھتا ہے:

"مولانا غلام دہشگیر تصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی غایت امتیازی ہے یعنی ان زمینوں میں جو نما ہیں ان کی غایت ان زمینوں کے اعتبار سے ہے اور نبی ﷺ کی غایت اس زمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے اعتبار سے ہے۔" (تبیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۳)

پر یہی مولوی نے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کی تخصیص اسی زمین سے کر کے اپنے ہی مولوی کے قلم کی رو سے کفر کا ارتکاب کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چار تین کرام تحفیر الخاس میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمایا کہ جس طرح خاتم الصالحین کا ایک معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ سے آخری نبی ہیں اسی طرح اسی خاتم الصالحین سے ایک معنی یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کے جتنے کمالات ہیں ان سب کے بھی آپ ﷺ خاتم ہیں اس لئے کہ آپ ہی اصل الانبیاء اور نبی الانبیاء ہیں آپ ہی کے فیض سے تمام انبیاء شہیم السلام کو نبوت ملی اور آپ ہی کی ذات وہ بابرکت ذات ہے کہ جس کے وسیلے سے تمام انبیاء شہیم السلام نور نبوت سے مستفیض ہوئے۔

حقیقت ہے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا وہ کوئی جدید موقف نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی علماء و اکابر امت مختلف اعداد میں ان باتوں کو بیان کر چکے ہیں ختم نبوت کا ایک معنی "ختم مرتبی" بھی ہے اس پر ہم علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ربوئی رحمۃ اللہ

علیہ و دیگر اکابر کی عبارات پیش کی جا چکی ہیں۔ یہاں اس موقع پر اب ہم نبی کریم ﷺ کے نبی الانبیاء ہونے پر نہ صرف اکابر امت بلکہ خود بریلوی اکابر کی بھی چند عبارات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”آپ ﷺ نبی تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح و جسم کے درمیان تھے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے نیز عالم ارواح میں آپ کی روح مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقدسہ کو فیض حاصل ہوا۔“ (مدارج النبوة: ج ۱ ص ۱۱۵)

(۲) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”قال النبی ﷺ ہو نبی الانبیاء۔۔ فتبوءہ و رسالۃ اعم و اعظم و اکمل۔“ (الحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۳۲۵)

سو نبی کریم ﷺ ہی الانبیاء ہیں۔۔ آپ کی نبوت و رسالت زیادہ عام اور عظیم الشان و مکمل ہے۔

(۳) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما حق ﷺ فحقو طلب بیا ایہا النبی و بیا ایہا الرسول لکونہ بہ موصوفا بجمیع اوصاف المرسلین و فی قولہ تعالیٰ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین ایما الی ماور ذلکی بعض احادیث الاسراء جعلتک اول النیین خلقا و اخر ہم بعثا و اہ البزاز من حدیث ابی ہریرہ۔ قال الامام فخر الدین الرازی بالحق ان محمد ﷺ قبل الرسالۃ ما کان علی شرع نبی من الانبیاء و هو المختار عند المحققین من الحنفیۃ لانہ لم یکن امدانی قط لکنہ کان فی مقام النبوة قبل الرسالۃ کان یعمل بما ہو الحق الذی ظہر علیہ فی مقام النبوة بالوحي الخفی و الکشف الصادق من الشریعۃ ابراہیم و غیرہا کذا نقلہ فی شرح عمدۃ النسف۔ و فیہ دلالة علی ان نبوتہ لم یکن منحصر قیما بعد الاربعین کما قال جماعۃ بل اشارۃ الی انہ من یوم ولادۃ متصف بنبوتہ بل یدل حدیث کنت نبیا و ادم بن الروح و الجسد علی انہ موصوف بہ وصف النبوة فی عالم الروح قبل خلق الاشباح و ہذا و صف خاص لہ لانہ محمول علی خلقہ للنبوة و استعدادہ للرسالۃ کما یفہم من کلام الامام حجة الاسلام فانہ

جسٹھ لا یتبع من غیرہ حتی یصلح ان یکون معہ حاجبہذا النعت بین الایام۔
(شرح لفظ الکبر: حص ۱۳۳، ۱۳۴۔ دار الفرائض بیروت)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کو خطاب کیا گیا یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول کے ساتھ کیونکہ آپ تمام پیغمبروں کے اوصاف کے ساتھ موصوف ہیں اور اللہ کے قولی و لکن رسول اللہ و حاتم النبیین میں بشارہ ہے اس کی طرف جو وارد ہوا معراج کی بعض احادیث میں کہ میں نے تجھے پیدا کرنے میں سب انبیاء سے اول اور بچنے میں سب سے آخری بنایا یا رواۃ البرادر عن ابی ہریرۃ۔ امام فخر الدین رازمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو رسالت سے پہلے کسی نبی کی شریعت پر نہ تھے محققین حقیر کے نزدیک بھی یہ بخار ہے کیونکہ آپ کسی نبی کی امتی نہ تھے لیکن آپ رسالت سے پہلے نبوت کے مقام پر تھے اور عمل کرتے تھے اس حق پر جو آپ پر ظاہر ہوتا تھا اپنے مقام نبوت میں وحی نطقی اور کثوف صادقہ کے ساتھ ہر اہم علیہ السلام یا ان کی علاوہ کی شریعت سے اسی طرح قنوی نے شرح عمدہ میں تفہیم لکھا۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد میں مختصر نہیں جیسا کہ ایک جماعت نے کہا بلکہ اشارہ ہے اس طرف کہ آپ ﷺ اپنی پیدائش کے دن سے ہی وصف نبوت سے موصوف ہیں بلکہ حدیث کثرت نبی و اہم بین الروح و الجسد اس پر دلائل کرتی ہے کہ آپ عالم ادوار میں صورتوں کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ وصف آپ کے ساتھ خاص ہے حدیث کا پر معنی نہیں کہ آپ کو نبوت کیلئے پیدا کیا گیا تھا یا آپ کو رسالت کیلئے تیار کیا ہوا تھا جیسا کہ کچھ گویا ہے امام محمد الاسلام کے کلام سے۔ اس لئے کہ اس وقت آپ دھروں سے ممتاز نہ ہوئے تھے حتیٰ کے درست ہو کر مخلوق کے درمیان اس وصف کے ساتھ آپ ہی کی تعریف کی جائے۔

(۲) علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام تقی العالیہ والدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ کافانی سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم و المنہ فی لکون منہ و لتصور نہ" لکھا اور اس میں آیت مذکور سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور ﷺ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔

(عقیلی الیقین: ۱۲۳ از احمد رضا خان صاحب)

بریلوی اکابر کے چند حوالے

(۵) مولوی نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ منصب نبوت میں اصل تھے گویا پیغمبروں کو آپ سے وہ نسبت تھی جو صوبوں کو وزیروں اور بادشاہوں سے ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ حکم خلیفہ کا اصل کے سامنے باقی نہیں رہتا۔ آپ دامدویم رحمت سے دیکھو۔ قرآن نے توریت و انجیل کو منسوخ قرار دیا پیغمبر اس آفتاب ہدایت سے نسبت ستاروں کی رکھتے ہیں کہ اس سے نور حاصل کر کے اوروں کو راہ بتاتے ہیں اور اس کی غیبت میں لوگ ان سے راہ پاتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں جس وقت آفتاب نکلے گا تمام عالم میں صرف اسی کا حکم جاری ہوتا ہے کسی کو دخل نہیں رہتا۔

(انوار جمال معطل، ص ۴۹)

عبارت پر غور فرمائیں کہ مولوی نقی علی کہتے ہیں کہ جس طرح آفتاب کی روشنی اس کی ذاتی روشنی ہوتی کسی سے مستفاد نہیں اور ستاروں کی روشنی آفتاب سے مستفاد ہوتی ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ آفتاب ہدایت ہیں کہ آپ نصف نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں مگر تمام انبیاء کو نبوت آپ ﷺ کے فیض سے حاصل ہوئی۔ یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے مولوی نقی علی خان نے نبی ﷺ کی نبوت کو ”اصل“ کہا بریلوی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت جنتوتی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی کہا باقی انبیاء کی نبوت کو عارضی جس کا جواب آگے آ رہا ہے لیکن اگر ہم بھی بریلوی حضرات کی طرح جہالت پر اتر آئیں تو ہم بھی یہاں کہہ سکتے ہیں کہ مولوی نقی علی خان صاحب نے نبی ﷺ کی نبوت کو ”اصل“ کہا اور ”اصل“ کے مقابلے میں ”نقل“ آتی ہے تو گویا حضور ﷺ کی نبوت تو ”اصل“ ہوئی اور باقی انبیاء کی نبوت ”نقل“ معاذ اللہ۔ اسی طرح بعض بریلوی حضرات نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ ”ذاتی“ اور ”عارضی“ کی تقسیم کر کے جنتوتی صاحب نے انبیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت دی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے مگر مولوی نقی علی خان کی اس عبارت پر بھی غور فرمائیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہہ

رہے لہذا آپ ﷺ کو دیگر انبیاء سے کسی نسبت ہے جو پادشاہ کو زخموں اور گورنروں سے ہوتی ہے کیا یہ ایک دوسرے پر فضیلت نہیں؟ کیا ہمارے بریلو کی صاحبان یہاں پر بھی کچھ کہتا مناسب سمجھیں گے؟

(۶) بانی بریلویت مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”محمد ﷺ اصل الاصول ہیں محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔“

(قلی القلمین: ص ۲۳)

(۷) مولوی امجد علی اعظم گڑھی لکھتا ہے:

”حضور نبی اکرم ﷺ ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی سب لے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی عبادت میں کام لیا۔“

(بہار شریعت: حصار اول، ص ۱۸ شیخ غلام علی ایچ سنز)

(۸) بریلو کی حکیم الامت مفتی احمد یار محمدراتی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کر دیے گئے اور کیا کاغذ وہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے رات بھر ستارے جھلکاتے ہیں مگر جہاں سورج چکا سب چھپ گئے کیونکہ سب تاروں میں سورج ہی کا نور و تھکا تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے سمندر سے باہر آیا بیاض دل پر بارش میں کر یا رب میں کر کر اس سے دریا بنتا اور پانی اپنی اصل کی طرف بھاگتا ہے بھاگا کہ نہیں پہلے نے، اور سخت نے، کسی عمارت نے، اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرہ لگا کر جہاں سمندر کے قریب پہنچا خود بھی جا پھر پانہ لاتی میں کئی ہو گئی اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح کا اور کم ہو گیا کہ گویا تمام زمین اور پانیان حال سے کہا

میں تو شدم تو میں شدم میں تن شدم تو جاں شدمی

تا کس نہ گوید بعد از میں میں تو گم تو رہ گئی

اس طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سرا جہاں میرا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور ﷺ ان دریاؤں کے سمندر تمام نبوتیں اور ہی پہلی آ رہی ہیں فرعونؑ یا مانیؑ ضروری گزارا ملا تھیں مائے آئیں ان کو پاش پاش کر دیا مگر مگر سمندر نبوت کو پا کر سب نے اپنے آپ کو اس

میں گم کر دیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک وسلم

(شان حبیب الرحمن: ص ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹ ہر یک باچہ آرام باغ کراچی)

قارئین کرام! اس عبارت کو غور سے پڑھیں مفتی صاحب نے تحذیر الناس ہی کے مضمون کو آسان انداز میں بیان کر دیا تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بالذات کہا یہاں اصل کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پھر حضرت نانوتوی نے سورج کی مثال دی سمندر کی مثال دی کیونکہ سمندر سے پانی نکالا جائے تو کچھ نہ کچھ کی آتی ہے جو پانی سمندر سے لیا جائے وہ سمندر میں نہ رہے گا لیکن زمین پر جو دھوپ ہوتی ہے وہ سورج کی روشنی ہوتی ہے اور اس وقت سورج کی روشنی میں اس سے کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ زمین کی یہ روشنی اس وقت بھی سورج کے ساتھ ہے سورج کے غروب آنے سے یہ روشنی ختم ہو جاتی ہے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتوی کا ذہن جہاں تک گیا مفتی احمد یار رحیمی صاحب کے ذہن کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اگر لفظ خاتم النبیین سے آخری نبی کا معنی لینے کے ساتھ ساتھ نبی الانبیاء کا مفہوم اخذ کریں تو ان کی تفریق کیوں نہ کی جائے؟ ان کو برا کس لئے کہا جائے؟

مولوی محمد اسماعیل نقشبندی کو اس بات سے بڑی تکلیف ہے کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کیلئے آفتاب اور باقی انبیاء کیلئے ستاروں کی مثال کیوں دی اور کیوں نبی ﷺ کی نبوت کو ذاتی باقی انبیاء کی نبوت کو عرضی کہا اس طرح تو نبی کریم ﷺ کو دوسرے انبیاء پر فوقیت دی جا رہی ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

(حکمت حبیب کبریا اور وعہا رات کفریہ۔ مصدق مولوی حسن علی رضوی)

آفتاب و ستاروں کی وہی مثالیں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے مرتبہ کر کے آپ کے اکابر نے مجھ اپنی کتابوں میں بیان کی اسی طرح اگر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ذاتی نبوت“ کی اصطلاح استعمال فرمائی تو یہاں اسے ”اصلی نبوت“ سے تعبیر کر دیا گیا (دعا مشاہدہ فی الاصطلاحات) تو کیا مولوی اسماعیل صاحب یہاں اپنے اکابر پر بھی اسی طرح برسیں

۹۔ جس قدر تھک اور سٹ و مہری ہے کہ ایک طرف تو علمائے دیوبند کو یہ الزام دیا جائے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے فضائل و کمالات کے منکر ہیں لیکن جب علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ اعتراض شروع ہو جاتا ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کو دیگر انبیاء پر کیوں تفضیلت دے رہے ہو؟ ایسا کرنے سے تو خود نبی کریم ﷺ سے منع کیا ہے۔ یعنی ہر حال میں ہم نے تم پر کفر و کتاخی کے فتوے لگانے ہیں کیونکہ ہمارے پیٹ کا دھندہ ہی اسی میں ہے ہمارے اہل حضرت بریلی میں جو کفر ساز مشین گنن نصب کر کے گئے تھے اس کی گن گھرج کو کسی طرح ہم نے خاموش نہیں ہونے دیتا تا کہ انگریز سرکار لاہور اور حکومت کروکڑا اصول کے تحت ہم سے دامن ہو اور یوں اس مہنگائی کے دور میں ہم معاش کی فکر سے آزاد ہوں۔

اسی طرح بریلوی مذہب کے بانی مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی تو لکھا ہے کہ آخر الصبحین کا ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ درجے میں سب سے آخر تھے آپ ﷺ سے آگے بڑھا ہوا کوئی نہیں ان کے خیال میں آخر کا لفظ "اولیت مرتبی" کے معنی میں ہے اور "آخر الصبحین" کے معنی "اول الصبحین" کے ہیں۔ پس ان کے نزدیک لفظ "خاتم" "خاتمیت" مرتبی" کا بیان ہوگا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سربراہ ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پہچے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۱۱۰)

یعنی حضور ﷺ نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کی اسامت فرمائی یہ آپ ﷺ کے سب سے افضل رسول ہونے کا کھلا نشان تھا۔ مسجد اقصیٰ کی اس نماز میں یہ راز یہاں تھا کہ آخر الصبحین کے معنی اول الصبحین کھل کر سب کے سامنے آ جائیں اور ختم نبوت مرتبی پوری طرح واضح ہو جائے آخر کا معنی اول ہو یہ کسی لغت میں نہیں۔ ہاں درجے کی انتہاء مراد لی جائے تو اس کے معنی اول ہو سکتے ہیں اب بریلوی ہی بتائیں کیا مولوی احمد رضا خان صاحب نے خاتم الصبحین کے خلاف معنی چھوڑ کر کیا ایک نئے معنی نہ کیا؟ اگر مولوی احمد رضا خان اس حرکت پر مجرم نہیں تو کیا ۱۲۱۲ھ قاسم خان توی رحمۃ اللہ علیہ کو کیا انگریز کو خوش کرنے کیلئے مجرم گردانا جا رہا ہے؟

مندرجہ بالا عبارات پر بریلوی فتوے

محکم شاہ بخاری لکھتا ہے:

”حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوت و رسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا صریح انکار ہے۔“

(ختم نبوت اور تحذیر الناس ص ۱۹۷)

اور غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”دوسرے انبیاء وصف نبوت کے ساتھ بالعرض متصف ہیں حضور ﷺ بالذات متصف ہیں لہذا اسلسلہ نبوت آپ پر ختم ہو گیا۔ سرفراز صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں حالانکہ اس طرح تو باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے تو انکار ہو جائے گا۔“

(جہارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۱۹۸)

ان حضرات نے نبوت کی ذاتی و عرضی تقسیم کو کھردرا کر ختم نبوت قرار دیا اس کا تفصیلی جواب تو آگے آ رہا ہے مگر یہاں بریلوی انکار نے نبی اکرم ﷺ کیلئے اصل الانبیاء یعنی اصل کا لفظ استعمال کیا اور نظام مہر علی لکھتا ہے:

”یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے۔“ (دیوبندی مذہب ص ۵۹۵)

گویا ذات و اصل ایک ہی چیز ہیں اب جن جن علماء نے نبی اکرم ﷺ کی نبوت اصل کی طرف تقسیم کی وہ سب ذاتی نبوت کے قائل ہو کر مندرجہ بالا علماء بریلویہ کے فتوے کی رو سے کافر و ختم نبوت کے منکر ہیں۔ ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

”یقیناً حضور ذاتی و زمانی ہر طرح خاتم النبیین ہیں اور حضور کی ختم نبوت ذاتی پر سینکڑوں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں۔“ (دیوبندی مذہب ص ۱۷۱، ۱۷۳)

جب نبی اکرم ﷺ کی ذاتی نبوت پر سینکڑوں دلائل موجود ہیں تو بریلوی جواب دیں کہ وہ سینکڑوں دلائل ماننے والے معاذ اللہ کافر ہیں یا ان دلائل کو ماننے پر ختم نبوت کا انکار لازم کرنے والے

کا فریاد؟

کاظمی صاحب کا شکوہ اور اس کا جواب

بریلوی دائری و غزالی لکھتا ہے:

”ہمیں نانوتوی صاحب سے یہ شکوہ جیسیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کیلئے تاخر زمانہ تسلیم نہیں کیا یا یہ کہ انہوں نے رسول ﷺ کے بعد مدعیان نبوت کی تکذیب و تکفیر نہیں کی انہوں نے یہ سب کچھ کیا مگر قرآن کے معنی منقول متواتر کو عوام کا خیال قرار دے کر اپنے سب کچھ کر کے پر پانی پھیر دیا۔“

(مخالات کاظمی، ص ۵۷، ۵۸)

یہ حوالہ ان حضرات کے منہ پر ایک طرآنچہ ہے جو کہتے ہیں کہ حجۃ الاسلام امام نانوتوی نے تاخر زمانہ یعنی آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا انکار کیا یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے آنے کے قائل تھے ہاں گھایہ کہ تاخر زمانی کو عوام کا خیال بتایا تو یہ بھی کاظمی صاحب کی سینہ زاری ہے جس کا جواب آگے آ رہا ہے لیکن تاہم یہاں حکیم ترمذی رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں بریلوی حضرات زرا اس پر بھی کوئی فتویٰ لگائیں:

”فان الذی عسی عن خبر ہذا، یظن ان خاتم النبیین تاویلہا لا یخسر ہم معنا طای منقہ فی ہذا او ای علم فی ہذا تاویل الہیۃ والجهالة“۔
(نظم الاولیاء، ص ۳۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اگر حضرت نانوتوی نے عوام کا خیال بتایا تو یہاں حکیم ترمذی فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے خاتم النبیین کا معنی صرف بعثت کے اعتبار سے آخری ماننا اس میں بھلا حضور کی کوئی تعریف ہے یہ معنی تو بے وقوفوں اور جاہلوں والا معنی ہے سب سے کسی میں جرات فتویٰ لگانے کی؟

بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی آ جائے

رضائانی حضرات اس عبارت پر بہت اعتراض کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے دو مایہ ناز

اعتراض ہیں جن کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے:

اعتراض ۱: بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ یہاں بالفرض کا لفظ ہے لہذا عبارت ٹھیک ہے

ان سے چند استفسار کئے جاتے ہیں امید ہے وہ جواب دیں گے مگر کوئی کہے بالخصوص کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو اس کی بیٹائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا تو کیا اس کی بیٹائی میں فرق نہیں آئے گا؟ اگر کوئی کہے بالخصوص کوئی مسلمان اللہ کے الہ ہونے کے بعد کسی اور کو الہ مانے تو اس کے عقیدہ و توحید میں کچھ فرق نہیں آئے گا اگر سوال بالا عبارت ٹھیک ہیں تو تخریر الہاس کی عبارت بھی ٹھیک ہے۔" (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ج ۱، ص ۲۰۲)

جواب: مندرجہ بالا عبارت و سوال بالکل ٹھیک ہیں لہذا اب تخریر الہاس کو بھی ٹھیک مانو اس لئے کہ ان میں صرف فرض کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ صرف فرض کر لیجئے سے کہ فرض کر لو کسی کی دونوں آنکھیں نکال دی جائیں تو واقعہ اس کی بیٹائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ تو صرف فرض کرنا ہے فرق تو جب آئے گا جب حقیقت بھی اس کی آنکھیں نکال دی جائیں۔ دیکھو مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے:

"ٹھیک ہے یہ شرط یہ ہے جس کیلئے مقدم اور تالی کا ارکان ضروری نہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ كَانَ لِلزَّهْرَةِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ اے محبوب تم فرما دو کہ اگر میں کیلئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔"

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۶۱)

تو کیا اس آیت میں بیٹا ہونے اور اس کو پوجنے کو فرض کر دینے سے رب کی الوہیت اور محمد ﷺ کی توحید میں کوئی فرق آگیا؟ ایک بریلوی مجھے کہنے لگا کہ فرض کر لو کہ تم اپنی بیوی کو حلاق دے دو تو اس کی زوجیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا" میں نے کہا کہ بالکل جی کوئی فرق نہیں آئے گا میں نے فرض کر لیا اب بھی وہ میری بیوی ہے تو کہتا ہے کہ پھر دوند جب فرق نہیں آئے گا میں نے کہا بے وقوف جب دے دوں گا تو فرض تمہاری رہے گا وہ تو حقیقت ہو جائے گا۔ ان جوتوں کو ابھی تک قضیہ فرطیہ اور قضیہ حقیقیہ میں فرق معلوم نہ ہو سکا اور اسی کا گھٹہ قرامہ بن سالیہ صاحب نے بھی کیا کہ ہمارے لوگوں سے یہی غلطی یہاں ہوئی۔

اعتراض ۲: نا تو تو ہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد

اگر بالفرض کوئی نئی پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا حالانکہ جب مقدم محال اور ثانی بھی محال ہونا چاہئے کیونکہ مقدم ثانی کو مستلزم ہوتا ہے اور جو محال کو مستلزم ہو وہ خود محال ہوتا ہے۔" (عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۰، ۲۱، ۲۲)

درخشم شاہ بخاری لکھتا ہے:

یعنی تصویرِ دیر کیلئے متعدد خداؤں کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے یعنی لو کہان فیہما الہیۃ تو نظام کائنات برباد ہو جائے (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا (جو کہ محال ہے) تسلیم کر لیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا) یہ کہنا کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا قطعاً باطل ہے اس طرح فرض کرنے سے تو کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا اور یہ عقیدہ بھانے خود کفر ہے۔۔۔ لو خوف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور یہ سب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور نہ مانہ ماضی کا جیسے لو کہان فیہما الہیۃ الا اللہ لفساد عالمین نہ اور خدا حقے نہ زمین و آسمان پر باد ہوئے اب تا فوقی صاحب کا جملہ دیکھئے "اگر بالفرض بعد زمان نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔" یہ دو جملے اوپر بتائے گئے ٹھکانے کے مطابق درست نہیں ان جملوں میں جملہ اول نفی کا جملہ ثانیہ جیسے اگر بالفرض (نفی ثانی) یہ سب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا یا ثانی ثانی کی بناء پر نفی اول نہیں اچھے اگر یوں لکھئے: "نہ کوئی نبی آئے نہ خاتمیت مرتبی میں فرق پڑا" اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی مگر پرستانِ تحذیر الناس کہتے ہیں کہ نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا اس طرح نفی جملہ اول کا نفی جملہ ثانی پر دلالت کا کلیہ بنت نہیں بیٹھتا لہذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے اور طعنے نہیں دئے حساب سے یہاں "ختم نبوت اور تحذیر الناس" ص ۲۷، ۲۸، ۲۹

جواب: یہ بھی ان دونوں حضرات کی جہالت ہے اس لئے کہ ہم سابق میں بریلوی اکابر کے حوالے غما سے ثابت کر چکے ہیں کہ بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے تب بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مگر یہ جاہل بھی رت لگا رہے ہیں کہ نہیں فرق آئے گا

مولانا نانوتوی کی تو عہد امت ہی غلط ہے ملا علی قاری بھی لکھتے ہیں:

لو غافل ابراہیم و حصار انبیاء کلا الو صار عمر نبیہا لکالامن الباعہ علیہ السلام (موضوعات کبریٰ، ص ۱۹۲)

اگر آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اسی طرح اگر حضرت مرثیہؑ نبی ہو جاتے تو دونوں آپ کے پیروکاروں سے ہوتے۔

ان حضرات کے اصول کے مطابق یہ عہد امت غلط بلکہ کفر ہے کیونکہ ملا علی قاری بھی کہہ رہے ہیں کہ ان حضرات کے آنے سے بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت مرتبی پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ آپ ہی کے تابع اور آپ ﷺ کی نبوت کے واسطے سے جوتے جو حضرات حضرت نانوتویؒ کی عہد امت کو غلط کہہ رہے ہیں وہ ملا علی قاریؒ کے بارے میں بھی کوئی فیصلہ صادر کریں۔

پھر آپ کا یہ کہنا بھی سراسر سیدہ زوری ہے کہ اگر نبی آجائے تو آپ ﷺ کی نبوت پر فرق پڑے گا مگر نانوتوی صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں اس لئے کہ حضرت نانوتویؒ یہاں سرے سے ختم نبوت زمانی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں جو فرق آنے یا نہ آنے کا سوال ہو وہ تو یہ قضیہ فرطیہ ”ختم نبوت رقی“ کے متعلق لکھ رہے ہیں کہ اس صورت میں بھی آپ ﷺ کی ختم نبوت رقی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اس لئے کہ اس نئے نبی کی نبوت بھی آپ ہی اسے مستفاد ہوگی۔ قافیہم۔

بریلویوں کے دادا امام مولوی تقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

”اس آیت یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ آپ منصب نبوت میں اصل اصول ہیں۔ اگر اور پیغمبر آپ کا زمانہ پاتے آپ پر ایمان لاتے اور تصدیق اور تائید آپ کی کرتے۔“ (سرور القلوب، ص ۲۲۶ شہیر برادری)

اب بتائے جب اور پیغمبر آپ کے زمانہ پاتے تو کیا اس صورت میں آپ کی ختم نبوت میں مسدود آتا؟ ظاہر ہے کہ نہیں لیکن یہ ختم نبوت مرتبی کا بیان ہو گا کہ آپ ختم نبوت مسیحی اصل اصول ٹھہرے آپ اس وقت سے منصب نبوت میں اصل الاصول ہیں جب ابھی آدم علیہ السلام مسیحی روح و جسد کا ملاقہ بھی قائم نہ ہوا تھا۔ بایں ہمہ سب انبیاء پیدا ہوتے رہے اور کسی کا آنا آپ کی اس ختم نبوت مرتبی کو نہ توڑ سکا پھر جب آپ بافضل یہاں تشریف لائے تو آپ کی ختم نبوت زمانی

بھی ساتھ قائم ہو گئی اب ایمان کیلئے ختم نبوت ذاتی اور زمانی دونوں کا تسلیم کرنا لازم ہوا۔ مولوی تقی علی خان صاحب نے اگر کے لفظ کے ساتھ تفسیر شرطیہ بیان کیا جس کیلئے تعلق ضروری نہیں یہی بات حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

مگر ان تمام حضرات کی عبارات کو چھوڑ کر صرف حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پر معاذ اللہ کفر کا فتویٰ لکھا اگر مولوی احمد رضا خان کے ایصال ثواب کیلئے نہیں تو کیا دیگر یوں کے کھاتے میں ڈالنے کیلئے تھا؟

نیز اگر یہ حضرات اپنے مطالعہ کو وسعت دیتے تو ان کے علم میں ہوتا کہ تفسیر شرطیہ بھی اس وقت بھی صادق ہو جاتا ہے جب مقدم کاذب ہوتا لی صادق ہو اس کی مثال یوں دیتے ہیں ان کاں زید حمرا مکان حیوان (قطبی، ص ۱۱۳) اگر زید حمرا ہو تو حیوان ہو۔ یہ ایک انسان ہے اس کا حمرا ہونا جھوٹ ہے لیکن بصورت حمرا ہونے کے اس کا جائداد ہونا لازم ہے اگرچہ جائداد وہ پہلے سے ہے۔ اسی طرح کھجور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے یہ جھوٹ ہے کیونکہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہے گی لیکن بالفرض آج بھی جائے تو آپ ﷺ کی ختم نبوت رتبہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ پس جس طرح قطبی کی مثال میں مقدم کاذب تالی صادق اسی طرح حضرت نانوتوی کی عبارت میں مقدم کاذب اور تالی صادق ہے۔ مگر ان جہلاء کے نزدیک تو خیر سے ان مملوں کی معنوی ساخت ہی غلط ہے۔

نیز جس کو آپ قاعدہ کلیہ کہہ رہے ہیں علماء محمود بلاغت نے اس کے قاعدہ کلیہ ہونے پر سخت تنقید کی ہے (دیکھو محمود الجہان مع الشرح، ص ۱۳۱، ۱۳۲، حاشیہ الخضر علی شرح ابن قتیبہ، ج ۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹) ملا جامی حرف لو کا ایک استعمال یہ بتاتے ہیں کہ اس کے کما چیز کے استمرار و دوام کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے پھر مثال دیتے ہیں لو اھانتی ولا کھرمته اگر وہ میری توہین کرتا تو میں اس کی عزت کرتا۔ جب دوسرے کی طرف سے توہین کے باوجود اوہ سے عزت ہے تو اوہ سے عزت ہو تو عزت کیوں نہ ہوگی (شرح جامی، ص ۳۹) اسی طرح کھجور کہہ کر بالفرض خاتمیت زمانی نہ ہوتی تب بھی آپ کیلئے خاتمیت رتبہ پائی جاتی اور جب آپ کیلئے خاتمیت زمانی جہت ہے تو دلالت ایسے کے طور پر خاتمیت رتبہ بدرجہ اولیٰ پائی گئی۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مفتی المصیب بن کتاب الامار یہ، م ۷۵۳۲۵ پر لو کے معنی پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور اس کی تصریح کی ہے کہ لو شرط اور جواب دونوں کے امتناع کیلئے آتا ہے مگر کہیں یہ قاعدہ باطل ٹھہراتا ہے پھر اس پر کئی مثالیں دی ہیں ہم صرف ایک آیت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

وَلَوْ أَنَّا نَأْتُوا آلَٰفِيہِمُ الْمَلَٰئِکَۃَ وَكَلَّمْنٰہُمُ الْمُتَوَلَّیْنَ وَخَشَوْنَا عَلٰیہِمُ کُلَّ شَیْءٍ قَالُوا مَا تَأْتُوا
بِیُوزُنٍ مِّنْۢ بَیْنِہُمَا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَلَٰکِنْ اَخْتَرْتُمْ لٰہُمْ یُحٰیثِلُوْنَ (الانعام ۱۱۱)

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز ان کے سامنے اٹھا لیتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں بہت نرمے جاہل ہیں (کنز الایمان)

اس آیت کا معنی تو یہی ہے کہ اگر ان کفار کے مطلوبہ معجزات دکھا بھی دئے جاتے تو یہ شب بھی ایمان نہ لاتے الا یہ کہ اللہ چاہے۔ اور جب انہوں نے مطلوبہ معجزات نہ دیکھے تو دلائل انھیں کے طور پر بدرجہ اولیٰ ایمان نہ لائے مگر ہم شاہ کے قاعدے کے مطابق اس کا معنی یہ بتا ہے کہ ان کفار کے سامنے یہ معجزات ظاہر نہ ہوئے اور وہ ایمان لے آئے۔ کیونکہ حضرت صاحب کا قاعدہ کلیہ تو یہ تھا:

”لو حرف شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے نفی جملہ ثانیہ پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا“

نہی فرض کرنا

نا تو تو ہی صاحب نے کہا کہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو جبکہ حضور علیہ السلام پر نبوت ختم ہے آپ کے بعد کسی کو نبی فرض کرنا کفر اور ختم نبوت کا انکار ہے۔ حالانکہ ان کو کہنا چاہئے تھا کہ بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی آتا ہے ضرور نبی ﷺ کی ختم نبوت میں فرق آتا ہے۔

جواب:

اگر یہ کفر ہے تو مظلوم نا تو تو توئی علی اس کفر میں معاذ اللہ تمہا نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۱) اگر فرضاً دلوں است ہیغیر مبعوث شد موافق فتہ حنفیہ عمل میگرد۔

اگر بالفرض اس است میں کوئی تغیر مبعوث ہوتا تو فتہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

(مکتوبات مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی مکتوب ۲۸۲، جلد دوم ص ۷۵۳۔ اعتقاد پہلنگ ہاؤس دہلی)

(۲) فقیہ ابوالالیث سمرقندی نے اس سوال کے جواب میں کہ میدان جہاد میں اگر کوئی بغیر کسی مسلمان کی اوث میں آجائے تو مسلمان کیا کرے آپ نے فرمایا بسئل ظالمک النبی، یہ مسئلہ اس ہی سے پوچھ لیا جائے۔

(الاشباہ والظاہر ص ۲۷۳)

(۳) احمد یار گجراتی صاحب کہتے ہیں کہ:

اگر قاد پانی نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہوتا۔

(نور العرفان ص ۱۲۲ سورۃ النعام آیت ۸۳)

اپنے حکیم الامت صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کو غور سے پڑھئے اور بتائے کہ صرف الفاظ کی تبدیلی کے علاوہ اس عبارت میں اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں کیا فرق ہے؟۔ مطلق صاحب کہتے ہیں کہ اگر مرزا نبی ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوتا حالانکہ آپ کے اصول کے تحت یہ سراسر کفر ہے اس لئے کہ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ آج اگر کسی نے اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ثابت کر دیا تو معاذ اللہ اس کا نبی ہونا درست ہو جائے گا؟ حالانکہ ہمارا عقیدہ وہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہوتا بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اگر محض فرض کر لینے سے امکان نبوت اور انکار نبوت لازم آ رہا ہے تو فتویٰ صرف حضرت نانوتویؒ پر کیوں ہے۔؟؟ ان حضرات پر بھی تو کچھ اب کشائی فرمائیے۔

نہی شہادۃ میں حاضر ہوں

جعید و شہلی و عطاء حسنت

(۴) بریلوی فقیر ملت لکھتا ہے:

”بے شک سرکارِ اقدس آخر الانبیاء علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، ج ۱، ص ۹)

(۵) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

”اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضورِ غوثِ پاک نبی ہوتے اگر چاہئے مفہوم شرطی پر بھیج دیا جاتا تو اطلاق ہے۔“
(عرفان شریعت، ص ۸۳)

ان عبارات میں ”اگر“ کا لفظ ہے جو عربی ”لو“ کے معنی کیلئے آتا ہے اور لو فرض کیلئے آتا ہے۔
(سبحان السبوح، ص ۱۳۹)

(۶) مولوی غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”پھر اگر عبدالحی صاحب کی اگر یہ بات مان لی جائے جیسا کہ وہ اپنی بادر کر رہے ہیں تو پھر ان کی کتابوں میں یہ تو بھی لکھا ہوا ہے کہ نبی پاک کے بعد غیر تشریف
نہی آ سکتا ہے صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا۔“

(عبارات اکابر کا تحقیقی جائزہ، ص ۳۶۱، ج ۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی کو بریلوی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں، چنانچہ عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

”دیوبندی حضرات خوش فہمی سے سنی عالم دین حضرت مولانا مہدی لکھنوی
رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی کثرت تصانیف کی بناء پر اپنے کھاتے میں مسیح ڈالنے کی
کوشش کرتے ہیں کہ اس خیال است و کمال است و جنوں۔“

(تنبیہات، ص ۱۴۴)

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”احناف کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کے قائم المصلحین ہونے کے بعد کسی نبی کو فرض کرنا بھی کفر ہے۔“
(مقیاس حقیقت، ص ۲۱۰)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

”اگر فرض کر لیا جائے کہ حضور کے بعد بھی دوسرا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر حضور

تھوڑی سی بات کی عبارت پر توضیح پر اعتراضات کا جائزہ
یہ اعتراضات زیادہ تر عبارات اکابر کا عقلی و عقیدہ کی جائزہ ہے لئے گئے ہیں

اعتراض نمبر ۱ :

خاتم النبیین کے معنی سب میں آخری نبی ہونے کو جو تقاسیر واحاد پر مشتمل اور
اجماع امت سے قطعی اور متواتر طور پر ثابت ہو چکے ہیں انہیں عوام اور جاہلوں کا خیال سمجھنا نہیں
یعنی حضور علیہ السلام صحابہ کرام آنکھوں کو کوتاہ فہم لہذا اتمام امت کو عوام اور نا فہم قرار دینا۔ یہ
سب کفر ہے۔

جواب :

یہ اعتراض سراسر جاہلانہ ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے اس آیت کے معنی آفسری نما
ہونے کو عوام اور کوتاہ فہم کا عقیدہ ہرگز نہیں کہا اس لئے کہ اس آیت کے معنی آخری نبی ہونا تو خود
حضرت نانوتویؒ کو بھی مسلم ہے انہوں نے اس آیت کے معنی کو صرف آخری نبی ہونے میں مختصر
کرنے کو عوام کا خیال بتایا۔

یعنی اس کے ظاہر معنی تو یہی ہیں کہ آپ ﷺ کے آخری نبی ہیں آپ پر نبوت ختم
ہے مگر راغبین فی العلم کے ہاں اس آیت سے نہ صرف حضور ﷺ کا ختم نبوت زمانی ہونا ثابت
ہو رہا ہے بلکہ ختم نبوت مرتبی کا بھی اثبات ہو رہا ہے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ

عوام سے مراد وہ ہوتے ہیں جو حق کی تک نہ پہنچے ہوں چاہے عالم کہلاتے ہوں

(خبریں فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۸)

اسی طرح مولوی احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں کہ :

”اغم غم علیک ان جعلک اخر الانبیاء کیا تمہیں اس بات کا غم ہوا ہے کہ میں نے
تمہیں سب سے پہچلائی کیا؟ عرض کی نہیں اسے رب میرے۔ ارشاد فرمایا
میں نے انہیں اس لئے سب سے پہچلی امت بنایا کہ سب امتوں کو ان کے
ساتھ دسوا کر دوں۔“

(ملفوظات، حصہ سوم، ص ۳۱۲)

حضور ﷺ کو اس کا افسوس نہ ہوتا اپنی جگہ مسلم لیکن اس عبارت سے یہ بات ضرور نکلتی ہے کہ
مہدی احمد رضا خان کے خیال میں کہ حضور ﷺ اپنے آخری نبی ہونا پر چنداں خوش بھی نہ تھے
اور آپ کے آخری نبی ہونے میں صرف اس امت کا اعزاز تھا اس میں آپ کی بالذات فضیلت
کوئی نہ تھی۔ العیاذ باللہ۔ کہے بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت پر بھی کسی قسم کا فتویٰ لگانے کی
جرات کریں گے؟

انتظار احسن العبر ۲:

یعنی متواتر قطعی جو ثابت بالحدیث و اجماع ہیں کہ کچھ فضیلت نہ ماننا (یہ بھی

کفر ہے۔)۔

جواب:

یہ بھی آپ کا اصل و فریب ہے اور یہی اصل و فریب احمد رضا خان صاحب نے حسام
الرحمن کیا۔ حضرت تانق توئی نے تاخر زمانی میں بالذات افضلیت ہونے کا انکار کیا ہے نہ کہ مطلقاً
فضیلت کا انکار کیا ہے۔ بالذات فضیلت اور مطلقاً فضیلت میں زمین آسمان کا فرق ہے جیسا کہ
اہل زمان پر تقبی نہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے

اگر تاخر زمانی یعنی صرف بعد میں آنا ہی فضیلت کا باعث تو حضرت علیؑ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ
حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ سے افضل مانیں۔۔۔۔۔ مگر کوئی بھی اس کا قائل نہیں تو حضرت
ماتقوئی کیا کہہ رہے ہیں کہ آخر میں آنا ہی فضیلت کا باعث ہے لیکن فضیلت کا باعث صرف
ان کا ایک وصف کو سمجھنا اور فضیلت کو اسی میں منحصر کرنا یہ درست نہیں۔

انتظار احسن العبر ۳:

اعلیٰ حضرت نے تخریر الناس کی جو عبارات نقل کی ہے ان میں سے ہر
ایک مستقل کفر ہے لہذا عبارات کو آگے پیچھے نقل کر کے بددیانتی کا الزام لگانا درست نہیں۔

جواب:

اگر ہر عبارت کو معاذ اللہ مستقل کفر جانا جائے تو احمد رضا خان صاحب نے تخریر

انسان کی ایک عبارت یہ نقل کی کہ:

”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان ص ۷۰ مکتبہ المدینہ)

پہلے آیت تفسیر الناس ص ۶۵ مطبوعہ ادارہ تحقیقات اہلسنت سے لیا گیا ہے۔ اگر اس عبارت کو بھی معاذ اللہ مستعمل کفر مانا جائے تو خود احمد رضا خان کا کفر ہو جاتا ہے کہ وہ خود ملفوظات میں کہتا ہے

عرض: حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں۔

ارشاد: بہرہ کا مذہب یہی اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں خدمتِ بحر انہیں سے متعلق ہے۔ اور ایسا علیہ السلام بر (خلفی) میں ہیں پھر فرمایا چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو دعوہ الہیہ ابھی آیا ہی نہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص ۸۰ قریب یک سنال، غیر تحریف شدہ ایڈیشن)

غور فرمائیں جب یہ چار نبی زندہ ہیں اب تک تو الاحوال نبی علیہ السلام کے زمانے (ظاہری حیات) میں بھی زندہ ہو گئے تو حضرت مافوق کیا کا یہ کہنا کہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی ہے۔

اگر معاذ اللہ کفر ہے تو احمد رضا خان نے ان سے بھی بڑھ کر کفر کیا کہ حضرت مافوق تو قضیہ فرضیہ مان رہے ہیں اور وہ بھی ایک نبی کیلئے اور احمد رضا خان صاحب قضیہ حقیقیہ مان رہے ہیں وہ بھی چار الہیاء کیلئے۔

اعتراضِ نصیر:

خاتم النبیین کا یہ معنی کہ حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں اور باقی الہیاء بالعرض نبی ہیں کس حدیث میں ہے اور کونسی تفسیر میں ہے۔

جواب:

لگتا ہے سیالوی صاحب آپ کو اب تک ذاتی اور عرضی کا معنی ہی معلوم نہیں اور اسے

ماتین شرح سلم العلوم میں فرماتے ہیں۔

الذاتی لمی اللغة ما كان منسوباً الى الذات لمی الاصطلاح هو ما ليس
لعرضی۔ (ص ۱۱۲)

ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔

نوجواب اس تعریف کی بناء پر حضور علیہ السلام بالذات نبی ہیں کا معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ
ﷺ جب سے نبوت کی شان سے آ رہے ہیں آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں کہ آپ پہلے وجود میں آئے
ہوں پھر نبوت ملی ہو۔

جیسا کہ حدیث ہے کہ گفت نبیا و آدم بین الماء والجسد

اور شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں سے دو یہ ہیں:

الخاص ان یکون دائم الثبوت للموضوع وما لا یدوم هو
العرضی۔ السادس ان یحصل لموضوعه بلا واسطه وفي مقابلته العرضی۔

(مطالع الانوار فی الحکمة والمنطق للفاضل سراج: ص ۱۵ مطبوعہ ۱۳۰۳ھ)

ترجمہ: ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لئے ہمیشہ ثابت ہو وہ
ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے چنانچہ معنی یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی
ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی بالذات ہیں کہ نبوت آپ کیلئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور
ہمیشہ تک ثابت رہے گی اور چونکہ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے بعد ملی لہذا وہ نبوت بالعرض سے
متصف ہوئے اور چھپے معنی کے لحاظ سے بھی آپ بالذات نبی ہیں کہ آپ کی نبوت بلا واسطہ ہے
اور باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے سے ملی لہذا وہ نبوت بالعرض سے متصف ہوئے۔

بتائے قرآن کی کوئی آیت اور کوئی حدیث اس کے معارض ہے۔؟؟

جملگی ہم اسے آپ کے والد صاحب اشرف سیا لو کی صاحب سے ہی ثابت کر دیتے ہیں وہ لکھتے
تھا۔

تمام رسولوں اور نبیوں کی نبوتیں رحمتِ للعالمین کی بدولت اور آپ کے تظہیل ہیں
(کوثر الخیرات ص ۹۹)
یہ انگ بات ہے کہ آپ کے والد صاحب اب اس عقیدے پر نہیں رہے اور آپ کا اور اشرف
سیالوی کا اب جدید عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام پہلے سے نبی نہ تھے بلکہ ۵۰ سال کی عمر میں
آپ کو نبوت دی گئی۔

پس جب یہ ثابت ہوا کہ نبوت بالعرض کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے نبی ہیں اور آپ کو
نبوت بلا واسطہ ملی اور باقی انبیاء کی نبوت بالعرض ہے کہ ان کو نبوت آپ کے واسطے اور آپ کے
بعد ملی تو اب نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کی قرآن وحدیث سے ایک ایک دلیل بھی ملاحظہ
فرمائیں تاکہ آپ کا مطالبہ پورا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ:

وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْنَّبِيِّينَ لَمَّا أُنْتِخِبُوا مِنْكُمْ حَمَلٌ وَجَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ مِّنْ صِدْقٍ مِّنْ لَّدُنَّ
مَعَكُمْ لَعَلَّكُمْ بِهِ تَنْتَضِرُونَ

یہ آیت اس بات کا واضح بیان ہے کہ آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے مرتبہ نبوت پر
فائز کیا اور دوسرے انبیاء سے عہد لیا کہ اگر بالفرض وہ بھی آپ کے زمانے میں ہوں تو آپ
ﷺ کی پیروی کے بشیران کو کوئی چارہ نہیں۔

آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

امام علامہ تفسیر المیزان والہ یں ابو الحسن علی بن عبد اللہ کافانی سنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں
ایک نفیس رسالہ "المنطق فی التوہم من بہ والنصیرین لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے
عاجت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء و مرسلین
اور ان کی امتیں سب حضور کی امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت نہ مادہ پیدا ہوا البشر علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے روز قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے اور حضور کا ارشاد و کنت نبی و آدم بن
الروح والجسد اپنے معنی حقیقی پر ہے، اگر ہمارے حضور حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلی
اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانے میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لائے اور حضور

کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسراء تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پورا علم و دانش ہو گا جب حضور کے زیرِ لوا آدم و من سوا کا نذرِ سل و انبیاء ہو گئے۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین۔۔۔۔۔ محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔۔۔ غرض صاف صاف جتنا ہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک ہی ہے باقی سب تابع و فاضل۔

(جلی الثقلین ۲۲ / ۲۳ / ۲۴ پر درگزیو کس لاہور)

الحمد للہ سیالوی صاحب ہم نے تو آپ کا مطالبہ پورا کر دیا اب ذرا ہماری گزارش بھی سن لیں۔

آپ نے کہا کہ حضرت با نو توئی نے یہ معنی کس حدیث کس تفسیر میں ہے۔

اسی طرح اپنی کتاب کے ص ۲۰۱ پر لکھتے ہیں کہ:

”جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ کافر ہے۔“

دوسری طرف احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

اقول تو یہ کہ سنی ہیں نا فرمائی سے باز آنا جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کر کے اسے راضی کرنا اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عز و جل کا ہر گنہگار حضور سید عالم ﷺ کا گنہگار ہے قال اللہ تعالیٰ من بطع الرسول فقد اطاع اللہ و من عصى اللہ فعدو اللہ عکس التفیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وهو معنی فر شام من عصی اللہ فقد عصی الرسول اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ و رسول کو راضی کرو قال اللہ تعالیٰ واللہ و رسولہ احق الذین حضوہ ان کاتوا امو منین سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ و رسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔۔۔۔۔

یہ بھی خوا کہ احقر اور زبان پر آگئے قابلِ حفظ ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے۔

(جزاء اللہ عددہ باباہ عثم المذوق ص ۲۸، مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۱۹۹۸)

خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیں خان صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جو تو بہ کا مطلب اور ان آیات میں نے جو کتبہ بیان کیا ہے وہ میرے اس کتاب کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کی بیان کردہ یہ فوائد یا نکات یا تفسیر جو بھی آپ کہہ لیں کسی حدیث یا تفسیر میں ہے؟

اگر ہیں تو احمد رضا خان صاحب کا اپنے دعوے میں کاذب ہونا لازم آ رہا ہے و اگر نہیں تو آپ کے فتوے کی رو سے کافر کہئے کیا جواب ہے؟ میرے خیال میں کافر کہنے سے کاذب تسلیم کر لینا زیادہ آسان رہے گا۔

آپ کے مفتی احمد یار گجرانی صاحب لکھتے ہیں۔

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما لکم بینکم (آل عمران: ۹۳)

شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر کرنا جو میت کو مرغوب تھی اس سے مستحب ہے۔ (نور العرقان ص ۳۱، نعیمی کتب خانہ)

کہئے جناب اس آیت کی تفسیر میں "شب برات کا حلوہ" کس مسلم بین القرینین مفسر نے کیا ہے؟

آنجناب کو بزم نوش مناعرا عظیم صاحب اور اشرف العلماء کے فرزند ہیں کئی تفسیروں کا مطالعہ کر چکے ہونگے ورنہ اپنا فتویٰ تو آپ کو یاد ہی ہوگا۔

اعتراض نصیر ۵:

اگر ایک آدمی نماز کی فرضیت کا قائل ہو اور اس کی فرضیت کے منکر کو کافر قرار دے لیکن آیت کریمہ اقموا الصلوٰۃ کا معنی تبدیل کرتے ہوئے اس کا معنی ورزش کرنا قرار دے تو کیا وہ کافر نہیں ہو جائے گا تو جو حکم اس کا ہوگا وہی حکم نا تو تو ہی صاحب کا ہوگا۔

جواب:

آپ کا یہ قیاس بھی قیاس مع الفارق بلکہ جہالت ہے حضرت نا تو تو ہی رحمۃ اللہ علیہ نے کم سیں بھی خاتم النبیین کے منصوص معنی تبدیل نہیں کئے بلکہ وہی معنی بیان کئے جو قرآن و سنت سے ثابت اور جس پر اجماع است ہے اگر انہوں نے خاتم زمانی کے ساتھ خاتم مرتبی کو بیان کر دیا تو دونوں میں کوئی منافات نہیں بلکہ خاتم زمانی خاتم مرتبی کو لازم ہے۔

دیکھیں سورۃ بقرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ منقول ہے کہ بنی اسرائیل

میں ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا تاہم کیسے بچھڑاؤ؟ کیا کیا ہو دوسری طرف صوفیہ کا گروہ اس واقعہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ بقرہ سے مراد نفس ہے چنانچہ خود احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں: ہر قوم بچھڑے کی بھاری ہے جو چیز سب سے غافل کرے وہی بچھڑا ہے۔۔۔ (تفسیر نعیمی ص ۳۴۱)

اب بتائیے کیا احمد یار گجراتی بقرہ کی یہ تفسیر کر کے تفسیر ماثورہ کے منکر ہو گئے۔۔۔؟
اسکی ایک اور مثال سمجھئے حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں قرآن پاک کو شفاء کہا ہے ایک عالم کہتا ہے کہ اگر اس کو شفاء چہ رسائی و روحانی و دنیوی سے مطلق رکھائے تب تو دونوں بھٹیوں کی شفاء مراد ہوگی۔ لیکن اگر ایک ہی مراد ہو تو قرآن کریم کے شایان شان شفاء و روحانی ہے۔ تو ظاہر ہے کوئی احتشامی اس سے یہ نہیں سمجھ گا کہ اس نے قرآن کی شفاء چہ رسائی کی تائیسیر سے انکار کر دیا۔ مگر براہِ تعصب کا کہ سیالوی صاحب اور ان کی جماعت کو ہر چیز الٰہی ہی نظر آتی ہے۔ شاید سیالوی صاحب کے نزدیک کچھ لکھ دینے کا نام ہی جواب ہوتا ہے۔

سیالوی صاحب کے ان لہجہ اعتراضات کو دیکھ کر یقین آ گیا کہ سیالوی صاحب بریلی جانے والے کام کر رہے ہیں۔

(بریلی جانے کا کام کیا: بقول بریلی میں چند سال پیشتر بہت بڑا پاگل خانہ تھا۔۔۔۔۔ اس شخص کی نسبت کہتے ہیں جو پاگلوں کی کوئی حرکت یا خلاف عقل کوئی کام کرے۔ تو رالقب اس سے (ج ۶۲۱)

اعتراض نمبر ۶:

تا تو ہی صاحب نے نبی علیہ السلام کی نبوت کی بالذات مانا باقی انبیاء کی نبوت کو بالعرض اسس سے تو باقی انبیاء کی نبوت کا انکار ہو جائیگا اس لئے کہ جو کسی وصف سے بالعرض موصوف ہو اسس کے ساتھ اس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے۔ جیسے جالس فی السجود کو بھی متحرک کہا جاتا ہے کشتی وصف متحرک کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے اور جو اس میں سوار ہے وہ نیازاً متصف تو اس سے انکشاف کرنا بھی جائز ہے۔

جواب:

ہم نے اعتراض نمبر ۴ کے جواب میں بالذات اور بالعرض کی وضاحت قدم سے تفصیل سے کر دی ہے اس کو دوبارہ پڑھ لیں۔ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاءؑ کی نبوت اور رسالت حق ہے پر جناب رسول علیہ السلام کے درجہ کا کوئی نہیں آپؐ کی نبوت بالذات یعنی اولاً اور باقی انبیاءؑ کی نبوت آپؐ کے فیض اور واسطے سے ہے۔

معرض صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ دائرہ فی العرض میں وصف کی نفی بالذات کی جوتی ہے نہ کہ وصف بالعرض کی جالس فی السیفیۃ سے حرکت کی نفی نہیں بلکہ بالذات حرکت کی نفی ہے اور جالس فی السیفیۃ متحرک بالعرض ہوتا ہے اس سے اس کی نفی نہیں ہوتی۔ لہذا دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بالعرض نبوت کی نفی ہرگز درست نہیں ہاں بالذات کی نفی ضرور ہے لیکن بالذات نبوت ان کے لئے ثابت ہی کب ہے۔ غلط فہم۔

اعتراض نمبر ۷:

نانوتوی صاحب نے لکھا کہ آپؐ کو نبوت قدیم عطا فرمائی اور دیگر انبیاءؑ کو نبوت حادث عطا فرمائی۔ جب آپؐ خود حادث ہیں تو نبوت جو صفت ہے آپؐ کو دیکھیے قدیم ثابت ہوگی۔ (عبارات اکابر ص ۲۰۰)

جواب:

خدا آپؐ کو عبارت سمجھنے کی توفیق دے حضرت مولانا نانوتویؒ کی عبارت میں قدم و حادث سے مراد قدم اضافی ہے نہ کہ حقیقی اور یہاں پر ”قدم“ ”مقدم“ کے معنی میں ہے مطلب یہ کہ آپؐ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاءؑ کے قدیم ہے۔ چنانچہ حضرت نانوتویؒ لکھتے ہیں:

”علاءہ بریں حدیث کنت نبیاً و ادم بین الماء و الطین بھی اسی جانب مشیر ہے کیونکہ فرق قدم نبوت اور حادث نبوت باوجود۔۔۔ ذوقی خوب جب ہی چسپاں ہو سکا ہے کہ ایک جاہد وصف ذاتی ہو اور دوسری جاعرض اور فرق قدم و حادث اور دوام و عرض فہم ہوتا اس حدیث سے ظاہر ہے ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اگر نبوت کا ایسا قدیم ہونا کچھ آپؐ ہی کے ساتھ مخصوص نہ ہوتا تو آپؐ مقام

اختصاص میں یوں نہ فرماتے۔“ (تحدیر الناس ص ۵۰)

اسی طرح حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

”آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی“ (تحدیر

ناس ص ۴۳)

یعنی جس طرح آفتاب کا نور کسی اور جرم سماوی کا فیض نہیں جب سے اسے خدا نے بنایا۔ ایسا دایما نورانی ہے حضور ﷺ کی نبوت بھی کسی اور کا فیضان نہیں جب سے خدا نے آپ کی روح مقدسہ کو پیدا فرمایا موصوف بالنبوة فرمایا حضرت لکھتے ہیں کہ:

”آپ موصوف بالوصف نبوة بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف

نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی اور کا فیض

نہیں آپ پر سلسلہ نبوت قلم ہو جا۲ ہے غرض آپ جیسے نبی الائمہ ہیں ویسے

نبی نبی الانبیاء بھی ہیں۔“ (تحدیر الناس ص ۴۴)

ان تصریحات اور مثالوں سے واضح ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی الفاظ قدم سے مراد کیا تھی آپ اسے پہلے کے مضمون میں استعمال فرما رہے تھے ازلی کے مضمون میں نہیں۔ اگر بریلویوں کے نزدیک اس قسم کے لچر اعتراضات کا نام ”کفر“ تو ایک عدد کفر کا فتویٰ ”محکمہ آثار قدیمہ“ پر بھی لگادیں کیا بریلوی یہاں ”قدیمہ“ کا معنی ”ازلی“ کریں گے؟

بریلویوں کے اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں کہ:

”علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی نے نور نبیک اور کنت نبیا کا مصداق حقیقت

محمد علی صاحبہ الصلوۃ والسلام ہو نا بیان فرمایا ہے جس سے قدم نبوت واضح ہوتا

ہے۔“ (کوثر الخیرات۔ ص ۹۹)

امید کرتا ہوں کہ جو فتویٰ بریلویوں نے حضرت جتہ الاسلام کیلئے تجویز کیا تھا وہی اشرف سبیلوی صاحب پر بھی لگائیں گے ورنہ بروز قیامت اس نا انصافی پر خدا کو کیا جواب دیں گے؟ علامہ محمد شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ ”قدم“ کے ایک معنی بیان کرتے ہیں کہ:

هو كون الشيء غير محتاج الى الغير۔

(اشتریحات ص ۱۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت)

کہ کسی شے کا اپنے غیر کی طرف محتاج نہ ہونا۔

تو یہاں بھی حضور ﷺ کے وصف نبوت کے قدیم ہونے سے مراد ہے کہ آپ ﷺ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں ہیں۔

اعتراض نمبر ۸:

سیاق و سباق صاحب بالفرض والی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

ان کے نزدیک اگر نیا نبی آجائے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا تو جب خاتمیت زمانی جو لازم تھی وہ باطل ہو گئی تو خاتمیت ذاتی جو ملزوم تھی وہ بھی باطل ہو گئی کیونکہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلیل ہوتا ہے۔ (عبارات اکابر ص ۱۰۱، رد صاحب قائب ۲۳۳)

جواب:

اس اعتراض کا جواب ایک مثال کے ذریعہ سمجھیں

آفتاب کا طلوع ملزوم ہے اور دن بچا ہونا اسکو لازم ہے۔ اگر ہم دن کے وقت کسی دوسرے آفتاب کا وجود فرض کریں اور یہ دعویٰ کریں کہ چونکہ یہ دوسرا اسی کا نائب اور اس سے روشنی حاصل کرتا ہے اس لئے آفتاب کی خاتمیت مرتبی قائم ہے۔ تو اس مندرجہ سے آفتاب کے لازم یعنی دن کے وجود کو کیا نقصان پہنچے گا؟

کیا آپ کے خیال میں رات ہو جائیگی؟ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا پھر جب ملزوم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل اسی طرح بالفرض یعنی بفرض محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاتمیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لئے ناممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔

اعتراض نمبر ۹:

نانو تو ہی صاحب نے ختم زمانی کا مقام مدح میں ہونے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آخری نبی ہونے میں آپ کی کوئی فضیلت نہیں جبکہ خود حضور نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو مقام مدح میں ذکر کیا ہے۔ (ملفوظات ص ۱۹۱ عبارات اکابر)

جواب:

یہ اعتراض بھی بالکل جاہلانہ ہے۔ حضرت نے ختم نبوت زمانی کی فضیلت مطلقہ کا ہرگز انکار نہیں کیا جیسا کہ بریلوی سمجھ رہے ہیں ہم بار بار اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔ اگر وہ اس کے منکر ہونے تو تخذیر الناس میں جگہ جگہ نبی علیہ السلام کیلئے اس کا اثبات کیوں کرتے؟

بلکہ حضرت نافوتوی خاتم النبیین کو خاتم زمانی کے معنی ہی میں منحصر کر دینے اور بالذات اسی کو مقام مدح اور مقام فضیلت ماننے کے منکر ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے: قاعدہ یہ ہے کہ مقام مدح میں مدح کے اعلیٰ اوصاف کو ضرور ذکر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی عالم فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو مفسر بھی ہو اور ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہو تو اس موقع پر صرف انتہائی نہیں کہا جائے گا کہ وہ حافظ قرآن ہیں بلکہ ان کے دوسرے اعلیٰ اوصاف ضرور ذکر کئے جائیں گے۔

پس ایسے ہی سمجھئے کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ خاتمیت زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بلکہ بالعرض فضیلت ہے۔ اس لئے لفظ خاتم النبیین سے اگر صرف خاتمیت زمانی ہی مراد لی جائے گی تو پھر مقام مدح میں اس کا ذکر کرنا کیونکہ صحیح ہوگا ہاں اگر اس لفظ سے خاتمیت ذاتی بھی مراد لی جائے گی تو پھر یہی لفظ مقام مدح کیلئے بہت زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ یہ خاتمیت ذاتی حضور ﷺ کی نہایت اعلیٰ صفت ہے۔

اعتراض نمبر ۱۰:

نافوتوی صاحب نے کہا کہ موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس طرح تو آپ ﷺ کے بعد کسی کو ایمان اور صاحب علم نہیں ہونا چاہئے کہ تخذیر الناس میں ہے کہ آپ ﷺ ایمان اور علم سے موصوف بالذات ہیں باقی بالعرض۔
(ملخصاً) عبارات اکابر ص ۱۹۹

جواب:

یہاں پر بھی آپ کو عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ حضرت نے جو ارشاد فرمایا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ موصوف بالذات ہمیشہ آخر میں آتا ہے بلکہ جب ہم موصوف بالعرض کے بارے میں سوچیں کہ یہ وصف کہاں سے آیا تو ہماری سوچ کی وہاں انتہاء ہو جائے۔

مثال:

کائنات موجود ہیں کائنات میں بہت سی صفات وجود پائی جاتی ہیں مثلاً انسان سستا ہے دیکھتا ہے مگر یہ صفات اس کی قافی ہے جب یہ قافی ہے تو اس کا وجود اپنا نہیں؛ جو ذاتی نہ ہو بلکہ وجود عرضی ہو تو کائنات وجود کے ساتھ بالعرض ہے اس کا وجود کسی ایسی ہستی سے آیا ہے جس کا وجود چنا ہے اور وہ اللہ ہے چونکہ اس کا وجود چنا ہے اس لئے یہ سوچنا بالکل بے کار ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا۔

تو اب سمجھیں کہ نبی ﷺ ایمان سے موصوف بالذات ہیں یعنی آپ علیہ السلام سب سے اول ایمان سے متصف ہیں اور باقی آپ کے واسطے آپ کے فیض سے متصف ہیں سو باقی افراد کا ایمان بالعرض ہوا اور آپ کا بالذات جس طرح کہ مفتی احمد یار کھڑائی صاحب لکھتے ہیں کہ

اور بالعرض یہی معنی ہو جو آپ کے لئے ہے میں جب بھی ہمارے مخالف شخصیں کہ نبی علیہ السلام ایمان کے جس درجہ پر فائز تھے یقیناً آپ علیہ السلام کو ایسا ایمان آپ کے بعد کسی کو حاصل نہ ہوا ہو سکے گا۔

اعتراض نمبر ۱۱:

مفتی شفیع صاحب نے حدیث اکھدین میں لکھا کہ اس آیت سے آپ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہوتا ہے جو اسکے علاوہ کوئی اور معنی نہیں۔ مولانا اور میں صاحب نے مسک اختتام میں یہی کہا اور یہی لکھا آپ کے بہت سے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

جواب:

حضرت مفتی شفیع صاحب یا حضرت مولانا اور میں صاحب یا ہمارے دیگر اکابر کی ان عبارات میں ”حضر حقیقی“ نہیں بلکہ ”اضائی“ ہے ان حضرات کی یہ کتابیں مرزا انبیا کی رد میں ہیں مرزا انبیا چونکہ ظاہری معنی میں ختم زمانی کے قطعی منکر ہیں اس لئے ان کتابوں میں ان کی لکھنا تاویلات اور تخصیصات کا رد کیا گیا ہے ان عبارات میں مسک حصر بالنظر الی تساویلات الملاحدة ہے۔ اس کی نظیر ہم خود احمد رضا خان صاحب سے پیش کر دیتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی کتاب جزاء اللہ تعالیٰ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ
 ”علامہ حقی اور میرک نے حضور کے فضائل کے بیان میں لکھا تھا کہ آپ کی امت کی توپ صرف
 استفادہ سے قبول ہو جاتی ہے اس پر ملا علی قاریؒ نے مجمع الوسائل میں اعتراض کیا کہ اس کا قائل
 علماء میں سے کوئی بھی نہیں ہوا ہے اور لکھا کہ توپ کے عین رکن ہیں (۱) اندامت گزشتہ معصیت پر
 (۲) ترک فی الحال (۳) اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا پختہ ارادہ۔“

فاضل بریلوی ملا علی قاری کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اخیر میں لکھتے ہیں:

المقصود الحصر بالنسبة الى ما كان على الامم السابقة من الامر

یعنی علامہ اور میرک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس قبولیت تو بہ کیلئے صرف استفادہ ہی کی ضرورت
 ہے نہ امت وغیرہ ارکان تو بہ ضروری نہیں بلکہ یہ حصر ان تکالیف شاقہ کے لحاظ سے ہے جو انکی
 امتوں کو قبولیت تو بہ کیلئے اٹھانی پڑتی تھیں گو یا علامہ حقی اور میرک کے اس قول کا مطلب یہ ہے
 کہ امت محمدیہ کو تو بہ کی قبولیت کیلئے استفادہ رکائی ہے ان کو قتل النفس امور شاقہ کی ضرورت نہیں
 (جزاء اللہ تعالیٰ ص ۲۲، ۲۵)

یہی جس طرح حقی اور میرک کے حصر کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حصر اضافی بالنسبة
 الى ما كان على الامم السابقة قرار دیا ہے اسی طرح مفتی شفیع صاحب یا مولانا اور نسس
 صاحب یا صاحب روح المعانی کی عبارات سے جو حصر مفہوم ہوتا ہے وہ بھی حصر اضافی
 بالنسبة الى تارة حالات الملاحة ہے۔

اعتراض نصیر ۱۲:

تمام امت کا حصر پر اجماع ہے کہ آیت خاتم النبیین سے صرف اور صرف
 تاخر زمانی مراد ہے۔

جواب:

میرک نہیں یہ سراسر سیٹھ زوری ہے آپ قیامت کی صبح تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ”خاتم النبیین“
 سے صرف اور صرف ”اخر زمانی“ مراد ہے اس اور کچھ نہیں۔ اگر کہیں حصر ہے تو وہ حصر اضافی
 ہے نہ حصر حقیقی۔ اور حصر پر اجماع ہو بھی کیسے سکتا ہے جب خود ائمہ کا کریم ﷺ کا ارشاد پاک

ہے کہ:

لكل آية ظهر و بطن و لكل حرف حد و لكل حد مطلع

علامہ سیوطی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حدیث میں ظہور سے مراد وہ معانی ہیں جو ظاہر کے اعتبار سے اہل علم کیلئے کھول دئے گئے ہیں اور بطن سے مراد وہ چھپے ہوئے اسرار ہیں جس پر اللہ تعالیٰ صرف ارباب حقائق کو آگاہ کرتا ہے ان کی اہل عبارت ملاحظہ ہو:

ان ظہورہا ما ظہرہا من معانیہا لاهل العلم بالظاہر و بطنہا ما تضمنہ من الاسرار السنی
اطلع اللہ علیہا ارباب الحقائق۔ (الاتقان فی علوم القرآن
ج ۲، ص ۳۶۶، ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ)

اور آگے اس حدیث کا ایک مطلب نقل کرتے ہیں کہ:

لا يفقه الرجل كل الفقه حتى يجعل للقرآن وجوها

(الاتقان فی علوم القرآن: ج ۲، ص ۳۶۷، دار الکتب العلمیہ)

آدی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک قرآن کیلئے متعدد توجیحات نہ نکال لے۔

کیا حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے مطابق ان حقائق و دقائق کو کھول لیا جن پر اللہ نے ان کو مطلع فرمادیا تھا؟ اور آپ کے مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

قال البعض العلماء لكل آية تسرون الف فهم

(الدولة المکیة: ج ۹۸، مکتبہ رضویہ آرا م باغ)

بعض علماء نے فرمایا ہر آیت کیلئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں

و عن بعض الاولیاء من بیت ابی فضل وجدنا تحت كل حرف من القرآن اربع معانی
الف لك من المعانی و كل حرف منه له معان فی موضع غیر المعانی التي لہ فی موضع
اخر۔ (الدولة المکیة: ج ۱۰۰، مکتبہ رضویہ آرا م باغ)

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے ہر حرف کے تحت میں چالیس کروڑ معانی پائے اور اس کے ہر حرف کے ایک مقام میں جو معانی ہیں وہ ان معانی کے سوا ہیں جو دوسرے

مقام میں تھا۔

کہتے ہیں جب بقول آپ کے اعلیٰ حضرت کے ہر آیت سے ساٹھ ہزار مفاد نکال سکتے ہیں اور قرآن کے ہر حرف سے چالیس کروڑ معانی نکال سکتے ہیں تو ”خاتم النبیین“ کیلئے صرف ایک معنی پر صر کے اجماع کا دعویٰ کیا دروغ گوئی نہیں؟ کیا اجماع صرف اس لئے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو موقف پیش کیا اس سے ٹپی کریم رحمۃ اللہ علیہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جو آپ کو تسلیم نہیں؟

عقراض نمبر ۱۳: آپ نے کہا کہ نانوتوی صاحب نے جو بات کی وہ اس سے پہلے بھی علماء لکھ چکے ہیں حالانکہ نانوتوی صاحب خود اس کے منکر ہیں ان کا تو دعویٰ ہے کہ یہ مفہوم باسلی بار انہی کے ذہن میں آیا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ:

”اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا قصاص آگیا اور کسی نقل نادان نے کوئی ٹکڑا کالے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب نے جو معنی بیان کئے وہ ان کے خود سامعین ہیں۔

جواب:

معترض صاحب کچھ تو خدا کا خوف کریں آپ نے ہر حال میں اپنی بات منوالی ہے چاہے اس کیلئے عبارت میں قطع و بریدی کیوں نہ کر ناپڑے اس لئے کہ

ملاں آں یا شد کہ چپ نشود

معترض صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت سے جو نتیجہ نکالا ہے اس میں آپ نے سخت بددیانتی اور خیانت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس عبارت میں مرے کے منہم اخصیص کے معنی کا ذکر ہی نہیں کر رہے ہیں۔ اس عبارت میں تو اثر ابن عباس کی تاویل کا ذکر ہے اور فرمایا کہ اثر ابن عباس کی جو تاویل بعض علماء یا صوفیاء نے کی وہ درست معلوم نہیں ہوتی صحیح شرح اچھی ہے جو میں نے لکھی (مگر یہ قطعیات میں سے نہیں اس لئے اس کے ماننے پر کسی کو مجبور بھی نہیں کرتا) لیکن اس سے ان اکابر کی تحقیر ہرگز لازم نہیں آتی ہم آپ کے سامنے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں تاکہ عوام پر آپ کا دجل و فریب خوب

واضح ہو جائے :

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء علیہم السلام اور اہل سنت سے
مبلغان احکام مراد ہیں، ہرگز قابل التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلات مذکورہ یہی
مخالفت خاتمت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجئے جن کو مدلول معنی مطابق
سے کچھ علاقہ نہیں باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانتے تو ان کی تحقیر لغو و باطل لازم آئے
گی یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات ازراہ بے ادبی نہیں مانا کرتے، ایسے
لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے العراء بغیس علی نفسہ یہ اپنا طریقہ نہیں، انقصان شان اور جرح
ہے اور خطا و نسیان اور چیز ہے، اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی
شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی مظلّم نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے
وہ عقلمندانہ شان ہو گیا؟

بطلان برہدلف زندہ تیرے

گاہ ہاشد کہ کوہ کا دان

(تحدیر الناس: ص ۸۵، ۸۶: ابدارہ تحقیقات اہل سنت)

اعتراض نمبر ۱۲ :

مولانا نانوتوی نے تحدیر الناس لکھ کر نہ میان نبوت کیسے دروازہ کھول لیا
قادیانی تحدیر الناس کی عبارات کو لیکر مرزا قادیانی کی نبوت پر استدلال کرتے ہیں قادیانیوں کو
نبوت کا دروازہ تم نے دکھا یا۔ ۳۷۷ میں مرزا قادیانی نے پارلیمنٹ میں یہی تحدیر الناس پیش کی
تھی اس وقت مولانا نانوتوی نے کہا تھا کہ ہم تمہاری طرح تحدیر الناس کے مصنف کو بھی کافر سمجھتے
ہیں۔

جواب :

اگر مرزا یوں کا تحدیر الناس سے اپنے باطل عقیدے پر استدلال کرنے کی وجہ سے
صاحب تحدیر مطعون ٹھہرائے جاسکتے ہیں اور مرزا یوں کے اس استدلال سے معاذ اللہ یہ بات
سمجھ آتی ہے کہ تحدیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے العیاذ باللہ تو خدا کے بندے امت قادیانی تو
حضرت نانوتوی سے بھی پہلے کے جید اکابرین امت کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں ان

تے متعلق کیا فتویٰ ہے۔۔۔؟

مولوی مرزا چھرونی صاحب نے "مقیاس النبوة" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس میں ایک عنوان ہے

اولہ مرزا نیہ کے اجرائے نبوت کے جوابات (مقیاس النبوة ص ۳۷۷ ج ۲)
اس عنوان کے تحت قریباً ۱۰ آیات سے مرزا کی استدلال پیش کر کے انکا جواب دیا گیا ہے۔ جواب دیجئے آپ کے اصول کے تحت تو قرآن سے بھی معاذ اللہ ختم نبوت کا اجراء ثابت ہوتا ہے۔ ص ۶۳ پر یہ عنوان ہے:
بحث امکان نبوت از روئے احوال و ثبوت کے جوابات

کہتے یہاں پر بھی آپ کا یہ اصول فٹ ہوگا۔؟

ص ۶۳۶ پر مرزا کی نے مولانا دوم کے اشعار پیش کئے۔ ص ۶۳۷ پر تفسیر قادری کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۳۸ پر بہار الانوار کا حوالہ پیش کیا۔ ص ۶۷۶ پر یہ عنوان ہے۔ جوابات داخل امکان نبوت از اقوال بزرگان مرزا کی نے پہلے حوالہ فتوحات مکیہ کا زیادہ سرا حوالہ عارف ربانی سید عبد الکریم جیلانی کا دیا۔ تیسرے حوالہ ملا علی قاری کا دیا، چوتھا حوالہ شاہ ولی اللہ کا دیا پچھٹا حوالہ امام احمد رضا رحمہ اللہ معنی اللہ معنی کا دیا۔ اس کے کچھ صفحات بعد فتاویٰ حدیثیہ کا حوالہ دیا۔
کہتے کیا یہ سب حضرات بھی ختم نبوت کے منکر تھے؟ معاذ اللہ کیونکہ مرزا کی تو ان اکابر سے لگی استدلال کر رہے ہیں۔

مولوی مرزا چھرونی صاحب کا تعصب ملاحظہ فرمائیں کہ جب مسرزا کی نے مولانا چانوٹوی کی عبادت پیش کی تو جواب دیا

باپ کی شہادت بیٹے کے لئے کسی مذہب میں بھی قابل قبول نہیں

(مقیاس النبوة ص ۶۳۶)

شرم۔۔۔ شرم۔۔۔ شرم

کار نگین کرام حقیقت یہ ہے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھ کر ایمان نہایت کیلئے دروازہ کھولا نہیں بلکہ ہیٹ کیلئے بند کر دیا ہے علم الہی میں پہلے سے معلوم بحث کہ مرزا

غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختم نبوت پر حملہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ اس مخالف کو پہلے سے زائل فرما دیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ختم نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا انہیں کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اس نے ختم نبوت کا یہ معنی یہ ان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ ﷺ کی نبوت کی مہر ہوگی۔ گو یا وہ ختم نبوت مرتجی کو تو مان رہا تھا مگر ختم نبوت زمانی کو اس کا متوازی سمجھتے ہوئے اس کا انکار کر رہا تھا۔

حضرت نانوتویؒ نے اپنی اس تصنیف میں ثابت کیا کہ ختم نبوت مرتجی سے تو کسی کو انکار نہیں و تو آپ کیلئے ثابت ہے مگر اس سے ختم نبوت زمانی کے معنی قرار دینا جہالت ہے بلکہ یہ دونوں متوازی مفہوم ہیں۔ مرتجی کو زمانی لازم ہے۔ غرض یوں حضرت نانوتویؒ نے مرزائی داخل و فریب کا ہمیشہ کیلئے سد باب کر دیا۔

باقی یہ کہنا کہ پارلیمنٹ میں مرزائیوں نے تحذیر الناس کی پیش کی تھی اور اس پر فتویٰ لگا سراسر جھوٹ اور بہتان ہے مجھے حیرت ہوتی ہے اس بات پر کہ اتنا بڑا جھوٹ کس طرح بغیر کسی مستند نبوت کے بول دیا جاتا ہے اور افسوس اس پر ہوتا ہے کہ بعض حضرات بنا کسی شیوہ کا مطالبہ کرنے سے مخالطہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور آکر مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟ پارلیمنٹ کی یہ ساری کاروائی۔

”انارنجی قومی دستاویز“

کے نام سے شائع ہو چکی ہے جس میں ایسی کوئی بات مذکور نہیں۔ اس رپورٹ کو سرکاری طور پر بھی شائع کیا جا چکا ہے۔ الحمد للہ پارلیمنٹ میں یہ اعزاز اسی نانوتویؒ کے روحانی فرزند مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملا جس کو پوری پاکستان قومی نے اپنا متفقہ نمائندہ سمجھتے ہوئے اس اہم مسئلہ پر مسلمانوں کی غمگینی کا اعزاز بخشا اور یہ مفتی محمود اسی نانوتویؒ کا وہ روحانی فرزند ہے جس نے قادیانی محضرے کے جواب میں پارلیمنٹ میں مسلمانوں کی طرف سے محضرہ نامہ پڑھا جسے بعد میں ”ملت اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اور یہ بھی اسی نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فرزند اس کا اعزاز ہے کہ اس موقف کو لکھنے والے حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی

مذہب اور معاشرہ کے درمیان جو تعلق ہوتا ہے۔

پھر ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ کتاب پارلیمنٹ میں پیش ہوئی تھی تو نورانی میاں کیا کر رہے تھے؟ کیوں پارلیمنٹ سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ اس کتاب کے مصنف کو بھی معاذ اللہ گرفتار کر لیں اور اس کتاب پر پابندی لگائی جائے؟ یہ کوئی انصاف ہے کہ بقول تمہارے جس کتاب سے مراد قادیانی نے نبوت کا سبق سیکھا اس پر تو کوئی پابندی نہ ہو اس کے مصنف کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہ ہو اس کو ماننے والوں سے تو تم "مضمر نامے" پڑھو اور مرزا کیوں پر کفر کے فتوے کا مطالبہ ہو۔ ۲۶؎

اگر بریلویوں میں غیرت ایمانی ہے تو ہم انہیں چیلنج کرتے ہیں کہ اس جھوٹ کا کوئی ثبوت کسی غیر مستند حوالے سے ثابت کرے ورنہ

لعنة الله على الكاذبين

اور ہم یہاں بریلویوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ملک میں آئین کی شق موجود ہے قانون میں ۲۹۵C موجود ہے تم کیوں عدالتوں کا دروازہ نہیں کھٹکتا؟ کیوں اس کتاب پر مقدمہ نہیں کرتے؟ ۲۶؎ کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔

اعتراض ۱۵: مولانا نانوتوی نے حضور ﷺ کے حسب و نسب سکونت و رنگ شکل و قد کو ان کی انشیات میں شمار نہیں کیا حالانکہ ان کی فضیلت خود حضور ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

جواب: حضرت نانوتویؒ نے مطلقاً ان کے فضائل سے انکار نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کا مقصود ہے کہ کسی فضیلت کے حصول کیلئے یہ چیزیں شرط نہیں۔ میاں شیر محمد شریعتی فرماتے ہیں: "مجھے تمام نبیوں کے حبیے دکھائے گئے بعض نبی ایسے دیکھے کہ ان کا بدن بھینس کے چمڑے کی طرح تھا اور ہال بھی ان کے بھینس کے بالوں کی طرح تھے بندہ نے عرض کیا کہ اگر بھینس میں شی ہوئے ہوتے تو ان کے حبیے اس طرح کے ہوتے"۔ (خزینہ معرفت، ص ۳۴۶)

سیدنا عبد اللہ قادری لکھتا ہے:

"دلالت کا سیاہ ہونا نبوت کے معنای بھی نہیں کیونکہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت

القرآن علیہ السلام میں نبوت اور رنگ سیاہ ہو نا دونوں باتیں صحیح ہیں۔

(رسائل میاں مصطفیٰ ﷺ، ص ۱۳۱)

مولوی فضل رسول بدایونی لکھتے ہیں:

”مگر اور اس جیسی باتوں سے سلامتی یہ نبی کے والدین کیلئے شرط نہیں جیسا کہ

آذر (ابراہیم علیہ السلام کا باپ) اور اس جیسے دوسرے لوگ۔“ (المستند

المستند، ص ۱۸۲)

تحدیر الناس پر مزید تفصیل دیتے ہوئے الامام مولانا قاسم نانوتویؒ کی ”مناظرہ عجیبہ“ اور ”تہذیب

النہر اس“ اور محقق اسلام علامہ ابوالاعلیٰ مہدی صاحب مدظلہ العالی کی کتاب ”دفاع ختم نبوت

اور صاحب تحدیر الناس“ مطلوبہ مدارائے تعظیم اور کامطالعہ کریں۔

اعتراف ص ۳۸: خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کی صفت خاصہ نہیں۔ نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت وضاحتی لکھتا ہے:

”ہر زمین میں اس زمین کا خاتم ہے۔“ (تحدیر الناس، ص ۳۱) جیسے ہر اقلیم کا بادشاہ یا چوریکہ

بادشاہ ہے مگر بادشاہ ہفت اقلیم کا حکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہی ہے پر ہمارے

خاتم النبیین کا تاج۔“ (تحدیر الناس، ص ۳۳) اس زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم

النبیین ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض ہیں جیسے آفتاب سے قمر و کواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں

کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں۔“ (تحدیر الناس، ص ۳۲)۔

(دیوبندی کے بطلان کا اکتشاف، ص ۲۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۳)

الجواب: یہاں پر بھی کھل عبارت پیش نہیں کی گئیں کھل عبارت ملاحظہ ہو:

”عرض ہے کہ ہر زمین میں اس زمین کے انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہے پر

ہمارے رسول مقبول ﷺ ان سب کے خاتم، آپ کو ان کے ساتھ وہ نسبت ہے

جو بادشاہ ہفت اقلیم کو خاصہ کے ساتھ نسبت ہوتی ہے جیسے ہر اقلیم کی حکومت اس

اقلیم کے بادشاہ پر اختتام پاتی ہے چنانچہ اس وجہ سے اس کو بادشاہ کہا آہستہ

بادشاہ دہی ہوتا ہے ایسے ہی زمین کی حکومت نبوت اس زمین کے خاتم پر حتم

ہو جاتی ہے پر جیسے ہر عالم کا بادشاہ باوجودیکہ بادشاہ ہے مگر بادشاہ ہفت اعظم کا
حکوم ہے ایسے ہی ہر زمین کا خاتم اگرچہ خاتم ہے پر ہمارے خاتم النبیین کا تابع
ہے جیسے بادشاہ ہفت اعظم کی عزت اور عظمت اپنی اس اعظم کی رعیت پر حاکم
ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی ہی سمجھ جاتی ہے جتنی بادشاہان اعظم بات پر
حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عظمت و عزت اپنی اس
رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھ جاتی جتنی بادشاہان
اعظم بات پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت
اور عظمت فقط اس زمین کے انبیاء و پیغمبر السلام کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی
جاسکتی جتنی خاتمین اور انبیاء سالک کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔

(تحدید الاسماء، ص ۳۳۳)

قارئین کرام الملاحظہ فرمائیں کہ شروع کی تہذیب و سطر اور آ کے کی مثال جو حضرت کے
موقف کو بالکل واضح کر رہی تھی جان بوجہ کہ اس خاتم نے پیش نہیں کی حضرت کا مقصود یہ ہے کہ
آپ کی صفت خاصہ جو خاتم النبیین کی ہے وہ ساتوں زمیوں نے اعتبار سے ہے جس میں آپ
کی چھ گناہ کر فضیلت ہے باقی زمیوں میں تو خاتم ہیں پر وہ اپنی زمیوں کے اعتبار سے خاتم
ہیں لہذا نبی کریم ﷺ کی صفت خاصہ خاتم النبیین جو تمام زمیوں کے اعتبار سے ہے اس میں کوئی
فرق نہ پڑا اور نہ اس صفت خاصہ میں کوئی آپ ﷺ کا شریک ہے۔ لیکن چونکہ رضا طائی اس
نقصیت کے منکر ہیں اس لئے اسکا نہ صرف انکار کروایا بلکہ اس پر ایک گناہ و مہملوں بھی مستائم
کر دیا۔

اپنے مولوی کا عقیدہ و پڑھ غلام قصور و تکلیف جو آپ کے اکابر میں سے ہے وہ صرف اس
زمین کے اعتبار سے حضور ﷺ کو خاتم النبیین ماننا تھا باقی زمیوں کے اپنے اپنے خاتم ماننا صحت
مطابق اللہ (ملفوظات بیان القرآن، ج ۱۲، ص ۹۹۴)

اب جواب دو جو اعتراض علمائے دیوبند پر کر رہے تھے وہ عقیدہ تو اپنے گھر میں موجود ہے۔
نوٹ: اثر ابن عباس کے متعلق مزید وضاحت راقم کی کتاب "نزات الوساوس عن اثر ابن عباس"
میں پڑھیں۔

اعتراض ۳۹: خاتم النبیین کا معنی آخر نبی سمجھنے والا جاہل ہے۔ نعوذ باللہ
اس عنوان کے تحت جو عبارت دی گئی کہ عوام کا خیال بتایا اس کا تفصیلی جواب کاظمی کے شکوہ اور
اعتراضات کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ آج کل کے رضا خانیوں نے اس عبارت میں یوں
تحریف کر دی:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بے ایمانی ہے۔“

(حسام الحرمین مع تمہید ایمان، ص ۷۰، مکتبۃ المدینہ، اکبریک سٹریٹ، ص ۵۳، مکتبہ خورشید، ص ۷۰)
استغفر اللہ! ان بے ایمانوں پر جنہوں نے ”بائس معنی“ کو محض کفر ثابت کرنے کیلئے ”بے
ایمانی“ کر دیا ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہ شری غلطی ہے تو انکے اپنے گھر کا اصول دیکھ لو:
”کاتب کی غلطی جیسے ہے کیونکہ کاتب کی غلطی اگر ہوتی تو ایک پرہیز میں ہوتی
دو میں ہوتی یہ کیا بات ہے کہ ہر پرہیز کے کاتب نے یہی غلطی کی کیا کاتبوں کا
باہم مشورہ ہو گیا تھا۔“

(دیوبندیوں سے لے کر جواب سوالات، ص ۳۲۸)

اعتراض ۴۰: انبیاء سے امتی عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ
اس عنوان کے تحت رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز
ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں
(تجدیر الناس، ص ۵)

(دیوبندیت کے سلطان کا انکشاف۔ ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹، الحقی السینا
ص ۸۰، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳)

الجواب: اس سلسلے میں امام نانوتوی رحمہ اللہ کی بعض عبارات ملاحظہ ہوں، اولاً:

(۱) الغرض کمالات ذوی العقول کل دو کمالوں میں منحصر ہیں ایک کمال علمی دوسرا کمال عملی

اور بناء پر مدح کل انہی دو باتوں پر ہے چنانچہ کلام اللہ میں چار فرقوں کی تعریف کرتے ہیں یقیناً اور صدیقین اور شہداء اور صالحین جن میں سے انبیاء اور صدیقین کا کمال تو کمال علی ہے اور شہداء اور صالحین کا کمال علی۔ انبیاء کو توفیق العلوم اور فاعل اور صدیقین کو مجمع العلوم اور فاعل اور شہداء کو مجمع العمل اور فاعل اور صالحین کو مجمع العمل اور فاعل خیال فرمائے۔ دلیل اس وجہ سے کی ہے کہ انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علیم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں اور اگر وقت عمل اور امت میں انبیاء امتوں سے زیادہ بھی ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ مقام شہادت اور وصف شہادت بھی ان کو حاصل ہے مگر کوئی ملقب ہوتا ہے تو اپنے اوصاف غالبہ کے ساتھ ملقب ہوتا ہے مرزا جان جاناں صاحب اور شاہ غلام علی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب چاروں صاحب جامع الفقر و العلم تھے پر مرزا صاحب اور شاہ غلام علی صاحب تو فقیری میں مشہور ہوئے اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب حکم میں، وجہ اس کی یہی ہوئی کہ ان کے علم پر ان کی فقیری غالب تھی اور ان کی فقیری پر ان کا علم اگرچہ ان کے علم سے ان کا علم یا ان کی فقیری سے ان کی فقیری کم نہ ہو سو انبیاء میں علم عمل سے غالب ہوتا ہے اگرچہ ان کا عمل اور امت اور قوت اوروں کے عمل اور امت اور قوت سے غالب ہو بہر حال انبیاء علم میں اوروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ (تخذیر الس، ص ۵۴)

(۲) ”خود انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کو دیکھو امتی بسا اوقات مجاہدہ اور ریاضت میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں مگر مرتبہ میں انبیاء کے برابر نہیں ہو سکتے وجہ اس کی بجز شرف علم تعلیم اور کیا ہے؟ الغرض جوچہ علم و تعلیم ہی انبیاء امتوں سے ممتاز ہوتے ہیں جو جہاد و ریاضت ممتاز نہیں ہوتے مگر جب یہ ہے کہ تو پھر علم عمل سے بالضرور افضل ہوگا اس لئے معجزات علیہ معجزات علیہ سے کہیں زیادہ ہوں گے۔“ (فتح الاسلام، ص ۲۸)

(۳) ”مگر جیسے اعمال میں فیما بین بنی آدم تفاوت زمین و آسمان ہے کسی کا وہی غنا اگر کسی کا سات ہو گا کسی کا اس سے بھی زیادہ ایسے ہی اصحاب عمل زمین و آسمان کا مسترق ہے کیوں کہ اصحاب اعمال کی فضیلت جوچہ اعمال ہے جتنا ان میں تفاوت ہوگا اتنا ان میں۔“

(آب حیات ص ۱۸۲)

اب سمجھیں بات دراصل یہ ہے کہ اعمال کا تفاوت باطنی اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس کا جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اس کے اعمال کا مرتبہ اونچا ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو برا مت کہو کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پناز جتنا سونا بھی خرچ کر دے تو صحابہ میں سے کسی کے مد (چودہ چھانک) کو نہیں پہنچ سکتا (متفق علیہ)

اور اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جو اخلاص والہیت اور قلبی کیفیت جس سے اس کا وزن بڑھتا ہے حضرات صحابہ کرامؓ کو حاصل تھی امت میں کسی کو حاصل نہیں۔ جب امتی اور امتی کے اعمال کے درمیان یہ فرق ہے تو انبیاء اور پھر امام الانبیاء کے اعمال کے میں کس قدر تفاوت ہوگا جس کا اندازہ سوائے خالق جل مجدہ اور کسی کو نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بظاہر کوئی امتی مثل میں کسی نبی کے اعمال کے برابر اس سے بڑھ جائے۔ مثلاً:

(۱) فرض نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف تیرہ سال ہی فرض نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں حالانکہ اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو پچاس پچاس سالہ ساٹھ سال سے باقاعدگی سے نماز پڑھ رہے ہیں تو بظاہر یہ امتی حضور ﷺ سے اس مثل میں بڑھ گئے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کی نماز کے مقابلے میں ایک امتی تو کیا ساری امت کی ساری نمازیں تقابل اور توازن میں پیش ہو سکتی ہیں؟

(۲) جمعہ کی نماز صحیح قول کے مطابق یکم ہجری کو فرض ہوئی اس حساب سے آنحضرت ﷺ نے تقریباً اسی سال جمعہ کی نماز پڑھی حالانکہ اس دور میں بھی ایک دو تیس لاکھوں مسلمان ایسے ہیں جنہوں نے اگر دیگر نمازیں نہیں تو جمعہ کی نمازیں پچاس پچاس سال سے پڑھی ہوں گی۔

(۳) روزے دو ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال عیدین کی نماز کا حکم نازل ہوا اس حساب سے آپ ﷺ نے صرف نو سال رمضان کے روزے اور عیدین کی نمازیں پڑھیں مگر اب بھی کئی مسلمان مل جائیں گے جو پچاس سالوں سے اس مبارک عمل کو سرانجام دے رہے ہیں غرض اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

الزامی حوالہ جات:

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ان النبي ﷺ كما مضى ما لا أجل امته فقال الله تعالى يا محمد لا تغتم على شيء الا اخرج
منك من الدنيا حتى اعطيهم درجات الانبياء (غنية الطالبين، ج ٢، ص ٢٣، قد يكره
كتفاته)

نبی ﷺ اپنی امت کی وجہ سے پریشان تھے اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی آپ پر یسٹ ان اے ہوں میں آپ کی امت کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا یہاں تک کہ انہیں انبیاء کے درجات پر فائز نہ کر دوں۔

(۴) فلر کان لکل آدمی او جتنی عمل اٹھیں و سب سے زیادہ اچھا (خیر) الخیرین
(مجمع البحرین ۳۱۱)

پس اگر کسی آدمی یا جن کے اعمال ۷۲ جمیوں کے برابر ہوں تو بھی قیامت کے ہولناک منظر سے بچا رہے گا۔

(۳) مولوی ایوب الحسنات قادری لکھتا ہے:

”اور اؤ علیہ السلام نے عرض کیا کیا کوئی تیرے مخلوق میں مجھ سے زیادہ فکر کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے متعلقہ وحی فرمائی۔“

(تفسیر الحکمت، ج ۵، ص ۴۴۵)

(۶) مفتی احمد یار گلپڑائی:

اگر نبوت اعمال پر ملتی تو شیطان کو ملنا چاہیے تھی۔ (تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۶۷)۔

علاء اللہ یعنی شیطان انبیاء کے برابر اعمال کر چکا ہے اگر اعمال پر نبوت ملتی ہوتی تو شیطان پر ملبوں کا نبی ہوتا۔

عقراض: مولانا فتویٰ کی عبارت میں "ہی" کا لفظ ہے جو صریحاً ہے۔

جواب: آیت نمبر ۱۰۱ کے الفاظ "عَنِ السَّاعَةِ" سے لے کر "فَلِأَنَّمَا جَعَلْنَاهَا عِندَ النَّارِ" تک

فَعَلَّ الشَّاعِرُ أَنْ يَكُونَ قَبْرِي

(سورۃ الاحزاب، آیت ۴۳، پارہ ۲۳)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ: اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید! قیامت پاس ہی ہو۔ (کنز الایمان)

یہاں پر بھی "ہی" کا لفظ موجود ہے کیا یہاں بھی ضمیر مانو گے؟
مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

"یہی تو اصل مقصد تھا کہ یوں بند ہوں کہ حضور انور ﷺ سے افضل ثابت کیا جائے جسے بالآخر ظاہر کریں دیا گیا کہ دیوبندی علم و فضل ہر چیز میں نبیوں سے بڑھ سکتے ہیں بحیثیت کیارتی"۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

اب ذرا بریلوی فقیر ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:
"فخر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی ہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں بخود ان کو ان غیر النبی فوق النبی فی علوم لا موقوف علیہا نبوت (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)۔"

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

مفسر شیعہ امام رازی لکھتے ہیں

يَعْلَمُ مَنْ يَكُونُ غَيْرَ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ فِي عُلُومٍ لَا تَلْتَصِقُ عَلَيْهِ نَبَوْتُهُ (تفسیر کبیر، سورہ کہف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین عیشا پوری متوفی ۷۵۵ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۷۷۵ھ نے بھی کہا ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج ۴، ص ۳۳، الباب فی علوم الکتاب، ج ۱۲، ص ۵۳۹، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اب بریلوی غیرت کریں اور ان پر بھی فتویٰ لگائیں کہ انہوں نے بھی اپنے اکابر کو نبیوں سے اجمال و عمل میں بڑا سادہ پاتواپ نبوت کہاں رہی؟

اعتراف ۴۱: نبی پاک ﷺ کی حیات بالذات کی طرح دجال بھی حیات بالذات ہے۔ تعویذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مدلولی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں کہ: جیسے رسول اللہ ﷺ بوجہ منشا نبوت ارداح مومنین جس کی تحقیق سے ہم قاری ہو چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوئے ایسے ہی دجال بھی بوجہ منشا نبوت ارداح کفار جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں متصف بحیات بالذات ہوگا۔
(آپ حیات، جس ۱۹۵، طبع ملتان)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، ۷۴، الحق المبین، ص ۷۳، دیوبندیت بریلی، جس ۳۵)

الجواب: یہ اعتراف سب سے پہلے بریلوی غزالی احمد سعید کاظمی نے الحق المبین میں کیا تفصیلی جواب ملاحظہ ہو۔ کاظمی نے یہ اعتراف صرف امام نانوتویؒ پر ہی نہیں کیا بلکہ بغض رسول ﷺ کا اظہار کرتے ہوئے حضور ﷺ پر کیا ہے وہ اس طرح کہ مشکوٰۃ شریف، ج ۲، ص ۷۹، ۱۳ اور ترمذی، ج ۲، ص ۵۰ پر روایت موجود ہے کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کے والدین کا تیس سال تک کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا پھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو کہ عمو تھا اور حوشت پاست بھی بہت تھوڑا سا اوپر تھا اور بہت کم نفع والا تھا اس کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگتا تھا حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "تنام عیساہ ولا یتنام قلبہ" اب یہ الفاظ تو خود نبی کریم ﷺ نے دجال کیلئے بولے ہیں تو کیا اس کا فتویٰ نبی کریم ﷺ پر نہیں لگ رہا؟ شیخ عمر الحق محدث دہلویؒ اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں:

"خواب می کند و چشمان او خواب نمی کند دل او بہت کثرت وساوس و توراتی اکابر قاسم کے القام

میکھ کر آ کر شیطان“۔

(اشعۃ الکلمات، ج ۳، ص ۷۲)

یعنی دجال کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل جاگتا ہے اس وجہ سے کہ شیطان کی طرف سے اس کے دل میں دساؤں اور غلط قسم کے افکار طے پاتے ہیں۔

ملا علی قاری بھی لکھتے ہیں:

قال القاضي رحمه الله لا يقطع افكاره الفاسدة عند النوم لكثرة وساوس و فحولاته و تواتر ما يلقى الشيطان اليه كما لم يكن يسام قلب النبي ﷺ من افكاره الصالحة بسبب ما تواتر عليه من الوحى والا الهام (مرقاۃ، ج ۹، ص ۲۳۳)

یعنی قاضی میاض فرماتے ہیں کہ دجال کی نیند کے وقت میں غلط قسم کے افکار منقطع نہیں ہوتے کیونکہ شیطان بے درپے لگا تا رہا اس کی طرف کثرت سے دساؤں اور اپنے خیالات ڈالتا رہتا ہے جیسا کہ رسول پاک ﷺ کا قلب مبارک نہیں سوتا کیونکہ وحی اور الہام کے ذریعہ مسلسل آپ ﷺ کی طرف افکار بھیجتے رہتے ہیں۔

علامہ محمد بن طاہر بھی لکھتے ہیں:

لا يسام قلبه فسى حق النسي ﷺ و لى حق الدجال (مجمع بحب الراى، ج ۴، ص ۸۲۸)

یعنی یہ بات کہ دل نہ سوئے نیند میں یہ نبی پاک ﷺ اور دجال دونوں کے حق میں ہے۔

اب جواب دیں کاظمی صاحب اور ان کی پیروی کرنے والے علم سے کورے رضا حسانی مد عمرین کہ کیا ملا علی قاری اور طاہر قسبی بھی گستاخان رسول ﷺ ہیں؟

ملا علی قاری حنفی بریلوی فتوے کی زد میں

مولوی احمد رضا خان ملا علی قاری کی متعدد جہ بالا عبارات نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

لقد قلت هذه الكاف على يميني بحدركم انكوا كذا

(فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۱۰۳، جدید، ج ۱، ص ۷۷۶)

تہاراجنا امام کہہ رہا ہے کہ ملا علی قاریؒ نے جو نبی کریم ﷺ کی نیند کو جال کی نیند سے تشبیہ دئی یہ مجھ پر گراں گزری اب غیرت ہے تو ملا علی قاریؒ پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا یہ گستاخی کے توڑے صرف اکابر و دیوبند کیلئے بچا کر رکھے ہیں؟

ملا علی قاریؒ کی عبارت کا ترجمہ بھی اپنی کتاب سے چڑھ لو:

”مولا ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ قاضی میاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یعنی مرنے کے وقت بھی اس کے قاسد خیالات کا سلسلہ اس سے منقطع نہ ہوگا کیونکہ اس کیلئے دوسوں اور خیالات کی کثرت ہوگی متواتر و مسلسل شیطان اسے یہ سب القا کرتا رہے گا جیسے نبی ﷺ کا قلب ان کے صالح و پاکیزہ افکار سے خوابیدہ نہ ہوتا کیونکہ ان پر مسلسل وحی اور الہام ہوتا رہتا۔“

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۹۷، ۹۸، رد ضواء قاذوین علیٰ شیخ لاہور)

المتراض ۲: انبیاء کرام معصوم نہیں۔ نفوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

مولوی قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں کہ: ہاجلہ علی العیون کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔ (تصفیہ العقائد، ص ۲۸)

(دیوبندیوں کے پطالان کا انکشاف، ص ۳۷، دیوبندی غریب ۲۰۱، دیوبند سے بریلی، ص ۳۳، الحق المبین، ص ۷۷)

الجواب: دراصل تصفیۃ العقائد ان ۱۵ سوالوں کے جوابوں کا مجموعہ ہے جو سرسید احمد خان نے حضرت امام نانوتویؒ کی طرف بھیجے تھے جس میں انہوں نے عقائد کے متعلق اپنے مختلف اشکالات پیش کئے تھے انہی میں سے ایک اشکال یہ تھا کہ:

”تمام افعال و اقوال رسول خدا ﷺ کے سچائی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کی

طرف کرتی سخت ہے اولیٰ ہے جس میں خوف کفر ہے۔ مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگوں نے مصلحت کے معنی سمجھیں ہیں یعنی ایسا قول یا فعل کو کام میں لانا جو درحقیقت بے جا تھا مگر مصلحت وقت کا لحاظ کر کے اس کو کہہ دیا۔

(تصفیۃ العقائد، ص ۷۷)

مرید صاحب کے اس اشکال کا جواب حضرت نانوتویؒ نے کئی صفحات پر دیا جس کا خلاصہ ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں:

جھوٹ کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) تعریضات :- یعنی اشارہ کنایہ تو یہ وغیرہ یہ سب ظاہری صورت کے اعتبار سے تو جھوٹ معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے سچ ہوتے ہیں۔

(۲) کذب صریح :- یعنی صریحاً جھوٹ بولنا۔ مگر اس میں بھی تفصیل ہے اگر نقصان سے خالی ہو اور اس میں خلع بھی ہو تو یہ بھی من وجہ حسنات میں داخل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جھوٹا نہیں جو آدمی میں صلح کرانے کی غرض سے کچھ کلام کراتا ہے۔ البتہ اگر کسی کو فریب، دھوکا یا نقصان یا بے فائدہ کیلئے بولا جائے تو حرام ہے۔ اگر بعض جگہ تعریضات سے مسئلہ حل ہو جائے تو وہاں کذب صریح جائز نہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کذب صریح سے تو بالکل پاک ہیں بلکہ وہ تو اپنے حق میں تعریضات کو بھی پسند نہیں کرتے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن شفاعت سے اس لئے پہلو تکی کریں گے کہ دنیا میں کچھ باتیں مجھ سے بطور تور یہ صادر ہوئی ہیں اس لئے آج شفاعت سے شرم محسوس کرتا ہوں۔ اس پر بڑی تفصیل کے ساتھ امام نے گفتگو کی ہے تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تصفیۃ العقائد، ص ۲۲، ۲۳، ۲۴۔ غرض حضرت امامؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ تعریضات بھی صورت کذب معلوم ہوتے ہیں نیز کذب صریح بھی بعض اوقات حسنات میں داخل ہو سکتا ہے اس لئے اسے (تعریضات کو) انبیاء کے حق میں کفر جاننا اور علماء العموم کذب کو منافق نبوت سمجھنا درست نہیں۔ لیکن یہ گفتگو بھی دیگر انبیاء علیہم السلام کی حد تک ہے نبی کریم ﷺ کے متعلق وہ صاف صریح الفاظ میں فرماتے ہیں جسے یہ رضا خانی

بدایات نقل نہیں کرتے کہ:

”پھر روغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں ہر قسم (چونکہ ایک قسم تعریف بھی ہے۔ از قائل) سے نیا کو معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ ہمارے پیغمبر ﷺ صاحبِ حق سے محفوظ رہے ہوں۔“

(تفسیر القرآن، ص ۲۹)

اب آئے کہ جھوٹ جسے حضرت نانوتویؒ نے کذب کہا علی العموم منافی نبوت نہیں اس پر خود اکابر بریلویہ کے حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) مفتی مظہر اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اچھے لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہو جاتا ہے اس لئے قلبِ ہرئی صورت کے جھوٹ پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے تئیں ہمیشہ غلطادار سمجھ کر استغناء میں مشغول رہتے تھے۔“ (تفسیر مظہر القرآن، ج ۲، ص ۹۷۵)

(۲) نظام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے معاریض کافی ہیں۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مسلمان کو جھوٹ سے بچنے کیلئے جھوٹ میں بڑی گنجائش ہے۔۔۔۔۔ آگے لکھتا ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے۔ آگے لکھتا ہے:

اس حدیث میں جھوٹ سے مراد غلط ہرئی جھوٹ اور حقیقت میں معاریض مراد ہیں۔“

(تبیان القرآن، ج ۷، ص ۶۰۵)

لیکن حضرت امام نانوتویؒ نے جو فرمایا کہ کذب علی العموم منافی نبوت نہیں اس کا مقصد بھی

یہی ہے کہ چونکہ جھوٹ میں تور یہ، معاریض وغیرہ بھی شامل ہیں جن کا صدور انبیاء سے ہوا ہے اس لئے یہ بات منافی نبوت نہیں لیکن انبیاء کیلئے جھوٹ یعنی کذب کا ثبوت تو خود رضا خانیوں کے گھر سے پیش کر دیا گیا ہے امید ہے کہ کچھ فتاویٰ یہاں بھی لگیں گے۔ آئے خود نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ایک جلیل القدر نبی کیلئے "کذب" کا لفظ دکھا دیئے ہیں:

"لَمْ يَكْذِبْ ابْنُ اَوْسَمِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ قَطُّ اِلَّا ثَلَاثَ مَخَازِبَ ثَلَاثِ ثَلَاثِ ثَلَاثِ اَوْسَمِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ"۔
(مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

ہو سکتا ہے کہ کوئی افکار کرے کہ جب مقصود "تعریضات" ہیں تو تعریض کو کذب میں داخل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو امام نووی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعریضات و تور یہ پر بھی کذب کا اطلاق کرنا درست ہے۔

(شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۶)

اعتراض ۴۳: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء کرام سے یہ رضا خانی مزید لکھتا ہے:

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ: مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۷۸)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۴)

الجواب: حضرت محدث گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

"ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی کا صدور انبیاء سے بعد نبوت بھی اتفاقاً جائز رکھا گیا ہے۔ اب اس جامل کو کون بتائے کہ ترک اولیٰ اور مکروہ تنزیہی گناہ میں شمار ہی نہیں ہوتے مولوی ابوالخیر زبیر حیدر آبادی علامہ آلوسی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس آیت مبارک میں ذنب کی نسبت جو آنحضرت ﷺ کی طرف کی گئی ہے اس ذنب یعنی (گناہ) سے ترک اولیٰ مراد ہے۔"

(مغفرت ذنب، ص ۱۶)

اپنے گھر کی خبر کو مفتی احمد یار گھمراٹی لکھتا ہے:

”انبیاء کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ نبوت سے پہلے گناہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد پاں لسیا یا خطا صادر ہو سکتے ہیں۔“ (جامہ الحق، ص ۴۳۴)

گو یا نسیا یا خطا، گناہ کبیرہ جیسے زنا، چوری، شراب خوری معاذ اللہ انبیاء سے ہو سکتے ہیں۔ یہ ہے تمہارا مذہب اور الزام دوسروں پر۔ علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ تو لکھتے ہیں:

واما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمیع۔۔۔ ویجوز سہوا بالانفاق (شرح احکام الشریعہ، ص ۱۷۱)

جہود کے نزدیک عمدہ انبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں۔ اور سہوا صغیرہ کے صدور میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

جس جامل کو درس فقہائی کی کتب کا بھی علم نہیں وہ آج عقائد پر کتساب لکھ رہا ہے اور دوسروں کو گستاخ کہہ رہا ہے۔ شرم۔

اعتراف ۳۴: انبیاء کو واقعہ کی تحقیق میں غلطی ہو سکتی ہے

آگے لکھتا ہے: (دیوبندی حکیم الامت اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ یہ ایک واقعہ کی تحقیق غلطی ہے جو علم و فضل یا ولایت، بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے۔) (یو اور النوادر، ص ۱۹۷، امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۷۰، شرح فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۱۰۲)

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۳، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

الجواب: رضا خانی نے اس عبارت میں ”رضا خانیت“ لکھائی ہے پوری عبارت غلط ہو:

”یہ ایک واقعہ کی تحقیق کی غلطی ہے جو کہ علم و فضل یا ولایت، بلکہ نبوت کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے اور اس سے عظمت یا شان یا کمال اور قرب الہی میں کچھ فرق نہیں آتا اتم اعظم یا سواد یا کم خود حدیث میں ہے۔ حضرت عمرؓ کا مشورہ در باب بشارت یا حضرت علیؓ کرم

اور اس کے بعد کوئی عالمین کی رحمت نہیں کہلا سکتا اور اگر کوئی تسلیم کرے تو
شرک فی الرسالت ہوگا۔" (مقیاس حقیقت، ص ۱۹۹، ۱۹۸)

اور مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور رفعت شان کو گھٹا کر حضور پاک
ﷺ کے ایک عظیم و جلیل صفت پر ڈاکر مارنا مقصود و محنت ہے۔" (مسابہ
دیوبند، ج ۱ ص ۱۹۸)

غفر اللہ لہم بہار دی لکھتا ہے:

"حضور ﷺ کی اس صفت رحمت لافعالین میں سب مالاؤں کو شریک کر دیا انا
لہذا انا الیہ راجعون پھر سید العالمین کیوں کر مان سکتے ہیں۔" (حیات اعلیٰ
حضرت، ج ۲ ص ۱)

مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی فتاویٰ رشیدیہ اور اشرف السوانح کی ان عبارتوں پر
انتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"گو یا رشید احمد گنگوہی نے مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس
نے حضور کے اس وصف قاص پر ڈاکر ڈالی کی کوشش کی اور اس کو سب
جسارت صرف گنگوہی کی فتوے سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور
براہین کو مٹانے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر رشید احمد گنگوہی معصیٰ اشرف
السوانح اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کٹہرے میں بٹھرا
کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا دیوبندیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ
جائے گی؟ ذرا سنبھل کر جواب دیں بدحواسی میں اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی
ہیں۔" (باطل اپنے آئینہ میں، ص ۷۱)

الجواب: یہاں بدعت کا طریق ہے کہ وہ اعلیٰ السنہ والجماعت کو بدنام کرنے کیلئے جوئے
الذمات لگاتے رہتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ
جالت ہیں۔ یہ بات حضرت گنگوہی پر صریح بہتان ہے کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
مرزا لافعالین ماننے سے انکار کیا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۶ ص ۹ پر

سائل نے پوچھا تھا کہ "رحمتہ للعالمین ہونا آپ ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہے یا کسی اور کو بھی کہہ سکتے ہیں"۔ تو حضرت نے جواب دیا کہ "لفظ رحمتہ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء و انبیاء و علماء و ہائیں بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتا دلی بول دیوے تو مناسب نہ ہے۔ یعنی دوسرے لوگ بھی رحمت ہو سکتے ہیں گو سب سے اعلیٰ درجہ میں یہ صفت حبیب رب العالمین ﷺ میں ہے"۔ اس جواب کی مزید تشریح سمجھئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

و ما از ملناک الا رحمة اللعالمین۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ ﷺ کو ہم نے تمام جہاں والوں کیلئے صرف رحمت علی بنا کر بھیجا ہے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ صرف آپ ہی کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو سمجھئے۔ کسی شے کو کسی شے کے ساتھ خاص کرنے کو علم معانی کی اصطلاح میں قصر کہتے ہیں۔

چنانچہ قصر المعانی میں قصر کی تفسیر یہ ہے "مخصص شیء بشیء بطریق مخصوص" (ص ۱۸۲)۔ پھر اس قصر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے قصر صفت علی الموصوف اللہ دوسری قسم ہے قصر موصوف علی الصفہ۔

قصر صفت علی الموصوف کہتے ہیں صفت کو بند کرنا موصوف میں۔ "وہو ان لا یتجاوز تلك الصفۃ عن ذلک الموصوف الی آخر لکن یتجاوز ان یکون للذلک الموصوف صفات اخر" قصر صفت علی الموصوف سے مراد ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے دوسرے موصوف میں تجاوز نہ کرے لیکن اس موصوف کیلئے دوسری صفات ہو سکتی ہیں۔

مثلاً عربی میں کہا جائے کہ ما فاتم الا زینہ (نہیں ہے کھڑا ہوا مگر زینہ) یعنی صرف زینہ ہی کھڑا ہوا ہے کوئی اور نہیں۔ یہاں کھڑے ہونے کی صفت کو زینہ میں بند کیا گیا ہے۔ اسی طرح کہا جائے کہ لا فادس الا ہکو (نہیں ہے کوئی گھڑ سوار مگر ہکو) یعنی صرف ہکو ہی گھڑ سوار ہے کوئی دوسرا نہیں)۔

دوسری قسم ہوتی ہے قصر موصوف علی الصفہ "وہو ان لا یتجاوز الموصوف من ذلک الصفۃ"

الی صفۃ اخروی لکن یجوز ان تكون تلك الصفۃ لعمو صفۃ اخبر "قصر موصوف علی الصفۃ یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفت میں تجاوز نہ کرے لیکن وہ صفت دوسرے موصوف کے لئے ہونا جائز ہو۔ مثلاً عازیدہ الاقامہ (نہیں ہے زید مگر کھڑا ہوا یعنی زید صرف کھڑا ہوا ہے بیٹھا ہوا نہیں)۔ اسی طرح مابکر الافارس (نہیں بکر مگر گھڑ سوار یعنی بکر صرف گھڑ سوار ہی ہے)۔ آسان لفظوں میں اگر کوئی ماں کہے کہ صرف میرا بیٹا حسین ہے تو اس کو کہتے ہیں قصر صفت علی الموصوف اور اگر وہ کہے کہ میرا بیٹا صرف حسین ہی ہے تو اس کو قصر موصوف علی الصفۃ کہتے ہیں اس قسم میں یہ صفت دوسروں میں بھی ہو سکتی ہے۔

ایک اور مثال دیکھیں اگر کہا جائے ما محمد ﷺ الا رسول تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں۔ یعنی محمد ﷺ رسول ہی ہیں خدا نہیں۔ (قصر موصوف علی الصفۃ) اور کہا جائے لا خاتم الا محمد ﷺ تو ترجمہ ہوگا (نہیں ہے کوئی خاتم مگر محمد ﷺ یعنی صرف آپ ہی خاتم ہیں آپ کے علاوہ کوئی اور خاتم الغیبن نہیں)۔ (قصر صفت علی الموصوف) اب دیکھیں قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر رحمۃ للعالمین یعنی آپ ﷺ کی شان صرف رحمت ہی رحمت ہے سارے جہاں والوں کے لیے۔ یہ نہیں فرمایا (نہیں ہے کوئی رحمۃ للعالمین مگر آپ ﷺ)۔ یوں کہیے کہ اس آیت مبارکہ میں قصر موصوف علی الصفۃ ہے نہ کہ قصر صفت علی الموصوف اور ماقبل میں گزر چکا ہے کہ "قصو موصوف علی الصفۃ" میں وہ صفت دوسرے موصوف میں ہو سکتی ہے۔

یہی بات حضرت گنگوہیؒ نے بیان کی ہے مگر ادباً کہا کہ دوسروں کو براہ راست صفتہ للعالمین نہ کہا جائے بلکہ تاویلاً بولا جائے۔ چنانچہ مفتی غلام سرور قادری بریلوی اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں (اور ہم نے تمہیں سارے جہانوں کیلئے سراسر مہربانی ہی بنا کر بھیجا)۔

پیر کرم شاہ لکھتے ہیں (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراسر پا رحمت بنا کر) اب ہم قرآن وحدیث اور اکابر کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین مختلف لوگوں کے لئے بولا گیا ہے۔ خود اللہ جل شانہ نے قرآن کو رحمۃ للمؤمنین کہا ہے ارشادِ باری ہے "وانزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنین" مؤمنین صرف اس عالم میں ہی نہیں بلکہ

عالم جنات میں بھی مومن ہیں تو قرآن ہر عالم میں بسنے والے مومنوں کیلئے رحمت ہے ہاں کہیے کہ بواسطہ مؤمنین قرآن بھی رحمت ہے ہر ہر عالم کیلئے یعنی رحمت للعالمین۔ (سورۃ بنی اسرائیل) بخاری شریف میں ایک روایت میں طاعون کو رحمت للمؤمنین کہا گیا ہے۔ (بخاری جلد ۲) اسی طرح شیخ سعدی نے بوستان میں حاکم وقت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

توئی سایہ لطف حق بر زمین

بیمہر صفت رحمت للعالمین

(بوستان ص ۱۱۵، فاروقی کتب خانہ ندوستان)

حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰات والسلام رحمت عالمینا تہ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ایسا نرا برائے ہدایت خلق مبعوث مانتے است۔ (دفتر دوم مکتوب ۱۷) انبیاء علیہم الصلوٰات والسلام رحمت للعالمین ہوتے ہیں کہ جن کو حق تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔

حضرت خواجہ فرید الدین مستوحش شکرؒ راحت القلوب میں صالحین کی محبت کے بارے میں حدیث مبارکہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں "صحبة الصالحین نور و رحمة للعالمین" دیکھئے یہاں پر صالحین کی محبت کو رحمت للعالمین کہا گیا ہے مولانا رومؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں

جملہ جانان ہمیں گفتہ ہمیں

ہست دانہ رحمت للعالمین

(تمام کھجوروں نے یہی کہا ہے کہ عقل مند دونوں جہاں کیلئے رحمت ہے) (مثنوی دفتر اول ص ۱۰۵) ایک اور جگہ اپنے خلیفہ حسام الدین کی تعریف میں شعر لکھتے ہوئے اس کو سورت سے تشبیہ دیتے ہیں پھر مزید آگے لکھتے ہیں

تا کہ نورش کامل آید در زمین

تاجراں را رحمت للعالمین

یہاں تک کہ اس (سورت) کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے تاجروں کیلئے رحمت للعالمین بن کر۔

(مشکوٰۃ و تفریح ہارم ص ۱۹)

حضرت شاہ ابوالکمال اپنی کتاب تہذیب القلوب میں پیرانہ پیر کی تعریف میں یہ شعر درج فرماتے ہیں۔

شاہ گیلانی تراحق در وجود

رحمتہ للعالمین آوردہ است

شاہ گیلانی آپ کو حق تعالیٰ رحمتہ للعالمین کے وجود میں لایا ہے۔ (تہذیب القلوب ص ۳۹ اردو) اسی طرح علامہ ابن حزم نے احکام کو رحمتہ للعالمین قرار دیا ہے۔

(الاحکام فی اصول القرآن ص ۳۵۰ جز ۱)

احکام لامندی میں بھی احکامات کو رحمتہ للعالمین کہا گیا ہے۔ ان کی اصل عبارت سید ہے: افان الاحکام مما جاء بها الرسول فكانت رحمة للعالمین (الاحکام لامندی ص ۳۵۸، ۳۵۹، اصل الخامس فی القیاس، الفصل الثامن، رد المحتار، المصنف، الریاض)

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور سرید خاص حضرت امیر حسن علی شجری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کر رہے ہیں کہ وہ اپنی کتاب "خواجہ الخواہ" میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو جمع کرتے ہیں تو مقدمے میں ان کیلئے رحمتہ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں:

خواجہ راستین المطلب بہ رحمۃ للعالمین ملک الفقراء والمساکین شیخ نظام الحق والشرع۔ الخ

(بہشت بہشت ص ۲۸۹ خواجہ الخواہ مجلس ۱)

ہم پوچھنا چاہتے ہیں بریلوی مفتیان کرام سے کہ ان جیسے اولیاء اور محبوبان خدا کے بارے میں ان کا کیا فتویٰ ہے کیا یہ بھی معاذ اللہ گستاخان رسول ﷺ ہیں۔؟؟ جواب دیجئے اب خاموشی کس بات کی۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر رحمتہ للعالمین صرف آپ ﷺ ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے۔ اب بریلوی حضرات کے جزدگوں کے حوالے دیکھئے (ہنگریہ مولانا ابویوب صاحب)

پیر جماعت علی شاہ صاحب نے خواجہ یعقوب اور خواجہ محمد سرہندی کے متعلق کہا "یہ

مقبولان بارگاہ ایزدی رحمۃ اللعالمین کی شان میں جلوہ گر تھے۔ (سیرۃ امیر ملت ص ۶۰۹)

۲۔ محمد یار گزھی بریلوی اپنے دیوان محمد میں اپنے ہیر کے بارے میں لکھتا ہے کہ

برائے چشم رننا از مدینہ بر سر لسان

پہ شکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد

دیکھنے والی آنکھوں کیلئے مدینہ سے خود رحمۃ للعالمین صدر دیں کی شکل میں آئے ہوئے۔

(دیوان محمدی ص ۲۲)

۳۔ یہی یار گزھی والا اپنے بارے میں لکھتا ہے:

فروم از املیاد یار ہر کسم

زانکہ ہستم رحمۃ للعالمین

(دیوان محمدی ص ۱۵۵)

یعنی میں غیروں سے علیحدہ بھی رہتا ہوں اور ہر شخص کا یار بھی ہوں کیونکہ میں خود رحمۃ للعالمین ہوں (العیاذ باللہ)

۴۔ غلام جہانیاں صاحب ہفت اقطاب میں خواجہ نظام الحق محمد بن احمد بخاری کورمۃ

العالمین لکھتے ہیں "ابن حجر مہذب الشیخ سلطان العاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الہی حضرت

خواجہ نظام الحق والدین محمد بن احمد بخاری" (ہفت اقطاب ص ۷۰)

۵۔ ابوالعلائی اپنے ہیر کے ہیر کیلئے رحمۃ للعالمین کا لفظ استعمال کرتے ہیں "آپ کا دورا

کام رحمۃ للعالمین امت کے لئے پیغام عام بذریعہ ہیری مریدی"۔ (چراغ ابوالعلائی ص ۱۳۱)

۶۔ مفتی غلام سرور قادری بریلوی صاحب نے اپنے ترجمہ القرآن (عمدة البیان) کے

مقدمے میں علامہ اقبال کا یہ شعر نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب اس شعر سے

متعلق ہیں۔

نور انساں را پیام آفریں

حائل اور رحمۃ للعالمین

انسانوں کیلئے قرآن آخری پیغام ہے اس کے حامل رحمۃ للعالمین۔ (مس مقدمہ عمدة البیان)

۷۔ ہم اپنی اس گفتگو کے اختتام پر بریلویوں کے امام جناب احمد رضا خان صاحب کے والد مولوی تقی علی کی کتاب انوار جمال مصطفیٰ یعنی الکلام الاوضح سے حوالہ پیش کرتے ہیں۔ علماء اپنے شاگردوں کے حق میں خصوصاً عوام مذہب کے حق میں عموماً رحمت ہیں کہ تعلیم و تدریس، وعظ و تذکیر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشغول رہتے ہیں اور غرض ہر اپنی قوم کیلئے رحمت ہیں۔ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۲۱۴)

یہی بات حضرت گنگوہیؒ لکھ رہے ہیں کہ (دیگر ادبیاء و انبیاء و علماء و بائین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں)۔ حضرت گنگوہیؒ اور تقی علیؒ کی عبارت میں کم و بیش ایک ہی بات کہی گئی ہے پھر حضرت گنگوہیؒ پر فتویٰ لگانا اور کافر لکھنا کہاں کا انصاف ہے حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں بھی موجب رحمت عالم کہا گیا ہے تاکہ موجب رحمت للعالمین۔

ان سب حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ سے اعلیٰ درجہ میں رحمت للعالمین ہی جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے لکھا اور دیگر انبیاء یا اولیاء اپنے اپنے درجہ میں رحمت ہیں۔ بریلویوں کا یہ اعتراض فقط جہالت و ضد پر مبنی ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو حق پہنچائے اور اس کو قبول کرنے کی توفیق دیں۔ وعا علینا الاہلبلاغ المبین۔

آخر میں ہم مولوی صدیق نقشبندی رضا خانی سے اسی کی زبان میں سوال کریں گے:

”گو یا شیخ سعدی، مجدد الف ثانی، علامہ اقبال اور مندرجہ بالا بریلوی اکابر نے معاذ اللہ مرزا صاحب کیلئے راستہ ہموار کر دیا اور اس نے حضور کے اس وصف خاص پر ڈاکہ زنی کی کوشش کی اور اس کو یہ جہات صرف ان علماء کی عبارات سے ہوئی اور کسی کو جرم پر ابھارنے اور برا بیخت کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے لہذا اگر شیخ سعدی، مجدد الف ثانی و دیگر (معاذ اللہ) اور مرزا غلام احمد قادیانی کو عدالت کے ایک ہی کنبہ سے میں کھڑا کر کے مجرم ثابت کیا جائے تو کیا رضا خانیوں کے تن بدن کو آگ تو نہیں لگ جائے گی؟ ذرا سمجھیں کہ جواب دیں بد تو اسی میں اکثر غلطیاں ہو چکی ہیں کرتی ہیں۔“

اعتراض ۶: بشریت میں مماثلت کا دعویٰ۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی غلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ”نفس بشریت میں مماثل آپ ﷺ کے
ہمسہ بنی آدم ہیں۔“ (براہین مستلحدہ، ص ۷)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف
ص ۵۷)

الجواب: کوئی اس جاہل عنید سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کونسی بات ہے؟ نفس
بشریت میں مماثلت تو خود قرآن سے ثابت ہے قرآن کہتا ہے قل انما انا بشر مثکم تو کیا
قرآن معاذ اللہ تو جین نبوت کر رہا ہے؟ بریلوی فتح الکدیت اور امام المناظرین اثر
سیالوی لکھتا ہے:

”اے کفار! تمہارا یہ مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت
اور اصلاح مقصود ہو تو کسی فرشتے کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا
کر بھیجنا ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے
لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری
ہوتی ہے۔“ (حقیقات، ص ۹۱)

تمہارا مولوی کہہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کفار جیسے بشر اور انسان تھے اب لگاؤ ثقی۔ مجدد
القبائل اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں جس کا ترجمہ بریلوی مولوی سعید احمد نقشبندی کرتا ہے:

”عام انسان اگرچہ نفس انسانیت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔“
(مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۷۷، ج ۳، ص ۶۸)

اعتراض ۷: حضور ﷺ کو بھائی کہنا نص کے موافق ہے۔ نعوذ باللہ
مولوی غلیل احمد سہارنپوری لکھتے ہیں کہ: ”اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ ﷺ کو
بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے۔“ (براہین قاطعہ
ص ۷)۔ تو گو یا اب ہمیں یہ کہنے کی اجازت ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے تمام دیوبندی

عوام اور ان کے اکابر اور جہل فرعون و غیرہ کے بھائی ہیں یہ کہنا نص کے خلاف نہیں۔
(راجہ ہدایت کے بظان کا انکشاف، ص ۵۷، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)
الجواب: بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”حضرت آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں بھی ہے کافر بھی ہے مشرک بھی منافق بھی، پھر مومنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی حضور محمد مصطفیٰ بھی (ﷺ) گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیئے کہ اسی میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابو جہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفیٰ (ﷺ) یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں۔“

(تفسیر نعیمی، ج ۷، ص ۶۰۶)

استغفر اللہ! یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، محمد مصطفیٰ (ﷺ)، فرعون و ابو جہل، مومن، منافق، کافر سب ایک پھل کے درخت ہیں اور اسی نسبت و رشتہ سے سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ تو رضا خانیوں ہم یوں کہہ سکتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی، ابو جہل و فرعون، عمرو و قتیبہ و شیبہ، ایک ہی درخت کے پھل ہیں اور اس رشتہ سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ جواب دو رضا خانیوں ہماری اس بات کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟

اعتراض ۳۸: نبی پاک (ﷺ) مرکز مٹی میں ملنے والے ہیں۔ نعوذ باللہ مولوی اسماعیل دیلوی نے رسول اللہ (ﷺ) کی طرف منسوب کیا کہ گویا آپ (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ میں بھی ایک دن مرکز مٹی میں ملنے والا ہوں (تقویۃ الایمان، ص ۶۱) ہے کوئی راجہ ہدایت کسی حدیث میں یہ جملہ دکھانے کیلئے تیار۔

(راجہ ہدایت کے بظان کا انکشاف، ص ۵۷، شمشیر حسینی، ص ۲۹)

الجواب: تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا جاتا کہ اس میں لکھا ہے کہ نبی مٹی میں ملے جاتے ہیں اور معاذ اللہ ان کا جسم صحیح سلامت نہیں رہتا۔ جواب دینے سے پہلے مناسب

معلوم ہوتا ہے کہ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت آپ کے سامنے رکھی جائے اور پھر انشاء اللہ اس پر تصدیق کیا جائے گا: (حدیث کے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا جا رہا ہے)

مشکوٰۃ کے باب عشرت النساء میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس ابن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شجر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجا کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجئے ان کو پھر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ میں گیا تھا حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں اپنے راجا کو سو تم تو بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو فرمایا بھٹکو بھٹا خیال تو کر جو تو گذرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مست کرو۔

(ف): یعنی جب میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدے کے لائق ہو سجدہ تو اسی پاک ذات کو ہے کہ نہ کبھی مرے نہ کبھی کیجے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۹۹، مطبوعہ مکتبہ)

اس عبارت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حدیث شریف کی تفسیر و تفصیل ہے اور ان معنی خیز الفاظ کا حدیث کے ساتھ گہرا تعلق ہے اس میں غیر اللہ کو سجدہ نہ کرنے کی علت بیان کی گئی ہے کہ جو مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہے اس کو سجدہ روا نہیں سجدہ صرف اسی کو ہو سکتا ہے جو ہمیشہ زندہ رہے اور اس پر کسی وقت بھی موت طاری نہ ہو اور نہ وہ مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہو۔

افسوس کہ ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں مخالفین نے اپنی جہالت کی وجہ سے ”مٹی میں ملنے والا ہوں“ کے جملے سے سب سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حضرت شاہ صاحب کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں سلامت نہیں رہتے حالانکہ یہ ان کی جہالت ہے۔ اردو زبان میں یہ لفظ یا جملہ دفن ہونے کیلئے بولا جاتا ہے۔

چنانچہ جامع اللغات، ج ۲، ص ۶۵ میں ملتا ہے معنی دفن ہونا اور منیر اللغات ص ۹۰

میں ہے خاک میں ملنا یعنی دگن ہونا ہیں۔ نور اللغات میں ہے کہ مٹی میں ملنا یعنی دگن ہونا اور پھر اس معنی کے صحیح ہونے پر شعر سے استدلال کرتے ہیں

میں تو خاک کا پتلا یوں ہی تھا
تقضاء نے اور مٹی میں ملا دیا (شار)

{نور اللغات، ج ۳، ص ۱۸۹}

یہاں ”مٹی میں ملا دیا“ کے معنی ”مٹی میں دگن ہونا“ ہیں۔ اسی طرح اردو کی ہر سورت میں لغت ”اردو لغت تاریخی اصول پر“ میں ”مٹی میں مل جانا“ کے معنی ”مٹی میں دگن ہو جانا“ کے لئے دیے ہیں اور پھر عبارت نقل کی گئی کہ:

جب پانی رخصت ہو جاتا ہے تو باقی صرف مٹی رہ جاتی ہے جسے قبرستان میں چھوڑ آتے ہیں کہ مٹی مٹی کے ساتھ مل جائے۔

{تفسیر افسانے ہیں، ص ۱۱۳}

یہاں مٹی کے ساتھ مل جائے ”مٹی میں دگن ہو جانا“ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اسی طرح ”مٹی میں ملنا“ کو محاورہ کہہ کر اس کے معنی ”میت کو مٹی دینا“ کے لئے دیے ہیں۔ میت کی تجھیز و تکھیز ہونا لکھے ہیں۔ آگے اس معنی کے مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

دنیا میں اعتبار ہے کیا حال و جاہ کا
مٹی گدا کے ہاتھ سے ملی ہے شاہ کو

{دیوان سیر، ج ۲، ص ۳۴۲}

یہاں ”مٹی ملی ہے“ میت کو مٹی دے جانے کے معنی میں ہے۔ اسی طرح ایک معنی دگن کرنے کے لئے دیے ہیں اور اس معنی کی مناسبت سے شعر لکھتے ہیں کہ:

نسیم اعداء سے شکوہ کیا
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملا دیا

{نسیم دہلوی، ص ۸۷}

{اردو لغت تاریخی اصول پر، ج ۱، ص ۲۰۷}

الحمد للہ ہم نے اردو لغات سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ”مٹی میں ملت“ کے معنی ”دگن ہونا“ کے ہیں اور اردو زبان میں اس محاورے کا استعمال ”نثر“ اور ”اشعار“ دونوں میں ملتا ہے۔ اعداد و لغت کے باخام نے اس کو استعمال کیا ہے۔ لہذا اس عبارت پر اعتراض کرنا محض

جہالت اور تعصب ہے۔

بریلویوں کا عقیدہ کہ نبی کے جسم کو کیڑے کھا جاتے ہیں (معاذ اللہ) بریلوی حضرات دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لے لیں۔ چنانچہ بریلوی مولوی ابوالحسنات قادری حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:

حدیث میں ہے کہ ”چار ہزار کیڑے“ آپ کے جسد مبارک میں پسیدا ہو گئے اور وہ ”اعضاء مبارک کو کھاتے“۔ {اوراقِ نعم، ص ۷۳}۔

یہ بات تو درست ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے ایک آزمائش آئی تھی مگر یہ بات بریلوی حضرات کے ذمہ ہے کہ وہ کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت کریں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن مبارک کو ”چار ہزار کیڑے“ کھاتے تھے۔ حیرت ہے کہ حدیث میں تو ہے کہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء کہ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اس اللہ نے کیڑوں کیلئے یہ بات حلال کر دی تھی معاذ اللہ۔ تقویۃ الایمان پر اعتراض کرنے والوں کو کیا اپنے گھر کی یہ گستاخی نظر نہیں آتی۔ ۴۴۔

سیدنا حسینؑ کی شان میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

”کتاب کی پچاس (حضرت امام حسینؑ کے رخسار۔ راقم) خاک میں مل گئیں“۔ (حیاتِ صدر الافاضل، ص ۱۱۸)

مولوی ابوالحسنات قادری نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق لکھتا ہے:

”حیرمات نے انہیں ناک کر دیا“۔ (اوراقِ نعم، ص ۱۲۹، ۱۳۸)

اعتراض ۴۹: حضور ﷺ پر بہتان۔ نفوذ باللہ

مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضور اقدس ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے یہ ارشاد کے طور پر منسوب کیا کہ مجھ کو بھائی کہو“۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۹۸)۔ ہے کوئی دیوبندی یہ قول مرقوم کتب حدیث سے دکھانے کیلئے تیار۔

ہے کوئی رضا خانی جو قرآن کریم میں داڑھی منڈانے والے پر لعنت اور حدیث رسول ﷺ میں اس پر قتل کے ارادہ کے الفاظ دکھاوے؟ کیا یہ قرآن وحدیث پر صریح بیہتان نہیں؟

اعتراف ۵۰: حضور ﷺ نے بلا عدت نکاح پڑھ لیا۔ لعوذ باللہ
اس کے بعد بلخہ النحیر ان کا حوالہ دیا جس کے متعلق ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراف ۵۱: حضور ﷺ بہرہ و پیا تھے۔ لعوذ باللہ
دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مولوی عنایت علی شاہ لکھتے ہیں کہ
بشر نور رب اعلیٰ بن کر آیا نئے رنگ میں چاہجانبین کے آیا
بڑے کھیل کھیلے بڑے روپ بدلے زمانہ میں بہرہ و پیا بن کر آیا
(باغ جنت، ص ۳۲۳)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۶)

الجواب: رضا خانی نے اشعار نقل کرنے میں انتہائی دھوکا دی اور فراڈ کا مطلب ابہرہ کیا
حضرت حافظ سید عنایت اللہ صاحب یہاں نبی کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں کر رہے بلکہ عام
انسانوں کا تذکرہ کر رہے ہیں چنانچہ مکمل اشعار اس طرح ہیں:

بشر نور رب اعلیٰ بن کر آیا	نئے رنگ میں چاہجانبین کے آیا
کہیں انبیاء بن کے شکلیں دکھائیں	کہیں صورت اولیاء بن کے آیا
کبھی شکل موسیٰ کبھی شکل عیسیٰ	کبھی یوسف مدظلہ بن کے آیا
بڑے کھیل کھیلے بہت روپ بدلے	زمانہ میں بہرہ و پیا بن کے آیا
بے انبیاء اولیاء سب براتی	جب دولہا حبیب خدا بن کے آیا

(باغ جنت، ص ۳۷۲)
شروع کے دو اشعار اس ظالم نے پیش نہیں کئے جس سے سارا مقصد واضح ہو جاتا ہے جو
اشعار رضا خانی نے پیش کئے ان میں بھی کہیں نبی کریم ﷺ کا نام یا تصریح نہیں بات صاف
ہے کہ اللہ نے جب بشر کو بنا یا تو اسی بشر میں اس کی صفات جمال انوار و کمالات کا اظہار

تلف انداز میں ہوتا رہا کہیں تو اسی بشر و انسان کو ولی بنایا کیا کہیں اسی جنس بشر میں انبیاء کا ظہور ہوا کبھی اسی میں موسیٰ کبھی عیسیٰ کبھی یوسف علیہم السلام آئے پھر آگے بہر دینا کے الفاظ بھی اسی بشر کیلئے ہیں نہ کہ نبی کریم ﷺ کیلئے مگر اس ظالم نے اسے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور یہ کسی غلط فہمی کی بنیاد پر نہیں کیا کیونکہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ معاذ اللہ بہر دینا ہیں اسی عقیدے کی بنیاد پر یہاں بھی بہر دینا سے نبی کریم ﷺ سمجھے۔

چنانچہ جریر علی شاد صاحب مرحوم کے پوتے غلام محسن الدین شاد گولڑوی لکھتے ہیں:

بشر شانِ ربِ اعلیٰ بن کے آیا وہ کیا تھا کیا ہے وہ کیا بن کے آیا
 بشر کہنے والوں کو دھوکا ہوا مجسم وہ نور خدا بن کے آیا
 کیا رنگ ہستی کو بے رنگ جس نے وہی اک حقیقت نما بن کے آیا
 ہر اک رنگ میں اپنی رنگت دکھا کر زمانے میں بہر دینا بن کے آیا

(اسرار المشاق، ص ۲۷)

بلکہ اس ظالم نے تو اللہ تعالیٰ کو بھی ”بہر دینا“ کہا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

دوب و امکان کے پردہ میں چھپ کر دکھائی ہے کس شان سے اپنی قدرت
 اگر ذاتِ مطلقِ حزل نہ کرتی تو پھر آپ فرما بھی کیا ہوتی صورت
 یہ کارگری کس بہر دینا کی خدا کی خدائی ہوئی محو حیرت
 اگر کوئی چشمِ بصیرت سے دیکھے اسی رنگ کثرت میں جہاں ہے وحدت

(اسرار المشاق، ص ۲۸)

اب ہے کسی رضا خانی نام نہاد عاشق میں یہ جرات کہ اس کتاب والے کو اس کی تائید کرنے والوں اسے چھاپنے والوں کو جہنم واصل کرے؟

یہ لوگ نہ صرف رب تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کو بہر دینا کہتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کو ”تمارش“ کہتے ہوئے بھی نہیں شرماتے چنانچہ جریر محمد گڑھی والا لکھتا ہے:

محمد مصطفیٰؐ محشر میں طہ بن کے نکلیں گے اٹھا کر عیم کا پردہ ہو یہ بن کے نکلیں گے
 حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کے نکلیں گے (دیوان محمدی، ص ۲۱۵)

اعتراض ۵۲: حضور ﷺ کا میلاد منانا ہندوؤں کے کرشن کے جنم منانے سے بھی بدتر۔ نعوذ باللہ

مولوی فطیل احمد سہار پوری لکھتے ہیں: ”لیکن یہ روزِ اعادہ ولادت کا تو مشکل بنود کے کر ساگ کہنیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں یا مٹس رواقص کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں معاذ اللہ ساگ آپ ﷺ کی ولادت کا ٹھہرا اور خود یہ حرکت قبیحہ قابلِ لوم و حرام و فسق بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے۔“ (برائین کا طلعہ، ص ۱۵۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۷، شمشیر حسینی، ص ۱۱۵)

الجواب: اس اعتراض کا جواب خود عمدۃ المحدثین حضرت مولانا فطیل احمد سہار پوری رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں دے دیا تھا ملاحظہ ہو:

”یہ بھی مبتدعین و جالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بڑوں پر باعہا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب تر اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فصل کفاد کے مشابہ ہے پس اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہ کی اس عبارت سے کی گئی جس کو ہم نے برائین کے صفحہ ۱۲۱ پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی واہیات بات فرما دیں آپ کی مراد اس سے کہوں دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہوا چنانچہ ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا اور حقیقت حال پکاراٹھے گی کہ جس نے اس مضمون کو آپ کی طرف منسوب کیا وہ جہولاً مغتری ہے۔ مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت کی روح پر فتوح عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے قیام کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گزشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا تو یہ شخص غلطی پر یا تو مجوسی کی مشابہت کرتا ہے اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے محبوب یعنی کہنیا کی ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کہنیا کی حقیقت ولادت کے

وقت کیا جاتا اور یار و افضل اہل ہند کی مشابہت کرتا ہے۔ امام حسینؑ اور ان کے تابعین شہداء کہ بلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ برتاؤ میں کیونکہ روافض بھی ساری ان باتوں کی نفی کرتے ہیں جو قول و فعل عاشوراء کے دن میدانِ کربلا میں ان حضرات کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نفی بناتے، کفنا تے اور قبور کھود کر دفناتے ہیں۔ جنگ و قتال کے جھنڈے چڑھاتے، بکروں کو خون میں رنگتے اور ان پر نوچے کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہر شخص آگاہ ہے جس نے ہمارے ملک میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اردو عبارت کی اصل عربی یہ ہے:

”قیام کی یہ وجہ بیان کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت کی جانب تفریف لاتی ہے پس حاضرین مجلس اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی بے وقوفی ہے کہ یہ وجہ نفس و ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور غلط ہے کہ ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور غلط ہے کہ ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ کا اعادہ یا ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ اپنے معبود کھیا کی اصل ولادت کی پوری نقل اتارتے ہیں یا اقصیٰ ان کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت اہل بیت کی قول و فعل تصور کھینچتے ہیں پس معاذ اللہ بدعتوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی نقل بن گیا اور یہ حرکت بے شک و شبہ حماقت کے قائل اور حرمت اور نفی ہے بلکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرض مخرقات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعاً حرام ہے۔ (المہدی علی المفسد، ص ۶۹، ۷۰)

دیکھا اس آدمی نے کتابِ ادھوکا دیا اول تو یہ عبارت مولانا سہارنپوریؒ کی نہیں مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ ہے اور اس فتوے پر سرفی بھی قائم ہے جو اس اندھے کو نکر نہ آئی چاہتا حضرت گنگوہیؒ نے معاذ اللہ کہیں بھی نفس ذکر ولادت کو کرنا کھیا کے جسمِ دین سے بدتر نہیں کہا معاذ اللہ بلکہ اس دین کی جانے والی رضا خانی خرافات کو ان کے عقیدے کی جس طرح

وہ ہر سال کرشن کنبیا کا دوبارہ جنم مان کر اس کے ساتھ اصل ولادت کا برتاؤ کرتے ہیں یہ بدعتی بھی اسی طرح میلاد میں نبی اکرم ﷺ کی روح کی آمد کا عقیدہ گڑھ کر پھر اس کے ساتھ بالکل اصل پیدائش والا معاملہ کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہتے ہیں اور اس میں کوئی بات بھی خلاف واقعہ نہیں بلکہ میں پہنچ کر تا ہوں کہ رضا خانی مسیلا کے دن جو خرافات کرتے ہیں وہ عیسائیوں، رافضیوں، مجوسیوں کو بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ خود حضرت کی جو عبارت اس نے دی ”بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے“ اس میں یہ ”لوگ“ کا لفظ صاف بتا رہا ہے کہ نفس ولادت کو برا نہیں کہہ دے ہیں رضا خانی لوگوں کی خرافات کا یہاں ذکر اور رہا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں کوئی رضا خانی عید کے دن میلے تاشے اور خرافات شروع کر دے اور کوئی اللہ کا بندہ کہہ دے کہ یہ ہر سال عید کے دن میلے تاشے کرنا یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے بلکہ یہ لوگ ان خرافات میں ہندوؤں سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ تو کیا معاذ اللہ یہ آدمی عید کے دن کو ہندوؤں کے میلوں سے بدتر کہہ رہا ہے؟ خاتم لوگوں کو عقل دے۔

حضرت شاد عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”یہ کہ نئی نئی مثالوں کو ایک خاص چیز جانتا اور اسی قسم کا وہی کمزور عقل والوں پر غلبہ کرنا یہاں تک کہ دریا کے پانی چراغ کے شعلے اور نوارہ کے پانی کو اکثر اشکام ایک پانی اور ایک شعلہ خیال کرتے ہیں اور اکثر شیعہ ایسی عادات میں اس خیال میں منہمک ہیں مثلاً عاشورا کا دن جو ہر سال آتا ہے اس کو جناب حسینؑ کی شہادت کا دن خیال کرتے ہیں اور نوحدہ ماتم نامہ و شیون گرویدہ و زاری سیدہ کو بیقرار بالکل دن عورتوں کی طرح مشعور کر دیتے ہیں جو ہر سال اپنے سر پر کرتی ہیں حالانکہ عقل جانتی ہے اور مانتی ہے کہ نہ ماتم نہال ہے اور غیر فار ہے اس کے اجزاء کو ہرگز قرار نہیں اور جو معدوم ہو گیا اس کا لونا نکال ہے جناب حسینؑ کی شہادت اس دن ہوئی تھی جسکو بارہ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے اس دن کو آج کے دن سے کیا اتحاد اور کوئی مناسبت ہے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اس پر اس لئے قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں سرور و شادمانی کے اسباب ہر سال ہوا اور نئے ہوتے ہیں

یعنی رمضان کے روزوں کی ادائیگی اور خانہ کعبہ کے حج کی ادائیگی جو نئی نعمت کا شکر ہے ہیں جو سال بسال نیا سردار اور نئی فرحت پیدا کرتے ہیں اسی لئے شرعی عیدیں اس دہم غامد پر مقرر نہیں ہوئیں بلکہ اکثر عطلات نے بھی نور روز اور مہر جان اور اس جسم کے دنوں کو عید منایا ہے کہ ہر سال آسمان تغیرات کے سبب نئی نئی فرحت لاتے ہیں اور نئے نئے احکام کا سبب بنتے ہیں بابا شجاع الدین کی عید عید غدیر سب اسی خیال غامد پر مبنی ہیں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ الیم اسکت لکم و حکم کا دن یا نزول وحی کا پہلا دن اور شب معراج کو شرماع عید کیوں نہیں کہا گیا اسی طرح کسی نبی کے یوم تولد یا یوم وفات کے دن کو عید قرار نہیں دیا اور صوم یوم عاشورا کو کیوں منسوخ فرمایا جو کوا آنحضرت ﷺ نے سال اول میں یہودی کی مدقت میں ادا فرمایا ان سب میں یہی راز کار فرما ہے کہ وہم کو انہیں بد اخلاقت کا موقع نہ ملے۔

(تحفہ اشعار عشریہ، ص ۶۶۶ باب ۱۱ پہلی فصل نوع ۱۵)

جناب جی شام عبدالعزیز بھی اس یوم ولادت جو عقل کے خلاف اور شیعوں کی پیروی کہہ رہے ہیں ان پر بھی کوئی فتویٰ لکے گا؟

اعتراف ۵۳: دیوبندی مولوی بانی اسلام ﷺ کے ثانی ہیں۔ نعوذ باللہ اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر دیا ہے مرثیہ گنگوہی کے تمام اشعار پر اعتراضات کے جوابات کیلئے آگے مستقل کلام آ رہا ہے۔

اعتراف ۵۴: حضور ﷺ کا روضہ مبارک حرام بنا ہوا ہے۔ نعوذ باللہ یہ فتوٰی قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

فتی دیوبند عزیز الرحمن کا فتویٰ ملاحظہ ہو: "سوال۔۔۔ اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور محمد والہ جانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے ہتھ سینے ہوئے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالتشریح والتفصیل جواب تحریر فرمائے۔ جواب۔۔۔ (انبیاء و اولیاء) پر گنبد اور فرش پہنچنا ناجائز اور حرام ہے بتانے والے نے اور اس فعل سے راضی ہوں گناہگار ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱، ص ۹۲، طبع

کراچی)۔

(دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۷، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۸)

الجواب : رضا خانی نے سوال پر نقل نہ کیا مگر یہ پرور نقل کر دیتے تو مزید وضاحت کی ضرورت نہ تھی پوری مہارت مع سوال و جواب ملاحظہ ہو:

”صوال : ایک قبیح سنت فوت ہو اس کے مرید ہیں و معتقد ہیں نے اس کی قبر پر گنبد بنتا اور فرش پہنتے بنانے پر آمادہ ہیں اور اندر صرف ہنگی قبر رکھیں اس شخص کی اولاد مانع ہے کیونکہ اس میں مغلطہ شرک کا ہے جیسا کہ فی زمانہ متعارف اولیاء اللہ پر مشاہدہ کیا جاتا ہے تو یہ وہ حضرات اولاد پر بلند اللہ مواخضہ ہو گا یا نہیں ؟ اور بعض تمثیلاً کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے درویش پہنتے رہے ہوتے ہیں یہ کیسے درست اور جائز ہوئے بالقرین و التفصیل جواب تحریر فرمائے۔“

الجواب : قبور پر گنبد اور فرش پہنتے بنانا جائز و حرام ہے بنانے والا جو اس فعل سے راضی ہوں گناہ گار ہیں اور مخالفت کرنے والے ہیں حکم جناب سرور کائنات ﷺ مسلم شریف میں روایت ہے حضرت جابرؓ سے بھی رسول اللہ ﷺ عن شخصین القبر۔“

(عزیز الفتاویٰ المعروف بفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۱ ص ۱۱ طبع کراچی)

قارئین کرام سوال کا اصل حصہ جس کا جواب دیا گیا تھا ان رضا خانیوں نے اچھی سی بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا سوال میں نبی کریم ﷺ کے گنبد کے متعلق جو چھائی نہیں گیا تھا سوال میں تو ایک حیر صاحب کی قبر پر گنبد کے متعلق استفسار تھا جس کا شریعت کے مطابق حضرت مفتی صاحبؒ نے جواب دیا۔ مگر اس بددیانت نے سوال میں سے وہ حصہ کاٹ کر جواب میں اپنی طرف سے بریکٹ میں (انبیاء و اولیاء) کا اضافہ کر دیا شرم شرم شرم۔ یاد رہے کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ لکھا ہوا ہے مگر دیوبندی مذہب میں حکام ہر عمل

رضا خانی نے ”علیہ السلام“ لکھ کر تحریف کا مظاہرہ کیا پھر اس مولوی نے ائمہ سے عقائد میں کراہت بھی منکر اور انہ کیا کہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لیتے دیوبندی مذہب کی منکھی پر لکھی جارتے ہوئے وہی تحریف شدہ عبارت اپنی کتاب میں نقل کر دی۔

رہی بات گنبد خضراء کے تحفظ کی تو علماء دیوبند نے ہر دور میں اس کا تحفظ کیا چنانچہ ۱۹۳۳ء میں جب ہندوستان یہ خبر آئی کہ ملک میں عبدالعزیز آل سعود نے مسیور پر قیوں کو گرا دیا ہے اور اب وہ نبی کریم ﷺ کا گنبد بھی گرا نا چاہتا ہے (جو کہ ایک جھوٹی افواہ تھی) تو ہندوستان سے مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی کی قیادت میں علماء کا ایک وفد سلطان کے پاس گیا اور آپ نے وہاں ایک ولولہ انگیز تقریر کی سلطان کے کاموں کی تعریف کی اور اسے اس قسم کی حرکتوں سے باز رہنے کی تلقین کی علامہ عثمانی کی یہ ولولہ انگیز تقریر سن کر سلطان مبہوت رہ گیا اور یہ کہا کہ:

”میں آپ کا بہت محنون ہوں اور آپ کے بیانات اور خیالات میں بہت رقت اور علی بلندی ہے لہذا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتا ان تفصیل کا بہتر جواب ہمارے علماء ہی دے سکیں گے اور ان ہی سے یہ مسائل طے ہو سکتے ہیں“۔ (معارف المرحومین، ص ۶)

دوسری طرف رضا خانیوں کی گنبد خضراء سے دشمنی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ہر سال میلاد پر یہ لوگ گنبد خضراء کے ماڈل بناتے ہیں مگر آپ ۱۳۱۴ھ الاول کو اپنے علاقے کی میں شاہراہوں کا جا کر نظارہ کریں کہ وہ گنبد فوٹے ہوئے سڑکوں پر آپ کو بکھرے ملیں گے معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا گنبد گرا نا تمہارا مذہبی شعار ہے ہمارا نہیں۔

اعتراض ۵۵: حضور ﷺ کو طاعوت کہہ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ
اس کے بعد بلقہ النحیر ان کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے حجت نہیں۔

اعتراض ۵۶: دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں۔ نعوذ باللہ
مطلب یہ کہ بعض مقامات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں۔ (اضافات الیومیہ)

ج ۱۰، ص ۲۷۱)

(دیوبندیہ کے بطلان کا اگشاف، ص ۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۸۹)

الجواب: رضا خانی نے یہاں بھی رضا خانیت کا مظاہرہ کیا اور مکمل مفلوظ پیش نہیں کیا ملاحظہ ہو:

”فرمایا حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے کہ عای کو ذکر کی تو تعلیم کرے مگر شغل کی تعلیم نہ کرے کیونکہ شغل سے بعض مرتبہ کشف ہونے لگتا ہے اور کشف کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کے عقیدے بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس کو ضروری علم ہوتا نہیں جیسا کہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے اپنا کشف بیان کیا تھا کہ مجھ کو یہ مشکوٰۃ ہوا ہے کہ میں اور جناب رسول مقبول ﷺ مساوی درجہ میں ہیں حالانکہ یہ معتق شرعی ہے کہ غیر نبی درجہ میں نبی کے برابر ہو جائے اس لئے اس نے اپنا یہ کشف مولانا محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا تو مولانا نے ارشاد فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض صفات میں ہم اور حضور ﷺ مشترک ہیں مثلاً مخلوقیت میں کہ حضور بھی مخلوق ہیں اور ہم بھی مخلوق ہیں اور من تبع الوجود مساوات میں کہ ہم دونوں چیزیں منسوب ہیں تو اس نسبت میں دونوں مشترک ہیں مگر پھر یہ فرق ہے کہ ہم متبوع ہے اور نقطہ تاق ہے اسی طرح یہ نقطہ بھی اسی کا لگایا ہوا ہے تو اس خوش نویس کی طرف یہ دونوں چیزیں منسوب ہیں تو اس نسبت میں دونوں مشترک ہیں مگر پھر یہ فرق ہے کہ ہم متبوع ہے اور نقطہ تاق ہے اسی طرح حضور کو اور اپنے آپ کو ایک درجہ میں دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور میں اور اس شخص میں کچھ فرق نہیں مگر ایک عای شخص یہاں ضرور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا“۔

(ملفوظات، ج ۱۰، ص ۳۳۵، ۳۳۶، مفلوظ نمبر ۲۵۳)

اللہ اکبر قربانِ جاؤں ان اکابر کے علوم پر واقعی ان جیسے رضا خانی عای یہاں غلط فہمی میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کا مفلوظ بالکل صاف ہے اس میں کسی قسم کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں۔ رضا خانی نے یہ الزام لگایا تھا کہ دیوبندی مولوی حضور ﷺ کے برابر ہیں معاذ اللہ مگر

اپنے دیکھا کہ خود محفوظ میں دو دفعہ برابری کی تردید موجود ہے صرف ایک کشف کی تائید ہے اس میں بھی بعض صفات میں برابری کا کہا گیا وہ بھی وہ صفات جس پر انجیل کا واروہا نہیں۔ اپنے گھر کا گندہ کھوٹھارے مذہب میں تو شیطان بھی حضور ﷺ کی صفات میں برابر ہے معاذ اللہ چنانچہ مفتی احمد یار سبزواری لکھتا ہے:

”جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر ہونا پاتا کہ وہ ہادی سے کمزور نہ ہو۔“

(نور العرفان، ص ۱۸۳، الاموال، آیت ۲۷)

معاذ اللہ! کمزور نہ ہو یعنی حضور کی صفت حاضر و ناظر قوت و طاقت میں شیطان کی صفت حاضر و ناظر کے برابر ہے۔ اور مولانا احمد رضا خان صاحب توشیح عبدالقادر جیلانی کو تمام صفات میں حضور ﷺ کے برابر مانتے ہیں ان کی عبارت یہ ہے:

”حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس و انور سید عالم ﷺ کے وارث کامل و نائب تام و آئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور ﷺ مع اپنی جمیع صفات بے مال و جلال و کمال و افضال کے ان میں متحلی ہیں۔“

(فتاویٰ افریقہ، ص ۱۱۶، مبنی دارالاشاعت، فصل آباد)

اور مولوی احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے پیر بھائی برکات احمد کی قبر میں اترتا تو:

”دفن کے وقت ان کی قبر میں اتر اہل مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو کبھی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۲۵، مطبوعہ بریلی طبع اول)

مجھے حضور ﷺ کی قبر کی خوشبو کی صفت میں آپ کا مولوی شریک ہے۔

اعتراض ۵: حضور ﷺ سے لوگ علم میں بڑھ سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ

دنیوی فنون کے اندر ہو سکتا ہے کہ غیر نبی سے علم ہو جائے فن سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی

سے اعلم ہو جائے۔

(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۶۰)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸)

الجواب: کوئی عقل کے اس گورے سے پوچھے کہ اس میں گستاخی والی کوئی بات ہے آئے آپ ہی کے گھر سے ثبوت حاضر ہے: بریلونی فقیہ ملت کی یہ عبارت بھی رضا خانی دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں:

”مضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں دو ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر طہر نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فرماتے ہیں بخود ان کیوں غیر النبی فوق النبی فی علوم لا توقوف علیھا نبوت (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۵۱۵)۔“

(فتاویٰ فیض الرسول، جلد اول، ص ۳۹)

يَخْوَرُ أَنْ يَكُونَ غَيْرَ النَّبِيِّ فَوْقَ النَّبِيِّ لِمَنْ غُلُومٌ لَا تَتَوَقَّفُ عَلَيْهِ الْبُرْهَانُ (تفسیر کبیر، سورہ کیف، آیت ۶۶)

یہی بات علامہ نظام الدین تیشا پوری متوفی ۷۵۵ھ، ابو حفص دمشقی حنبلی متوفی ۷۷۷ھ نے بھی کی ہے۔

(تفسیر غرائب القرآن، ج ۴، ص ۳۳، الباب فی علیم الکتاب، ج ۱۴، ص ۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اور تاجی حیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فاما ما تعلق منها بامر الدنيا فلا يشترط في حتى الانبياء العصمة من عدم المعرفة لانبياء بعضهم او اعتقادها على خلاف ما هي عليه ولا وصم عليهم فيه اذ هم منهم متعلقة بالآخر لا بالانها او امر الشر يعوقو اتينها و امور الدنيا تضادها بخلاف غيرهم من اهل الدنيا الذين يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا وهم عن الآخرة هم غافلون۔ (الثقاء، ج ۲، ص ۷۳)

بہر حال وہ معلوم نہیں کا تعلق دنیاوی امور سے ہے یا ان میں سے بعض کے نہ جانے سے اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے حضرات انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور ان امور کے نہ جانے کی وجہ سے ان پر کوئی وجہ نہیں آتا کیونکہ ان کی تمام تر بہت اور تو جہ آخرت اور اس کے خیروں اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے اور دنیاوی باتیں ان کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

اعتراض ۵۸: حضور ﷺ کے گنبد روضہ اطہر گرانا واجب ہے۔ نہ تو بائبل یہ بدو اور عنوان قائم کر کے محرف رضا خانی لکھتا ہے:

”مہولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ: ہمارے معزز دوست ثواب حشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں تمہیں ہوا بہت سی ایسی باتیں ہوئی ہیں جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بدنام اور بے ادبی و بدتہنہ ہی ہوتی ہے۔“ (اضافات المیہ، ج ۹، ص ۲۸۹)۔

(ایوب ندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹، یوبندی مذہب، ص ۲۰۰)

الجواب: اس ملفوظ کو نقل کرنے میں جس بدویاتی سے حیاتی اور ڈھٹ پن و بے شرمی کا مظاہرہ کیا گیا ہے اس کو جان کر علماء یہود تو کیا ان رضا خانیوں کا چہرہ اطمینان بھی جان کر شرم کے مارے پانی پانی ہو جائے گا ملاحظہ ہو مکمل ملفوظ:

”پھر فرمایا کہ کہ میں حضور ﷺ کے گنبد شریف کے متعلق بھی ایک سوال اٹھا تھا، جب ابن سعود نے مزارات کو ڈھانا شروع کیا تو لوگوں نے یہ مشہور کیا کہ معوذہ بائبل اس نے حضور کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کا بھی عزم کیا ہے اس کی کہیں ابن سعود کو خبر لگی تو اس نے بہت اہتمام کے ساتھ اس خبر

کے بالکل غلط ہونے کا اعلان کیا مگر پھر بھی اس وقت اس کا بہت چرچا ہوا چنانچہ ہمارے معزز دوست نواب جمشید علی خان نے بھی یہ سوال لکھ کر بھیجا کہ حدیث میں قبر پر عمارت بنانے کی ممانعت تو معلوم ہے تو کیا اس حدیث کی رو سے حضور کے گنبد شریف کو بھی شہید کرنا واجب ہے چنانچہ واقعی بناء علی القبر کی حدیث میں مخالفت ہے اس لئے اول تو میں تحریر ہوا یا اللہ کیا جواب دوں کیونکہ اس کے سچے سے بھی ذہن اباء (انکار) کرنا تھا کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کے گنبد شریف کو شہید کر دینے کے متعلق اتنی دیا جائے یہ تو کسی صورت میں ذوقِ گوارا ہی نہیں تھا لیکن اس حدیث کے ہوتے ہوئے تحریر ضرور تھا کہ اس کی کیا توجیہ ہو سکتی ہے اسی پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے دستِ گیری فرمائی فوراً سمجھ میں آیا کہ اس حدیث میں صرف بناء علی القبر کی ممانعت ہے قبری الجناء کی تو ممانعت نہیں اور حضور ﷺ کی قبر شریف ابتداءً ہی سے حضرت عائشہؓ کے حجرے کے اندر ہے جو قبر شریف سے پہلے ہی کا بنا ہوا ہے قبر کے بعد تو اس پر کوئی عمارت نہیں بنائی گئی لہذا اس حدیث کا حضور ﷺ کے گنبد شریف سے کوئی تعلق نہیں نہ وہ اس ممانعت میں داخل ہے۔ چنانچہ میں نے نواب صاحب کو لکھا کہ میں آپ کے سوال کا جواب تو دیتا ہوں لیکن میرا قلم کا پتلا ہے آئندہ اس کا تذکرہ ہی نہیں کرنا چاہئے اور پھر فرمایا کہ بہت سی ایسی باتیں ہوتی ہیں جو ہوتی تو ہیں واقعی لیکن ان کا تذکرہ بد نما اور بے ادبی و بد ہند میں ہوتی ہے۔ (ملفوظات، ج ۹، ص ۹۰۳، ۳۱۰، ملفوظ نمبر ۲۳۹)

اعتراض ۵۹: حضور ﷺ کو کافر سے بھی تھوڑا اعظم ہے کہ دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔ نعوذ باللہ

یہ غلط عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے:

”مولوی ظلیل احمد ایشیوی نے حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ شیخ عبدالحی روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں (برائین قاطعہ، ص ۵۵) تو گریبا

دیوبندی مذہب میں حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے نفوذ بالقبہ مگر دیوبندی و حرم میں کافر کو دیوار کے پیچھے کا علم ہے تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ: اور کشف سے کہ لوگ اس کو بڑی چیز سمجھتے ہیں کہ جو چیز سب لوگ دیوار کی پرلی طرف جا کر دیکھ سکتے ہیں وہ اس نے یہاں بیٹھے دیکھ لی یہ بات تو کافر کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔“

(اضافات الیومیہ، ج ۱۰، ص ۲۳۸) جو روایت مولوی غلیل احمد نے شیخ محسب الحق علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کی ہے اس کو شیخ موصوف صحیح نہ شد فرماتے ہیں (مدارج النبوة، ج ۱، ص ۷)۔

(دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۸، دیوبندی مذہب، ص ۱۹۰)

الجواب: اول بات تو یہ ہے کہ مولانا غلیل احمد سہارنپوری نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں مدارج النبوة کے حوالے سے نقل نہیں کیا بلکہ مطلقاً شیخ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا لہذا اب اگر شیخ کی کسی کتاب سے اس روایت کا ثبوت مل جائے تو ہمارے لئے کافی ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”بدان کہ اس حدیث آنحضرت ﷺ از مس ویش بطریق خبر و عادت بود بحضرت اہل ہام و گاہکام بود نہ دانہم و نہ دانہم و نہ دانہم است آنچہ در خبر آمد ما مست چہوں باقیہ آنحضرت کہ شد دور یافت کہ گجارت متافان گنند کہ محمدی گوید کہ خبر آسمان میں و ما نہم نمی دانند کہ کما نافع و کجا است پس فرمودہ آنحضرت و لکن نمی دانہم گویا بیدانہم و ما نہم ہاں پروردگار من آگاہی بنمودہ ہاں پروردگار کہ من وے در جائز جنس و چنان است و ہاں دے در شاخ و درخت شد شد است و نیز فرمودہ کہ ”من شرم نمی دانم کہ در پس ای دیوار چیست یعنی بی تابیدن حق سبحانہ“۔

(اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص ۳۶۵، مکتبہ نوریہ رضویہ)

ترجمہ: ہاں لے کر دیکھا آنحضرت ﷺ کا آگاہی سے اور پیچھے سے بطور غرق

عادت تھا وہی اور الہام سے کبھی کبھی تھا نہ بیٹھ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی ناقہ مبارکہ گم ہو گئی تھی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد ﷺ کہتے ہیں کہ میں آسمان کی خبر دیتا ہوں اور ان کو یکو خبر نہیں کہ ناقہ کہاں ہے۔ جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی کہ میں نہیں جانتا مگر وہ کہ پروردگار مجھ کو بتلا دے اب میرے پروردگار نے مجھ کو بتلا دیا ہے کہ تھاں جگہ اس کی مہار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی ہے اور ایک یہ بھی کہ ”حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بشر ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے یعنی بے بتلائے حق سبحانہ و تعالیٰ۔“

پس اگر یہ گستاخی ہے تو سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا گریبان پکڑا جائے جہاں تک رضا خانی نے یہ لکھا کہ شیخ نے ”صحیح نہ شد“ فرمایا تو بھلا اس سے ہمارا کیا نقصان؟ کیونکہ رضا خانی ملتقی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”صحیح نہ ہونے سے ضعیف ہونا لازم نہیں کیونکہ صحیح کے بعد درجہ حسن باقی ہے۔“
(چار اہق ج ۱ ص ۳۰۷)

بریلوی ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں تو اس اعتراض سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو احمد رضا خان کے ملفوظات میں منقول ہے کہ:

”ایک دفعہ جبریل کل حاضری کا وعدہ کر کے پہلے مجھے دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار ہے کافی انتظار کے بعد جب باہر جا کر دیکھا تو جبریل باہر تشریف لے رہا تھا۔“

(ملفوظات ج ۱ ص ۳۵۴)

فاضل بریلی کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ”دیوار کے پیچھے کون ہے“ ورنہ انتظار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔ اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ چار پائی کے نیچے کیا ہے تو رضا خانیوں کو چاہئے کہ ہم پر کھوس کرنے سے پہلے اپنی چار پائی کے نیچے جھانک لیں۔ اب کفر کا فتویٰ احمد رضا خان پر جا بجا اور یہی اہل بدعت کی علامت ان کے بڑوں

نے لکھی ہے۔

اور غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ:

”اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر چوبست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟ صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے۔“

(شرح مسلم: ج ۵، ص ۵۶۳، تاریخ یک سال جنوری ۲۰۰۲)

مجھے بتوئی آپ کے شارح مسلم کہ نبی کریم ﷺ کو تو اپنی پشت کا بھی علم نہیں تھا تو جب دیوار کے پیچھے کا علم نہ ماننا گستاخی ہے تو وہ شخص کتاب بڑا گستاخ ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو اپنی پشت کی بھی خبر نہیں؟ جواب دور رضا خانیو!!!

اور ذرا اس حدیث پر بھی غور کرنا جس میں آتا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ازکوة کا ایک مسئلہ نبی کریم ﷺ سے پوچھنے گئی اور آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہو گئی اور بلال کو مسئلہ پوچھنے کیلئے بھیجا اور ان کو یہ تاکید کی کہ ”ولا تعیرہ من صحن“ اور انہیں یہ مت بتلائے گا کہ ہم کون ہیں۔“

(مشکوٰۃ: ج ۱، ص ۱۷۲)

اب دیکھیں حضرت زینبؓ دروازے کے باہر سے بلالؓ کو کھد رہی ہیں کہ ان کو بتلا تا مست معلوم ہوا کہ صحابہؓ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ بنارب کے بتلائے نبی کریم ﷺ کو دیوار تو کیا، دروازے کے باہر کیا ہے اس کا بھی علم نہیں ورنہ حضرت بلالؓ ضرور یہ کہتے کہ میں کیسے نہ بتلاؤں اور انہیں نہ بتلانے کا فائدہ کیا ہے؟ جب وہ ساری دنیا کو مثل پٹھلی کے دیکھ رہے ہیں اور رضا خانی بتا سیرا صحابہؓ پر کیا فتویٰ ہے؟۔

پھر معارضہ میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کا مفلوظ پیش کرنا بھی جہالت ہے اس لئے کہ اگر بالفرض کسی دلی سے کوئی کراست یا کسی قاسق دستاجر سے کوئی استدراج ظاہر ہو جائے اور بعینہ اس کا ثبوت کسی نبی سے نہ ہو تو اس سے نبی کی شان میں معاذ اللہ کوئی کمی نہیں آتی نہ ہی وہ صاحب کراست و استدراج اس نبی سے بڑھ جاتا ہے یہ نہ الہ اور

جاہلانہ اصول صرف بریلویوں کے ہاں ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے اب ہم اس اصول کے خلاف چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور توفیق سے میں چند معتبر کرامات اولیاء ذکر کر رہا ہوں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ظاہر نہیں ہوئیں لیکن اس کے باوجود کسی بھی محدث اور امام نے ان پر یہ جاہلانہ اعتراض نہیں کیا جو رضا خانی کو سوجا۔

دیکھیں حضرت مریم ولیہ ہیں نبی نہیں ہیں، ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو اللہ کے نبی ہیں ان کو نہیں مل رہا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زہرہ مطہرہ ہیں لیکن ان کے یہاں لڑکی بھی نہیں ہوئی اور نبی کریم کو بغیر خاندان کے لڑکا عطا فرمایا۔

جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا میں اٹھائے لے جاتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ ہجرت کے سفر میں حضور ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ منورہ میں پہنچا دے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں لیکن انھیں کا تخت مثنوی میں حاضر ہونا سلیمان علیہ السلام کے صحابی کی کرامت ہے۔

مشہور سیدنا یحییٰ ابو مسلم خولانی جو یمن سے مدینہ منورہ حضور ﷺ کی ملاقات کے لیے آ رہے تھے تاکہ صحابیت کا مقام حاصل ہو مگر ابھی وہ راستے میں تھے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور وہ آ کر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ملے اور یہ وہ تابعی ہیں جنہیں اسود العنسی کذاب نے آگ میں ڈالا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو آگ میں محفوظ رکھا۔

اس عظیم شخصیت کی ایک کرامت یہ ہے کہ ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ کو ایک روز ان کی اہلیہ نے فرمایا کہ آج گھر پر آنا نہیں ہے تو ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی درہم و پیسہ وغیرہ ہے؟ تو اہلیہ نے کہاں ہاں ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کو دیئے تو حضرت خولانی بازار گئے تو وہاں پر ایک سال مانگتے والا ملا اور اس نے ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ سے پیسے مانگے اور بڑا اصرار کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات دیں تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمہ اللہ نے پیسے

اسی کو آئے کی تھیلی کو برادہ اور منی سے بھر کر سپردھے گھر آئے اور گھر کے دروازے سے
 ہڈی اندر پھینک دیا اور کہیں چلے گئے جب رات کو آئے تو گھر والی نے روٹی سسائے رکھی تو
 حضرت ابو مسلم غولائی رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ یہ روٹی کہاں سے آئی تو انہوں
 نے جواب دیا کہ روٹی اسی آٹے کی ہے جو آپ تھیلی میں بھر کر گھر پر لائے تھے تو حضرت ابو مسلم
 غولائی رحمہ اللہ اس کرامت کو دیکھ کر رونے لگے۔

الواقہ کو علامہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیات نے لکھا ہے، علامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
 "وعن غطاء الخرواسی ان امرأۃ من اہل مسلم قالت لیس لنا ذیق فقال هل
 عندک شیء قالت هو ہم بعنابہ عز لا قال ابغیذو ہانی الخراب فدخل
 السوق فالتاہ سائل فالتج فاعطاه الدوہم وملاء الجر اب نشار فمع العرب
 قالی وقلیدس عوب منتہار فذهب ففجعتہ فاذابہ ذیق حوراری فجعجت
 وخبرت ظلماء جاء لیلان وضعہ فقال من این ہذا قالت من الذیق فاکسل
 وبکی" (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۶۳ مللذہبی وستان الحدیث المام
 النووی ص ۳۶۱)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک اور کرامت ملاحظہ فرمائیں: علامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ان اباحنیفہ رحمہ اللہ قرآن کلہ فی رکعۃ (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۵۳۵)

امام صاحب ایک ہی رکعت میں سارا قرآن کریم پڑھ کر ختم کر لیتے تھے۔

اسی قسم کی کرامت تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
 کان عثمان رضی اللہ عنہ یقر فیہا القرآن (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۲۶)
 دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام اعظم رحمہ اللہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے
 اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے ایک رکعت میں قرآن کریم پڑھا
 سب سے کے طور پر پڑھ لیا ہو۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھے کہ حضور ﷺ کے لیے اس قسم کا
 معجزہ ظاہر فرماتے۔

ایک اور واقعہ حضرت تمیم داری رحمہ اللہ کا ہے، حضرت تمیم داری رحمہ اللہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا کہ جاؤ مقام حرہ پر آگ لگی ہوئی ہے اس آگ کو بٹاؤ چنانچہ تمیم داری رحمہ اللہ وہاں جا کر اس آگ کو دھکے دیتے رہے، بالآخر وہ آگ ایک گھنٹی میں جاگسی اور حضرت تمیم داری رحمہ اللہ اس کے پیچھے لگے رہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: فجعل تمیم يحوضها بيده حتى دخلت الشعب و دخل تميم خلفها (البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۳)

دیکھئے ابو مسلم غولانی رحمہ اللہ والی کرامت اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والی کرامت اور حضرت تمیم داری رحمہ اللہ والی کرامت اور اسی طرح امام اعظم والی کرامت بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور غرور کے ثابت نہیں۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ان تمام حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر برتری حاصل ہوگی؟ (العیاذ باللہ)

ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ کشف مجاہدات سے جاوہ گروں اور نصاریٰ کو بھی ہوسکتا ہے (مقدمہ ابن خلدون)

اسی طرح کیا حضرت بی بی مریم حضرت زکریا علیہ السلام سے افضل تھیں؟

کیا حضرت بی بی مریم کو حضرت صدیقہ پر برتری حاصل ہے؟

کیا حضرت آصف بن برخیا جو امتی تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ان کو حضرت سلیمان علیہ السلام پر برتری حاصل تھی؟

اور اسی طرح کیا حضرت سلیمان علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل تھے؟

اگر کم درجے والے کے ہاتھ پر کوئی کرامت ظاہر ہو تو کیا اس کو بڑے درجے والے پر برتری حاصل ہو جاتی ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

اتمام جہت کیلئے ہم انہی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کر دیتے ہیں مولوی مسد اصبح رامپوری لکھتے ہیں:

”اصحاب مفضل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور انجس کا

حاضر ہوتا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کھر غیر کھر میں پایا جاتا ہے۔" (انوار ساطعہ، ص ۳۵۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اب جواب دو تمہارا مولوی کہتا ہے کہ شیطان تو نبی اکرم ﷺ سے بھی زیادہ مقامات پر حاضر و ناظر ہے اب کیا یہ شیطان کو نبی اکرم ﷺ سے بڑھا نا نہیں؟ معاذ اللہ۔

اعتراض ۶۰: حضور ﷺ اپنی جان کے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں۔ فتوہ باللہ

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں کہ: "سوائیوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کا بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔" (تقویۃ الایمان، ص ۲۸) مولوی غلام اللہ خان پنڈی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو نہ نفع نہ نقصان کی طاقت اور نہ ہی غیب جاننے کی طاقت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔" (جوامع القرآن، ص ۷۳)

(روایت کے بطلان کا انکشاف، ص ۷۹)

الجواب: رشتہ خانی نے اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر اس بار بھی عبارت پوری نقل نہیں کی ملاحظہ ہو:

"وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَوْلَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَآذٍ اللَّهُ لَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكَفَرْتَ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَنَعَكَ السَّوْءَ إِنَّا أَنَا لَا نُلْهِمُ بِشِيرٍ لِقَوْمٍ يَوْمِنُونَ -

اور کہا اللہ تعالیٰ نے یعنی سورہ اعراف میں کہ میں نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ اور جو جانتا میں غیب تو بے شک بہت سی بے لیتا میں بھلائی اور نہ چھوٹی مجھ کو کوئی برائی میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔
نہ: یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار خیر خدا ﷺ تھے اور لوگوں نے ان کے بڑے بڑے معجزے دیکھے انہیں سے سب اسرار کی باتیں سیکھیں

اور سب بزرگوں کو انہی کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی تو اسی لئے انہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے سامنے صاف بیان کرو۔ تاکہ سب لوگوں کا حال معلوم ہو جائے سو انہوں نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکیں اور اگر غیب دانی میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا انجام معلوم کر لیتا اور اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا۔"

(فتویٰ الایمان، ص ۳۴، ۳۵، دارالاشاعت)

دیکھا قارئین کرام! کتنا بڑا فریب کیا اس آدمی نے عبارت کے شروع میں جو نبی کریم ﷺ کی شان بیان کی اسے سارا غائب کر دیا کیونکہ ان گستاخانِ رسول ﷺ کو بھلائی کے فضائل و مناقب کب برداشت ہو سکتے ہیں پھر دوسرا فریب یہ دیا کہ شاہ صاحب یہ یا سٹ اپنا طرف سے کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ تو قرآن کی پیش کردہ آیت کا مطلب و مفہوم بیان کر رہے ہیں فتویٰ لگانا ہے تو مجاہد اللہ قرآن پر لگاؤ۔ مولانا احمد رضا خان اس آیت کا یہ ترجمہ کرتے ہیں:

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو ہوں ہونا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو بچی ڈراور خوشی سنائے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں جو بات شاہ صاحب نے کی وہی احمد رضا خان صاحب کر رہے ہیں تو اب لگاؤ فتویٰ۔

اعتراف ۶۱: حضور ﷺ تہذیب اخلاق سے بے خبر تھے۔ غلوذ باللہ

مشہور دیوبندی مناظر مولوی عبدالحکیم لکھتے ہیں کہ: "اخلاق محاسن کے تین جز ہیں تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن ان تینوں سے آپ (ﷺ) قطعاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو

کیوں کر آگاہ ہو سکتی تھی۔" (سیرت نبوی، ص ۴۴، طبع لاہور)

(دوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۷، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۲)

الجواب: قارئین کرام! یہاں بھی کتاب کی اصل عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کر کے جس "رضا خانیت" یعنی دجل، بکر، دھوکا، فراد کا مظاہرہ کیا گیا اسے دیکھ کر شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا نظر آئے گا ہم آپ کے سامنے مکمل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"آپ کی اخلاقی حالت: قبل نبوت کے رسول ﷺ کی وہی حالت تھی جو تمام اہل مکہ کی تھی فرق صرف اس قدر تھا کہ آپ اپنی اطہرت، عفاف و زکوات سے ان قبائل سے مجتنب رہتے تھے جن کی قباحت کا ادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہو سکتی تھی مثل شرک، شرب خمر، کذب و دیگر فواحش اور ان محاسن کے ساتھ بھی آپ موصوف تھے جن کا حسن و ادراک کرنے کیلئے عقل انسانی کافی ہے مثل مسکینوں کے ساتھ سلوک کرنے اور اصحاب حاجت کی حاجت برداری وغیرہ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اما تستبدعنا من الرسل (جس میں ہیں آپ نر اے رسولوں میں) صفة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا (یعنی طریقہ ہے ان لوگوں کا جن کو بھیجا ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں میں سے) معلوم ہوا کہ جن چیزوں سے اور انبیاء علیہم السلام قبل از نبوت مجتنب رہتے تھے ان سے آپ بھی مجتنب رہے اور یہ امر قطعی ہے اخبار متواتر سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کذب و شرک و تمام فواحش عقلیہ سے مجتنب اور تمام محاسن عقلیہ سے متصف ہوا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ علاوہ صادق اور امین ہونے کے نہایت نرم دل خلق خدا پر شفقت کرنے والے اور شیریں کلام تھے جیسا کہ آنجیدہ بیان ہو گا لیکن باوجود ان محاسن عقلیہ کے محاسن شرعیہ سے آپ بالکل بے خبر تھے محاسن شرعیہ کی اصل اصول یعنی ایمان باشد کی حقیقت بھی آپ نہ جانتے تھے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ووجدک ضالاً

فہمدی (اور پایا اس پروردگار نے آپ کو راہ سے بے خبر نہیں ہدایت کی اس نے) (آپ کو) ماکنت قدری مالککصب والا ایمان (نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتاب خدا اور نہ) (یہ جانتے تھے کہ) ایمان (باللہ کیا چیز ہے) ماکنت تعلمہا ولا قومک (نہیں جانتے تھے اس کو آپ اور نہ آپ کی قوم) (کے لوگ) اخلاقی محاسن کی تین چیزیں تہذیب اخلاق تدبیر منزل سیاست عدل ان تینوں سے آپ قطعاً و اصولاً بے خبر تھے جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیوں کر آگاہی ہو سکتی تھی۔

(سیرۃ الحبیب الفصح من الکتاب العربی العریض المشرقی سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ج ۱ تا ۴، المکتبۃ العربیہ اردو بازار لاہور)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کتنا بڑا اوچل و فریب کیا امام اہلسنت تو یہ فرما رہے ہیں کہ عقلی محاسن تو بوجہ آپ کی تکافوت لطافت بوجہ اتم آپ ﷺ میں موجود تھیں اور وہ اخلاقی گراؤں جسے عقل ممنوع سمجھتی ہیں آپ ﷺ اس سے بالکل پاک و صاف تھے ان کا شاہد بھی آپ ﷺ کے کردار میں نہیں ملتا۔ ہاں جن افعال و اعمال کو شریعت نے آکر محاسن میں شمار کیا ان سے آپ ﷺ ابتداء بالکل ناواقف تھے اس لئے کہ جب آپ ﷺ کو شریعت، کتاب اللہ اور ایمان کی حقیقت و تفصیل کا حال معلوم نہ تھا جو ان اخلاق کا مبداء ہے تو اسلامی تہذیب و اخلاق کا علم کیونکر ہوگا؟ مگر رضا خانیوں کے انصاف و دیانت پر صد حیف ہے جو یہ دعو کا دینا چاہتے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا ہر طرح کے اخلاق سے نبی کریم ﷺ کو بے خبر مان رہے ہیں۔

اعتراض ۶۲: حضور ﷺ کو میدان کی ٹکست۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے فضیلۃ الشیخ مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو کہ ہم نے میدان جنگ میں بڑی ٹکست کھائی ٹکست کھانا کوئی بری عادت نہیں حضرت محمد ﷺ جیسی عیسیٰ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مقدس جماعت جن جیسا دنیا میں پیدا نہ ہوگا ان کی احد کی لڑائی میں ٹکست ہوئی میدان کی ٹکست انبیاء نے اٹھائی ہمارے نبی ﷺ نے اٹھائی ہے۔

(حیرت انگیز کارگزاریاں، ص ۱۳۱، طبع لاہور)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب: بریلوی صدر الافاضل خلیفہ مولانا احمد رضا خان مولانا نعیم الدین مسرہ آبادی لکھتے ہیں:

”بدر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور فرمائی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔“ (غزائے العرقان، ص ۷۷)

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”جنگ بدر اور احد کا تذکرہ کیا گیا ہے جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور جنگ کی تیاری بھی کر گئے تھے لیکن چونکہ بعض مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو وہ شکست کھا گئے۔“

(تبیان القرآن، ج ۲، ص ۲۳۵)

شکست کا اعتراف تو یہ حضرات بھی کر رہے ہیں اب ان پر کیا فتویٰ ہے؟

اعتراف ۶۳: حضور ﷺ پر غیر نبی کی برتری۔ نعوذ باللہ

دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی طارق جمیل کا بیان ملاحظہ ہو:

”ایک دم آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں پسند پونچھا کہا خولہ بشارت ہو فیصلہ حیرے حق میں اللہ نے کر دیا اپنے نبی کے خلاف نبی کے فتوے کے خلاف۔“ (بیانات جمیل، ص ۸۱) وہ عورتیں کہاں گئیں جن کے روزے کی وجہ سے اللہ نے نبی کے فیصلے کو منسوخ کر دیا تھا۔“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۲۳۲، طبع گوجرانوالہ) ”اے اللہ تیرا نبی تو مسلمانوں“ (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)۔ اول الذکر دو عبارات میں حضور اکرم ﷺ پر صحابیات کی برتری بیان کی جا رہی ہے تیسری عبارت میں بھی نبی اکرم ﷺ کا توہین آمیز لہجہ میں ذکر کیا گیا ہے۔“ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۰)

الجواب : ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ بیانات جمیل، خطبات جمیل کے نام سے جسٹس کتب میں ہمارے لئے جمت نہیں نہ یہ کتب مولانا طارق جمیل صاحب مدظلہ العالی کی ہیں یہ کتب "امانی" کی قبیل سے ہیں جنکے بارے میں خود بریلوی کہتے ہیں کہ خطباء کی وجہی کی سمجھاؤں موجود ہے چنانچہ خود رضا خانی خطبات جمیل کی عبارت لکھتا ہے: "اے اللہ تیرا نبی تو سنا تو سن" (خطبات جمیل، ج ۲، ص ۳۰۱)

حالانکہ اصل عبارت اس طرح ہے: "اے اللہ تیرا نبی تو سنا نہیں تو سن" پس جب یہاں کتاب سے نقل کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے تو اصل کیسٹ اور بیان میں سے کیوں نہیں؟ باقی جس واقعہ کو بیان کیا جا رہا ہے وہ درست ہے۔

بہز نبی کریم ﷺ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف اگر کوئی فیصلہ رب کی طرف سے آگیا تو اسے توہین پر محمول کرنا بھی رضا خانیوں کی چہالت ہے کیا رضا خانیوں نے اساری بدر کی تفصیل نہیں پڑھی جس میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کے فتوے اور فیصلے کے خلاف عرق فاروقؓ کا فیصلہ رب کی طرف سے پسند کیا گیا۔

باقی خطباء کی عادت ہوتی ہے کہ حوام کو سمجھانے کیلئے تکلموا الناس بظہر عقروہم کے تحت ایسی باتیں کر دیتے ہیں جو اصل واقعہ میں مذکور نہیں ہوتی ہیں انہیں گستاخی پر محمول کرنا پلے در پلے کی حماقت ہے۔ (الابیہ کہ وہ واقعہ گستاخی ہو) چنانچہ مفتی غلام حسن قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور اپنے مولوی صاحبزادہ افتخار الحسن فیصل آبادی کی تقریر "جہالی کلثہ" کے عنوان سے لکھتا ہے:

"صاحبزادہ افتخار الحسن نے بیٹا پاکستان میں محترم بیوت کا فیسٹورس جو پروفیسر طاہر القادری صاحب کے مرزا طاہر کے مقابلہ فتح کے جواب میں بلائی جس میں ہر فرقہ کے جید علماء شریک تھے حضرت سیدنا طاہر مصلوۃ اللہ بن علیہ الرحمۃ کی صدارت تھی چیرمہ کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ صاحبزادہ شفیق علی آف کرمانوالہ شریف علیہ الرحمۃ، مولانا سعید احمد مجددی اور اہل سنت کے دیگر کئی علماء کی موجودگی میں بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ

نے عزرائیل علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی روح قبض کرنے بھیجا تو وہ قبیل اور شاد میں دوڑے دوڑے آئے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جلال آیا تھیض رسید کیا اور آنکھ نکال دی حضرت عزرائیل علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں واپس آگئے تو خدا نے پوچھا جان لے آیا میں؟ عرض کیا میں اپنی جان بچا کے آیاں تو کہنا میں جان لے آیاں میں اور سلسلۃ الہی دجل لا یرید الصوت (بخاری) تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو مرنا ہی نہیں چاہتا فرمایا اچھا میں آنکھ کھج کر دیتا ہوں پھر جاء عرض کیا تو بھاویں کر یا نہ کر میں کوئی نہیں جانتا اور آجوں مارا دے پھر بیان کیا عزرائیل کسی کے پاس جاتا ہے تو سلام کرتا ہے کسی سے اجازت لیتا ہے کسی سے تھیض کھاتا ہے اور کسے لوں ٹیڈوں نہیں نکلتا دیندا۔ (تقریر کی نکات ص ۳۹۹)

اتنے بڑے علماء کی موجودگی میں کتابیذا جھوٹ بولا اس آدمی نے خدا اور اس کے ایک فرشتے پر اور اس کا یہ جملہ:

”تو بھاویں کر یا نہ کر میں کوئی نہیں جانتا اور آجوں مارا دے“

کس قدر گستاخانہ انداز بیان اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کھانا فرمان ثابت کر رہا ہے معاذ اللہ جو حاشیہ اس کے جواب میں رضا خانی چڑھائیں وہی خطبات و بیانات جمیل پر چڑھاویں۔ عا کمان جو ابکم فہو جو ابنا۔

اعتراض ۶۴: انبیاء کرام سے جا دو گرز یا وہ طاقت رکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ پس بسیار چیز است کہ عیور آن از مقبولین حق از قبیل خرق عادت شمردن مشود حالانکہ امثال ہاں افعال بلکہ اقوی در کمال ازاں از باب معروہ اصحاب ظلم ممکن الوقوع باشد۔ پس بہت ہی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے بھی قوی و اکمل صاحبان معروہ ظلم سے ممکن الوقوع ہے۔ (نہادی رشیدیہ ص ۱۰۲، منصب امامت ص ۳۳)۔ (دیوبندیت کے بطلان کا

انکشاف، ص ۸۱، پوچھنے کی جگہ ص ۲۰۳)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں غور و ثقیل و جمل کا مظاہرہ کیا پھر یہی عبارت ملاحظہ ہو:

”سوال: کرامت کیا ہے؟ جواب: خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہو دے جیسے دور کی راہ تو تھوڑی مدت میں جادے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جاوے۔
سوال: کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

جواب: اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے مولانا سید ادا (حسن صاحب قوجی) (شاگرد مولانا سید عبدالعزیز صاحب) کہ اہل خفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریف: **وَاِنَّا كَانُوهٖ عَلَیْكَ اَعْرَافًا** (خاری عبارت چھوڑ کر ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔ راقم) خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کیلئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے متوقع ہوتا ہے اگرچہ دوسرے شخص کی نسبت متوقع نہیں ہوتا اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادت الٰہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب و سامان کے فراہم ہونے پر جس شخص کے سامان و ذرائع رکھتا ہے اسی سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جسکو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا جملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کا تب کیلئے لکھنا خرق عادت نہیں ہے اور اس شخص کیلئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھنا خرق عادت ہے اور تلواریں کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف اہم و عادتہ وارد ہونا خرق عادت ہے پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خارج ہو بلکہ اس قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا صدور اسباب و ذرائع کے تقدیر کے وجہ سے خلاف عادت ہو پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ سے خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور ان کی

صاحبانِ سحر و طلسم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرینِ واقعہ پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے فرقِ عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ لہجہ سحر و طلسم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس فرقِ عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہو سکتی ہے اس بناء پر مائدہ کا آسان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ دعلیٰ عینا الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہل سحر بہت کچھ نفسِ اشیاء قسم میوہ و شیرینی شیطانی کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۵، ۱۳۶)

اعتراض ۶۵: تاویل سے حضور ﷺ کی توبہ نہ کرنے والا کافر نہیں۔ نوزادِ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر است..... و اگر بتاویلے تو جیبے گوید کافر شود (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۳۹۳ طبع کراچی)۔

(ایہ بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱، دیوبندی مذہب، ص ۲۰۳)

الجواب: رضا خانی نے عبارت نقل کرنے میں رضا خانیت کا مظاہرہ کیا ہے پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کفر است پس اگر کسی نے ایسی الفاظ در شانِ پاک حضرت سرورِ کائنات ﷺ اہانت و استحقاقِ محریہ و استہزاء گوید کافر شود و ہمچیں بے باکی و بے ہودگی در بارِ گداہ و دلاہ الٰہی تصحیح کفریات و اشیاع الحاد است پس اگر قائل ہیں الفاظ بتاویلے تو جیبے ایسے الفاظ گوید کافر شود و مستوجبِ عقوبت و مواخذہ است و اگر بتاویلے تو جیبے گوید کافر نہ شود لیکن منع کردہ شود کہ دریں ایہام کفر الحاد است یکفر ادا و صف اللہ تعالیٰ بعبا لا یلیق بہ ان یتسخر باسم من اسماء جائزہ ج ۲، ص ۸۸۰ و قال فیما یتعلق بالانبیاء یکفر لانہ شتم لہم و استخفاف بہم ایضا

میں ۸۸۳ء۔ (امداد الفتاویٰ، ج ۵، ص ۹۸، طبع کراچی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی شان میں اہانت و گستاخی کرنا کفر ہے جس اگر کسی نے یہ الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان پاک میں اہانت، استحقاقا، تحریہ، استہزاء، کہے تو وہ کافر ہو جائے گا اسی طرح بارگاہ الہی میں بے ہودہ و بے باکانہ کلمات کہنا قبیح ترین کفریات و شنیع ترین الجساد میں سے ہے پس اگر یہ الفاظ کہنے والے نے بلاتواہل و توجہ کے کہے تو کافر ہو گیا اور سزاوارہ مواخذہ کا سزاوار ہے البتہ اگر تادیل یا توجہ سے کہا تو کافر نہ ہوگا البتہ ان الفاظ سے اس کو منع کیا جائے گا کہ سوہم کفر و الکاد ہے تغفیر کی جائے گی ایسے شخص کی جو اللہ کو موصوف کرنا ہے ایسی باتوں سے جو اس کی شان کے لائق نہیں یا اس کے ناموں میں سے کسی نام کے ساتھ تفسیر کرتا ہے۔

دیکھا اس آدمی نے کتنا بڑا دھوکا دیا حکیم الامت تو صاف فرما رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی تغفیر کی جائے گی ہاں اگر ایسے الفاظ ہوں کہ جن کا صحیح معنی بھی نکلا ہو اور ہم کو قائل کی مراد کا علم نہ ہو تو تغفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے الفاظ نبی کریم ﷺ کی شان میں استعمال کرنا پھر بھی جائز نہ ہوگا۔ یہ اصول علماء احسان کا حلق علیہ ہے تفصیل کیلئے علامہ شامی کا رسالہ "تبیہ الولایۃ والحکام علی شاتم عسیر الانام" پڑھو۔ بلکہ ہمارے آئندہ کا تو مذہب یہ ہے کہ اگر گستاخ رسول ﷺ تو یہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی (رسالہ شامی، ۳۲۴)۔ تمام حجت کیلئے رضا خانی گھر کے دو حوالے ملاحظہ ہو ماقبل میں رضا خانی نے دعویٰ کیا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے معاذ اللہ گستاخی کی اب انہی کے پارے میں بریلوی مولوی شریف الحق رضا خانی لکھتا ہے:

"مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات کفریہ..... جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت..... کے علم میں آئے تو بصدق فوق کل ذی علم عظیم وہن میں اعلیٰ حضرت..... کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید بوضیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت..... نے کف اسان فرمایا۔" (تحقیقات، ص ۲۰۷)

بریلوی صاحب نے اپنے مفتی محمد طفلی رضا خان ابن مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھا ہے:
 "اسمعیل و ہادی سے متعلق ایک شیعہ کا زوالہ: یہاں وہاں یہ سخت دھوکا دیتے
 ہیں کہ جب تنقیص و توہینِ شانِ رسالت کفر ہے تو اسمعیلی و ہادی بے بھی کی
 ہے وجہ کیا ہے کہ اشرفی و غیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک
 کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمعیلی ایسا نہ ہو مگر مسلمان ہو شیام ہوں یہاں
 ضیاء کا سمت دھوکا ہے اصل یہ ہے کہ اسمعیلی اور حالی کے وہابیہ کے اقوال
 میں فرق ہے ہم اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں
 تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان زد کیا جائے گی کہ ممکن ہے اس نے
 اس قول سے بھی معنی مروا لئے ہوں۔" (ملفوظات اعلیٰ حضرت
 ج ۱ ص ۱۷۲، حلقہ المدینہ)

اب اگر رضا خانیوں کے اندر شرم و حیاء غیرت نام کی کوئی چیز ہے تو اپنے ان دونوں
 مولویوں کو بھی گستاخانِ رسول ﷺ کی لسٹ میں شامل کریں۔

اعتراف ۶۶: مثل انبیاء ہونے کا دعویٰ۔ لہذا اللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "وہ ہندی مذہب کی تبلیغی جماعت کے بانی مولوی
 محمد الیاس صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ کائنات خیراتہ اخرتہ للناس چاروں
 بالمعرف و تھوون عن التکر کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کہ تم مثل انبیاء کے لوگوں کے
 واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔" (ملفوظات شاہ محمد الیاس ج ۵ ص ۳۵، طبع کراچی)

الجواب: رضا خانی نے عبارت میں اتنی بڑی خیانت کی ہے کہ شیطان بھی شرمنا جائے
 اصل عبارت اس طرح ہے:

"... کی تفسیر خواب میں القاء ہوئی کہ تم (یعنی امت مسلمہ) مثل انبیاء علیہم السلام کے
 لوگوں کے واسطے ظاہر کئے گئے ہو۔"

(ملفوظات ج ۶ ص ۶۳)

اس میں صاف "امت مسلمہ" کے الفاظ موجود تھے مگر ان رضا خانیوں نے ان کو نقل نہ کیا

باقی اس کا مفہوم و مطلب بالکل واضح ہے کہ پچھلے زمانے میں امت کو اللہ کا بیٹا م پہنچانے کی ذمہ داری انبیاء علیہم السلام کی تھی اور امر بالعرف و نہی عن المنکر ان کی ذمہ داری تھی اب چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو نبیوں کے اس کام کی ذمہ داری اس امت مسلمہ پر لگادی گئی ہے کہ جس کام کیلئے پہلے امتوں میں انبیاء کو مبعوث کیا جاتا تھا اب اس کام کیلئے اس امت کو منتخب کر لیا گیا ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی خبر لینے چاہئے جہاں یہ مقید و موجود ہے کہ اہل سنت یعنی رضا خانیوں کیلئے نبی معاذ اللہ احمد رضا خان ہے ملا حنفی ہو عبارت:

”ولا اهل السنة من الله احمد رضا“۔ (خالص الاعتقاد مع روح التعمار، ص ۶۲)
 مولانا احمد رضا خان کے والد مولانا علی خان لکھتے ہیں:

”غیر خدا ﷻ نے اپنی امت کے حاملوں کو انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح اکثر انبیاء بنی اسرائیل خلق کو اتباع و توریست کی طرف ہدایت اور شریعت موسیٰ علیہ السلام کی ترویج میں کوشش کرتے اسی طرح علماء اس امت کے قرآن کی طرف ہدایت اور شریعت محمدی کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں اسی جگہ سے کہتے ہیں الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ شیخ اپنی قوم میں مانند غیر کے ہے اپنی امت میں“۔

(انوار جمال مصطفیٰ، ص ۴۴)

کیوں جی ہاں صحیح ہوا؟ مولانا الیاس صاحب کے ملفوظ میں مثل کا لفظ ہے اگر یہ گستاخی ہے تو خود نبی کریم ﷺ نے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل کہا اور نقی علی خان صاحب نے تو یہاں تک لکھا کہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی طرح ہے ہمت کرو فتویٰ لگاؤ۔

خواجہ محمد احسان مجددی حضرت شیخ احمد سرہندی کے والد لے حوالے سے لکھتے

ہیں:

”پھر حضرت مخدوم سنے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ نے امت کی طرف سے اپنے آپ کو کس طرح فارغ کر لیا حضور مکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب تک تو ہم مع صحابہ کے امت کی طرف متوجہ تھے ہزار سال کے عرصہ

میں جس قدر اولیاء پیدا ہوئے ان میں سے کسی کو بھی ساری امت کے کارخانے کو برداشت کی طاقت نہ تھی کہ ہم اس کے حوالے کرتے اور بارگاہِ حقیقی میں جلوت گزریں جو جتنے اس پر فرزند ایسا ہوا ہے کہ اب ہم ساری امت کا دنیاوی اور اخروی کارخانہ اس کے اور اس کے لہر زندوں کے سپرد کر کے فراغِ دلی سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں خلوت، اختیاب کریں گے۔ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ ہر پیغمبر اولوالعزم ہزار سال تک خلقت کی طرف متوجہ رہتا ہے بعد ازاں جب اور پیغمبر آجاتا ہے تو پھر پہلا پیغمبر بارگاہِ خداوندی میں خلوت گزریں ہوتا ہے اس امت کیلئے حضور نبی کریم ﷺ کو ایک ہزار سال تک امت کی طرف متوجہ رہنا لازم تھا اور بعد ازاں کوئی ایسا پیغمبر اولوالعزم ہوتا جو آپ کا قائم مقام ہوتا کیونکہ گزشتہ زمانے میں انبیاء کرام کی بعثت اور ہدایت کا بیج دستورِ حیل آیا ہے کہ بعد نبی پہلے نبی کے دین کی ترجمانی کرتا ہے اور اسے مضبوط بناتا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا پیدا ہونا ناممکن ہے اس واسطے اس امت میں علانیہ امت کو نبی اسرائیلؑ، انبیاء کا سامرہ و پانگیا سے تاکہ دین محمدی ﷺ کی خدمت کریں اور تقویت دیں۔

(الروحانی القیام، ج ۱، ص ۱۱۸، مکتبہ نبویہ لاہور)

اس کتاب کو ترحیب دینے والے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدیر جہانِ رضا ہیں۔
کوئی فتویٰ؟

امام غزالی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ کامل اولیاء کے دلوں میں ضل انبیاء بغیر کسی کے تعلم کے قائم و معارف کا ظہور ہوتا ہے:

والی کامل تبعث من نفسه حفاظ الامور بدون التعليم كما قال تعالى
يكاذبتھا بضیء و لو لم تصمہ نار نور علی نور و ذالک مثل الانبیاء
علیہم السلام۔

(احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۵۰، بیان تفاوت النفوس فی العقل، دار الشعب القاہرہ)

اور علامہ ابن ہریرہؒ لکھتے ہیں: ان صار لی الامام رسولاً او داعیاً الی اللہ تعالیٰ فان اجابہ احد او قبل منه دعوا و ان منزلة رطبعة (تعلیم الایم ج ۲ ص ۳۶۰) اگر خواب میں دیکھا کہ رسول یا داعی الی اللہ بن گیا ہے تو اگر اس کی بات کسی نے مان لی یا اس کی دعوت قبول کر لی تو ۱۲۱ ہجری میں مرید پائے گا۔ امام مالک ابو مطیع جہنی کے متعلق کہتے ہیں ابو مطیع قام مقام الانبیاء ابو مطیع انبیاء کے قائم مقام ہیں (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۲۰) آپ لگاؤ فتویٰ الحمد للہ اس خواب کی تعبیر بھی ہوئی اور اللہ نے جو مقام حضرت جی کو دیا آج پوری دنیا اس سے واقف ہے۔

اعتراض ۷۶: انبیاء کرام پر برتری کا دعویٰ۔ نفوذ بالہ

رضا خانی لکھتے ہیں: تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب مزید کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کسی کام لینا نہیں چاہتے ہیں تو چاہئے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔ (مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس ص ۷۷، ۱۰، مطبع کراچی) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۸۱)

الجواب: اس کا جواب کچھ سال پہلے ایک تبلیغی مولوی کو دیا تھا ملاحظہ ہو۔ سینی بریلوی نے اولاً تو عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کیا تاہنا عبارت کا جو مفہوم و مطلب بیان کیا وہ بھی ان کا خود ساختہ ہے حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ تبلیغ والوں نے اتنی تبلیغ کی یا اشی دین کی خدمت کی کہ معاذ اللہ انبیاء بھی جیسی کر سکتے نہ اس کا مقصود اس عبارت سے اس بات کا بیان کرنا ہے۔ اولاً ان کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

”در حقیقت جو کچھ بھی کام کرنے والے ہیں وہ باری تعالیٰ ہیں نہ انبیاء، بغیر اس کی مشیت کے کچھ کر سکتے ہیں اگرچہ ہزار کوشش کریں، اور نہ اولیاء اور نہ بڑی سے بڑی قوت والے غرض بغیر اللہ کی مشیت کے کوئی بھی دنیا بھر میں کچھ نہیں کر سکتا اور حق تعالیٰ میں سب قدرت ہے کہ چھوٹے چھوٹے ایسا سہیل پرندوں کو باقیوں پر فتح دلوا دی تو جبکہ حق تعالیٰ ہی کام کرتے ہیں اور قوت و زور کو کچھ دخل

نہیں ہے تو اگر چہ تم کہتے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہتے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے۔

(مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس، ص ۱۰۷، از ابوالحسن ندوی، مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات نظام الدین دہلی)

پہلی بات کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ شرطیہ ہے (اگر برائے شرط):

تو اگر چہ تم کہتے ہی ضعیف ہو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ تم سے وہ کام لیں جو بڑے بڑے واعظوں سے نہ ہو سکے اور اگر حق تعالیٰ کسی کام کو لینا چاہتے ہیں تو چاہتے انبیاء بھی کتنی کوشش کر لیں تب بھی ذرہ نہیں مل سکتا اور اگر کرنا چاہیں تو تم جیسے ضعیف سے بھی وہ کام لے لیں جو انبیاء سے بھی نہ ہو سکے

بریلوی اصل کے مطابق یہ گستاخی اس وقت ہوتی جب اس کا امکان پایا جاتا حالانکہ یہاں شیخ الہاس صاحب صرف بطور فرض کے بات کر رہے ہیں کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ کے متعلق احمد رضا خاں کہتا ہے:

”یہ شرطیہ ہے جس کیلئے مقدم اور ثانی کا امکان ضرور نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین اسے محبوب تم فرما دو کہ اگر رحمن کے لئے کوئی بچہ ہوتا تو اسے سب سے پہلے میں پوجتا۔“

(ماثورات، حصہ دوم، ص ۱۶۱، فرید بک سنال لاہور)

حضرت شیخ کی عبارت میں شرط میں ”اگر“ ہے مولوی احمد رضا خاں نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں بھی ”اگر“ موجود ہے حضرت شیخ کے جملہ میں جو جزاء ہے اس میں ”تو“ برائے حسیبنا“ موجود ہے مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے جو آیت کا ترجمہ پیش کیا اس میں جزاء میں ”تو“ موجود ہے تو اگر حضرت شیخ کی عبارت گستاخانہ ہے تو یہ آیت بھی تو گستاخی پر معاذ اللہ محمول ہوگی کیونکہ اس کا مطلب تو یہ بتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا معاذ اللہ بچہ ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ

اس کو پوچھتے۔ یہ تو کھلا دوا شرک ہے۔ اگر مولوی صاحب جواب دے کہ بھائی یہ بطور فرض و مجال کے ہے تو شیخ کی بات بھی بطور فرض و مجال ہے۔ چونکہ جملہ میں کوئی گستاخی نہ تھی اس لئے مولوی کو عہد امت نقل کرنے سے پہلے سید جھوٹ بولا تا پڑا کہ انبیاء پر برتری کا دعویٰ کرنا یا معاذ اللہ۔ حضرت شیخ کی بات کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی مشیت و ارادہ و حکم پر موقوف ہے اگر اللہ کی مشیت و ارادہ نہ ہو تو انبیاء جیسے اولوالعزم بھی وہ کام نہیں کر سکتے اور اگر اس کا ارادہ و مشیت ہو تو کمزور سے کمزور آدمی سے بھی جو کام لینا چاہیں لے لیں۔ آخر اس میں کوئی برائی یا گستاخی ہے؟ ثابت تو کرو۔

اب ذرا ایک نظر گھر پر بھی ڈالیں آپ کے مناظر اعظم جس کو عبدالحکیم شرف قادری نے تذکرہ اکابر اہلسنت میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے اس سے سوال ہوا:

”سوال نمبر ۱: مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لیے دوبارہ اتریں گے

حضرت محمد ﷺ آپس کے پس انھیں کون ہے؟

جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی ناکامیاب ہو امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو قبل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہنچا آمد مسیہ ناکامیاب رہے اور یہود کے ذمہ کے سارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لیے ان کا دوبارہ آنا لازمی باقائت ہے۔

(انوار شریعت، ج ۲، ص ۵۵)

معاذ اللہ تمہارے پیروں فقیروں کو تو کسی چیز کا خوف نہ ہو وہ تو کھل کر حق بات کہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معاذ اللہ یہودیوں کے خوف سے کار تبلیغ جو ان کی ذمہ داری تھی سرانجام نہ دی۔ بتائیے گستاخی یہ ہوتی ہے یا وہ جو تم نے پیش کی؟

آگے چل میرا آپ سے سوال ہے یقیناً آپ نے اپنے بیانات میں یہ کہا ہوگا کہ ہمارے اکابر بڑے ”سردجہاد“ تھے انگریز کے خلاف جہاد کیا۔ مگر دوسری طرف آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کہتا ہے:

”جہاد انبیاء کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے وہ مجاہد نہ تھے۔“ (انوار العرفان)

ہم ۶۵۴ء بمطابق ۱۹۳۵ء بمطابق ۱۹۳۵ء۔

اب میرا سوال ہے کہ تم اگر انگریز کے مقابلے میں مارے جاؤ (یا در ہے کہ یہ صرف رضا حسنی کے اقوال کو سامنے رکھ کر سوال کر رہا ہوں) درندہ راقم کے نزدیک بریلوی فرقہ انگریز کا ایجنٹ ہے نہیں بھی انگریز تو کیا کسی کافر کے مقابلے میں جہاد کیلئے نکلنے کی توفیق نہ ہوئی (تو مردِ مجاہد، جہاد کرنے والے مگر انبیاءِ علیہم السلام مجاہد نہیں ہیں تو جہاد کا جو کام اللہ تعالیٰ نے بقول آپ کے آپ کے اکابر سے لیا وہ انبیاء سے نہ لیا تو جو اب دریں گستاخی ہوئی یا نہیں؟

اعتراض ۶۸: بانی تبلیغی جماعت کے جنازے پر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی تلاوت۔ تعوذ باللہ

یہ عنوان قائم کر کے آگے اس نے مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت اور سوانح مولانا یوسف اور اشرف السوانح کا حوالہ دیا۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۱، ۸۲)

الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

”اس کے بعد غسل شروع ہوا علماء و فقہاء نے اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور تمام سنن و استحباب کا التزام کیا گیا مساجد (اعضاء بخور) پر خوشبو لگانے لگے تو حاجی عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ پیشانی پر اچھی طرح خوشبو لگاؤ یہ گھنٹوں سجدے میں لگی رہتی تھی شہر میں عام اطلاع ہو گئی تھی اور لوگوں کی آمد صبح سے شروع ہو گئی تھی تھوڑی دیر میں بڑا مجمع ہو گیا وہ صبح جس کو مولانا بھی فارغ نہیں دیکھ سکتے تھے شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے و ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کیلئے تعزیت اور موعظت کیا ہو سکتی تھی مولانا ظفر احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی لوگوں کو مہربانیت سے متعلق کی تلقین کی اور تصاریح فرمائے۔“ (حضرت مولانا محمد

ایسا صاحب اور ان کی دینی دعوت، ص ۳۷۱

مطلب بالکل واضح ہے کہ غم و اندوہناک کی اس گھڑی میں و ما محمد الارسلو الا سیئہ کے مضمون سے بڑھ کر اور کیا واعظ ہو سکتا تھا یعنی لوگوں صبر کرو جب کائنات کی سب سے محبوب ہستی جس کیلئے یہ کائنات بنی اس دنیا میں نہ رہے اور یہاں سے پردہ فرما گئے موت انہیں بھی آئی تو بھلا ان کے بعد کس کو موت سے مفر ہے جو بچ جائے؟ یہ تو خدا کا اہل فیصلہ ہے اس حقیقت کا سامنا ہر ایک نے کرنا ہے خواہ اس کا اس پر ایمان ہو یا نہ ہو ہاں کرنے کا کام یہ ہے کہ اگر ہمیں ان ہستیوں سے واقعہ محبت ہے تو اب رونے دھونے اور آہ و فغاں کرنے کے بجائے ان کے مشن کو اپنا مقصد بنائیں اور اس کی تعمیر و ترقی اور ترویج کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ اب کوئی ان جالوں سے پوچھے کہ آخر اس میں گستاخی والی کوئی بات ہے؟

مولوی عبد الغیم اختر شا جہاں پوری احمد رضا خان صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں:
 ”در حقیقت اعظم حضرت غوث پاک کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کا تب تھے جس طرح غوث پاک سرور دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کا تب تھے اور کون نہیں جانتا کہ رسول پاک اپنے رب کی بارگاہ میں ایسے تھے قرآن کریم نے فرما دیا وما ملحق عن المحوی ان هو الا وحی یوحی۔“

(سیرت امام احمد رضا، ص ۲۳، ۲۴، پروگرام یونیورسٹی لاہور)

جب شیخ نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں قلم جیسے تو یقیناً یہ آیت ان پر بھی فٹ آئے گی اور جب اعظم حضرت شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ قلم تو اس آیت کے وہ بھی مصداق ہوں گے اب دیکھو قرآن کی آیتیں تم اپنے مولویوں پر فٹ کرو اور اعتراض ہم پر کرو۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

”فتاویٰ مبارکہ مسامحہ میں بے شبہ حق و صواب مطابق سنت و کتاب ہے۔
 اس کا نشانہ اس کے ارشادات جلیلہ کو میں مطلوب شرع مطہر اور اصول و مقاصد مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا عمل رکھنا مسئلوں پر فرض اور

ان کے کامل ایمان صحیح الاعتقاد ہے بکے سنی مسلمان ہونے کی دلیل اور فرمان الہی جل و علا فان لنا عظم فی منی و فردوہ الی اللہ و الرسول ان یمتسم تو منون بالہ و الیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا۔ (الصوارم الہندیہ: ص ۵۳)

یہاں پر بریلویوں کا کفر رنگ ناسخ رہا ہے بریلوی جناب دین کہ تمہارے نزدیک احمد رضا خان اللہ تاجدار اللہ یا اللہ کا رسول العیاذ باللہ جو اشکاف کی صورت میں تم اسے اس آیت کا مصداق قرار ہے ہو؟۔

ایک بریلوی ملاں "احمد رضا خان" کی کتاب "حسام الحرمین" کے متعلق لکھتا ہے کہ:
کتاب لاریب فیہ ہدی للمشتین
(الصوارم الہندیہ: ص ۶۳)

مہم کی اسی عدالت سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ بتائے کیا "لاریب فیہ ہدی للمشتین" قرآن کی شان نہیں؟

اعتراض ۶۹: انبیاء کرام کا عذاب سے بچ جانا غنیمت ہے۔ نعوذ باللہ یہ ہونا قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: "مولوی حسین علی لکھتے ہیں کہ اور رسولوں کا کمال سلامت رہنا عذاب الہی سے فقط۔"

(بلغت الحیر ان، ص ۲۳۳)۔ (دیوبندیہ کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴)

الجواب: قارئین اول بات تو یہ کہ کتاب ہماری معتبر نہیں، ثانیاً عبارت میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ انبیاء کیلئے یہ غنیمت ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں بلکہ وہاں تو لکھا ہے کہ یہ ان کا کمال ہے اور یقیناً ان کا عذاب الہی سے دور رہنا ان کا کمال ہے اس میں بھلا کیا شک ہے؟ ثالثاً دھوکا دہی ملاحظہ ہو بلغت الحیر ان کی عبارت میں "فقط" سے مراد یہ تھا کہ سورۃ النمل یہاں مکمل ہو گئی مگر اس بد بخت نے فقط کو ماقبل کی عبارت سے ملا کر عبارت میں صریحاً کر کے ایک غلط مفہوم دینا چاہا۔

مولانا عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”چنانچہ خلوعِ انبیاء و روبروخ و خلوعِ کافران در ہیئت و آن اگر چه بنظر ذات خود ممکن است اہ نظر آن کہ خلاف حکمت مقتضی است۔“ (مکتوبات قدسیہ، ص ۳۳۳)

”اگر عدل کتبہ مقرر ہوا بر خاک نہ ہو در ہادیہ پارہ کس۔“ (ایضاً ص ۱۷۶)

چنانچہ انبیاء کو جہنم میں داخل کرنا اور کافروں کو بہشت میں اگر چہ ذات ممکن ہے مگر حق تعالیٰ کی حکمت کے پیش نظر یہ امر مستحکم ہے اور اگر وہ ذات عدل پر آجائے تو مقرریوں کو خاک پر دے مارے اور ہادیہ میں ذال دے۔

اب لگاؤ اس عبارت پر بھی سرئی کہ معاذ اللہ انبیاء کا جہنم میں چلنا ممکن ہے اور حضرت کو بھی گستاخوں کی فہرست میں شامل کر لو، معاذ اللہ۔

اعترض ۷۰: انبیاء سے محبت ضروری نہیں ہاں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے۔ نعموا باللہ

یہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: ”میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کا انتظار کروں کہ مجھ سے محبت ہو خود حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی طبعی محبت کرنا مستحسن نہیں۔“ (اضافات الیومیہ، ج ۵، ص ۲۷۵) گویا دیوبندی مذہب میں انبیاء کرام سے محبت ضروری نہیں ہاں اس دیوبندی دھرم میں دیوبندیوں سے محبت ضروری ہے لکھا ہے کہ: ”اپنے پاس اعمال وغیرہ تو کچھ ذخیرہ نہیں صرف بزرگوں کی دعا اور محبت ہی ہے..... اسی کا ہر شخص کو اہتمام کرنا چاہئے۔“ (اضافات الیومیہ، ص ۲۵۱، ۲۵۲)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۲، ۸۳، دیوبندی مذہب، ص ۷۰، ۸۰، ۲۰۸)

الجواب: یہ بھی اس رضا خانی کا دھوکا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے محبت ضروری نہیں ان سے محبت تو ایمان کیلئے شرط ہے حضرت حکیم الامت تو یہ فرما رہے ہیں کہ ان سے طبعی محبت ضروری نہیں کیونکہ یہ امر غیر اختیار ہے اور یہ بات وہ اپنی طرف سے نہیں فرما رہے ہیں اگر علماء بھی ان سے پہلے بلکہ خود رضا خانی علماء بھی اس بات کو لکھ چکے ہیں ملاحظہ ہو چند حوالہ جات۔

۱۔ علامہ ابن الجوزیؒ (متوفی ۵۹۹ھ) لکھتے ہیں:

اعلم ان المراد بهذا المحبة الشرعية فانه يجب على المسلمين ان يقرار رسول الله ﷺ بانفسهم واولادهم وليس المراد بهذا المحبة الطبيعية فانهم قد فروا عنه في القتال وتركوه وكل ذلك لا يثار حب النفس۔

(كشف المشكل، ج ۳، ص ۲۳۱، دار الوطن، الرياض)

۲۔ بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہو گا اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں ایک محبت طبعی اور دوسری محبت عقلی محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ ادا اور مال و دولت کی محبت اور محبت عقلی اختیاری ہوتی ہے محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے۔“ (شرح مسلم، ج ۱، ص ۲۶۶)

تیسرا پتا ملتی کہ رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت طبعی نہیں بلکہ محبت عقلی کرنا فرض ہے اب ہمت ہے تو لگا دے اپنے اس شیخ الحدیث پر گستاخی کا فتویٰ۔ حضرت حکیم الامتؒ کی محبت کا اندازہ لگائے کیلئے ان کا یہ مخطوط کافی ہے:

”مجھ کو امور گویہ کے مصارع سے مسابقت ہی نہیں قلب کی یہ کیفیت ہے کہ جب تک اللہ و رسول کا ذکر کرتا رہتا ہے طبیعت خوش رہتی ہے اور جہاں و میوی قصبے شروع ہوئے مجھے وحشت شروع ہوتی۔“

(ملفوظات، ج ۱، ص ۲۰۳)

۳۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:

”قال الامام ابو سليمان الحطاي لم يرد به حب الطبع بل

تھے۔ نعوذ باللہ

اعتراض ۷۲: گنگوہی کے کمالات و خلافت حضرت عیسیٰ سے زیادہ۔ نعوذ باللہ
اس کے بعد مرثیہ گنگوہی کے اشعار پر اعتراضات کئے گئے ان سب اشعار کا جواب آگے
مستقل عنوان کے تحت دیا گیا ہے۔

اعتراض ۷۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رسول اور نبی ہونے کا
انکار۔ نعوذ باللہ

راجہ بدر کے امام الہند مولوی ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:
دلائل و حقائق اور سلسلہ ابراہیمی و راصل دومہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق
میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم پیغمبر جس نے فرائض مصر کی شخصی حکمرانی و محکومی و غلامی
سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے سورت اعلیٰ خلیل اللہ کی مقدس دعا کا مقصود و
مطلوب اور بنی اسمعیل نبی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ
تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی و ماہر سلطنت الاکلاۃ لکھتے ہیں
بشر او تذکرہ (۳۲، ۳۳) مسیح ماضی کا تذکرہ ہے کہ وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح
تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجدد دین ملت اسلام یہ مسیح کی سی تھی
جن کا حسب ارشاد صاق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت
نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا۔ (ہفت
روزہ الہلال کلکتہ، ج ۳، ش ۱۳، ۲۶، ستمبر ۱۹۱۳ء، ص ۷۷، ۷۸ طبع لاہور)
اس عبارت میں سرکار عیسیٰ کو مجدد دین بنا کر اس نے آپ کے رسول و نبی ہونے کا انکار کیا
ہے اور سلسلہ ابراہیمی میں دور رسول مان کر باقی رسل سے انکار کیا ہے۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۴)

الجواب: رضا خانی نے اول بے ایمانی تو یہ کی کہ اس کو مولانا ابوالکلام آزاد اور محمد اللہ

کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ اس پر کسی کالم نگار یا محنت الہ نگار یا مضمون نگار کا نام درج نہیں ہفت روزہ اخبار تھا خدا جانے کس کا کالم ہو۔ پھر کالم بھی پورا پیش نہیں کیا مکمل کالم اس طرح ہے:

”سلسلہ ابراہیمی (ع) میں دراصل وہی صاحب شریعت رسول آئے پہلا بنی اسحاق میں خاندان بنی اسرائیل کا اولوالعزم بکرمبر جس نے فراعنہ مصر کی شخص حکمرانی و غلامی سے اپنی قوم کو نجات دلائی دوسرا اس کے مورث اعلیٰ عظیم الشان کی مقدس دعا کا مقصد و مطلوب اور بنی اسرائیل بنی امی جس نے نہ صرف اپنے خاندان اپنی قوم اور اپنے وطن بلکہ تمام عالم انسانیت کو انسانی حکمرانی کی لعنت سے نجات دلائی و سارا سلطنت الاکافہ لٹاس بشریہ و غیر (۳۳، ۳۲) مسیح یا صری کا تذکرہ بے کار ہے وہ شریعت موسوی کا ایک مسلح تھا پر خود کوئی صاحب شریعت نہ تھا اس کی مثال ان مجددین ملت اسلامیہ قدیمہ کی ہی تھی جن کا حسب ارشاد مساق و مصدوق تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور رہتا ہے وہ کوئی شریعت نہیں لایا اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا وہ خود بھی قانون عشرہ موسوی کا تابع تھا اس نے خود تصریح کر دی کہ میں تو راست کو مٹانے نہیں بلکہ چوراہے کیلئے آیا ہوں (یوحنا ۱۳، ۲۵) اس نے کہا کہ میرا مقصد صرف اسرائیل کے گمراہی کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش ہے (۱۹، ۱۵) اسی لئے اس نے اپنی اصلاح کو صرف یہودیوں تک محدود رکھا اور غیر قوموں میں وکلا کرنے کی مخالفت کر دی۔“

(ہفت روزہ الہلال، گلگتہ، جس ۱۱، ج ۳، دہش ۱۳، ۲۶، ستمبر ۱۹۱۳، مطبوعہ الہلال، اکیڈمی شاہ عالم مارکیٹ لاہور، ج ۲، جس ۷، ۷)

اس سے معلوم ہوا کہ کالم نگار عیسائیوں پر حبیدلی (الزامی) انداز سے رد کر رہا ہے اس واسطے ”انجیل یوحنا“ کے حوالے دئے ظاہر ہے کہ اگر اپنا عقیدہ بیان کرتا یا مسلمانوں کے رد میں کچھ کہنا ہوتا تو قرآن و حدیث یا تاریخ اسلام کا سہارا لیا جاتا انجیل سے مسلمانوں کو

کیا سرور کا رہا۔

بریلوی تو نبی کریم ﷺ کو نبی نہیں مانتے

دوسروں پر اعتراض کرنے والے اپنے گھر کی پہلے خبر لیں بریلوی منظر عہد الجہد سعیدی رحیم یار خانی مایہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور اس بات کے ثبوت کیلئے اپنی کتاب میں مسند وجہ دلیل عنوان قائم کیا: ”سرگودھی انکار نبوت کی تصریحات“۔ (تجلیات، ص ۳۳) آگے لکھتا ہے:

”غلام یہ ہے کہ سرگودھی صاحب بخود اپنی تحریرات کی روشنی میں دلالت باسعادت تا اعلان نبوت رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے گستاخ اور سوءادبی کے مرتکب ہوئے ہیں۔“ (تجلیات، ص ۶۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار اسی اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”عبارت مذکورہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات (تحقیقات اشرف سیالوی کی کتاب ہے۔ از ناقل) کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبوت ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے کیونکہ ان کے نبی ہونے کی صورت میں جزم اس قاضی محقق (اشرف سیالوی) کے حضور سید المرسلین ﷺ کی امتیازی شان خاتم النبیین کا ختم ہونا لازم آتا ہے جبکہ یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ ﷺ کی شان خاتم النبیین کا ختم نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے تو عقیدہ واضح ہے کہ ان کے موقف اور عقیدہ کے مطابق الحیاء باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کے بعد نبی نہ ہونا بھی قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔“ (تصریحات بحواب تحقیقات، ص ۹۵، ۹۶)

معاذ اللہ یہ ہم نہیں کہہ رہے ہیں جہاں رہنا مولوی کہہ رہا ہے کہ بریلوی مولوی حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کو نبی نہیں مانتے اور یہ عقیدہ قطعاً حیات میں سے ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتے ہیں ان کی اپنی تفسیر سے صراحت

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”یہ مسیحیوں کی اس گمراہی کا ذکر کہ حضرت مسیح کی الوہیت کا اعتقاد باطل پیدا کر لیا حالانکہ تمام بنی آدم کی طرح وہ بھی ایک انسان تھے اور خدا نے انہیں اپنی رسالت کیلئے جن لیا تھا۔“

(ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۵۴، مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی)

مزید لکھتے ہیں:

”اور اے مریم! (اس ہونے والے لڑکے) کو کتاب اور حکمت کا علم عطا فرمائے گا نیز تورات اور انجیل کا اور اسے بنی اسرائیل کی طرف سے حیثیت رسول کے بھیجے گا۔“ (ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۵۴)

مزید ملاحظہ ہو:

”نیز جو کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور خدا کے تمام پیروں کو خدا کی طرف سے عطا ہے اس سب پر بھی ہمارا ایمان ہے ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مائیں کسی کو نہ مائیں) ہم خدا کے فرمانبردار ہیں اس کی سچائی جہاں کہیں بھی اور جسے کی زبانی بھی آئی ہو سچائی ہے اور ہم اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔“ (ترجمان القرآن، ج ۱، ص ۶۰)

اتنی صریح تصریحات کے بعد بھی مولانا یہ الزام لگانا کہ وہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں بے حیائی کی انتہاء ہے دراصل یہ غلط و کفریہ عقیدہ تمہارا ہے جو ہماری طرف لگا رہا ہے ہو مائیں میں ناقابل تردید دلائل دوبارہ ملاحظہ کر لو۔

اعتراض ۴: انبیاء کرام کی بے بسی۔ نعوذ باللہ

دیوبندی مولوی عمر پالن پوری لکھتے ہیں کہ: ”فرعون پر اللہ کی پکڑ آئی تو پورا لشکر جو اس کے ساتھ تھا اس کو بچا نہیں سکا قارون پر اللہ کی پکڑ آئی تو اس کا مال اس کے گھر میں تھا لیکن وہ اسے دھسنے سے بچا نہیں سکا کوئی طاقت بچا نہیں سکتی اللہ کی پکڑ سے بلکہ اس سے بھی آگے ترقی کر کے اگر یہ بات کہی جائے تو غلط نہیں ہوگی کہ جیسے ساری طاقتیں اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی اسی طرح روحانی طاقتیں بھی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتی یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آئی تو نور علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے بیٹے کو نہیں بچا سکی اور اہم علیہ السلام کی روحانی طاقت اپنے باپ کو نہیں بچا سکی۔“ (ماہنامہ الدعوة اہل اللہ لاہور شمارہ ۲۰ دسمبر ۲۰۰۵ء ص ۷۱)۔ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۳، ۸۵)

الجواب: پہلی بات تو یہ کہ ماہنامہ الدعوة کو کس نے مسلکی سطح پر ہمارا مستند رسالہ یا کتاب تسلیم کروایا ہے؟ پھر یہ جاہل لکھتا ہے کہ عمر پالن پوری لکھتے ہیں گو یا مضمون وہ خود لکھ رہے ہیں حالانکہ یہ ان کی تقریر ہے۔ مثالاً اسے گستاخی میں پھرا کر تا بھی پر لے درجے کی جہالت ہے مولانا نے جو کچھ کہا (رضا خانی کی عبارت کو سامنے رکھتے ہوئے) وہ تو خود قرآن کریم میں موجود ہے

قال رب انی دعوت قومی لیلا و نهار اقم یرزہم دعائی الا فراروا نسی کلما دعوتہم یرزہم جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم و اصرؤا و استکبروا استکبروا انی دعوتہم جہاراً لیس اعلست لہم و اسررت لہم اسراراً

عرض کی میرے رب میں نے اپنی قوم کو دن رات بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا لگ گیا اور میں نے جتنی بار انہیں بلایا کہ تو ان کو بخشے انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ارے لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ہٹ کی اور بڑا غرور کیا پھر میں نے انہیں اعلان یہ کیا یا پھر میں نے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا۔“ (ترجمہ کنز الایمان، پ ۲۹، سورہ

نوح، آیت ۹۵)

گو یا صبح وشام انفراداً و اجتماعاً ہر طرح سے انہیں دین حق کی دعوت دی اور ایک دوسرے نہیں
ولقد ارسلنا نوحاً الى قومه فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاماً
اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس
رہا (کنز الایمان، پ ۲۰، سورۃ العنکبوت، آیت ۱۳)

ساڑھے نو سو سال تک دعوت الی اللہ دیتے رہے مگر ہر طرح کی کوشش بھی ان کی قوم کی
اصلاح نہ کر سکی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا پر اللہ کا عذاب آیا اور کافر بیٹے کو
عذاب میں ہلاکت کے قریب دیکھا تو پدری شفقت نے جوش مارا اور بقول رضا خانیوں
کے ساری دنیا کی مشکل کشائیاں کرنے والا، مختار کل، لوگوں کو اولاد دینے والا، انکا نفع و
نقصان کرنے والا ان کی بیماریاں مصلحتیں دور کرنے والا جب اپنے بیٹے کو مشکل میں دیکھتا
ہے تو عاجزانہ انداز میں حقیقی مشکل کشا کو پکارتا ہے یا اللہ میرا بیٹا بھی عذاب میں جا رہا ہے
وقت کے اولوالعزم نبی کی یہی خواہش ہے کہ بیٹا اللہ کی پکڑ سے بچ جائے مگر رب نے فوراً
وحی کر دی:

ونادی نوح ربه فقال رب ان ابني من اهلي وان وعدك الحق وانت احکم
الحاکمین قال بل نوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح فلانسلن
مالیس لک به علم انی اعطاک ان تکن من الجہلیین
اور نوح نے اپنے رب کو پکارا (عرض کی) اے میرے رب میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والا
ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے فرمایا اے نوح وہ تیرے
گھر والوں میں نہیں ہے شک اس کے کام بڑے ناانصاف ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ
جسکا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان سب ہیں۔ (کنز الایمان،
پ ۱۴، ص ۳۳، ۳۵)

اُب جو بات مولانا کہہ رہے ہیں وہی قرآن میں موجود ہے حضرت ابراہیم کا باوجود خواہش
کے ان کے والد کا ایمان نہ لانے کا قصہ بھی قرآن میں موجود ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں

اب اگر معاذ اللہ گستاخی کا فتویٰ لگاتا ہے تو قرآن پر لگاؤ اس میں بے چارے دیوبندیوں کا کیا قصور ہے؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

”لو ادعنا واحدا من الالبياء والصالحين النار مكان عدلا؛ اگر وہ (فرضا) انبیاء کرام و صالحین میں سے کسی کو وہ درج میں داخل کر دے تب بھی وہ عادل ہے۔“

(فیضِ غوثِ مدنی، ص ۸۴، ترجمہ محمد ابراہیم بدایونی رضا خانی)

اعتراض ۵: مولوی طارق جمیل کا حضور اکرم ﷺ کو سب سے بڑا فقیر ثابت کرنا۔ غور باللہ

طارق جمیل دیوبندی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ”میری سے ہماری جماعت آرہی تھی وہاں مزدور اکٹھے ہوئے تھے ہزار ڈیڑھ ہزار مزدور دن میں نے بیان کیا مٹی ان کے جسم چہرے پر مٹی ہاتھوں پر مٹی سارے کپڑے کالے میلے میں نے کہا بھائی کوئی ایسا فقیر ہے جسکے گھر میں تین دن چولہا نہ جلا ہو؟ کوئی ایسا آپ میں فقیر ہے سب نے کہا نہیں کوئی نہیں میں نے کہا ہمارا تمہارا نبی ایسا فقیر تھا کہ تین دن نہیں رووہ میں نے اس کے گھر میں چولہا نہیں جلا تھا۔“

(ماہنامہ الدعوة الی اللہ شمارہ ۳۳، ماہ جنوری ۲۰۰۷ء ص ۲۳)۔ (دیوبندیوں کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۵)

الجواب: اولاً ہم ماہنامہ الدعوة کے متعلق وضاحت کر چکے ہیں یہ ہمیں قابل تسلیم نہیں۔ ثانیاً یہ بھی رضا خانیوں کا دھوکا ہے پوری عبارت آپ بار بار ملاحظہ فرمائیں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ نبی کریم ﷺ سب سے بڑے فقیر ہیں۔ گمراہی ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ امام غزالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب سے بڑا فقیر کہا اگر کسی رضا خانی میں صحت ہے تو امام غزالی پر گستاخی کا فتویٰ لگائے:

”محنت حق تعالیٰ واللہ العلی و اعلم الفقر آہینا زعنا ای است و شمارہ دومینہ

و یحییٰ (ع) فقیر را بدین فقیر کرد و گفت اصبحث مرتهنا بعملی
و فلا من بعد غیرہی فلا فقیر الفقیر منی و گفت من کردار خود بشم و کلید
کردار من بہ دست کی دیگر است و کدام درویش است از من و درویشتر
"۔ (کیسایے سعادت، ج ۲، ص ۳۲۰، اصل چارم در فقر)

ترجمہ: یعنی خدا ہی بے نیاز ہے اور تم سب فقیر (محتاج) ہو حضرت یحییٰ
علیہ السلام نے فقیر کے بھی معنی بیان کئے ہیں اور فرمایا کہ میں اپنے کردار
میں گردنوں اور میرے کردار کی کئی دوسرے کے ہاتھ میں ہے تو مجھ سے
زیادہ فقیر (محتاج) کون ہے؟

مزید امام غزالی لکھتے ہیں: رسول مقبول ﷺ نے اماں عائشہؓ سے فرمایا اگر تم
و رسول (ﷺ) باہمی نشہ گشت اگر خواہی کہ فردا مرا در پانی درویش و ارزنگانی کن
"۔ (کیسایے سعادت، ص ۳۲۳، ج ۲)

ترجمہ: اگر تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن میرے ساتھ رہو تو فقیرانہ زندگی بسر کرو۔
مزید لکھتے ہیں:

"و در خبر است و در ایشان نگہ کردہ بہ رسول (ﷺ) کہ تو انگران خیر دنیا و
آخرت میرد کہ صدقہ زکوٰۃ و حج و جہاد من کنند و ما ستوانیم رسول (ﷺ)
رسول و در ایشان را کہ فرستادہ بود نہ بنواخت و گفت مرحبا یک و بمن جنت
من عنہم از نزدیک قوی آمدی کہ من ایشان را دوست دارم ایشان را
گویی کہ ہر کہ بر درویشی صبر کند برائی خدا تعالی ایشان را سہ عسلست ہو کہ
ہرگز تو انگری را بود کی آنکہ در بہشت کو حکماست کہ اہل بہشت آن
را چنان سیند کہ اہل دنیا ستارہ را و آن نیست الا جای فقیران و درویشان
و شہیدان"۔

(کیسایے سعادت، ج ۲، ص ۳۲۷، مطبوعہ ایران)

ترجمہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقیروں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت
میں نگہ کر بھیجا کہ یا رسول اللہ دین و دنیا کی نیکی تو امیروں ہی نے لوٹ لی

کہ وہ صدقہ اور زکوٰۃ اور حج اور جہاد کرتے ہیں اور ہم یہ نہیں کر سکتے
رسول اللہ ﷺ نے فقیروں کے اپنی کو سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا تو ایسے
لوگوں کے پاس سے آیا ہے کہ میں انہیں دوست رکھتا ہوں تو ان سے کہ
وے کہ جس نے خدا کے واسطے فقیری پر صبر کیا اس کے واسطے تین درجے
ایسے ہیں کہ امیروں کے واسطے نہیں ہیں ایک یہ کہ اعلیٰ بہشت کو وہ ایسے
مطلوم ہوں گے جیسے اہل دنیا کو ستارے اور وہ کسی اور جگہ نہیں مگر فقیر پیغمبر
یا فقیر مسلمان کی یا فقیر شہید کی۔

یہاں تین فقیر خود نبی کریم ﷺ نے ذکر کئے (۱) فقیر پیغمبر (۲) فقیر مسلمان (۳) فقیر
شہید۔ اور لامحالہ مسلمان و شہید فقیر سے پیغمبر فقیر کا قدر زیادہ ہوگا تو ان بد بخت و ضاحکانیوں کا
فتویٰ تو نبی کریم ﷺ پر لگ رہا ہے "فقیری" کو غیب سمجھنے والے یہ "سگان رخصا" "کیسیاے
سحات" میں چونکی فصل فقیر اور زہد کے بیان میں کو شروع سے لسیکر آخر تک حرف بحرف پڑھیں
انتہاء اللہ ہوش لٹکانے لگ جائیں گے۔ جہاں تک چولہا نہ جلنے کی بات ہے تو وہ خود حدیث میں
موجود ہے اماں عائشہ صدیقہؓ اپنے بھانجے عروہ بن زبیرؓ سے فرماتی ہیں کہ: بایں اہل اناکنا
استظر الی الهلال ثم الهلال ثم الهلال ثلاثہ اہلۃ فسی شہوین وما اوقدت فسی
ابیات النبی ﷺ ہا قال قلت باحالة فما کان یعیشکم قالت الاسودان النمر
والماء

(بخاری و مسلم)

اے بھانجے ہم یکے بعد دیگرے تین تین چاندرو مینے میں دیکھ لیتے تھے اور اس عرصہ میں حضور
ﷺ کے گھروں میں آگ بھی نہ جلتی تھی حضرت عروہؓ نے دریافت کیا پھر کس چیز سے آپ لوگوں
کی زندگی قائم رہتی تھی؟ فرمایا کہ بس بھجور اور پانی۔

اعتراف ۶: انبیاء کرام احکامات خداوندی کی حقیقت سمجھانے سے قاصر
تھے۔ نعوذ باللہ

دیوبندی شیخ الحدیث مولوی اوریس کاندھلوی لکھتے ہیں کہ: "نبی اور رسول اللہ کے حکم سے
یہ ظاہر ہے کہ کفر و شرک روح کیلئے مہلک ہے..... مگر اس بات کو سمجھانے سے قاصر ہے کہ

کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کا ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے۔" (عقائد اسلام، ص ۶۴، ج ۲، طبع لاہور)۔ (دیوبندیوں کے بطلان کا انکشاف ص ۸۵)

الجواب: مکمل عبارت ملاحظہ ہوساری بات سمجھ آ جائے گی:

"فرض یہ کہ کوئی مریض بغیر طبیب کی رہنمائی کے خود اپنا علاج چسبیں مگر سنا اسی طرح روحانی مریض بغیر طبیب روحانی کے خود اپنے باطنی امراض کا علاج نہیں کر سکتا جسائی طبیب مریض کو یہ بتلاتا ہے کہ سم الفار (سنگھچہ) مہلک ہے مگر عقلی طور پر اس کی وجہ نہیں بتا سکتا کہ سم الفار (سنگھچہ) میں ہلاک کرنے کی تاثیر اور خاصیت کیوں رکھی گئی ہے اسی طرح نبی اور رسول اللہ کے حکم سے بتلاتا ہے کہ کفر اور شرک روح کیلئے مہلک ہے اور کفر و شرک روح کو ہلاک کرنے میں سم الفار کا حکم رکھتا ہے اور یہ بتلاتا کہ عجم اور حسد اور حرص و طمع اور بدکاری اور بے حیائی و قیصرہ و طغیرہ اس قسم کی چیزیں روح کو ہلاک کرنے والی ہیں مگر اس بات کے سمجھانے سے قاصر ہے کہ کفر اور شرک اور فواحش اور منکرات کے ارتکاب سے روح کیوں اور کس طرح ہلاک ہوتی ہے انبیاء کا اصل مقصد وسعت دلت اور شقاوت کو سمجھا دینا ہے اور بتلانا ہے کہ منزل مقصود آخرت ہے اور یہ دنیا روٹوڑ ہے کھن عقل سے تو دیا کا راستہ بھی نظر نہیں آتا آخرت کا راستہ کھن عقل سے کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔"

(عقائد اسلام، ص ۶۶، ۳ اور اسلامیات)

اول بات تو یہ کہ اس میں کہیں بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا کاندھلویؒ یہ نہیں کہا کہ انبیاء علیہم السلام احکام شریعت کی حقیقت بتلانے سے قاصر ہیں وہ تو یہ فرما رہے ہیں کہ صرف عقل اور انکل سے یہ نہیں بتا سکتے کہ کفر و شرک اور گناہ و روح کو کس طرح ہلاک کرتی ہے اور یہ حقیقت نہیں بلکہ ان فواحش اور ذنوب کی تاثیر ہے جس جاہل کو حقیقت اور تاثیر میں فرق معلوم نہ ہوا اسے علم کلام میں گفتگو کرتے ہوئے حیاہ آتی چاہئے۔ انبیاء کا کام صرف اپنی

امت کو یہ غلام بنا ہے کہ ان خواہش سے دور رہو یہ روح انسانی کیلئے مہلک ہیں اب کیوں مہلک ہیں یہ ان کے منصب نبوت و رسالت میں شامل نہیں۔ اور اس میں بھی صرف عقل سے بٹانے کی ٹٹی کی گئی ہے ہاں اللہ کسی پر راز کھول دے تو اس کی ٹٹی نہیں کی گئی۔ احمد رضا خان کے والد فقہ علی خان لکھتے ہیں:

”خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پروردگار نے علم روح کا کسی پر ظاہر نہ فرمایا بلکہ کسی کو کیا مجال ہے جو اس کی حقیقت سے قصور من کرے۔ ہر دلوں سے معقول ہے کہ اگر حقیقت روح کی عقل سے معلوم ہوتی ہے غیر خدا جل جلالہ جن کے کمال عقل پر موافق و مخالف کا اجماع ہے اس کو ضرور بیان فرماتے۔ علم بالکون (حقیقت) روح کا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔“

(انوار جمال مصطفیٰ ص ۱۷۷)

رضا خانی جی! ہم آپ کے فتوے کے منکر ہیں لاعلمی اور حقیقت دونوں الفاظ یہاں موجود ہیں؟

علمائے اہل السنۃ والجماعۃ

کے خوابوں پر جاہلانہ
اعتراضات اور
ان کے جوابات

خوابوں کے متعلق شریعت کا اصول

خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا

امام اہلسنت مولانا سر فرار خان صفور صاحبؒ لکھتے ہیں:

خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور اس میں جہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں۔ یہی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی خواب بظاہر بڑا خوشنما اور مژدہ افزا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور بڑا اذیتناک ایسا ہوتا ہے کہ ہادی الفکر میں خواب نہایت تاریک، اندھ بناک اور وحشت انگیز دکھائی دیتا ہے مگر اس باطنی پہلو اور تعبیر بہت ہی خوشنما، خوش کن اور خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والی کی خوشی کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی اس دوسری مد کے خوابوں کے بارے میں اختصاراً چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) آنحضرت ﷺ کی چچی حضرت ام فضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا کہ اور آنحضرت ﷺ نے کہا کہ (علیہ السلام) آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا خواب ہے فرمایا (انہ شدید) بہت ہی سخت آپ ﷺ نے فرمایا ہاؤ تو سی تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کے جسم سے ایک گلو کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے تو بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر حضرت عائشہؓ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا چنانچہ سیدنا حسینؑ پیدا ہوئے اور ام فضلؓ فرماتی ہیں کہ میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۵۷۲)

ملاحظہ فرمائیں بظاہر کس قدر برا خواب تھا ام فضل بھی اس کو بیان کرنے سے کترار ہی تھیں مگر اس کی تعبیر کتنی بہترین تھی۔

(۲) کوئی خواب نہیں دیکھے کہ چیز یاں پہنی ہوئی ہیں تو یقیناً خواب دیکھنے والا گھبرائے گا مگر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں چیزوں کو پسند کرتا ہوں البتہ گردن میں ملحق کو پسند کرتا ہوں چیز یاں اس کی بہت قدر کی دیکھ لی ہیں۔

(بخاری ج ۲، ص ۱۰۳۹، مسلم ج ۲، ص ۲۴۱)

(۳) حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس زمانے میں حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پیروی کھود کرید کرو گے۔ اس جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حرف بحرف پوری ہوئی۔

(تعبیر الروایا ص ۱۰۸، اکبریک میلز)

غور فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔۔ بتائیں بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پیچھا“۔ العیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔ مزید تفصیلی حوالہ جات کیلئے امام انسنت مولانا سرخارا خان صفدر صاحب کی کتاب ”عبارات اکابر“ کا مطالعہ کریں۔

خواب پر کوئی فتویٰ نہیں

دوسرا اصول یہ ہے کہ خواب غیب کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور غیب کی حالت میں جو کلمات، افعال، احوال صادر ہوتے ہیں شریعت میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالخصوص خواب میں اس سے کوئی کلمہ کفر سرزد ہو معاذ اللہ تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں کیونکہ اس وقت وہ مرفوع الظلم ہے۔ حضرت اماں عائشہؓ سے مروی ہے کہ

رَأَيْتُ الْقَلَمَ عَلَى قَلَانٍ عَنِ النَّابِغِ حَتَّى يَسْتَقِظَ وَ عَنِ الْمُبْتَغَى حَتَّى يَنْتَزِعَ عَنِ غَسَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَغْتَبِلَ

(مسند ابوداؤد الطیالسی ج ۳، ص ۷۷، رقم الحدیث ۱۴۸۵)

تین شخص مروج القلم ہیں (یعنی شرعی قانون کی زد سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو فاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے۔

الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث صحیح ابن حبان، ابن ماجہ، مستدرک، مسند امام احمد اور دیگر کئی کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

انه ليس في النوم تفريط، انما التفريط في اليقظة (ترمذی، ج ۱، ص ۲۵)

نیند کی حالت میں کوتاہی نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم ہے۔ اسی قسم کی احادیث سے علماء نے یہ اصول نکالا کہ خواب کی کوئی حالت معتبر نہیں اس میں نہ تو کفر کا اعتبار ہے نہ اسلام کا نہ نکاح کا نہ طلاق کا چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وَلَيْدَ لَا يَتَصِفُ بِصِدْقٍ وَلَا كَذِبٍ وَلَا خَيْرٍ وَلَا إِتْسَافٍ وَلَا فِي الْخُسْرِ وَلَا فِي الْفُتُلِ
عِزَّ الدِّينِ الْإِسْلَامِ وَالْمَرْفَعَةِ الْطَّلَاقِ وَلَمْ يَوْصَفْ بِخَيْرٍ وَلَا إِتْسَافٍ وَلَا فِي
وَلَا كَذِبٍ نَحْلُ الْخِيَانِ الطَّيْبِ

(شامی، ج ۳، ص ۲۴۵، مطلب فی تعریف السكران و حکم)

ترجمہ: اور اسی لئے سونے والا کا کلام صدق کذب، انکار، خیر سے مصنف نہیں ہوتا اور تعزیر الاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لایا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بے کار ہیں نہ اس کو خیر کہا جاسکتا ہے نہ انشاء اور نہ یہ کجی اور نہ یہ جھوٹ جیسے پرندوں کی آواز۔

لیکن جب شریعت میں خواب کی حالت کا کوئی اعتبار ہی نہیں تو خواب کی بنیاد پر کسی پر گستاخی و کفر کا فتویٰ لگانا کتنا بڑا ظلم و جہالت ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے مرید کا ایک خواب جس میں وہ لالہ الا اللہ اشرف رسول اللہ کلمہ پڑھ رہا ہے اس کے متعلق خود رضا خانی غلام نصیر الدین سیالوی کہتا ہے:

”علامے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے۔“

(عبارات اکابر، ص ۳۸۴، ج ۱)

اسکا مطلب ہے کہ بقول رضا خانیوں کے ایک کفر اگر کوئی خواب میں کرے تو بریلوی علماء کو بھی اس پر اعتراض نہیں، اعتراض بیداری کی حالت میں ہوگا۔ اسی ایک حوالے سے رضا خانی کے سجانے گئے اس وجہ کی تمام کی تمام دوکان کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن اتنا سمجھت کیلئے ہم معترضہ خوابوں کے جوابات بھی انشاء اللہ حوالہ رقم کریں گے۔

بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتا ہے:

”یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خواب اور اس کی تعبیر میں فرق ہوتا ہے اس لئے خواب میں جو کچھ دیکھا جاتا ہے وہ تعبیر طلب ہوتا ہے خواہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہو یا کوئی دوسرا فقارہ اس سے بعینہ وہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی مراد کی اور ہوتا ہے اس لئے خواب میں نظر آنے والے منظر یا سنے جانے والے الفاظ کی ہمیشہ تاویل کی جاتی ہے جسکو اصطلاح میں تعبیر کہا جاتا ہے اس لئے خواب میں جو کلمات ارشاد ہوں یا فقارہ کیا جائے اہل و یانت و امانت اس کی تعبیر کرتے ہیں ظاہری کلمات اور فقارہ کی بناء پر کبھی کسی نے گستاخی دے اور نبی کے مستوی نہیں لگائے۔“

(خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علی محاکمہ، ص ۵۹، منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور)

رضا خانیو! اب تو شرم کرو آپ کا اپنا شیخ الاسلام کہہ رہا ہے کہ خواب ایک تعبیر طلب چیز ہوتی ہے اس کی بنیاد پر آج تک کسی نے کفر و گستاخی کا فتویٰ نہیں لگایا اور یاد رہے کہ طاہر القادری کوئی معمولی آدمی نہیں دعوت اسلامی کے دفاع میں شائع ہونے والی کتاب ”دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ“ مطبوعہ تنظیم اہلسنت کراچی میں اس شخص کو کافر و کمرہ کہنے والوں پر رضا خانی مفتیوں نے کفر کے فتوے لگائے ہیں۔

بریلوی مولوی ابوالکیم صدیق قانی لکھتا ہے:

”عالم روایہ کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔“ (آئینہ اہلسنت

ج ۱۵۸

خلق غلام فرید ہزاروں لکھتا ہے :

”محض خوابوں کو خصوصاً سریدین یا خلفاء کے خوابوں اور انہی کی تعبیرات کو بنیاد بنا کر کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا یا ضلالت کا فتویٰ لگانا کہاں کی عقلداری ہے۔“ (انوار رضا کا انٹرنیٹ (ادب نمبر، ص ۲۳۳)

یعنی ان مولویوں کے بقول کاشف اقبال صاحب عقل ہی سے فارغ ہیں۔ اب آئے رضا خانی مولوی کے پیش کردہ خوابوں میں سے چند کی وضاحت پیش خدمت مسیبن پوری دیکھ کر اندازہ اسی سے لگالیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعتراض ۷۷: توہین علی توہین الوہیت ورسالت اللہ کی گود میں مانو توہمی۔ نعوذ باللہ

یہ جاہلانہ عنوان قائم کر کے رضا خانی لکھتا ہے: بانی دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے ایام حلیٰ میں خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں۔“ (سوانح مستحسنی ۱۳۲ ج ۱، تذکرہ مشائخ دیوبند، ص ۱۳۳، میثرائے ۶۵، ص ۶۵، سوانح عمری، ص ۳) (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

الجواب: اب کوئی اس جاف سے بچ چھو کہ اس میں کہاں ہے کہ نبوت والوہیت اللہ کی گود میں ہے؟ ماقبل میں اصول گزر چکا ہے کہ خواب اپنے ظاہر پر نہیں ہوتا یہ ایک تعبیر طلب شے ہے اس کا سیدھا سادہ مطلب و تعبیر ہے:

”تم کو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائے گا اور بہت بڑے عالم ہو گے اور نہایت شہرت ہوگی۔“ (سوانح قاسمی، ج ۱، ص ۱۳۲)

قرآن پاک میں اللہ کیلئے ہاتھ و چہرے، ہنڈی کا ذکر آیا ہے تو اگر ان الفاظ میں تاویل

ہو سکتی ہے تو خواب کی تعبیر کیوں نہیں؟ وہاں الفاظ کو ظاہر پر کیوں رکھا جا رہا ہے؟ بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری اس خواب کی تعبیر کرتے ہیں:

"اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے فیض و برکت کا نصیب ہونا ہے۔" (خوابوں پر اعتراضات ص ۶۸)

علامہ عبد الغنی بایں لکھتے ہیں:

و من رأى انه يعانقہ و يقبل عضوا من اعضائه فاز بالاجر الذى يطلبه (تعطیر الانام ص ۹)

جس نے خواب میں دیکھا کہ اللہ کے ساتھ معانقہ (گھلے) کر رہا ہے یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کو لے کر رہا ہے تو خواب والا انشاء اللہ اپنے مطلوبہ اجر کو پائے گا۔

مزید لکھتے ہیں:

و من رأى ان الله تعالى مسح على راسه و باركه فان الله تعالى يخصصه بكنز عظيم يرفع قدره

(تعطیر الانام ص ۹)

اگر کسی نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سر پر دست مبارک رکھے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کرے گا۔

و من رأى كأنه صار الحبيب سبحانه و تعالى اهتدى الى الصراط المستقيم - (تعطیر الانام ص ۹)

اگر کوئی شخص خود کو خواب میں خدا بنا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص صراط مستقیم پر چلے گا۔

رضا جانیو! گوہر پر تو تمہیں گستاخی کا فتویٰ نظر آنے لگا اب نگاہ علامہ عبد الغنی بایں پر بھی کوئی فتویٰ جو اللہ تعالیٰ سے گلے ملو رہا ہے ایسا ہو سے دلوار ہے میں سر پر ہاتھ پھر رہا ہے میں بلکہ خود خدا بن رہا ہے؟

اعتراف ۸: قرآن مجید پر پیشاب۔ نعوذ باللہ

ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ میں نعوذ باللہ قرآن پر پیشاب کر رہا ہوں فرمایا بہت اچھا اور مبارک خواب ہے

(اضافات الیومیہ، ج ۹، ص ۲۳۲، مزید المجید، ص ۲۶، قصص الاکابر، ص ۱۸، ملفوظات حکیم الامت، ج ۱۵، ص ۱۷۰)

(دی بندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶)

الجواب: پہلے ملفوظات کی پوری عبارت پڑھیں:

”حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے زمانہ میں ایک شخص نے بڑا وحشت ناک خواب دیکھا کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ وہ قرآن شریف پر پیشاب کر رہا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ بہت مبارک خواب ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ تمہارے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حافظ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے لڑکے پیدا ہوئے اور وہ حافظ ہو گیا اب دیکھئے یہ خواب ظاہر میں تو نامبارک تھا مگر حقیقت میں مبارک تھا“۔ (ملفوظات، ج ۹، ص ۲۵۶، ملفوظ ۲۳۰) رضا خانی کی بے ایمانی اور بددیانتی ملاحظہ ہو کہ حضرت حکیم الامتؒ خود بھی اس خواب کو ظاہر میں نامبارک کہہ رہے ہیں اور بیان کرتے ہوئے دوبار ”نعوذ باللہ“ پڑھ رہے ہیں مگر یہ بے ایمان اس کو ذکر نہیں کرتا۔

شیخ عبدالغنی نابلسیؒ لکھتے ہیں:

”ومن رأى مكانه على المصحف بحفظ أحد الأئمة القرآن الكريم“۔ (تعلیل الانام، باب الباء والیول)

اگر کسی نے دیکھا کہ گویا وہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہے تو اس کے بیٹوں میں سے کوئی ایک قرآن کریم حفظ کریگا

اب اگر غیرت ہے تو علامہ عبدالغنی نابلسیؒ پر بھی فتویٰ لگا دیا اپنی جہالت کا ماتم کرو۔

اعتراض ۹: حضور اقدس ﷺ اردو میں دیوبندی علماء کے شاگرد۔ نعوذ باللہ ایک صالح فخر عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ ﷺ کو یہ کام کہاں سے آگئی آپ تو عربی میں فرمایا کہ جب سے مدد دیوبند سے جارامعامل ہوا ہم کو یہ زبان آگئی سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدد سے کا معلوم ہوا“۔ (برائین قاطعہ، ص ۲۶ دیوبندی، ص ۳۰ طبع کالجی)۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۶، ۸۷)

الجواب: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی زبان حدیث کو اردو میں علماء دیوبند و دارالعلوم دیوبند نے متعارف کروایا زمانہ گواہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ کی جو خدمت دارالعلوم دیوبند نے کی زمانہ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

کسی دوسرے سے کوئی زبان سیکھ لینا اگر گستاخی ہے تو بخاری میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم سے عربی زبان سیکھی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۴۷۵)

مولوی نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے کہ جب وہ سیوٹیل (علیہ السلام) بڑے ہوئے انہیں علم توریت حاصل کرنے کیلئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا۔ (خزان العرفان، ص ۳۹۳)

بلکہ آپ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی کا عقیدہ تو یہ تھا کہ شیطان ابلیس معاذ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کا استاد تھا۔

(معلم تفریر، ص ۹۵)

اعتراض ۸۰: حضور اقدس ﷺ تھانوی کی شکل میں۔ نعوذ باللہ

خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھانوی کی شکل میں دیکھا (اصدق الروایا، ص ۲۵، ج ۲)

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۸)

الجواب: علامہ عبدالحق بابلیؒ کہتے ہیں:

”جو حضور ﷺ کی صورت میں متشکل ہوا ہو اور بادشاہت کا طالب بھی ہو تو بادشاہت حاصل ہوگی اور زمین کی اس فرمانبردار ہوگی، اگر ذلت کا شکار ہے تو اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائیں گے اگر علم کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ علم عطا فرمائیں گے فقیر ہے تو مستغنی ہوگا غیر شادی شدہ ہو تو شادی ہوگی“۔ (تعطیر الانام، ص ۷۲۲)

ملاحظہ فرمائیں اس قسم کے خواب کی کتنی خوشنما تعبیر علماء مہرین بیان فرما رہے ہیں مگر

جاہل اس پر گستاخی کا فتویٰ لگا رہا ہے۔

تمہارے الیاس قادری نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے شاہ عالم سے کہا:

”شاہ عالم! تمہیں اپنے اسباق رہ جانے کا بہت افسوس تھا لہذا

تمہاری جگہ تمہاری صورت میں تخت پر بیٹھ کر میں روزانہ سستی پڑھا

دیا کرتا تھا۔“ (تذکرہ صدر الشریعہ، ص ۸، ۹، مکتبۃ المدینہ)

اگر حضور ﷺ شاہ عالم کی صورت میں عالم خواب میں نہیں عالم بیداری میں آجائے تو یہ شاہ

عالم کی عقلیت اور خواب میں حضرت تھانویؒ کی عقل میں آجائے تو گستاخی؟ یا للجب کچھ تو

شرم و حیا کرو۔ اپنے مولوی کے یہ اشعار بھی پڑھو اپنے پیر کے بارے میں:

”تفسیر النبی ہے تجلی نریہ کا

تصویر مصطفیٰ ہے نگار افرید کا

(دیوان محمدی، ص ۱۷۳)

وہی جلوہ جو قاراں پر ہوا احمد کی صورت میں

اسی جلوے کر پھر عریاں کیا مٹھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

جو محمد میں نکلا ہو کے محمد نہ بنے

کیوں اسے وار پر لٹکا نہیں شریعت والے

(دیوان محمدی، ص ۱۹۶)

اگر دتی برابر شرم و حیا ہے تو نگاہ اپنے اس مولوی پر بھی کوئی فتویٰ۔

اعتراف ۸۱: حضور اقدس ﷺ دیوبندی علماء کے باور چچی۔ نعوز باللہ

ایک دن حاجی صاحب نے خواب دیکھا کہ انکی بھانج کھانا پکا رہی ہیں اتنے میں حضور ﷺ

عشر یلے لائے اور فرمایا کہ اٹھو تو اس قابل نہیں کہ اس کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے

مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں خود پکاؤں گا۔“

(تذکرہ الرشیدیہ، ج ۱، ص ۳۶، تذکرہ مشائخ دیوبندی، ص ۱۱۳، امداد المصطفیٰ ص ۱۷۱، شام امدادیہ، ص ۱۵)

(دیوبندیہ کے بھلاؤں کا انکشاف، ص ۸۷)

الجواب: قاضی رضا خانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب کے مائے جب بریلی مناظرے میں مظہر اسلام بریلی کے شیخ الحدیث سردار احمد گورداسپوری نے یہی اعتراض پیش کیا تو حضرت نے اس کا یہ منہ توڑ جواب دیا جسے سن کر رضا خانانی مبہوت ہو گیا:

”گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت اس خواب سے یہ ناپاک نتیجہ تو قیامت تک بھی نہیں نکل سکتا اس کی کھلی ہوئی تعبیر یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے متوکلین علماء کرام پر رسول اکرم ﷺ کی نظر کرم ہے اور ان پر حضور ﷺ کی بارگاہ سے فیوض و برکات اور علوم و معارف کا فیضان ہوتا ہے اور درحقیقت سارے علماء صالحین رسول اللہ ﷺ ہی کے دسترخوان کرم کے خوش چین ہیں۔“

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں دودھ نوش فرمایا اور بچا ہوا حضرت عمرؓ کو پلا دیا اور پھر خود ہی اس کی تعبیر علم سے دی پس جس طرح اس خواب میں دودھ پلانے کی تعبیر علم سے دی گئی اسی طرح حضرت حاجی صاحب کے خواب میں بھی کھانے سے روحانی غذا یعنی علوم و معارف کی تعبیر نکالی جائے گی۔ اور اشارہ اس طرف ہو گا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں جو طالبان معرفت آتے ہیں ان کو حضور سرور ﷺ کی طرف سے روحانی فیض پہنچتا ہے علاوہ ازیں یہ کہ کسی کو کھانا تیار کرنے کی وجہ سے ”باورچی“ یا ”بھاریارہ“ کہہ دینا آپ ہی کی گندی ذہنیت ہے آپ نے اگر حدیث کی سب سے پہلی کتاب مشکوٰۃ شریف پڑھی ہوگی تو اس میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وہ روایت بھی دیکھی ہوگی جس میں انہوں نے حضور سرور ﷺ کے اوصاف حمیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ کان یہ عصف لعلہ و بجلب شہانہ یعنی میرے آقا خود ہی اپنی پاپوش مبارک کوٹا تک لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کی یہی ذہنیت ہے تو اس حدیث کی وجہ سے آپ حضور ﷺ کو کیا کیا کہیں گے؟ کیونکہ آپ کے اس

گندے اصول پر ہر جوتے بیٹے والے کو سوچنی (پہنار) اور ہر ورودھ دو پہنے گھوئی کہہ جاوے گا ایسی گندی ذہنیت پر خدا کی لعنت، مولوی صاحب اعتراض کرنے کیلئے بھی سلیقہ چاہئے یہ مجلس مناظرہ ہے خال جی کا گھر نہیں

ہزار نکتہ بار یک تر زمو اینہاست

نہ ہر کہ سر بستہ اشہد قلندر می داعہ

(فتوحات لہنامیہ، ص ۶۷۳، ۶۷۴)

اعتراض ۸۲: حضرت ابو بکر و عمر شکل میں شیطان - نفوذ باللہ خواب میں حضرت ابو بکر و عمر شکل شیطان میں آسکتا ہے۔ (اضافات الیومیہ، ج ۸، ص ۱۹۳)

(ذیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۹۰)

الجواب: مآذ اللہ اس ملفوظ میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شکل میں "شیطان" ہیں یہ اس بد بخت کی اپنی خیانت اور دلی کی گندگی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ قبل راقم نے جہانیاں کے ایک سعیدی رشتہ خانی کو اس کا منہ توڑ جواب دیا تھا جو یہاں پیش خدمت ہے۔

اعتراض: مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات حصہ ششم جز اول میں کہا ہے کہ: "حضور ﷺ کی شکل میں شیطان نہیں آسکتا اور نہ کسی اور نبی کی شکل میں شیطان متغزل ہو سکتا ہے۔ عرض کیا گیا اگر صحابہ میں سے کسی کو خواب میں دیکھے مثلاً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ ان حضرات کی صورت میں شیطان آسکتا ہے فرمایا مشہور قول پر سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب کی شکل میں آسکتا ہے۔

اس میں حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہید گستاخی ہے۔
جواب: اس کا تحقیقی جواب ملاحظہ فرمائے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ آپ نے جو حوالہ زیادہ ملفوظات کا ہے اور ملفوظات کے متعلق آپ کے اکابر کا اصول یہ ہے کہ:

”بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو سکتی ہیں۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ اور ہوا و ناقلین کو سمجھو ہو گیا ہو کیونکہ جس طرح حدیث کے راوی نقد ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ہا و جو صحبت سند کے حدیث کو مضیق قرار دے دیا جاتا ہے۔“ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص ۳۹۱، ۳۹۲)

”ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا۔۔۔ ملفوظات جبکہ ان کی تاریخی و حقیقی حیثیت بھی مسلم نہیں، کی بناء پر اولیاء اللہ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا۔“ (روئید ادمناظر و پنڈی گستاخ کون، ص ۵۳۱، ۵۳۲)

جب آپ کے اکابر کو یہ بات مسلم ہے کہ ملفوظات میں اکثر بزرگوں کی طرف منسلک باتیں منسوب ہو جاتی ہیں اور ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں، لہذا ان کی وجہ سے صاحب ملفوظ پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا تو محض تعصب کی بناء پر آج ملفوظات کی بنیاد پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا سنگین فتویٰ لگاتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی شرم چسپس آتی؟ اور آئے بھی کیوں ان بزرگوں پر طعن و تشنیع کرنے سے حق تو آپ لوگوں کی روزی و روٹی وابستہ ہے شرم کر لی تو کھائیں گے کہاں سے؟

نوٹ: بعض حضرات اس کے جواب میں ہمارے اکابر کے بعض حوالے نقل کرتے ہیں کہ ملفوظات معتبر ہیں تو یہ بریلویوں کی جہالت ہے اس لئے کہ وہ یہ حوالے اس وقت نقل کرتے جب یہ دعویٰ ہمارا بھی ہوتا ہم یہ باتیں صرف بطور الزامی جواب کے کر رہے ہیں اگر بریلویوں کو الزامی اور تسلیمی جواب میں فرق معلوم ہوتا تو اس قسم کی جہالتوں کا مظاہرہ کبھی نہ کرتے۔ دوسری بات حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آپ کے مسلک کے استادا و علماء مولوی فیض احمد صاحب گوگردی لکھتے ہیں:

”مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو ہر مسئلہ کو خاص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے“ (مہر میرا، ص ۲۶۸، فصل ۷)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے ملفوظات میں جو کچھ کہا وہ خاص شرعی نقطہ نظر سے کہا اب آپ یا تو اس کی مخالفت کر کے شریعت کے مخالفت کر رہے ہیں یا اپنے مولوی جی کو

جس کا تسلیم کریں۔

تاریخین کرام! مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے مشہور قول یہ ہے کہ خواب میں شیطان سوائے انبیاء کے سب کی شکل میں آ سکتا ہے۔ حکیم الامت نے مشہور قول لکھا ہے تو اب چاہئے تو یہ تھا کہ بریلوی مستند علماء کرام کے حوالوں سے یہ ثابت کرنے کہ حضرت تھانویؒ نے جو فرمایا وہ غلط ہے اور مشہور قول یہ مگر معرض ایسا نہ کر سکے اور انشاء اللہ تاقیامت ثابت نہ کر سکیں گے۔ محدثین کرام کی سنئے

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو طاقت دی ہے کہ وہ جس کی شکل میں آنا چاہے آ سکتا ہے لیکن سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت میں نہیں آ سکتا۔

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۷۷، کتاب التعمیر حدیث نمبر ۶۹۹۳-۶۹۹۷)

۲۔ مامی قاریؒ لکھتے ہیں۔

بعض حضرت فرماتے ہیں سرکار کی اللہ نے خصوصیت رکھی ہے کہ ان کو دیکھنا ٹھیک ہے اور صحیح ہے اور شیطان کو روک دیا ہے کہ وہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں آئے۔

(حاشیہ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۳۹۳)

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

بعض ارباب تحقیق لکھتے ہیں کہ شیطان خواب میں آ کر لوگوں کو یہ دھوکا دے سکتا ہے کہ میں خدا ہوں مگر سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ہرگز نہیں آ سکتا۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ کتاب الروایہ فصل ۱ ص ۶۸۱)

ان تمام کا مفہوم مخالف یہ تھا ہے کہ نبی ﷺ کی شکل میں تو شیطان متغزل نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ ہر ایک کی شکل میں آ سکتا ہے اور مفہوم مخالف کے متعلق فاضل بریلوی کا اپنا فیصلہ ہے کہ صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں کے کلام میں مفہوم مخالف کا اعتبار کی جائیگا۔

(تہذیب فتاویٰ رضویہ ص ۱۰۵)

مولوی فیض احمد ایسی صاحب کا فتویٰ

بریلوی فیض ملت شیخ الحدیث و التفسیر مولوی فیض احمد ایسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

شیطان کسی نبی کی صورت اختیار نہیں کر سکتا مواہب لدنیہ میں میں اس کو حضور کے خاصہ میں شمار کیا گیا ہے۔ {زائرین سرکار مدینہ ص ۵}

اور "مناظر صاحب" کے علم میں تو یہ بات ہونی چاہئے کہ الخاصۃ عابو جہد فیہ لا

ہو جہد فی غیرہ

بلکہ فیض احمد ایسی تو اس سے بھی بڑھ کر لکھتے ہیں:

"علماء کرام نے اس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں

اور آپ کے سوا بڑے سے بڑے شخص کی صورت شیطان اختیار کر سکتا

ہے۔ {زائرین سرکار مدینہ ص ۱۱}

اس عبارت پر بار بار غور فرمائیں اور جواب دیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے

ملفوظات اور اس عبارت میں مفہوم و مطلب کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ

آپ انصاف و دیانت کے اصولوں پر عمل کرتے ہوئے وہی فتویٰ فیض احمد ایسی صاحب پر بھی

لگائیں گے جس فتوے سے آپ نے مظلوم تھانوی کو نوازا ہے۔

احمد رضا خان کا فتویٰ:

"حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰت والتسلیمات کے ساتھ شیطان تمثیل نہیں

کر سکتا حدیث میں ہے۔۔۔ ہاں نیک لوگوں کی شکل بن کر دھوکہ دے سکتا ہے

بلکہ اپنے آپ کو الٰہ ظاہر کر سکتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۵۳)

بریلوی اشکالات اور ان کے جوابات

اشکال نمبر ۱: کثر الاحمال میں ہے کہ من درانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا

بتمثل بی و من رای اباکر الصدیق فقد راه فان الشیطان لا بتمثل بی۔

اس طرح ایک حدیث میں ہے کہ "من رآنی فی المنام فقد رآنی حقا فان الشیطان لا یتمثل بی ولا بالکعبۃ"

جواب: آپ نے جو کثر اعمال کی حدیث پیش کی اس کی کوئی سند کثر اعمال میں موجود نہیں۔ سعیدی صاحب افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اپنے اکابر کیلئے تو آپ کے یہ اصول ہیں کہ ان کو گنہگار ثابت کرنے کیلئے کوئی قطعی ثبوت پیش کرنا اور دوسروں پر گستاخی کے ثبوت لگانے کیلئے اس طرح کی بے سند حدیثوں کو دلیل دیتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں؟ کچھ تو شرم کیجئے ایک دن مرنا ہے اللہ کو منہ دکھانا ہے۔ جہاں تک دوسری روایت کا تعلق ہے تو اس میں "ولا بالکعبۃ" کے بارے میں طبرانی نے اسی حدیث کے متصل لکھا ہے کہ "ولا بالکعبۃ کی زیادتی میں عبدالرزاق مشہور ہیں اور یہ زیادتی محفوظ بھی نہیں۔"

طبرانی کی پوری عبارت اس طرح ہے:

"لم یروہ عن زید بن اسلم الامعمرو ولا عن معمر الاعبد الرزاق تقریبا بسنن السری ولا یروی عن ابن سعید الا بهذا الاسناد لا یحفظ فی حدیث ولا بالکعبۃ الا فی هذا الحدیث۔ (المعجم الصغیر ص ۵۵)"

واقعی جب آدمی کے دل سے خدا کا خوف نکل جائے تو وہ اس قسم کے جھوٹ اور خیانت کرنے سے بھی نہیں شرماتا ہم اس حرکت پر سوائے افسوس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں یاد رہے کہ اگر آپ یہ تمام باطنی گنج حدیث سے بھی ثابت کر دیں تب بھی آپ کے بڑوں کا اصول ہے کہ حدیث کی سند صحیح ہونے کے باوجود وہ موضوع ہو سکتی ہے۔ اس اصول کو اچھی طرح (بہن نشیں کر کے کسی حدیث سے ہمارے خلاف استدلال کیا کریں۔

اعتراض: تفسیر حقی میں صدیق وقت کو بھی مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

جواب: تفسیر حقی ایک غیر معتبر تفسیر ہے ہمارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اعتراض: تاوی رضویہ میں صالحین کی صورت میں تمثال کا ذکر ہے حدیث میں کانیں اور قنادی رضویہ میں شیطان کی زبان سے خدا کا ہونے کا دعویٰ مذکور ہے یہ پرگز نہیں کہ اللہ کی صورت میں تمثال ہو سکتا ہے یہ بدیہندی جھوٹ ہے۔

جواب: آپ کے اعلیٰ حضرت نے نبی کریم ﷺ کا استثناء کر کے کہا ہے کہ نیک لوگوں کی صورت میں متخل ہو سکتا ہے جب نیک لوگوں کی صورت میں ہو سکتا ہے تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے مذہب میں نیک لوگ نہیں ہیں؟ باقی فتاویٰ رضویہ کی عبارت دیکھ لیں اس میں کہیں بھی دعوے کا ذکر نہیں جھوٹ تو آپ بول رہے ہیں محض فتوے لگانے سے تو کسی بات کا جواب نہیں ہو سکتا وہاں صاف لکھا ہے کہ خود کو الہ ظاہر کر سکتا ہے اور یہ ظہور متخل ہونے کی صورت میں ہی ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ عقلمند کیلئے اتنی باتیں کافی ہیں لیکن اگر بریلویوں کو آرام نہ آیا تو۔۔۔۔۔

ان كانت العقرب تعود فالتعل لها حاضرة

یا رزندہ محبت ہائی

اعتراض ۸۳: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بیوی سے تعبیر کرنا۔
نعوذ باللہ

اس عنوان کے تحت ایک مشہور اعتراض کیا۔ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۸۹)
اس کا جواب بھی راقم ایک مضمون کی صورت میں دے چکا ہے ملاحظہ ہو۔
بعض لوگوں کی طرف سے حضرت حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے رسالہ میں ایک خواب جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف لائی تھیں کی تعبیر نیک صالحہ بیوی سے دی تھی اور یہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کھلی توہین ہے کیا کوئی اپنی ماں کو دیکھ کر جوڑی کی تعبیر نکالنا ہے۔۔۔ ۲۲ مجاہد تحریف مولوی عمر اجمرونی ان الفاظ میں لوگوں کو دہائیاں دیتے ہیں:

فرمائے جناب جو ماں کی رو یا کو کسمن بیوی سے تعبیر کرے اس پر آ کالتوی کیا ہے جس مذہب کے معتقد یا ان خیالات باطلہ کے ہوں کہ باپ کو بھائی نہیں بلکہ اس سے بھی ذلیل اور والدہ کو بیوی سے تعبیر کریں ان کے ایمان کا حال آپ خود سمجھ لیں۔ (مقیاس حقیقت ص ۲۱۹)

ہیں۔۔۔۔۔ کہنے کیا جواب ہے۔۔۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگانے والوں ذرا اپنے گھر کی خبر لو
مولوی عمر اچھروی صاحب آخر کس منہ سے ہم پر اس قسم کا الزام لگاتے ہیں صاحب لاکھ ان کے
اٹھ حضرت نے اپنے شاعری کے مجموعہ ”حداائق بخشش حصہ سوم“ میں حضرت ام المؤمنین کی جس
طرح گستاخی کی ہے اس سے آج بھی ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کیسا وجہ ہے کہ
بریلویوں نے اپنے اٹھ حضرت کو بچانے کیلئے اس دیوان کو بالکل غائب کر دیا ہے۔۔۔ اشعار
ملاحظہ ہو:

نگ و چست ان کا لباس اور وہ جو بن کا بھار
مسک جاتی ہے قبا سے کمرنگ لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جو بن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سیزور

(حداائق بخشش، ج ۳، ص ۳۴)

یعنی ان (حضرت عائشہؓ) کا لباس ایسا نگ اور چست ہے اور پھر اس پر متضاد سنے کا بھار لایا
تھا کہ آپ کا بھرا بن مرے کمرنگ پھٹا جا رہا تھا قریب ہے کہ ان کی جوانی کا بھار مرے دل کی
مانند پھٹتا جا رہا ہے اور سیزور جسم کے لباس کی تنگی کی وجہ سے کپڑوں سے باہر ہوتے جا رہے
ہیں۔ العیاذ باللہ۔۔۔ ثم العیاذ باللہ۔۔۔ ثم العیاذ باللہ

{نوٹ:} بعض جاہل بریلوی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ حکیم الامتؒ نے کس عورت سے کیوں
تعبیر دی۔۔۔ تو اس کا جواب ہے کہ یہ اعتراض کرنا محض ضد اور میں نہ مانوں ہے۔۔۔ اول تو ان
کے اکابر نے کہیں بھی کم سن لڑکی کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلقاً۔۔۔ گستاخی کا کہا ہے۔۔۔ اور اصل
اعتراض لکات میں آنے کا ہے خواہ وہ کس ہو یا بڑی۔

اعتراض ۸۴: دیوبندیوں کا کلمہ لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ
دیوبندیوں کا ورد اللھم صلی علی سیدنا وعبیدنا و مولانا اشرف علی۔۔۔ تعوذ باللہ

دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف جس ۹۲، ۹۱ پر ایک مشہور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ایک مقالے کی صورت میں اسے چکا ہوں ملاحظہ ہو۔ البتہ اس کا ایک اصولی جواب خود رضا خانی مولوی سے ملاحظہ ہو جو اسی خواب کے متعلق لکھتے ہیں:

”علمائے اہلسنت کا اعتراض خواب پر نہیں بلکہ بیداری میں کلمہ پڑھنے پر ہے۔“ (عبارات اکابر، ص ۳۸۳، ج ۱)

پس جب بقول آپ کے علمائے اہلسنت کو خواب پر کوئی اعتراض ہی نہیں تو تم اسے خواب کے عنوان ذکر کر کے اپنے بارے میں خود فیصلہ کر لو کہ کون ہو۔

اعتراض پچہ بریلوی حضرات کی طرف سے حضرت حکیم الامتؒ پر یہ اعتراض کیا جا چکا ہے کہ ان کے مرید نے ان کے نام کا کلمہ اور درود پڑھا اور حضرت حکیم الامتؒ نے بھائے اس پر سرزنش کرنے کے ان کے قبیح ملت ہونے کی گواہی دی۔ جس کی وجہ سے یہ کافر ہیں معاذ اللہ۔

(۱) انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا (العیاذ باللہ)

(۲) صاحب واقعہ کو سرزنش اور تنبیہ نہیں کی، حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا کہ اس کو تجویہ ایمان و نکاح کا کہتے مگر انھوں نے ایسا نہ کیا اور کفر پر راضی رہنا خود کفر ہے لہذا حکیم الامتؒ کا فرہوئے۔ معاذ اللہ

(۳) ایسے شیطانوں و سوسہ کو حالت محمود پر کیوں حمل کیا اور اس کی تعبیر کیوں دی؟ مولوی مرزا چھرو دی نے اس اعتراض پر یہ سرخی قائم کی ”دیوبندیوں کا کلمہ بھی مسلمانوں سے جدا ہے۔“ اور رضا خانی فورم پر بھی اس اعتراض پر یہی عنوان ہے۔

اختر المبین (علیہ السلام) فقیر اس کے دو جوابات دیے ایک ”تحقیقی“ دوسرا ”الزامی“۔

تحقیقی جواب

اس اعتراض پر تفصیلی جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کو خود حضرت تھانویؒ کے اس ارادہ مند کے اپنے الفاظ میں بقدر ضرورت نقل کر دیں۔ وہ صاحب کہتے تھاکہ:

اور سو گیا کچھ عرصہ بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں اسنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہئے اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ کے حضور کے نام کے اشرف علی کل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں ہے لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکل جاتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور ﷺ کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور ﷺ کے پاس تھے لیکن اسنے میں میری یہ حالت اوجھ کی کہ میں کھڑا کھڑا ہوجاؤں کہ رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری۔ اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہ رہی اسنے میں بعد خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر نا طاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور ﷺ کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں جب کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ چیخ ماری اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللھم صلی علی سیدنا ونبینا و مولانا اشرف علی۔ حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت دہی خوب دیا اور بھی بہت سے (و جو بات ہیں) جو حضور (یعنی حضرت تھانویؒ) کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کر رہا۔

{الامداد ص ۵۳، ماہ صفر ۱۴۳۶ھ}

قارئین کرام اس عبارت میں اس بات کی تصریح ہے کہ کلمہ طیبہ کی غلطی خواب میں ہوئی تھی اور صاحب خواب اس پر خاصہ پریشان ہوا اور خواب میں بھی اپنی غلطی کا احساس کرتا رہا لیکن بے ساختہ زبان سے غلط کلمہ نکلا رہا اور جب بیداری میں درود شریف غلط پڑھا تو اس میں بھی وہ کہتا ہے کہ "بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ

اپنی اس غلطی پر بھی وہ "خواب رویا"۔ اب اس مقام پر چند باتیں قابلِ غور ہیں ذرا مختصر سے دل سے اس پر غور فرمائیں۔

(۱) پہلی بات خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اس میں جہاں ایک حقیقت ہوتی ہے جس کو تعبیر کہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب بڑا خوشنما ہوتا ہے لیکن اس کی تعبیر انتہائی بھیاں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خواب بظاہر بڑا خوفناک لیکن اس کی تعبیر خوش آئند ہوتی ہے اور تعبیر سامنے آنے کے بعد خواب دیکھنے والے کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ اس دوسری سہ کے خوابوں کے بارے میں بطور اختصار صرف دو حوالے عرض کروں گا۔

☆ حضور اکرم ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل بنت الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آج رات میں نے ایک برا خواب دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا خواب ہے۔ انھوں نے فرمایا وہ بہت ہی سخت (اندیشہ) ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بتاؤ یو سہی کہ خواب کیا ہے؟ حضرت ام الفضلؓ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ ﷺ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ میری لختِ جگر یعنی (سیدہ حضرت فاطمہؓ) کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ حضرت حسینؑ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا۔ [مشکوٰۃ ص ۵۷۲ ج ۲]

لاحظہ کیجئے بظاہر کس قدر برا خواب تھا کہ حضرت ام الفضلؓ جتانے سے بھی گھبرائی تھیں مگر اس کی تعبیر کس قدر خوشنما تھی۔ ایک اور مثال حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی ملاحظہ تاکہ باہمی حقیقت کی آنکھیں کھل جائیں جو حضرت حکیم الامتؒ کے مرید کے خواب پر طرہ طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔

☆ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر مرقد مبارک کو اکھاڑا (العیاذ باللہ) پس اس پر ہلان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس نے اسے مسیحا

حضرت امام صاحب علیہ الرحمۃ مکتب میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان کے استاد نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب تمہارا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم جناب نبی اکرم ﷺ کی احادیث کی پیروی کرو گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کی پوری کھود کرید کر دو گے۔ جس طرح استاد نے فرمایا تھا یہ تعبیر حریف پوری ہوئی۔ (تعبیر الرودیا ص ۱۰۸ اکبر پبلیشرز)۔

خود فرمائیں کس قدر وحشت ناک خواب ہے لیکن تعبیر کس قدر خوشنما ہے۔۔۔ کیا نہیں بریلوی حضرات حضرت امام ابو حنیفہؒ پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟؟ میں حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہاں میں نے امام ابو حنیفہؒ کی جگہ کسی دیوبندی عالم کا نام لکھا ہوتا تو بریلوی حضرات اب تک یہ فتویٰ لگا چکے ہوتے کہ ”دیوبندیوں نے دشمنی رسول ﷺ میں ان کی قبر مبارک کو بھی اکھاڑ پھینکا“۔ العیاذ باللہ۔ اللہ پاک سمجھ دے۔

ان دونوں خوابوں کے بتلانے کا مقصد یہ تھا کہ بظاہر اگرچہ خواب خوفناک ہو لیکن ضروری نہیں کہ اس کی تعبیر بھی خوفناک ہو۔۔۔ پس جو خواب حضرت حکیم الامتؒ کے مرید نے دیکھا تھا اگرچہ بظاہر خوفناک تھا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تعبیر بھی خوفناک ہو۔ جیسا کہ آگے ہم خود حضرت حکیم الامتؒ کے اقوال سے اس کو ثابت کریں گے۔

(۲) قارئین کرام یہ ایک خواب تھا اور خواب نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور نیند کی حالت میں جو کلمات زبان سے سرزد ہوتے ہیں شریعت میں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالفرض اگر کسی سے خواب میں الفاظ کفریہ سرزد ہو جائیں تو اس پر حکم کفر ہرگز نہ لگایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

رَأَيْتُ الْقَلَمَ عَنْ ثَلَاثَةِ عَن النَّابِمْ خَشَى يَسْتَفِظُ وَ غِنِ الْمُبْتَغَى خَشَى يَسْزُ أَوْ غِنِ النَّابِمْ خَشَى يَسْزُ

یعنی شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شرعی قوانین کی رو سے محفوظ ہیں) سونے والا جب تک کہ بھلا نہ ہو اور جنون میں مبتلا یہاں تک کہ اس کو افاقہ ہو جائے اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اور حضرت عمرؓ اور سیدنا حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ:

رَاقِعُ الْقَلَمِ عَنْ فَلَانٍ عَنِ الْمَجْلُودِ الْمَغْلُوبِ عَلَى غَفْلَةٍ خَفِيَ نَبْرُؤُ عَيْنِ النَّاسِ
خَفِيَ بِسِقْطٍ وَ عَنِ الْمَصْبِيِّ حَتَّى يَخْتَلِمَ (الجامع الصغير ج ۲ ص ۲۴)
جین شخص مرفوع القلم ہیں (یعنی شری قوانین کی زد سے محفوظ ہیں) مجنوں جس کی عقل پر پردہ پڑا
ہو ہے اور سونے والا جب تک کہ بیدار نہ ہو اور بچہ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے
ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدنا حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد
ہے کہ

اِنَّهُ لَيْسَ فِي التَّوْمِ تَغْرِيطٌ "وَ اِنَّهَا تَغْرِيطٌ لِّبِى الْبَيْطِطِ (ترمذی ج ۱ ص ۲۵)
یعنی نیر کی حالت میں کوئی کوتاہی اور جرم نہیں ہاں بیداری کی حالت میں کوتاہی ہو تو اس میں جرم
ہے۔

ای قسم کی روایات سے حضرات فقہاء کرامؒ نے یہ قاعدہ اور اصول اخذ کیا ہے کہ نیند
کی حالت میں کوئی بھی بات کسی بھی وجہ میں قابل اعتبار نہیں۔ خواہ کوئی اسلام لائے یا خواہ معاذ
اللہ کوئی مرتد ہو جائے خواہ کوئی کفار کر لے یا علاح دے دے۔ چنانچہ علامہ محمد امین بن تمیم
الہامیؒ لکھتے ہیں

وَلَا لَا يُصَلِّفُ بِصِدْقِي وَلَا كَذِبِي وَلَا تَحْمِي وَلَا تَنْشِي وَ فِي التَّخْيِيرِ وَ تَبْطُلُ عِبَادَةُ اللَّهِ فِي
الْإِسْلَامِ وَ الزُّدَّةِ وَ الطَّلَاقِ وَ لَمْ تَوْضَحْ بِخَيْرٍ وَلَا أَلْشَايَ وَ صِدْقِي وَ كَذِبِي كَمَا تَخَانِ
الطُّيُورُ

(الشمسی ج ۲ ص ۵۸۸، طبع مصر فی مطلب طلاق المدعوں)
آگے تحریر فرماتے ہیں کہ:

وَبَدَّلَهُ لِي فِي التَّلْوِيحِ فَهَذَا صَبْرِيحٌ "لِي أَنِّي كَلَامُ النَّاسِ لَا يَسْمَعُ كَلَامًا لَفَسًا وَلَا
شَرْعًا بِشَرْعِيَّةِ الْغَفْلَةِ

اور اسی لئے سونے والے کا کلام صدق و کذب خبر و انشاء سے متصف نہیں ہوتا اور تحریر الاصول
مکمل ہے کہ سونے والے کا کلام مثلاً اسلام لانا یا مرتد ہو جانا یا بیوی کو طلاق دینا (وغیرہ) یہ سب لغو
اور بے کار ہے نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے اور نہ انشاء اور نہ کج اور سنہ جھوٹ جیسے پرندوں کی

آواز۔ اور ایسا ہی تلویح میں ہے لیکن اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ نیند کی حالت کا کلام نہ لفظ کلام ہے اور نہ شرعاً جیسے مہمل۔

حدیث اور فقہ کے ان صریح حوالوں سے معلوم ہوا کہ نیند اور خواب کی حالت کی بابت پر کوئی فتویٰ صادر نہیں ہو سکتا۔ جب مسئلہ کی حقیقت یہ ہے تو حضرت تھانویؒ ایسے شخص پر کس طرح فتویٰ لگاتے اور کس طرح اس کو کافر اور مرتد کہتے۔؟

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔ انصاف

{اعتراض}؛ ٹھیک ہے بھائی آپ کی یہ بات تو ہم مان لیتے ہیں کہ کبھی خواب کی حقیقت کوئی اور ہوتی ہے ظاہر کوئی اور اور نیند میں مواخذہ نہیں مگر آپ لوگوں کو کس طرح دین و دھارے دھوکہ دے رہے ہیں آپ کو شرم آتی چائے کہ وہ مرید آگے خود لکھتا ہے کہ جب نیند سے بیدار ہوا تب بھی یہی حالت تھی۔ اب تو نیند والی حالت نہ تھی۔ اب کفر کیوں نہ ہوا؟۔ جناب مسس بریلوی ہوں بریلوی اعلیٰ حضرت کا کتاب میرے سامنے سوچ سمجھ کر بات کرنا۔

{خاتم النبیین ﷺ کا کلام}؛ جناب آپ بریلوی ہیں یہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے اور بریلوی کس قسم کی مخلوق ہے بھلا ان کو مجھ سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔۔۔ جیسا کہ آپ کے بھی علم میں یہ بات ہے۔۔۔ آپ نے یہ تو تسلیم کیا کہ یہ بات خواب کی تھی اور خواب پر مواخذہ نہیں ٹھکر ہے ورنہ اس سے پہلے تو یہی رت کہ کافر کا فر خواب میں کلمہ پڑھا کفر۔۔۔ اس بار جو آپ نے حضرت تھانویؒ کو کافر ثابت کرنے کیلئے استدلال کیا اور اعتراض کیا اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بات میں پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ اس شخص کی زبان سے یہ کلمات بیداری میں غیر اختیاری طور پر نکلے تھے جس کا اٹکھار اس نے خود کیا اور اس پر کافی پریکٹس بھی تھا بلکہ وہ خود کہتا رہا کہ سارا دن رو رہا اس حرکت پر۔ اور جناب والا بیداری میں غیر اختیاری طور پر زبان سے جو بات سرزد ہو جاتی ہے گو وہ بات کفر ہی کیوں نہ ہو شریعت اس پر بھی کفر و ارتداد کا کوئی حکم نہیں لگاتی۔ قرآن کریم میں مومنوں کی زبان سے یہ دعا اللہ تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے دینا لا تُوَاحِدُنَا اِنْ لَسِبْنَا اَوْ اِخْطَاْنَا یعنی اے ہمارے رب اگر ہم سے کوئی بھول یا غلط سرزد ہو تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔ اور حدیثوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر

ج ۳ ص ۳۳۳ طبع مصر بحوالہ مسلم۔

اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ
 اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ غِنًی اَفْئِی اَلْخَطَاِیَ وَ النِّسْیَانِ وَ مَا اسْتَکْبَرُوْهُوَ اَعْلَیْهِ

[مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۳، ابن ماجہ ص ۱۳۸ وغیرہم]

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور لسیان اور جس چیز پر ان کو مجبور کیا گیب ہو کے
 مواخذہ سے درگزر فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر خطا کی صورت میں کوئی کلمہ کفر کہہ دیا تو وہ قابل مواخذہ نہیں
 ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ گنہگار بندہ کی توبہ پر
 اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل وغیرہ بے آب و گیاہ میں ہو اور اس کا
 سامان اور سواری وغیرہ گم ہو جائے اور اس کی تلاش سے ماہی ہو کر مرنے کیلئے کسی درخت کے
 سایہ میں آکر لیٹ جائے اسی حال میں اس کی آنکھ ٹگ گئی تھوڑی دیر بعد جب آنکھ کھلی تو دیکھے کہ
 اس کا اونٹ مع اپنے ساز و سامان کے اس کے پاس کھڑا ہے اور اس کی زبان سے بے اختیار خوشی
 میں یہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔ قُلْتُ اَفَنتْ غَبِیْدِیْ وَ اَنَا زَنْکُ اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب
 اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اَخْطَاِیْ مِنْ بَشَرَةِ الْفَرَسِ خوشی کی وجہ سے اس سے خطا سرزد
 ہوگئی (مسلم ج ۲ ص ۳۵۵ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۰۳)

یعنی وہ بچاؤ کہتا تو یہ چاہ رہا تھا کہ اے اللہ تو میرا رب میں تیرا بندہ لیکن خطا کر دیا
 نہ بے ہوشی میں ہے نہ غشی میں نہ سویا ہوا ہے بیدار ہے مگر کلمہ کوئی اور نکل گیا جس پر اس کو اختیار
 نہ تھا۔ فقہاء احناف نے خطا کی تعریف و تشریح میں کافی تفصیل کی ہے۔ چنانچہ قاضی خاں رحمۃ
 اللہ علیہ کہتے ہیں

اَلْحَاطِیْ مِنْ یَّجْرِیْ عَلٰی لِسَانِهِ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ تَخْلُفُ عَنْکَانَ تَخْلُفُ عَنْکَانَ تَخْلُفُ عَنْکَانَ قَاضِیْ خَانَ
 ج ۳ ص ۸۸۳

اور خطا کرنے والا وہ ہے جس کی زبان پر بغیر قصد کے ایک کلمہ کی جگہ کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے۔
 فقہ تحریر فرماتے ہیں کہ

اَلْحَاجِلِي اِذَا جَزَى عَلٰی لِسَانِهِ تَكْلِمَةُ الْكَافِرِ غَطَايَ بِانْ كَانَ اَوْ اِذَا اَنْ يَتَكَلَّمُ بِمَا لَيْسَ بِكَلِمٍ
فَيَجْزِي عَلٰی لِسَانِهِ تَكْلِمَةُ الْكَافِرِ غَطَايَ اَلَمْ يَكُنْ ذَا الْكَفْرِ اَعْبَدَ الْكَلْبَ۔ (ایضاً)

اور بہر حال خاظمی کی زبان پر جب خطا، کفر کا کلمہ جاری ہو گیا مثلاً وہ ایسا کلمہ بولنا چاہتا تھا تو جو کفر
نہیں ہے لیکن خطا اس کی زبان سے کفر کا کلمہ نکل گیا تو تمام فقہاء کرام کے نزدیک یہ کفر نہ تھا۔

کم و بیش یہی مضمون اور یہی بات کشف الاسرار شرح اصول بزودی
ج ۳ ص ۵۵ طبع مصر۔ فتاویٰ شاہی، شرح فقہا کبیر ص ۱۹۸ طبع کانپور مذکور ہے {نوٹ: عربی
کتب کے حوالہ جات حضرت امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی
کتاب "عبارات اکابر" سے لئے گئے ہیں۔ البتہ آسانی کیلئے ان عبارت است پر اعراب بھی
لگا دئے گئے ہیں۔

اب بجائے کہ ہم اس پر مزید تحقیق کریں خود فریق مخالف کے ائمہ حضرات کا فتویٰ نقل کر کے اس
بات کو سمیٹتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان کا فتویٰ

شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں {ملفوظات حصہ اول ص ۵۵، مزید یک
اسئل}۔

اب ساری بحث کو ملحوظ رکھ کر خود انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ جو شخص خود چلا چلا کر کچا
ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان قابو میں نہیں ہے اور اس میں بعد میں ردنا بھی ہے ایسے
شخص کو حضرت تھانویؒ کیوں کافر کہتے۔۔۔؟؟؟ اور جب وہ خود کافر نہیں تو رہنا بالکفر کس طرح
غایت ہوا۔۔۔؟؟؟ اور حضرت تھانویؒ کیوں کافر قرار پائے۔۔۔؟؟؟ جبکہ خان صاحب بریلوی کا
فتویٰ بھی احکام اضطرار یہ میں روشن ہے جو حضرات فقہائے کرام کا ہے کیا خوب ہے:

ہوا ہے مدنی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زیلخانے کیا خود پاک دامن مان کسماں کا

{اعتراض:} یہ جھوٹ ہے وہ یہ کلمہ کفر آپ کے حکیم الامت کی محبت میں بول رہا تھا اچھا یا کافر

اس سے غلطی ہو رہی تھی تو چپ رہتا خاموش ہو جاتا کہ میری زبان صحیح ادا نہیں کر رہی ہے بار بار یہ دہلیز چڑھنے کا کیا مطلب یہی کہ حکیم الامت کی محبت اس سے یہ انگوٹھی تھی۔

خاتم النبیین ﷺ کا غلام: ہر ملوی صاحب یہ بات تو طے ہے کہ میں آپ کو کتنا ہی سمجھا دوں آپ نے نہیں مانا کیونکہ آپ نے ہر حالت میں حضرت حکیم الامت کو کافر کہنا کہ آپ کی مدوزی ردولی کا مسئلہ ہے۔ لیکن الحمد للہ انصاف پسند دنیا آج بھی زندہ ہے۔ وہ خود ہی دیکھ لے۔ یہاں تک آپ نے یہ اعتراض کیا کہ وہ خاموش کیوں نہیں رہا چپ ہو جاتا تو اللہ کے بندے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جو الفاظ ادا کر رہا تھا اس کے بارے میں اس کو علم تھا کہ یہ درست نہیں ہے اور زبان اس کے قابو میں نہیں ہے لیکن اس نے سکوت اختیار کرنے کے بجائے بتکلم و دو وجہ سے کیا:

- (۱) ایک یہ کہ اسے توقع تھی کہ اب اس کی زبان سے صحیح الفاظ نکلیں گے جس سے گزشتہ الفاظ کی عافی ہو جائے گی
- (۲) اور دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے غم کھایا جا رہا تھا کہ اگر اسی لمحہ اس کی موت واقع ہو گئی تو نعوذ باللہ ایسے الفاظ پر خاتم ہو گا سی لئے اس نے دوبارہ تکلم کیا تاکہ الفاظ بھی صحیح ادا ہو جائیں اور سوہ خاتمہ کے اندیشے سے بھی نجات مل جائے۔ جہاں تک آپ نے یہ کہا کہ وہ حضرت حکیم الامت کی محبت میں یہ سب کہہ رہا تھا تو تف ہے آپ کی عقل پر اگر وہ ان کی محبت میں کہتا تو کیا اس کی وضاحت کرتا کہ زبان پر قابو نہیں ہے اختیار ہوں؟ اور کیا وہ اس پر روتا؟؟ بلکہ وہ تو اس پر خوش ہوتا کہ دیکھیں حضرت جی میں تو آپ کی محبت میں آپ کا کلمہ بھی پڑھنے لگ گیا ہوں۔ میں آپ کو کھاتا ہوں کہ جو لوگ کلمہ میں اپنے ہر کلمہ محبت کی وجہ سے پڑھتے ہیں ان کی حالت کبھی ہوتی ہے اور وہ کس طرح اس کا اظہار کرتے ہیں:

ذرا اپنے گریبان میں بھانک کر دیکھو

ہر ملویوں کے محتدم علیہ صوفی بزرگ اور ولی عظام فرمایا اپنے مطلوبات میں فرماتے ہیں:
حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت شیخ کے تمام مسبرین
پر گزیدہ تھے اور محبت شیخ میں اس قدر محو تھے کہ کلمہ طیبہ میں ”عبد رسول“

اللہ“ حضرت شیخ کے ذریعے کہتے تھے ورنہ ان کا بھی چاہتا تھا کہ شیخ کے نام کا کلمہ پڑھیں۔ (مقام میں الجالس میں ۶۷۱)

کوئی رضا خانی مجھے بتائے کہ شیخ اور میر کی محبت میں کلمہ کون پڑھتا ہے کس کا دل چاہتا ہے کہ شیخ کی محبت میں اسلام کے کلمہ کی جگہ میر کا کلمہ پڑھوں اور کون مظلوم غلطی اور بے اختیار کی حالت میں بھی کلمہ سرزد ہو جانے پر روتا ہے۔ اَللّٰہُ جُنَّحُہُمْ وَجَلَّ ذَہْبُہُ۔

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔

﴿اعتراض﴾: اچھا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک شخص سارا دن کلمہ کفر بکارت ہے اور بعد میں عذر کرے کہ میں بے اختیار تھا زبان قابو میں نہیں تھی تو کیا اس کا عذر مسموع ہوگا۔ ۲۹ مجھے بتاؤ ایک شخص سارا دن آپ کے مولانا تھا تو نبی صاحب کو گالیاں دے اور پھر بعد میں عذر کرے کہ زبان قابو میں نہ تھی غلط ہو گئی تو کیا آپ اس کو غلطی تسلیم کریں گے۔ نہیں نہ آپ تو یہی کہیں گے کہ دیکھو دیکھو ہمارے مولانا کی گستاخی کر رہی۔

﴿خاتم المؤمنین علیہ السلام﴾: جناب من آپ کے اس اعتراض کا زیر بحث واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ غلطی اس شخص سے ایک دفعہ سے زیادہ ہوئی اور وہ سارا دن یہ کلمہ پڑھتا رہا بلکہ پیداری میں غلطی صرف ایک ہی دفعہ ہوئی تھی اور ایک دو دفعہ ایسی غلطی کا خطا لسانی سے ہو جانا اور وہ بھی کسی وحشت انگیز خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد کہ بے خودی اور بے حسی کی حالت میں ہے عادیہ کچھ مستبعد نہیں۔۔۔ لیکن دن بھر کسی کی زبان کا یونہی بہکتا عادیہ مستبعد ہے البتہ اگر اس پر کسی خاص مرض کا حملہ ہوا ہو اور اس کی وجہ سے وہ ہلکی ہلکی باتیں کرے اور اسی حالت میں اس کی زبان سے کلمات کفر بھی نکلیں تو بے شک وہ کافر نہ ہوگا لیکن اس کو غلطی نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ ”معتوہ“ اور ”مجتون“ قرار دیا جائے گا۔ شریعت میں ایسے شخص کی عدم تکفیر کے بارے میں بھی اقوال موجود ہیں اگر ضرورت ہو تو پیش کر دئے جائیں گے۔

آپ نے ایک یہ اعتراض بھی کیا کہ اگر آپ کے مولانا تھا تو نبی کو کوئی گالیاں دے اور پھر زبان کی بے اختیار کی کا بہانہ کرے تو کیا تم اس کو معاف کر دو گے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک اگر قرآن اس کے عذر کی تکفیر نہ کریں تو ضرور ہم اس کو معاف کر دیں گے مثلاً کوئی شخص

بعد میں یہ عذر کرے کہ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ میری آپ سے لڑائی ہو رہی ہے اور سبھی آپ کو گالیاں دے رہا ہوں اور اسی حالت میں میری آنکھ کھل گئی اور بالکل بلا قصد میری زبان سے گالی نکل گئی اور اب میں بہت پشیمان ہوں۔ تو بے شک ہم اس کا عذر قبول کر لیں گے۔ اور اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیکی بھی اس کا یہ عذر ضرور قبول ہوگا۔ لیکن آپ کے تمام اعتراضات کا جواب دے دیا ہے اگر اور کوئی اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیجئے میں آج ہر طرح سے بحث تمام کر دوں گا۔

خواب کی تعبیر پر اعتراض

{اعتراض ۲}: بھائی یہ باتیں تو میری سمجھ میں آگئی ہیں لیکن اس خواب کی تعبیر صحیح نہیں آخرب روفاذ الفاظ کہہ رہا تھا تو اس کی تعبیر یہ کیوں دی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔۔۔ معلوم ہوا کہ آپ کے حکیم الامت نبوت کا اعلان کرنے کے موڈ میں تھے۔

{خاتم النصیحتین علیہ السلام}: جناب معترض صاحب میں اس بات کی وضاحت پہلے کر چکا ہوں کہ خواب کا برا ہونا تعبیر کے برا ہونے کو مستلزم نہیں ہے باقی اس تعبیر کی خواب سے کیا منت است ہے تو کاش اعتراض کرنے سے پہلے کم سے کم اس کتاب کوئی مکمل پڑھ لیتے جس میں یہ واقعہ لکھا ہوا کہ اسی کتاب میں اس کا جواب موجود ہے جو خود حضرت حکیم الامتؒ نے دیا ملاحظہ ہو:

بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شریف لائیں ہیں اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ﷺ ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو اہل اہل تعبیر بھی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف پس جس طرح یہاں نبیائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرنے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتنا حرام سنت سے کی گئی ہے اسی طرح نبیائے اسم نبوی ﷺ دوسرا مکتوب ہونے کے تعبیر اگر اسی اجاز سے دیکھائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آگیا۔ {الاعداد باب ۲ ماہ جزائی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۱۹}

امید کرتا ہوں کہ خود حضرت حکیم الامت علیہ الرحمۃ کی اس وضاحت کے بعد اس کی تعبیر

اور خواب میں مناسبت بھی محض شریف میں آگئی ہوگی۔ پھر یہ کہنا کہ اس سے نبوت کا اردو ہے کس قدر گھٹیا سوچ ہے ذرا حضرت تھانویؒ کے الفاظ پر غور کریں وہ تو ”متبع سنت“ کے لفظ استعمال کرتے ہیں دور دور تک اس میں نبوت کی یاد بھی نہیں یعنی جس کی طرف تم نے رجوع کیا ہے وہ تو آقا مدنی ﷺ کا عقلم ہے ان کی سنتوں کا پیرو ہے۔ ان کی غلامی اور ان کے طور طریقوں کی پیروی کو اپنے لئے سرمایہ سمجھتا ہے۔۔۔ افسوس۔۔۔ افسوس!!! اس ضد اور بیٹ دھرمی کا۔

تاریخ کرام انصاف خود فرمائیں کہ اگر یہی واقعہ مرزا احمد غلام آبادی یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے ساتھ پیش آجاتا تو کیا وہ بھی ایسی لکھتے جو حضرت تھانویؒ نے لکھا؟ سالک عرض کی قسم وہ ہرگز یہ نہ لکھتا بلکہ اس کو اپنے دعوے کی روشن ترین دلیل کہتا۔ اور ہزار ہا تعداد میں اس مضمون کے اشتہار شائع کرواتا ”جو لوگ میری نبوت و رسالت کے منکر ہیں خدا ان سے بھڑ گردن پکڑے میری رسالت کا اقرار کراتا ہے اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے“۔ میرا یہ نقشہ خاص کہ ان حضرات کیلئے قابل غور ہے جو مرزا قادیانی کی سیرت کا تصور ابھرتے مطالعہ رکھتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف حضرت تھانویؒ کیا جواب دیتے ہیں کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ تو حضور ﷺ کا غلام ہے متبع سنت ہے۔ غور کریں کیا اس میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس سے نبوت کی ہوا آتی ہے۔ کیا حضور ﷺ کی غلامی کا اقرار کرنا کوئی سنگین جرم ہے۔

میرے دل کو دیکھ میری دفا کو دیکھ کر
بندہ پرورد منصفی کرنا خدا کچھ کر

حضرت حکیم الامتؒ کی طرف سے اعلان اور وضاحت

تاریخ کرام لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کو اس تعبیر پر کوئی اصرار بھی نہیں ہے چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:

”بائی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب دوسرے شیطان ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی پیدا ہوا ہو اور اس کی تعبیر یہ نہ ہو یہ بھی ممکن ہے لیکن غلط تعبیر دینا صرف ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ (الاحادیث ص ۲۰)

تاریخ کرام انصاف فرمائیں کہ جب حکیم الامتؒ خود کہہ رہے ہیں کہ مجھے اس تعبیر پر اصرار نہیں یہ غلط بھی ہو سکتی ہے اور ممکن ہے کہ شیطان دوسرے ہو پھر بھی یہ کہنا کہ اپنے مریدوں سے

اپنے کلمہ پڑھواتے ہیں۔۔۔ نبوت کا دعویٰ کر دیا۔۔۔ کس قدر ظلم ہے۔ الحساب یوم الحساب۔
انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف۔

الزامی جواب

اس تمام تر تفصیل کے باوجود بھی اگر بریلوی حضرات کے استدلال کا بھی منہ نہ ہے تو ہم ان کے منکھور ہو گئے کہ وہ ذیل کے واقعات میں بھی اسی طرح تکفیری فتوے نافذ کر کے اس کی اسی طرح تبلیغ اور نشر و اشاعت کریں جس طرح وہ حضرت تھانوی اور دیگر اکابر علما کے خلاف کرتے ہیں، ملحوظ رہے کہ ہم نے جو کچھ لکھا وہ صرف استفسار ہے اس سے ہماری رائے کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا شدید ظلم ہو گا یہاں ہم کو بریلوی کے ان مفتیان کرام کی انصاف پسندی کا امتحان کرنا مقصود ہے اور بس۔ قارئین کرام آپ بھی ذرا ان مفتیان کا انصاف اور ان کی دیانت ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ

آپ نے پھر ایک اور واقعہ بیان کیا کہ میں اور بہت سے اہل صفات جناب معین الدین کی خدمت میں حاضر تھے اولیاء اللہ کے حلق گفتگو جو رہی تھی اس موقع پر ایک شخص آیا بغرض بیعت آپ کے قدموں پر سر رکھ لیا۔ آپ نے بیٹھنے کیلئے کہا وہ بیٹھ گیا آپ اپنی خاص حالت میں تھے آپ نے فرمایا کہ میں جو کچھ کہوں گا وہ کہو گے تو مرید کروں گا اس نے عرض کی حکم بجالاؤں گا فرمایا تو کلمہ کس طرح پڑھتا ہے اس نے کہا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ نے فرمایا کہہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ۔ اس نے اسی طرح کہا تو آپ نے حلقہ بیعت میں داخل کر دیا علمت اور نعمت عطا کی۔ (فتاویٰ الداعی، بہشت بہشت مجموعہ ملفوظات مشائخ چشت ص ۱۵۱)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ کا ملفوظ

ایک مرتبہ کوئی شخص شیخی کی خدمت میں مرید ہونے کیلئے آیا آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں وہی کرے۔ عرض کی دیکھا ہی کروں گا۔ پوچھا کلمہ طیبہ کس طرح پڑھتے ہو عرض کی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فرمایا اس طرح پڑھو لا الہ الا اللہ

شبلی و رسول اللہؐ فرید نے فوراً اسی طرح پڑھا۔ (فوائد الفوائد، مجلس ۸ ج ۵، ہشت بہشت ص ۱۰۱۲)

بریلوی اکابر کے حوالے

بریلوی پیر خواجہ فرید کا حوالہ

پیر فرید کوٹ مٹھن والے (الحنوفی ۱۹۰۱) کا شمار بریلوی اکابر میں اور اولیاء اور معتقد طریقہ بزرگوں میں ہوتا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات ان کے ملفوظات "مقاہیں الجہاںس" میں موجود ہے جس کا اردو ترجمہ "ارشادات فریدی" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ مقابلیں الجہاںس ان کے خلیفہ خاص "مولانا کن الدین" نے ان کے سامنے حرفِ حرز پڑھ کر سنائی اور اس کی تصحیح و توثیق کروائی (ص ۵۰۹)۔ تذکرہ علمائے اہلسنت میں ان کو ان القابات سے یاد کیا گیا ہے کہ:

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین چاچا ایں شریف و تذکرہ علمائے اہلسنت و انجماست لاہور ص ۲۰۸۔

شیخ التیوب خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ (ایضاً ص ۲۰۹)

بریلویوں کے پیر "پیر نصیر الدین" سجادہ نشین گولڑہ شیرف لکھتے ہیں کہ:

حضرت خواجہ غلام فرید کی زبان حق ترجمان (الظمرۃ الغیب ص ۱۵۹)

دہشتگانِ سلسلہ چشتیہ کے نزدیک بالعموم اور بصیر پوری و سیالوی صاحب کے نزدیک بالخصوص مستند و محبت کتاب مقابلیں الجہاںس۔ (الظمرۃ الغیب ص ۲۱۰)۔

پیر فرید کوٹ مٹھن والے کہتے ہیں:

ایک شخص خواجہ معین الدین چشتی کے پاس آیا اور فرمایا مجھے اپنا مرید بنالیں فرمایا کہ لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چشتی اللہ کا رسول ہے۔ (فوائد فریدیہ ص ۸۳)

(خبردار): فوائد فریدیہ خواجہ غلام فرید ہی کی تصنیف ہے۔ خواجہ غلام فرید کے ملفوظات کے مستند مجموعہ "مقاہیں الجہاںس" میں اس کتاب کو غلام فرید کی تصانیف میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرز

رضا خانی نام نہاد مناظر محمد حسن علی رضوی اپنی کتاب ”برق آسمانی“ میں اس کو خواجہ غلام فرید کی تصنیف تسلیم کیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو:

بہر حال اتنا ضرور ہے کہ مصنف نے جس ”فوائد فریدیہ“ کا نام تمام وغیرہ مکمل حوالہ دیا ہے وہ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔۔۔۔۔ اب جبکہ یہ ثابت اور مسلم ہے کہ فوائد فریدیہ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

{ برق آسمانی ص ۹۸، ناشر البرہان پبلیکیشنز لاہور }

چچہ نقیین جبریل شریف صاحبزادہ محمد عمر کا کلمہ نگریز اللہ کے رسول ہیں
 ااں بعد آپ نے فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ۔ لا الہ الا اللہ لندن مکتبہ اللہ وہ
 بے چارہ میت سے لرز رہا تھا۔ اور مجلس دم بخود تھی اور برابر پڑھ رہا تھا۔ انقلاب حقیقت۔ فی
 انصاف والحقیت ص ۳۱۔

کیا بریلویوں نے کبھی ان کتابوں پر بھی فتوے لگائے ہیں۔۔۔؟؟؟ کبھی ان کو بھی کافر
 کہا ہے۔۔۔ اور اب جب یہ حوالہ ان کے سامنے آگئے تو اب ان کے مصنفین کے بارے میں
 بریلوی کے ”دارالافتاء“ جس سے کفر کے فتوے ”تھوک ریٹ“ میں دستیاب ہیں کیا مستوی
 لگائے گئے؟؟۔۔۔ انصاف شرط ہے۔ قارئین کرام غور فرمائیں کہ جو لوگ سرعام زبردستی لوگوں
 سے انگریز کے کلمہ پڑھواتے رہیں اللہ کا کلمہ کبہ نعوذ باللہ تسلیم کر داتے رہیں وہ تو پکے کلمے
 مسلمان دلی سچا وہ نقیین سنی عاشق رسول ﷺ اور جن سے خواب میں ایسی غلطی واقع ہو جائے اس
 پر دُعا فرمادہ بھی ہوں احساسِ مذمت کی وجہ سے سارا دن رورہے ہوں۔۔۔ بے اختیار ہوں
 ۔۔۔ مجبور ہوں۔۔۔ وہ کامنر۔۔۔۔۔ ان کو مسلمان کہنے والا یا سمجھنا والا بھی
 کالہ۔۔۔۔۔ فوائد صف۔۔۔ الحساب یوم الحساب۔۔۔ ایک دن سب نے مرنا ہے۔۔۔ اور قیامت کا
 ناں اسی قسم کی نا انصافیوں کا حساب چکانے کیلئے ہے۔

انصاف۔۔۔ انصاف۔۔۔ انصاف

رضا خانی درود

رضا خانیوں کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید نے ان پر درود پڑھا مگر یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لیں میں نیچے بریلوی ملاؤں کی جس میں وہ تھوک ریٹ کے حساب سے اپنے مولویوں اور اکابرین پر درود بھیج رہے ہیں اور کوئی معمولی درود بھی نہیں بلکہ درودِ ابراہیمی۔۔۔ اور کم بختمی تو ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ان کیلئے ضمیر غائب کو ذکر کر رہے ہیں اور اپنے ملاؤں پر نام لے لے کر درود پڑھ رہے ہیں۔۔۔ امید ہے کہ بریلوی انصاف کرتے ہوئے اور خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوئے ان پر بھی اسی طرح گستاخی رسول ﷺ اور کفر کا فتویٰ لگائیں گے جس طرح حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا ہے۔

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولی السید الشاہ ابی الفضل شمس المملۃ والذین ال احمد اچھے میان ورضی اللہ تعالیٰ عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۱۲) از اختر رضا خان قادری

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم وعلی المولی الھمام امام اھل السنۃ مجدد الشریعۃ العاطرۃ موبد المملۃ الطاهرۃ حضرت الشیخ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضا السرمعدی

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ حجة الاسلام مولانا حامد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اللہم صل وسلم وبارک علیہ وعلیہم جمیعاً وعلی الشیخ زبدۃ الانقیاء المفتی الاعظم بالہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان القادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شجرہ طیبہ، ص ۱۳)

مولوی عمر اچھرہوی یہ بات بخوبی یاد رکھیں
قیامت کے دن ہمارا اصلی کلمہ اسلام

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور درویش شریف ابراہیمی تمہارے بہتان عظیم اور سنگین الزام کے خلاف جھگڑتا ہوا آئے گا کہ تم نے دنیا میں چند روزہ کر کے علمائے اہلسنت دیوبند پر کیسے کیسے ظلم و ستم کے تیرے سارے۔ آخر میں عرض ہے کہ اس اعتراض کے انتہائی محققانہ اور مدلل جوابات اکابر دیوبند خصوصاً غور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ نے دئے ہیں جیسے یہاں نقل کیا جا رہا ہے جسے پڑھ کر اہل علم داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

جزو اول سوال متعلق واقعہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جہانگیر پڑھتا ہوں، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ زید کا نام لیتا ہوں، اسے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اس کو صحیح پڑھنا چاہیے، اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں، دل پر توبہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے، لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام زید نکلتا ہے، حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں، لیکن بے اختیار زبان سے بھی نکلتا ہے، دوبار میں جب یہی صورت ہوئی تو زید کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں، اور بھی چند شخص اسکے پاس تھے، لیکن اسے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ کھرا کھرا ابو جاس کے گرفتاری ہوگئی زمین پر گر گیا، اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے امداد کوئی طاقت باقی نہیں رہی، اسے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا، لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی، اور وہ اثر نا طاقی بدستور تھا، لیکن حالت خواب و بیداری میں نہ کبھی خیال تھا، لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے، ہاں خیال بندہ چلے گیا، پھر دوسری کرویٹ لیت کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر اور شریف پڑھتا ہوں، لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں کہ اللہم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا زید سلا لکھ اب بیدار ہوں، خواب نہیں، لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں،

اس روز ایسا بھی کچھ رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت دہی خوب رو دیا، اٹھی۔

اس واقعہ کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں، ان کے متعلق جو حکم شریعت مصلوب علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ہوصاف اور عمل ارشاد فرمایا جاوے۔

نمبر ۱: صاحب واقعہ کے بیان سے بالکل واضح طور پر ظاہر ہے کہ وہ خواب میں تصدیق کلمہ پڑھنے کا کرتا تھا مگر اس کی زبان سے بلا قصد و اختیار غلط کلمہ نکلتا تھا، نیز اس کے الفاظ "اتحے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اتنی ظاہر کر رہے ہیں کہ غلط کلمہ پڑھنے کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا، پھر باوجود یہ کہ یہ حالت خواب تھی اور وہ اس حالت میں اگر با اختیار متخیل بھی غلطی کرتا جیسے کہ کوئی خواب میں اپنے اختیار متخیل سے ذرا کرے تو وہ بحکم رفع الظلم عن الناس معذور تھا، لیکن وہ اپنے حسن اعتقاد کی بنا پر بلا شعور اور بلا اختیار بھی اس غلطی کو اچھا نہیں سمجھتا، اور شعور و احساس غلطی کے بعد خواب ہی میں اس کا تدارک کرنا چاہتا ہے اور صحیح کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہے، مگر وہ اس کا خیالی شعور و اختیار پھر مذکور جاتا ہے، اور بلا اختیار و شعور اس سے وہی غلطی ساقی سرزد ہو جاتی ہے اور جب کہ وہ بیدار ہوتا ہے تو وہ اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اس کو بھی گوار نہیں کرتا کہ خواب میں بھی اور بلا شعور و اختیار بھی میری زبان سے الفاظ خلاف شریعت نکلیں، اور اس لیے پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا ہے، مگر وہ پھر مصلوب الان اختیار ہو جاتا ہے اور بلا قصد اور بلا اختیار اس سے اسی غلطی کا صدور ہو جاتا ہے، فرض کہ وہ اپنی محنت اعتقاد کو صاف صاف افکار میں ظاہر کرتا ہے، اور اس کے کسی لفظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس کے عقیدہ میں کوئی غفلت ہے، بلکہ اس کے بیان سے اس کا کمال خوش عقیدہ ہونا اور اپنی غلطی غیر اختیاری پر بھی سخت متوحش اور تادم ہونا ظاہر ہوتا ہے اور جس غلطی کا وہ اقرار کرتا ہے اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بلا میرے کسی قصد اور بلا کسی اختیار کے صادر ہوئی، ایسی حالت میں آیا اس کو دعویٰ بطلان شعور و قصد اختیار میں صادق سمجھا جائے گا یا کاذب، اگر کاذب سمجھا جائے تو کیوں، آیا اس لیے کہ عقلاً یا شرعاً ایسا ہونا ناممکن ہے یا کوئی اور وجہ ہے، جو صورت ہو اس کو موجب بیان فرمایا جائے، اور اگر صادق سمجھا جاوے تو پھر اس کا سقوط قصد و اختیار و سقوط عذر شرعی قرار دیا جاوے یا نہیں، اگر اس کو عذر شرعی نہ قرار دیا جاوے تو اس کی کیا وجہ ہے

حالانکہ اصول امام فخر الاسلام بزعوی اس ۷۳۱ھ میں ہے ان السكران اذا تکلم بکلمۃ الکفر لم یبن جہادہم ائمہ امت حسانہ

(حاشیہ) : سقوط شعور کا حکم اصالتاً حالت منام کے اعتبار سے ہے اور حالت بیدار کے اعتبار سے دلالتاً اس طرح سے کہ صاحب واقعہ کہتا ہے کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کھڑے شریف لا ید الہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ نہ یہ کا نام لیتا ہوں، اسنے میرا دل کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف پڑھنے میں، اور اس کے ان الفاظ سے کہ اسنے میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی ظاہر ہوتا ہے کہ اول مرتبہ غلطی کے وقت اسے اس غلطی کا احساس نہ تھا اور بعد کی غلطیوں کا فضاء بھی حالت اولی کے ممال حائش تھیں، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ ان میں بھی اسے اس غلطی کا احساس نہ ہوا اور اس غلطی سے اس شعور کی مراد ہے جو معتد بہ ہو، اور نہ فی الجملہ شعور تو سکران اور عانیین اور معتویین کو بھی ہوتا ہے جو کہ ثابت اہل اعتبار ہوتا ہے، اصل بات یہ ہے کہ مسائل کے بیان کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سبب حالت جو منشاء غلطی تھی مستمر نہ تھی بلکہ دورہ کے طور پر طاری ہوئی تھی، اس وقت اس کا اختیار و شعور باطل ہو جاتا تھا، اور جب وہ حالت زائل ہو جاتی اس وقت شعور وغیرہ شروع کرتا تھا، لیکن چونکہ حالت طاریہ میں شعور بالکل باطل نہ ہوتا تھا، اس لیے بعد ازاں اسے خیال ہوتا تھا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، جیسا کہ بیداری کے بعد آدمی کو خواب کے واقعات یاد آتے ہیں اور یاد آنے کے بعد وہ پھر اس غلطی کا تدارک کرنا چاہتا تھا، مگر اس پر پھر دورہ پڑتا تھا اور وہ پھر مجبور ہو جاتا تھا، دلی یہ بات کہ اس دورہ کا سبب کیا تھا آیا جسمانی یا خارجی اس کی تعین نہیں ہو سکتی۔ واللہ اعلم اور صاحب کشف نے اس کی شرح میں لکھا ہے :-

وجہ الاستحسان ان الردۃ تبطل علی القصد والاعتقاد ونحن تعلم ان السكران غیر معقد لما یقول بدلیل انه لا یدکرہ بعد الصحو وما کان عن عقد القلب لانسی خصوصاً المذاهب فانہا تختار عن فکر ورویۃ و عما هو الاحق من الامور عندہ و اذا کان كذلك کان هذا عمل اللسان دون القلب فلا یکرن اللسان معبر اعمالہ التضمیر فجعل کاند لم ینتطق بہ کمالو جری علی لسان الصاحب کلمۃ

الکفر خطائی کیف ولا ینجو سکران من التکلم بکلمۃ الکفر عادیۃ و هذا بخلایف ما اذا تکلم بالکفر حاز لآلایہ بنفسہ امتخفاف بالذین و هو کفر و قد صدر عن قصد صحیح فیعتبر و تمسک بعضهم بمارویان و احدث من کبار الصحابة سکر حسن کما ان الشرب حلالاً فقال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل التسم الا عیسدی و عیندا بالی و لم یجعل ذلك منه کفر او لم أسکر ان سورۃ قل یا ایہا الکفرون فی صلوة المغرب و ترک الایات لنزل قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین امنوا لا تغربوا الصلوة و لم یحکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفرہ و لا بالتفریق بینہ و بین امرآئہ الخطاء و الجنون فلا تبین منه امرآئہ و یقاتل ان یقول هذا التمسک غیر مستقیم ہذا لان کلامی فی السکر المحظور و کان ذلک السکر مباحاً لان الشرب کان حلالاً ففیض و دتہ عد زالی عدم اعتبار الردۃ لایدل علی صیرورۃ المحظور عدا فیہ و انتہی

اس عبارت سے صراحت معلوم ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے، مگر وہ نذول سے اس کا اقتدار رکھتا ہو اور نہ اس نے بھعد و اختیار صحیح وہ کلمہ کہا ہو تو ایسے شخص پر ردۃ کا حکم نہ کیا جاوے گا، خواہ فتائی اس کا سکر ہو یا خطایا جنون یا کچھ اور، کیونکہ مناسط محکم عدم مواطیات قلب باللسان و عدم قصد و اختیار صحیح قرار دیا گیا ہے، نہ کہ خصوص سبب، لیکن بعض کے نزدیک صرف اتنی قید اور ملحوظ ہے کہ سبب مزیل اختیار محظور شرعی نہ ہو، اس تحقیق مناسط کے بعد صاحب واقعہ کی معذوری ظاہر ہے کیونکہ وہ خود اس کا اختیاری نہ تھا، پس ایسی حالت میں اس کو معذور نہ کہنے کی کیا وجہ ہے، اور جب کہ سکران کو معذور قرار دیا جاتا ہے حالانکہ اس نے اپنے اختیار کو ایک سبب اختیاری کے ذریعہ سے باطل کیا ہے، تو وہ شخص کیوں نہ معذور ہوگا جس کے اختیار کو ذوال اختیار میں بھی داخل نہ تھا، یا جب کہ سکران کے عدم مواطیات قلب حایہ بدالالہ الحال کا اعتبار کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کے عدم مواطیات قدمب کا کیسے انکار کیا جاوے گا، جو ہزار زبان اس کلمہ کر سے بیزاری ظاہر کر رہا ہے اور جبکہ خاٹمی کو معذور قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر وہ فعل خطا کا قصد نہیں کرتا تو اس سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتا، تو صاحب واقعہ کو کیوں نہ معذور قرار دیا جائے گا، کہ وہ اس سے بچنے کا امکانی اہتمام بھی کر رہا ہے، نیز جبکہ کرہ کو معذور قرار دیا گیا، اگرچہ اس نے

نکر کر اختیار جاری کیا، مگر چونکہ وہ اس اختیار میں مقصور ہے معتبر عند الشرع تھا اس لیے اس کے اختیار کو کالعدم قرار دیا گیا، اور اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا چنانچہ در مختار جلد خامس ص ۳۳۳ میں ہے :-

ولا ردة بلسانه و قلبه مطمئن بالایمان فلا تبين زوجه لانه لا يكفر به و القول له استحسانا و في رد المختار تحت قوله لا يكفر بدنه مال في الهداية لان الرد لا يتعلق بالاعضاء الا ترى لو كان قلبه مطمئنا بالایمان لا يكفر و في اعتقاد الكفر شك فلا يثبت اليقونة بالشك انتهى و قال تحت قوله استحسننا و زوجه الا استحسن ان هذه القطعة غير موضوعة للفرقة و انهما تقع الفرقة باعتبار تفسير الاعضاء و الا كراه دليل على عدم تغيره فلا تقع الفرقة و لهذا لا يحكم عليه بالكفر ذيل على انتهى

تو جو شخص بالکل مسلوب الاختیار ہو وہ اس امر خاص میں جس میں اختیار ناقص ہے نفقہ معتبر عند الشرع کالعدم سمجھا جاتا ہے کیوں نہ معذور قرار دیا جاوے گا اور کیوں نہ اس کو محسنون یا مسعود یا متوہ کی حد میں داخل کیا جائے گا، اور اگر اس کو تخریج شرعی قرار دیا جائے تو اس پر زجر یا ملامت کرنا یا اس کو تہدید ایمان و نکاح کا حکم کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، اگر یہ کہا جاوے کہ احتیاطاً اس کو تہدید ایمان و نکاح کرنا چاہیے تو پھر یہ سوال ہے کہ آیا یہ احتیاط واجب ہے یا مستحب، اگر واجب ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اس وقت اس کے معذور ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟ نیز اگر اس صورت میں زوج قبول نکاح جدید پر راضی نہ ہو اور دوسرے سے نکاح کر لے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے، اور اگر مستحب ہے تو اس امر کی تدفیل پر تصریح ہونا چاہیے کہ نکاح اول بحالہ باقی ہے اور گت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں، تاکہ وہ گھلغلہ الفاظ سے مبالغہ میں نہ کرے کسی اور سے نکاح کرنے پر جرأت نہ کر سکے۔

نمبر ۲: اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے کہ صاحب واقعہ اگر واقعہ میں بے اختیار تھا تب تو معذور ہے اور اس صورت میں تہدید ایمان و نکاح صرف دفع تہمت عوام کے لیے محض مستحب ہے اور اگر وہ واقعہ میں بے اختیار نہ تھا بلکہ وہ درحقیقت متکلم بلکہ حق پر قادر تھا، مگر اس نے اسے ترک کیا، اور کلمہ کفر زبان پر لایا تو معذور نہیں ہے اور اس صورت میں تہدید

ایمان و کفر اس پر واجب ہے، اور معیار اس کے صدق و کذب کا اس کے تدبیر و صلاح کو قرار دیا جاوے تو آیا اس واقعہ کا یہ جواب بروئے قواعد شرعیہ صحیح ہے یا نہیں؟

نحوہ دوم جواب سہارنپور

صورت مسئلہ میں خواب دیکھنے والے کے متعلق مسائل نے سوال میں دو امور کا ذکر کیا ہے، اول یہ کہ صاحب خواب سے خواب میں کلمہ شریف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی جگہ غلطی سے بچائے نام حضور ﷺ کے نزدیک نام لگتا ہے، اگرچہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں کلمہ غلط پڑھا ہوں اور صحیح پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن مجبوراً بے ساختہ بچائے نام مبارک رسول اللہ ﷺ کے نزدیک نام بے اختیار زبان سے لگتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد بیداری بیداری کی حالت میں بھی کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اور پھر ایسی کوئی غلطی نہ ہو جائے کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہے اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ و سلم میں آپ کے نام مبارک کی جگہ زید کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بارہ میں بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، یہ امر تو ظاہر ہے کہ دونوں حالتوں میں جو کلمہ اس کی زبان سے لگتا ہے وہ کلمہ کفر کا ہے، غیر نبی کو نبی یا رسول کہنا صریح کفر ہے لیکن امر اول ایک خواب کی حکایت ہے اور جو کفر کا کلمہ حکایت کا یہ حکم کیا جائے خواہ وہ حکایت کسی دوسرے کافر کے قول کی ہو یا اپنے ہی اس قول کی حکایت ہو جو ایسی حالت میں سرزد ہو جس میں شرعاً وہ معذور ہو تو وہ تکلم بکلمۃ الکفر پر دال نہ ہوگا، اور نہ موجب ارتداد ہوگا دیکھنا نہ قضائی لہذا جو اس نے اپنے خواب کی حکایت کی ہے اور تکلم بکلمۃ الکفر حکایت کیا ہے اس پر شرعی مواخذہ نہیں ہے، البتہ بیداری کے بعد وہ جو یہ کہتا ہے اللھم صل علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ و سلم میں کلمہ کفر کا ایسی حالت میں کہتا ہے جو حالت معذوری نہیں، لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں، بالکل اس کے تمام سو فی کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرتا ہے اعتقاد سے نہیں کرتا بلکہ اس کو برا جانتا ہے اور اسی کا تدارک کرتا

چاہتا ہے، لیکن چونکہ زبان قابو میں نہیں آتی اس لیے وہ اسی طرح درود شریف غلط پڑھتا ہے لہذا اس کو دینا پسند نہیں کیا، لیکن اللہ تعالیٰ کا فریضہ قرار دیا جائے گا، لیکن باعتبار ظاہر جب اس کے عذر میں بغور نظر کی جاتی ہے تو اس کا یہ عذر ان اعداء شرعیہ میں سے نہیں معلوم ہوتا کہ جن کو فقہاء و مجتہدین اللہ تعالیٰ نے عذر مستبر فرمایا ہے، درمختار میں ہے :-

وشرائط صحیحها العقل والصحو والطوع فلا تصح رذق مجسرون ومعصون
موسوس و صبی لا یعقل و مسکران و مکرہ علیہا

یہ شخص عاقل اور صافی اور طائع ہونے کے باوجود مکمل بکرمہ و الکفر ہوتا ہے تو اس کا عذر ان اعداء شرعیہ میں داخل نہیں، اس کا یہ دعوئی کہ میں بے اختیار و مجبور ہوں اور زبان قابو میں نہیں ہے اس وقت شرعاً معتبر ہو کہ جب اس کی مجبوری و بے اختیاری کا سبب مجملہ ان اسباب عامہ کے ہو کہ جو عامۃ سائب اختیار ہوتے ہیں مثلاً جنون، سکر، اکراہ، عتہ، اور حالت موجودہ مسیحا جو حالت اس شخص کو پیش آئی ہے اس کے لئے کوئی ایسا سبب نہیں ہے جو اسباب عامہ سائب اختیار سے ہو، کیوں کہ اس کی بے اختیاری کا سبب کوئی اس کے کلام میں ایسا نہیں پایا جا چکا جس کو سائب اختیار قرار دیا جائے، اگر ہے تو وہ غلبہ محبت زید ہے، اور غلبہ محبت سائب اختیار میں سے نہیں ہے، غلبہ محبت میں اطراء کا تحقق ہو سکتا ہے جس کو شارع علیہ التہیہ و التسلیم نے منظور و منظور فرمایا ہے۔ لا تظرونی کما اظہرت الیہود و النصارى و لیکن قولوا عہد للہ و رسولہ اور اگر غلبہ محبت اور اس کا شغف سائب اختیار ہوتا تو نبی عن الاطراء متوجہ نہ ہوتی بلکہ معذور سمجھا جاتا، نبی عن الاطراء خود اہل ہے کہ شغف محبت سائب اختیار نہیں ہے، اسی وجہ سے اطراء سے حضور ﷺ بھی فرما رہے ہیں، لہذا شرعاً اس کا یہ دعوئی معتبر نہ ہوگا، علاوہ ازیں یہ شخص اگر اس کی زبان بوقت نظم قابو میں نہیں تھی تو یہ تو اس کے اختیار میں تھا کہ وہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح نظم نہیں کر سکتا تو حکم بکرمہ و الکفر سے سکوت کرتا، لہذا ایسی حالت میں اس فکر کے حکم کا یہ حکم ہوگا کہ اس کو اس میں شرعاً معذور نہیں سمجھا جائے گا، علامہ شافعی نے حاشیہ رد المحتار باب الترتیب میں لکھا ہے :-

وقوله (لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محل حسن) ظاہر ہائے لا

یفتی من حیث استحقاقه اللہ بعد عن قتل المسلم بان يكون قصد ذلك التواضع
هذ لا یتنافی معاملته بظاهر کلامه فیما هو احق العبد و هو طلاق الزوج و جبروت لیل ماضی
حوادث من انه اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجزی علی لسانه کلمة الکفر خطاء بلا
قصد لا بقصد له الفاعلی وان کان لا یتکفر فیما بینہ و بین ربه تعالی فتأمل ذلك
اور عامر شافعی و دوسری جگہ باب المرتد فی میں لکھتے ہیں :-

وفی البحر عن الجامع الصد عیز اذا الطلق الدجل کلمة الکفر عند الکفر
بعقد الکفر قال بعض اصحابنا لا یتکفر لان الکفر یتعلق بالضمیر علی الکفر و قال
بعضہم یتکفر و هو الصحیح عندی لانه استخف بدینہ

علیٰ ہذا باعتبار بعض احکام ظاہر اس قائل کو دعویٰ بطلان قصد و اختیار میں طاسراً صادق نہیں
سمجھا جائے گا اور بطلان شعور و ادراک کا وہ خود ہی نہیں ہے بلکہ بطلان اختیار کا اور زبان قابو میں
نہ ہونے کا دعویٰ ہے، معلوم نہیں کہ سائل نے بطلان شعور اس کے کس لفظ سے سمجھا ہے۔

تقریر بالا سے واضح ہو گیا کہ جو عبارت سائل نے اصول امام فخر الاسلام بزدوی سے نقل کی
ہے اس کو بحث مسئول عنہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، کل مسئول عنہ میں نہ سکر ہے نہ اس کو قیاساً سکر
میں داخل کیا جاسکتا ہے، نہ یہاں خطا ہے، اور خطا میں بھی پہلے مذکور ہو چکا کہ غلطی کا عذر بھی
قاضی نہیں قبول کر سکتا، لہذا عبارت بزدوی میں حقیق روء کا حکم ذکر کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ
ہے کہ اگر کسی کی زبان سے کلمہ کفر نکلے مگر وہ دل سے اس کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص پر روء
حقیقہ کا حکم نہ کیا جائے گا، اور تمام احکام مرتد کے اس پر جاری نہ کیے جاویں گے، کیونکہ جب تک
مواظاة قلب باللسان نہ ہو اور صدور قصد و اختیار صحیح سے نہ ہو اس وقت تک اس کو ریائہ و قضائی
مرتد نہیں کہا جاسکتا، اور یہ اس کو مٹائی نہیں ہے کہ باعتبار بعض احکام ظاہر اس کو احتیاطاً تحبید
ایمان اور تہذیب نکاح اور استغفار و توبہ کا حکم کیا جاوے اور اسی طرح سوال میں جو عبارت در مختار
جلد خامس کتاب الکراہ سے نقل کی گئی ہے و لا روء بلسانہ و قلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین
زوجه، اس عبارت کا بھی وہی جواب ہے جو عبارت اصول بزدوی کا جواب دیا گیا ہے، در مختار
باب نکاح الکافر میں ہے۔

مابین کفر، انفاق، بطلان العمل و النکاح و اولاد و اولاد زنا و مافیہ خلاف پر مسر
بالاستغفار و التوبہ و تجدید النکاح
اس پر علامہ شائے فرماتے ہیں :-

قولہ و تجدید النکاح ای احتیاطاً و قولہ احتیاطاً ای بامسره المفسر بالاحتیاط
لیکون و مؤدحاً لا بالانفاق و ظاهرہ انہ لا یحکم القاضی بالفرد بینہما و تقدم ان
المعراہ بالاختلاف و لور و ایۃ ضعیفہ و لوفی غیر المذہب

صورۃ موجودہ میں جو کلام کہ صاحب واقعتاً نے زبان سے نکالا ہے اس کا کلمہ کفر ہونا یا اعتبار
ظاہر محقق نہیں ہے، اور یہ حسب روایات مذکورہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کو بالضرورۃ تجدید
ایمان و نکاح کا حکم کیا جائے، اور وجہ اس کی یہی ہے جو پہلے مذکور ہو چکی، کہ حکم بکفر ہونا
مکلف نہیں ہے، اور سلب اختیار جس کا قائل مدعی ہے اس کا سبب کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کو
شرعاً سبب سلب اختیار قرار دیا جاوے، اور اگر بالفرض اس کو مستلوب الاختیار مانا بھی جائے تو اس
کا سبب حالت موجودہ میں بجز شرط زید اور کوئی نہیں ہے، اور یہ سبب شرعاً سبب اختیار قرار نہیں
دیا جاسکتا شرعاً تو اور..... حکم نہیں قرار دیے گئے ہیں۔

گذشتہ تقریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب واقعتاً کا حادثہ زوجین ہے، ایک جہت وہ
ہے کہ جس سے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہر اطلاق کلمہ
بکفر کی ہے، جس پر اس کو مامور بتجدید الایمان و النکاح کیا جاتا ہے، اور فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ
تصریح کرتے ہیں، چنانچہ علامہ شائے نے لکھا ہے :-

وفی الخلاصۃ و غیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجہ توجب التكفیر و وجہ واحد
یمنعہ فعلمی المفسر ان یصل الی الوجہ الذی یمنع التكفیر بحسب اللظن بالمسلم زاد
فی البزادیۃ الا اذا صدح بارادۃ وجب الکفر فلا یقعہ التاویل،

یعنی وجہ ہے کہ اس کو مامور بتجدید النکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے، اس صورت میں فیما بینہ و
اللہ تعالیٰ نکاح اول بحالہ باقی ہے، لہذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص سے
نکاح کرے یا تجدید نکاح سے انکار کرے، نقطہ

کتبہ احقر خلیل احمد (فقہ اللہ تعالیٰ للقرآن والدین)

جز و سوم جواب دہیہ بند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعه مذکورہ میں یہ امر ظاہر ہے کہ صاحب واقعہ کی زبان سے کلمہ کفر نکلا، اور اگر وہ با اختیار خود بلا کسی جبر و اکراہ کے ایسا کلمہ کہتا تو اس کے کافر ہونے میں کچھ تردد نہ تھا، اور اگر وہ ہلکا کلمہ کفر اس پر پھینکی تھا، لیکن جواب میں بحالت نوم جو اس نے اپنے کو مکلم اس کلمہ کفر کے ساتھ دیکھا اور ساتھ میں عدم اور اپنی غلطی کا احساس بھی ہے تو اس پر کفر کا حکم نہ ہونا ظاہر ہے، کہ اس حالت میں وہ مکلف نہیں ہے اور مرنوع القلم ہے، باقی بعد بیداری سے جو اس نے بتدارک غلطی کلمہ شریف درود شریف پڑھا، اور اس میں بھی بجائے آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک کے زید کا نام لکھا، اس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ بلا اختیار و قصد اس کی زبان سے یہ کلمہ نکلا، پس موافق اس کے بیان کے اس پر حکم کفر و بیعت و جداتہ کیا جاویگا، کیونکہ ارتداد کے لیے با اختیار کلمہ کفر کا زبان سے نکلنا شرط کیا گیا ہے، ورنہ تار میں ہے :-

وفي الفصح من هزل بلفظ كفر او تد الخ قوله من هزل بلفظ كفر اى تكلم به باختياره الخ شامی و شرائط صحته العقل و الصحو و الطوع و در مختار قوله و الطوع اى الاختيار شامی،

اور بلا اختیار و قصد اگر کسی کی زبان سے خطائی کلمہ کفر نکل جائے تو اس کو مرتد و کافر نہیں کہا گیا، قال فی الشامی و من تكلم بها مخطئا او مكرها لا يكفر عند الكل الخ اور جبکہ حسب تصریح فقہاء متحمل میں بھی حکم کفر کا نہیں کیا جاتا، اور تاویل ضعیف کے امکان کی صورت میں بھی حکم کفر منفی کیا گیا ہے تو جس کے بارے میں فقہاء سبہ لکھتے ہیں و من تكلم بها مخطئا او مكرها لا يكفر عند الكل، وہاں حکم کفر و بیعت و جداتہ کی وجہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اور جب کہ قائل دعویٰ خطا کا کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ بالا ارادہ اس نے ایسا نہیں کہا بلکہ ارادہ اس کے خلاف کا کیا تو قول اس کا مصدق ہوگا، جیسا کہ خلاصہ وغیرہ اسے علامہ شامی نے نقل

کیا ہے۔

اذا كان في مسئلة وجوب التكفير وجوب واحد يمنع لمصلحة المصلحة ان يعيل الى الوجوه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم، زاد في انزال هذا الا اذا صرح بارادة وجوب الكفر لئلا ينفعه التاويل

پس جب کہ مفتی خود بلا بیان شکم بکلمہ الکفر اس کے کلام میں حتی الوسع تاویل کرنے کا اور تحسین الظن بالمسلم کا مامور ہو تو جب شکم خود مصدر کلمہ الکفر عن الخطا کا مقرر ہے تو بالضرور اس کو اس بارہ میں صادق مانا جاویگا، جیسا کہ الا اذا صرح بارادة وجوب الکفر بھی اس کو مقتضی ہے، بلکہ وہ خلاف ارادہ موجب کفر کی تصریح کر رہا ہے، لہذا اس کو معذور رکھنے اور حکم کفر و ارتداد سے کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے، اور جب کہ حکم کفر و ارتداد اس پر صحیح نہیں ہے تو حکم یتیمہ زوجہ بھی مقرر نہ ہوگا، استیجاب تجدید کر لینا بحث سے خارج ہے، لیکن ضروری کہنا مخالف ظاہر ہے، باقی علامہ شانی کا قول در مختار لا یغنی بکفر مسلم الخ کی شرح میں یہ کہنا کہ وقد يقال العمود الاول فقط، اس کو خود علامہ موصوف قابل تامل سمجھ رہے ہیں، اور اس کی تصریح کہیں نہ دیکھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ آخر میں کیا شامل ذلک، و حورہ تھلا تھانی لم ار نصیر بحاجہ اور اس کے بعد جو نعم سید مکر الشارح الخ نقل کیا ہے وہ اس واقعہ سے متعلق نہیں، کیونکہ واقعہ مذکورہ میں عدم کفر کا حکم انشائی ہے اور اس موقع پر جہاں در مختار میں یہ تفصیل مذکور ہے وہاں کون کفر انشائی الخ خود علامہ موصوف خود صاحب فصول عماد یہ سے نقل کرتے ہیں :-

قوله وتجديد النكاح ای احتیاطاً كما في الفصول العمدية و زاد فيها طمساً قالاً فقال وما كان خطاء من الاثاظ ولا يوجب الكفر فقال الله يقرب على حاله ولا يبر من تجديد النكاح ولكن يبر بالالا استعفار والرجوع عن ذلك، اس روایت فصول عماد یہ میں تصریح ہے کہ خطاء جو القاطع کفر صابر نہوں اور بوجہ صدور عن الخطاء کے وہ موجب کفر نہیں ہیں، تو قائل کو اس کے حال پر رکھا جاویگا، اور امر تجدید النکاح نہ کیا جاویگا،

پس آخر کے نزدیک سوال میں جس روایت اصول بزدوی اور اس کی شرح سے استدلال

کر کے صاحب واقعہ کو معذور قرار دیا گیا ہے اور حکم کفر و مینونہ زوجہ نہیں کیا گیا، اور فقہ پر نکاح کو واجب نہیں کیا گیا و حق ہے، اور جو جواب سوال مذکور کا فقہن سوال میں درج کیا گیا ہے بقول اگر اس سوال کا جواب اس تفصیل سے دیا جاوے اسے وہ جواب صحیح ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ الاحقر، عزیز الرحمن عثمانی، ۱۴۲۶ھ ۱۲ ص ۱۲

شمیر احمد عثمانی اللہ عزہ

الجواب صواب، حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہ کلمہ تو کلمہ کفر ہے لیکن چونکہ حسب ہنہ ان مسائل بلا اختیار زبان سے نکلا اور اس کی تکذیب کا معنی کو کوئی حق نہیں، تو قائل بالافتاق کافر نہیں، اور اس پر کوئی حکم کفر کا جاری ہوگا، اور فرق ان دونوں صورتوں میں کہ کوئی کلمہ کفر کا کہہ کر بعد میں دعویٰ عدم اختیار کا کرے یا یہ کہ وہی قائل اپنی زبان سے حکایت کرتا ہو کہ مجھ سے کلمہ کفر خطائی یا تصدیق صادر ہوا، اور صورت اولیٰ میں قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گویا نہ مصدق، اور صورت ثانیہ میں قاضی کو تکذیب کا حق نہیں، صحیح فرق معلوم ہوتا ہے اور رد المحتار کی عبارت بذیل ماعصر جو ابہ من اندہ اذا اراد ان یکلم بکلمۃ مباحۃ فجری علی لسانہ کلمۃ الکفر عطاء بلا قصد لا یرصدہ القاضی وان کان لہ لا یکفر لیماینبہ و بین ربہ تعالیٰ اہ اس کے معارض دوسری عبارت ان کی موجود ہے۔ وعافیہ اختلاف پر مر بالا ستظاہر والتوبہ و تجدید النکاح اہ ضرر مختار قولہ و تجدید النکاح ای احتیاطاً کما فی الفصول العنصریۃ و قولہ احتیاطاً ای یا مرہ المفنی بالتجدید لیکون وطوہ حلالاً بالاتفاق و ظاہرہ اندر ای حکم القاضی بالفرقۃ بینہما اہ رد المحتار، الحاصل عدم تکفیر اس قائل کی بحسب بیان اس کے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا یا نہ متفق علیہ ہے، البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے تو حکایت یہ کہ زوج کو حلف دے، واللہ اعلم..... محمد النور عفا اللہ عنہ

جز و چہارم جواب سوال متعلق اصل جواب از دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم

علمائے دین و مفتیان شرع ہمیں اس صورت میں کیا ارقام فرماتے ہیں کہ زیو نے بحالت

خواب کلمہ طیبہ میں نبیائے محمد رسول اللہ ﷺ ایک مولوی صاحب کا نام لیا، اور دعا میں بیداری
 ای طرح درود شریف میں جس کے الفاظ میں "اللھم صلی علی سیدنا و نبینا و مولانا" تک
 شامل ہیں انکی کا نام پڑھا۔ اور پھر مولوی صاحب کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، اُن مولوی صاحب نے اس
 پر زید کو کوئی تنبیہ نہیں کی اور اس خیال کے بدلنے کی کوئی صورت نہ تھی، بحالت موجودہ سوال یہ
 ہے کہ:

(۱) زید کا اس طرح کلمہ طیبہ اور درود شریف میں تغیر و تبدل کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۲) جن مولوی صاحب کے درود زید نے یہ واقعہ پیش کیا ان کا اس پر ناپسندی و ناراضی
 ظاہر نہ کرنا کفر ہے یا نہیں؟

(۳) زید کا مذکورہ خواب اعتقادات احکام (شیطان و سوسے) میں شمار ہوگا یا روئے صادقہ
 بچے خواب) میں سے؟

(۴) زید اور وہ مولوی صاحب جب تک ان کلمات سے گریز نہ کریں ان کو مسلمان سمجھنا یا
 اُن کے پیچھے نماز پڑھنا یا اُن مولوی صاحب کو ہیر پھڑانا جائز ہے یا نہیں؟ جمعہ اتوار

جزاکم اللہ خیر الجزاء و خادم العلماء و اعلیاء ۳۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۰ھ

الجواب: اس واقعہ میں زید کا یہ بیان ہے کہ کلمہ مذکورہ بلا اختیار اور بلا ارادہ زبان سے نکلا
 اور اس غلطی پر عداوت ہے اور اس کی تصحیح اور تدارک کا ارادہ ہے اور اسی خیال سے غلطی مذکورہ کا
 تدارک آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے سے کرنا چاہا، مگر بلا اختیار پھر زبان سے بجائے
 نام مبارک آنحضرت ﷺ کے وہی دوسرا نام نکلا، اس حالت میں موافق کتاب اللہ و سنت
 رسول اللہ ﷺ و روایات کتب معجزہ اس شخص پر حکم کفر کا القا نہیں ہے:

قال اللہ تعالیٰ زَنَّا لَا نَفْقَهُ تَجَازَاْنَا اِنْ تَسْبِيْنَا اَنْزَلْنَا عَلَيْنَا و قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوة و السَّلَام رفع
 عن امتی الخطاء و النسيان، قال فی الدر المختار و فی الفتح باب المرتد ابضا و شرائط
 مستحقها القتل و الصہو و الطول الخ و قوله و الطول الخ اختیار شامی و فرمتنا ممن تکلم
 بہا صحتنا او مکرها لا یکفر عند الكل، ص ۲۸،

الحاصل زید پر بھائی مذکورہ جبکہ وہ کہتا ہے کہ بلا اختیار کلمہ کفر زبان سے نکل گیا، حکم کفر

باتفاق فقہاء نہیں ہے کہ امر من الشائی لا یکفر عند اللہ، اور جبکہ قائم حای پر تم کفر کا نہیں ہے تو اگر ان مولوی صاحب نے بوجہ اس کے مجبور اور معذور ہونے کے اس کو ملامت اور تعجب سن کی تو موجب ملامت و اعتراض نہیں ہے پھر غیر کافر کو جس کو فقہاء نے کافر نہیں کہا، اور جو شخص عند اللہ کافر نہیں ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو مرفوع القلم فرمایا، کافر نہ کہنا موجب کفر کیسے ہو سکتا ہے، احادیث صحیحہ میں ہے :

وعن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ اشد فرحنا بعبدة عیدہ حین یعوب علی من احدکم کان واحلة ہار من فلاقنا لفلنت متہ و علیہا طاعمہ و شرابہ فایس منہا فانی شجرة فیض طمع فی اظہار قد ایس من راحلہ لیتہما ہو کذلک ان ہو فائزہ گندہ فاخذ یخط امہانہ قال من شدۃ الفرح اللہم انت عیدہ و انتارک اعطاک من شدۃ الفرح رواہ مسلم.

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند، ۲۶ رجادی الثانی ۱۳۶۰ھ
اور یہ خواب نفس کا بیشیطانی اثر اور خیال تھا، اور بیداری میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلا وہ بھی شیطانی اثر تھا، لیکن چونکہ بلا اختیار ہوا اس لیے اس پر مواخذہ نہیں، اور نہ ان مولوی صاحب پر ترک ملامت معذور کی وجہ سے کچھ مواخذہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

() احاشیہ : ملاحظہ ہو سال الامداد جمادی الاخریٰ ۱۳۶۰ھ ص ۱۹، قول دوسرا احتمال، ص ۲۰ قول یا یہ کہ شیطانی تعریف ہوائی قول نہ عامر ہے۔)

جز و پنجم جواب دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال میں صاحب واقعہ کے دو حالتوں کے دو واقعے مذکور ہیں، ایک حالت خواب کا دوسرا حالت بیداری کا، حالت خواب کے واقعہ کو تو اصول شریعہ کے موافق حکم صاف ہے کہ حسب ارشاد رب العزت عن عائشہ الخ نا تم مرفوع القلم ہے، اور حالت نوم کا کوئی فعل اور کلام شرعیاً معتبر نہیں،

بلکہ حالت نوم کا کلام کلام طہور کے مشابہ اور اسی کے حکم میں ہے۔

ولہی التحریر و تبطل عبارۃ من الاسلام والردقو والطلاق ولم تو صف بخیر ولا
اشاء و صدق و کذب کالحنان الطہور اهو مثله فی التلویح و هذا صریح فی ان کلام
ہم لا یسمی کلاماً لغتہ ولا شرعاً منزلاً لک المہمل الخ (رد المحتار)

پھر اس خواب کے واقعہ کی حکایت ایک ایسے واقعہ کی حکایت ہے کہ وہ کفر نہیں تھا، اگرچہ
الفاظ کفریہ ہیں، لیکن الفاظ کفریہ کہ محض نقل کا کفر نہیں رہتا، اگر کوئی کہے فسادی کہتے ہیں کہ خدا
نہیں ہیں تو اس کہنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ الفاظ کفریہ کی نقل تو قرآن مجید میں بھی
موجود ہے:

قال اللہ تعالیٰ وقالت اليهود عزیر ابن اللہ وقالت النصارى المسيح ابن اللہ

یہ الفاظ کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور مسیح خدا کے بیٹے ہیں یقیناً کفر کے کلمات ہیں، اور
مسلمان انھیں رات دن تلاوت قرآن مجید اور نماز میں پڑھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے یہ کلمات
نقل کرتے ہیں، تو جب کہ ان کلمات کا نقل کرنا باوجودیکہ منقول عجم نے ان کا حکم بحالت اختیار
کیا تھا، اور ان پر انہیں کلمات کے حکم کی وجہ سے کفر کا حکم کیا گیا، کما قال تعالیٰ و قالوا! اتخذ
البر حصن و لد القد جعم شیئاً الہ نا فکین کے لیے موجب کفر نہ ہوا تو حالت خواب کے وہ
کلمات کہ نہ ان کا قائل کا کفر ہوا، اور نہ نوم کی حالت میں ان کلمات کو کلمات کفر کہا جاسکتا ہے،
نقل کر لے سے کفر کا حکم بدرجہ اولیٰ نہیں دیا جاسکتا، رہا دوسرا واقعہ جو حالت دیداری کا ہے اس
کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان یہ ہے کہ وہ اپنی حالت خواب کی غلطی سے نادام اور پریشان ہو کر
پاہتا ہے کہ درود شریف پڑھ کر اس کا تدارک کرے، اور وہ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اس میں
بھی بھائے آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے زید کا نام اس کی زبان سے نکلتا ہے، اُسے اس
فعل کا احساس تھا، مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا، بے اختیار مجبور تھا۔

اس واقعہ کے متعلق دو باتیں متفق طلب ہیں، اول یہ کہ حالت دیداری میں ایسی کلمے
اختیاری اور مجبوری کہ زبان قابو میں نہ رہے، بلکہ اس کے کہ نہ ہو، جنون ہو، اگر وہ ہو، عہد ہو، لیکن
بہر تصور ہے یا نہیں، کیونکہ ان چیزوں میں سے کسی کا موجود ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو

تجاہریہ ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی سبب بے اختیاری پیدا کرنے والا نہ تھا، دوسرے یہ کہ اگر بے اختیاری اور مجبوری ممکن اور متصور ہو تو صاحب واقعہ کی تصدیق بھی کی جائے گی یا نہیں۔

امراول کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے بہت سے اسباب ہیں، صرف شکر (جنون اور اکراہ و عتہ) میں منحصر نہیں، کتب اصول فقہ و فقہ میں ان اسباب کے ذکر پر اختیار کرنا تحدید و تصریح جتنی نہیں، بلکہ اکثری اسباب کے طور پر انھیں ذکر کیا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ متعدد کتب فقویہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خواہ کسی وجہ سے عقل مغلوب ہو جاوے اور مغلوبیت موجب رفع قلم ہو جاتی ہے۔ الاھی بعض المواقف حیث یکون الزجر مقصوداً، فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

من اصابہ برسام او اطعم شینا فذهب عقله فہذی نادر تلیم یکن ذلک او تسداؤو کذا لو کان معو ہا او موسو سا او مغلوباً علی عقله بوجہ من الوجوہ فقہر علی ہذا کذا فی السراج الوہاج (ہندیہ مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۲)

اس عبارت میں لفظ موسوس اور لفظ بوجہ میں الوجوہ قابل غور ہے، لیکن واقعہ مسئلہ منہا میں نہ تو ذوال شعور ذوال عقل کی تصریح ہے اور نہ میں واقعات مذکورہ کی پتہ پر ذوال شعور کا ہونا صحیح سمجھتا ہوں، کیونکہ صاحب واقعہ بحالت تکلم اپنی تعلقی کا اوراک بیان کرتا ہے اور غدر مسیئ صرف بے اختیاری، مجبوری، زبان کا قابو میں نہ ہونا ذکر کرتا ہے، اس لیے میں صرف اسی بات کو ضحیک سمجھتا ہوں کہ وہ باوجود شعور اوراک کے کلمہ کفر یہ کہتا ہے مگر بے اختیاری سے مجبوری ہے، اور عین تکلم کی حالت میں بھی اسے غلط اور خلاف عقیدہ سمجھتا ہے اور بعد الفراغ من التکلم بھی اس پر تادم ہوتا ہے، پریشان ہوتا ہے، روتا ہے، اسباب معلومہ (شکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ کبرئی، مرض، مصیبت، غلبہ خوشی، غلبہ حزن، غریبیت وغیرہ بھی ذوال اختیار کے سبب بنا سکتے ہیں اور جہاں ذوال عقل یا ذوال اختیار ہو وہاں حکم رذات ثابت نہیں ہو سکتا، درخت ار میں ہے :

وما ظہر منہ کلمات کفریۃ یغض فی حقہ و بعامل معاملۃ مونی المسلمین حملاً علی انہ فی حال ذوال عقلہ، انتہی،

یعنی قریب موت و نزاع روح اگر مختصر سے کچھ کلمات کفریہ ظاہر ہوں تو انہیں معاف سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اسوات مسلمین کا سامعہ معاملہ کیا جائے اور ظہور کلمات کفریہ کو زوال عقل و اختیار پر محمول کیا جائے، اس عبارت سے صرف یہ غرض ہے کہ اسباب مذکورہ معلومہ میں سے یہاں کوئی سبب نہیں۔ پھر بھی ایک اور چیز یعنی شدت مرض یا کلفت نزاع روح کو زوال عقل کے لیے معتبر کیا گیا، اور میت کے ساتھ مرتد کا معاملہ کرنا جائز نہیں رکھا گیا، اگرچہ نزاع کی سخت تکلیف کی وجہ سے ایسے وقت زوال عقل متصور ہے لیکن تاہم یقینی نہیں، صرف تحسین اللطین باسلم احتمال زوال عقل کو قائم مقام زوال عقل کی کر لیا گیا۔

صحیح مسلم کی روایت میں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے گنہگار بندے کے توبہ کرنے پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ ایک مسافر کا جنگل میں سامان سے لدا ہوا اونٹ گم ہو جائے اور وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ناامید ہونے کے بعد مرنے پر تیار ہو کر ڈھنڈھ جائے اور اسی حالت میں اس کی آنکھ لگ جائے، تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کا اونٹ مع سامان اس کے پاس کھڑا ہے،

اس روایت میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے غایت خوشی میں یہ عبارت یہ لفظ نکل جاتے ہیں اُنک عبدی و انارک یعنی وہ خدا کی جانب میں یوں بول اٹھا کہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا خدا ہوں، رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں اعطامن شدۃ الفرح یعنی شدت خوشی کی وجہ سے اس سے خطا یہ لفظ نکل گئے، اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ شدت فرح بھی زوال اختیار کا سبب ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد یہ نہیں فرمایا کہ الفاظ کفریہ تکلم جو خطا ہوا تھا، موجب کفر اور مزیل ایمان تھا، اس لیے آپ کے سکوت سے معلوم ہو گیا کہ الفاظ کفر کا تعلق جو خطا کے طور پر ہو مثبت روایت نہیں۔

صلح حدیبیہ کے قصہ میں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ذکر کیا گیا ہے کہ جب صلح مکمل ہو گئی اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سرسٹا ڈالو اور قربانیاں ذبح کرو تو صحابہؓ باوجود فدا خون و غم کے کہ اپنی تمنا اور آرزو امید کے خلاف خانہ کعبہ تک نہ جاسکے، ایسے بخود ہوئے کہ باوجود آنحضرت ﷺ کے مکرر سر کر فرمانے کے کسی نے فرمان غالی کی تعمیل نہ کی، آپ

نہیں ہو کر خیر میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے، انہوں نے پریشانی کا سبب دریافت کر کے عرض کیا کہ آپ باہر تشریف لے جا کر اپنا سر منڈا دیں، اور کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حلق کو بلا کر اپنا سر منڈا دیا، جب اصحاب کرام نے دیکھا تو ان کے ہوش و حواس بھا ہوئے، اور ایک دم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ طرفِ حزن بھی موجبِ زوالِ اختیار ہو جاتا ہے، کیونکہ قصد و اختیار سے آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اصحاب کرام کی جانب وہم بھی نہیں ہو سکتا۔

امتحانِ تقریری کے وقت جن طلبہ کی طبیعت زیادہ مرعوب ہو جاتی ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی زبان سے باوجود اور اک و شعور کے بے قصد غلط الفاظ نکل جاتے ہیں، حالانکہ صحیح جواب ان کے ذہن میں ہوتا ہے مگر فرطِ عجب کی وجہ سے زبانِ قابو میں نہیں ہوتی۔

رسول خدا ﷺ ازواجِ مطہرات میں عدل کی پوری رعایت کر کے فرماتے، اللہم ظلمہ قسمی فیما املک فلا تملک فیما تملک ولا املک، یعنی اے خداوند! میں نے اختیاری امور میں برابر کی تقسیم کر دی، اب اگر فرطِ محبتِ عائشہ کی وجہ سے میلانِ قلب ہے اختیاری طور پر عائشہ کی طرف زیادہ ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہ فرمانا، کیونکہ وہ میرا اختیاری نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرطِ محبت کی وجہ سے بے اختیاری طور پر کوئی امر صادر ہو جائے وہ قابلِ مواخذہ نہیں۔ رہا اطراءِ ممنوعہ جو فرطِ محبت سے پیدا ہوتا ہے وہ اختیاری حد تک ممنوع ہے اگر وہ بھی غیر اختیاری حد تک پہنچ جائے تو یقیناً مرفوعِ القلم ہوگا، نیز حدیثِ لا تطرونی ارجل مسین اطراء کی بھی ضرور ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اطراء کا سبب فرطِ محبت ہی ہو، بلکہ جہالت، تعصب، غلط فہمی وغیرہ اسباب بھی موجبِ اطراء ہو سکتے ہیں، پس نبی عن الاطراء مستلزم نبی عن غلبۃ الحبت کو نہیں ہو سکتی، اسی طرح غلبۃ محبت منحصر فی الاطراء الاضطرابی نہیں۔ اس لیے نبی عن الاطراء کو مستلزم نبی عن غلبۃ الحبت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حدیث مذکور اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے کہ غلبۃ محبت بسا اوقات غیر اختیاری طور پر محبوب کی طرف میلان پیدا کر دیتا ہے اور یہ میلان قابلِ مواخذہ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ غیر

اختیاری ہے، اور اس کو غیر اختیاری کہنے سے بڑھایا، مطلب محبت ہے۔

بخاری شریف کی وہ حدیث دیکھیے جس میں ام ساجدہ میں سے ایک شخص کا یہ حال مذکور ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موت کے وقت کہا تھا کہ مجھے جلا کر میری خاک تیرا ہوا میں اڑا دوں گا، **لَوْ كُنْتُ لَدُنَّ اللَّهِ عَلَى الْخَبْزِ الْفَاطِ كَ (اس تحریر پر کہ قَدْزُ لِحْوَ تَدَّ سے مشتق مانا جائے)** الفاظ کفریہ ہونے میں شبہ نہیں، لیکن اس کا جواب رب تعالیٰ کے کفر سے بچا کر مفسرین نے خداوندی کا مستحق ٹھیکر ادا کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خوفِ خداوندی نے اس کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلوا دیے اور بے اختیار ہی کی وجہ سے وہ سوا خذو سے بچ گیا، بہر حال وجہ مذکورہ سے صاف ثابت ہو گیا کہ اسباب معلومہ (سکر، جنون، اکراہ، عتہ) کے علاوہ بھی بہت سے اسباب ہیں جن سے شعور و ادراک یا ارادہ اختیاری ہو جاتا ہے، پس اگرچہ اقدس مسئول عتہا میں سکر، جنون، اکراہ، عتہ نہیں ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ محض ان اسباب و وجہ کے عدم کی وجہ سے لازم کر دیا جائے کہ اس نے اتفاقاً مذکورہ ضرور ارادے اور اختیار سے کہے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا مرتبہ تحقیق طلب یہ تھا کہ اگر بے اختیار ہی اور مجبوری ممکن ہو تو صاحبِ واقعہ کی تصدیق بھی کجائے گی یا نہیں اس کے متعلق گذارش جو کہ اس سے پہلے کہ اس کی تصدیق یا عدم تصدیق کی بحث کی جائے۔ اول یہ بتا دینا ضروری ہے کہ صاحبِ واقعہ اپنی بے اختیار ہی کہیں قسم کی غلطی کرتا ہے اور اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے، سوا شح ہو کہ صاحبِ واقعہ کا قول یہ ہے (السیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے اور اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے یا اس خیال بندہ بیٹھ گیا اور پچھلے دوسری کروت لے کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللهم صل علی سیدنا وعلیٰ مولا نازید، حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں کہ اس کلام سے صاف واضح ہے کہ اسے اپنی خواب کی حالت میں غلطی کرنے کا فہوس اور پریشانی بیداری میں لاحق تھی، اور اسی غلطی کا تدارک کرنے کے لیے اس نے درود شریف پڑھنا چاہا، اس کا قصد یہ تھا کہ تمام طور پر وہ آنحضرت ﷺ پر درود پڑھ کر اپنی مناسی غلطی کا تدارک کرے، لیکن اب بھی اس سے بے

اگر کہا جائے ممکن ہے کہ قاضی قاضی کی دونوں عبارتیں محکم و یا نہت ہوں، کیونکہ
 بزازہ اور رد المحتار کی عبارتوں میں بھی محکم و یا نہت ہی بتایا گیا ہے، کہ کلام نہیں ہوگا، لیکن اس کے
 بعد حکم قضایہ بتایا کہ قاضی تصدیق نہ کرے اور حکم قضا کی قاضی قاضی کی عبارتوں میں لفظ نہیں، بلکہ
 وہ حکم قضا سے سکتا ہیں۔ اس کے متعلق گزارش ہے کہ ہاں شک یا احتمال ہے، لیکن اول تو
 منقہ کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ حکم و یا نہت بتائے، اس لیے صورت مسئلہ میں منقہ کو یہی فتویٰ
 دینا لازم ہے کہ قائل مرتد نہیں ہوا۔

دوم یہ بھی دیکھنا ہے کہ جبکہ شرائط صحت ردۃ میں طوع و اختیار بھی داخل ہے، اور بے
 اختیاری ردۃ معتبر نہیں ہوتی، تو یہ عدم اعتبار صرف منقہ کے اعتبار سے ہوتا ہے، یا قاضی بھی غیر
 اختیاری ردۃ کو معتبر نہیں سمجھتا، اس کا جواب یہ ہے کہ بے اختیاری کے اسباب اگر کلام ہوں تو
 اس میں منقہ اور قاضی دونوں بے اختیاری کو تسلیم کرتے اور ردۃ کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں جیسا
 کہ جنون معروف یا سکر طاریت عند القاضی یا طفولیت مشاہدہ وغیرہ۔ پس صورت مسئلہ میں اگر
 اس کی حالت بے خودی و بے اختیار کی کو اور لوگوں نے بھی محسوس کیا ہو، جب تو ظاہر ہے کہ قاضی کو
 بھی اس کا اعتبار کرنا پڑے گا۔ ورنہ نہ زیادہ سے زیادہ قاضی کو صاحب واقعہ سے اس کی اس
 حالت بخودی و بے اختیاری کے متعلق قسم لینے کا حق ہوگا۔

سوم یہ کہ اگر قاضی کے سامنے یہ واقعہ اس طرح جاتا کہ اس شخص نے قاضی الفاظ کفریہ کا
 نظم کیا ہے اور پھر یہ شخص قاضی کے سامنے حذر بے اختیاری پیش کرتا تو ضرور تھا کہ قاضی اس سے
 بے اختیاری کا ثبوت مانگتا، اور صرف اس کے کہنے سے حکم ردۃ کو اس پر سے مرتفع نہ کرتا، لیکن
 یہاں یہ واقعہ نہیں ہے، بلکہ قاضی کے سامنے اگر اس قائل کا بیان جائے گا تو اس طرح جائے گا
 کہ میں بحالت بخودی و بے اختیاری کہ زبان قابو میں نہ تھی، یہ الفاظ کہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ
 اس صورت میں یہ الفاظ بایں حیثیت کو بخودی اور بے اختیاری سے سرزد ہوئے ہوں موجب کفر
 نہیں ہیں۔

چہاں یہ کہ ردۃ حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور اگرچہ بعد ثبوت ردۃ بعض عباد کے
 حقوق متعلق ہو جاتے ہیں لیکن ان کو نفس ثبوت و اثبات ردۃ میں دخل نہیں، بلکہ وہ بعد ثبوت

روایت منترجہ ہوتے ہیں، جیسا کہ بڑا ذیہ میں اس کی تصریح ہے :

پس کسی مشکل کے دعویٰ خطا کرنے سے کوئی حق عہد نہ اٹل نہیں ہوتا اور اس لیے قاضی کو اس کی تصدیق کر لینا ہی راجح ہے، جیسا کہ حدیث الخطأ من شدۃ الفرج اور حدیث واللہ قدر اللہ علیہ اور مختصر کے کلمات کے کفر یہ کے اعتبار نہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ بات باقی رہی کہ آیا صاحب واقعہ کے اس قول میں کہ ان الفاظ کا صدور بے اختیار سے ہو تصدیق کی جائے گی یا نہیں، اس کا جواب منہاً تو آچکا، لیکن زیادہ وضاحت کی غرض سے عرض کیا جاتا ہے۔

اگر کسی کلام میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اسلام کی تو مفتی اسی وجہ کو اختیار کرے جس سے حکم کفر قائم نہ ہو، کیونکہ جہت اسلام راجح ہے اور مسلمان کے ساتھ حسن ظن لازم ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ مفتی کی تاویل فی الواقع صحیح نہ ہوگی تو اس کا فتویٰ قائل کو حقیقی کفر سے نہیں بچا سکے گا تو اس صورت میں جب کہ قائل خود اپنا کلمہ کفر سے ڈرنا، پریشان ہونا اور

پھر تدارک کے خیال سے درود شریف پڑھنا اور اس میں بے اختیار سے غلطی کرنا اور پھر اس پر افسوس کرنا اور روٹا پیان کرنا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے یہ الفاظ کفر یا اپنے

ارادے اور اختیار سے کہے ہیں، یہ خیال کہ جب اسے معلوم تھا کہ میری زبان قابو میں نہیں، تو سکوت کرنا چاہیے تھا، لیکن اس نے سکوت نہ کیا، اور کلمہ کفر زبان سے نکالا، تو گویا قصد کلمہ کفر

کے ساتھ تکلم کیا، صحیح نہیں، کیونکہ اس نے قصد درود شریف صحیح پڑھنے کا کیا تھا مگر لفظ کے وقت زبان سے دوسرے لفظ نکلے، پھر قصد کیا کہ صحیح پڑھوں، پھر لفظ غلط نکلے، تو گویا ہر مرتبہ قصد

اصلاح تکلم کیا نہ قصد الفاظ کفریہ، اور سکوت محض تکلم بقصد اصلاح والتدارک سے افضل نہیں ہو سکتا، پس ممکن ہے اور اقرب الی القیاس یہی ہے کہ اس کے دل پر کوئی ایسی حالت طاری ہوئی

جس کی وجہ سے اس کے جوارح کے افعال مغل ہو گئے خود اس کے بیان میں موجود ہے کہ بیداری کے بعد بھی بدن میں بدستور بے حسی اور اثرناطافتی بدستور تھا، اس لیے مفتی کا ذمہ صورت

واقعہ میں لازم ہے کہ اس طرح فتویٰ دے کہ جب صاحب واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادے سے الفاظ مذکورہ نہیں کہے ہیں، تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے

مذکورہ خطا ہوا ہے اور اس صورت میں اتفاقاً کفر یا کفر نہیں ہوتا جیسا کہ بعضی خاں کی عبارت سے معلوم ہو چکا، اس لیے اس کو تجدید نکاح یا تجدید ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا۔ احتیاطاً تجدید کر لینا بہت سے خارج ہے، اس کی منکوحہ قطعاً اس کے نکاح میں ہے، اور اسے ہرگز دوسرا نکاح چاہو نہیں۔ ہاں اگر اس کی یہ حالت بخیر دی و بے اختیار لی معروف ہو چکے تو حکم قضاء و یا منت میں کوئی فرق ہی نہیں اور اگر یہ حالت معروف نہ ہوتا ہم بوجہ مذکورہ بالا قصصاً بھی بلا قسم یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی۔

کتبہ محمد بن عبد اللہ بن عباسؓ

درس مدرسہ اسلامیہ دہلی، ۳۰ جنوری ۱۳۶۶ھ

ضمیمہ فتویٰ دہلی

جو ایک خط کے ساتھ بعد میں آیا

خط

بعد سلام مستون عرض ہے کہ مسئلہ معلومہ کے متعلق مضامین ذہن میں تھے جنہیں اس وقت غفلت کی وجہ سے ضبط تحریر میں نہ لاسکا اور بعد میں اس سوال کی عبارت موجود نہ ہونے کی وجہ سے میں نے ایک دوسرے طرز پر سوال قائم کیا، اور اس کا جواب لکھا، میرے خیال میں اس واقعہ کا خطا پر محمول ہونا ہی متعین ہے اس لیے صرف خطا کے متعلق جو مضمون ذہن میں تھا اسے قلمبند کر کے بذریعہ اس طریقہ کے پیش کرتا ہوں۔

محمد کفایت اللہ علیٰ عبدہ درس مدرسہ اسلامیہ دہلی

۷ دسمبر ۱۳۶۶ھ

سوال: زید نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر آج میں مغرب کی نماز ادا نہ کروں تو تجھ پر نین طلاق، پھر اس نے مغرب کی نماز پڑھی لیکن قرأت میں غلطی کی، کہ بجائے غصی اذکر زید کے ہم پر زید اور زیدہ کی باپ پر پیش پڑھ گیا۔ اس کی زوجہ نے یہ غلطی سن لی تھی، زوجہ نے کاخی کے یہاں دھڑکی کیا کہ میرے خاوند نے میری غلطی کو مغرب کی نماز ادا نہ کرنے پر معلق کیا صحت، اور

اُس نے نماز ادا نہیں کی، کیونکہ نہ کو رہا لعلی اُس نے کی ہے، جس سے اس کی نماز قاسد ہوگی، اس لیے وجود شرط کی وجہ سے میں مطلق ہوگئی ہوں قاضی نے زید سے دریافت کیا، اس نے غلطی کا اقرار کیا مگر کہا کہ چونکہ یہ غلطی مجھ سے خطا ہوئی ہے، قصداً میں نے غلط نہیں پڑھا، اس لیے میری نماز صحیح ہوئی، اور وجود شرط نہیں ہوا،

قاضی نے زوج کے اقرار یا خطا کو تسلیم کر کے اس کی صحت نماز کا حکم کر دیا اور زوج کا دعویٰ طلاق بوجہ اس کے کہ شرط طلاق نہیں پائی گئی، خارج کر دیا، اس کے بعد عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ چونکہ کلمہ نہ کو رہا ایک کلمہ کفر یہ ہو گیا تھا اور زید نے کلمہ کفر یہ کا تکلم کیا ہے اس لیے وہ مرتد ہو گیا اور ارتداد کی وجہ سے دعویٰ نسخ نکاح کا مجھے حق حاصل ہو گیا ہے، میرا نکاح نسخ کر دیا جائے، یعنی نسخ نکاح کا حکم کر دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ قاضی کا یہ حکم دوبارہ صحت نماز صحیح واقعہ ہوا یا نہیں، اور کیا اب قاضی زید پر ارتداد کا حکم کر کے نسخ نکاح کا حکم دے سکتا ہے۔ بیوقوف تو چروا

الجواب: زید کا دعویٰ اور بارہ صدور غلطی انقطاع وعدم قصد التیار مقبول ہے کیونکہ نماز اور اس کے ارکان و شرائط حقوق اللہ خالصہ میں سے ہے اور حقوق اللہ خالصہ میں دعویٰ خطا یا ارتداد مقبول ہے۔

یہی خطا غیر عورت سے ملتی کر لی، یا شکار سمجھ کر کسی انسان کو مار ڈالا تو ان صورتوں میں دعویٰ خطا انقطاع بھی مقبول ہے اور حد قصاص واجب نہیں ہوتا، کیونکہ حدود حقوق اللہ خالصہ میں سے ہیں، اور ان میں دعویٰ خطا مقبول ہے، پس جب کہ دعویٰ خطا مقبول ہوا، تو اب دیکھنا یہ ہے کہ قرأت میں خطا اعراب غلط پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ تو حنفیین اگرچہ ایسی غلطی میں جس سے معنی میں تغیر واقع ہو جائے، فساد مسئلہ کے قائل ہیں لیکن متاخرین میں سے بہت سے جلیل القدر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز صحیح ہو جائے گی فاسد نہ ہوگی، اور یہی قول مفتی یہ ہے،

واما المتأخرون كآبن مئافل وابن سلام واسماعيل الزاهد وابن بكير والبلاعي والهندواني ابراهيم الفضل والحلواني فانفقروا على ان الخطأ في العراب لا يقصد مطلقاً لو اعتاده كغيره ورد المختار وكذا عصى آدم فرقه بنصب الادل في دفع الثاني بقصد

العامۃ و کذا الفاء مقرر العندرین بکسر اللذان و ایاک تعید بکسر الکان و المصنوع
یفتح الواو فی التوازل لا تنفس فی الکل و بدیفی یوازیہ و خلاصۃ (رد المحتار) و
جو الاشبہ کذا فی المحيط و بدیفی کذا فی العنایۃ و کذا فی الظہیریۃ
عالمگیری

پس اس قول مفتی بہ کے موافق قضا اول یعنی صحت نماز کا حکم صحیح ہوگا، اور جب نماز صحیح ہو گئی تو
و جود شرط نہ ہوا، اور طلاق مطلق واقع نہ ہوئی۔

اس کے بعد عورت کا ارتداد زوج کی وجہ سے دعویٰ نسخ نکاح کرنا غیر مسوع ہے، کیونکہ
قاضی اس صورت میں ارتداد زوجہ کا حکم نہیں کر سکتا، جس کے وجہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) اب اگر حکم بالارتداد دیا جائے تو دو حال سے خالی نہیں، اول یہ کہ قضا اول بحالہ باقی
ہے، اور قضا بالارتداد بھی کر دی جائے تو اس میں صریح طور پر اجتماع ضدین بلکہ تقضین ہے
کیونکہ قضا اول کا مقتضی صحت نماز ہے اور قضا ثانی کا بطلان نماز، قضا اول کا مقتضی بقاء نکاح ہے
اور قضا ثانی کا بطلان نکاح۔ قضا اول کا مقتضی اسلام زید ہے (کیونکہ صحت صلوة کے حکم کے
لیے اسلام مصلی شرط ہے) اور قضا ثانی کا مقتضی کفر زید اور یعنی ان دونوں متناقض حکموں کا وہی
کلام واحد ہے۔ دوم یہ کہ قضا اول کو باطل کر دیا جاوے اور قضا ثانی کو واجب اطلاق سمجھا جائے،
مگر یہ دونوں صورتیں باطل ہیں، پہلی تو یوجہ لزوم اجتماع تقضین سے اور دوسری اس وجہ سے کہ
قضا اول جب کہ مسئلہ مجتہد فیہ میں واقع ہو جائے تو یجوز واجب العمل والتفہید ہو جاتی ہے اور خود
اس قاضی کو یا کسی دوسرے قاضی کو اس کے ابطال کا اختیار نہیں رہتا۔

والا رفع الیہ حکم قاض آخر تید اتفاقی اذ حکم نفسه مثل ذلک (ای السرفع)
کذلک تعدای الزم الحکم مقتضاہ لہ مجتہد اقبہ (در مختار) لہو لہ نقضہ ای یجب
علیہ تنفیسلہ (رد المحتار) اعلم انہم قسموا الحکم ثلثۃ اقسام قسم ہو ذی کل حال
و هو ما خلف النیس او الا جماع و قسم بمضی بکل حال و هو الحکم فی محل
الاجتہاد الخ (رد المحتار)

(۲) حکم بالردات حقوق اللہ خالص سے ہے اور حقوق اللہ خالص میں دعویٰ خطبہ

مقبول ہے، ورنہ طبعی بالہ میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور عذر تانا زم آتی، مگر انسان باخطا میں دعویٰ خطا مقبول نہ ہوتا اور قصاص لازم آجاتا حالانکہ لازم باطل ہے، یعنی قصاص و جوب حد یا قصاص کا حکم نہیں کیا جاتا کیونکہ حد و حقوق اللہ میں سے ہے اور قصاص اگرچہ حق عید بھی ہے لیکن اس کا بدلہ دیت کی صورت میں ادا کر دیا گیا اور اسکی تشنگی خاطر کا جبر ہو گیا اور اخلاص عالم جب موجب قصاص تھا بوجہ دعویٰ خطا اس کا حکم مرتفع ہو گیا۔ یہ بات کہ حکم بالروت حقوق اللہ میں سے ہے اس عبارت سے ثابت ہے بخلاف الاول الذی لا یدعی بغير ذنبه الصواب لا حق فيه لغيره من الادمیین (بزازہ) پس جبکہ صورت مسئلہ میں تہذیب تکلم بالخطا کا دعویٰ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا قول قصاص مقبول نہ ہو۔

(۳) ردۃ کی حقیقت فقہاء نے اس طرح بیان کی ہے اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان یعنی کلمہ کفر قصد ازبان پر جاری کرنا، قصدا کی قید لفظ اجراء سے مفہوم ہوتی ہے ورنہ جریان کلمۃ الکفر کہا جاتا، پھر جہاں شرائط صحت ردۃ بیان کیے ہیں وہاں طوع یعنی اختیار کو شرائط صحت میں بھی ذکر کیا ہے پس جب تک کہ قصد اور اختیار نہ تحقق ہو ردۃ کا تحقق ہی نہیں ہو سکتا اور کسی چیز کے تحقق سے قبل اس کا حکم کر دینا بجا نہیں ہوتا، مثلاً وضو شرائط نماز میں سے ہے تو جو نماز بے وضو پڑھی جائے وہ صحیح نماز نہ ہوگی، تو قبل تحقق وضو کے صحت نماز کا حکم کر دینا یقیناً غلط اور باطل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قصد اور اختیار اس وقت تک کہ اس پر سوائے صاحب معاملہ کے کسی دوسرے انسان کو اطلاع نہیں ہو سکتی، جب تک صاحب معاملہ خود اقرار نہ کرے، پس تحقق شرط ردۃ کے لیے صاحب معاملہ کا یہ اقرار کہ اس نے قصد الظاہ کفر یہ کا تلفظ کیا ہے ضروری ہے اور چونکہ اس کے اقرار کے سوا اور کوئی سبیل اس کے علم کی نہیں، اس لیے اس کے اقرار و انکار کی تصدیق ضروری ہوگی۔

ہاں کبھی اس کے عدم انکار قصد کو قائم مقام ارادہ قصد سے حکم قضا میں کر لیا جائے تو ممکن ہے لیکن اس کے انکار صریح کی کہ قصد سے صراحۃً منکر ہو تصدیق نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ نیز اقرار صرف تلفظ یا اختیار کا ثبوت ردۃ کے لیے کافی ہے اس کے معنی کا قصد کرنا اور مراد لینا شرط نہیں، کیونکہ بازل و لاعب کے ارتداد کا حکم نسخ القدیر و تجرد غیر ہا کتب معتبرہ میں مصرح

ہے اور ان دونوں کے کفر کی وجہ ان کا یہ کلمہ کفر یہ غیر مقصود المعنی نہیں بلکہ استغفار فی اللہ میں ہے
پس یہ قول کہ ادعاء خطا کی صورت میں ارتداد کا حکم نہ کرنا چاہیے یقیناً راجح بلکہ صواب ہے۔

قال فی الجواب الحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر هازلا ولا عیا کفر عند الکمل ولا
اعتباد باعتقاد کما صرح به فی الخاتمة ومن تکلم بها مخطا و مکرها لا یکفر
عند الکلم الخ (در المختار)

اس عبارت کا ظاہر مفہوم یہی ہے کہ خطا اور ارتداد کی صورت میں ریائے و قضائے بالا اتفاق کا
فرت ہو گا۔ کیونکہ خطا اور ارتداد کو ایک مد میں شامل کیا ہے اور اگر وہ میں قصداً کافر نہ ہونا مسلم ہے
لکہ انکی التفریق۔

اگر شبہ کیا جائے کہ ردة زوج کے ساتھ زوجہ کا حق فسخ و خروج من المسلمک متعلق ہے تو ممکن
ہے کہ خطا ادعاء سے اس پر فہمائید و بین اللہ کفر کا حکم عائد نہ ہو لیکن اگر قاضی ادعاء خطا کی تصدیق
کرے تو زوجہ کا حق باطل ہے اور اسی وجہ سے بزاز اور شامی میں لکھا ہے کہ خطا میں اگر ریائے
کافر نہیں ہوتا مگر قاضی تصدیق نہ کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم خود..... نمبر ۲ میں نقل کر چکے
ہیں کہ ردة کا حکم کرنے میں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں، پس اس کی یہ عبارت خود اس حکم مدم
تصدیق قاضی کے منافی ہے شامی نے اس قول کو صرف بالخط بدل لیا ماحر حوا بیان کیا ہے اور تصریح
کرنے والوں کا نام نہیں بتایا، اس لیے یہ نقل چنداں قابل اعتماد نہیں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ زوجہ کا حق نفس تکلم کلمۃ الکفر کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ ردة کے آثار
مترتب علیہ میں سے ہے اور ترتب آثار بعد وجود حقیقت ہوتا ہے اور جب تک کہ طوع و اختیار
جہت نہ ہو جائے حقیقت ردة تو متحقق ہوتی نہیں اس پر آثار کا ترتب کیسا۔

پھر خود شامی نے جامع الفصولین و نور العین وغیرہ و بحریہ سے نقل کیا کہ ایسے الفاظ کفر یہ
جن میں کوئی بیز تاویل بھی ہو سکتی ہے بولے پر بھی حکم بکفر نہ کیا جائے۔

اور بالہ شامی فرماتے ہیں و مفعو مداند لا یحکم بقسغ النکاح یعنی جامع الفصولین و
نور العین کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نہ کیا جائے پس جامع الفصولین و نور العین
وغیرہ کی نقل شامی کی بحث سے بدرجہ اولیٰ بالعمل والقبول ہیں۔

اور پھر یہی اس صورت کا حکم ہے کہ قائل نے کلمہ کفریہ کا یقیناً تکلم کیا اور خود کو صورت عبادی کی پیش نہیں کی حالانکہ صورت مسئولہ میں قائل خود ہی اپنی معذوری اور بے اختیار بیان کرتا ہے، پس یہاں بدرجہ اولیٰ حکم ردت نہیں ہو سکتا۔

(۳) تعلیقات طلاق کا (ان و خلت الدار فانك طالق) جس میں عورت کا حق متعلق بالذات ہوتا ہے حکم یہ ہے کہ اگر زوج تعلیق باوجود شرط کا انکار کر دے اور زوجہ تعلیق یا وجود شرط کی مدعی ہو تو پیشہ زوجہ کے ذمہ ہے، ورنہ قول زوج کا مجہر ہوتا ہے۔

وان اختلفا فی وجود الشرط فالقول له الا ازاہنت و ما لا یعلم الا منہما فالقول لہا فی حقہا (عالمگیری) فان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لدمع الہین لانکار الطلاق (در مختار) فلو لدعی وجود الشرط ای اصلاً او لاحقاً کما فی شرح المجموع ان اختلفا فی وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق و فی البرازیلہ ادعی لا مستثناء او الشرط و وجود اصل التعلیق بالشرط او فی الشرط بعد التعلیق و فی البرازیلہ ادعی لا مستثناء او الشرط و القول الخ (در المختار)

پس دعویٰ نسخ نکاح میں گویا وجود و عدم شرط کی مدعی ہے اور وہ تکلم بکلمہ کفریہ طوعاً و اختیاراً ہی زوج اس کا منکر ہے، لہذا حسب قاعدہ مذکورہ قول زوج قضا بھی معتبر ہونا چاہیے۔

بلکہ یہاں بدرجہ اولیٰ قول زوج کا اعتبار ہوگا کیونکہ عورت کا حق بالذات ثبوت ردت کے ساتھ متعلق نہیں، بلکہ احکام ردت میں سے ہے و حکم الشیء اثرہ المررت علیہ (رد المختار)

الحاصل

جس شخص کی زبان سے کوئی کلمہ کفریہ نکل جائے اور وہ خطائی نکلنے کا مدعی ہو جیسا کہ اکثر نماز میں خطا ایسے الفاظ جن کا تمذد کفر ہے نکل جاتے ہیں، دیائے حکم ارتداد کا عائد نہ ہونا تو متعلق علیہ ہے قضا بھی اس کے قول کی مع یقین تصدیق کی جائے گی اور قاضی کو کوئی حق نہیں کہ اس پر ارتداد کا حکم لگائے اور اس کی قسم کا اعتبار نہ کرے، یا اس کی زوجہ کا نکاح نسخ کر دے، نیز خطا کسی کلمہ کے زبان سے نکلنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ حکم بے ہوش ہو یا مجنون ہو بلکہ ہوش و

جو اس صحیح ہونے اور ادراک و شعور قائم ہونے کی حالت میں بھی بلا قصد الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں۔ آیت طالق کہنے کے بعد قضا یہ تاویل کہ میری مراد طالق عن وثاق تھی اس لیے معتبر نہیں کہ الفاظ طلاق خود موجب حکم ہیں اور ان کے صدور کے ساتھ بالذات حق عورت متعلق ہو جاتا ہے۔ خلاف کفر کے کہ یہ بالذات موجب رذت نہیں، بلکہ طوع اختیار شر انکاح صحت رد سے ہے اور اس کے ساتھ کسی انسان کا حق بالذات متعلق نہیں، پس انکار اختیار رد حقیقت انکار موجب ہے نہ انکار حکم مع الاقرار بالسبب، ہذا واللہ اعلم بالصواب۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ اسلامیہ دہلی

۷ درجہ ۱۳۲۶ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جز و ششم تحریر صاحب علم موصوف بالا

در تمہید

ملقب بہ

القول المحبوب فی حکم المغلوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خامد او فاضلینا و منسحقنا، اما بعد گزارش ہے کہ جس وقت سے واقعہ خواب الامداد میں شائع ہوا ہے اس وقت سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو گئی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس واقعہ پر ایک تفصیلی بحث لکھ دی جاوے، پس ہم اس پر ایک تفصیلی بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ پر انکار کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے اختلاف کو نفس واقعہ تک محدود کرتے ہیں اور حضرت مولانا غلام العالی پر طعن و تشنیع نہیں کرتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مولانا نے اس واقعہ میں مداخلت سے کام نہیں لیا، بلکہ وہ صاحب واقعہ کو

معذور سمجھتے تھے اور اس بناء پر انھوں نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہذا وہ معذور ہیں اور ان پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو خود مولانا کو بھی لپیٹتے ہیں، ایسے لوگ بھی دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کے اعتراض کا مظاہر خلوص اور محبت ہے اور وہ غیر خواہانہ نکتہ چینی کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جن کے اعتراض کا مظاہر حسد اور عداوت ہے اور جو کہ طرح طرح سے حضرت مولانا کی دل آزاری پر کمر بستہ ہیں اور انھوں نے یہاں تک ایمان اور انصاف سے آنکھ بند کر لی ہے کہ واقعہ کی صورت بدل کر اور اس میں تحریف کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور جھوٹ اور بہتان سے بھی نہیں بچتے، پس معاذ اللہ اور حاسدین سے خطاب کرتا ہے کہ بے کار ہے اور ان کی نسبت تو ہم صرف اس قدر عرض کرتے ہیں ۔

کور میگرد و زیور آفتاب
ایست التوا ابد در قعر مشاء
کے بڑا آید ایس مسرا اور جو
شد حسود آفتاب کا مسرا
راز طراوت وادون پر سید ہا
یا بد فح چاہ او تا نشد حساست
چشم در خود مشید تولا کد کشو
می مستزاید کستری در اختری
بلکہ از جسد کیمیا بر تراست
خویشتر انگین در صد استری
خود چہ بالہ بلکہ خوں پالا بود
وز حسد خود را بیالای مشراست
اے بسا اہل از حسد تا عسر شد
کار خدمت دارد و حلق حسن
بشنوی و نا شنودہ آوری

آنکھ اور با شد حسود آفتاب
ایست دور بے دوا کور مست آہ
ظلی خود مشید از پایست او
تو متفکر بر کسے کا کور چہاں
تاہر شش پر مشید چہ از دید ہا
یا ز نور بچہ شش تا نشد کاست
تا بر آرد ایست مشرا را جہر و دیور
تو حسودی کز مشرا من کسترم
خود حسد قصان دینے دیگر مست
آن بلیمس از رنگ عسل کستری
از حسدی خواست تا پالا بود
آن ابو جہل از محمد ننگ داشت
یو الکرم نامش بد بود چہرہ شہ
در گذر از فضل در چشتی دین
صد از نیہا گر جویم تو کری

رہے وہ لوگ جو کہ بلا اعتبار و حسد محض غلو میں وجہ سے نفس و اقد یا حضرت مولانا کے قتل پر کٹھن مچنی کرتے ہیں ان کے سامنے ضرورتی چاہتا ہے کہ واقعہ کی پوری تفصیل پیش کر دی جاوے، اور چونکہ انہوں نے ہماری اور دل سوڑی کو کام فرما کر حضرت مولانا کو ان کی ایک ایسی لغزش پر متنبہ کیا ہے جس کو وہ اپنی دانست میں لغزش سمجھتے تھے تو ہماری دل سوڑی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس واقعہ کے ان تمام پہلوؤں پر بحث کر کے جو کہ ہماری نظر میں غلط، انکار ہو سکتے ہیں (خود و خود ہمارے غور و غوض کا نتیجہ ہوں یا دیگر حضرات کے افکار کا) اصل حقیقت کو ان کے سامنے خیر خواہانہ پیش کر دیں۔ واللہ المستعان، وہو الموفق للصواب۔

اس گزارش کے بعد معروض ہے کہ اس واقعہ کے متعلق لوگوں کے جس قدر اعتراضات ہیں ان سب کا حاصل کل تین اعتراض ہیں :-

(۱) واقعہ قابلِ اعتراض تھا (۲) مولانا نے اس پر اعتراض نہیں کیا (۳) اسے شائع کر دیا جو کہ کتبہ عوام کا باعث ہوا۔ پس مولانا کا عذر قویٰ ہے کہ نہ واقعہ کے دیکھنے سے ہمارے ذہن میں کوئی اعتراض آیا، اور نہ ہم کو اس کی اشاعت میں کسی مقصد کا احتمال ہوا، بلکہ ہم کو اس کی اشاعت میں دینی فائدہ یہ نظر آیا کہ اگر کسی کو ایسا واقعہ پیش آوے تو وہ اس واقعہ سے نہ پریشان ہو اور نہ اپنے عقیدہ کو گھڑنے دے اس لیے ہم نے اسے شائع کر دیا، پس مولانا کی معذوری تو ظاہر ہے۔ رہا یہ امر کہ خود واقعہ قابلِ اعتراض تھا یا نہیں، اس کا فیصلہ ایک بحث طویل کے بعد ہو سکتا ہے، اس لیے ہم اس پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ واقعہ کو قابلِ اعتراض کہتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ صاحبِ واقعہ کو تہدید ایمان و نکاح کرنی چاہیے، پس اب ہم کو اس واقعہ کا شرعی حکم معلوم کرنا چاہیے، سو اس کی تحقیق حسب ذیل ہے۔

تحقیق حکم واقعہ پر بحث

تہدید ایمان و نکاح سو قوف ہے تحقیق ارتداد پر اور حقیقتِ موت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنا عقیدہ بدل دے، اور خلافتِ اسلام عقیدہ رکھے، یا وہ ہمدردی کوئی ایسا فعل کرے جو موجب کفر ہو، کما قال الامام طبرانی السلام فی اصولہ الردۃ تنبی علی الفساد و الاعتقاد۔ پس جبکہ

یہ حقیقت واقع میں بھی تحقیق ہوگی اور قاضی کو بھی اس کے تحقیق کا علم معتبر عند الشریع ہوگا۔ تو وہ شخص جس سے اس حقیقت کا تعاقب ہوا ہے دیا یہ بھی مرتد ہوگا اور قضا بھی اور اگر واقع میں اس کا تحقیق ہوا اور قاضی کو اس کا علم نہ ہو سکا، تو وہ دیا یہ بھی مرتد ہوگا، مگر قضا مرتد نہ ہوگا، اور اگر واقع میں اس کا تحقیق نہیں ہوا ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس حقیقت کے تحقیق کا بطریق معتبر عند الشریع ثبوت ہو چکا ہے تو وہ شخص دیا یہ بھی مرتد نہ ہوگا مگر قضا مرتد ہوگا۔

جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب واقعہ زیر بحث میں دو امور متنبہ طلب ہیں، اول یہ کہ واقعہ میں حقیقت ردت تحقیق ہوئی یا نہیں، دوم یہ کہ صورت موجودہ میں قاضی کو تحقیق حقیقت ردت کا علم معتبر عند الشریع ہو سکتا ہے یا نہیں، اور وہ اس پر ارتداد اور بیعت زوجہ کا حکم لگا سکتا ہے یا نہیں، سو امر اول کے متعلق تو کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کا علم خدا تعالیٰ کو ہے یا صاحب معاملہ کو، کہ آیا وہ الفاظ در حقیقت بالاضطرار اس کی زبان سے نکلے، یا اس نے قصد اکبر، ہم کو اس کے متعلق کچھ علم نہیں، لہذا دیانت کے متعلق تو اس کے معاملہ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

رہا امر دوم سو وہ تحقیق ہو سکتا ہے، پس ہم اس کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحب واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے بالاضطرار کلمات معلومہ نکلے، اس میں دو چیز ہیں، ایک یہ کہ میری زبان سے کلمات کفر نکلے۔ دوم یہ کہ میں اس وقت مجبور اور بے اختیار تھا، اور میں نے بعد یہ الفاظ نہیں کہے، جز وہابی توضیح ہے جز اول کی، جو کہ اس کے متصل ہی ہے، اور اس کے رد و قبول کا حق اصلاً دو شخصوں کو ہو سکتا ہے اول قاضی کو جو کہ خلیفۃ اللہ ہے، دوسرے زوجہ کو کیونکہ ردت کا تعلق فی الجملة بیعت سے بھی ہے۔ اور المرأة کا لفظ صریح ہے، سو قاضی کے متعلق تو یہ تحصیل ہے کہ فقہاء میں دو جماعتیں ہیں، ایک وہ لوگ جو نفس معاملہ ارتداد و تکفیر کو اہمیت نہیں دیتے، بلکہ قتل مسلم کو اہمیت دیتے ہیں، اس لیے وہ شب کی حالت میں حق قتل میں ارتداد کا حکم نہیں کرتے، ہاں حق بیعت زوجہ میں ارتداد کا حکم کرتے ہیں، اور اس پر بیعت مرتب کرتے ہیں، دوسری جماعت فقہائے محاطین کی ہے جو نفس حکم ارتداد کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو حدود و قصاص سے کم نہیں قرار دیتے۔

ایسے لوگ ادنیٰ شبہ کے ہوتے ہوئے بھی ردت کا حکم نہیں کرتے اور جہاں ذرا سا بھی شبہ

ہوئے وہاں قتل کا حکم کرتے ہیں اور مذہب میں ہے :-

الكفر لغة السرور شر غا تكذيبه صلى الله عليه وسلم في شيء مما جاء به من الدين ضرر وقو الغاظة تعرن في الفتاوى على افر دت بالالف مع انه لا يقضى بالكفر بشئ منها الا فيما اتفق المشايخ عليه كما سيجي قال في الجرد قد الزمت نفسي ان لا اتيسر بشئ منها انتهى

اور رد المحتار میں ہے :- سبب ذلك ما ذكره قبله بقوله في جامع الفصولين روى الطحاوي عن اصحابنا لا يخرج المرء من الايمان الا حوجر خله في ثم ماتين انه رد لا يحكم بها وما يشد انه رد لا يحكم بها اذا الاسلام الثابت اليه دل بالشك مع ان الاسلام يعلو وينبغي للعالم اذا رفع اليه هذا ان لا يبادر بتكفير اهل الاسلام مع انه يقضى بصحة الاسلام المكروه اقول قد قدمت هذا البصر وميز ان فيما اقله في هذا الفصل من المسائل فانه قد ذكر في بعضها انه كرم مع انه لا يكفر على فاس هذه المقدمة فليتامل اتني ما في جامع الفصولين وفي الفتاوى الصغرى الكفر تنى عظيم فلا جعل المؤمن كافرا انتهى وجدت انه لا يكفر انتهى اولى ان خلاصه ويرها اذا كان في المسألة وجوه ثوب التكفير ذو وجه واحد يمتد على المختلف ان يميل الى الوجه الكفر فلا نفعه التاويل حين ذوى التاويل خالية لا يكفر بالمحتمل لان الكفر نهائى فى العقوبة فيستدعى نهائى فى الجناية ومع الاحتمال لا نهائى انتهى والسدى لحرر لا يقتضى بكون مسلم امكن حمل كلامه على محتمل حسن او كان فى كفسر اختلاف و لوروة ضعيفة فعلى هذا اكثر الفاظ التكفير المذكرة لا يقضى بالتكفير فيها وقد الزمت نفسي ان لا اتيسر بشئ منها انتهى كلام البحر باختصار انتهى كلام رد المحتار ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ فقہائے عظیمی کو حکم بالشان سمجھتے ہیں، اور ان کی اعتقاد کا ذخیرہ تھا عدس قتل المسلم نہیں ہے بلکہ اس کا منشا خود اہمیت تکفیر ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کل شبہ پر نہ تکفیر من اہمیت کا حکم کیا گیا تو اس میں صرف قتل سے اجتناب ہوگا، جس تکفیر سے نہ ہوگا، حالانکہ فقہاء تکفیر سے احتیاط کرتے ہیں، نیز اس وقت فقہائے عظیمین فی

انکفر و تشدد دین کے مسلک میں کچھ فرق نہ ہوگا، کیونکہ قتل مسلم میں تو تشدد دین بھی لاکھالہ اختیار کریں گے، اور محل شہ میں قتل کا حکم نہ دیں گے، تو پھر دونوں مسلکوں میں فرق کیا ہوا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہائے حق طین فی انکفر کا مطلب یہی ہے کہ محل شہ پر نہ تکفیر من حیث القتل کی جائے گی، اور نہ من حیث بطلان النکاح، شاید کسی کو اس کے ماننے میں اس لیے تامل ہو کہ علامہ شامی کو اس میں تردد ہے، اس لیے ہم اس مضمون پر مزید بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ صاحب درمختار نے لکھا تھا۔ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ، اور یہ بیان تھا فقہاء معتزلین کے مسلک کا، اس پر علامہ شامی نے حسب ذیل گفتگو کی :-

قوله لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ ظاهر والہ لا یفتی ذمن حیث استحقاقہ للقتل ولا من حیث الحکم بینه و تزوجہ، وقد یماثل المراد الاول، فقط لان تاویل کلام للنبا بعد عن قتل المسلم بان یكون قصد ذلک التاویل، وهذا ینافی معاملة بظاهر کلامہ فیما هو حق العبد، وهو طلاق الزوج جنر ملکھا النفسا بدلیل ما صرحوا به من انه اذا ان تکلم بکلمة مباحة فجبر علی لسانہ کلمة الکفر خطائی بلا قصد لا یصدقہ القاضی وان کان لا ینکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالیٰ فتعامل ذلک و حرره فلا ینافی لم ار تصریح به نعمہ سید کمر الشراح ان ما ینکون کفر الاتفاق یقتل العمل والنکاح و مالی خلاف یومر بالا استغفار والنوبہ تجدید النکاح و ظاهر دانه امر الاحتیاط الی آخر ما قالہ رحمہ اللہ

حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ قولہ لا یفتی بکفر مسلم الخ کا ظاہر مطلب تو یہی ہے کہ نہ ایسے موقع پر من حیث استحقاق القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث الیونہ، لیکن یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کفر کا حکم کیا جائے گا، نہ من حیث الیونہ، لیکن یہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان کی مراد صرف تکفیر من حیث القتل کی ممانعت ہے، اور تکفیر من حیث الیونہ کی ممانعت مقصود نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قائل کے کلام کی تاویل کا مقنا اس کے قتل سے احتراز کرنا ہے، اور یہ حکم بالیونہ کے منافی نہیں ہے، اس لیے یونہ کے بارے میں اس کا تاویل نہ کی جادی گئی اور دلیل اس کی یہ ہے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص کفر بہاد

ہونا چاہیے اور بلا قصد اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن اگر قاضی کے یہاں وہ یہ غلط کرے کہ یہ کلمہ بلا قصد اور خطائی میری زبان سے نکل گیا تھا تو قاضی اس کو نہ مانتے گا، اور مجتہد کا حکم کر دے گا، اس کے بعد علامہ نے قائل اس میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فقہاء محتاطین کے اس کلام مذکور فی المتن کے یہ دو محمل ہو سکتے ہیں، تم اس میں غور کر لو، مجھے ان کے کلام میں کوئی محمل مصرح نہیں ملا ہے، ہاں ان کی بعض دوسری تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مراد یہی ہے کہ ایسے موقع پر نہ من حیث القدر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، اور نہ من حیث الثبوت، چنانچہ شارح کہے گا کہ جو کفر اتفاقی ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے، اور جس میں اختلاف ہو اس میں تو چارہ استغفار اور تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفر اتفاقی میں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا، بلکہ احتیاطاً تجدید نکاح تو بہر استغفار کا حکم کیا جاوے گا، فی آخر ما قال، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر شامی کو شرح مجدد حسینی، ہوا، اور دو کوئی محمل متعین نہیں کر سکے۔ اب ہم وجہ تردد کو رفع کرتے ہیں تاکہ محمل اول جس کو مصلحہ موصوف ان کے کلام کا محمل ظاہر اور تصریحات سے مؤید فرماتے ہیں متعین ہو جاوے اور اس میں کچھ تاثر نہ ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ فقہاء محتاطین کی احتیاط کا منشا صرف یہ نہیں ہے کہ مسلمان کو قتل سے بچایا جاوے بلکہ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس کو اصل کفر سے بچایا جاوے، کیونکہ کفر ایک ایسا جرم ہے جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہیں، کہانی الشیخ غازیہ المکفر ضایہ فی الاصول فیہ فیہ می نہا یہ فی الکنا یہ الی غیر ذلک، پس جس وقت تک واقعہ میں بچاؤ کا پہلو ہو اس وقت تک کسی مسلمان کو اتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار دینا جائز نہیں، بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ مکفر مسلم کے لیے حدیث میں اس قدر سخت وعید آئی ہو کہ اگر اس میں تاویل نہ کی جاوے تو خود مکفر کافر ہو جاوے، اور اس بنا پر انھوں نے تکفیر میں احتیاط فرمایا ہے

نہلہ اور لاکل کے ایک دلیل نفس تکفیر قطع نظر من استحقاق القتل کے واجب الاختیار ہونے کی یہ بھی ہے کہ اگر تکفیر میں احتیاط صرف تباعد عن القتل کی وجہ سے ہوتی تو آج کل کسی حناص القدر میں احتیاطی تکفیر لازم نہ ہوتی، کیونکہ اس زمانہ میں قتل کا اہم پیش نہیں ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہو سکتا پس معلوم ہوا کہ نفس تکفیر خود قابل احتیاط ہے اور جب کہ نفس تکفیر سے

احتیاط کی گئی تو حکم بالمیونہ سے اجتناب لازم ہوگا، کیونکہ میونہ حکم فیہ اثر ہے کفر کا، جب کفر ثابت ہو، جب میونہ ثابت ہو۔ پس میونہ کو ثابت کرنا نفس کفر کو ثابت کرنا ہوگا، اور یہ کہنا کافی نہ ہوگا کہ ہم اسے کافر نہیں کہتے یا کافر نہیں سمجھتے۔ پس حکم بالمیونہ احتیاط فی التخصیر کے ساتھ منع نہ ہو سکے گا، لہذا فقہاء کے کلام میں وہ محمل نہ ہو سکے گا جو عبارت مذکورہ میں معترض نے قرار دیا ہے۔ رہا معترض کا جملہ الا یہنا فی معاملة بظاہر کلام کہنا، وہ اس کا اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس کے کلام سے کفر ثابت نہ کریں گے اور میونہ ثابت نہ کریں گے، تو اس کا بے معنی ہونا ظاہر ہے، کیونکہ اس کلام کا اثر بالذات میونہ نہیں ہے بلکہ کفر ہے، اور اس سے اولاً کفر ثابت ہوتا ہے پھر کفر سے لزوماً میونہ ثابت ہوتی ہے، پس اس سے کفر ثابت نہ کرنا اور میونہ ثابت کرنا کیا معنی۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ ہم اس سے ابتدائی کفر ثابت کریں گے اور پھر اس سے میونہ ثابت کریں گے تو پھر احتیاط کہاں رہی،

پس خلاصہ یہ ہے کہ میونہ اثر ہے ارتداد کا اگر میونہ ثابت کی جائے تو ارتداد کا ثابت کرنا لازم ہوگا، اور احتیاط فوت ہوگی، اور اگر احتیاط کو کام میں لایا جائے گا تو میونہ کا حکم نہیں کیا جاسکتا، اور فقہاء احتیاط سے کام لیتے ہیں، تو عدم حکم میونہ لازم ہے رہا عبارت مذکورہ میں معترض کا استدلال بروایت لا یرد القاضی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ قول مثلاً القاضی خاص اور فعل مثلاً تعظیم بالعمد یا بالخطا دونوں کا حکم یکساں ہے، پس اگر قول محتمل الوجود قابل تاویل ہوگا تو فعل محتمل الوجود بھی قابل تاویل ہوگا، حالانکہ خالی اپنے فعل کی تاویل محتمل بیان کرتا ہے، مگر فقہاء کہتے ہیں کہ میونہ زواج کے بارے میں قاضی اس کو نہ مانے گا، اور جب کہ تاویل فعل کو نہ مانے کا تو لازم ہے کہ تاویل قول کو بھی نہ مانے، کیونکہ دونوں کا حکم یکساں ہے، پس ثابت ہوا کہ قول فقہاء کا مطلب یہی ہے کہ صرف دربارہ استحقاق قتل قول و فعل مسلم کو تحمل حسن پر محمول کیا جائے گا اور دربارہ میونہ تاویل نہ کی جائے گی انہی حاصل استدلال،

سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ یہ ثابت کر دیا جائے کہ یہ انہی فقہاء کا قول ہے جو تکفیر میں اتنی احتیاط کرتے ہیں کہ لایکفر یا محمل کہتے ہیں، اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اس وقت تک اس سے استدلال صحیح نہیں، اور ہم کو وہاں سے یہی ثابت ہوتا

ہے کہ یہ جرنیہ مصرحہ فقہاء محتاطین نہیں ہے بلکہ ان کا مصرح ہے جو تکفیر میں تشدد کرتے ہیں، ایسے
 ذہن کے قول سے فقہاء محتاطین کے قول کے معنی متعین نہیں کیے جاسکتے، اور ایک قرینہ اس کا یہ
 بھی ہے کہ فقہاء محتاطین کے بعض جرنیات جن کو ہم شامی سے نقل کر چکے ہیں اس کے خلاف
 ہیں۔

الحاصل بیان بالا سے معلوم ہوا کہ فقہاء محتاطین کا مسلک بھی ہے کہ جس مسلمان کے قول یا
 فعل میں کوئی ایسا پالو ہو جو اس کو کفر سے بچا سکتا ہو تو اس کو نہ من حیث استحقاق القتل کا فرکہسا
 جائے گا اور نہ من حیث ابطالان الذکاح، اور جب کہ وہ شخص اپنے قول یا فعل کا کوئی عمل متحمل بیان
 کرے تو اسے قول کیا جائے گا، خواہ وہ مخالف ظاہری کیوں نہ ہو، پس اگر قاضی فقہاء کی اس
 جماعت میں سے ہے تب تو ظاہر ہے کہ اس کو صاحب واقعہ کے عذر معقول اور متحمل کو رد کرنے کا
 کوئی حق نہیں ہے، اور اگر قاضی فقہاء کی اس جماعت میں سے ہے جو معاملہ روت کو اہمیت نہیں
 دیتے تو صرف اس شخص پر یہ بات قابل تحقیق رہ گئی کہ آیا وہ اس عذر کو رد کر دے گا یا قبول، اور
 اس کو کیا کرنا چاہیے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

قاضی خاں ۲۳۳ ج ۲ میں ہے، قال فی السیر الکبیر اذا اختلف الزوجان فیما فی
 الرجل قلت المسیح ابن اللہ فی قول النضری وقالت المرءۃ لم یقتل قول التصاری کان
 القول قول الزوج مع یمینہ فان جات المرءۃ بشہوہ دفعا قالوا اسمعنا یقول المسیح ابن
 اللہ لم یقتل شیا الخ و قال الزوج قلت قول النضری الا انہم لم یسمعو اغان القاضی
 یجیز شہادتہم و یفرق بینہ و بین المرءۃ وان قال الشہوہ فلا ندری قال ذلک ام لا الا
 انہم نزع منشیئا غیر قولہ المسیح ابن اللہ لا یقبل القاضی شہادتہم حتی یشہدوا النہ
 لم یقتل معها غیر ہا و جعلوا ادعوی الا سبنا فی الطلاق کذا تک اہ

اس سے معلوم ہوا کہ جب خاوند اور بیوی میں تحقیق روت میں نزاع ہو اور زوج کلمہ کفر کے
 صدور کو تسلیم کرے، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اس کلمہ کے بموجب کفر ہونے کا انکار کرے تو ہمارے
 شہود زوج کے عذر ہو گا اور اگر وہ اس کلمہ کے صدور کو شہادت سے بھی ثابت کر دے، لیکن
 شہود زوج کے عذر کے انتقام پر شہادت شریں تب بھی قاضی زوجہ کے دعوے کو خارج کر دے گا اور

زوج کے عذر کو تسلیم کرے گا۔

یہی واقعہ زیر بحث میں جب کہ بظاہر زوجہ سناڑی بھی نہیں ہے اور اگر سناڑی بھی ہو تو اس نے صدور کلمات کفریہ کو شہادت سے ثابت نہیں کیا بلکہ ان کا صدور صرف زوج کے اقرار سے ثابت ہے اور کردہ شہادت سے بھی ثابت کر دے تو زوج اس کا عذر یعنی عدم قصد و اختیار پسین کر رہا ہے جس کے ساتھ کلمات معلومہ موجب کفر نہیں رہتے اور زوج اس کے انتفاء کو شہادت سے ثابت بھی نہیں کر سکتی تو پھر قاضی اس کے عذر کو کسی دلیل سے رد کرے گا، اور جب کہ قاضی اس روایت قاضی خاں میں زوج سے جینہ نہیں طلب کرتا، حالانکہ اس کا عذر یوجہ قابل مبالغہ ہونے کے ایک ایسا ہی امر ہے جس پر شہادت قائم ہو سکتی ہے تو پھر وہ صاحب واقعہ کے ایسے عذر کو جس پر شہادت بھی نہیں مانگی جا سکتی کیونکہ رد کر لگا پس ثابت ہوا کہ جو قاضی نیتہا کی اس جماعت میں سے ہو جو کہ معاملہ روت کو اہمیت نہیں دیتے اس کو بھی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس کے عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ اس کے ارتداد کے لیے بجز اس کے بیان کے اور کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ اپنے ارتداد کا تصریحاً اقرار کرتا ہے اور نہ دلائل اس لیے کہ وہ صدور بلا خطر ارکا قرار کرتا ہے اور یہ اقرار نہ صراحتاً اقرار کفر ہے اور نہ دلائل لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ روایت بالا ۱۵۲۰ القاضی سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب واقعہ عذر کو قبول تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قاضی غلطی کی اس وقت تصدیق نہ کر سکتا تھا جب کہ اس کو متہم سمجھے، اور واقعہ ہذا میں صاحب واقعہ کو متہم سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لہذا قاضی اس کے عذر کو رو نہیں کر سکتا۔

اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ روایت بالا ۱۵۲۰ القاضی مطلق نہیں ہے بلکہ مقید بشرط اہتمام ہے لہذا واقعہ روت بھی مقید بشرط اہتمام ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ قاضی خاں میں ہے :-

لَوْ قَالَ الزَّوْجُ طَلَّقْتُكَ اسْمُ وَ قُلْتُ انْشَاءَ لِلَّهِ ظَاهِرُ الرُّوَايَةِ يَكْرَهُونَ الْقَوْلَ قَوْلَ الزَّوْجِ وَ ذَكَرَ فِي النُّوَادِ خَلَا فَا بَيْنَ ابْنِ يَوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ عَلَى قَوْلِ ابْنِ يَوْسُفَ يَقْبَلُ قَوْلَ الزَّوْجِ وَ لَا يَقْبَعُ الطَّلَاقُ وَ عَلَى قَوْلِ مُحَمَّدٍ يَقْبَعُ الطَّلَاقُ وَ لَا يَقْبَلُ قَوْلُهُ وَ عَلَيْهِ الْاِعْتِمَادُ وَ الْقِيَوَى اَحْبَاطُ الْاَمْرِ الْفُرْجُ فِي زَمَانٍ غَلِبَ فِيهَا النَّاسُ اَنْتَهَى جُلُودُ

القاضی، ص ۲۵۳

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زوج طلاق کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا تو اصل مذہب تو یہی ہے کہ اس صورت میں زوج کا قول مقبول ہوگا، لیکن نوادر سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ زوج کا قول بدون شہادت کے مقبول نہ ہوگا، پس چونکہ روایت نوادر کی ہے اس لیے اس کو ظاہر روایت کے مقابلہ میں متردک ہونا چاہیے تھا، مگر جب فقہاء نے زمانہ کارنگ بدلا تو دیکھا اور سمجھا کہ بددینی بہت بھیل گئی ہے اس امر فرج میں احتیاط کی ضرورت ہے تو انھوں نے اس روایت نوادر پر اعتماد کیا اور اس پر فتویٰ دیا، یہ تو طلاق کا واقعہ تھا، اس پر غالب بعض فقہاء نے ردیت کے واقعہ کو قیاس کیا ہے اور انھوں نے اس میں بھی لا یصدق القاضی کہہ دیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو فقہاء روایت نوادر پر فتویٰ دے رہے ہیں ان کا کیا مطلب ہے سو ان کا مطلب یہی ہے کہ جب ظاہر حال پر نظر کرنے سے زوج اپنے بیان میں متہم معلوم ہو، اس وقت اس کے قول کو بدون بینہ کے قبول نہ کیا جائے گا اور بنا پر ظاہر حال متہم نہ معلوم ہو اس وقت اس کے قول کو اصل مذہب کی بنا پر قبول کیا جائے گا کیونکہ وہ رد قول زوج کا معنی خلاف ظاہر حال اور فساد زبان چلاتے ہیں، پس اگر ظاہر حال مخالف نہ ہوگا تو اس وقت اصل مذہب کو نہ چھوڑا جائے گا، کیونکہ رد قول من اصل الذہب بنا پر ضرورت بحث والنسور وریات فقط بقصد والنسور وریات، پس جب کہ مقیس علیہ حقیقت میں مقید ہے تو مقیس لا محالہ مقید ہوگا، اور معنی یہ ہوں گے لا یقصد فہذا لہذا لیکن چونکہ واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ متہم نہیں ہے کیونکہ اتہام کی کوئی محمول وجہ نہیں ہے، اس لیے اس جز سے اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا اور وہ روایت میر کبیر کے مقابلہ میں پیش نہ ہو سکے گی، لہذا اس وقت سے جب کہ یہ مان لیا جاوے کہ راست کا واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ردیت کا طلاق پر قیاس ہی صحیح نہیں ہے اور جب کہ قیاس ہی صحیح نہیں ہے جو کہ نئی تھا اس جز سے کہ تو خود یہ جز یہ بھی صحیح ہوگا اور جب جز یہ صحیح نہ ہوگا تو اس سے معارضہ بھی نہیں ہو سکتا۔

اب عدم صحت قیاس کی وجہ سنو اس کی وجہ کئی ہیں۔ اول کہ الفاظ طلاق موضوع میں بیہوشی کے لیے برخلاف الفاظ کفر کے :-

قال در المختار ولا ردۃ بلسانہ و قلبہ مطمئن بالا یمان فلا یسیر و جہہ لا ید
لا یکفر بہو القول لہا استحسانا و فی رد المختار و البقاس ان یکون القول قبولہا حتی
یفرق بینہما لان کلمۃ الکفر سبب الصول الفرقة فیسوی فیہ الطائع و المعکرو
کلفظۃ الطلاق و وجہ الاستحسان ان ہذا اللفظۃ غیر موضوعۃ للفرقة و النہایع
الفرقة باعتبار تغیر الاعتقاد و الاکراہ دلیل علی عدم تغیر و فلا تنفع الفرقة قول ہذا
لیحکم علیہ بالکفر ۱۵

اس سے ثابت ہوا کہ طلاق کا تعلق نفس الفاظ سے ہے نہ کہ قصد و اعتقاد سے اور کفر کا تعلق
قصد و اعتقاد سے ہے نہ کہ نفس الفاظ سے پس جبکہ زوج الفاظ طلاق بولنے کا اقرار کرتا ہے لیکن
اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہہ لیا تھا تو وہ اس وقت بظاہر مدعی ہے اور
فی الحقیقت منکر، بظاہر مدعی اس لیے ہے کہ اس کا تکلم بطلقت کا اقرار ہے ایضاً طلاق اور زوال
ملک نکاح کا پس جب وہ کہتا ہے کہ میں نے ان شاء اللہ کہا تھا تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو
باطل کرتا ہے اور اس طرح وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ
کہتی ہے کہ تو نے ان شاء اللہ کہا تھا تو اب وہ اس اقرار کے موجب کو باطل کرتا ہے اور اس طرح
وہ گویا کہ مستقلاً زوجہ پر وجود ملک کا دعویٰ کرتا ہے، پس جب کہ زوجہ کہتی ہے کہ تو نے انشاء اللہ
نہیں کہا تھا تو وہ اس حق کا انکار کرتی ہے جس کا وہ بعد اقرار زوال کے دعویٰ کرتا ہے پس زوجہ پر
لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کو بینہ سے ثابت کرے اور عورت کے لیے انکار کافی ہے اور
در حقیقت منکر اس لیے ہے کہ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں طلقت کے ساتھ ان شاء اللہ بھی کہا تھا، تو
اس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس طلقت کا تکلم کیا ہے جو مقید بانشاء اللہ تھا جس سے میری ملک
زائل نہیں ہوئی پس اس کے مقابلہ میں زوجہ کا یہ کہنا کہ تو نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا، اس کا سبب
مطلب ہوگا کہ تو نے اس طلقت کا تکلم کیا تھا جو مزیل ملک تھا، لہذا میری ملک زائل ہوگئی، پس،
اس وقت زوجہ مدعیہ زوال ملک ہے اور زوج منکر لہذا بار شہوت زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے

لیے انکار کافی ہوگا، ظاہر روایت میں حقیقت پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ جب زوج استبراء کا دعویٰ کرے اور عورت اس کو تسلیم نہ کرے تو بار شہادت عورت کے ذمہ ہے اور روایت نو اور میں بضرورت احتیاط فرج و فساد زمان ظاہر پر نظر کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بیعت زوج کے ذمہ ہے اور جب کہ زوج تکلم بکلمہ کفر کا اقرار کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک ایسے امر کا بھی دعویٰ کرتا ہے جو مانع کفر ہے، تو اس وقت وہ صرف منکر ہے اور کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے کیونکہ جس امر کا اس نے اقرار کیا جو یعنی نفس تکلم و بغض موجب کفر نہیں ہے بلکہ موجب کفر وہ قصد ہے جو کلمہ کفر سے متعلق ہو اور قصد کا نہ وہ حقیقتاً اقرار کرتا ہو اور نہ ظاہراً نہیں وہ کسی حیثیت سے بھی مدعی نہیں ہے، اس حالت میں زوجہ کا اس کے عذر کو قبول نہ کرنا اور ارتداد و ال ملک کا دعویٰ کرنا ایک ایسا دعویٰ ہوگا جس کو زوج نہ صراحۃً تسلیم کرتا ہے نہ دالاً لہذا بار شہادت سراسر زوجہ کے ذمہ ہوگا اور شوہر کے لیے انکار کافی ہوگا، فافتر قابض ردت کو طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، ہاں اگر بعض احکام میں طلاق کو ردت پر قیاس کیا جاوے جیسا کہ فقہاء نے تنازع زوجین فی اشد قال فی قول المقر فی ام لا پر دعویٰ استبراء کو قیاس کیا ہے مگر ظہر من روایہ قاضی خاں، السابقہ تو یہ قیاس قیاس الاولیت ہے اور مقبول ہوگا، کیونکہ جب طلاق میں زوج ایک جہت سے مقرب السبب و نیت ہے کما مر، اور بالآخر بعد اس کا قول بلا مینہ کے مقبول ہو سکتا ہے تو ردت میں جہاں وہ کسی جہت سے بھی نیت کا قرا نہیں کرتا اس کا قول بالاولیٰ مقبول ہوگا، ہمارے اس بیان کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام محمدؒ نے واقعہ طلاق میں تو اختلاف فرمایا اور زوج پر بیعت لازم کیے، مگر واقعہ ردت میں ردت پر بیعت لازم نہیں کیے بلکہ صرف زوجہ سے شہادت طلب کی اور کہا کہ اگر عورت شہادت نہ قائم کر سکے تو دعویٰ خارج کر دیا جائے گا، بادی النظر میں شاید کسی کو بیان مذکورہ بالا پر یہ شبہ ہو کہ یہ کبیر میں مذکور ہے کہ اگر زوجہ شہادت سے ثبات کر دے کہ زوج نے فی قول انصار کی نہیں کہا تو تفریق کر دی جائے گی، حالانکہ اس شہادت سے صرف تکلم بکلمہ کفر ثابت ہوگا، اور صرف تکلم کا ثابت ہو جانا کفر کا ثابت ہونا نہیں ہوتا، جیسا ائمہ نے اوپر کہا ہے پس شہادت سے کفر ثابت نہ ہو، تو اس شہادت کی بنا پر تفریق کیوں کی جاوے، اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ مذکورہ میں شہادت سے کفر ثابت نہیں کیا گیا، اور اس کی بنا پر تفریق نہیں کی گئی، بلکہ کفر جس چیز سے ثابت ہوا کرتا

ہے یعنی قصد زوج اس کا اقرار خود کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے ایک واقعہ کا بھی دعویٰ کرتا ہے یعنی حکایت عن النصارى اور یہ امر متعلق بلکہ کفر قصد اخوذ زوج کے اقرار سے ثابت تھا۔ اس طرح کفر ثابت ہو گیا۔ لہذا قاضی کے لیے تفریق کا حکم لازم ہو گیا۔ دوسری وجہ عدم صحت قیاس کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں ظاہر روایت کے خلاف امام محمدؒ کی روایت موجود تھی فقہاء نے بضرورت اس کو اختیار کر لیا، اور واقعہ وحی میں ظاہر روایت کے خلاف ہمارے علم میں اصحاب مذہب کی کوئی روایت نہیں ہے جس پر مبصرین رد القاضی اعتماد کر سکیں، پس اُن کا واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس کرنا صحیح نہ ہوگا، تیسری وجہ اس عدم صحت کی یہ ہے کہ واقعہ طلاق میں امر فرج اہم تھا اور اس کا کوئی معارض موجود نہ تھا، لہذا انھوں نے ابتدائی روایت نو اور پر اعتماد کر لیا اور ظاہر روایت کو چھوڑ دیا، لیکن واقعہ ردت میں امر ایمان فرج سے زیادہ اہم ہے اس لیے اس کو معاملاً فرج پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اگر وہاں فرج قابل حفاظت ہے تو واقعہ ردت میں ایمان اس سے زیادہ قابل حفاظت ہے، اور وہاں اگر حفاظت فرج میں احتیاط ہے تو یہاں حفاظت ایمان میں احتیاط ہے، اس لیے بھی واقعہ ردت کو واقعہ طلاق پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، یہ گفتگو تو اس وقت ہے جبکہ روایت لا یرصد القاضی کا معنی قیاس بر طلاق ہو، جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اس کا معنی کچھ اور ہو تو اُس وقت گفتگو یہ ہے کہ اس وقت وہ یا مطلق ہے یا مقید بشرط اتہام، پس اگر وہ مقید ہے تو واقعہ غیر متعلق ہے، اور اگر مطلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ روایت سیر کبیر کا معارضہ مقابلہ نہیں کر سکتی، کیونکہ روایت سیر کبیر ظاہر الروایت اور اصل مذہب ہے اور اس کا معنی معلوم نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس روایت لا یرصد القاضی کا معنی بناء بر عن غالب ایک قیاس غیر صحیح ہے لہذا یہ جزئیہ قابل اعتماد نہیں ہو سکتا، اور اس بناء پر اصل مذہب یعنی روایت سیر کبیر کو نہیں چھوڑا جاسکتا اور اگر روایت مذکورہ کو چھوڑا بھی جائے اور اس جزئیہ پر اعتماد بھی کیا جائے تب بھی واقعہ زیر بحث میں اس سے ہمارے مقصود کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا، کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت قاضی خاطی کو متہم سمجھے جیسا کہ اوپر صفحہ ۳۰۸ میں بقولنا اب دیکھنا یہ ہے اُلج بیان کیا گیا، اس وقت اس کی قصد یقین نہ کرے اور واقعہ زیر بحث میں صاحب واقعہ زیر بحث میں صاحب

واقعہ کو ختم سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے اور محض احتمالات ناشی عن غیر دلیل وجہ انتہائی نہیں ہو سکتے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت لا یصدقہ القاضی سیر کبیر کے معارضہ میں اس وقت پیش ہو سکتی ہے جبکہ یہ معلوم ہو کہ اس کا منی قیاس بر طلاق نہیں ہے بلکہ روایت سیر کبیر کے خلاف اصحاب مذہب میں سے کسی کی روایت ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ اس روایت مخالفہ پر اعتماد ہے، پھر یہ معلوم ہو کہ وہ عقیدہ بشرط انتہاء نہیں ہے بلکہ مطلق ہے اور جب تک یہ امور طے نہ ہوں اس وقت تک یہ روایت روایت سیر کبیر کے مقابلہ میں نہیں پیش ہو سکتی اور یہ امور دونوں طے نہیں ہوئے، لہذا اس روایت سے معارضہ نہیں ہو سکتا۔

عدم قبولی قاضی عذر صاحب واقعہ کی بحث تو ختم ہوئی، اور ثابت ہو گیا کہ نہ قاضی بخلاف کو اس کے عذر کے رد کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قاضی مشدد کو۔

اب ہم سچے ہیں کہ زوجہ کو بھی حق نہیں ہے کہ وہ اس عذر کو قبول نہ کرے کیونکہ زوجہ کے پاس اس کے اعتناء کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی نہ اس کے پاس اس کے اعتناء کی شہادت ہے اور نہ ذاتی طور پر اس کو اس کا اعتناء معلوم ہے اور نہ زوجہ کسی درجہ میں اس کے اعتناء کا اقرار کرتا ہے بلکہ وہ زبردستی اس پر روت کا الزام کیسے لگا سکتی ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں عذر عدم اختیار عند القاضی بھی مقبول ہے اور عند الزوج بھی پس کسی کو گنجائش نہیں ہے کہ وہ اس پر روت کا الزام قائم کرے اور اس کی زوجہ کو بائیں کہے، اس تحقیق کے بعد ہم ان شبہات کو تفصیل واد نقل کر کے ان کی حقیقت ظاہر کرتے ہیں جو کہ واقعہ زیر بحث پر ہو سکتے ہیں۔

شبہ اول: ہم نہیں مانتے کہ وہ غیر مختار تھا، کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو سکوت پر غیر اختیار تھا، یعنی اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے اس کا قصد حکم بکلمہ کفر ثابت نہیں ہوتا، جو کہ رکن ہدایت ہے نہ زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا، پس اگر کوئی احتیاط سے کام نہ لے اور اس کی بے احتیاطی کے سبب بلا قصد اس سے کلمہ کفر صادر ہو جائے تو اس کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ اس نے بقصد و اختیار کلمہ کفر کا حکم کیا، مثلاً سکران قبل از سکر جانتا تھا کہ سکر کے

بعد میری زبان میرے قابو میں نہ رہے گی، اور ممکن ہے کہ ایسی حالت میں میری زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے، تو اگر بحالت سکر اس کے منہ سے کلمہ کفر نکل گیا، تو اس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس نے قصد کلمہ کفر زبان سے نکالا کیونکہ اگر اس کو زبان پر قابو نہ تھا تو ترک سکر پر تو قابو تھا، پھر اس نے اس کو ترک کیوں نہ کیا، اور؟ جب کہ سکران کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا، اگرچہ اس نے اس سکر کا ارتکاب کیا ہو، جس کی شریعت نے اس کو ممانعت بھی کی تھی، تو صاحب واقعہ کی نسبت کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے ترک تکلم کیوں نہ کیا حالانکہ صاحب واقعہ کئی وجہ سے سکران سے زیادہ معذور ہے، اول اس لیے کہ سکران بالقصد سب مزیل اختیار کا ارتکاب کرتا ہے اور صاحب واقعہ کے قصد اختیار کو سب مزیل اختیار میں کچھ دخل نہ تھا۔ دوم اس لیے کہ سکران جس امر کا قصد کرتا ہے اس کے لیے ذوال اختیار لازم ہے یعنی شرب سکر اور صاحب واقعہ جس کا قصد کرتا ہے اس کے لیے ذوال اختیار لازم نہیں یعنی تکلم بکلمہ صحیحہ (وہیں الوجہین فرق فلیجب) سوم اس لیے کہ سکران شرب سکر کے وقت اس کا خیال نہیں کرتا کہ اس کے منہ سے کیا نکلے گا، اور صاحب واقعہ تکلم کے وقت حتیٰ الوسع اس کا اہتمام کرتا تھا کہ میرے منہ سے صحیح کلمہ نکلے اور غلط نہ نکلے، پس جب کہ باوجود ان وجوہ فرق کے سکران کو سکر کی بنا پر بخیر نہیں کہا جاسکتا ہے، تو صاحب دعوہ کو ترک سکوت کی بنا پر کیسے مختار کہا جاسکتا ہے، رہا یہ امر کہ اس نے سکوت نہ کیا، سو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جس وقت تکلم کا قصد کرتا تھا اس وقت سمجھتا تھا کہ میں صحیح تکلم کر سکوں گا، لیکن حد و رکعات کے وقت اس پر سب مزیل اختیار طاری ہو جاتا تھا اور اس سے غلطی ہو جاتی تھی، رہی یہ بات کہ جب وہ ایک دو دفعہ آزمایا کرتا تھا تو پھر اس کو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ شاید مجھ سے پھر غلطی ہو جاوے تو اس کا مقصد تھا تو یہ ہے کہ وہ بچا رہا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے، کیونکہ یہ کلکا تو اس کو اپنے ہر تکلم کے وقت ہو سکتا ہے:

خلاصہ یہ ہے کہ یہ محض احتمالات عقلیہ ہیں اور اثبات روت کے لیے احتمالات عقلیہ کافی نہیں ہو سکتے اور جو حالت اس پر طاری تھی اس کا اندازہ دوسرے کو نہیں ہو سکتا، اور وہ نہیں جان سکتا کہ داعی الی الحکم کیا چیز تھی، بلکہ اس کو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

شہد دوم: ہم نہیں مانتے کہ اسے اختیار نہ تھا، کیونکہ وہاں کوئی سبب مزیل اختیار نہ تھا،

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس دعوے کی دلیل کیا ہے، اس پر کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہوتا تو وہ لکھتا، حالانکہ اس نے کوئی سبب نہیں لکھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا نہ لکھنا تو دور کنار خود اس کا نہ جاننا بھی اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ بہت سے آثار آری کے اندر ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے اسباب کا اس کو علم نہیں ہوتا۔

شبیہ سوم: اگر فی الواقع وہاں کوئی سبب ہو تو وہ محبت زید ہوگی اور محبت آدمی کو اور چہ خطر ار سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، کیونکہ اگر محبت درجہ ۱ خطر اور تک پہنچا دیتی، تو حسد بیٹ میں اطرار سے ممانعت نہ ہوتی، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ احتمال بسبب محبت زید محض ناشی عن غیر دلیل ہے اور صاحب واقعہ کے کلام میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ امر مفہوم ہو، بلکہ یہ احتمال دودج سے خلاف واقعہ ہے اول اس لیے کہ صاحب واقعہ واقعات مذکورہ فی مکتوبہ کو اپنی محبت کا مبنی بنا رہا ہے اور محبت کو واقعات مذکورہ کا سبب نہیں کہتا، دوسرے اس لیے کہ محبت اولاً بالذات دل پر اثر کرتی ہے نہ کہ زبان پر پس اگر محبت اس کا سبب ہوتی تو خیالات اور عقیدہ پر اس کا اثر پڑتا چاہیے تھا، محبت سے زبان کا بے قابو ہو جانا اور دل پر کچھ اثر نہ ہونا یعنی عقاید کا تغیر سے محفوظ رہنا محض بے معنی ہے، ثانیاً یہ کہنا کہ محبت مرتبہ سقوط اختیار تک نہیں پہنچاتی، ایک ایسا دعویٰ ہے جس کو عشاق تسلیم کرتے ہیں نہ علماء عشاق تو یہ کہتے ہیں ۔

چوں بکوشم تا سرش پنبہاں کنم	سر برآرد چوں مسلم کا نیک مہم
رغم القہر گیرم خاک و دو خوش	کائے مدخ چوں بھی پوشی ہوش

ایضا کہتے ہیں ۔

عشق آمد محفل او آوارہ مند	مہج آمد شمع اور بیچارہ شد
عقل چوں شجاعت چوں سلطان رسید	ہوش بیچارہ در کعبے حسد زید

اور اطباء عشق کو جنون کی قسم قرار دیتے ہیں۔ ثانیاً دعویٰ مذکور پر بھی اطرار سے استدلال صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ محبت کے درجات متفاوت ہوتے ہیں، بعض درجات مزیل اختیار ہیں اور بعض غیر مزیل ہیں، پس اس کے مخاطب اگر باب ہوش و اختیار ہیں، نہ کہ عشاق مہلوب العقل اور کائنات غیر مکلف،

شبہ چہارم: اگر بالفرض محبت آدمی کو حد اضطراب و سلب اختیار تک پہنچا دیتی ہے تو وہ ناور ہے اور اس اسباب عامہ سے نہیں ہے جن کا فقہاء نے اعتبار کیا ہے، اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ ہم ظہر کر چکے ہیں کہ اس کا سبب محبت زید نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے جس کو ہم متعین نہیں کر سکتے، اور نہ ہمارے ذہن اس کی تعین لازم ہے، ہمارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ اس کا سبب ایک ایسا سبب ہے جو حریل اختیار ہے۔

نتیجہ یہ کہ اگر بالفرض محبت ہی اس کا سبب ہو تو اس کو ناور کہنا عجیب ہے اور اس سے زیادہ اس کو اسباب عامہ معتبرہ عند الفقہاء سے خارج کرنا عجیب ہے کیونکہ اسباب معتبرہ عند الفقہاء میں جنون بھی داخل ہے اور عشق جنون کی ایک قسم ہے، لہذا صریح بہ الاطباء و لعرفہ من جرہ اور عرف احوال العشاق۔

شبہ پنجم: اگر محبت اس کا سبب نہ ہو بلکہ کوئی اور سبب ہو تو چونکہ وہ ایک ایسا سبب ہے جس کا فقہاء نے اعتبار نہیں کیا، اس لیے اس کا اعتبار نہ ہوگا، اور وہ سلب اختیار جو سبب مذکور کا نتیجہ ہے اس کو کالعدم سمجھا جائے گا، پس گو صاحب واقعہ حقیقۃً معتقد نہ ہو مگر اس کو حکماً مختار کہا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ واقعہ زیر بحث میں حکم عدم ردت کا منشاء یہ نہیں ہے کہ رکن ردت پایا جاتا ہے، لیکن مانع خارجی کی وجہ سے اس کا حکم ثابت نہیں ہو سکتا، تا کہ اس پر یہ سوال ہو سکے کہ اس مانع کو فقہاء نے بھی مانع قرار دیا ہے یا نہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ کی قصد فعل موجب کفر متحقق ہے اور نہ تبدل اعتقاد جو کہ رکن ردت ہیں، پس یہاں انعدام رکن کی وجہ سے حقیقت ردت ہی متحقق نہیں ہے اس لیے صاحب واقعہ کو کافر و مرتد نہیں کہا جاسکتا، مثلاً روایت میر کبیر حقولہ عن قاضی خاں میں زوج نے کفر کفر مسیح ابن اللہ کہا ہے، لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے فی قول انصاری بھی کہا تھا اور اس عذر کو قبول کیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی سبب اسباب عامہ مثل جنون یا سکر مباح یا نوم وغیرہ میں سے متحقق ہے، بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں حقیقت ردت یعنی تغیر اعتقاد یا قصد فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، یا مثلاً کسی نے مسکر محرم کا رشکاب کیا، اور اس حالت میں اس نے کلمہ کفر زبان سے کہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ نہ وہ مرتد ہوگا اور نہ نکاح ٹوٹے گا، حالانکہ مسکر محرم عذر شرعی نہیں ہے، لیکن وہ چونکہ وہاں تبدل اعتقاد یا قصد

فعل موجب کفر نہیں پایا گیا، اس لیے اس کو مرتد نہیں کہا جاسکتا، چنانچہ کشف الامرار شرح اصول
برہوی میں ہے :-

لو لدلان السكر جعل عذر الشارة الى الجواب عما يقال قد جعل السكر
المحذور عذرا الى الردة حتى منع صحتها فيجوز ان يجعل عذرا في غير هذا المقصود
فقال عدم صحة الردة القورات ركنها هو تبدل الاعطاء لادلان السكر جعل عذر
اليها نجلان ما يتبين على العبارة من الاحكام مثلا الطلاق والعاق العقور دلان ركن
التصرف قد تحقق فيها من الادل مضاعفا الى المحل فوجب القول بصحتها

پس اس وقت یہ پوچھنا صحیح نہ ہوگا کہ بتلاؤ عذر صاحب واقعا عذر محترمہ عند الفقہاء نہیں
سے کس میں داخل ہے، یہ جوابات تو ان اعتراضات کے تفصیل وار تھے، اب ہم سب کا ایک
جواب اجنبائی دیتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ان تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ مجبور نہ
تھا بلکہ بخار تھا اور اس کا نتیجہ ہونا چاہیے کہ وہ یا تو بھی سرحد ہو اور تھائی بھی اور اس پر مرتد کے
تمام احکام جاری کیے جائیں، کیونکہ اس نے بحالت صحت عقل و درستی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
بلکہ محض اپنی خوشی سے ایسا کیا فعل کیا جو موجب کفر تھا، اور ایسے ہی شخص کو مرتد حقیقی کہتے ہیں، پس
اس پر احکام مرتد حقیقی کیوں جاری نہ کیے جائیں، حالانکہ واقعہ سے تمام پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر
کوئی مفتی ایسا فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا، پس لازم ہے کہ یہ تمام عذر ثبات مجددی ہوں۔

شبہ ششم : اچھا ہم مانتے ہیں کہ صاحب واقعہ فی الحقیقت مجبور تھا، لیکن قاضی اس کو نہیں
مان سکتا، کیونکہ جب وہاں سبب مجبوری ظاہر نہیں تو یہ اس کا بیان خلاف ظاہر ہونے کے سبب نا
مسموع ہوگا اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ کہنا ایک حد تک اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ واقعہ
صدر کلمات قاضی کے نزدیک کسی اور دلیل سے ثابت ہو یا اولاً وہ اتر اتر صدر کلمات کرے اور
دوسرے وقت وہ عذر کرے، لیکن یہاں نہ واقعہ کسی اور دلیل سے ثابت ہے اور نہ صاحب واقعہ
ایک وقت اقرار کر کے دوسرے وقت عذر بیان کرتا ہے بلکہ وہ اقرار ہی عذر کے ساتھ کرتا ہے اس
لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا عذر نا مقبول ہے۔

مجموعہ اس کو خلاف ظاہر صرف اتنی ہی بات سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا سبب ظاہر نہیں، بلکہ

اس کے لیے اور امور کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا، مثلاً یہ کہ اصل واقعہ کا ثبوت اُس کے بیان سے ہوا یا کسی اور دلیل سے اور اگر اس کے بیان سے ہوا تو اُس نے کیوں اقرار کیا، اور کن الفاظ سے اقرار کیا، اور جو عذر وہ بیان کرتا ہے اقرار سے کچھ دیر کے بعد کرتا ہے یا اقرار کے ساتھ ہی یا بعد اس اقرار ہی میں عذر موجود ہے اور اقرار کرنے والا کیسا شخص ہے، آیا یہ سندار ہے یا بدین، چالاک ہے یا بھولا وغیرہ جب ان تمام پہلوؤں پر نظر کر لی جاوے، اور اس کے بعد بھی حتم معلوم ہو، اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تاویل صحیحاً ظاہر ہے۔

مثلاً یہ کہنا کہ خلاف ظاہر ہے یا کیا طلاق و خلع وغیرہ حقوق العباد میں کی جاتی ہے اور دست میں یہ کاوش نہیں کہ جاسکتی، دیکھیے واقعہ سیر کبیر میں باوجود یکہ گواہ کہتے ہیں کہ ہم نے زوج کو استعین اللہ کہتے سنا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے فی قول انصاری نہیں سنا، حالانکہ فی قول انصاری ایک ایسا فقرہ ہے جو مسموع ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ زوج کہتا ہے کہ میں نے یہ لفظ کہے تھے، اس لیے صرف اس کے بیان پر قاضی عورت کا دعویٰ خارج کرتا ہے اور ردت یا بیعت کا حکم نہیں کرتا اور یہ نہیں کہتا کہ (زوج کا بیان خلاف ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے صحیح ابن اللہ سنا، انہوں نے فی قول انصاری کیوں نہ سنا، پس معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اُس نے یہ لفظ نہیں کہے، اور اس وقت جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے یہ الفاظ کہے تھے تو یہ ثبوت بیعت و ردت سے گریز کرتا ہے، پس ضرور عورت کے دعوے کو قبول کرنا چاہیے) پس جب کہ قاضی اس قائل سے یہ نہیں کہتا تو وہ پچارہ صاحب واقعہ کے بیان کو کیونکر خلاف ظاہر کہہ سکتا ہے۔

شبہ ہفتم: فقہاء کہتے ہیں کہ جس وقت کوئی شخص ایک کلمہ مباح بولنا چاہے اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل جاوے تو وہ فیما بینہ و بین اللہ کافر نہ ہوگا، لیکن قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا، اس تصریح کی بنا پر صاحب واقعہ کی تصدیق نہ ہونی چاہیے۔

اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ روایت فقہاء مختارین کے مسلک خلاف ہے، کما سر ثانیاً روایت سیر کبیر اس کے مخالف ہے، اور یہ روایت سیر کبیر کی روایت کا محاذفہ بھی نہیں کر سکتی، اس کے مقابلہ میں راجح ہونا ضرور کنار۔

خلاصہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اس جزئیہ کا جی بھن غالب ایک قیاس طبرجی ہے، یا کم از کم اس کا

میں معلوم نہیں۔

راجہ فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیف اور غیر مذہب کی بھی مل جاوے تو مسلمان کی تکفیر اور حکم بالموت نہ کرنا چاہیے۔ کیا سنی لیکن یہ نہیں کہتے کہ اگر تکفیر اور موت نہ کے لیے کوئی روایت ضعیف بھی مل جاوے جس کا معنی معلوم نہ ہو، یا اس کا معنی ایک تیس غیر صحیح ہو، تب بھی اس کی تکفیر کر دینا چاہیے اور موت نہ کا حکم کر دینا چاہیے۔ لیکن ان وجوہ سے یہ چیز یہ قابل التفات ہوگا، اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب قاضی خانی کو متہم سمجھے اس وقت اس کی تصدیق نہ کرے، اور واقعہ زیر بحث میں اتہام صاحب واقعہ کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، اور احتمالات ناشی عن غیر دلیل اسے متہم نہیں کر سکتے، پس یہ چیز یہ قابل التفات ہے یا واقعہ زیر بحث سے غیر متعلق، اس لیے اس کو اس واقعہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔

شبہ ہشتم: اچھا اگر ضابطہ سے اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم نہیں ہے تو بتا بر احتیاط تو اس کا کوئی دیا جاسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا فتویٰ سنہ دیا جاوے، کیونکہ اس فتوے کے معنی یہ ہوں گے کہ تو تم کافر نہیں ہوئے مگر ہم تمہیں احتیاطاً کافر کہتے ہیں، لہذا تم تجدید ایمان و نکاح کرو، وہو کما تری، پھر ہم امام محمد رحمہ اللہ سے زیادہ احتیاط کا دعویٰ نہیں کر سکتے، جو کہ سیر کبیر میں معاملہ ردت کا فیصلہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر گواہ یہ نہ کہیں کہ زوج نے فی قول النصارى نہیں کہا تو عودت کا دعویٰ خارج کر دیا جاوے گا، اور بخیریت کا حکم نہ کیا جاوے گا، اور احتیاطاً بھی تجدید ایمان و نکاح کا حکم نہیں دیتے،

شبہ نهم: فقہاء کہتے ہیں مایکون کفر اتفاقاً یبطل العمل و النکاح و معاملہ معاملات یومر بالعبیۃ و الاستغفار و تجدید النکاح، اور صاحب واقعہ نے جو کلمات کہے وہ بالاتفاق کلمات کفر ہیں، تو پھر تجدید ایمان و نکاح کا حکم کیوں نہ کیا جاوے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جو بالا حاکم کفر ہو تب تو اس سے نکاح یقیناً باطل ہو جاوے گا، خواہ اس نے وہ کلمہ بالقصد کہا ہو یا بلا قصد، اور اگر کسی کی زبان سے ایسا کلمہ نکلے جس کا کلمہ کفر ہونا مختلف فیہ ہو تب احتیاطاً اس کو تو یہ و استغفار تجدید نکاح کا حکم کیا جاوے گا اور بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی سے قصد اکوئی ایسا

فصل صادر ہو جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو تو وہاں بطلان نکاح کا حکم نہ کیا جاوے گا بلکہ احتیاطاً اس سے کہا جاوے گا کہ تو جاسٹیفیڈ اور تجدید نکاح کر لے تاکہ تیری زوجہ بالا اتفاق طلاق ہو جاوے، قصدا کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ بدون قصد کے روت جھٹکتی ہی نہیں ہو سکتی، نہ بالا اتفاق نہ بالا اختلاف کیونکہ قصد رکن روت ہے

شہد و ہم: عائشہؓ میں ہے رجل قرأه كان اقروا وهو صبي لفلان بالف درهم وقال الطالب بل قرأت به الله بعد البلوغ طائفتان قول العسر مع يسره وكذلك لو قال اقروا من الله بيه في حالة تومي وكذلك لو قال اقروا بها قبل ان اخلق ولو قال اقروا له وانا ذاهب المستل من برسام اولم فلان كان عرف الله كان اصحابهم يلزمه شيء وان كان لا يعرف ان ذلك اصحابه كان صامتا للجماع، كذلك في المبسوط

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقرر کوئی دینا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم ہو تو وہ عذر مقبول ہوگا اور اگر کوئی ایسا عذر بیان کرے جس کا وجود معلوم نہ ہو تو وہ مقبول نہ ہوگا، گو اقرار کے ساتھ موصول ہی ہو یس چنانکہ صاحب واقعہ کا عذر بھی ایسا ہے جس کا وجود معلوم نہیں ہے اس لیے اس کا عذر بھی مقبول نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس ہے روت کا اقرار پر، اور جس طرح روت کا طلاق پر قیاس صحیح نہیں کیا سر یونی اس کا قیاس اقرار پر بھی صحیح نہیں، اس لیے کہ جس طرح الفاظ طلاق و بیعت کے لیے موضوع ہیں یوں ہی اقرار بیعت حق غیر کے لیے موضوع ہے، پس جب کہ وہ استمرار کا اقرار کرتا ہے تو گویا کہ وہ بیعت حق غیر کا اقرار کرتا ہے، پس جب کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے حالت برسام وغیرہ میں اقرار کیا تھا تو اب گویا کہ وہ حق ثابت کو دفع کرتا ہے اس لیے اس کا بیان بدون دلیل کے مقبول نہ ہوگا، برخلاف صاحب واقعہ کے کہ وہ صدور الفاظ کا اقرار کرتا ہے اور نفس صدور الفاظ نہ موجب روت ہے اور نہ ان کا تعلق بالذات حق غیر یعنی بیعت زوجہ سے ہے کیونکہ روت کا تعلق تو قصد و ارادہ سے ہے نہ کہ الفاظ سے اور بیعت کا تعلق بطور لزوم کے روت سے ہے نہ کہ الفاظ کفر سے کیونکہ وہ بیعت کے لیے موضوع نہیں، پس صاحب واقعہ کا الفاظ معلومہ کا اقرار کرنا، نہ اقرار روت ہوگا، نہ اقرار بیعت، پس اس کا عذر بیان کرنا موجب اقرار کا ابطال نہ

اور گناہ نافذ نہ ہو۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ کفر صاحب واقعہ نہ تھا بلکہ ہے اور نہ اخلاقی، نہ عدم تحقیق و تحقیق، نہ حق و باطل، بلکہ اس کو جو بایا استقبالیہ تجدد و کفر کا ثبوت تو نہیں دیا جاسکتا، لیس کہ اگر کوئی تجدد یا تجدد نہ نکاح کرے تو اس کو اختیار ہے۔

حاصل تحقیق و تحقیق مذکور بالا یہ ہے کہ رد و ادا واقعہ کو پیش نظر رکھ کر نہ صاحب واقعہ پر پابندی کفر و ارتداد بظاہر نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے نہ فقہانی اور نہ بتا بر احوط یا تجدد یا ایمان و نکاح کا ثبوت دیا جاسکتا ہے۔ ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ صاحب واقعہ نے یہ الفاظ بحالت صحت و عقل و درستی ہوئی اور اس اختیار اور اختیار کے ہیں جب تو اس پر تجدد یا ایمان و نکاح لازم ہے اور اگر درحقیقت وہ معذور اور مجبور تھا، اور یہ الفاظ اس سے بلا قصد و اختیار صادر ہوئے تو وہ معذور ہے۔ اور نہ اسے تجدد یا ایمان کی ضرورت ہے۔ اور نہ تجدد یا نکاح کی، اب وہ خود لیصلہ کرے کہ کیا صورت تھی۔ پد اما عندنا واللہ اعلم بالصواب۔

دو ضروری باتوں پر عامہ مسلمین کو تنبیہ

یہ تو واقعہ کی تحقیق لقمی تھی، اب ہم عام مسلمانوں کو دو ضروری اور قابل تنبیہ امور پر متنبہ کرتے ہیں۔

اول یہ کہ فقہاء جو محقق مسلم میں احتیاط لایف سے کام لیتے ہیں جس کا تحقیق مذکور بالا مسبین تفصیلی بیان ہو چکا ہے، اس سے مسلمانوں کو جرأت نہ ہوئی چاہیے کیونکہ جب حفاظ فقہاء مسلمان کی طرف کفر کی نسبت کرے گا اتنا برا سمجھتے ہیں کہ جب تک ان کو تصحیص ملتی ہے اس وقت تک وہ کسی مسلمان کی طرف اس کو منسوب نہیں کرتے، تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خود کفر کا ارتکاب کی قدر برا ہو گا، پس مسلمانوں کو چاہیے کہ جس قول یا فعل میں کفر کا احتمال ہے اس پر وہ ہم بھی ہو اس سے بھی نہایت درجہ حذر کریں، کیونکہ کفر سے بڑھ کر حق سبحانہ کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے، چنانچہ قصص قطعیہ سے ثابت ہے کہ حق سبحانہ تمام جرموں کو معاف کر دیں گے مگر کفر کو معاف نہ کریں گے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قدر شدید جرم ہے اور اس سے بچنا کس

قدر ضروری ہے۔

دوم یہ کہ اہل اللہ سے (خواہ وہ کوئی ہوں) عداوت اور کینہ نہ رکھیں اور خواہ مخواہ ان پر بد گمانی اور طعن نہ تھنج نہ کریں، کیونکہ حدیث شریف میں اُن سے دشمنی رکھنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے، اور فرمایا ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے میں اُسے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

تذیب متضمن توضیح بعض اجزائے اصل واقعہ از صاحب واقعہ

احقر سلیح شوال ۱۳۳۶ھ کو کا پور گیا ہوا تھا، ہارنڈ یقعدہ کو جو وطن داپس آیا تو ایک نووارد صاحب نے جو مشاہدہ و مکالمت سے صالح الدین و صالح العفل معلوم ہوئے، مجھ کو ذیل کا رقعہ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جس کے متعلق رسالہ ہذا میں فتاویٰ مذکور ہیں، انہی صاحب کا ہے، چونکہ اس رقعہ سے ان کی معذوری کی مزید توضیح ہوتی ہے اور خصوصاً اس شبہ کا کہ جب یہ جانتا تھا کہ میں بے اختیار ہوں اور مجبور ہوں اور صحیح حکم نہیں کر سکتا تو حکم بکھر الکفر سے سکوت کرتا اور ایک دوسرا جواب علاوہ اقریر مذکور قول یہ خیال کہ جب اُسے معلوم تھا اس وقت شہادہ الٹ کے نکلا ہے، فی قولہ ہذا الواقعہ جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت خارج ہے لی قولہ سکوت لازمی تھا، جو کہ اس وقت یہی اختیاری امر تھا، نقطہ، اس لیے اس رقعہ کا رسالہ ہذا سے الحاق مناسب معلوم ہوا، وہی پڑھ

(بعد القاب و آداب)

احقر غالباً ۲۲ ذی قعدہ کو خانقاہ امدادیہ میں حاضر ہوا، حضور کا پور تشریف لے چکے تھے۔ میری خوش قسمتی سے دوسرے ہی روز حضور تشریف لے آئے، جس روز تشریف لائے تھے اس روز تو عرض حال بیان کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، اور دوسرے روز موقع تو ملا لیکن چند عارض و رعیش آئے پس سکوت ہی اختیار کیا گیا آخر تاجکے، بغیر عرض کیے نہ میرا مطلب ہی حل ہوتا ہے اور نہ حضور کو میرے حال سے واقفیت ہو سکتی ہے یہ مسکین اس لائق تو ہے کہ میں کہہ بانی عرض کر سکے اور نہ تحریری، جس کی وجہ یہ ہے کہ اس ناچیز کی وجہ سے شورش پسندوں نے حضور پر ناجائز

جسے کہے جو کہ کھن بے بنیاد اور نفس پرستی سے ملوث تھے، کاش ایسا خواب اس پر ماحصی کو نہ آتا، تو حضور پر ظالموں کو زبان و رازی کا موقع ہی نہ ملتا، اس لیے حضور کو متنبہ دیکھا سکا، کہ حضور پر جو کلمات اہل دنیا کی طرف سے زبان و رازی کی پڑی ہیں، ان کا سبب یہ عاجز ہے، لیکن کیا کروں خواب کو آتے ہوئے کو رو کر تاسیر سے اختیار میں نہ تھا، اس لیے معذور ہوں، لیکن ایسے خواب کا صدور اس بالافق سے ہونا موجب غلامت ہے، ورنہ اس حال میں مسکین نے حالت بیداری میں اپنی ایسی حالت پر غلامت بھی کی، اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ کی شان میں بڑی سخت گستاخی ہوئی ہے اس واسطے اس غلطی کے تدارک میں ارادۂ رسول علیہ السلام پر درود شریف پڑھا، لیکن وہاں بھی وہی غلطی ہوئی۔ گویا کہ جس معصیت سے توبہ کرتا ہوں اور ارادۂ دور بھاگتا ہوں، وہی صورت مجبور اور پیش ہوتی ہے، جب دیکھا کہ اس کی تصحیح اب اس وقت قدرت سے خارج ہے تو کھن سکون اختیار کیا گیا، ورنہ اس حال میں معصیت پر توبہ سے ارادۂ توقف خود معصیت ہے لیکن جب کہ توبہ ہی معصیت ہوگی تو معصیت اور توبہ (معصیت پر معصیت) دونوں سے سکوت لازمی تھا اس لیے سکوت اختیار کیا گیا جو کہ اس وقت بھی اختیاری امر تھا، اس واقعہ پر شورش پسندوں نے غل مچا دیا، ان ظالموں کے ظہم وادراک پر سخت افسوس ہے کہ جو کچھ ان کے منہ میں آیا دل کھول کر کہا، حالانکہ میں خود اپنی ایسی حالت کو معیوب اور قابل غلامت تصور کر رہا ہوں۔ افسوس کہ بد تو میں ایسے خواب کا ارادۂ خواہشمند تھا اور نہ خواب آنے پر اٹھ خوش ہوا اور نہ بطور آزمائش ایسے الفاظ کا ٹکرا رہی کیا، کہ اب دیکھیں وہی زبان سے نکلتا ہے، یا کچھ اور نہ شوق ہی اس کی طرف رغبت تھی۔ صرف غلطی تو یہ ہوئی کہ میں نے اس خواب کو حضور کی خدمت میں لکھ بھیجا، سو یہ حرکت اس لیے ہوئی کہ نہ جو میری نیت میں کوئی فساد تھا اور نہ ہی علم غیب تھا، کہ اس کو الٹا سمجھنے والے بھی موجود ہیں اپنے مکان پر آج تک ایسے بے بنیاد شورش کا علم ہی نہیں ہوا۔ صرف ایک دوست نے معمولی سی بات سنی تھی کہ کسی پرچہ میں اس خواب پر مولانا صاحب کے برخلاف مضمون شائع ہوا ہے۔ پھر اسی دوست نے لدھیانہ کے مجھ کو کارڈ کے ذریعہ سے تحریر کیا کہ مولانا صاحب کے برخلاف بڑی شورش ہوئی اور اس کا سبب تم ہو اس لیے مناسب ہے کہ تم کسی پرچہ میں اس شک کو درج کرو، جو مولانا صاحب کی نسبت لوگوں میں

پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں بحوالہ آیت جعلنا کل نفساً بعداۃ لہ کہ جب ہر نبی کے دشمن ہوئے تو مولانا صاحب وارث الانبیاء ہیں اس واسطے اگر مولانا صاحب کے ہاتھ درپے ہو جائیں تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ لوگوں کا ناحق درپے آکر رہنا مولانا صاحب کے لیے موجب ترقی درجات ہے۔ یہی تصور کر کے کسی پرچہ میں مخالفین کے برخلاف مضمون مستائع کرنے سے باز رہا۔ اور نہ مجھ کو اتنی لیاقت تھی کہ پرچہ میں میرے مضامین شائع ہونے کے قابل ہوں۔ اب حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گاڑی پر سوار ہوا تو لدھیانہ میں چونکہ والدین ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا اس لیے لدھیانہ چند روز ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ شورش پسنداں نے اس واقعہ کو بہت دور تک پہنچایا ہے آخر قحطانہ بھون میں حاضر ہوا تو اتفاقاً الامداد ریٹیلر میں وہی مضامین تھے۔ مسجد میں ایک ڈاکر صاحب کے پاس رسالہ الامداد بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ مطالعہ سے گزرا۔ اس میں وہی مضامین تھے، ایک ڈاکر صاحب سے ملاقات ہوئی جو رامپور ریاست کے باشندے ہیں، اور انہی کی مسجد میں یہ واقعہ مجھ پر گذرا تھا۔ کچھ انہوں نے بھی واقعہ تازہ کر دیا، اس لیے طبیعت پر رنج پر رنج تھی، اور حضور سے ہائی عرض معروض کرتے ہوئے شرم آتی تھی، اور نیز حالت بھی میری درست نہیں تھی، اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ حضور میری بدلہ لیا آتی سے درگزر فرما کر معافی عطا فرمادیں، واقعہ مجھ سے حضور کو بہت تکلیف پہنچی ہے۔ باقی کچھ حالات پھر بذریعہ پرچہ عرض کروں گا، اور یکروز بانی، یہ صرف بطور معذرت نامہ کے عرض کر دیا گیا۔ زیادہ حد ادب۔

جواب جو ان کو زبانی دیا گیا اس کا حاصل یہ ہے ”اگرچہ وہ شرمندہ نہ ہوں۔ لا تزداد ذرۃ وزرا آخری آپ کا اس میں کیا جرم ہے، اور اگر میرے رنج سے رنج ہے، تو خود مجھ ہی کو اس لیے زیادہ رنج نہیں ہوا کہ میرا اس سے کوئی ضرر نہیں ہوا، آپ مطمئن رہیے، اور جو حالات آپ کو اپنے کہنا ہوں بے تکلف کہیے، جو خدمت میرے لائق ہوگی اس میں دریغ نہ ہوگا۔

جس سے اس کی تسلی ہو گئی۔ چنانچہ اس کے جواب میں ان کے کلام سے ظاہر ہوئی جیسا کہ بالکل ان کے ابتدائی خط کے جواب میں بھی پریشانی میں ان کی تسلی کی گئی تھی۔

اب میں خاتمہ پر اپنے اور ان دینی بھائیوں کے لیے موعظۃ السلام کے الفاظ سے دعا

کرتا ہوں۔

وَابْتَغِ الْفَضْلَ لِيْ وَلَا جُنِيْ ذَا ذَا جَلَّتْ اِلٰهِيْ وَخَشِيْتُكَ وَاقْلَبْتُ اَرْحَمَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (ترجمہ خاص)

ہم (۲۶)

ضمیمہ اعداد و الفتاویٰ مکتوب جلد چہارم

فائدہ ثالثہ دارالبعین

از سوانح الحقوکی ردائکذا القویمہ مندرجہ النور، رجب ۱۳۴۷ھ

در ترجمہ ترجیح الراجح حصہ ہشتم فصل دوم

اس کا موقع مضمون مخلصین توضیح بعض اجزاء اصل و اقتدار

صاحب واقع کے بالکل غم پر یعنی انتہا رحم الراجح

کے بعد ہے، یعنی اس کے بعد عبارت ذیل کا اضافہ کیا جائے

واہی ہذا

تذنیب ثانی

نیز مخلصین مزید توضیح بعض اجزاء اصل و اقتدار صاحب و اقتدار فی الاصل ۱۳۴۷ھ میں صاحب و اقتدار ہادیہ میرے پاس بغرض تربیت بالمذائے اور ضروری حالات کی روزانہ اطلاع کے ضمن میں ایک خالص حالت متعلق و اقتدار کی تحریر اطلاع حسب ذیل دی۔ جس کے شروع ہی کے سطور سے جو ان کے متاثر کن الجذب ہونے پر وال جیسا ان کی مزید مفہوری کی صریح توضیح ہوتی ہے نیز حقیر کی تعبیر کا ان کی اور اس کی اجابت کے مناسب ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے اس تحریر کی بعینہ نقل کرتا ہوں۔ وہ ہذا

خدا وہ اس کے ایک اور بات ہے کہ جس کو میں اب تک آپ کی خدمت بابرکت میں عرض نہیں کر سکا۔ میں نے اس کے اختفاء میں دیدہ و دانستہ اطمینان نہیں کیا بلکہ اتفاق سے جو میں عرض نہیں کر سکا وہ یہ کہ خواب کا و اقتدار جو ریاست مامور میں میرے ساتھ ہوا جس میں کلمہ شریف کا ذخیرہ اس کے متعلق بعض نے تو چونکہ لکھا اور بعض نے فرط محبت وغیرہ، لیکن اس میں جو اصل راز

تھا اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے یا مجھے۔ راز اس میں یہ تھا کہ ان دنوں میں مجھ پر جذب کئے جا رہے تھے اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلط تھا اس غلبہ محبت میں مجھے شیخ کی تلاش ہوئی لیکن میں اپنی عقل کو جانتا تھا اور دیتا تھا کہ کسی نا اہل کی صحبت میں نہ پھنس جاؤں اور پھر جواہر ہیں ان میں بھی مرتبہ کی حیثیت سے ایک دوسرے پر ایک دوسرے کو فضل ہے اور طبیعت اس امر کی مقتضی تھی کہ شیخ وہ انتخاب کروں کہ جس کی نظیر آج تمام دنیا میں موجود نہ ہو تو میری عقل اس کے امتیاز سے عاری تھی۔ یہ امکان تھا کہ میں اپنی عقل سے خود شیخ کا انتخاب کرتا اور عند اللہ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور ہوتا۔ اس لیے میں نے اپنی عقل پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا۔ میں نے جنگل میں بیٹھ کر رات کے وقت نہایت زاری اور اضطراب سے نہایت پستی اور تامل سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ اے اللہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کے اندر سب سے زیادہ مرتبہ والا کا حیرانوں کون سا ہے اور میری عقل اس بات کے پہچاننے سے عاری ہے۔ اے اللہ! تو میری امداد فرما اور مجھے بتلا دے تاکہ میں اس کی طرف رجوع کروں اور اے اللہ میں صرف وابہ پر اعتماد نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے کہ شیطان متعل ہو کر کوئی جنگل پیش کر دیوے اور میں دھوکہ میں آ جاؤں اور بھی خیال تھا کہ کسی بدعتی پر میرا اعتقاد نہ جھے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ واقعہ گذرا۔

☆☆☆☆

رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب

آخر میں ہم رضا خانیوں کے بیان کردہ چند خواب پیش کر رہے ہیں جو انہی کے اصولوں پر کفر و گستاخی نہتے ہیں امید کرتے ہیں کہ رضا خانی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر بھی فستوی لگائیں گے۔

نبی کریم ﷺ مقتدی مولوی احمد رضا خان حضور ﷺ کے امام

ان کے انتقال کے دن مولوی سید احمد مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا ہرکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے والے جہانہ مبارک میں نے پڑھایا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۳۲)

اس خواب کے متعلق غلام نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

”کوئی اس سے پوچھے کیا وہ معاذ اللہ کہتے ہیں کہ پہلے تو یہ نہیں تھا کہ حضور علیہ السلام جنازہ میں شامل ہیں بعد میں جب یہ چلا تو اللہ کا شکر ادا کیا کہ سرکار ﷺ نے میرے پیچھے نماز پڑھی اور مجھے اعزاز بخشا تو یہ جائے شکر اور حمد ہی تھی نہ کہ جرح و فروع اور رونے و صونے اور توبہ استغفار کی۔“ (عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص ۳۲۳ ج ۱)

”علوم ہوا کہ امام الانبیاء علیہ السلام کو اسی کا مقتدی بنانے پر رضا خانیوں کو فخر ہے مگر کاشف اقبال رضا خانی اس کو گستاخی سمجھتا ہے اور متوالان قائم کرتا ہے“ حضور ﷺ مقتدی اور تھانوی امام نعوذ باللہ (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف ص ۸۸)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”ان خوابوں کی اشاعت کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ تھانوی کا ارجحاً بلند مقام ہے کہ حضور ﷺ بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں۔“ (ملفوظات کے خواب میں چمچھے ص ۱۹)

حسن علی رضوی میلی رضا خانی مولوی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ اپنی ہر صف و ہر شان میں بے مثل و بے مثال ہیں اور ہر اعتبار سے بے نظیر ہیں نماز قائم ہو چکی ہے اور امام نماز پڑھا رہا ہے دنیا جہاں کا کوئی بھی شخص نماز میں شریک ہونا چاہے گا تو مقتدی بنے گا لیکن حضور ﷺ کی یہ شان اور یہ عظمت ہے کہ آپ اگر شرکت فرمادیں تو حضور خود امام ہوں گے۔“ (برق آسمانی، ص ۶۳)

اب فیصلہ کریں کہ ان مولویوں میں گستاخ کون ہے مسلمان کون سچا کون جھوٹا کون؟

حضور ﷺ کے جسم پر کھیاں

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) کا مبارک خواب

امام بخاری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں حضور اقدس ﷺ کی نمکس رانی (یعنی جسم اطہر پر بیٹھنے والی کیاں ہٹاتا ہوں) خواب دیکھ کر پریشان ہوئے کہ مکملی تو جسم اقدس پر بیٹھتی نہ تھی علماء نے تعبیر فرمایا بشارت ہو تمہیں کہ احادیث میں جو غلطی (یعنی گنڈھ) ہو گیا ہے تم اسے پاک صاف کرو گے۔ (ملفوظات ج ۵، ص ۲۳۸ مکتبۃ المدینہ)

اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس پر کھیاں بیٹھتی تھیں معاذ اللہ تو رضا خانی اسے گستاخی پر محمول کریں گے مگر چونکہ خواب اپنے مولوی کا تھا اس لئے اس پر مبارک خواب کا عنوان قائم کیا۔

حضور ﷺ بے بس ہیں

بریلوی نفاض قوم مولوی ابو داؤد صادق اپنے ہم مسلک پیر سیف الرحمن کا خواب اور اس پر تبصرہ یوں نقل کرتے ہیں:

”پیر سیف الرحمن اپنے معتقد کے خواب کی آڑ میں لکھتے ہیں کہ میں (ملا میرا حبان) اور (حیر) مبارک صاحب نبی اکرم ﷺ کے پاس جاتے ہیں۔۔۔ اور حضور کرم روتے ہیں اور امتی امتی کہتے ہیں اور مبارک صاحب سے ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت بہت گناہ گار ہے کوشش کرو

” (ہدایۃ السالکین، ص ۳۳۲)

کیا کسی سنی کا ایمان و ضمیر اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسی بے بسی کے انداز میں روتے ہوئے حضور (ﷺ) اپنی امت کیلئے پیر سیف الرحمن کے حضور سطریش کریں۔ (خطرے کا سائرن، ص ۶۵)

حضور (ﷺ) پر ایک اور افتراء

(سیف محمدی کی روح) پیر سیف الرحمن کے حوالے سے یہ سبھی نظریہ بھی سنی بریلوی مسلک کے ذمہ لگایا گیا ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ (ﷺ) کی تلوار کی روح پر سیف الرحمن تھا۔ (ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۸)۔ (خطرے کا سائرن، ص ۲۸)

بریلوی پیر امام الانبیاء والصحابہ

پیر سیف الرحمن بریلوی لکھتا ہے:

”صوفی رستم خان نے خواب دیکھا کہا ہے کہ محبت کی حالت میں خواب دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اکرم (ﷺ) جلوہ افروز ہوا اور اعلیٰ الذکر کی بڑی اجتماع کی محضر میں ہمیں ارشاد فرمایا کہ عصر حاضر میں میرا اصلی وارث اور نائب حضرت اختد اور سیف الرحمن صاحب ہیں اور اس مبارک نخل میں تمام انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ساتھ اولیائے عظام اور حضرت صاحب کے تمام سریدین موجود ہیں اسی اثناء میں حضرت رسول اکرم (ﷺ) نے مبارک کو امامت کیلئے آگے کر دیا اور خود حضرت رسول اکرم (ﷺ) نے تمام حاضرین کے سمیت مبارک صاحب کے پیچھے اقتداء کیا۔“ (ہدایۃ السالکین، ص ۳۹۲)

اس خواب پر مولوی ابوداود صاوتی رضا خانی یوں تبصرہ کرتا ہے:

”پیر سیف الرحمن صاحب کو ”امام الانبیاء والصحابہ والاولیاء“ بنایا اور سب حضرات کے ساتھ خود مقتدی بن کر پیر صاحب کے پیچھے ہاتھ باندھ کر ان کی اقتداء معاذ اللہ استغفر اللہ (خطرے کا سائرن، ص ۷۳)

غواب بریلوی پیر سورج اور شیخ عبدالقادر جیلانی چاند

میں نے خواب دیکھا کہ حضرت غوث الاعظمؒ مشرق کی طرف سے چور ہوئی کے چاند کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور حضرت مبارک صاحب مغرب کی طرف سے سورج کی شکل میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور یہی چاند اس سورج میں جذب ہو جاتا ہے۔“

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۲)

خواب بریلوی پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے افضل

حضرت پیران پیر صاحب ”عہدیت کے مقام سے شرف تھے اور سید حضرت مبارک صاحبؒ نے چھ مقامات عہدیت کے مقام سے فوق طے کئے ہیں اور حضرت مبارک صاحب کا مقام پیران پیر کے مقام سے فوق ہے الحمد للہ ذاکم بفضل اللہ یوتیہ من ینعاه

(ہدایۃ السالکین، ص ۳۲۵)

ٹی وی میں نبی اکرم ﷺ کا سلام

بریلوی فرقہ کے موجودہ سربراہ اختر رضا خان نے ایک پوری کتاب ”ٹی وی موسوی کا آپریشن“ کے نام سے ٹی وی کی حرمت پر لکھی ہے اور بریلی سے ایک کتاب ”ہیلمس کا قصہ“ بھی اس ٹی وی کے خلاف شائع ہوئی ہے اب رضا خانیوں کا خواب کی آڑ میں اس حرام چیز کے اندر نبی کریم ﷺ کی توہین ملاحظہ ہو:

”بروز جمعرات میں نے مدنی چینل پر سنہری جالیوں کا روح پرور منظر دیکھا تو یکایک وہی آواز مجھے پھر سنائی وہی الفاظ کچھ یوں تھے میرے الیاس کو تم نے ابھی تک میرا پیغام نہیں پہنچایا۔“ (سرکار ﷺ کا پیغام عطار کے نام، ص ۷)

قرآن مجید پاؤں تلے

بریلوی شمس العارفین شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں:

”ایک رات خواجہ توسوی نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر پاؤں تلے اور دائیں بائیں قرآن مجید بکھرا پڑا ہے۔“

(مرآت العاشقین، ص ۲۱)

نبی کریم ﷺ کی ہڈیاں قبر مبارک سے چھٹا
بریلوی شیخ الاسلام طاہر القادری لکھتے ہیں:

کشف الخواب میں ہے کہ ابتدائے زمانہ میں آپ کو شہر نشین کا ارادہ فرمایا اور مخلوق سے کسنا رو
کش ہو گئے تاکہ دل کا خاکیر کریں اور خالص اللہ جل مجدہ کی اطاعت میں کمر بستہ ہوں ایک شب
خواب میں دیکھا کہ حضور سید اکرم ﷺ کے جسم اقدس کی ہڈیاں مبارک قبر انور سے چھٹا چھین
کر جمع کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دے کر پسند کر رہے ہیں۔

(خوابوں اور بشارات پر اعتراضات کا علمی بحاسب ص ۹۴)



قرآنی تراجم پر اعتراضات کا محققانہ جائزہ

نوٹ

تفصیلی اعتراضات اور جوابات کیلئے اور کنز الایمان کی حقیقت جاننے
کیلئے ”نور سنت کا کنز الایمان نمبر“ شمارہ مطالعہ فرمائیں

اعتراض ۸۵: اللہ کی طرف ہنسی کی نسبت

اللہ یسہتری بہم (پ ۱، رکوع ۲)

اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے (ترجمہ احمد علی لاہوری، ص ۵ طبع لاہور)

اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے (محمود الحسن)

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

تمام دیوبندی متزعمین نے اللہ تعالیٰ سے ٹھنڈا ہنسی کرنے کو منسوب کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک و بلند ہے اس لئے ان امور کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے (دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۴، ۶۳)

یہ اللہ کی کھلی گستاخی و بازاری الفاظ ہیں (مخلص سید اعلیٰ حضرت، ص ۱۳، براہین صادق، ص ۳۰۸)

الجواب: عرض ہے کہ اردو زبان میں "استہزاء" جو احمد رضا خان نے استعمال کیا اس کا معنی ہے:

"ٹھنڈا کرنا، ہنسی، تمسخر"۔ (نور اللغات، ص ۳۲۳، ج ۱)

قرابت تو دعویٰ آگنی کاں یہاں سے پکڑو یا دہاں سے استہزاء کا معنی ہنسی، ہنسی کا معنی استہزاء تو ایک اسلام دوسرا کفر کیسے؟ کلب کا معنی کتا کتا کا معنی کلب لیکن ان رضا خانیوں کے نزدیک کلب تو کمال احتیاط ہے مگر کتا بازاری زبان ہے۔

اعتراض ۸۶: اللہ کو ابھی معلوم نہیں ہوا

ولعالم یعلم اللہ جیسے آیات کے تراجم پر بھی گوہر افشانی کی گئی اور اسے کفر کہا گیا

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۴)

الجواب: مفتی احمد یار محمدراتی لکھتا ہے: تاکہ ہم جان لیں (تفسیر نعیمی، ج ۲، البقرہ آیت

(۱۳۳)

حالانکہ اب تک جانا نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جو چاہا کریں (نعمی، ج ۳، ص ۲۰۹)

مولوی امیرا چھرو دی لکھتا ہے: تاکہ معلوم کرے اللہ تعالیٰ کہ کون ڈرتا ہے اس سے بن دیکھے
(مقیاس حقیقت، ص ۲۹۲)

اب غیرت ہے تو یہاں بھی کفر کا فتویٰ لگاؤ

اعتراض ۷۸: اللہ بھول جاتا ہے

لسو اللہ فسیہم (پ ۱۰، رکوع ۹۴)

بھول گئے اللہ کو وہ بھول گیا ان کو (ترجمہ محمود الحسن)

دیوبندی مترجمین نے اللہ تعالیٰ کا بھولنا چاں کیا ہے جو کہ اللہ کیلئے محال ہے دیوبندی تراجم سے واضح ہوا کہ ان کے ہاں خدا کو نہیاں ہو سکتا ہے۔ (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف، ص ۶۵)

الجواب: غلام رسول سعیدی لکھتا ہے: سو اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا (تبیان القرآن، ج ۵، ص ۱۸۵)

پیر کرم شاہ بھیروی لکھتا ہے: انہوں نے خدا کو بھلا دیا اور خدا نے ان کو بھلا دیا (ضیاء القرآن، ج ۱، ص ۳۶)

منشی مظہر اللہ شاہ دہلوی لکھتا ہے: اللہ بھی ان کو بھول گیا (مظہر القرآن، ج ۵، ص ۵۶۳)

ابوالحسنات قادری لکھتا ہے: اللہ نے انہیں بھلا دیا (تفسیر الحسنات، ج ۱، ص ۶۷)

اب اگر غیرت ہے تو اپنے ان اکابر کو بھی کفر کے گھاٹ اتار دو

اعتراض نمبر ۸۸: دو جگہ خضالافہدی (سورۃ الفصحی)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلا دیا
(حکیم الامت مولانا شرف علی تھانوی صاحب)

اور پایا چھو کو بھٹکا پھر راہ سجھائی (شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ)

رضا خانی مولوی ان تراجم پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”دیوبندی وہابی مترجمین نے خضالا کا ترجمہ بھٹکا ہوا، بے خبر وغیرہ الفاظ سے کیا جو

کہ صریحاً غلط ہے اور ہے ادنیٰ ہے دیوبندی وہابی مولویوں نے یہ نہ دیکھا کہ کس

کو بھٹکا اور بے خبر کبیر ہے۔ اسی رسول کریم ﷺ کی ماموسی و عظمت پر وجہ لگ جائے ان خالوں کو اس کی کیا پرواہ کاش یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا بغور مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا جو خود بے خبر ہو بھٹکتا پھر تاہو وہ ہادی اور راہنما کیسے ہو سکتا ہے۔

(فیصلہ کیجئے۔ از شیر محمد جمشیدی رضا خانی۔ ص: ۱۷-۱۸)

(۲) اس کے علاوہ عبدالرزاق بصری الوسی نے (تسکین الجنان۔ ص: ۷۶-۳)

(۳) رضاء المصطفیٰ اعظمی (کنز الایمان مع خزائن القرآن۔ ص: ۲۰)

(۳) ملک شیر محمد عوان (محاسن کنز الایمان۔ ص: ۶۶)

(۳) مولوی کاشف اقبال رضا خانی (دلی بندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۹۵)

نے بھی ان تراجم پر کتب و بیش اسی قسم کا جاہلانہ اعتراض کیا ہے۔

الجواب: رضا خانی مولویوں کا حارے اکابر کے کئے گئے ترجمہ پر اعتراض کرنا محض جہالت کتب تفسیر سے نا بلند ہونے اور ضد و تعصب کا نتیجہ ہے۔ چونکہ رضا خانیوں نے فیصلہ کرنے کیلئے خود ایک اصول لکھ دیا ہے کہ:

”یہ مترجمین ترجمہ کرنے سے پہلے سابقہ تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے تو شاید ایسا نہ ہوتا“ (فیصلہ کیجئے۔ ص: ۱۷)

لہذا اب ہم اسی کسوٹی پر اپنے اکابر کا ترجمہ پرکھتے ہیں۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

جہور کے نزدیک نبی کریم ﷺ نے ایک لفظ کیلئے بھی کفر نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

ما ضل صاحبکم وما غوی

اور انہوں نے اس آیت کے متعدد محال بیان کیے ہیں:

ضال: کا معنی غافل حضرت ابن عباس حسن بصری ضحاک اور شمس بن حوشب نے کہا کہ آپ کو احکام شریعت سے بے خبر پایا تو آپ کو ان کی

ہدایت دی اور اس کی تاکید ان آیات میں ہے:

ما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان (الشوری: ۵۲) و ان كنت من

قبله لمن الغافلین (یوسف: ۳۱)

(تفسیر کبیر - ج: ۱۱ - ص: ۱۹۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

”علامات نبوت اور احکام شریعت سے بے خبر اور ان تمام علوم سے لاعلم

جن کو جاننے کا ذریعہ سوائے نقل کے نہیں ہے۔ اسی مفہوم کے مثل آیت و

ان كنت من قبله لمن الغافلین اور آیت ما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان کا

مفہوم ہے۔“ (تفسیر مظہری - ج: ۲۱ - ص: ۲۹۲)

امام عبد اللہ احمد النسخی رحمۃ اللہ علیہ

و وجد ضالاً ای غیر و الغف علی معالم النبوت و احکام الشریعة

و ما طریقہ السمع (فہدی) فعرک انشراح و القرآن“ (تفسیر

مدارک - ج: ۳ - ص: ۶۵۴ - ۶۵۵)

بیضاوی شریف

و وجدک ضالاً عن علم الحکم و الاحکام فہدی فعلمک

بالوحي و الالهام و التوفیق للنظر

زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی

فیہ متافعال: احدى ضالاً عن معالم النبوة و احکام الشریعة

لهذاک الیہا قال الجمهور منهم الحسن و الضعفاک

تفسیر خازن

و وجدك صلا لا ای عبادت علیہا الیوم (فہمدی) ای فہد اک
 الی تو حیدہ و نبولہ و قبل و وجدك صلا عن معالہ النبوت و
 احکام الشریعۃ فہد اک الیہا

امام ابو منصور مائتیدی رحمۃ اللہ علیہ

غلام رسول حمیدری امام صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یعنی ہمارے دینی کرنے سے پہلے اور ہمارے علم عطا کرنے سے پہلے از
 خود اپنی عقل سے ایمان کا اور شریعت کے احکام کا علم نہ تھا اور جب ہم نے
 آپ کی طرف دینی کی اور آپ کو علم عطا فرمایا تو آپ کو ایمان کی اور کتاب
 کی تفصیلات کا علم ہوا"

(نہاد پلاٹ اہل السنۃ - ج ۵ ص ۷۷-۷۸ بحوالہ جہان القرآن ج ۱۳ ص ۸۴۴)

قاضی عیاض مائتیدی رحمۃ اللہ علیہ

صلا: عن شریعتك ای لا تعرفہا فہد اک الیہا

(نظام ج ۲ ص ۱۷۷ مکتبہ حقایقہ)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

یعنی وہ دریافت نہ کر سکا کہ ہم کون ہیں اور ہمارا کیا حال ہے
 اس بعد ایش و ضلالت کہ حضرت مولاناؒ بعد از
 رسیدن بعد بلوغ غیب کمال بہقدر معلوم شد کہ عبادت
 بتات و رسوم جہالت ہمہ پہنچ و ہر جامعہ تدریسی تفتیش و سن
 حق شدہ و از زبان ہر ارباب کہ سال شنیدند کہ حاصل
 دین یافتہ حضرت تائید ایمان است کہ حضرت مولاناؒ را
 اس خیال در سراقہ کہ عبادت بتاترا گذاشتہ و رسوم

جاہلیت راہ ترک دادہ و متوجہ برب ایراہم و ادعوات کلم لیسکن چوں ملت
ایراہمی کسے راویا و نماذہ بودند در کتابی مدون بودند آنحضرت ﷺ را
قدت خراعتن کتاب حاصل بناچار و رجلاش احکام اس ملت بیتاب و
بقرار بودند و بقدر معلوم از تسبیحات و تحلیلات و تکبیرات و اعتکاف و غسل
از جنابت دارے مناسب حج و دیگر امور از ہمیں جنس اشتغال می ورزیدند
تا آنکہ حق تعالی ایشانرا بوی خود بر اصول ملت ضللی آگاہ ساخت“ (تفسیر
عزیزی۔ ج ۲ ص ۲۲۰)

اکابر و یونہد کا ترجمہ ہی جمہور کے مطابق ہے

ان تمام جمہور مفسرین جن میں ضحاک اور حسن بصری جیسے آئمہ ہیں اس آیت کا مطلب یہی بیان
کیا کہ آپ ﷺ کو احکام شریعت کی تفصیل کا علم نہ تھا آپ اس سے بے خبر تھے تو اللہ تعالیٰ نے
احکام شریعت کا علم آپ کو عطا کیا اور اس کی طرف راہنمائی کی یہی ترجمہ حضرت تھانوی علیہ
الرحمت کا ہے۔ یہ کتنا کھلا ہوا انکار ہے کہ احمد رضا خان بریلوی کا ترجمہ جو محض بعض صوفیاء سے
منقول ہے اسے تو عشق کی معراج قرار دے دیا جائے اور حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا ترجمہ جو
جمہور کے مطابق ہے اس پر تو بے لگ جائیں۔ اب رضا خانی ہمت کریں اور ان مفسرین کو بھی
معاذ اللہ گستاخ کہیں۔

مفسرین نے اس آیت کی ایک تفسیر اور بھی بیان کی ہے کہ آپ اپنے داو عبد المطلب سے گم
ہو گئے تھے تو ابو جہل آپ ﷺ کو ان کے پاس لایا جیسے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش
کردائی۔ یا آپ ﷺ نبی بنی عبد مبحہ کے غلام مصر کے ساتھ جا رہے تھے ایک کافر نے آپ کے
اونٹ کی مہار پکڑی اور آپ سے راستہ گم ہو گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آدمی کی
شکل میں بھیجا اور آپ ﷺ کو قافلے کے ساتھ ملا دیا۔

(تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۷، تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۲۱، تفسیر مدارک ج ۳ ص ۲۵۵، تفسیر ابن کثیر
ج ۸ ص ۳۲۶، تفسیر مظہری ج ۱۲ ص ۴۹۲)

غافل۔ ہدایت دینی، معرفت سے عاری

کے الفاظ پر کچھ نظر کرم فرمائیں گے؟ اگر آپ کی طرح کوئی بے حیائی پر اتر آئے تو کہہ سکتا ہے کہ ان مفسرین کی تفاسیر کو پڑھ کر تو لگتا ہے:

”نبی کریم ﷺ سے بے خبر ہدایت و معرفت سے عاری تھے“

العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد

احمد رضا خان صاحب قارونی کے ترجمہ پر ایک نظر

رضا خانیوں کو بڑا ناز ہے کہ ہمارے اعلیٰ حضرت نے اس آیت کا ترجمہ:

”اور تمہیں اپنی محبت میں غور و فکر پایا تو اپنی طرف راہ دہی“

کر کے گویا کمال کر دیا اس ترجمہ پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے ایک رضا خانی اصول ملاحظہ فرمائیں:

(۱) پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ہر ایسے لفظ کا استعمال بارگاہ رسالت میں ممنوع ہے جس میں تحقیق اور بے

اولیٰ کا احتمال ہو۔“ (منیاء القرآن: ج ۱، ص ۸۳)

(۲) حلقی احمدیہ صاحب بھی لکھتے ہیں کہ:

”اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی شان میں ایسے الفاظ بولنا حرام ہیں جن میں بے

اولیٰ کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو۔“ (تفسیر نعیمی: ج ۱، ص ۵۳)

(۳) پیر ابو الحسنات قادری لکھتے ہیں کہ:

”جس کلمہ میں ان کی شان میں ترک او ب کا نام بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع

ہے۔“ (تفسیر الحسنات: ج ۱، ص ۲۳۵)

(۴) بریلوی صدرالافاضل مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”جس کلمہ میں ترک او ب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔“

(خزانة العرفان: ص ۲۹۔ مطبوعہ منیاء القرآن لاہور)

(۶) مولوی حسن علی رضوی سیلی لکھتے ہیں کہ:

”جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی و گستاخی پر مبنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت منسوب ہے۔ لکن قرآن میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادبی ہے ادبی بھی کفر قطعی ہے۔“

(تفسیر: خیر مبین، ج ۲ ص ۷۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک اگرچہ لفظ بظاہر صحیح ہو مگر اس کا دوسرا معنی گستاخی ہے ادبی پر مشتمل ہو یا اس کا شائبہ تک ہو تو ایسا لفظ انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی، اور گستاخی کرنا قطعی کفر ہے۔ اب مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے اللہ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کیلئے ترجمہ کیا:

”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“

دوسری طرف زلیخا کیلئے بھی یہی الفاظ استعمال کئے:

انالو اھا لھي ضلال مبين (یوسف: ۳۰)

ہم تو اسے صریح خود رفتہ پاتے ہیں

اب دیکھئے زلیخا کا خود رفتہ ہونا کسی طور پر بھی اچھی نیت سے نہ تھا اس کی محبت تو شہوت اور عشق متعذر کیلئے تھی اب یہی لفظ جو انتہائی غلط معنی رکھتے ہیں نبی علیہ السلام کی محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیئے تو بتائے ایسا محبت اور تڑپ کیلئے بھی استعمال کیا تو بتائے ایسا ذو معنی لفظ استعمال کرنا شش و محبت ہے یا کھلا ہوا کفر؟

رضا خانیوں کو ”بے خبر“ اور ”بھگتا“ پر تو بڑا اخصاً یا مگر کیا انہوں نے ”خود رفتہ“ کے معنی بھی لغت میں دیکھے ہیں؟ اگر نہیں تو ملاحظہ ہو:

”خود رفتہ: بے خبر، بے خود، جتنے اپنے آپ کی خبر نہ ہو“

(فیروز اللغات ص: ۵۹۹)

لہجے خود رفتہ کے معنی بھی ”بے خبر“ ہی ہیں اگر حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ کفر کر دیا تو احمد رضا خاں بریلوی بھی بچ کر نہیں جاسکتا۔ اسی طرح ایک آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

قل ان ضللت فانا اضل علی نفسی (الہا: ۵۰)

تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا

جواب دو یہاں تو ”خود رفت“ ترجمہ کرنے کا خیال نہیں آیا بلکہ ضاف طور پر دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کو ”بھکا ہوا“ کہا اب ذرا اس کا معنی بھی اپنی محبوب لغت میں ملاحظہ فرمائیں:

بھک جانا: (مخاورہ) گمراہ ہو جانا، غلطی کرنا، بدست ہو جانا، دھوکا کھانا“

(فیروز اللغات۔ ص ۲۲۷)

رضا خانیہ

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لو گے تم بھی اس کی کیا سزا کھ پاؤ گے

گھر کی گواہی

حافظ نذر احمد صاحب اس آیت کا نقلی ترجمہ کرتا ہے:

و وجدك ضالا اور آپ کو پایا

ضالا بے خبر

فہدی تو ہدایت دی

(آسان ترجمہ قرآن۔ ص ۱۳۶۹)

اس ترجمہ کی تائید مفتی محمد حسین نعیمی بریلوی، مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور اور مولوی سرفراز نعیمی جیسے آپ کے جید اکابر نے کی ہے۔

رضا خان بریلوی کے والد نقی علی خان صاحب اسی آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:

”اور پایا تجھے راہ بھولا پھر تجھے راہ بتائی“ (الکلام الاوضح۔ ص ۶۷)

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”اور پایا تجھے راہ بھٹکا ہوا ایسا ہدایت فرمائی“

(۱۵ تقریریں۔ ص ۳۳۰ نوری کتب خانہ لاہور)

پہنچی حضرت محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ آپ کے گھر سے برآمد ہو گیا اب اپنی کھرساڑ
مشین گن سے دو تین گولے اپنے ان اکابر کی قبروں پر بھی برساؤ

ابھی ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

سابقہ اکابر کے تراجم

دریافت تراجم کردہ یعنی شریعت نامی دانستی پس راہ نمود (شاہ ولی اللہ)
یعنی دریافت تراجم کردہ پس راہ نمود ترا

(شاہ عبد العزیز محدث دہلوی تفسیر عزیزی ج ۲ ص ۲۳۰)

بھٹکا پر تو بڑا اعتراض ہے یہاں "راہ نم کردہ" پر کیا فتویٰ ہے؟

اور پایا تجھ کو راہ بھولا ہوا پس راہ دکھائی (شاہ رفیع الدین دہلوی)

اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ دی (شاہ عبد القادر دہلوی)

شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ سامنے رکھو

رضا خان بریلوی کا بریلویوں کو حکم

شاہ صاحب کے اسی ترجمے جس کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے برقرار رکھا کہ متعلق آل رضا

کے بیٹوں احمد رضا خان صاحب بریلوی رضا خانی لکھتے ہیں کہ:

"فقیر کی رائے کا یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ پیش نظر رکھا جائے"

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۳ سنی والا شاعت فیصل آباد: ج ۲۶ ص ۵۷۷ جدید)

مگر خان صاحب کی مخالفت اولاد آج اسی ترجمہ کو گستاخانہ کہہ رہی ہے۔

اعتراض نمبر ۸۹:

ولقد همت به و هم بها

اس عورت کے دل میں ان کا خیال جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ خیال ہو چلا تھا

ترجمہ حکیم الامت تھانوی (نور اللہ مرقدہ)

اور الیہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

اب رضا خانی فکر کی عکاسی یہ ہے کہ دونوں تراجم میں عصمت انجیا مجرد روح ہوتی ہے۔ (انوار کمر الایمان ص ۱۲)

دوبہندی تراجم سے معلوم ہو رہا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی زنا کا ارادہ کر لیا تھا معوذہ باللہ (دوبہندی کے بطلان کا انکشاف ص ۹۲)

الجواب:

قارئین گرامی! قدر صاف اور آسان کیا بات ہے کہ حکیم الامت نے جو کچھ لکھا ہے کہ بریلوی مسلک کے پیاروں کے حکیم نے بھی یہی کچھ لکھا ہے کہ ہمت بدیش ہم کے معنی ارادہ زنا ہیں اور ہم بچاؤ اس کے معنی قلب کی غیر اختیاری رغبت جس کے ساتھ قصد نہیں ہوتا یعنی زلیخا نے تو یوسف علیہ السلام کا ارادہ کیا اور ان کے دل میں رغبت غیر اختیاری پیدا ہوئی جو کہ نہ گناہ ہے نہ جرم (جہاد الحق ص ۲۳۰)

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں

”اللہ تعالیٰ کے ارشاد اللہ ہمت بعدو ہم یہہ الخ کے بارے میں کئی فقہاء و محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ارادہ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ حدیث قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامد نہ پہنچائے تو اس کیلئے نیکی لکھی جاتی ہے لہذا ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہوگی تو گناہ ہے لیکن آمادگی اور تعلق خاطر کے بغیر معاف ہے (یعنی صرف ارادہ معاف ہے ایسی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا الخ۔“

(تعلیقات رضا ص ۲۹۸ مترجم مولوی محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ کرمانوالہ یک

شاپ لاہور)

ابو الحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں جنکی تفسیر بریلوی رازنی وغیرہ امی احمد سعید کاظمی کی مصدقہ ہے کہ ہم دو قسم ہیں ایک ہم ثابت اور وہ وہ ہے جس کے ساتھ ارادہ اور پختگی اور رضا ہو مثل امراۃ عزیز کے کہ اس کی نیت یقیناً بادی کی طرف مائل ہو پختگی تھی اور دوسرا ہم عارض ہے اور وہ خطرہ اور

حدیثِ نفیس ہے جس میں کسی قسم کا اختیار و عزیمت نہیں ہوتا مثلاً ہم یوسف علیہ السلام کے۔ (تفسیر الحسان، ج ۳ ص ۲۵۸)

فیہ اسطوطم ہو گیا کہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی صفائی بریلوی حضرات کے گھر سے ہو گئی۔ باقی رہا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ کہ اس نے فکر کیا عورت کا تو صاف سا مطلب ہے جو کہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے لکھا کہ عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کو داؤ پھٹنے نہ پائے۔ (تفسیر عثمانی)

تو اب بتائے کیا قباحت ہے اس میں؟

مفتی احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ بد پر وقف نہ کرو بلکہ بھانگ ایک ہی جملہ مانو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ بے شک ذلیفانے یوسف علیہ السلام کا اور انہوں نے ذلیفان کا ختم کر لیا لیکن اب ان دونوں ختموں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

(جامع الحق ص ۴۳۹، ۴۴۰)

مولوی مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ مجاز ذاکٹر محمد علوی، بالکی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر ہم بھاپہ وقف کیا جائے تو معنی اس طرح ہو گا عزیز مصر کی عورت نے یوسف کے ساتھ برے فعل کا قصد کیا اور یوسف نے اس عورت سے اجتناب کا قصد کیا۔“ (اصول ترجمہ تفسیر قرآن ص ۹۲)

مولوی غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں

”اس عورت نے ان (سے گناہ) کا قصد کر لیا اور انہوں نے (اس سے بچنے کا) قصد کیا۔“ (تبیان القرآن، ج ۵ ص ۷۲۴)

آگے لکھتے ہیں

”حضرت یوسف کے صم سے مراد یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں عورتوں کی شہوت سے جو طبعی تحریک ہوتی ہے وہ تحریک ہوئی اگرچہ وہ اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھتے ہیں۔“ (تبیان القرآن، ج ۵ ص ۷۳۷)

آگے لکھتے ہیں

”انہوں نے بدکاری اور گناہ سے بچنے کا قصد کیا اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ بدکاری پر قادر نہیں تھے بلکہ انکی وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ کی شریعت کی برہان سے واقف تھے۔“ (تبیان القرآن ج ۵ ص ۷۹۹)

منقہ احمد یار خان گجراتی لکھتے ہیں:

”ہمارے سچے ہوئے مفسرین نے دو باتیں بیان کی ہیں اگرچہ میں ان سے متفق نہیں مگر ان کے نقل کرنے میں مضائقہ نہیں ایک قول یہ ہے کہ ہم یسوع اور یوسف بھی اس کے نقل کر ارادہ کر لیتے یعنی زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا اور یوسف نے اس کے نقل۔ دوسرا یہ کہ زلیخا نے گناہ کا ارادہ کر لیا تھا اور یوسف نے جس زلیخا کو دیکھ کر اپنی قوت مردی میں حیران محسوس کیا اگرچہ نقل بد سے محض ہی رہے جیسے کہ کوئی جالور کو محبت کرنا دیکھ کر انسان کی قوت مردی میں حیران پیدا ہوتا ہے حالانکہ اس جالور سے محبت کرنا قطعاً گوارا نہیں ہوتا۔“

(تفسیر نعیمی ج ۱۲ ص ۴۳۸)

ہم اس بات کو ختم کرتے ہیں اور بریلویوں کو کہتے ہیں جو تم نے میم بٹھائی ہے تراجم پر کام کرنے کیلئے انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں درست فہم کے ترجمہ میں جو کچھ لکھا ہے وہی بڑا حلو اگر تم میں شرم و حیا کی رتی بھی ہوئی تو آئندہ اہلسنت پر اعتراض نہ کرو گے۔

اعتراض نمبر ۹۰:

حتى اذا استنيس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا۔

یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا۔ (ترجمہ فتح البند رحمہ اللہ)

بریلوی محقق یوں ناراض ہونے لگے کہ

”یاد رکھیے انبیاء علیہم السلام کو خدا کی امرت اس کی رحمت صدق یا بیضائے عہد سے ناامید ہونے والا لکھو یا اپنی سچائی میں شک کرنے والا یا اللہ کی طرف جھوٹ کا گمان کرنے والا لکھو دیا۔ یہ ایک مستقل کفر ہے۔“

(فیصلہ تجزیہ ص ۵۰، آؤ حق تلاش کریں ص ۴۰)

دیوبندی مترجمین کے تراجم سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ ایک تو انبیائے کرام تا نپدر بانی سے ناامید ہو گئے اور دوسرا خدا تعالیٰ نے تا نپدر نصرت وعدے فرمائے تھے سب جھوٹے تھے (دیوبندی کے بطلان کا انکشاف جس ۹۳، ۹۴)

الجواب: اس لفظی ترجمے پر اعتراض ہے یا اس کے مفہوم پر؟ اگر لفظی ترجمے پر اعتراض ہے تو دیکھئے یہ تو آپ کے گھر کے جید حضرات نے بھی لکھا ہے ابوالحسنات قادری صاحب لکھتے ہیں:

حسبى اذا استغنيت

یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے

وظنوا اور خیال کر چکے

انهم کہ وہ

قد یقیناً

کھلے وہ جھٹلائے گئے

(تفسیر احسانات ج ۲ ص ۲۸۵)

۲۔ شیخ سعدی نے بھی ترجمہ یہی کیا ہے جو فاضل بریلوی کا مصدقہ ہے۔

۳۔ بریلوی اکابر کا مصدقہ ترجمہ آسمان ترجمہ قرآن میں ہے۔ یہاں تک جب مایوس

ہوئے لگے رسول (جمع) اور انہوں نے گمان کیا کہ وہ ان سے جھوٹ کہا گیا۔ (ص ۵۳۶)

اور اس کا مفہوم یہ بنتا ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی

رحمہ اللہ نے بیان کر دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر

ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی

امید نہ رہی، اور خدا کی طرف سے ان کو ذلیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ

آچھر نظر نہ آتے تھے غرض دونوں طرف سے حالات و آچار پیغمبروں کیلئے (خابری اسباب کے

طور پر) یا اس انگیز تھے یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان

کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے لئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ

صرف ڈرانے کے واسطے تھا کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن (ظاہر طور پر) اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا و سادس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزر رہے تھے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے اور نہ۔

آگے حضرت فقیہ ا کے تحت پھر لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامید کفر نہیں یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں آیت حتیٰ اذا استنہس الرسل الٰہ میں یہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو ورنہ غیر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں اور (تفسیر عثمانی ص ۳۲۹)

تقریباً یہی بات تفسیر مظہری والے نے بھی لکھی ہے۔ قصہ اس مفہوم پر وہ اشکال ہو سکتے ہیں

۱۔ انبیاء سے کیا فہم میں غلطی ہو سکتی ہے؟

۲۔ کیا انبیاء کو وسوسہ ہو سکتا ہے؟

تو ہم عرض کرتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”خطا فی التعمیر اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی واقع ہوئی ہے چنانچہ سال حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر میں مدینہ طیبہ سے اسی قصد سے روانہ ہوئے لیکن جب حدیبیہ میں پہنچے تو کفار مکہ مانع ہوئے آخر اس پر صلح ہوئی کہ آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مکہ میں تو داخل تو آپ کو بطریق رؤیا معلوم ہوا تھا پس مختلف کیسے واقع ہوا فرمایا مقصود اسلی مکہ میں داخل ہونا ہے خواہ وہ اس سال ہو یا آئندہ سال، پس خطا فی التعمیر ہے حاصل واقعہ میں“ (ملفوظات مہر علیہ ص ۵۳)

امید ہے صفحہ عل ہو گیا ہو۔

دوسرے اعتراض کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ

مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: انبیاء سے خطا ہو سکتی ہے (ص ۳۳۰ جاء الحق)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: یہ دو بدیہیہ شیطانی وسوسہ سے بھی محفوظ ہیں۔ (جاء الحق ص ۳۲۹)

اس کا مطلب ہے باقی محفوظ نہیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے۔ (نور العرفان ص ۱۸۳۱ نعیمی کتب خانہ)

بریلوی مسلک میں تو انبیاء کرام سے گناہ کبیرہ بھی صادر ہو جاتا ہے مفتی احمد یار خان نعیمی

گجراتی لکھتے ہیں: انبیاء کرام ارادۂ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر سنہ

نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیانا خطا صادر ہو سکتے ہیں۔ (جاء

الحق ص ۳۲۷)

اب آگے بھی سنئے

ابوالبرکات قادری صاحب خلیفہ فاضل بریلوی لکھتے ہیں: اگر انبیاء وحی سے پہلے مجھوت اور

گناہوں سے معصوم نہ ہوں گے تو ان کے دعویٰ نبوت میں شبہ ہوگا۔ (ترجمہ تمہید ابوشکور ساجی

ص ۱۶۷)

اس کتاب کی تیاری میں کئی بریلوی علماء کی کامشیں ہیں بالخصوص شرف قادری صاحب وغیرہ

آگے لکھتے ہیں:

اگر ہم کبیرہ کو جائز قرار دیں تو ان سے کفر بھی جائز ہوگا۔ (ترجمہ تمہید ابوشکور ص ۱۶۷)

میرے خیال میں اب اس ترجمے پر کوئی اشکال نہیں رہا۔

اعتراض نمبر ۹۱: انا فتحنا لک فتحنا لک افتحا میںنا لیغیر لک اللہ ماتقدم من

ذنبک و ماتا آخر (فتح پ ۲۶)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو ایک کلمہ کلام فتح دی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے سب اگلی پچھلی خطائیں

معاف فرما دے۔ (حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ (شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ)

ان تراجم پر رضا غانیوں کو اعتراض ہے کہ:

”مسئلہ انوار فرمائے ذریعہ بندہ یوں اور مجاہد یوں باطنی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پہلے بھی گناہ کا مرتکب تھے اور آئندہ بھی گناہوں کی امید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ایک سند بنانا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پیچھے تمام گناہ معاف کر دیے۔ معاذ اللہ۔“ (فیصلہ کیجئے۔ ص: ۱۹)

اسی طرح حشمت علی کے بھائی موٹری محبوب علی خان نے ان تراجم پر کفر کا فتویٰ لگایا (انجم المشاہدین، ص: ۵۸) اس پر ۵۴ رضا خانی اکابر کی تصدیقات ہیں حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم جیسائیوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دفاع نہیں کر سکتے (مخلصا گستاخ کون، ص: ۱۹۶) شیر محمد رحمان رضا خانی آف کالا باغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصور دار بنا ڈالا۔۔۔ ایک مسلم مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا چار لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا دامن بھی خطاوں سے پاک نہ تھا کیا یہ تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیا ان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ عقیدہ و بکروج نہیں ہوتا؟۔۔۔ (محاسن کفر ایمان، ص: ۵۶، ۵۷)

الجواب: علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی اقوال نقل کئے ہیں چند ملاحظہ ہو:

و اختلف اهل التأويل في معنى ليفقر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر فقيل (ما تقدم من ذنبك) قبل الرسالة (وما تاخر) بعد ما قاله مجاهد و نحوه قال الطبري و سفيان الثوري قال الطبري: هو راجع الى قوله تعالى (اذا جاء نصر الله و الفتح الى قوله تعالى) ليفقر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر قبل الرسالة (وما تاخر) الى وقت نزول هذه الآية و

قال سليمان الثوري: (ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك) ما عملته في
الجاهلية قبل ان يوحى اليك (وما تأخر) كل شيء لم تعلمه وقاله
الواحدى فمضى الكلام على جريان الصفات على الانبياء في سورة
البقرة فهذه القول وقيل ما تقدم من ذنبك قبل الفتح وما تأخر بعد الفتح
وقال عطاء الخراساني من ذنبك ابرك آدم وحواة الخ

(الجامع في أحكام القرآن ج ١ ص ٢٦٢)

خلاصہ کلام: سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جو ذنب ہو گیا اور دوسرا تاخیر سے مراد ہر وہ ذنب جسے آپ نہیں جانتے اس کی مغفرت کی غویہ ہے۔ اور علامہ راہدی فرماتے ہیں کہ انبیاء سے متعارف کے صدور کے جواز پر بحث گزرنی چکی ہے اس آیت سے مراد فتح سے پہلے کے ذنوب اور تاخیر سے مراد فتح کے بعد کے ذنوب و عطا و خرا سانی فرماتے ہیں با تقدم من ذنبك سے مراد حضرت آدم و حوا کا ذنب ہے۔

ای طرح علامہ محی السنۃ علامہ الدین علی بن محمد بن ابراہیم السہمدانی اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر قيل اللام في قوله تعالى
ليغفر لك لام كي والمعنى فتحالك فتحاً مبيناً لكي يجمع لك مع
المغفرة تمام التعمية بالفتح وقيل لما كان هذا الفتح سبباً لدخول مكة
والظواف بالبيت كان ذاك سبباً للمغفرة ومعنى الآية ليغفر لك الله
جميع ما فرط منك ما تقدم من ذنبك يعني قبل النبوة وما تأخر يعني
بعدها (تفسير غازان ج ٦ ص ١٥٤)

(خلاصہ کلام) اس قول میں لام لام کئی ہے اور اس کا معنی ہے کہ ہم نے تیرے واسطے ایک واضح فتح دی تاکہ آپ کیلئے فتح کو مغفرت کے ساتھ جمع کر کے نعمت کو پورا کر دیا جائے اور بعض نے فرمایا کہ یہ فتح سبب ہے کہ میں داخل ہونے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کا تو اصل یہی سبب مغفرت ہے تو اس صورت میں آیت کا معنی یوں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت کے بعد آپ کی تمام کوتاہیاں معاف کر دی گئی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں نام موجب کیلئے نہیں جیسا کہ رضا خاں بریلوی نے سمجھا لکہ لام کئی ہے۔
علامہ سفیان ثوری سے اس آیت کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں:

ما تقدم من ذنبك مما كان منك قبل النور وما تاخر يعني كل شيء
لم تعلمه و يذکر مثل هذا على طريق التاكيد كما تقول اعط من تساءل
من لم تر اذ احضر من لقبت ومن لم تلقه فيكون المعنى ما وقع لك
من ذنب وما لم يقع فهو مغفور لك (تفسیر خازن ج ۲ ص ۷۵)

قاضی شام اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

”وہ تمام افراد گذشتہ جو رسالت سے پہلے جاہلیت کے زمانے میں آپ سے
ہوئی ہوں اور وہ تمام زلات جو رسالت کے بعد یعنی اس سورت کے نزول کے
بعد آپ سے ہو جائیں اور ان پر کتاب ہو سکے ہو اس سے لازم نہیں آتا کہ
رسول اللہ ﷺ نے کسی محسوس کا ارتکاب کیا ہو صلحاء کی نیکیاں بھی اہل قرب
کیلئے مغفرتیں ہوتی ہیں۔۔۔

عطا خراسانی نے کہا کہ ما تقدم سے مراد آدم و حوا کی غلطیاں ہیں

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۳۸)

ایسی طرح ایک حدیث ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے فرمایا کہ اے اللہ کے
رسول ﷺ آپ کیلئے خوشخبری ہو آپ کے رب نے تو بیان فرما دیا کہ آپ کے ساتھ آخرت کا کیا
معاملہ ہوگا مگر ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ آخرت میں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی
لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنات النور اعظمیما

(بخاری رقم الحدیث ۴۱۳۸ مسلم رقم الحدیث ۷۸۶۱ مستدرک احمد بن
حبیب ج ۳ ص ۱۹)

معلوم ہوا کہ صحابہ بھی اس آیت میں ”ذنب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ ہی کی طرف ماننے لگے کہ اپنی
طرف و نشان کو یہ سوال پر مچنے کی توبہ نہ آتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”انہیں نصائص میں سے ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں چونکہ انبیاء

علیہم السلام کے توبہ و غفران اور ان سے واقع شدہ ذلہ و خطا کا ذکر فرمایا ہے تو نبی کریم ﷺ کی شان القدس میں فرمایا انا صحتنا لک الصحاہینا لیغفر لک لہذا تقدم من ذنبک و ما سألہ ففتح کو مقدم رکھا اس کے بعد غفران و توبہ گزشتہ و آئندہ کا ذکر فرمایا

(عاریق النبوة ج ۱ ص ۲۶۴۔ مترجم مفتی معین الدین نعیمی بریلوی)

ان تمام مفسرین و علماء نے آیت میں ”ذنب“ کی اضافت نبی کریم ﷺ کی طرف رکھی اور پھر اپنے ذوق کے مطابق اس کی مختلف توجیہات بیان کی کسی نے خلاف اولی کسی نے صفا کسی نے خطائیں کسی نے کچھ۔

اگر رضا خانوں کو حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”خطائیں“ پر غور ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق خان صاحب کے اس ترجمہ پر بھی نظر کرم کریں:

”والذی اطیع ان یغفر لی خطیبتی۔ سورۃ الشعراء ۸۲/۲۶

اور جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری ”خطائیں“ قیامت کے دن بخشے جا
(کنز الایمان)

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

”والانبیاء علیہم السلام کلہم منزهون عن الصغائر والکبائر

قد كانت منہم زلات و غلطیات

(شرح فقہ اکبر۔ ص: ۵۷)

انبیاء کرام علیہم السلام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے منزہ اور پاک ہوتے ہیں ہاں البتہ کبھی کبھار زلات و غلطیات کا صدور ہوتا ہے۔

اور اگر شیخ البند حضرت مولانا محمود حسن علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں ”گناہ“ پر اعتراض ہے تو اپنے استاذ المناظرین کی اس عبارت کو بھی سامنے رکھیں:

”ترک اولی کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ

نہیں“۔ (فیصلہ معقرت ذنب۔ ص: ۸۷)

مزید تفصیل انشاء اللہ آگے رضا خانی حوالہ جات میں آ رہی ہے۔

فاضل بریلوی کے ترجمہ پر ایک نظر

خان صاحب نے اس آیت میں عطا خراسانی مرحوم کی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔ جسے رضا خانیوں نے بنیاد بنا کر ان کے ترجمہ کو گویا اردو کا قرآن معاذ اللہ کہہ دیا اور اس بنیاد پر ان سارے اکابر کی بے دھوک ٹھٹھیر کر رہے ہیں۔ لیکن اول بات یہ ہے کہ اسی عطا خراسانی نے ذنب اور گناہ کی نسبت حضرت آدم وحواء علیہما السلام کی طرف کی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفسیری حوالوں میں گذرا۔ اگر عطا خراسانی ذنب کی نسبت امت کی طرف کرنے پر عاشقان رسول ﷺ کے سرور ہیں اور باقی تمام مشرکین ایک نمبر کے گستاخ معاذ اللہ تو اسی اصول کے تحت ایک نبی اور ان کی زوجہ محترمہ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر یہ گستاخ کیوں نہیں؟ اگر ایک توجیہ قبول ہے تو دوسری توجیہ بھی مانو۔ نیز عطا خراسانی کی اس توجیہ کا رد علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب القول بالحرر میں ان الفاظ کے ساتھ کی:

”لا یسب ذنب الغیر النبی طبر حنفی منہ یکاف الخطاب (کسی کا گناہ دوسرے شخص کی طرف کاف خطاب کے ساتھ منسوب نہیں ہو سکتا جس سے کہ وہ گناہ سرزد نہ ہوا ہو) فلا ینذوب الامت لم یغفر کلہا بل منہم من یغفر له و منہم لا یغفر له (نیز یہ توجیہ اس لئے بھی درست نہیں کہ امت کے تمام تر گناہ نہیں بخشے گئے بلکہ بعض کیلئے بخشش ہوگی اور بعض کیلئے نہیں ہوگی)

(بحوالہ جوامع البیارج ص ۴۳ ص ۲۱۳)

اب خواب دو کیا علامہ سیوطی علیہ الرحمہ دہلی دیوبندی مودودی و تحفیدی گستاخ تھے جو عشق و رسالت اور عصمت انبیاء کے بھین مخاطب توجیہ کو رد کر رہے ہیں معاذ اللہ؟ یہ کہاں کا انصاف ہے ایک کے ساتھ جمہور امت ہو وہ تو قاطعاً اور دوسرے کے ساتھ عطا خراسانی ہو وہ بھی مرجوح قول کے ساتھ مگر وہ عاشق رسول اور جو اس کی توجیہ کو نہ مانے وہ دنیا کا سب سے بڑا گستاخ۔ فی الخشب

علمائے دیوبند عصمت انبیاء علیہم السلام کے قائل ہیں
حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

سوال: رسول ﷺ کے معصوم ہونے کے متعلق کوئی آیت خیال شریف میں ہوتی
اطلاع فرمادیں میں نے شرح العقائد و نشر الطیب میں تلاش کی لیکن کوئی آیت
صاف اس مضمون کی نہیں مل رہی البتہ نشر الطیب میں ایک حدیث ملی اگر مآرہ
عصمت کے ساتھ کوئی آیت ملے تو بہت ہی بہتر ہوگا۔

الجواب: مآرہ عصمت کا وارد ہونا ضروری نہیں، اس کے مفہوم کا ثبوت کافی ہے
آیات متعدد لوگوں نے ذکر کی ہیں لیکن میرے نزدیک دعائے ابراہیمی خالص و
من غیر بھی کے (جو وعدہ الہی جماعہ علیک للناس اعلیٰ پر معروض ہے) جواب
میں جو خالص لا ینال عہد الظالمین ارشاد ہوا ہے کافی حجت ہے کیونکہ امامت
سے مراد نبوت ہے نہ کہ صلاحتہ اور اس کا ثبیل (یعنی ملنا) کلام کیلئے مجمع شرعی قرار
دیا ہے۔ اور علم عام ہے ہر معصیت کو جس اس سے مجمع معاصی سے عصمت
عبارت ہوئی اور جو بعض قصص وارد ہیں وہ مآذیل ہیں ضرورت معصیت کے
ساتھ اور حقیقت معصیت کی منافی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۰۷)

اپنے گھر کی خبر بھی لیں

ان اللہ والوں پر تو آپ نے کفر و گستاخی کے خوب گولے برسائے ہیں مگر اب وقت انتقام آچکا
ہے اور آپ کے عشق رسالت کا امتحان بھی ہونے والا ہے۔ مولوی احمد رضا خان کے حاشیہ کے
ساتھ شائع ہونے والی اس کے والد مولوی تقی علی خان کی کتاب میں ہے:
خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے

و استغفر لذنبک و للمؤمنین و المؤمنات

مغفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے
(فتاویٰ دہلی ص: ۶۹ مکتبہ المدینہ)

سب کوئی رضا خانی سچا عاشق رسول جو خان صاحب اور ان کے والد کو کفر کے گھاٹ اتارے؟ مگر

صبر کریں مزید حوالے بھی ملاحظہ فرمائیں نئی علی خان صاحب مزید لکھتے ہیں:

چاکر معاف کرے اللہ حیرے اگلے پچھلے گناہ

(انوار جمال مصطفیٰ - ص: ۹۰ شہیر برادرز)

یہی نئی علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوچ

گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدا نے آپ کی

اگلی پچھلی قضا معاف کی فرمایا اَللّٰہُ اکوْن عیداً شکوہاً۔“

(سرور القلوب - ص: ۲۳۶ شہیر برادرز)

حضرت تھانوی کے ترجمہ پر اعتراض کرنے والے! کہ ہائے نبی کریم ﷺ کو خطا کا رکھ دیا جائے

گستاخی کر دی جائے اسلام متاثر یا یہاں بھی داویلا کرو۔ میں کئی بار نورست میں اور دوسری محفلوں

میں بھی بیاتنگ دل کہہ چکا ہوں کہ اگر بدیع بند کی سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ جو بھی الزام

النا پر بدعتیوں نے لگا یا ان کی صفائی ان ہی بدعتیوں کے گھر سے شکل آئی آج اکابر علمائے دیوبند

کی ایک اور کرامت اور حکایت کا ظہور اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۱۱ مدلی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زلیخانے کیا خود پاک دامن ماہ کعباں کا

مظہیر علی حضرت حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت غیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر

رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہتے حتیٰ نو وقت قدم ماہ یہاں تک کہ

پائے مبارک دوہن فرماتے پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت

حضور کی واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے

گناہ معاف فرمادے قدح لعلک حال تقدم من ذنبک و ما باخر پس آپ نے

فرمایا اَللّٰہُ اکوْن عیداً شکوہاً۔“

(۱۵ تقریریں - ص: ۷۰)

نبی ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کر کے حشمت علی صاحب اپنے ہی بھائی محبوب علی خان رضوی کے

فتوائے کفر تلے دب گئے ہیں (النجوم المشاہدہ کا حوالہ گذر چکا)
مزید لکھتے ہیں:

”آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اچلے پھلے گناہ پہلے ہی عفو فرما دیے
لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر“۔

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۲۳۶)

بریلوی اشرف العلماء، مناظرہ جھنگ کا فکست خوردہ اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں کہ:
”نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من
ذنبک وما تاخر۔ یوم لا یخزی فی اللہ النبی واللہین امتوا معہ اے محبوب
اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب عبودیت کے لحاظ سے
گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا ابھی سرزد نہیں ہوئے وہ سب بخش دے
“۔ (کوثر الخیرات۔ ص: ۱۲۵ اہل البیت علی کثیرہم السلام)

یہ کون اشرف سیالوی ہیں؟ وہی اشرف سیالوی جسے اٹھنچ کے سامنے مناظرہ کرنے سے مفرور
گھر میں بیٹھ کر چیلنج دینے کے بادشاہ ضیف قریشی رضا خانی کے چیلوں نے اس کے مناظرے کی
روئید اور گستاخ کون؟ میں استاذ المناظرین نکھا اور وہی اشرف سیالوی جس کے بارے میں
بدعتیوں کے مفتی اعظم غیب الرحمان صاحب یہ لکھتے ہیں کہ:

”مصحفات علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو
ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی
اللہ ظہمما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متحقق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر
ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے محبت و استناد کی حیثیت رکھتے
ہیں۔“

(تفہیم المسائل۔ ج ۳۔ ص ۱۷۱ ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۹ء)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن و شرح مسلم بھی رضا خانی مسلک میں محبت
و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اب کہاں ہے عشق و رسالت ﷺ کی آڑ میں دنیا بھر کے توحید کے
معتزلوں کو گستاخ اور کافر کہنے والے؟ لگاؤ اپنے ان اکابر پر کفر کے فتوے، مذاہب غیبی، جسم کی

آگ میں، تاکہ سب کو پتہ چلے کہ یہ عشق صرف دکھاوے کا نہیں، مگر حقیقت ہے
 جنتے ہو وفا دار تو وفا کر کے دکھاؤ
 کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور ہے

رضا خانو! قوم کو دھوکا مت دو

رضا خانانی لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی تو انبیاءِ مسلمین
 السلام کو گناہ گار مانتے ہیں معاذ اللہ حالانکہ ہمارے عقیدہ تو ہے کہ سالانہ سے صغائر و کبائر کا
 صدور ممکن ہے یہ دیکھو جی یہ گستاخ ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں ملاحظہ ہو ان کا اصل عقیدہ جو ان
 کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے:

"قیام کرام ارادۃ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر سنت و
 نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور اس کے بعد ہاں لسیا نا خطا صادر
 ہو سکتے ہیں"۔ (جاوالتی۔ ص: ۳۳۳)

دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے لسیا نا اور خطا گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں رضا خانیوں
 اب دو وقت نہیں کہ تم اپنے اس کردار چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپ رہے ہو یہ نقاب
 نوچ لیا گیا ہے۔ تم کسی نے رضا خانان بریلوی کی مدح سرائی کرنے سے منع نہیں کیا ہر ایک کا حق
 ہے کہ وہ اپنے محبوب کے کمالات جان کرے لیکن تم نے یہ عجیب ڈرامہ بتایا ہوا ہے کہ جب تک
 احمد رضا خان بدعتی کے مقابلے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و گستاخ نہ بنادو نہیں مدح ہضم ہی
 نہیں ہوتی۔ دوسروں کے اکابر کی گچڑیاں اچھالنے والے یہ مت بھولیں کہ ان کے اکابر کی
 گچڑیاں بھی بازار اچھالی جاسکتی ہیں۔ بہت برداشت کر لی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکو اس اب
 ایک نہیں سنی جائے گی،

کیوں کر دل جلوں کے لبوں پر قضاں نہ ہو
 ممکن نہیں کہ آگ ہو اور دھواں نہ ہو

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور یہ یلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان

(شیطان کی گروہ) میں داخل ہوں گے۔“ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ چرائے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی ثابت ہوتی ہے اگر بے کسی میں جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھے اور من مانتا انعام وصول کرے۔

رضا خانی پیران پیر علیہ الرحمۃ کے باغی

رضا خانیو! تم جس ترجمہ کو کفر کہہ رہے ہو جس ترجمہ کو گناہ و گستاخی کہہ رہے وہی پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے:

”قال تعالیٰ واستغفر لذنبک ای للذنب وجودک“۔

(سرا الاسرار ص: ۷۴)

اللہ نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ اپنے گناہوں یعنی اپنے وجود کے گناہوں کی معافی مانگ لگاؤ فتویٰ شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ پر بھی مگر تم ویسا کبھی نہیں کرو گے کہ کہیں ”گیارہویں کی دیک“ کی رنڈ کا کھدم نہ ہو جائے اس لئے کہ تمہارا حضرت سے یہ عشق تو صرف گیارہویں کی کبیر کی رکابی کے گرد گھومتا ہے۔ علمائے دیوبند کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے شرک و بدعت کے امڈتے ہوئے سیلاب کے آگے بندھ باعدھے ہوئے ہیں ورنہ اندرون خانہ تم بھی سمجھتے ہو کہ یہ لوگ بچے عاشقان رسول ﷺ ہیں:

ہنر پنجم عداوت بزرگ تر عیب است
گل است سعدی اور چشم دشمنان خار است

آل قارون رضا خان بریلوی کا ترجمہ رضا خانیوں نے رد کر دیا
سورہ فتح کی جس آیت کے ترجمہ پر رضا خانیوں کا ناز ہے اور جس کی بنیاد پر پوری امت مسلمہ کی
تکفیر کی جا رہی ہے اس کے متعلق علامہ سعیدی کا تبصرہ بھی ملاحظہ ہو:

"ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت اطلاعات
قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات
اور ایرادات ہیں"

(شرح صحیح مسلم ج ۷ ص ۳۲۵ مطبوعہ لاہور)

"یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً مخدوش ہے۔"

(شرح صحیح مسلم ص ۹۸)

"اس تفسیر پر عقلی خدشات ہیں۔" (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۰۰)

رسول اللہ ﷺ کی صریح اور صحیح احادیث کے برعکس ہے۔"

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۱)

"اس آیت سے امت کی مفقوت لینا صحیح نہیں۔"

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۹۸)

"یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے (تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب سے گناہ بخشے

تمہارے انگوٹوں اور پچھلوں کے)۔" (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۶۹۳)

بحوالہ سالنامہ معارف رضا کا کنز الایمان نمبر ۲۰۰۹ ص ۱۵۵-۱۵۶

اکابر دیوبند کا ترجمہ سابقہ اکابر کے ترجمہ کے عین مطابق ہے

حدیث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دیوبلی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا ترجمہ کرتے ہیں:
ہر آئینہ عظم کریم برائے توفیق ظاہر عاقبت فتح آنست کہ پیامرزا خداوند انجی کہ سابق گدشتی از

گناہ تو والا چھپے جس مانعاً۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا ترجمہ

”محققین سے کہی ہم نے تجھ کو ظاہر تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا پر کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے اور جو کچھ چھپے ہوا۔“

شاہ عبدالقادر جس کا ترجمہ رضا خان بھی پیش نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں:

”ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ نامعاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو چھپے رہے۔“

آثارِ سحر کے پیدا ہیں اب رات کا کاجاد و ثروت چکا

ظلمت کے بھیا نک ہاتھوں سے نور کا دامن چھوٹ چکا

اعتراض نمبر ۹۲: و مکرو او مکرو اللہ و اللہ خیر الماکرین

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا دوا سب سے بہتر ہے (شیخ الہند)
رضا خانی لکھتے ہیں:

”مکر کے لغوی معنی خفیہ تدبیر کرنے کے ہیں مگر اردو میں یہ لفظ دھوکہ اور فریب جیسی مقذول صفات کے اظہار کیلئے استعمال ہوتا ہے سو چنے کہ خدا کی ذات سے مکر اور دوا جیسے الفاظ کا استعمال کس قدر سوء ادبی کا تحمل ہے۔“ (محاسن

سکرت الایمان۔ ص: ۳۳)

رضاء المصطفیٰ صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کی طرف مکر فریب، بددیگاری کی نسبت اس کی شان میں حرفِ گیسری کی مترادف ہے۔ (اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ ص: ۵)

کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

”دیوبندی مترجمین نے بے دھوکہ اللہ تعالیٰ کی طرف چال بازی مسکراہوردوا منسوب کیا ہے اس سے ترجمہ کا عام قاری یہی نتیجہ اخذ کریگا کہ اللہ تعالیٰ چال باز اور مکار ہے۔“

(دوبہ بندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۶۳)

جواب: جناب عام قاری تو ترجمہ پڑھتے ہی سمجھ جائے گا کہ یہاں ”مکر“ احمد رضا خان بریلوی کا مکروہ مدینہ میں حرام الحرمین کیلئے کیا گیا ”مکر“ مراد نہیں بلکہ وہ مکر مراد ہے جو اللہ کی شان اور عظم قرآن کا منشاء ہے، البتہ آپ جیسے ”مکار“ وہی مطلب کشید کر دے جو کیا۔

رضا خان صاف آف بانس بریلی قرآن پاک کی آیت

لَا يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمْدُحُهمْ طِي طَغْيَا لَهُمْ يَعْمَهُونَ (ایقرہ۔ ۱۵)

کا ترجمہ کرتے ہیں

”اللہ تعالیٰ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ذلیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں پھنکے رہیں۔“ (کنز الایمان)

یہاں اللہ کی طرف ”استہزاء“ کا لفظ خان صاحب نے منسوب کیا حالانکہ ”استہزاء“ کا معنی اوردوغت میں:

ٹھنکا کرنا، ہنسی کرنا، جسخر (نور اللغات، ج ۱ ص ۳۲۳ جزل پہلنگ ہاؤس کراچی)

ہے۔ اب رضا خانی اٹنی سوچ کے مطابق عام قاری ترجمہ قرآن جب اس ترجمہ کو پڑھے گا تو یہی تاثر لے گا کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد اللہ مسخر و پین کرنے والا مسخرہ ٹھنکا ہوا ہے اعیاذ باللہ۔ اگر خان صاحب کا یہ ترجمہ کرتے ہوئے عام قاری یعنی بریلوی رضا خانی جیسے رضا خان صاحب ”بھولی بھیریں“ کہتا ہے سب کو معلوم ہے کہ بھیرے وقوف جانور ہے اور وہ بھی بھولی تو نور علی نور بس اگر اس طرح کی بے وقوف بریلوی بھیریں یہاں یہ تاثر ترجمہ نہیں کرتے بلکہ استہزاء کا وہی معنی لیتے ہیں جو اللہ کی شان کے مطابق ہو تو علمائے دوبہ بند کا ترجمہ پڑھنے والا پڑھے لکھے قاری بھی اس کا ہرگز وہ معنی نہیں لیتے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج خصوصاً پاکستانی حاجیوں کو شیخ الہند کا یہ ترجمہ مفت دیا جاتا ہے۔

دوسری بات رضا خانی کہتے ہیں کہ تقدیر ترجمہ کر کے اعلیٰ حضرت نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا حالانکہ یہی ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا:

اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ میاں اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستظلم تدبیرہ اللہ ہے۔“

(بیان القرآن سورہ انفال۔ ۳)

کتنا کھلا تعصب ہے کہ ایک طرف تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ پر دل کھول کر سب و شتم کیا جائے مگر جہاں تمہارے اصول کے مطابق حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ نے صحیح اور اللہ کی شان کے لائق ترجمہ کیا اسے نقل ہی نہیں کیا یہ تعصب نہیں؟ اگر یہ سب کچھ انصاف کی رو سے لکھا جا رہا ہو تا تو ہر منصف کا یہ فرض منصبی ہے کہ یہاں کسی کی برائی کو نقل کرے اس کی خوبیوں اور اچھائیوں کو بھی ذکر کرے۔

رضا خانی اپنی چار پائی کے نیچے جھاڑو پھیریں
خان صاحب آف بانسی بریلی لکھتے ہیں:

کوہ قلم تھا انکا مگر مگر کمر حق تھا بڑا صاحب رسول (حدائق بخشش ج ۳ ص ۳۱)

رضا خانی حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

رب تعالیٰ کے مکر سے بے خوف نہ ہو (تفسیر فیضی ج ۳ ص ۲۶۳)

رضا خانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اسی صاحب لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت نے اللہ تعالیٰ کیلئے مکر کا معنی خفیہ تدبیر لکھا (سیدنا اعلیٰ حضرت۔ ص: ۲۸)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کے مکر سے مراد (تبیان القرآن ص ۱۸۰)

عبد الرزاق بہتر الوہی صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ کے مکر سے مراد (تسکین البہتان۔ ص: ۱۶۵)

ان تمام رضا خانیوں نے ”اللہ کے مکر“ کا جملہ استعمال کیا اور رب تعالیٰ کے گستاخ ہوئے رضا خانی جو تاویل یہاں کریں وہی علایہ و یوہندہ کے ترجمہ میں کر لیں۔ مگر فی الحال تو جلد سے جلد اپنے ان اکابر پر گستاخی کا فتویٰ لگا کر ان کیلئے ہادیہ میں جگہ بک کروائیں۔

سابقہ اکابر

شیخ عبدالقادر جیلانی

مکرمہن اللہ واستحسانا (فتوح الغیب مقالہ نمبر ۸)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

مکر خدا آنست (شرح فتوح الغیب - ص: ۵)

و آنکہ بورا نمازین از مکر خدا (مثنوی دفتر سوم ج ۲ ص ۸۰)

شیخ سعدی

پس ایمن نشوند از مکر خدا مگر گروہ زیاں کاراں (ترجمہ شیخ سعدی اعراف ۹۹)

و ایٹیاں بد سگالی میگردند و خدا بد سگالی میگرد (یعنی پایشاں) و خدا بہترین بد سگالی کنند کافی است

(شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ)

ان اعتراضات کی ضرورت کیوں پیش آئی

قارئین کرام! آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمایا کہ اکابر علمائے دیوبند نے جو ترجمہ کیا وہ قرآن و سنت اور بزرگان دین و مفسرین کرام کے ترجمہ و تفسیر کے عین مطابق ہے۔ رضا خانی حضرات چونکہ کھلم کھلا ان اکابر کے ہم نگر دشنام طرازی تو نہیں کر سکتے کیونکہ انہی کے نام پر بعد میں عوام سے روٹیاں لی جیں اسی لئے قرآن کے صحیح تراجم سے عوام کو بدظن کرنے کیلئے اہل حق کے تراجم پر دل کھول کر تیرا بازی کی گئی۔ خود خان صاحب آف بریلی نے یہ ترجمہ کس طرح لکھوایا ملاحظہ ہو:

”صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کروانے کی گزارش کی آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل کثیرہ کے جھوم کے باعث تاخیر ہوئی رہی جب صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے منسرمایا چونکہ ترجمہ کیلئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔“

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۹ مکتبہ الامان نمبر ۱ ص: ۳۵)

ایک طرف آلِ رضا کہتی ہے کہ آلِ قارون رضا خان بریلوی پورے ہندوستان میں ناموس رسالت ﷺ کا واحد چیمپئن تھا اگر یہ نہ ہوتا تو آج پورے ہندوستان میں ولایت ہوئی ساری زندگی ناموس رسالت کیلئے واپسوں کا درد اور مسلمانوں کو کافر بناتے رہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اکبر دہلیوند کے زاجم گستاخانہ تھے تو کیا اس کا درد اور اس کا حل پیش کرنا رضا خان صاحب کی ذمہ داری اور عشق رسالت کا تقاضہ نہ تھا؟ اگر تھا تو قرآن مقدس جیسی عظیم کتاب کی خدمت کیلئے وقت کیوں نہیں؟ اس کی وجہ صرف یہی سمجھ آتی ہے کہ رضا خان صاحب عوامی آدمی نہ تھے انہیں عوام میں بیان کرنے کیلئے نہ کوئی پلاٹا نہ خود جانے کا شوق نہ دعوت و تبلیغ سے سروکار نہ عوامی جلسے جلوس میں شرکت کا دامیدہ تعلیم و تعلم سے کوئی تعلق اور مناظرے کا نام تو سن کر دیسے علی ان پر کچھیں طعنے ساری ہو جاتی ان سب کاموں کیلئے اس آدمی نے اپنے ان خلفاء کو دکھانا تھا ظاہر ہے کہ عوام نے ان کا گریبان پکڑا ہوگا کہ تم قرآن پاک کے نام پر دھوکہ دیتے ہو جب ہم قرآن کھول کر اسے چھتے ہیں تو ہمیں ایسا کوئی عقیدہ اس میں نظر نہیں آتا جس کا تم پر چار کرتے ہو اس لئے مولوی امجد علی صاحب گھوسوی نے ہوشیاری کرتے ہوئے اس وقت کے آلِ بدعت کے سرخیل سے یہ گزارش کی کہ اپنے لوگوں کو مطمئن کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ لقمہ قرآنی میں تو ہم سے تحریف ممکن نہیں اس لئے ترجمہ کے نام پر اس تحریف کا ارتکاب کروایا جائے۔ ادھر رضا خان صاحب آف بریلی چونکہ علمائے حق کی مخالفت انگریز کے حکم پر کر رہے تھے اور قرآن سے انگریز کو بغض تھا اس لئے اس کی خدمت کے صلے میں ہانڈلٹے کی امید تھی جس پر امجد علی صاحب کو مال دیا مگر جب امجد علی صاحب نے بار بار گزارش کی اور اصل صورتحال سامنے رکھی تو خان صاحب کو بھی بات سمجھ آ گئی اور اس کیلئے راضی ہو گئے مگر کس وقت؟ ”نیم غنڈوگی“ کی حالت میں۔ رب کریم کے اس مقدس کلام سے اس بے اعتنائی ہی کا نتیجہ ہے کہ خان صاحب کو ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت کی کوئی توفیق نہ ملی۔ اور دوسری طرف جنہیں ساری زندگی کافر کہتے رہے اللہ نے ان سے اپنے کلام اور رسول ﷺ کی حدیث کی وہ خدمت لی کہ آج میرا مضمون پڑھنے والے بریلوی کے گھر میں بھی علمائے دیوبند کا چھپا ہوا قرآن لگا اور میرا مضمون پڑھنے والے رضا خانی مولوی نے علمائے دیوبند کی چھاپی ہوئی حدیث کی کتاب ہی سے حدیث رسول پڑھ کر امتحان دیا ہوگا۔ بہر حال اگر اس کی تفصیل میں جایا جائے تو

ایک اور مستقل مضمون ہو جائے گا۔

ایک مطالبہ

آج جب ہم خان صاحب کو آف بریلی کے کفر و ایمان پر بات کرنے کیلئے رضا خانیوں کو دعوت دیتے ہیں تو فوراً چلا اٹھتے ہیں اور گلو خلاصی کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کے اکابر نے نہیں کہا تو ہم بھی رضا خانیوں سے سوال و مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تراجم خان آف بریلی کے سامنے بھی تھے کیا آپ ان تراجم پر بھی اعتراضات خان صاحب سے پیش کر سکتے ہیں جو آج آپ حضرات کرتے ہیں؟ دیدہ و پایہ۔

فیصلہ کن بات

مولانا عبدالستار خان نیاززی صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

”پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہے لہذا ہم اپنے تمام ممتاز عرفیہ امور ان کے عقاید و نظریات کی روشنی میں حل کریں۔“
(اتحاد بین المسلمین۔ ص ۱۱۳ اور الطبعی جلی کیشنر لاہور)

اسی طرح چٹری کا رضا خانی حنیف قریشی کہتا ہے کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی کسی تحارف کی محتاج نہیں آپ سوائے شیعہ کے تمام مسالک کی متفقہ شخصیت ہیں۔“

(روئید اور ماٹھرہ گستاخ کون ۹ ص ۸۰-۱۳۸۱ کب کار پوریشن راولپنڈی)

اسی طرح مولوی کاشف اقبال رضا خانی لکھتا ہے کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ و فیہم (دو آدمیوں کیلئے علیہ الرحمۃ اور پھر غیر ہم۔۔۔ سبحان اللہ شیخ الحدیث صاحب کے علم کا زور ہے یہی حرکت اگر کوئی دیوبندی کر لیتا تو حسن علی رضوی آسمان سر پر اٹھا لیتا۔ از ناقل) کے نظریات وہی تھے جو کہ آج اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے ہیں جن کی ترجمانی۔۔۔ احمد رضا صاحب ان بریلوی

۔۔۔ نے فرمائی ہے۔

(یو بندیت کے بطلان کا انکشاف۔ ص: ۵۳ اور الفقیہ محمد ری شریف)
الحمد للہ ماقبل میں ہم نے قریبا تمام تراجم میں محدث اعظم ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تراجم پیش کئے اور ثابت کیا کہ
اکابر یو بند نے انہی تراجم کی ترجمانی کی جنہیں رضا خانی حضرات قنازہ فیہ امور میں حکم مانتے
کیلئے تیار ہیں۔ اب اگر یہ ہاتھی کے دانت دکھانے کیلئے نہیں ہیں تو ترجمہ کفر الایمان کو آگے
لگائیں اور اکابر یو بند کے ترجمہ کو خرز جان بنائیں جو چودہ سو سال کے علماء و مفسرین کے عقائد و
نظریات کے صین مطابق ہے۔

مرثیہ گنگوہی رحمہ اللہ پر اعتراضات کا جائزہ

کاشف اقبال رضا خانی اور دیگر رضا خانی مولویوں نے جگہ جگہ اپنی کتابوں میں ”مرثیہ گنگوہی“ کے مختلف اشعار پر بھی اعتراضات کئے ہیں جن کے جوابات کچھ عرصہ پہلے ایک رسالہ کی شکل میں شائع کئے گئے تھے جسے اب ہم یہاں شامل کر رہے ہیں

اعتراض ۹۳: خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلایق کے

میرے مولیٰ میرے ہادی تھے بے شک شیخ ربانی

(۹۴۳۳)

سُورۂ تَوٰہِیٰ ہے اِس شعر میں مولا نا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو سُرۂ نبیؐ کہا گیا ہے اپنے بڑوں کو رُب العالمین سمجھتے ہو (معاذ اللہ)۔

جواب: افسوس کہ رضا خانی حضرات اس شعر پر اعتراض کرنے سے پہلے کسی اچھے سے پرائمری اسکول میں اردو پڑھ کر وہاں پڑھ لیتے کہ اردو محاوروں میں "سربی" کا لفظ کن کن معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو انھیں اس شعر پر اس طرح کے جاہلانہ اعتراض ہرگز نہ ہو جیسے۔ قریباً تمام اردو لغات میں سربی کا معنی "مہذب بنانا"، پرورش کرنا، کسی سے حسن سلوک کرنا، سرپرست، اس کی روحانی یا جسمانی تربیت کرنا کے لکھے ہوئے ہیں۔ یہاں بھی حضرت مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ کو سربی اس معنی میں کہا جا رہا ہے کہ آپ ہمارے سرپرست تھے اور ہماری پابندی اور روحانی تربیت آپ ہی نے انتہام دی گویا آپ ہمارے سربی یعنی تربیت کرنے والے تھے۔ قرآن پاک کی آیت **وَقُلْ رَبِّ اَدْخُلْنِيْ اِلٰیْہِمْ اَوْخْرِجْنِیْ** (پارہ ۱۵) یعنی اسرائیل (۲۳) کا ترجمہ احمد رضا خانی یوں کرتا ہے کہ "اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے چھوڑا (بھین) میں ہالا۔"

یہاں ماں باپ کیلئے ”رُب“ کا لفظ خود قرآن کریم میں استعمال ہوا اور اس کا معنی احمد رضا خان نے پردر شہ پالنے کے لئے کہے ہیں یہی حقیقی شعر میں مرئی کا ہے۔

مخلوق کیلئے مہربانی کا لفظ استعمال کرنے پر بریلوی اکابرین کے حوالے
 پہلا حوالہ: مفتی احمد یار محجراتی سورہ یوسف آیت ۴۱ میں ربک کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:
 اس سے معلوم ہوا کہ جو رب کہہ سکتے ہیں یعنی مہربانی اور پرورش کرنے والا۔

{تورالعربيات: ۲۸۹}

دوسرا حوالہ: اِنَّہٗ رَبِّیْ اَحْسَنُ مَقْوٰی اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ کی تفسیر میں احمد یار محمد رانی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ ان کی ضمیر عزیز مصر کی طرف لوٹتی ہے اور رب بمعنی مربی ہے۔
قرآن کریم نے پرورش کرنے والوں کو کئی جگہ رب فرمایا ہے۔
{لور العرفان، ص ۲۸۶}

تیسرا حوالہ: قَالَ غَفَاذُ اللَّهِ أَنَّهُ 'أَزْنِي أَحْسَنُ مَفْوَاحِي أَنَّهُ' لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ۔۔۔
خدا کی پناہ وہ میرا مربی ہے اس کے مجھ پر احسانات ہیں ایسی حرکت ظلم ہے
اور ظالم کا سیاق نہیں۔

{جاء الحق، ص ۳۶، ضیاء القرآن پبلیکیشنز}
چوتھا حوالہ: یہی محدث اعظم ہند الحاج الشاہ سید محمد اشرفی البکھلائی کچھو چھو علیہ الرحمۃ
فرماتے ہیں آج میں آپ کو جگہ جتنی نہیں بلکہ آپ جتنی ستارہا ہوں کہ
جب تکمیل درس نظامی و تکمیل درس حدیث کے بعد میرے مربیوں نے
کا راتہاء۔۔۔

{تجلیات امام احمد رضا ص ۶۱، برکاتی پبلیکیشنز کراچی}
پنابھوان حوالہ: اس وقت حنفیہ کا مربی و معاون میاں فضل الہی تھا۔

{ملفوظات مہر یہ ص ۲۸، گولڑہ شریف اسلام آباد}
چھٹا حوالہ: لیکن ترمذی اور متاخر دیکھنے کے بعد فوراً مربی پر نظر پڑ جاتی ہے کہ ایسی تربیت
اور ایسے نتائج کا مربی اور بھلتے بھولتے باغ کا مانی کون ہے اس لئے
تیسرے حصہ میں مربی یعنی حضرت قبلہ عالم مرشد علیہ الرحمۃ کے عادات و
اخلاق و اوصاف و کمالات کا تعصیل ذکر ہوگا۔

{انقلاب حقیقت، ص ۷، از صاحبزادہ عمر بیر بل شریف، ادارہ تصوف بیر بل شریف}
ساتواں حوالہ: اس وقت صرف اپنے مربی اور محسن کی یاد نے مجھے بے اختیار کر دیا۔
{انقلاب حقیقت ص ۳}

یہاں مربی سے مصنف کی مراد حضرت میاں شیر محمد شریف پوری صاحب ہیں۔
آٹھواں حوالہ: مربی کے سینے کے انوار مرید کے سینے میں ارادہ سے اور بے ارادہ
آتے رہا۔ {انقلاب حقیقت ص ۱۹}

نواں حوالہ: جو نصف خام حالت میں اپنے مربی و درخت سے الگ ہو کر بازار میں بکے جاتے ہیں {انقلاب حقیقت ص ۲۳۸}

و سوائے حوالہ: بریلویوں کے نام نہا و مناظر مفتی حنیف ترمیشی صاحب لکھتے ہیں کہ: مرنے والے کو کہتے ہیں اور حقیقی رب اللہ تعالیٰ ہے اور بھاری ہر وہ شخص کہ جو روزی وغیرہ کا فریضہ پاتا ہے۔۔۔ حضرت یوسف علیہ السلام یو لے اللہ کی پناہ و عزیز مصر شو میرا رب ”پالنے والا“ ہے۔

{آزاد کون تھا؟ ص ۵۸، ۵۹ اسلامک بک کارپوریشن}

ملک عشرہ کاملہ

اب ہم رضا خالی حضرات سے صرف یہی درخواست کریں گے کہ اگر آپ کے اندر واقعی انصاف و دیانت کا مادہ ہے تو اپنے اعتراض سے ہرگز رجوع نہ کریں بلکہ جتنی کتابیں آپ نے مرثیہ کے اس شعر پر اعتراض کرنے میں سیاہ کی اتنی نہیں تو کم سے کم ایک کتاب اپنے ان اکابرین کے مندرجہ بالا حوالہ جات پر بھی لکھ دیں اور برعلا اس بات کا اعلان کریں کہ ہمارے ان بڑوں نے بھی اپنے پیروں کو رب اور صری کہا جو کہ صرف رب العالمین کی عفت ہے لہذا یہ سب کے گستاخ خدا کے نافرمان ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

اعتراض ۹۴: پھر یہ تھے کہ میں یونینے گنگوکار سے

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

اس شعر میں حضرت منگولوں کو کعبہ کہا گیا گویا تم حج پر جا کر بھی اپنے پیروں کا طواف کرتے ہو اور اس کی طرف منہ کرتے تمہارے جیسے ہو۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم فریضہ حج ادا کرنے گئے تو روانگی سے قبل ہمارے شیخ و مرشد کامل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تربیت فرمائی تھی کہ حج کے تمام ارکان کو سنت رسول ﷺ کے مطابق ادا کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ شانہ تمہیں حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے اور حج مبرور کا ثواب تب ملے گا جب حج کے تمام ارکان سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کئے گئے ہوں گے۔ تو ہم نے جب وہاں جا کر مقامات مقدسہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ارکان کو ادا کیا تو:

ہمیں اپنے مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آتی کہ انھوں نے اسی طرح حج کی ادائیگی کی تعلیم فرمائی تھی۔ بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر لیں:

آلہم یرضنا فیان کما نرضو الیہ

”بیعت کے معنی یک جانے کے سبب سائل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا جلاد نے تموار کھینچی یا اپنے سسٹخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا ہے اور ہے بھگیا۔ یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کا نام اراوت ہے اگر اس طرح صدق بقول کے ساتھ ایک دروازہ بکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۹، تقریر یک مثال والا ہو رہا)

ملیوی حضرات اپنے اعظم حضرت کے اس ملفوظ کی روشنی میں مرثیہ کے شعر کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہو گئے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی فرمایا کہ کعبہ جو قبلہ اجسام تھا وہاں مجھے اور حاضری کا حق ادا کیا اس کے بعد اپنے سینے میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اس کیلئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف توجہ کو مبذول کیا۔

اللہ رضا خاں کو قبلہ رکھ کر کہتا

حرم والوں نے مائتم کو اپنا قبیلہ رکھ لیا

جو قبلہ الی قبلہ کا ہے وہ قبلہ نمازم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو

حکم کے واسطے لاریپ و رقبہ نما تم ہو

(مدارج العلو حضرت معنۃ الروح جس - ۳۳ رضوی کتب خانہ پر علی شریف، اشاعت اول)

سید سنان علی کا حوالہ:

”ایک مرتبہ حضرت مخدوم جہانیاں کعبہ مبارکہ میں حاضر تھے آدھی رات کا وقت تھا اور کعبہ معظمہ آپ کو نظر نہ آتا تھا۔ عرض کیا یا الہی کعبہ نظر نہیں آیا ارشاد ہوا کہ کعبہ شیخ نصیر الدین محمود کے طواف کیلئے دلی گیا ہوا ہے آپ کے دل

میں یہ خیال آیا کہ سبحان اللہ میں تو کعبہ کے طواف کو آؤں اور کعبہ خود ان کے طواف کو جائے۔ لہذا اکثر یہی ہے کہ میں بھی انہی کے طواف کو جاؤں چستا نیچہ آپ اس جگہ سے چل پڑے۔

{سجّہ منعل میں ۱۶۲، حاکم ایضاً کتب لا یور}

بریلویوں کو مردوں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لی جا رہی تھی جہاں حج کو چھوڑ کر اور کعبے کو چھوڑ کر اپنے ہیروں کے طواف کئے جاتے ہیں۔

اعتراض ۵۵: مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس میں بھی کوئی کھجی (دینی بات مریم)

(مرثیہ میں ۳۳)

دیکھو یہاں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چیلنج دیا جا رہا ہے کہ وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ (امعیاذ باللہ)

جواب: افسوس کہ رضا خانی اعتراض کرنے سے پہلے اردو محاورات اور تفسیہات کو ہی اچھی طرح سمجھ لیجئے جس شخص کو عربی اردو محاورات کا تصور اچھی علم ہو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ موت و حیات کے لفظ ہدایت اور نگرانی ترقی و پستی کیلئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيِيَ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (سورۃ النحل آیت ۶۲)

نہا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔ اس آیت میں موت و حیات سے مراد ہدایت و نگرانی ہے۔ ہم اکثر اچھے جملے میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں کہ فلان قوم مردہ ہے فلاں قوم کے پاس واقعی زندہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ قوم پستی میں ہے اور بالکل مردوں کی طرح ہو چکی ہے اور وہ قوم زندہ ہے اچھی حالت میں ہے۔ تو اس شعر کا مطلب یہی ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو گناہوں کی وجہ سے اپنی زندگی برباد کر چکے تھے اور ان میں ایمان کا نور مردہ ہو چکا تھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو پستی سے نکالا

اور وہ بارہا ان کو زندہ کیا اور ان کو گمراہی کی صوٹ سے نکال کر ہدایت کی زندگی کی طرف لائے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا برحق ہے مگر کاش کہ نبی کریم ﷺ کے اس
ادنی امتی کی کرامت (جو حاصل نبی علی کا معجزہ ہوتا ہے) بھی دیکھ لیتے جو گمراہی میں پڑے
لوگوں کو ہدایت کی روشنی دکھا کر وہ بارہا زندہ کر رہا ہے۔ اس میں اتفاق یا توہین ہرگز نہیں۔

بریلوی ذرا اپنے گھر کی خبر بھی لیں

احمد رضا خان بمقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

شفایا ہار پاتے ہیں طفیل حضرت عیسیٰ

بے زخمہ کر رہا ہے مردے خرام احمد رضا خان کا

(علاج الکھضرت ص ۲۵)

غور فرمائیں اس شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کس قدر توثیق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے طفیل تو صرف بیمار شفا پاتے ہیں آؤ دیکھو احمد رضا خان کہ وہ تو پاؤں کی ٹھوکر سے مردوں کو زندہ
کر دیتا ہے۔ بلکہ ایک رضا خانی نے تو اپنے بچہ کی مدح سرائی میں اس سے بھی بڑھ کر گستاخی کی
اور کہتا ہے کہ:

بر لادو اے حضرت عیسیٰ بھد اللہ

دریں اجیر یک دار الشفاء کردہ ام پیدا

(دیران محمدی ص ۹۰، مطبوعہ آستانہ حالیہ گڑھی شریف خانپور)

یعنی معاذ اللہ جو مریض حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٹھیک نہ کر سکے اور ان کو لا علاج مسترار دے دیا۔
ایسے مریضوں کیلئے ہم نے اجیر میں ایک شفاء خانہ کھول دیا ہے وہ وہاں ہمارے چیر صاحب
کے آستانے پر آئیں اور شفاء پائیں۔

اسی طرح قمر الدین سیالوی صاحب کے ایک مریض ان کی مدح سرائی کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی ان الفاظ میں توجین کرتے ہیں

عیسیٰ کے معجزوں نے مردے جلا دے

میرے آقا کے معجزوں نے مٹی عیسیٰ بنا دے

{فوز المقال ج ٣ ص ٦٣} ونحن نقرأ الاسلام على ما فيه

معاذ اللہ! کس قدر صریح گستاخی ہے، ہے کسی بریلوی میں یہ ہزات کہ اس شعر کو کہنے والے اس کو شائع کرنے والے اس پر سکوت کرنے والوں پر بھی کوئی فتویٰ لگائے؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ علمائے دیوبند پر فتویٰ لگانے سے ہی تو دال روٹی ملے گی اور انہوں پر زبان درازی کرنے پر جوتے۔

اعتراض ۹۶: قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عقیدہ سہو کا ان کے لقب ہے یوسف جانی

(9.2.2)

اس شعر میں حضرت گنگوہی کے کالے حلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ثانی کہا گیا ہے جو ان کی توبہ لینا ہے۔ (الہام والہ)

جواب : اس شعر پر اعتراض بھی رخصا خانوں کی جہالت ہے اس لئے کہ اردو کا اور اسٹ مسٹیں یوسف جانی حسین و جمیل کے معنی میں مشغول ہوتا ہے اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام چونکہ حضرت کے فیض تریات سے بہر یاب ہو کر واسطی الی اللہ اور عارف باللہ ہو گئے تھے اور ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتے تھے اس لئے باوجود یہ کہ ان میں سے بعض کا رنگ "بالائی" تھا لیکن پھر بھی ذکر الہی کی برکت سے ان کے چہرے چمکتے تھے اور نورانی آنکھیں رکھنے والوں کو ان میں حسن و جمال ہی نظر آتا تھا۔

احمد رضا خاں کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی تصویریں

روئے کے یوسف سے فزول تر حسن روئے شہا ہے

پشت آئینہ نہ ہو انہار روئے آئینہ

{ عدد آبی بخشش، حصہ سوم، ص ۹۴ }

اس شعر میں کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی توہین کی گئی کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی فزوں تر یعنی زیادہ تھا آجینے کے سامنے دالے

حصہ کو فتح رحمتہ اللہ علیہ کا بیج دیا گیا اور پشت کو حضرت یوسف علیہ السلام کا تو دونوں کس طرح برابر ہو سکتے ہیں، معاذ اللہ۔

یارِ گزشتہی والے کا خود کو یوسفؑ اور یعقوبؑ کہنا:

یوسف در چاہ من بدم نیز یعقوب ہم کہ گریاں من بدم

{دیوان محمدی، ص ۱۵۸}

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام جن کو کنوئیں میں پھینکا گیا تھا وہ میں ہی ہوں اور حضرت یعقوب علیہ السلام جن کی جدائی کے غم میں گریاں کرتے تھے وہ بھی میں ہی ہوں معاذ اللہ

اعتراض ۷۹: وہ صدیقی تھے وہ فاروق پھر کہے عجب کیا ہے

شہادت نے تنجید میں قدمی کی گر خالی ہے

اس شعر میں حضرت گنگوہیؒ کو ابو بکر صدیقیؓ اور عمر فاروقؓ کہا گیا ہے کیونکہ صدیقی و فاروق ان کا لقب ہے۔ (معاذ اللہ)

جواب: جاہل معترض کو چاہئے کہ وہ لغت انشا کر صدیقی اور فاروق کے معنی دیکھے صدیقی کا معنی سچا اور فاروق کا معنی حق اور باطل میں فرق کرنے والا اور بے شک حضرت گنگوہیؒ رحمتہ اللہ علیہ کے اندر یہ دونوں صفاتیں موجود تھیں۔ ذرا اپنے گھر کی خبر لو:

عیاں شان صدیقی تمہارے صدق و تقویٰ سے

کہوں اتنی نہ کیوں کہ خیر الائمہ اہم ہو

{مدائح العلمیہ، ص ۳۰}

انہی قرآن پاک میں حضرت صدیقی اکبرؑ کی شان میں نازل ہوا سب جنبہا الانہی یونہی مائلہ یترجمی۔ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں اتنی سے مراد حضرت صدیقی اکبرؑ ہیں مگر یہ رضا خانی کہتا ہے کہ احمد رضا خان تو خیر الائمہ تھے اس لئے میں ان کو اتنی کہوں گا۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو

جلال و ہیبت فاروق اعظمؑ آپ سے ظاہر اشداً علی الکفار کے ہوسر ہر مظہر

{مدائح العلمیہ، ص ۳۰}

غور فرمائیں مرثیہ کے شعر میں تو صرف فاروق کا اظہار تھا یہاں تو صریح طور پر احمد رضا خان کو حضرت عمر فاروقؓ کے مقابلے میں لاکھڑا کر دیا گیا۔ اور اگلا شعر ملاحظہ فرمائیں قرآن پاک میں اشد اہم علی الکفار صحابہ کرامؓ کی شان بتلائی گئی مگر رضا خانیوں نے اللہ سے معتابلے کرتے ہوئے یہ آیت احمد رضا خان پر چسپاں کر دی۔

اعتراض ۹۸: نہاں پر اعلیٰ ہوا کی ہے کیوں اعلیٰ نہیں شاید

شائمہ انھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا عالمی (مرتبہ ص ۵)

اس شعر میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کا بانی یعنی رسول اللہ ﷺ کہا گیا کیونکہ اسلام کے بانی تو رسول خدا ﷺ ہی ہیں جو ان کی کھلی ہوئی قوم میں ہے۔ (العیاذ باللہ)

جواب: اس شعر میں عالی کالفظ بمعنی مانند اور مماثل کے تیس جو آپ نبی کریم ﷺ سے تقابلی کردار ہے ہیں بلکہ دوم اور دوسرے کے معنی میں مشتمل ہے۔ اس شعر میں حضرت محمد و حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتا چاہتے ہیں کہ غزوہ احد میں شیطان نے یہ خیر از ادبی تھی کہ ان محمد اقدس قتل اس وقت جو کفار کے لشکر کا سردار تھا اس نے یہ لغو بلند کیا اعلٰ ہیل اعلٰ ہیل اعلٰ ہیل اعلٰ ہیل کا نام لا لیا ہو۔ مولا نا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں اسی تحویل کا ادا کرنا چاہا کہ:

”باطل کی طرف سے جس طرح اعلیٰ صیل کے نعرے اس وقت لگے تھے جب شیطان نے ہائی اسلام ﷺ کے متعلق وہ جھوٹی اور ناپاک خبر اڑائی تھی آج ان باطل پرستوں کی ذریت قبر پرستوں اور مزار پرستوں کی زبان پر وہی ناپاک نعرہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نوع کا کوئی دوسرا واقعہ پیش آیا ہے کوئی حامی سنت اور حاکمی بدعت اس عالم سے اٹھ گیا ہے جو باطل باطل ان کی دفاع کی خوشی میں شیطانی نعرے لگا رہے ہیں۔ تو رسول ﷺ اس خاص معاملے میں پہلے تھے اور حضرت مگنکوئی رحمت اللہ اس معاملے میں دوسرے نمبر پر۔“

اگر کسی کو نبی کریم ﷺ کا ﷻ الی کہا جائی کہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی ہے تو قرآن پاک پر کیا فتویٰ ہے جس میں صدق اکبر کو نبی کریم ﷺ کا ﷻ الی کہا گیا:

اذا اخرجہ الذین یحفظوا ثانی الثمین اذہما فی الغار جب آپ کو مکہ سے نکالا

کافروں نے جب آپ دو کے دوسرے تھے (یعنی صدیق اکبر کے دوسرے آپ) جب وہ دونوں غار میں تھے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

دل هذا لا يذعن على فضل أبي بكر رضی اللہ عنہ من وجوه: الرابع انه تعالى سعادتي النبي فجعل ثاني محمد رضی اللہ عنہ حال كونه في الغار والعلماء ائتمروا الله رضي الله تعالى كان ثاني محمد رضی اللہ عنہ في اكثر المناصب الدينية.

{تفسیر کبیر ص ۱۶، ج ۶، بیروت}

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ کی فضیلت پر بچہد و جود دلالت کرتی ہے۔۔۔ ان میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین کہا پس برفاقت غار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی قرار دیا گیا اور علماء کرام نے ثابت کیا ہے کہ بہت سے دینی مراتب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کے جانی تھے۔

رضا خانی ہمت کریں اور لگائیں ایک مدد فتویٰ امام فخر الدین رازیؒ کے ساتھ من جملہ ان بہت سے علماء کرام پر جنہوں نے بہت سے امور میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کا ثانی کہا۔

رضا خانی اپنے گھر کی خبر لیں:

آپ کی کیا کرے کوئی مدحت نامب غوث دریائے رحمت
آپ کی ذمت نگس و پیر سیدی مرشدی اعظم حضرت
{جلایات امام احمد رضا ص ۱۶}

معاذ اللہ یہاں احمد رضا خان کو نبی کریم ﷺ کا نگس کہا جا رہا ہے کہ جس طرح آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر آدمی کو اپنا نگس نظر آتا ہے اس طرح جب تم نبی کریم ﷺ کو دیکھو گے تو تمہیں وہ احمد رضا خان نظر آئیں گے اور جب احمد رضا خان کو دیکھو گے تو تم کو نبی کریم ﷺ کا چہرہ نظر آئے گا۔ العیاذ باللہ۔ ایک اور غالی بریلوی مرید اپنے چہر کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

وہی جلوہ جو قاراں پر ہوا احمد کی صورت میں
اسی جلوے کو پھر عیاں کیا منھن کی لکھنوں میں

(دیوان محمدی، ص ۱۹۱)

معجزۃ اللہ یعنی آج سے چودہ سو سال پہلے جو ہستی فاران کی چوٹیوں پر نمودار ہوئی تھی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ وہی ذات اور اسی ذات کے جلوے آج چودہ سو سال بعد کوٹ مٹھن کی گلیوں میں میرے حجر یعنی پیر فرید کی شکل میں جلوہ آ رہا ہے۔ رضا خانیوں کو اپنے گھر کی یہ گستاخیوں نظر نہیں آئیں جو وہ دوسروں پر بلا وچہ گستاخی گستاخی کے فتوے داغنے ہیں۔

اعتراض ۹۹: تمہاری تربت انور کو دیکھ کر طور سے تشبیہ

کہوں ہوں بار بار رانی مری دیکھی بھی نادانی (مرثیہ ص ۱۳)

اس شعر میں حضرت گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی گئی اور ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا گویا گنگوہی صاحب دیوبندیوں کا خدا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی طور پر جا کر اللہ سے یہی خواہش کی تھی کہ ارادہ۔

جواب: اس شعر پر اعتراض بھی بریلویوں کی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ ہر زبان میں بات سمجھانے کیلئے تشبیہات کا استعمال کیا جاتا ہے مثلاً جب آپ کسی کی بہادری سے متاثر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں شیر جیسا ہے یا کسی کی خوبصورتی بیان کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ فلاں چاند جیسا ہے۔ تو اب اس میں صرف اس کی کسی مخصوص صفت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے تشبیہ من کل الوجوه مراد نہیں ہوتی کہ فلاں آدمی جس کو شیر یا چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اس کے شیر جیسے دانت ہیں ایک دم ہے، چار ناگئیں ہیں اور اس کا چہرہ چاند جیسا گول ہے۔ غرض تشبیہ صرف کسی خاص پہلو سے ہوتی ہے نہ کہ من کل الوجوه۔

(مطلوبہ مختصر المعانی، دروس البلاغہ وغیرہم)

اسی طرح اس شعر میں جو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کو طور سے تشبیہ دے کر ادنیٰ کا جملہ استعمال کیا گیا اس سے مقصود صرف اس بات کا بیان کرنا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور خدا سے عرض معروض کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کا دیدار کروں آپ کو دیکھوں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا دیدار نہ کر سکے۔ اسی طرح آپ کی قبر پر آ کر میرا دل چاہتا ہے کہ ایک بار پھر میں آپ کا چہرہ انور دیکھ لوں بار بار بے سامت میری زبان سے نکل رہا

ہے کہ ارانی مجھے اپنا ویدار کرائے جس طرح جب آپ زندہ تھے تو میں آپ کے ویدار سے مشرف ہوتا تھا۔ مگر اب آپ کی وفات کے بعد میرا یہ مطالبہ کرنا ایک نادانی ہی ہے کیونکہ اب آپ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اب آپ سے مثل زندوں کے ویدار کی خواہش کرنا نادانی ہے کہ گئے لوگ واپس نہیں لوٹتے۔

بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں

تاریخین کرام آئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ اصل میں اپنے پیروں کو اپنا خدا ماننے والے یہ بریلوی بد بخت ہی ہیں۔ یاد محمد گڑھی والا اپنے پیر کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

خدا کو ہم نے دیکھا سدا مٹھن کی ٹلیوں میں

خدا ہے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی کلیوں میں

(ایوان محمدی، ص ۱۹۱)

صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی

علم القرآن ہے تقریر میرے پیر کی

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر

ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(ایوان محمدی، ص ۲۰۱)

اعتراض ۱۰۰: مرثیہ گنگوہی کے کئی اشعار میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے استعانت طلب کی گئی ہے۔

جواب: ہم شرعی استعانت اور بزرگان دین کے وسیلے کے منکر نہیں۔ اس لئے پہلے ہمارا عقیدہ اچھی طرح سمجھو اس کے بعد اعتراض کرو۔ مزید تفصیل کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سر فرراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”دل کا سرور“، ”گلدستہ توحید“ اور ”تسکین الصدور“ کا مطالعہ کرو۔

اعتراض ۱۰۱: مرثیہ گنگوہی پر علمائے دیوبند نے بھی فتوے لگائے ہیں۔

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ فتوے میں تسلیم نہیں کیا چند آپ نے اپنے گھر سے بتائے ہوں جبکہ آپ جملہ فتوے بتانے میں ماہر ہیں اور آپ کے اپنے لوگوں نے اس کو تسلیم بھی کیا ہے۔ بصورت تسلیم جواب یہ ہے کہ رضا خانی حضرات نے استفتاء کا سوال یوں بنایا:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند ان لوگ یہاں ایک عرس ہو اس میں ایک نعت خواں نے یہ شعر کہا،

پھر میں تھے کعب میں بھی پوچھتے اجیر کا راستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق شوقِ عرفانی

(مرثیہ گلگوئی علماء دیوبند کی نظر میں۔ ص: ۲۰)

اب ظاہر ہے کہ یہاں یہی تاثر دیا گیا کہ یہ شعر کہنے والا کوئی مشرک رضا خانی عام جاہل تعصب خواں ہے کیونکہ یہاں واضح طور پر عرس کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اب رضا خانی حضرات نے یہ دھوکا دیا کہ یہ اشعار عرس پر مزارات پر سجدہ کرنے والے جاہل مشرک رضا خانیوں نے چڑھا ہے اور جب اعراس پر ہونے والے غیر شرعی افعال اور ان میں شرکت کرنے والے مشرک۔ جاہل لوگوں کو سامنے رکھ کر علماء نے فتویٰ دیا تو رضا خانیوں نے یہ شور مچا دیا کہ یہ اشعار تو علمائے دیوبند کے ہیں۔ یہ ہے رضا خانیوں کی خیانت اور دھوکہ بازی کی مختصر تفصیل۔ اب یہاں اس کا مختصر جواب بھی چڑھا لیں۔ اگر رضا خانی حضرات نے مختصر المعانی یا تلخیص المفاتیح یا مطول وغیرہ کو پڑھا ہوتا تو ان کی عقل میں بات آ جاتی مگر غم سے کور ہونے کی وجہ سے معترض ہوئے۔ مختصر المعانی میں اسنادِ حقیقی و مجازی کی تفصیل میں ایک مثال پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے:

البت الرابع البقل کہ موسم بہار نے فصل اگائی۔ اب یہ حقیقی معنی پر بھی محمول ہو سکتا ہے اور مجازی بھی۔ اگر کافر کہے گا تو یہ اسنادِ حقیقی ہے یعنی اس کا عقیدہ ہے کہ موسم بہار نے فصل وغیرہ کو لگایا۔ اور اگر مسلمان کہے گا تو یہ اسنادِ مجازی ہوگی کہ اللہ نے موسم بہار کے ذریعے اگایا۔ تو یہ اسنادِ مجازی ہوگئی کہ یہ اگانا بہار کی طرف جو منسوب ہے وہ محض مجازی طور پر ہے چونکہ موسم بہار کے آنے سے فصل ظاہر ہوئی تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی ہے۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مختصر المعانی مع الحاشیہ۔ ص: ۵۲-۵۷۔

بہر حال ثابت ہوا کہ کافر کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر دعویٰ بات مسلمان کرے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا اگر بد اسلاف میں یہ مسلم ہے اور خورد رشا خانوں کو بھی یہ بات مسلم ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔ اب دیکھئے اگر ان اشعار کو رضا خانی کہے گا تو مطلب کچھ اور ہوگا کہ ان کے عقائد میں شرک بھرا ہوا ہے اور اگر سنی دیوبندی مسلمان بلکہ مسلمانوں کے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کہیں گے تو مطلب اور بات کچھ اور ہوگی۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز جناب مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم کے حالات زندگی میں لکھا گیا ہے:

”ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے حضرت شیخ الجامع علامہ گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فارسی شعر کی بابت استفسار کیا تو حضرت نے فرمایا غلط ہے ان مولوی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شعر نکال شخصیت کا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ مودل ہے یعنی اس کی تاویل لازم ہے۔“

(فتح الاسلام محدث گھوٹوی، ص: ۲۸۱)

تو معلوم ہوا کہ شاعر کو دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا یعنی اگر شاعر بد عقیدہ ہو جیسا کہ بریلوی حضرات ہیں تو پھر فتویٰ بات یونہی سخت ہونے چاہئے اور اگر شیخ الہند جیسا قہر عالم ہو تو پھر معنی و مطلب حسن شعر پر معمول کیا جائے گا اور شعر کی تاویل کی جائے گی۔ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہوا شرف سیالوی رضا خانی شکست خوردہ مناظرہ بھنگ لکھتا ہے:

”علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسک بسنة خیر من احداث بدعة یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنة قلدرہ یعنی گھٹیا سنت علامہ ابن جریر مکی نے اس عبارت پر رد و تدرج کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہو تو اور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت سے سرشار ہوتا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔ تو اس نگرہ کی وجہ سے اس پر بہت بڑا سنگین فتویٰ اور کلمہ شرعی صادر کیا جاتا۔“ (مناظرہ بھنگ ص: ۲۸۲)

قارئین کرام! اس سے معلوم ہوا کہ رضا خانی حضرات کا اصول یہ ہے کہ صاحب تحقیق اور صاحب علم اور عشق و محبت سے سرشار آدمی بات کرے تو تاویل کی جائے گی ورنہ فتویٰ لگایا جائے

گا۔ تو پھر ہمیں کہنے دیجئے کہ شیخ الہند کا صاحب تحقیق ہونا اور علم سے سرشار و عشق و محبت میں مستغرق ہونا مسلم ہے لہذا اگر ایسا شخص کوئی بات کرے تو چونکہ وہ مشرک نہیں اور شرک کے چراثم میں ڈوبا ہوا نہیں تو اس کے کلام کی توجیہ اس کے مقام کو دیکھ کر کی جائے گی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض کوئی بزرگ اور صاحب تحقیق کوئی غیر شرعی بات کر بھی دے تو حتی الامکان اسے ایسے معنی پر محمول کیا جائے گا اشرف سیالوی کے اس ایک حوالے ہی سے الحمد للہ علمائے دیوبند پر رضا خانوں کی طرف سے کئے جانے والے تمام اعتراضات کا اصولی جواب بھی ہو گیا۔ الحمد للہ۔

باقی خود رضا خانی علماء و اکابر پر رضا خانوں کے کفر و کراہی کے فتوؤں کو پڑھنے کیلئے حضرت علامہ ابو ایوب قادری صاحب کی کتاب ”دست و گریبان“ منظرِ عرواۃ النعم اور بازار لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

اعتراض ۱۰۲: حضرت گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں امام حسین کے مرثیہ کو جلا دینے کا حکم دیا اور خود تم گنگوہی کے مرثیے پڑھ رہے ہو۔

جواب: وہاں صرف امام حسین کے مرثیہ کو جلانے کا حکم نہیں دیا بلکہ خاص ان مرثیوں کے بارے میں حکم ہے جو تعزیوں میں پڑھے جاتے ہیں جو غیر شرعی اشعار اور احادیث موضوعہ و عقائد باطلہ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام حسین و اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل و مقامات و مدارج بیان کئے جائیں اور ماتم و تہجد یٰ غم وغیرہ امور مجاہدہ شرع سے یکسر پاک ہو یہ قصہ حسن و محمود ہے۔ خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم۔ مگر چودہ نظر ہو چاہے ایک مسند میں ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہداء ہے عرف حال میں بنا مرثیہ مشہور ہو کہ کاپ یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن العزائی“ (رسالہ تعزیہ داری۔ ص ۱۲)

معلوم ہوا کہ مرثیہ وہی ممنوع ہے جو روایات کا ذبیحہ و خرافات پر مشتمل ہو ورنہ جائز۔ حدیث میں اشعار

پڑھنے پر سخت دھمکا آئی ہے مگر سب نے اسے غیر شرعی اصرار پر محمول کیا اور مخالف و اکابر اصرار پڑھتے ہوئے آئے ہیں۔ یہاں بھی اسی فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔

الحمد للہ ہم نے اجماعی اصرار کے ساتھ رہنا خائف حضرات کے مرثیہ نگاروں پر مشہور اعتراضات کے جوابات دے دیے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں کوئی اور اشکال یا اعتراض ہو تو وہ بھی پیش کر دیں انشاء اللہ اس کا بھی جواب دے دیا جائے گا۔

بریلوی حضرات کی نبی کریم ﷺ کی شان میں چند لرزہ خیز گستاخیاں الحمد للہ یہاں تک تو راقم الحروف نے ان رضا خانی عبارات کا جواب جس کو بزم خویش ان رضا خانی مولویوں نے گستاخی پر محمول کیا (معاذ اللہ) ساتھ ہی یہ بھی ثابت کیا کہ جن عبارات کو یہ لوگ گستاخی سمجھ رہے ہیں وہ نہ صرف قرآن و حدیث و سلف صالحین بلکہ اہل بدعت کے اکابر سے بھی ثابت و مؤید ہیں۔ اب ان لوگوں کو مزید ان کے گھر کا آئینہ دکھانے کیلئے ہم یہاں اس مذہب کی چند گستاخانہ عبارات پیش کر رہے ہیں تفصیل کیلئے تاریکین مولانا ابوالفضل کی لا جواب کتاب ”رضا خانیت پر چار حرف“ کا مطالعہ کریں جس میں تین سو سے زائد عبارات کو جمع کیا گیا ہے۔

(۱) انبیاء کی نبوت کا انکار۔ معاذ اللہ

یہ ناز بریلوی عالم مولوی اشرف سیالوی سرگودھوی جن کے متعلق بریلوی مفتی اعظم پروفیسر حبیب الرحمن لکھتا ہے:

”میں اہلسنت و جماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی شرح صحیح مسلم اور تہیان القرآن کو ہمارے مہد کے وہ مستاز اکابر اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ علیہما اللہ العالی نے مسلک اہل سنت و جماعت کیلئے مسترد و متفق علیہا قرار دیا ہے یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں۔“

(تقسیم المسائل، ج ۳، ص ۱۷)

معلوم ہوا کہ اشرف سیالوی صاحب کا شمار بریلوی مستند و حجت قسم کے اکابر میں ہوتا ہے اب اسی مولوی کے متعلق بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی نذیر احمد سیالوی لکھتا ہے:

”کیونکہ اس نظریہ سے خوب واضح ہے کہ صاحب تحقیقات و نظریہ کے نوزائیدہ حضرت عینی علیہ السلام کے نزول کے بعد ہی نہ ہونا قطعاً اسلام اور ضروریات دین سے ہے۔“ (تقریرات، ص ۱۱۵)

”تحقیقات“ اشرف سیالوی کی کتاب کا نام ہے جو اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے خلاف لکھی ہے (معاذ اللہ) اور عبارت میں ”صاحب تحقیقات“ سے مراد یہی مولوی اشرف سیالوی ہیں اور ”تصریحات“ اسی تحقیقات کے جواب میں لکھی گئی ہے اس میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ اشرف سیالوی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ نبی نہیں مانتے۔ ماقبل میں مولوی عبد المجید سعیدی رضا خانی کا حوالہ بھی گزر چکا ہے کہ مولوی اشرف سیالوی نبی کریم ﷺ سے بھی سلب نبوت کے قائل ہیں العیاذ باللہ۔

دیوبندی مذہب کا مولف غلام مہر علی بریلوی (جس کی کتاب کا چرچہ دیوبندیت کے بطلان کا اختلاف ہے) بریلوی غزالی زماں مولوی احمد سعید کاظمی کو نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

”آپ کے باپ مولانا احمد سعید کاظمی صاحب کے سچے اور بچے فیصلہ کہ نبی اہل امور میں پسندیدہ ہوتے ہیں کہ بعد آپ کا یہ اقرار کہ معاذ اللہ حضور ﷺ ہوا تو صلح حدیبیہ (آپ ۵۹ سال عمر مبارک اور نادداشت اندس) ساری عمر خلاف اولیٰ تائید و کام کرتے رہے آپ شعوری و اشعوری طور پر حضور اکرم ﷺ کی نبوت ہی کے منکر ہیں۔“ (جوابات رضویہ، ص ۱۶)

یہی مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

”حضور معظم حسن ذات حق ﷺ معصوم ہیں لہذا قرآن مجید کے کسی لفظ کے ترجمہ و معنی یا کسی ٹی ٹنگو میں اپنی طرف سے آپ کیلئے گناہ یا گناہ گار کا لفظ بولنا آپ کی نبوت کا انکار و کفر ہے۔“ (معصومہ النبی، ص ۱۲)

اور معصوم صرف نبی اکرم ﷺ نہیں بلکہ سارے انبیاء ہیں اور مندرجہ بالا اصول کے تحت کسی نبی کی طرف گناہ کی نسبت کرنا گویا اس کی نبوت کا انکار کرتا ہے اور کفر کا ارتکاب ہے تو اب ذرا مندرجہ ذیل حوالہ جات بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) احمد رضا خان کے والد تقی علی خان حضور ﷺ کی شان میں وارد آیت لیخضرک اللہ

الآیہ کا ترجمہ کرتا ہے:

”تا کہ معاف کرے اللہ میرے اگلے پچھلے گناہ“ (انوار جمال مصطفیٰ، ص ۷۱)

(۲) یہی سولاناقلی علی خان لکھتے ہیں:

واستغفر للذنبک وللصوابین والعمومات

معفرت مانگ اپنے گناہوں کی اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے
(فتاویٰ رضویہ، ص: ۶۹، مکتبہ المدینہ)

(۳) یہی اعلیٰ علی خان صاحب ایک حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں آپ نے اس قدر عبادت کی کہ پائے مبارک سوچ گئے لوگوں نے کہا آپ تکلیف اس قدر کیوں اٹھاتے ہیں کہ خدائے آپ کی اگلی پچھلی عطا معاف کی فرمایا اعلان کوں عباد شکوراً۔“

(سرور اقلوب۔ ص: ۲۳۶، شیعہ برادر)

(۴) مظہر اعلیٰ حضرت حشر علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک رات قیام فرماتے۔ نماز میں کھڑے رہے حتیٰ تورات فسد ماہ یہاں تک کہ پائے مبارک دوڑ فرما گئے پس سنا کہ کرام نے عرض کیا کہ اتنی تکلیف اتنی مشقت حضور کس واسطے فرماتے ہیں آپ کے رب عزوجل نے تو آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمائے فذغفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر“

فرمایا اعلان کوں عباد شکوراً۔“

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۱۷۰)

(۵) مزید لکھتے ہیں:

”آپ معصوم ہیں اللہ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ پہلے ہی مغفرت فرمائے لیغفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔“

(۱۵ تقریریں۔ ص: ۲۳۶)

(۶) بریلوی اشرف العلماء مناظرہ جمعہ کا شکست خوردہ اشرف سیالونی صاحب لکھتے ہیں

کہ:

”نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ مانع نہ ہو
ذہاب کے وہ ملاحظ ہو۔ یوم لا یخزی اللہ النبی و الذین امنوا معہ اے محبوب
اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور جنہیں تم مرتبہ قرب اور منصب محبوبیت کے لحاظ سے
گناہ سمجھتے ہو وہ تم سے صادر ہوئے یا اب بھی سرزد نہیں ہو سکتا وہ جب بخش گئے
۔“ (کوثر الخیرات۔ ص: ۲۲۵) اہل النبی علیہم السلام کی کوشش جہلم

(۷) ان کے حکیم الامت احمد یار گجراتی صاحب کا لکھا ہوا ہے: ”نہ
”نبیاء کرام ارادہ گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کیونکہ ان پر جوہر کرب و
نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد ہاں نسیاناً خطا صادر
ہو سکتے ہیں۔“ (جاہ الحق۔ ص: ۳۳۳)

اس سے بڑا کفر کوئی اور ہو سکتا ہے؟

قارئین کرام! مندرجہ بالا عبارت میں مفتی صاحب نے تسلیم کیا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ
ہو سکتے ہیں معاذ اللہ اور بریلوی اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کی طرف رضا خانیوں نے گناہ کی
نسبت کر کے نبی کریم ﷺ کو گناہ گار تسلیم کر لیا معاذ اللہ اب انہی رضا خانیوں کی یہ عبارت بھی
ملاحظہ ہو:

”اگر پیغمبر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان (شیطان
گروہ) میں داخل ہوں گے۔“ (تفسیر نسیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

معاذ اللہ اول تو ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ بیزارانے میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے
۔ ثانیاً رضا خانیوں نے انبیاء سے گناہوں کا صدور ممکن مانا اب اس عبارت کی روشنی میں دیکھیں
کہ بات کہاں تک پہنچ گئی؟ رضا خانیوں اس طرح کفر اور گستاخی بہت ہوتی ہے اگر ہر کسی میں
جرات تو اپنے اکابر سے اس گستاخی اور کفر کو ہٹا کر دیکھیں اور نہ مانگا انعام وصول کرے۔

(۸) جمعیت علماء پاکستان کے صدر صاحبزادہ ابوالخیر زبیر حیدر آبادی نے نبی کریم
ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کرنے پر پورا رسالہ ”مفہوم ذہاب“ لکھا۔

(۹) اسی ابو الخیر کی بات کی تائید میں بریلوی ۲۰۳ علماء کی تھارڈ و تائید کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی طرف گناہ کی نسبت کے جواز پر پوری کتاب ”فیصلہ مغفرت“ شائع کی گئی۔
گویا مولوی مفتی علی خان، حضرت علی رضوی، احمد یار گجراتی، اشرف سیالوی سمیت یہ ۲۰۳ علماء یعنی سارا کاسار مسلک نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر ہے
معاذ اللہ۔ دوسروں کو گستاخ رسول ﷺ کہنے والوں کو اپنی شرم و حیاء نہیں کہ ان کا مسلک تو
سرے سے نبی کریم ﷺ کی نبوت اقا کا منکر ہے۔

(۲) انبیاء شیطانی گروہ میں داخل ہیں معاذ اللہ
ما قبل میں ہم نے ناقابل تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ بریلوی، انبیاء علیہم السلام خصوصاً
نبی کریم ﷺ کو گناہ گار مانتے ہیں بلکہ احمد یار گجراتی نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ انبیاء سے
معاذ اللہ گناہ کبیرہ بھی صادر ہو سکتے ہیں اب ذرا اسی پر مفتی احمد یار کا فتویٰ ملاحظہ ہو:
”اگر بغیر ایک آن کیلئے بھی گناہ گار ہوں تو معاذ اللہ حزب الشیطان
(شیطانی گروہ) میں داخل ہوں گے۔“

(تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۲۶۳)

اس کا مطلب ہے کہ تمام انبیاء معاذ اللہ بریلوی فتوے کی رو سے شیطانی گروہ میں داخل
ہیں کیونکہ گناہ گار ہیں۔

(۳) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ذلیل کہنا۔ معاذ اللہ

مولوی احمد رضا خان نبی کریم ﷺ کے متعلق شعر لکھتا ہے:

کثرت بعد نکلت پہ اکثر درود عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، ج ۲، ص ۲۹)

اس عبارت پر تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے۔

مولوی احمد رضا خان کے والد مولوی مفتی علی خان لکھتے ہیں:

امام حمزہ الاسلام محمد بن غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مومن علیٰ علیٰ مینا الصلوٰۃ

والسلام پر دینی ہوئی اسے مونی جب تو مجھے یاد کرے اس حال میں یاد کر کہ تو اپنے اعضاء توڑتا ہو اور میری یاد کے وقت خاشع و ساکن ہو جا اور جب مجھے یاد کرے اپنی زبان کو دل کے پیچھے کر اور جب میرے در پر دکھڑا ہو تو بندہ ذلیل کی طرح کھڑا ہو۔" (جواہر البیان، ص ۷۷)

(۴) شیطان حضور ﷺ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ معاذ اللہ
مولانا عبدالمسیح رامپوری لکھتا ہے:

"اصحاب محفل میلہ دتو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعویٰ کرتے بلکہ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک کفر غیر کفر مسیئیں پایا جاتا ہے۔" (انوار ساطعہ، ص ۳۵۹)

اس کتاب پر مولوی احمد رضا خان کی تقریر یہ ہے اور حاضر ناظر بریلوی مذہب میں علم کو مستلزم ہے پس جب شیطان آپ ﷺ سے زیادہ جگہوں پر حاضر دنا غر تو معاذ اللہ علم بھی زیادہ رکھتا ہوگا۔

ماتعلیٰ میں کاشف اقبال نے یہ عنوان لگائے تھے: "حضور اکرم ﷺ پر غیر نبی کی برتری" (ص ۸۰)، "انبیاء پر برتری کا دعویٰ" (ص ۸۱) اب جواب دو کیا یہ نبی کریم ﷺ پر شیطان کی برتری کا دعویٰ نہیں معاذ اللہ؟ اگر نہیں تو کیوں؟
مولوی احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"رسول اللہ ﷺ کا علم اوروں سے زیادہ ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں۔" (خالص الاعتقاد، ص ۶۰، ۶۱)

بریلوی مذہب میں مفہوم مخالف معتبر ہے تو مطلب ہوا کہ ابلیس کا علم نبی کریم ﷺ سے وسیع تو ہے مگر وسیع تر نہیں معاذ اللہ۔ کچھ بات دعوت اسلامی کے الیاس عطاری نے بھی اپنی کتاب "کفر یہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب، ص ۲۳۵ مطبوعہ طبع اول اکتوبر ۲۰۰۹ء میں لکھی مگر عرف نے نئے ایڈیشن میں ہمارے اعتراض پر اس حوالے کو نکال دیا

ہے۔

مقام قادری بریلوی، اشرف سیالوی کے متعلق لکھتا ہے:

”حضرت محمد ﷺ کیلئے لفظ ”جاہل“ کا استعمال اور مولانا کا بالخصوص اس قول کو پسند کرنا بھی ایک تشویش ناک امر ہے۔“

(نبوت مصطفیٰ ہر آن ہر لحظہ ص ۷۴)

اس مولوی کو کئی بریلوی علماء کی تائید حاصل ہے دلچسپ امر یہ کہ اس کتاب کی تائید کرنے والا نور کا شرف اقبال رضا خانی ہے یاد رہے کہ جب تم نے اس لفظ کو گستاخی کہہ دیا تو اب کسی کتاب میں اس کے ہونے سے تمہارا گستاخی کا فتویٰ ختم نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی اسس پیٹ میں آئے گا۔ اسی کتاب کی جلد ثانی کے ص ۵۲، ۵۳، ۵۴ پر کہا گیا کہ اشرف سیالوی نے جانوروں سے بھی بدتر کفار سے حضور ﷺ کو تشبیہ دی۔ معاذ اللہ اور حفظہ الایمان کی عبارت پیش کر کے سوال کیا کہ اس کو پھر کس طرح گستاخی ثابت کرو گے؟ اب علماء دیوبند پر اپنی زبان گندہی کرنے والے کا شرف اقبال صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ تمہارا مولوی بقول تمہارے حفظہ الایمان سے بھی بدتر عبارت لکھے اور تمہارے منہ پر تالے لگے ہائے ہیں کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟ اگر واقعی عشق رسول ﷺ ہے تو اب ایک عدد کتاب ”بریلویٹ کے بطلان کا انکشاف“ بھی لکھو۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام قتل ہو گئے۔ معاذ اللہ

بریلوی صاحبزادہ عظیم نظام الدین مٹانی لکھتا ہے:

”دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہے امتحان میں دوبارہ وہی ٹوک جانے جاتے ہیں جو پہلی باروں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے زور کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لئے الہ کا دوبارہ آنا علانی ماقات ہے۔“

(انوار شریعت، ص ۵۵، ج ۲، فتاویٰ نظامیہ، ۷۷، ۷۸)

(۶) نبی کریم ﷺ کیلئے رضا خانیوں کا انتہائی گندہ و غلیظ عقیدہ

مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”حضور ﷺ زوجین (میاں بیوی) کے بخت (ہم بستری) ہونے کے وقت بھی حاضر (موجود) ناظر (دیکھ) ہوتے ہیں۔“ (مقیاس حقیقت

ص ۲۸۲) استغفر اللہ

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”تاریک راتوں میں شبائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔“ (جاء الحق ص ۷۹)

عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانیوں کے امام المناظرین صوفی اللہ دہ لکھتا ہے:

”کیا سچا اس شراب خانوں ناچ گھروں اور چنگلوں پر اللہ تعالیٰ اور

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر و ناظر ہونا اور ہم

جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ

اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہری کاروانیوں اور اسی جیسی دیگر

بے حیائی کاظم رکھنا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر

ہے؟“ (توحید الخواطر ص ۷۱)

یہ بد بخت کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کا شراب خانوں، چنگلوں، ظہری گھروں میں

حاضر و ناظر ہونا کوئی گناہ کوئی عیب نہیں عیب تو ہم جیسے انسانوں کیلئے ہے۔ بد بخت انسان

فرشتے تو احکام خداوندی کے مکلف ہی نہیں تو ان پر قیاس کیسے؟ میں پوچھتا ہوں احمد رضا خان

بھی تمہارے نزدیک معصوم عن الخطاء مبراہ عن الذنب تھا تو کیا تم اس کو چنگلوں میں حاضر و ناظر

کر کے اس طرح غر کر دے؟

سید فیض علی شاہ رضا خانی اس سے بھی بڑھ کر کفر لکھتا ہے:

جس جگہ کوئی زنا کر رہا ہے جس جگہ کوئی رشوت حاصل کر رہا ہے جس جگہ کوئی

شراب نوشی کر رہا ہے یا جس جگہ کوئی بدکاری کر رہا ہے یا خلوت میں بد فعلی

کر رہا ہے یا چوری کر رہا ہے حضور ﷺ اس کے شاہد ہیں حضور ﷺ مشاہدہ فرما رہے ہیں۔“ (تفسیر اسرار البیان، ص ۲۳)

استغفر اللہ... شرم... شرم... شرم...

اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کا رد

بریلوی غزالی ورازی و وراں و فلاں فلاں مولوی عمر اچھری اپنی بدنام زمانہ کتاب ”مقیاس حقیقت“ میں لکھتا ہے:

”حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں۔“

(مقیاس حقیقت، ص ۲۸۲)

استغفر اللہ! العیاذ باللہ! وہ حیاء دار نبی! شرم و حشمت کا وہ بیکرا جس کی امت کو یہ تعلیم ہو کہ جب چلوں گا میں نیچی کر کے چلوں، جس حیاء دار نبی کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ کوادی و بنی سے زیادہ شرم و حیاء والے، او جن کی بیبیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب تم نیکی کی چیزوں سے کچھ چھو تو پردے کے پیچھے سے بوجھو، جس نبی کی عفت مآب بی بی ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عفت شرم و حیاء کا یہ عالم ہو کہ فرماتی ہیں ”جب میرے گھر میں عمر فاروق کی تدفین ہوئی تو اس کے بعد میں پردے کے قبور مطہرہ کی زیارت کو آتی۔“ جو صدیقہ نبی کی حیاء کو ان الفاظ میں بیان کرے کہ ساری زندگی نہ سرکار نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے ان کا ستر دیکھا، ارے وہ مقام جہاں شرم و حیاء کے مارے فرشتے بھی الگ ہو جائیں سب بد بخت بے حیاء کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں موجود ہوتے ہیں سب ہاتھ دیکھ رہے ہوتے ہیں غلط فہم فرما رہے ہوتے ہیں

یا اللہ! آسمان پھٹ کیوں نہیں چڑھا۔۔۔؟ زمین شق کیوں نہیں ہو جاتی۔۔۔؟ قلم لوسٹ کیوں نہیں جاتے۔۔۔؟ ان بد بختوں کے ہاتھوں پر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے ریشہ طاری کیوں نہیں اترتا۔۔۔؟

کیا کوئی بے غیرت بیٹا یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ مخصوص حالت میں ہو تو اس کا باپ وہاں ”حاضر و حاضر“ ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نبی کے بارے میں اس قسم کی باتیں

کرتے ہوئے تمہیں موت نہیں آتی؟

ہائے! جس نبی کے دین میں میاں بیوی کو یہ حکم ہو گا اگر اس پاس کوئی جانور ہو تو اس شخص حالت میں نہ آج اسی دین کے نام لینے والے بد بخت "مقیاس حقیقت" کا نام لیکر نبی کو وہاں حاضر ناظر مان رہے ہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ خدا کی قسم ہم پیشاب کی بوتل پر لگے ہوئے اس زمرم کے لیبل کو ہرگز فروخت ہوئے نہیں دیں گے۔ یہ بکواس "مقیاس الکفر" تو ہو سکتی ہے، مقیاس حقیقت نہیں۔

پھر اس بد بخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بنا کر یہ بکواس کی ہے حضرت ابو طلحہؓ کی اس حدیث میں تو اتنا ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کے بیٹے بیمار تھے اس رات وہ فوت ہو گئے حضرت ابو طلحہؓ جب سفر سے رات کو گھر آئے تو بیوی نے اس خبر کو ان سے چھپائے رکھا کانوں کان خبر نہ ہو لے دی کہ رات کا وقت ہے پوری رات غمگین و حزین رہیں گے ان کی بیوی نے بالکل عام حالات کی طرح ان سے پرہیز کیا جیسے کچھ ہوا حق نہیں۔ حضرت ابو طلحہؓ نے ان سے رات کو جراح فرمایا جب صبح ہوئی تو ام سلیم نے یہ خبر جاگزیر سنائی "رات آپ کے بیٹے فوت ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر نہ کی کہ آپ پر یتیمان ہوں گے اب ان کی تعمیر و تھمن کا بندوبست کرویں"۔ صبح حضرت ابو طلحہؓ نے خود سارے واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی جس پر حضرت ابو طلحہؓ کی زوجہ کے صبر و استقلال پر بطور تعجب سوالیہ انداز میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اعمر ستم اللیلة؟

کیا اس اندود ہناک واقعہ کے بعد تم نے گھر والی سے جراح بھی کیا اور وہ پھر بھی کچھ نہ بولی؟ حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا "جی ہاں"۔

اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ خود وہاں موجود تھے؟ زید اگر ایسا عطار سے پوچھے کہ حضور رات گھر والی سے جراح کیا؟ اور عطار صاحب بولے جی، تو اس کا مطلب ہے کہ زید وہاں بیٹھا تھا؟ کچھ تو حق کو ہاتھ لگاؤ۔ چنانچہ علامہ نووی نے "اعمر ستم اللیلة" کا یہی معنی بیان کیا جو میں نے ذکر کیا:

"السرال للتعجب من صفاتها و صبرها و سرور أبي حسن رضاها بقضاء الله نعم دعا"

صلی اللہ علیہ وسلم لہذا بالبرکتہ فی لیلۃہما فاستجاب اللہ۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اعراسِ المیلۃ یہام سلیم کے اس فعل اور ان کے اس عظیم صبر پر بطور تعجب کے تھا اور اللہ تعالیٰ کی قضا پر اس طرح خوش اسلوبی سے راضی رہنے پر بطور خوشی کے بھتا پھر نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کیلئے اس رات میں برکت کی دعا کی جو اللہ نے قبول کی یعنی اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی "اعوام المیلۃ" کا مطلب بیان کرتے ہیں:
 "رسول اللہ ﷺ نے جو حضرت ابو طلحہ سے عملِ زوجیت کے متعلق سوال کیا اس کی ان کے اس صبر اور راضی برضائے الہی رہنے کے حیرت انگیز جذبے پر تعجب کا اظہار تھا۔" (شرح مسلم ج ۶ ص ۵۰۵، فرید یک سنال لاہور دسمبر ۲۰۰۲)

عمر الجعفی نے یہ روایت مسلم ہی کے حوالے سے نقل کی مگر مسلم کے شارع امام نووی شافعی کو یہ شیطانِ استدلال نہ سمجھا جو عمر الجعفی کو سوچھا۔ خود مسلم میں اس پر یہ منوالان باندھا گیا:
 "استحباب لحبیب المولود عند ولادته وحملہ الی صالح یحبک وہو از نسبتہ یوم ولادته واستحباب التسمیۃ بعد اللہ و ابراہیم و صالح اسماء الاولیاء علیہم السلام۔" (اصحح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸)

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو گھنٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا ارشاد۔

ابن اثیر بھی اس روایت پر یہی باب باندھتے ہیں:

(جامع الاصول فی احادیث ارسول ج ۱ ص ۲۶۶)

ریاض الصالحین میں حضرت نووی نے اس روایت پر "باب التسمیۃ" قائم کیا۔ (ریاض الصالحین، ص ۵۴)

ابن تیم جوی راج نے اس روایت پر باب قائم کیا:

"فی استحباب حبیب کہ"۔ (تحفۃ المولود، ص ۲۲)

غرض جس جس محدث نے اس روایت کو ذکر کیا انہوں نے اس روایت پر کم و بیش اسی عنوان کے باب قائم کئے جو ہم نے ذکر کئے۔

چیلنج

پوری دنیا کے زعم و مردہ بریلویوں کو چیلنج ہے کہ چونہ سو سال کے مسلم بین المذاہبین کسی بھی شارح حدیث سے اس جیسے کا وہ شیطانی مطلب بیان کرنا ثابت کر دیں جو عمر اچھروی کے قاتلہ پروردہ حیا، سوز و داغ میں آیا۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان لو کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث پر بھوت بول کر تم نے اپنا ٹھکانہ جنم بنا لیا ہے۔

ایک باطل تاویل کا جواب

چٹائی مناظرے میں حنیف قریشی رضا خانی، طالب الرحمن زیدی غیر مقلد کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے: ”یہ الگ بات ہے مثل کر اما کا تین“۔ اس کا **الجواب:** یہ تاویل بالکل باطل اور خود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو ”حاضر ناظر“ ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کر لیں تو پھر ”ناظر“ تو نہ رہے۔ تو عمر اچھروی کی عبارت میں ”حاضر ناظر“ ایک وقت دونوں افظوں کا مقصد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم ﷺ کو ”ناظر“ ماننا گستاخی سمجھتے ہو تو اگر ”ناظر“ ہونا گستاخ اور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے تو ”حاضر“ ہونا کیوں نہیں؟

جائنا، اگر تمہاری اس تاویل باطل کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اگر نبی کریم ﷺ آنکھ بند کر لیں تو ان کو آنکھ کے پیچھے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں۔ دیوار تو اتنی موٹی یہاں تم آنکھوں کے پتے پتے پہلوں کے پیچھے کے علم کی نفی کر رہے ہو کہ کیا ہوتا ہے حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟

الجواب ہے پاؤں یا رکاز لطف و راز میں

جانتا: آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا ذمہ لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر و گستاخی ہے تو اس میں پہلو نہیں سمراحتا نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا۔ اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبارتوں میں آپ کے خود ساختہ افتالات کے ہم ذمہ دار نہیں۔

وابعا: نصیر الدین سیالوی بن اشرف سیالوی سرگودھی لکھتا ہے:

"اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنی کے موہوم ہوں۔"

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج ۱ ص ۱۲۸)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین اشرف سیالوی کی تقریظ ثبت ہے۔
مشاء تابش قصوری رضا خانی لکھتا ہے:

"صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا۔"

(دعوتِ فکر، ص ۱۶، مکتبہ شریعہ۔ مرید کے ۱۹۸۳)

"کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں مگر یہی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جارہی ہے۔" (معرفت، ص ۱۰۲)

اس کتاب پر ۳۶ "رضا خانی مفتیان" کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھانا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمد للہ! رضا خانیوں کے بتائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے اب تک بدنام نہ مانتے گستاخان رسول ﷺ احمد رضا خان، احمد یار سبزواری، حشمت علی، نعیم الدین، عمر اچھروی وغیرہم کی

جن عبارت کی تاویل رضا خانی کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کالعدم ہو گیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان رضا خانیوں کے گستاخانِ رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے۔

خاصاً: خود مولوی عمر اچھروی لکھتا ہے:

”جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرتا گستاخی و کفر ہے کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں۔ اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی۔ لیکن آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متفرقہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے۔“ (مقیاس حقیقت: ص ۲۷۹ درالْمُقِیَّاس، اچھروی، دسمبر ۱۹۶۶)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخِ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمد للہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضا خانی تاویل کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں اگر بریلوی بٹاری میں مزید کوئی جواب ہو تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ

یارِ زندہ صحبتِ باقی

بریلوی تحکیمِ الامت مفتی احمد یار محمّدی لکھتا ہے:

”تاریک راتوں میں تہائی کے اندر جو کام کئے جائیں وہ بھی منجانبِ مصطفیٰ علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں۔“ (جام الحق: ص ۷۹)

تاریک راتوں میں تہائی میں سوائے حرام کاریوں کے یا بیوی کے ساتھ ہم بستری اور کوئی کام کئے جاتے ہیں؟ رضا خانیوں کا گندہ عقیدہ ملاحظہ ہو۔ عمر اچھروی کا شاگرد اور رضا خانی امام المناظرین اپنے استاد کا سکھایا ہوا گندہ اس طرح ظاہر کرتا ہے:

”کیا ستمناؤں شراب خانوں ناچ گھروں اور چنگلوں پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں

برابر ہیں؟ اور کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قلبی کاروبار ایسوں اور اس جیسی دیگر بے حیائی کا علم رکھتا اور عام انسانوں کا ان گندے علوم کو حاصل کرنا برابر ہے؟

(تحریر الخواطر: ص ۷۱)

یہ بدعت کہتا چاہ رہا ہے کہ نبی شراب خانوں، سینماؤں، قلمی گھروں، چمکے خانوں میں حاضر ناظر ہیں قلمی گانوں کا علم رکھتے ہیں اور بدکار انسانوں پر انہیں قیاس مت کر دینا خانیوں کی طرح بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا تو یقیناً ان کی گستاخی ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ سب جائز ہے اس لئے گستاخی بھی نہیں اس لئے برابر نہیں نبی کا اور بدکار انسانوں کا ان مقامات پر حاضر و ناظر ہونا استغفر اللہ میں کہتا ہوں کہ کیا تو احمد رضا خان بریلوی، احمد یار گجراتی، مسر انصروی، الیاس عطاری، اختر رضا خان کو بھی بدکار انسان مانتا ہے؟ اگر نہیں تو انہیں کبھی چمکے خانے شراب خانے اور انڈین فلمیں دیکھنے اور بنانے کیلئے حاضر ناظر کیا ہے؟

ایک طرف تو رضا خانی کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر نہیں سمجھتے اور پھر جب نبی کریم کے متعلق ان کے کسی خدائی عقیدے پر اعتراض کیا جاتا ہے تو فوراً معاذ اللہ اللہ پر قیاس کرنے لگ جاتے ہیں مثلاً اگر اللہ کے نبی ہر جگہ حاضر ناظر تھے تو تو اپنے صحابہ کے پیرو معونہ میں کیوں بھیج دیا نہ ہر آنو گوشت کیوں کھا لیا تو جھٹ سے جواب دیں گے کہ اللہ بھی تو یہ سب جانتا تھا خدا کے بندے اللہ تو فعال لما یرید۔۔۔ لا یسئل عما یفعل و ہم یسئلون

اس کی شان ہے کل تو کو کوئی تمہاری طرح عقل سے پیدل کسی کو قتل کر دے کسی کی ناگ یا خھ نوردے کسی کو آگ میں ڈال دے اور یہی قیاسی شگوفہ چھوڑے کہ جب اللہ یہ سب کچھ کر رہا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں تو مجھ پر کیوں

ان سے کہا جاتا ہے کہ جب ہر جگہ حاضر ناظر تو کیا گندے مقامات پر بھی تو جھٹ سے جواب کیا اللہ کو وہاں کا علم نہیں؟

تعالیٰ اللہ اللہ ہے اور مخلوق مخلوق میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں ان کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ ان مقامات پر جائے غیر محرم عورتوں کو دیکھے

ایک ساتھی نے کہا کہ میں نے ان رضا خانوں سے سوال کیا کہ جب حضور حاضر ناظر ہیں ہر جگہ تو ہمیں نظر کیوں نہیں آتے؟

تو کہا اللہ کیوں نظر نہیں آتا؟ پھر اللہ کو مثال میں پیش کر دیا کیا تم نبی کو اللہ مانتے ہو؟
جاہلو اللہ جسم سے پاک ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسم رکھتے تھے وہ بھی جسم کثیف
حیاتی میں ہر ایک کو جب موجود تھے تو نظر بھی آتے تھے خدا تو اس وقت بھی نظر نہیں آتا اب جب
حضور موجود نہیں تو نظر بھی نہیں آتے

ایسے جاہلوں کو یوں جواب دو کہ قرآن میں اللہ کے ہاتھ و چہرے کا ذکر ہے اب لازم ہوا کہ
اللہ کا معاذ اللہ نبی کریم کی طرح ہاتھ بھی ہے اور چہرہ بھی ہے اس لیے کہ جب تم نبی کو اللہ پر قیاس
کر سکتے ہو تو کوئی اور اللہ کو نبی پر قیاس کیوں نہیں کر سکتا؟

اب پوچھو منظور ہے یہ سیاسی شکونہ؟ ان حضرات کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ مخلوق کو اللہ
(ج) حضرت یوسف علیہ السلام کی سخت توہین۔ معاذ اللہ:

مولوی اشرف سیالوی حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے بارے میں لکھتا ہے:
”جب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے ساتھ زفاف فرمایا تو ان کو باکرہ اور کنواری
پایا آپ نے ان کے ساتھ اجسری فرمائی اور مہر بکارت کو توڑا اور اس بند ڈبیا کی چابی اپنے
ترتازہ یا قوت (رنگ شرمگاہ) کو بنایا اس ڈبیا کا قفل کھولا اور اس میں مادہ تولید والا گوہر
داخل کیا۔“

(تحقیق: ص ۲۱، ۲۲)

اگر یہ بازاری اعداد زبان گستاخی نہیں تو کیا کسی اور کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ احمد رضا حسنان
بریلوی نے آخری بیگم کے ساتھ زفاف کیا تو ان کو باکرہ پایا مثل بند ڈبیا کے تو ان کے سدرخ
یا قوت میں مادہ تولید والا گوہر ڈالا۔ شرم..... شرم..... شرم.....

مولوی احمد رضا خان بریلوی حضرت یوسف علیہ السلام اور شیخ عبد القادر جیلانی کا اقتباس
کراتے ہوئے کہتا ہے کہ شیخ کا حسن حضرت یوسف علیہ السلام سے زیادہ تھا معاذ اللہ شیخ تو آئینہ

کے سامنے والے درخ تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام چپے والے

روئے یوسف فزول تر حسن روئے سشاہ ہے

پشت آئینہ من ہوا شب از روئے آئینہ

(حدائق بخشش: ص ۶۳ ج ۳)

(۸) حضرت آدم علیہ السلام کی توہین - معاذ اللہ:

مفتی احمد یار گھمراٹی لکھتا ہے:

”آدم علیہ السلام کو..... دیکھنے والی چیزیں دکھائی گئی تھیں..... مثلاً..... ریڑھ پوٹی وی وغیرہ۔ سب چیزیں ان کو دکھا کر ان کے نام اور بنانے کی ترکیبیں اور ان کے سارے حالات بتائے گئے۔“

(تفسیر نعیمی: ج ۱ ص ۲۳۱)

استغفر اللہ فی وی اور اس کے سارے حالات یعنی فلمیں، گانے، ہڈیاں سب حضرت آدم علیہ السلام کو دکھایا گیا تھا ملاحظہ ہو علم غیب کی آزمائش کس قدر گندہ عقیدہ و فیشن کیا جا رہا ہے ایک اور عقیدہ ملاحظہ ہو:

”اس کے بعد اہل ہندو (ہندو) کے مذہب کا ذکر ہونے لگا آپ نے فرمایا کہ ہندو کا مذہب قدیم و کھنڈ ہے اور ہر مذہب اس کے بعد وجود میں آیا کیونکہ یہ مذہب حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔“

(مقائیس الجالس: ص ۲۶۳)

استغفر اللہ معاذ اللہ مقایس الجالس کا مستند ہونا ناقابل میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

مفتی احمد یار گھمراٹی ایک جگہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”جب کبھی حضور علیہ السلام کسی سے بے توجہی فرما لیتے ہیں تو وہ بد بخت بن جاتا ہے اور گناہ کرتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ہونا اس سبب سے ہوا کہ توجہ محبوب علیہ السلام نہ کچھ ہٹ گئی۔“

(شان حبیب الرحمن: ص ۱۴۸)

استغفر اللہ کتاب و کفر ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کسی سے بے توجہی مسند مالتے ہیں تو وہ بد بخت اور گنوا گار ہو جاتا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے بھی حضور ﷺ نے بے توجہی اختیار کی اسی لئے ان سے یہ خطا (ان کے اصول کے مطابق گناہ و بد بختی) ہو گئی تھی معاذ اللہ۔
استغفر اللہ۔

(۹) حضور ﷺ بتوں کے نام کا ذبیحہ کھاتے۔ معاذ اللہ:

مفتی احمد یار نخسائی بخاری شریف پر مباحوث بولتے ہوئے لکھتا ہے:

”بخاری شریف میں ہے کہ حضور نے نبوت سے پہلے بھی بتوں کے نام کا ذبیحہ کھایا۔“

(نور العرقان: ص ۷۹۹)

استغفر اللہ ”بھی“ کے لفظ سے گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ نبوت کے بعد بھی معاذ اللہ کھاتے تھے جب یہ عبارت انوار العلوم کے مفتی کے پاس بھیجی گئی تو اس نے جواب دیا کہ عبارت بالکل درست ہے ملاحظہ ہو اصل فتویٰ (دست و گریبان: ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

مفسر اعلیٰ حضرت شمس علی رضوی بھی اس کفریہ عقیدہ کا اظہار یوں کرتا ہے:

”حضور جن امور پر قبل نبوت عمل کر چکے تھے اور بعد کو وہ حرام ہوئے غمگین رہا کرتے تھے۔“ (۱۵ تقریریں: ص ۳۵۷)

(۱۰) انبیاء کرام قبور مطہرہ میں کیا کرتے ہیں؟ معاذ اللہ:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ الالہیاء اَحیاء فی قبورہم یصلون مگر رضا خانیوں کا عقیدہ ہے کہ:

”انبیاء کرام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔“ (ملفوظات: ج ۳ ص ۲۷۶)

بریلوی شیخ اللہ ریث عبدالرزاق بھٹائی لکھتا ہے:

”مورتوں سے طوائف سے صحبت کرو یا ان سے شب باشی کر دایک ہی معنی میں استعمال ہوئے

ہیں یعنی جہاں کرتا۔" (تکمیل الہدایہ: ص ۵۹ مکتب امام احمد رضا)

رضا خانی ساویل:

اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں کہا زرقانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔
جواب: جہاں تک علامہ زرقانی کی بات ہے تو انہوں نے نو علی بن عقیل حنبلی کے حوالے سے
صرف اتنی بات نقل کی ہے:

"قال ابن عقیل حنبلی ویضاجع ازواجہ ویستمتع بہن اکمل من
الدنیا... الخ" (زرقانی علی المصائب: ج ۲ ص ۱۶۹)

علامہ زرقانی نے اس قول کو جس شخصیت کی طرف منسوب کیا ہے وہ کس قسم کی ذہنیت رکھتا
کتاب اسامہ الرجال میں دیکھیں کہ یہ علی بن عقیل بدعتی تھا معتزلی تھی اکابر کی مخالفت کی (مسیحان
الاعتدال، ج ۱ ص ۳۶ الفہم) اس نے ملت سے انحراف کیا اس زمانے میں بدعات میں اس کی
تغییر نہیں ملتی (سیر اعلام النبلاء، ج ۱۹ ص ۴۳۵، ۴۳۶) مزید تفصیل کیلئے ابن اشیر، ذیل
الطبقات اور اللسان وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ایسے بدعتی اور معتزلی کے قول پر اس طرح عقیدے کی
بنیاد قائم کرتے ہوئے کچھ تو حیا کرینی چاہئے۔ پھر ابن عقیل کی پوری عمارت چھان مار لیں آپ کو
کسی عربی عبادت کا یہ ترجمہ نہیں ملے گا "ازواج مطہرات" کی جاتی ہیں "بہر حال احمد رضا خان
نے جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے وہ ابن عقیل کے نقل سے عین ایمان نہیں بن جائے گا۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

الحمد للہ جلد اول مکمل ہو گئی ان شاء اللہ مزید اعتراضات کے جوابات اب جلد ثانی میں
دئے جائیں گے۔

انشائی اللہ جلد ثانی میں آپ پڑھیں گے مندرجہ ذیل

اعتراضات کے جوابات

علمائے دیوبند پر یزیدیت کا الزام

علمائے دیوبند پر خارجیت کا الزام

علمائے دیوبند پر رافضیت کا الزام

علمائے دیوبند پر قادیانیت کا الزام

علمائے دیوبند پر انگریز نوازی کا الزام

علمائے دیوبند پر مخالفت پاکستان کا الزام

نوٹ: کتابت کی تصحیح میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے مگر بشر ہونے کے ناطے کتاب الغلط سے مبرا نہیں ہو سکتی اس لئے کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرمائیں۔ نیز کوئی ایسا اعتراض جس کا جواب اس جلد میں نہیں دیا گیا ہمیں ارسال فرمائیں انشاء اللہ اگلی جلد میں اس اعتراض کا جواب شامل کر لیا جائے گا۔ جزاکم اللہ۔

